اردو ترجمہ

تفسیرِ عزیزی
مجیدی

سُورۃ البقرۃ حِصّہ دوم

مؤلفہ
عُمدۃ المفسّرین فخر المُحدثین
حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدّث دہلویؒ

ناشر:
ایچ ایم سعید کمپنی
ادب منزل، پاکستان چوک کراچی

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

اردو ترجمہ

تفسیر عزیزی

موسومہ

تفسیر فتح العزیز (مجیدی)

سورۃ بقرہ

حصہ دوم

مؤلفہ

عمدۃ المفسرین فخر المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح

باہتمام نیاز مند حاجی محمد زکی نبیرہ حاجی محمد سعید صاحب غفر اللہ الوحید

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل پاکستان چوک، کراچی۔

marfat.com

مطبوعہ ایجوکیشن پریس (پاکستان چوک کراچی)

marfat.com

فہرست مضامین تفسیر عزیزی سورۂ بقرہ جلد دوم

مضامین	صفحہ
یہود کی وجہ تسمیہ اور ان کے عقائد کا بیان	۴۸۲
نصاریٰ کی وجہ تسمیہ اور ان کے عقائد کا بیان	۴۸۲
صابئین کے عقائد کا بیان	۴۸۳
ایمان بخدا و روز آخرت ہی ذریعۂ نجات ہے	۴۸۷
یہود سے اخذ میثاق اور رفع طور کا بیان	۴۸۸
یہود کے بندروں کی صورت میں مسخ کا بیان	۴۹۳
حضرت موسیٰ اور یہود کا مکالمہ اور قصۂ ذبح بقرہ	۵۰۰
دیت اور قصاص کا بیان	۵۲۰
یہود کی قساوت اور پتھروں کی خشیت کا بیان	۵۲۲
جانوروں اور جمادات سے خرق عادات کا ظہور	۵۲۷
تحریف تورات اور یہود کے عناد و نفاق کا بیان	۵۳۲
لفظ ویل اور اس کے مترادفات کی تحقیق	۵۳۸
محرفین تورات اور بے دین رؤساء کے عذاب کا بیان	۵۳۹
یہود کے قول لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ الخ کا بیان	۵۴۴
والدین، اقرباء، یتامیٰ و مساکین کے ساتھ احسان کا بیان	۵۵۶
یہود سے اخذ میثاق اور عہد شکنی کا بیان	۵۶۹
عہد شکنی کی دنیوی و اخروی سزا کا بیان	۵۷۲
حضرت عیسیٰ کی معجزات اور روح القدس سے تائید	۵۷۵
یہود کی جانب سے تکذیب و قتل انبیاء کا بیان	۵۷۶
تعصب حق و تعصب باطل اور دلوں کی قسموں کا بیان	۵۷۸
نبی آخر الزماں کے واسطے سے نصرت طلبی اور بعثت پر انکار	۵۸۱
قرآن کے انکار اور قتل انبیاء کا بیان	۵۸۸
یہود کی گوسالہ پرستی اور ان کے سمع و عصیان کا بیان	۵۹۱
یہودیوں کے دعوئے محبوبیت اور اختصاص دار آخرت کا بیان	۵۹۷
یہود کے عدم تمنائے موت اور زندگی پر شدت حرص کا بیان	۵۹۷
یہود کی جبرئیل سے دشمنی کا بیان	۶۱۱
مقرب فرشتوں کے قرب و منزلت کا بیان	۶۲۲
حضرت جبرئیل کی اصلی صورت کا بیان	۶۲۶
نبی کریم کے سادی دارحنی و زرارہ کا بیان	۶۳۰
ہاروت و ماروت کے قصہ اور تعلیم سحر کا بیان	۶۳۵
مومنوں کو رَاعِنَا نہ کہنے اور اُنْظُرْنَا کہنے کا حکم	۶۶۹
نسخ اور ناسخ و منسوخ کا بیان	۶۷۳
یہود کی مانند مطالبۂ تبدیل احکام کی ممانعت	۶۷۹
از راہ حسد مومنوں کو کافر بنانے کی خواہش کا بیان	۶۹۱
یہود و نصاریٰ کے دعوئے استحقاق داخلۂ جنت کا بیان	۶۹۹
مسلم محسن کے اجر اور عدم خوف و حزن کا بیان	۷۰۲
یہود و نصاریٰ کی تکذیب و تردید باہم کا بیان	۷۰۴
مساجد میں ذکر کی ممانعت اور ان کی تخریب کی سزا	۷۰۸
اینما تولوا فثم وجہ اللہ کا مطلب	۷۱۱
یہود و نصاریٰ کے عقیدۂ ابنیت کی تردید	۷۲۱
خدا سے ہمکلامی اور رسول اللہ سے اظہار معجزہ کے مطالبہ کا بیان	۷۳۱

marfat.com

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۷۷	ذکر، شکر کے امر اور ناشکری کی نہی کا بیان	۷۳۵	یہود کا نبی کریمؐ کو اپنا تابع بنانے کی خواہش کا بیان
۸۸۱	استقامت بصبر و صلوٰۃ کا بیان	۷۴۵	حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش میں کامیابی اور عطائے امامت کا بیان
۸۸۶	مومنوں کے انواع مصائب سے ابتلاء کا بیان	۷۶۴	بیت اللہ کے مرکز و مرجع ہونے اور مقامِ ابراہیمؑ کا بیان
۸۸۷	صابرین کی جزاء کا بیان اور استرجاع کا حکم	۷۸۵	مکہ کو شہر امن بنانے اور عطائے رزق کی دعا کا بیان
۸۹۳	صفا و مروہ کے درمیان سعی اور اس کے احکام کا بیان		بنائے خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی
	کتمانِ حق، کفر پر اصرار اور اسی پر موت کے عذاب	۷۸۹	دعاؤں کا بیان
۹۰۳	کا بیان	۸۱۳	ملت ابراہیم سے اعراض کے دلیلِ سفاہت ہونے کا بیان
	مختلف آیاتِ تکوینیہ کے دانشمندوں کے لئے سامانِ	۸۱۸	یعقوب علیہ السلام کی اپنی اولاد کو وصیت کا بیان
۹۰۵	عبرت ہونے کا بیان		یہود و نصاریٰ کے مسلمانوں سے اپنا دین اختیار کرنے کے
	مشرکین کے شرک، بتوں سے محبت اور مومنوں کی	۸۲۰	مطالبہ کا بیان
۹۲۳	خدا سے شدید محبت کا بیان	۸۳۰	خدائے واحد، قرآن مجید اور تمام کتب سماوی پر ایمان کا حکم
	متبوعین اور تابعین کے اظہار برائت اور ان کے	۸۳۷	صبغۃ اللہ کی تشریح اور اس کی خوبی کا بیان
۹۲۷	دائمی عذاب کا بیان		یہود و نصاریٰ کے دعوے "ابراہیمؑ و اسماعیلؑ یہودی یا
	کفار و مشرکین کے اپنے باپ دادا کی تقلید پر	۸۴۱	نصرانی تھے" کا بیان۔
۹۳۱	اصرار کا بیان	۸۴۳	تحویلِ قبلہ پر سفہاء کے اعتراض کا بیان
۹۳۲	کفار کے گونگے، اندھے، بہرے اور بے عقل ہونے کا بیان		امتِ محمدی کے امتِ وسط اور جملہ امم و رسل پر شاہد
۹۳۸	مردار، خون، لحم خنزیر اور ما اہل لغیر اللہ کی تحریم کا بیان	۸۴۸	ہونے اور نبی کریمؐ کے ان پر شاہد ہونے کا بیان
۹۵۲	ابرار و متقین اور صادقین کی صفات کا بیان	۸۵۸	تحویل قبلہ کیلئے حضورؐ کے اضطراب اور کعبے کے قبلہ قرار دینے کا بیان
۹۶۲	قصاص کا بیان اور اس کے احکام	۸۶۱	یہود کے حضورؐ کی اتباع نہ کرنے کی پیشگوئی کا بیان
۹۷۱	وصیت کا بیان اور اس کے احکام	۸۶۳	اہل کتاب کے نبی کریمؐ کو اپنی اولاد کی طرح پہچاننے کا بیان
۹۷۶	روزہ کی فرضیت اور اس کے احکام	۸۶۴	رسول اللہؐ کی بعثت اور اس کے مقاصد کا بیان

marfat.com

اگر ایمان ساتھ خدا کے اور دن آخرت کے درست کر کے لاویں تمام کفر کی قسموں کو محو کر دیتا ہے اور مٹا دیتا ہے اور اگر عمل صالح بھی ایمان کے ساتھ ملجاوے تمام اقسام خوف اور غم کے دور کرتا ہے پس کوئی کافر اور گنہ گار بعد ایمان لانیکے قبول ہونے توبہ اپنی سے مایوس نہ ہووے چنانچہ فرماتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی تحقیق وہ آدمی کہ ایمان لائے ہیں ساتھ زبان کے اور دل سے اس دین کو سچا نہیں جانتے ہیں ہر چند کہ کفر اُن کا بہت مذموم ہے اس واسطے کہ باوجود کفر کے ارادہ فریب دینے خدا اور رسُول کا بھی کرتے ہیں چنانچہ ابتدائے سورۃ میں بُرائی حال اُنکے کی گذری وَالَّذِیْنَ هَادُوْا یعنی وہ لوگ کہ یہودی ہوئے ہر چند کہ برائیاں اُن کی بھی عملوں میں اور اعتقادوں اور اخلاق میں حد سے زیادہ ہیں چنانچہ اصرار کفر اُن کے کا یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کو جسمانی اور صورت انسان کے اعتقاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چند ذات باری تعالیٰ کی جسمیت سے پاک ہے لیکن تعلق اُس کا جسم کے ساتھ ضرور ہے ہرگز بغیر جسم کے نہیں رہتا ہے اور وہ جسم اُس کو لازم ہے کہ جسم مثالی اور نورانی ہے مانند شعاع کے کبھی جمع ہوتا ہے اور کبھی پراگندہ اور اسی سبب سے ہے کہ آواز اور کلام پکار کرنا اور طور سینا پر اُترنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جانا اور ہاتھ اپنے سے توریت کا لکھنا اور عرش کے اوپر استواء کرنا یعنی ٹھہرنا اور قرار پکڑنا اور جواز رویت کا کسی جہت میں ہونا اور طوفان نوح کے اوپر رونا اور ہنسی اور اندوہ اور غم اور خوشی ذات باری کے حق میں جائز رکھتے ہیں اور ان چیزوں کا اس کے اُوپر اطلاق کرتے ہیں بعد اُس کے نبیوں کے حق میں بدگمانی اور تہمت گناہ کی بھی بہت رکھتے ہیں کہ یہاں تک کہ حضرت موسٰی پر تہمت حضرت ہارون کے قتل کی رکھتے ہیں اور صریح کہتے ہیں کہ حضرت موسٰیؑ حضرت ہارون کے اوپر حسد کرتے تھے اور بعضے ان میں سے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پیغمبر نہ تھے بلکہ ولی تھے اور ولایت کو افضل نبوت سے جانتے ہیں اور خیال اُن کے میں یہ بات ٹھہر گئی ہے کہ معنی نبوت کے محض ایلچی گری اور پہنچانا خدا کے پیغام کا ہے اور قرب الٰہی اور مرتبہ اللہ کے نزدیک ہونا اس خدمت میں درکار نہیں اور حضرت ہارون کو بھی حضرت موسٰیؑ کے ساتھ نبوت میں شریک نہیں جانتے ہیں بلکہ خلیفہ اُن کا کہتے ہیں اور گوسالہ بنانے کو حضرت ہارون کی طرف نسبت کرتے ہیں اور حضرت داوٗد علیہ السلام

یہود کی وجہ تسمیہ اور ان کے عقائد کا بیان

کو اوریا[ل] کے قتل کی تہمت لگاتے ہیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہتے ہیں طلسم اور نیرنج رکھتے تھے اور تسخیر جنوں کی جانتے تھے اور رجعت نبیوں اور جو آیتیں توریت کی پیغمبر آخر الزماں کی حقیقت پر صریح دلالت کرتی ہیں اُن میں تاویل فاسد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان آیتوں سے تسلط اور ملک ان کا ثابت ہوتا ہے نبوت اور رسالت نہیں ثابت ہوتی ہے اور منسوخ ہونا شریعت کا ہرگز جائز نہیں جانتے ہیں بلکہ خدا کی شریعت منحصر حضرت موسیٰ کی شریعت میں جانتے ہیں اور یہ بات کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ سے پیشتر کوئی شریعت نہ تھی اور بعد اُن کے کوئی بھی شریعت نہ ہوگی اور اسی واسطے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں اور حضرت مریم کے حق میں تہمتیں باطلہ بیان کرتے ہیں اور لقب یہود کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام سے اپنے واسطے تراشا ہے کہ انھوں نے وقت مناجات اور طلب رحمت کے جناب الٰہی سے انا ھدنا الیک کہا تھا یعنی ہم نے توبہ اور رجوع کی طرف تیرے

نصاریٰ کی وجہ تسمیہ اور ان کے عقائد کا بیان

وَالنَّصَارٰی یعنے اور نصاریٰ اور لفظ نصاریٰ کا اصل میں جمع نصران کی ہے مثل سکاریٰ اور سکران کے اور نصران بمعنی ناصر کے ہے اور اس لقب کو ترسائیوں نے اپنے واسطے مقرر کیا ہے اس واسطے کہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب استمداد یہودیوں سے چاہی تھی کہا تھا من انصاری الی اللّٰہ اور حواریوں نے جواب میں کہا تھا کہ نحن انصار اللّٰہ اور اس فرقہ نے بھی اعتقاد اور علموں میں بہت خبط کیا ہے اور زیادہ تر خبط اُن کا بیچ حال نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اتصال روح اُنکے کے ساتھ بدن اُن کے کے ہے پھر خبط بیچ بیان حال چڑھنے اُن کے کے طرف عالم ملکوت کے اور اتصال روح اُن کی کے اس حال میں اور بیچ بیان ان دونوں کیفیتوں کے عجیب عجیب کفر کی باتیں درمیان میں لاتے ہیں کہ کان سُننے ان کفریات کے سے کمال تنفر کرتے ہیں اور یہ دونوں فرقے معاد کے حال میں بھی کفر اختیار کرتے ہیں اکثر یہودی کہتے ہیں کہ جو کچھ توریت اور دوسری کتابوں آسمانی میں وعید اور خوف دلانا گناہوں پر مذکور ہے محض واسطے اور

[ل] اوریا ایک شخص تھا کہ حضرت داؤدؑ نے اس کو کافروں کے مقابلہ کے واسطے بھیجا تھا اور وہاں وہ شہید ہوگیا اور اس کی منسوبہ سے بعد شہادت اُس کی کے نکاح کر لیا تھا ۱۲

marfat.com

صابئین کے عقائد کا بیان

لوگوں کے ہے سوائے فرقہ بنی اسرائیل کے کہ اُن کو بسبب شفاعت آبا اور اجداد اپنے کے کہ بڑے بڑے نبی ذوی القدر گذرے ہیں اندیشہ نہیں اور کسی طرح کا خوف اُس وعید سے نہیں رکھتے ہیں اور اکثر نصاریٰ کہتے ہیں کہ مقدمہ جزا اور دار وگیر حساب دن قیامت کے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے سپرد ہو گی بلکہ دن جزا کا محض حضرت عیسٰی کے ظاہر ہونے کا دن جانتے ہیں اور اسی جہت سے کمال تسلی رکھتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے تابعین کو بغیر پرسش کے بہشت کی نعمتوں سے سرفراز فرما دیں گے وَالصَّابِئِیْنَ یعنی اور بے دین کہ ساتھ کسی دین آسمانی کے مقید نہیں ہیں اور خلاصہ مذہب اُن کے کا یہ ہے کہ آدمی کو سعادت حاصل کرنے میں کسی پیغمبر یا مرشد کی حاجت نہیں روحانیات کہ آسمانوں اور عنصروں اور موالید ثلاثہ کے واسطے مدبر ہیں ان کی تکمیل اور پرورش کے کفایت کرتے ہیں لیکن آدمی کو چاہیئے کہ روحانیات سے مناسبت پیدا کرے تاکہ فیض اُن سے لیوے اور طریق مناسبت پیدا کرنے کا ساتھ روحانیات کے یہ ہے کہ اُن کے نام پر ہیکلیں اور شکلیں بنائی جاویں اور اُن بتوں کی کمال تعظیم بجا لائی جاوے اور اُن روحانیات کے نام اور وصف اُن کے روبرو اُن بتوں کے بیان کئے جاویں اور اسی سبب سے بعضے لوگ اس فرقہ میں سے آفتاب اور چاند اور ستاروں کو سجدہ کرتے ہیں اور بعضے اُن میں سے ان ستاروں کے نام پر صورتیں تراشتے ہیں اور ان کو قبلہ اپنا بناتے ہیں اور کلدانیین ایک گروہ ہے اُن میں سے اُن کی یہی روش تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے مقابلہ کے واسطے بھیجے گئے اور فرقہ ناثبین اور آبادیان کا کہ انھیں میں سے ہے وہ لوگ بعضے بزرگوں اپنے کو پیغمبر جانتے ہیں اور اکثر صابئین تین وقت نماز پڑھتے ہیں اور جنابت سے غسل کرتے ہیں اور میت کے ہاتھ لگانے سے بھی غسل واجب جانتے ہیں اور کھانا گوشت گدھے کا اور کتے کا اور پنجہ گیر جانوروں کا پرندوں میں سے حرام جانتے ہیں اور ختنہ کو بھی حرام جانتے ہیں اور طلاق بغیر حکم حاکم کے درست نہیں جانتے ہیں اور مرد کے واسطے زیادہ ایک عورت سے روا نہیں رکھتے ہیں اور صورتیں اور بتوں کے بنانے میں بار بچیاں خرچ کرتے ہیں ہیکل علۃ اولیٰ اور ہیکل عقل اور ہیکل سیاست اور ہیکل صورت اور ہیکل نفس کی کہ جواہر عقلیہ روحانیہ ہیں شکل مدور بناتے ہیں اور ہیکل زحل

marfat.com

کی مسدس اور ہیکل مشتری کی مثلث اور ہیکل مریخ کی مربع مستطیل اور ہیکل آفتاب کی مربع
اور ہیکل زہرہ کی مثلث مربع کے جوف میں اور ہیکل عطارد کی مربع مستطیل مثلث کے جوف میں
اور ہیکل ماہتاب کی مثمن ہشت پہلو اور قیامت کے منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ جتنی ولائتیں آباد
ہیں ہر ایک ولایت چھتیس ہزار اور چار سو چھبیس برس تک باقی رہتی ہے بعد اس مدت
کے جو ذی روح اس کے اندر ہیں خواہ انسان خواہ اور حیوانات بالکل فنا ہوتے ہیں
اور از سر نو ایک ایک جوڑا ہر حیوان کا اور ایسے ہی انسان کا بھی ایک جوڑا پیدا ہوتا ہے
اور توالد اور تناسل ہوتا رہتا ہے اور دورہ پورا ہوتا ہے پھر اسی طرح سے دورہ اور شروع
ہوتا ہے اور پہلے سب فنا ہوتے ہیں اور از سر نو پیدا ہوتے ہیں وعلیٰ ہٰذا القیاس اور جلانا
مردوں کا اور اٹھانا قبروں میں سے آدمیوں کا اس کا بالکل انکار کرتے ہیں اور ثواب اور
عذاب کو انھیں دوروں میں بطریق تناسخ کے جانتے ہیں حاصل یہ ہے کہ ہر ایک نے ان
چار فرقوں سے باوجود کمال دوری کے اللہ کے راستے سے بکم گندہ اور سڑے ہوئے کھانے
کا پکڑا ہے کہ ظاہر میں توقع اصلاح اس کی کسی وجہ سے نہیں لیکن کمال عنایت الٰہی ہے
کہ مَنْ اٰمَنَ یعنی جو کوئی ایمان لاوے ان میں سے دل سے ساتھ اخلاص کے بِاللّٰہِ
یعنی ساتھ خدا کے بغیر تشبیہ اور بغیر تعطیل اور بے تشریک کے یعنی اللہ کو نہ کسی شے کے
ساتھ تشبیہ دیوے کہ جسم وغیرہ اس کے واسطے ثابت کر دے اور نہ معطل کہے اور نہ کوئی
شریک اس کا ٹھیراوے وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی اور بھی ایمان لاوے ساتھ دن پچھلے کے
کہ دن جزا کا ہے اور ایمان خدا کے ساتھ بغیر ایمان لانے کے ساتھ اس دن کے تمام
نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ جو کوئی ایمان ساتھ اس دن کے نہ رکھے ہمیشگی پرورش اس
کی کا اور عام ہونے قدرت اور کمال حکمت اور عدل اس کے کا منکر ہے اور ایمان
ساتھ کتابوں اور رسولوں اور فرشتوں کے ان دونوں ایمان کے واسطے لازم ہے اس
واسطے کہ یہ دونوں ایمان بغیر وسیلہ رسولوں اور فرشتوں کے معلوم نہیں ہو سکتے ہیں
اور بغیر کتابوں آسمانی کے علم ساتھ اس کے باقی نہیں رہ سکتا ہے اسی جہت سے ان
تینوں چیزوں کا جدا بیان نہ کیا اور واقع میں اسی طرح ہے کہ جس کو ایمان مبدأ اور معاد

marfat.com

کے ساتھ کما حقہ نصیب ہوا بغیر رسولوں اور فرشتوں اور کتابوں کے میسر نہیں ہوا اور محض ایمان بھی ساتھ مبدأ اور معاد اور وسائط کے ہر چند کہ بیچ امید نجات کے تاثیر عظیم رکھتا ہے لیکن واسطے نجات کلی کے چیز دوسری بھی چاہیے جیسے کہ فرماتے ہیں وَعَمِلَ صَالِحًا یعنی عمل کیا عمل شائستہ اور عمل شائستہ میں یہ بات ضروری ہے کہ ناسخ کو لے لیوے اور منسوخ کو ترک کرے اور احکامِ الٰہیہ کو بیچ مقابلہ مصلحتوں عقلی کے ترجیح دے اور جب ہر ایک گروہ نے ان چاروں گروہوں میں سے ایمان درست کیا اور عمل اس قاعدہ کے ساتھ بجالائے فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ یعنی پس واسطے اُن کے ہے اجر کامل اُن کا کہ اگر ابتدا سے اس وقت تک اوپر اس کے مداومت کرتے یہی اجر پاتے عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی نزدیک پروردگار اُن کے کے جو ایمان اور عمل اُن کے کی تربیت فرماتا ہے اس حد تک کہ ایمان ایک لمحہ اور عمل صالح ایک ساعت کے تیئیں مٹانے والا کفر اور فسق تمام عمر کا کرتا ہے اور اُس ایمان اور عمل صالح ایک ساعت کے کو بسبب حسن تربیت اپنی کے موافق ایمان اور عمل صالح عمر بھر کے پہنچاتا ہے پس کمال مہربانی اور رحمت اُس کی بندوں کے حال پر یہ ہے کہ تھوڑی سی نیکی پر ثواب تمام عمر کی نیکی کا عنایت کرے وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ یعنی اور نہیں ہے خوف اوپر اُن کے تاثیر پہلے کفر کی سے کہ مبادا موجب نقصان اجر کا ہووے اس واسطے کہ بسبب عنایت اُس کی کے پچھلے عمل اُن کے نے بعض عمر کے ایمان کو برابر ایمان تمام عمر کے کیا وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی اور نہ وہ غمناک ہوویں گے بسبب فوت ہونے عمل صالح کے کہ ایام کفر میں اس عمل سے محروم تھے اس واسطے کہ عنایت الٰہی اور پرورش اُس کی سے پچھلے عمل نے تدارک پہلے کا بھی کیا باقی رہا اس مقام میں ایک سوال کہ جواب اُس کے کی حاجت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سورہ میں ذکر نصارٰی کا صابئین کے ذکر پر مقدم فرمایا اور سورۂ حج میں صابئین کو اوپر نصارٰی کے مقدم کیا ہے اور.... سورۂ مائدہ میں لفظاً صابئین کو مقدم فرمایا ہے اور تقدیراً موخر اس واسطے کہ تقدیر کلام کی اس جگہ اس طرح ہے کہ وَالصَّابِئُوْنَ كَذٰلِكَ بمعنی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ الخ خبر اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى کی ہے اور صابئون کی خبر

marfat.com

محذوف ہے یعنی کذلک پس تقدیر میں صابئون پیچھے ہوگیا اور باعتبار لفظ کے نصارٰی سے مقدم ہے وجہ اس تفنن عبارت اور جدا جدا لانے کی کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ کلام اس سورۃ میں ساتھ بنی اسرائیل کے ہے اور خطاب طرف اہل کتاب کے ہے اور نصارٰی بھی اصل میں بنی اسرائیل میں سے پیدا ہوتے ہیں اور اہل کتاب بھی ہیں اور صابئون بنی اسرائیل نہیں ہیں شرافت کی جہت سے نصارٰی کا ذکر مقدم ہوا اور سورۂ حج میں بیان قطع اختلاف کا ہے کہ فرقوں گمراہ کا ساتھ اہل حق کے ہے پس جن فرقوں کی تنازع اور مخالفت بہت تھی ان کا ذکر مقدم ہوا اور اسی واسطے یہود کو صابئین پر بھی مقدم کیا حالانکہ صابئین کا زمانہ پیشتر ہے زمانہ یہود کے سے اس جہت سے کہ یہودی زیادہ تر مسلمانوں سے مخالفت اور دشمنی رکھتے تھے بعد اُس کے صابئین کا رتبہ ہے کہ ہرگز ساتھ کسی دین اور شریعت کے آشنا نہیں ہوئے بعد اسکے نصارٰی کا کہ بیچ برحق جاننے اکثر رسُولوں اور کتابوں کے مسلمانوں کے شریک ہیں بعد اُن کے مجوسی کہ اُن کے تئیں شبہ کتابوں کا ہے بعد ان کے مشرکین کہ ہرگز دعوٰی کتاب کا نہیں کرتے ہیں اور مخالف سب دینوں کے ہیں اور یہ بھی کہنا ممکن ہے کہ صابئین ہرچند کہ موجود ہیں اور کسی وجہ سے شرک نہیں کرتے ہیں لیکن اس قول میں کہ اللہ تعالٰی کی ذات نے روحانیات میں حلول کیا ہے یعنی اُن کے اندر سماگئی اور روحانیات نے ان شکلوں اور بُتوں میں کہ اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں حلول کیا ہے نصارٰی سے بھی بڑھ کر اور پیشوا ان کے ہوتے ہیں گویا نصارٰی نے مذہب حلولی انھیں سے سیکھا ہے بخلاف یہود کے کہ مذہب ان کا حلول سے دُور ہے پس بجہت اُستاد ہونے صابئین کے اور شاگرد ہونے نصارٰی کے صابئین کو مقدم فرمایا اور سورۂ مائدہ میں رعایت دونوں امر کی فرمائی کہ لفظ کے اعتبار سے مقدم کیا اور معنے میں موخر لائے اور وہب بن منبہ سے بیچ تفسیر ابن ابی حاتم کے مروی ہے کہ الصابی الذی یعرف اللہ وحدہ ولیست لہ شریعۃ یعمل بہا ولم یحدث کفرا یعنی صابی وہ شخص ہے کہ اللہ کو جانتا ہے اور اس بات کا اس کو عقیدہ ہے کہ اللہ کی کوئی شریعت نہیں کہ اُس کے اوپر عمل کیا جاوے اور نہ کوئی کفر اس نے پیدا کیا اور ابی الزناد سے بھی اسی تفسیر میں کہ

marfat.com

الصابئون قوم ممایلی العراق یکفرون بالنبیین کلھم مطابق اُس کے ہے جو کہ ہماری تفسیر میں مذکور رہوا اور متقدمین مفسرین سے سوائے اس قول کے اور قول بہت بیچ بیان مذہب صابیئوں کے منقول ہیں لیکن کوئی مطابق نہیں پڑتا ہے ساتھ اُن اقوال کے کہ اصحاب ملل اور نحل نے لکھے ہیں منجملہ اُن کے جو کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ الصابیة منزلة بین النصرانیة والمجوسیة یعنی صابیۃ مرتبہ ہے بیچ نصرانیۃ اور مجوسیۃ کے اور ابو العالیہ سے منقول ہے کہ الصابئون قوم من اھل الکتاب یقرؤن الزلبور یعنی صابیئون ایک گروہ ہے اہل کتاب سے کہ پڑھتے ہیں زبور کو اور سدی سے منقول ہے کہ الصابئون طائفة من اھل الکتاب یعنی صابئون ایک گروہ ہے اہل کتاب سے اور قتادہ سے منقول ہے کہ الصابئون قوم یعبدون الملئکة ویصلون الی غیر القبلة ویقرؤن الزبور یعنی صابئون ایک قوم ہیں کہ پرستش کرتے ہیں فرشتوں کی اور نماز پڑھتے ہیں طرف غیر قبلہ کے اور پڑھتے ہیں زبور کو اس جگہ میں جاننا چاہیئے کہ جیسے منطوق اس آیت کا دلالت کرتا ہے اوپر قبول ہونے ایمان اور عمل صالح ہر کافر کے اگرچہ بدتر انواع کفر اور فسق کا مرتکب ہوا ہو ایسے ہی مفہوم اس آیت کا دلالت کرتا ہے اوپر نہ قبول ہونے ایسے ایمان کے کہ جن چیزوں کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے بعضی چیزوں کے ساتھ ان میں سے ایمان لاوے اور بعضوں کے ساتھ نہ لاوے بلکہ ایمان جب قبول ہوگا کہ کل ان چیزوں کے ساتھ ایمان لاوے اور اُس کے اوپر بھی دلالت کرتا ہے کہ تمام عبادتیں خواہ بدنی ہوں خواہ مالی اگر کفر کے وقت اور بغیر ایمان کے کی جاویں مقبول نہیں چنانچہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سلمان کو بھی ارشاد فرمایا تھا جس وقت کہ سلمان فارسی مسلمان ہوئے تھے اور راہبوں نصاریٰ کا حال اور بڑی بڑی سخت عبادتیں اور استدراج اُن کے آں حضرت کے رُو برو بیان کئے تھے اور یہی آیت واسطے تصدیق کلام مبارک آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نازل ہوئی تھی جیسا کہ جریر کی روایت میں کہ مجاہد سے بیچ قصہ سلمان فارسی کے کہ وہ قصہ بہت طویل ہے مذکور ہے کہ حضرت سلمانؓ نے آنحضرت سے سوال کیا تھا نصاریٰ اور عملوں انکے بارے میں پس آں حضرت

نے اُن کے جواب میں فرمایا تھا کہ نہیں مرے وہ اوپر اسلام کے، اور اسی قصہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ بعد سوال اُن کے کے اُتری یہ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا پس بلایا آں حضرت نے سلمان کو پس فرمایا اُتری ہے یہ آیت تیرے ہمراہیوں کے حق میں پھر فرمایا، آں حضرت صلعم نے جو شخص مرا اوپر دین عیسٰی کے قبل اس کے کہ سُنا میرے تئیں پس وہ اوپر خیر کے مرا اور جس شخص نے کہ سُنا مجھ کو اور نہ لایا ایمان ساتھ میرے پس تحقیق وہ ہلاک ہوا القصہ بنی اسرائیل نے اس استبدال میں نافرمانی خدا کی شروع کی تھی اور آخر کو بے پردہ مخالفت ظاہر کی جیسا کہ جو مخالفت اُن سے ظاہر ہوئی تھی یاد دلاتے ہیں کہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ

یہود سے اخذ میثاق اور رفع طور کا بیان

یعنی اور یاد کرو تم اس وقت کو کہ لیا ہم نے عہد محکم تم سے اس بات پر کہ احکام سخت اور مشکل توریت کے قبول کرو اور اطاعت احکام کی سے گردن نہ پھیرو اور تم نے جب دیکھا کہ احکام توریت کے بہت بھاری اور سخت ہیں ان تکلیفات کے قبول کرنے سے انکار کیا حالانکہ پیشتر اُس سے کمال مبالغہ اور تاکید سے حضرت موسٰی علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ ہمارے پاس شریعت اور دین نہیں ہے چاہیئے کہ ہمارے واسطے ایک کتاب آوے اور اس کتاب میں قاعدے شریعت کے اور طریقے طاعت اور عبادت کے مفصل مذکور ہوں تاکہ موافق اس کے عمل کریں اور حضرت موسٰیؑ نے کئی بار تم سے عہد اور پیمان مضبوط کیا تھا کہ اگر میں خدا کی طرف سے تمہارے واسطے ایسی کتاب لاؤں کہ تکلیفات اور احکام اُس میں ہووے البتہ اس کو قبول کرنا تم کو پڑے گا اور جب تم نے بعد آنے اُس کتاب کے قبول کرنے اُس کے سے توقف کیا اور عہد اور پیمان دینے سے بھی سستی کی ہم نے تم سے زبردستی قبول کروایا وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ یعنی اور اٹھایا ہم نے اوپر سروں تمہارے کے پہاڑ کو اور طور لغت میں پہاڑ کو کہتے ہیں کہ جس میں سبزہ اور درخت ہو جیسا کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ الطّور ما ینبت من الجبال وما لم ینبت فلیس بطور یعنی طور وہ پہاڑ ہے جس میں سبزہ ہو اور جس میں سبزہ نہ ہو وہ طور نہیں لیکن مراد اس جگہ ایک پہاڑ معین ہے اور وہ پہاڑ وہی پہاڑ ہے کہ توریت اُس جگہ حضرت موسٰی علیہ السلام کو دی تھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اُس پہاڑ کو اپنی جگہ سے پروں اپنے پر اُٹھا کر

marfat.com

لائے اور قد آدم کے فاصلہ سے بنی اسرائیل کے سر پر کھڑا کر دیا انھوں نے ایسا ہی کیا کہتے ہیں کہ گرد لشکر گاہ کا اسوقت میں طول اور عرض میں ایک ایک فرسنگ تھا اور ایک پہاڑ بھی اتنا ہی لمبا چوڑا تھا جب بنی اسرائیل نے پہاڑ کو اوپر سروں اپنے کے دیکھا ڈرے اور سجدے میں گرے لیکن ایک طرف پیشانی کی زمین پر رکھ دی تھی اور دوسری طرف سے ایک آنکھ سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ مبادا ہمارے سر پر گر پڑے اسی سبب سے بنی اسرائیل میں طور سجدہ کا اسی وضع پر ٹھہرا تا کہ اس حالت ہولناک کو یاد دلاوے اور بعد کھڑا کرنے پہاڑ کے تمھارے سروں پر کہا ہم نے خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ یعنی پکڑو تم اُس چیز کو کہ دیا ہم نے تم کو تکلیفات شاقہ سے کہ توریت میں ہیں اور حقیقت میں عطا ہماری ہے بِقُوَّۃٍ یعنی ساتھ تمام کوشش کے جیسے کہ دُنیا کے حاصل کرنے میں نہایت درجہ کی کوشش کرتے ہو اور واسطے نفع دُنیا کے کہ قلیل ہے اُس کی سختیوں کے اٹھانے میں نہایت مشقت کرتے ہو حالانکہ تکلیفات شرع کی عقل سلیم کے نزدیک ان دُنیا کی سختیوں کے مقابلے میں مرغوب اور مقصود ہیں اسواسطے کہ ان تکلیفوں کے اٹھانے میں نفع بہت بڑا ہے پس جب اسلاف اور بزرگوں تمھارے نے جس چیز کو کہ کمال آرزو اور خواہش سے طلب کیا تھا اور بسبب مشکل اور بھاری ہونے کے انکار کیا اور پھر گئے یہاں تک کہ بسبب کھڑے کرنے پہاڑ کے اُن کے سروں پر اُن کو ڈرایا ہم نے اور بعد لاچاری اور اکراہ کو پہنچایا تم سے کیا بعید ہے کہ متابعت اور پیروی اس پیغمبر آخر الزماں کی بسبب فوت ہونے رشوتوں اور نذروں اور نیازوں کے کہ جاہلوں اپنے سے لیتے تھے اور برہم ہونے ریاست اور مرتبہ اپنے کے ترک کرو اور منکر ہو جاؤ یہاں تک کہ تم کو ساتھ قتل کرنے اور لوٹنے اور قید کرنے اور جلا وطنی کے نہ ڈراویں اطاعت اُس کی بجا نہ لاؤ حالانکہ اگر تامل کرو تو متابعت اس پیغمبر کی بھی منجملہ ان تکالیف کے ہے کہ نیچے اُس پہاڑ کے قبول کی تھی تم نے اور اسی واسطے ہم نے تم سے کفایت فقط عہد لینے کی اوپر عمل کرنے ظاہر توریت کے نہ کی تھی بلکہ کہا تھا ہم نے وَاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ یعنی اور یاد کرو تم بار بار اُس چیز کو کہ درمیان ان تکلیفوں کے ہے فائدوں اور بھیدوں اور حکمتوں سے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنی تا کہ تم بسبب اس ذکر اور فکر کے مرتبہ تقویٰ کا حاصل کرو اور مخالفت حکموں الٰہی کے سے ہر زمانہ میں جس پیغمبر کی زبان سے سنو پرہیز کرو

marfat.com

باقی رہا اس جگہ ایک اشکال قوی اور وہ یہ ہے کہ بنائے تکلیفات الٰہی کی اوپر اختیار بندوں کے ہے اور زبردستی اور جبر کرنا بیچ قبول کرنے اُن تکلیفوں کے مخالف غرض تکلیف کے ہے اس واسطے کہ منظور تکلیف دینے بندوں کے سے ساتھ احکام اور امر اور نہی کے امتحان اور آزمائش اُن کی ہے تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ کونسا ان میں سے خوشی اور رغبت اپنی سے مطابق اُس کے عمل کرتا ہے اور کونسا ساتھ اختیار اور ارادہ اپنے کے راہ عصیان اور نافرمانی کی چلتا ہے تاکہ موافق اُس کے جزا دیا جاوے اور جس صورت میں زبردستی اور لاچاری سے ایک چیز کروائی جاوے خواہش اور رغبت بالکل سلب ہوتی ہے اور مطیع نافرمانی سے جدا نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ یہ بات انسان کی جبلت میں پڑی ہوئی ہے کہ وقت خوف جان اور ہلاک ہونے خاندان اپنے کے ہر چیز کو خواہ مخواہ قبول کرتا ہے اور طرف اسی بات کے اشارہ فرمایا ہے دوسری آیت میں کہ لا اکراہ فی الدین یعنی نہیں زبردستی کرنی بیچ دین کے اور ظاہر ہے کہ طور کا اُٹھانا اُن کے سروں پر اس وضع کے ساتھ نہایت مضطر کرنا اور زبردستی سے تسلیم کروانا ہے بنی اسرائیل سے احکام توریت کے اس طرح سے کیا فائدہ رکھتے تھے کہ حقیقت میں قبول کرنا نہ تھا جواب اس کا یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے پہلے اس واقعہ سے خواہش اور رغبت سے بارہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ ایک کتاب جس میں احکام الٰہی ہوں ہمارے پاس لاؤ تاکہ بموجب اس کے ہم عمل کریں اور اس امر پر حضرت موسیٰؑ نے اُن سے عہد و پیمان محکم لئے تھے اور جب وہ کتاب آئی اور احکام اُس کے مخالف خواہش اپنی کے دیکھے انکار کیا اور اُس کے قبول کرنے سے منہ پھیرا پس حقیقت میں انھوں نے عہد شکنی کی اور اپنے اقرار سے پھرے بسبب اُٹھانے پہاڑ کے اُس عہد شکنی سے باز رکھا اور اوپر بدعہدی کے ڈرایا پس اکراہ دین اور ایمان میں نہ ہوا بلکہ ڈرانا اُن کا اوپر ایک حرکت ناشائستہ اُن کی کے وقوع میں آیا مثل قائم کرنے حد اور تعزیر کے مسلمانوں کے حق میں کہ ہرگز اکراہ کے قبیل سے نہیں تاکہ تکلیف کے بشتت ہونے میں کوئی خلل پڑے مثال اُس کی یہ ہے کہ کسی شخص نے عہد کیا ہو کہ جو کچھ اس شادی یا اس عمارت میں تیرا مال خرچ ہو وہ میرے ذمہ ہے اور جس وقت فرد جمع اور خرچ اس شادی یا عمارت کی ملاحظہ کرے

پھر جاوے اور کہے کہ اس قدر اپنے ذمہ پر نہیں لوں گا پس یہ صریح عہد شکنی اور بد معاملگی ہے اُس تنبیہ اور خوف دلانے سے پہلے عہد پر پھیرا جاوے اور اقرار اوّل کے ساتھ پکڑا جاوے اور بعضے مفسروں نے جواب میں کہا ہے کہ جو کافر ذمی اور معاہد نہ ہو اس کے اوپر جبر کرنا واسطے اسلام کے جائز ہے اور لڑائی اور جہاد اور لوٹ مار کہ بادشاہ اسلام حربیوں کے ساتھ کرتے ہیں تمام اکراہ کے قبیل سے ہیں پس آیت لا اکراہ فی الدین کے ساتھ آیت قتال کی منسوخ ہوئی اور اکراہ ذمیوں اور معاہدوں کا دین کے اوپر کہ حرام ہے اس سبب سے کہ عہد شکنی کرتے ہیں اور عہد شکنی حرام ہے اور مخالف اس امر کے بھی ہے کہ دعوھم وما یدینون یعنی چھوڑ دو تم اُن کو ساتھ دینوں اُن کے کے پس اس جہت سے بھی ان کے اوپر اکراہ حرام ہوتا ہے علاوہ اس کے آیت لا اکراہ فی الدین میں نفی اکراہ کی بندوں کی طرف سے ہے کہ کوئی بندہ دوسرے بندہ پر اکراہ اور زبردستی نہ کرے اس واسطے کہ یہ نفی ساتھ معانی نہی کے ہے یعنی لا تکرھوا احدا فی الدین زبردستی نہ کرو کسی پر دین کے معاملہ میں اور طور کا کھڑا کر دینا اُن کے سروں پر یہ فعل خدا کا ہے اس نفی میں وہ داخل نہیں اس واسطے کہ یہ نفی خاص بندوں کے واسطے ہے بہرحال بزرگوں تمہارے نے وہ عہد اور پیمان دیئے اور احکام توریت کے اور تکلیفیں اس کی قبول کیں ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ یعنی پھر پھر گئے تم ظاہر اور باطن توریت کے سے نہ احکام توریت کے بجالائے تم اور نہ پیچ اس پیغمبر کی متابعت کی تم نے کہ متابعت ان دونوں کی مدلول باطنی توریت کی تھی یعنی اُس کے مضمون سے بھی جاتی تھی مِنۢ بَعْدِ ذٰلِكَ یعنی بعد ان تاکید دل سخت کے اور لینے عہدوں اور پیمانوں محکم کے کہ عقل کے نزدیک بھی اور اہل کتاب اور شرع کے نزدیک بھی مخالفت اُن عہدوں کی مذموم اور قبیح ہے فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ یعنی پس اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا اور رحمت اللہ کی تم پر ہرگز تقصیریں تمہاری معاف نہ کرتا اور توبہ تمہاری قبول نہ فرماتا اور ایمان تمہارا اس پیغمبر کے ساتھ صحیح نہ کرتا پس لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی البتہ ہو جاتے تم خسارہ کھانے والوں میں سے لیکن عنایت خداوندی ہے کہ اب تک تمہارے اوپر دروازہ توبہ کا کھول رہا ہے اور ایمان اور عمل صالح تمہارے کو لائق قبولیت کے کیا ہے

marfat.com

پس چاہیئے تم کو کہ زیاں کاری اپنی کو ثابت نہ کرو اور ہرگز روا نہ رکھو کہ اس پیغمبر پر فی الحال دوامرض تمہارے کی منحصر ہے اور اُسی کی متابعت سے حاصل ہے انکار کرو اور اسی انکار پر مرو اور اگر تم کو یہ بات بعید معلوم ہووے کہ ایک شخص کی متابعت نہ کرنے سے کہ وہ ہماری جنس سے ہے کیا بے نصیبی اور نقصان آوے اور فضل اور رحمت اللہ کی ہم سے دُور ہوجاوےگی ہم بہت پیغمبروں کی تعظیم کرتے ہیں اور بہت شریعتوں کے ساتھ کہ منسوخ ہوگئیں، عمل کرتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اس بعید سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں تمہارے ہی گروہ میں سے ایسے آدمی تھے کہ تم سے درجے میں بہت بڑے تھے بسبب ترک کرنے ایک حکم کے کہ حکموں میں سے تھا اس پیغمبر کی متابعت نہ کرنے سے بہت حصہ کم تھا زیانکاری اور بے نصیبی کی اپنے واسطے جمع کی اور قبا لعنت اور مسخ کی اپنے بدن پر آراستہ کی وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِیْنَ اعْتَدَوْا یعنی اور تحقیق تم جانتے ہو ان لوگوں کو کہ زیادتی کی اُنھوں نے بسبب شکار مچھلیوں دریا کے مِنْکُمْ فِی السَّبْتِ یعنے فرقہ تمہارے سے تھے ہفتہ کے دن میں کہ تم کو توریت میں حکم ہوا تھا اس بات کا کہ اس دن کوئی دُنیا کا کام نہ کرو اور خالص اللہ کی عبادت میں مشغول رہو اور وہ گروہ بنی اسرائیل میں سے تھا کہ شہر ایلیا میں رہتے تھے اور وہ گروہ بنی اسرائیل میں سے تھا کہ امتحان اللہ کو اُن کا منظور تھا اس واسطے ہفتہ کے دن بہت مچھلیاں پانی کی اوپر ظاہر ہوتی تھیں اور اُس دن بسبب حرام ہونے شکار اُن کا نہیں کرسکتے تھے کہ جال یا شست کے ساتھ پکڑیں اور مچھلیوں کے کھانے کی حسرت میں رہتے تھے اور دریا کے قریب رہنے والوں کو بہت مرغوب ہوتی ہیں مانند مچھلی بے آب کے تڑپتے تھے اور جب دن شنبہ کا چلا جاتا مچھلیاں پوشیدہ ہوجاتی تھیں اور ہرگز نام اور نشان مچھلی کا معلوم نہیں ہوتا تھا جس وقت اس حسرت میں بے تاب ہوئے مشورہ اس کا آپس میں کیا کہ حیلہ شرعی اٹھایا جاوے تاکہ حرام فعل سے باز رہیں اور مچھلی کے شکار سے بھی محروم نہ رہیں جو لوگ اُن میں بڑے ذی عقل تھے انھوں نے یہ حیلہ نکالا کہ جمعہ کے دن شام کے وقت دریا کے کنارے پر گڑھے کھودتے تھے اور ہفتہ کے دن کہ مچھلیوں کا آنا شروع ہوتا تھا دریا سے اُن گڑھوں تک نالیاں بناتے تھے کہ پانی دریا کا اُن نالیوں کے رستہ سے اُن گڑھوں میں بھر جاتا اور پانی کے ہمراہ مچھلیاں بھی

marfat.com

اُن گڑھوں میں چلی آتیں اور جب مچھلیاں خوب بھر جاتیں تو اُن نالیوں کو بند کر دیتے تاکہ پھر دریا میں نہ چلی جاویں اور جب دن یکشنبہ کا ہوتا اُن مچھلیوں کو جال اور شست اور ہاتھوں سے اُن گڑھوں میں سے پکڑ لیتے اور اپنے گھروں میں لے جاتے اور کھاتے اور فروخت کرتے اور کہتے کہ ہم نے ہفتہ کے دن مچھلیوں کو پانی سے نہیں نکالا ہے بلکہ پانی میں نگاہ رکھتے تھے پس دن شکار مچھلی کا ہفتہ کا دن ہمارے اوپر ثابت نہیں ہوتا ہے یکشنبہ کے دن کہ شکار مچھلی کا حلال ہے ان کو پانی سے ہم باہر نکال لیتے ہیں اور جب اُن کو اللہ تعالیٰ نے اس بُرے کام پر فی الحال نہ پکڑا انھوں نے جانا کہ یہ عمل حلال ہے کہتے ہیں کہ چالیس برس یا ستر برس تک یہ عمل اُن میں رائج رہا یہاں تک کہ عہدِ نبوت اور خلافت حضرت داؤد علیہ السلام کا پہنچا حضرت داؤد علیہ السلام نے اُن کے حال پر مطلع ہو کر پند اور نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ بند کرنا تمھارا اُن نالیوں کو اور روکنا مچھلیوں کو گڑھے کے اندر جو بھی شکار ہے یہ ہفتہ کے دن کرتے ہو تم ہرگز یہ عمل نہ کرو تم والا تو سخت عذاب میں گرفتار ہو گے وہ اس عمل سے باز نہ آئے اور کہا کہ ہم پر سول اور قرنوں سے اس حیلہ سے شکار کرتے ہیں اور فروخت کرتے ہیں اور بسبب فروخت کرنے اُس کی ہڈی اور دانت اور چربی وغیرہ مچھلیوں کی سے تونگر ہو گئے ہیں اور ایک وجہ معاش کی ہم نے حاصل کی ہے اس کو ہم نہیں چھوڑتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام نے اُن کے اوپر بددعا اور لعنت فرمائی حق تعالیٰ نے دعا حضرت داؤد علیہ السلام کی قبول فرمائی اور اُن سے انتقام لیا جیسا کہ فرماتے ہیں فَقُلْنَا لَهُمْ یعنی کہا ہم نے اُن کے تئیں كُوْنُوْا قِرَدَةً یعنی ہو جاؤ تم بندر اور یہ کہنا الٰہی اور تکوین کا ہے اور کہنا تکلیف کا نہیں جیسا کہ اور امورِ شرعی میں ہوتا ہے تاکہ اس میں قدرت مکلف کی درکار ہوتی اور یہ صفت اس طرح اُن میں پیدا ہو گئی کہ وہی گوشت مچھلیوں کا اُن کے شکم میں فاسد ہوا اور مادہ خبیثہ جذام کا ہوا اور ایک دفعہ اُن کی جلد کی طرف دفع ہو کر پوست اُن کے نے شکل پوست بندروں کی پکڑی اور اُن کی پیٹھوں میں بھی خم اور جھک جانا ظاہر ہوا اور رنگ چہرہ کا جل گیا اور اصل بال ان کے گر گئے اور شکل چہرہ کی بدل گئی جیسا کہ وقت غلبہ جذام کے ہو جاتا ہے اور باوجود اس کے قوت بولنے کی بھی ان سے زائل ہوئی اور فہم اور شعور انسانی باقی رہا یعنی یہ سب باتیں سمجھتے تھے آپس میں دیکھتے تھے اور روتے تھے اور بعد تین دن کے

یہود کے بندر بننے کی صورت مسخ کا بیان

marfat.com

سب ہلاک ہوئے اور مرگئے اور کاش خوش شکل بندر ہوتے کہ آدمی اُن کو بسبب دلپسند ہونے حرکتوں اُن کی کے پرورش کرتے ہیں اور کھانے اچھے اچھے کھلاتے ہیں اور پٹے سنہری اور کپڑے ریشمیں پہناتے ہیں اور اپنے ہمراہ رکھتے ہیں اور مانند لڑکے بالوں کے اُن کو چاہتے ہیں لیکن ہوگئے وہ بندر اس حال میں کہ تھے وہ خَاسِئِیْنَ یعنی خوار اور ذلیل بسبب گندہ ہونے خلط اکال کے اور بدبو آتی ہے بدنوں ان کے سے اور جو کوئی دُور سے واسطے عبرت کے اُن کو دیکھنے کو آتا تھا وہ ان کو لعن طعن اور سرزنش کرتا تھا کمال حسرت سے سر ہلاتے تھے اور دیکھتے تھے حدیثوں میں آیا ہے کہ اُس شہر کے لوگ وقت پھیلنے اس عمل بد کے تین گروہ ہوئے تھے بقدر بارہ ہزار آدمیوں کے ان میں سے نصیحت کرنے والے تھے اور اس کام سے اُن کو منع کرتے اور حق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بجالاتے تھے یہاں تک کہ درمیان اپنے اور محلہ اس گروہ بدذات کے ایک دیوار کھینچ لی تھی اور کسی کو اپنے درمیان سے اُن کے پاس نہیں جانے دیتے تھے اور نہ کسی کو اُن میں سے اپنے پاس آنے دیتے اور قریب ستر ہزار آدمیوں کے مچھلیوں کے شکار میں گرفتار تھے اور ایک جماعت دونوں کام نہ کرتی تھی اور خاموش تھی بلکہ نصیحت کرنے والوں کو کہتی تھی کہ تم عبث اس جماعت خون منہ کو لگے ہوئے کو وعظ اور نصیحت کرتے ہو پس جو کہ نصیحت کرنے والے تھے انھوں نے بہمہ وجوہ نجات پائی اور جو شکار میں مبتلا تھے وہ سب مسخ ہو کر ہلاک ہوگئے اور جو کہ خاموش تھے ان کے حق میں اختلاف ہے نقل ہے کہ ایک دن حضرت ابن عباس اس قصہ کو سورۂ اعراف میں سے پڑھتے تھے اور روتے تھے اور آدمی ان کے آگے حیران بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کے رونے کے سبب سے تعجب کرتے تھے یکایک عکرمہ کہ چیلہ خاص ان کا تھا دروازہ سے آیا اور پوچھا کہ یا حضرت سبب اس رونے کا کیا ہے فرمایا کہ میں اس قصہ میں تامل کرتا تھا میرے دل میں گزرا کہ مچھلی کے شکار کرنے والوں کو خود یہ آفت پہنچی اور جو آدمی نصیحت اور منع کرنے میں مشغول رہے نص قرآن سے اُن کی نجات ثابت ہوئی حال خاموش رہنے والوں کا کیا ہوگا ہر گاہ کہ خیال آتا ہے کہ مبادا اُن کو بھی حق تعالےٰ نے مواخذہ میں شریک اُنھیں گناہ کرنے والوں کے کیا ہو اس واسطے کہ انھوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کیا تھا خوف میرے اوپر غالب ہوتا ہے اور بے اختیار

marfat.com

رونا آتا ہے کہ اکثر شخصوں سے اس قسم کا سکوت اور سستی صادر ہوتی ہے عکرمہؓ نے تمام جرأت کر کے کہا کہ یا حضرت حکم خاموش رہنے والوں کا حکم واعظوں کا ہے کہ بلا شبہ انھوں نے بھی نجات پائی حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اس دعوے کو کس دلیل سے کہتا ہے تو تا کہ خاطر میری تسلی پکڑے عکرمہ نے کہا کہ بارہا تم سے سُنا ہے اور شرع میں بھی مقرر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے اور فرض کفایہ میں بجالانا البعض کا حکم بجالانے کل کا رکھتا ہے جس وقت ایک جماعت نے ان میں سے امر بالمعروف کیا سب کے ذمہ سے ساقط ہوا اور جو کہ ساقط تھے اُن کو مواخذہ نہ رہا اگر سب کے سب سکوت کرتے البتہ گناہگاروں کے شریک ہوتے اور نصیحت کرنے والوں کو اس واسطے وہ منع کرتے تھے کہ اُن کے نصیحت قبول کرنے سے مایوس ہوئے تھے منع انؔ کا سُستی کی راہ سے اور رضامندی گناہ کے سبب سے نہ تھا حضرت ابن عباسؓ بسبب سُننے اس کلام کے نہایت خوش ہوئے اور اُٹھے اور عکرمہ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اُس کو بغل میں لیا اور برابر اپنے بٹھایا البتہ غلام اور کم اصل بھی عالموں اور کاملوں کی صحبت میں ریاست دین اور دنیا کی پیدا کرتے ہیں اور کیا اچھا ہے کہ کہا گیا بیت؎

داغ غلامیت کردپایۂ خسرو بلند
میر ولایت شود بندہ کہ سلطان خرید

باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب کہ درمیان اہل معانی کے مشہور رہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ولقد علمتم الّذین اعتدوا منکم فی السبت خبر اس بات کی ہے اگر مخاطبین اصحاب سبت کے قصہ کو جانتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ ساتھ حکم المرء اعلم بحالہ کے یعنی آدمی اپنے حال کو خوب جانتا ہے مخاطبین اپنے تئیں جانتے تھے کہ ہم اس قصہ کو جانتے ہیں پس یہ اخبار واسطے جتلانے مخاطبین کے مفید نہیں ہو سکتا ہے اور ایسے ہی اس بات کا جتلانا بھی مفید نہیں کہ متکلم اس حکم کو جانتا ہے اس واسطے کہ ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب چیزیں جانتا ہے اور متکلم اس جگہ وہ ہے پس فائدہ خبر دینے کا کہ علم مخاطب کا ساتھ حکم کے ہے اور لازم فائدہ خبر کا کہ وہ اعلام مخاطب کا ہے ساتھ علم متکلم کے اس اخبار میں دونوں مفقود ہیں پس یہ خبر صحیح نہ ہوئی اس واسطے کہ خالی دونوں فائدوں سے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ عالم ہونا مخاطبوں کا ساتھ اس قصہ کے اُس کے واسطے ایک لازم ہے اور وہ عبرت

پکڑنی اور پند پذیر ہونا ہے اور مراد اس جگہ اخبار سے افادہ لزوم اس لازم کا ہے پس گویا
معنی کلام کے یہ ہیں کہ قد لزمکم العبرة ووجب علیکم التحرز من
المعصیة اذ علمتم بھٰذہ القصة یعنی لازم ہوئی تم کو عبرت اور واجب ہوا اوپر
تمھارے بچنا گناہ سے جس وقت جانا تم نے اس قصّہ کو اور باعتبار معنی کنائی کے قصد کیا
جاتا ہے جیسا کہ درمیان کلام بلاغت نظام نبوی کے دُودھ کے حق میں آیا ہے کہ ان لہ
دسما یعنے واسطے اس دودھ کے چکناہٹ ہے اور اس جگہ کنایت استحباب مضمضہ کی سے
بعد کھانے اُس کے کے ہے اور فائدہ اخبار کا یہی ہے والّا معنی ظاہری اُس کے ہر شخص کو
معلوم ہیں حاجت ذکر کرنے اُس کے کی نہیں اور مثل اسی کے دوسری حدیث شریف میں آیا ہے
ان ابراھیم ابنی وانّہ مات فی الثدی کہ کنایت اندوہگیں اور غمناک ہونے سے ہے
اور سوا اس کے اور مثالیں ایسی بہت ہیں اور اوپر اس جواب کے سوال دوسرا پیدا ہوتا ہے
اور وہ یہ ہے کہ معنی کنائی کے بیان کرنے میں حاجت تاکید قسمی کی کہ لام موطنہ اس کے اوپر دلالت
کرتا ہے اور ضرورت تاکید کی ساتھ لام اور قد کی کیا ہے اور لانا جملہ کا کہ مؤکد ساتھ ان کے
جس وقت جانا تم نے اس قصّہ کو اور باعتبار معنی مکنی کے مقصود اس اخبار سے بھی فائدہ دینا
ثبوت حکم مخاطب کو ہے کہ فائدہ خبر کا ہے اور اخبار میں فائدہ خبر کا کبھی باعتبار معنی صریحی اس
کے کے مقصود ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جب انھوں نے عبرت نہ رکھی اور احتراز گناہ سے
نہیں کرتے تھے گویا حقیقت میں انکار لزوم عبرت اور وجوب احتراز کا گناہوں سے کرتے تھے
گویا اس جہت سے اُن کو نازل منزلہ منکر اصرار کرنے والے کے ٹھہرا کر کلام کو ایسی تاکیدوں کے
ساتھ مؤکد فرمایا آئے ہم طرف اس کے کہ بعضے بے وقوف فرقہ معتزلہ نے اس مسخ واقعی کا کہ
تواتر سے ثابت ہے انکار کیا ہے اور ظاہر اس آیت کی تاویل کی ہے کہ مراد مسخ معنوی ہے
یعنی تبدیل دلوں اور عقلوں کی جیسا کہ حق میں اور کافروں کے اس معنی کو ختم اور طبع کے ساتھ
تعبیر کیا ہے اور اور آیت میں آیا ہے کمثل الحمار یحمل اسفارا یعنی مثال گدھے کی
کہ اُٹھاوے کتابوں کو اور دوسری آیت میں فمثلہ کمثل الکلب یعنی مثال اس کی
کتے کی ہے بمنزلہ اُس کے ہے کہ اُستاد شاگرد کُند ذہن اپنے کو کہے کہ گدھا یا کُتا ہے اور باعث

marfat.com

انکار کرنے مسخ حقیقی کا اور موجب تاویل کا ایک شبہ ہے کہ اُن کے دل میں گزرا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسخ حقیقی انسان کو انسانیت سے باہر کرتا ہے اور حیوانوں کی جنس میں داخل کرتا ہے پس اس صورت میں قابل عذاب چکھنے کے اور جزا پانے کے نہیں رہتے ہیں اس واسطے کہ عذاب کا چکھنا اور پانا جزا کا شرط اس کی انسانیت ہے چنانچہ تکلیف کی بھی یہی شرط ہے اس واسطے کہ جزا کا ملنا تکلیف کا ثمرہ ہے وماھو شرط الاصل شرط الفرع یعنی اور جو چیز شرط اصل کی ہے شرط فرع کی ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ اس جگہ تین چیزیں جدا جدا ہیں ایک مسخ حقیقی دوسری مسخ صوری تیسری مسخ معنوی پس مسخ حقیقی باطل ہونے سے مسخ معنوی نہیں لازم آتا ہے چاہیئے کہ مسخ صوری ہو جاوے یعنی صورت ظاہری بدل جاوے اور انسانیت باقی رہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حقیقت انسان کی یہ شکل محسوس اور عوارض اور صفتیں اس شکل خاص کی نہیں ہیں بلکہ جب صورت میں تبدل فربہی کا لاغری کے ساتھ یا جوانی کا بڑھاپے کے ساتھ ہو سوا اس کے اور طرح ہو لازم آتا ہے کہ تبدل حقیقت کا ہو جاوے پس جس وقت اس شکل ظاہری کو باطل کر کے بجائے اُس کے ترکیب اور شکل بندر کی پیدا کر دی حقیقت انسان کی متبدل نہ ہوئی بلکہ شکل انسانی کہ مدار اُس کی ان عوارض پر تھی وہ جاتی رہی اور اس کی جائے اور ساعراض ہیکل بوزنہ والی کی پیدا کر دی پس اس جگہ مسخ شکل انسانی کا ہوا اور روح انسانی کہ حقیقت انسانی اُس کے سبب سے قائم ہے وہ موجود تھی اور عقل اور فہم بھی بجائے خود باقی رہا تاکہ اپنی بدلنے صورت اور خلقت سے اور مکروہ جاننے اُس کے سے اور نہ قادر ہونے سے اوپر گویائی کے بلکہ معدوم ہونے تمام خواص انسانی کے سے تعلق اس شکل کے ساتھ رکھتے تھے غمناک ہوویں اور معنی عذاب اور جزا کے متحقق ہوویں اور مسخ معنوی بھی ظاہر ہے کہ تبدل بعض صفات نفسانیہ کا ضرور ہو گا جیسے کہ تغیر ذکاوت کا یعنی تیز فہمی کا ساتھ بلاہت کے یعنی کم فہمی کے اور تبدل قناعت کا ساتھ حرص کے اور طہارت کا ساتھ خباثت کے وعلیٰ ہذا القیاس اور عقل کے نزدیک بدل جانا صفات نفسانیہ اور صفات محسوسہ یعنی ظاہری صفتوں کا برابر ہے کچھ فرق نہیں ایک کا یقین کرنا اور دوسرے کا انکار کرنا مسخ معنوی کا اثر ہے اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ وہ لوگ مسخ ہو گئے تھے تمام بعد مسخ کے ہلاک ہوئے ہیں

marfat.com

اور نسل اُن کی باقی نہیں رہی اور یہ بندر کہ فی الحال موجود ہیں اُن کی نسل سے نہیں ہیں بلکہ یہ اصلی بندر ہیں جیسے اور حیوانات اور یہی بات صحیح ہے باعتبار نقل اور عقل کے اور اس حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم پر بھی اخیر کو یہی منکشف ہوا ابتدا ؑ جب تک کہ ملعونیت آخرت اور دنیا میں اُن شخصوں کی جن کی صورت مسخ ہو گئی تھی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر منکشف نہ ہوئی تھی بعضے مسخ کئے ہوؤں کی نسل باقی رہنے میں تردد فرماتے تھے چنانچہ چوہوں کے حق میں آیا کہ اونٹ کا دُودھ نہیں پیتے ہیں مبادا فرقہ بنی اسرائیل میں سے ہوں کہ مسخ ہو کر یہ صُورت اُن کی ہو گئی ہو حضرت ابن عباس اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم ؓ سے طریق صحیح کے ساتھ روایت کی ہے کہ لم یعش من مسخ قط فوق ثلثة ایام ولم یاکل ولم یشرب ولم ینسل یعنی نہ زندہ رہا کوئی مسخ کیا ہوا ہرگز زیادہ تین دن سے اور نہ کھایا اور پیا اور نہ اولاد اُس کی ہوئی القصہ بنی اسرائیل کو یہ قصّہ گذرا ہوا اُن کے بزرگوں میں یاد دلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب ترک کرنے متابعت ایک حکم کے حکموں شریعت منسوخہ کی سے سبب طمع شکار مچھلی کے کہ کچھ مالیت نہ تھی اس قدر خسارہ ہوا چھوڑنے متابعت ایسے پیغمبر اور انکار کرنے اصل شریعت اُس کی سے کہ ناسخ تمام شریعتوں پہلی کی ہے بسبب طمع شکار رشوتوں اور نذروں اور فتوحوں کہ ارذلوں اپنے سے لیتے تھے اور واسطے ریاست اور مرتبہ اپنے کو برقرار رکھتے ہیں کس قدر ٹوٹا اور خسارہ ہوگا اور ہم نے تمہارے بزرگوں میں اس واقعہ کو محض عبرت کے واسطے ظاہر فرمایا تھا فَجَعَلْنٰهَا یعنی پس ہم نے مقرر کیا تھا اس واقعہ اور اس عذاب کو نَكَالًا یعنے سبب عبرت اور باز رہنے کا گناہوں سے چنانچہ نکال حقیقی کہ زنجیر کو کہتے ہیں چلنے اور دوڑنے سے باز رکھتی ہے اور جیسا کہ آدمیوں کو اس قسم کے عذاب دینے سے مقصود کیا ہوتا ہے کہ تشفی غصہ کی اور دُور کرنی اذیت دل کی کہ عاصی سے انتقام کے دن کی انتظاری میں ہوتا ہے کرتے ہیں ہم کو یہ مقصود نہیں تھا اس واسطے کہ عزت اور کبریائی ہماری ایسے امور سے مبرّا ہے اور یہ عبرت اور منع کرنا گناہوں سے فقط انھیں شخصوں کے واسطے نہ تھا جو اُس وقت میں موجود تھے بلکہ عام لوگوں کے واسطے ہے کہ انتقام اور عذاب کے عادی ہیں جیسے کہ ہلاک کرنا وبا اور قحط اور غرق اور حرق کے ساتھ کفایت نہیں کرتا بلکہ عبرت عام کا ارادہ

marfat.com

ہم نے کیا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهَا یعنی واسطے اُن شہروں اور گاؤں کے کہ رُوبرو اُس شہر کے اُس زمانہ میں موجود تھے اور باشندے انکے مرتکب گناہوں کے ہوتے تھے وَمَا خَلْفَهَا یعنی اور اُن شہروں اور گاؤں کے کہ پس پشت اُس شہر کے تھے اور غیبت زمانی یا مکانی رکھتے تھے یعنی اُس شہر کے پاس نہ تھے بلکہ اُس سے غائب تھے یا اُس زمانہ میں نہ تھے پیچھے اُس سے موجود ہوں گے اور مرتکب گناہوں کے ہوتے تھے اس واسطے کہ یہ واقعہ عجیبُ غریب بسبب ندرت کے آدمی اُس کی نقلیں اور حکایتیں کر کے مشہور کریں گے اور اس کو تاریخ میں لکھیں گے اور تاجر اور سوداگر دُور دُور کے شہروں میں پہنچادیں گے تاکہ عبرت عام متحقق ہووے وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ یعنی اور سبب نصیحت کا واسطے متقیوں کے کہ تقوٰی کی جہت سے گناہ کرنے سے باز رہے ہوں لیکن نفوس اُن کے بحکم جبلت بشریت کے میلان گناہ کی طرف کرتے ہیں ہرگاہ کہ اس واقعہ میں تامل کریں گے تقوٰی کی حد سے باہر نہ جاویں گے اور یہ واقعہ ان کے حق میں بمنزلہ وعظ کرنے والے کے ہو کر بسبب خوف دلانے اور ڈرانے کے طریق مستقیم سے نہ پھریں اور فرق درمیان نکال اور موعظۃ کے کہ اوّل کو واسطے گناہ گاروں کے مقرر کیا اور موعظۃ واسطے متقیوں کے اسی جہت سے ہے کہ نکال مانع فعلی ہے اور موعظۃ مانع قولی اور مانع فعلی اقوٰی ہے مانع قولی سے گناہ کرنیوالوں کو بغیر منع فعلی و قوی کے نہیں باز رکھ سکتے اور متقیوں کو مانع قولی بھی کفایت ہے جیسا کہ لکھا گیا العبد یقرع بالعصا والحر تکفیه الملامة غلام کو مار لکڑی کی اور آزاد کو ملامت بھی کفایت کرتی ہے اور اس مقام میں ایک اور نکتہ بھی حاجت بیان کی رکھتا ہے کہ قردۃ جمع غیر ذوی العقل ہے اور غیر ذوی العقول کی صفتوں میں مؤنث کا صیغہ آتا ہے خواہ مفرد خواہ جمع پس موافق اس قاعدہ کے قردۃ خاشات اور خاسئۃ فرمانا چاہیئے تھا خاسئین کہ صیغہ ذوی العقول کا ہے کس واسطے ارشاد ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ خاسئین اس جگہ صفت قردۃ کی واقع نہیں ہوئی تاکہ موافق اُس قاعدہ کے تانیث اُسکی ضروری ہوتی بلکہ حال بھی ہے کونوا کی ضمیر سے پس معنی اس طرح ہوئے كُوْنُوْا قِرَدَةً حال کونکم خاسئین فی هذا المسخ والتبدیل اور اگر بنی اسرائیل بعد سُننے اس قصہ کے کہیں کہ اس قسم کا اعراض حکم الٰہی سے ہمارے بزرگوں میں بسبب دُور ہونے زمانہ نبوت حضرت موسٰی علیہ السلام

اور بسبب غلط فہمی کے کہ حیلہ شرعی کو دلیل واقعی واسطے مباح ہونے شکار کے گمان لے گئے اور پیغمبر کہ بسبب اس کے یہ شبہ دور ہوتا موجود نہ تھے حضرت داؤد علیہ السلام نے غائبانہ ان کی طرف کچھ لکھا اور انھوں نے اور کچھ سمجھ لیا اور یہی واقعہ تھوڑی سی جماعت کے واسطے ہم سے سرزد ہوا تھا تمام گروہ بنی اسرائیل کو بہ سبب فعل تھوڑی سی جماعت کے کس واسطے زجر اور سرزنش کرنا چاہیئے اور قیاس کل فرقہ کا اوپر بعض کے کس واسطے کرنا چاہیئے کہتے ہیں کہ ہم کو روگردانی حکموں الٰہی سے اور نہ ماننا اُن حکموں کا تمھارے بزرگوں سے کئی مرتبہ حضرت موسیٰ کے سامنے اور اُن کے زمانہ میں اور اُن کے فرمانے سے ایک مقدمہ میں ظاہر ہوا پس اس مقدمہ کو یاد کرو وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اُس وقت میں کہ ایک مرد مالدار کا بھتیجا یا چچا کا بیٹا تھا اور سوا اُس کے اور کوئی وارث اُس کا نہ تھا ایک مدت سے منتظر تھا کہ اُس کے مال سے افلاس اپنا دور کروں اور روٹی میری مرغن اور مچرب ہووے لیکن وہ نہیں مرتا تھا تنگدل ہو کر ایک روز اس کو مار ڈالا اور بعد مارنے کے اس کی نعش کو اُٹھا کر دوسرے محلے میں ڈال دیا اور صبح کے وقت آپ ہی فریاد کرتا ہوا حضرت موسیٰ کے روبرو آیا اور اُن محلے والوں پر دعویٰ خون اُس کے کا کیا اور چاہا کہ اس محلہ کے لوگوں سے خوں بہا لیوے چنانچہ حکم قسامہ کا ہماری شریعت میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن محلہ والوں سے پوچھا انھوں نے بالکل انکار کیا حضرت موسیٰؑ نے بیچ جاری کرنے حکم قسامہ کے اور لینے سوگند کے اُن محلہ والوں سے توقف کیا اور جناب الٰہی میں دُعا کی تا کہ حقیقت حال کی ظاہر ہو حق تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی اور حضرت موسیٰؑ نے مضمون اُس وحی کا بنی اسرائیل کے سرداروں کو جمع کر کر سُنا دیا کہ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً یعنی تحقیق خدا تعالیٰ فرماتا ہے تم کو کہ ذبح کرو تم ایک گاؤ کو اور ایک پارچہ گوشت اُس گاؤ کا اُس مقتول پر مارو تم کہ زندہ ہو جاوے گا اور اپنے قاتل کا نشان دے گا اور یہ طریق اس واسطے اختیار فرمایا کہ اگر وحی کی راہ سے نام قاتل کا معین کر کے خبر دیتے تو یہ جماعت بے باک حضرت موسیٰؑ کو تہمت جھوٹ اور بہتان کی لگا دیتی اور گرداب صریح کفر کے میں پڑتی اور پھر ان کو عذاب کے ساتھ چشم نمائی کرنی ضرور ہوتی اسی واسطے معجزہ زندہ کرنے مردے کا بسبب مارنے ایک عضو کے مردہ کے اعضاؤں سے کہ ہر گز

marfat.com

علاقہ سببیت اور مسببیت کا کسی کے خیال میں نہیں گزرتا ہے اوّل ان کو دکھلایا بعد اس کے مقتول کی زبان سے کہ تازہ عالمِ غیب سے آیا ہے اور دار الجزا کو دیکھ کر پھرا ہے البتہ بات اُس کی سچی ہوگی تعیین قاتل کی کر دے گا اگر قاتل بھی اس کا انکار کرے تو مقتول خود اس کے قرینوں سے ثابت کر دے گا اور جب واقع میں قاتل اس مقتول کا سوائے وارث اُس کے کے اور نہ تھا اور وہ مقتول بھی سوا اُس کے کوئی وارث اپنا نہ رکھتا تھا اور قاعدہ شرعی ہے کہ قصاص کا لینا بغیر دعوٰی وارث کے درست نہیں اگر حضرت موسیٰؑ وحی کی راہ سے قاتل اس کا معلوم کر کے نام قاتل کا بتاتے تو جب بھی لینا قصاص کا ہرگز ممکن نہ ہوتا اب ہم اُسی مطلب پر آتے کہ زندہ کرنا میت کا بہ سبب مارنے گوشت گاؤ کے محض اللہ کے فعل سے تھا اور علاقہ سببیت اور مسببیت کا ان میں نہ تھا پس کس واسطے تخصیص اس جانور کے ذبح کرنے میں ہوئی جواب اس واقعہ میں یہ بھی منظور تھا کہ ایک مرد نیک کے بیٹے کو کہ اُس کو حوالہ اللہ کے کر کے آپ اس جہان سے رخصت ہوا تھا اور سوائے ایک بچھڑے گاؤ کے کوئی میراث اس بیٹے کے واسطے نہ چھوڑی تھی قرار واقعی فائدہ اور نفع ہو کہ تمام عمر اس نفع کی وجہ سے معیشت اپنی حاصل کرے اور اسی جانور کو زمین کے زندہ کرنے اور آباد کرنے اور جوتنے بونے اور درختوں کو پانی دینے میں بہت دخل ہے اور اصل پیدائش آدمی کی مٹی ہے اور سبزی اور درخت اصل غذا اس کی ہے پس اس جانور کو اس واسطے خصوصیت زیادہ تر ہوئی اور اگر زندہ ہی گاؤ کے لگانے سے بغیر ذبح کرنے کے یہ میت زندہ ہو جاتی ہرگز نفع اس مسکین کا کہ جس کا نفع منظور خدا تھا نہ پہنچتا اور علاوہ اس کے میت کو میت کے لگنے سے زندہ ہو جانا زیادہ تعجب خیز ہے بہ نسبت زندہ کے میت کے لگانے سے حاصل کلام بنی اسرائیل نے اس حکم صریح سے روگردانی کی اور حد درجہ بے ادبی کے ساتھ حضرت موسیٰ سے کہا قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا یعنی کہا انھوں نے کیا بناتا ہے تو ہم کو مسخرہ ہم پوچھتے ہیں کہ قاتل اس مردہ کا بیان کرو اور تم کہتے ہو کہ ایک گاؤ کو ذبح کرو اس سوال اور جواب میں کیا مناسبت ہے بے جان کرنے ایک جاندار کے سے قاتل اس مقتول کا کیونکر معلوم ہوگا اور بسبب اس روگردانی کے فرقہ بنی اسرائیل نے کمال دوری اپنے اجداد کی وضع سے کہ جن کے ساتھ فخر کرتے ہیں حاصل کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے

خواب میں فرمایا کہ اپنے بیٹے کو ہمارے واسطے ذبح کرو وہ فوراً مستعد اس بات کے ہوئے اور جب
یہ بیٹے اپنے سے کہا انھوں نے بھی بے تامل اور بے توقف گردن رکھ دی اور یہ نہ کہا کہ مدار
خواب کا خیال پر ہے اور یہ لوگ گاؤ کے ذبح کرنے میں اس قدر تردد اور توقف عمل میں لائے
یہاں سے اطاعت اور فرمانبرداری اُن کی بعد اور حکموں الٰہی کے اسی پر قیاس کرنی چاہیئے،
اب ہم پھر اُسی مطلب پر آئے کہ یہ کلام اُن کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے موجب کفر کا ہوا یا نہ ہوا
علمار کا اس میں اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں وہ کافر ہوئے اس واسطے کہ یہ کلام اُن کا اگر شک
کی راہ سے قدرت الٰہی میں زندہ کرنے مردوں کے صادر ہوا پس صریح کفر ہے اور اگر موسیٰ
پر تہمت وحی کی رکھی تو یہ بھی کفر ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی باعث
اس کلام کا نہ تھا بلکہ اس جواب میں تعجب کرتے تھے کہ ہرگز سوال کے ساتھ مطابقت جواب کی
اُن کے ذہن میں نہیں آتی تھی بطریق تشبیہ کے کہا کہ گویا ہمارے ساتھ خوش طبعی اور تمسخر کرتا ہے
اور جائز ہے کہ انبیار کا مطائبہ اور استہزا اُنھوں نے جائز جان کر یہ کلام کہے ہوں ہر چند کہ انبیاؑ
ایسے امور استہزار وغیرہ سے پاک ہیں کہ ایسے مقام میں خوش طبعی اور بازی کریں لیکن اُن کو
یہ بلندی منصب کی معلوم نہ ہوئی ہوگی اور اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے جواب
میں قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ اَکُوْنَ مِنَ الْجٰاھِلِیْنَ یعنی کہا پناہ پکڑتا ہوں میں ساتھ
اللہ کے اس بات سے کہ ہوں میں جاہلوں سے اور جواب کو مطابق سوال کے نہ لاؤں میں یا
وقت حکم چاہنے کے کسی دعوے کے اور طلب کرنے قصاص کے استہزا کروں میں بلکہ اگر انبیاؑ
سے خوش طبعی بھی واسطے ظاہر کرنے تفریح طبیعت کے وقوع میں آتی ہے غیر مقام میں تبلیغ
احکام اور قطع خصومات کے واقع ہوتی ہے چنانچہ جناب پیغمبر آخرالزماں سے بھی اس قسم
کی خوش طبعیاں پسندیدہ منقول ہیں اور جنس جہل اور نادانی کی سے نہیں اس واسطے کہ اور
موقع اپنے کے ہے جہل وہ ہے کہ ان کے کہ افعال بے موقع کرے اور جس وقت کشادگی اور تفریح
طبیعت کی منظور ہو قصد اس کا کرے القصہ بنی اسرائیل نے جب جانا کہ شاید گاؤ کے ذبح
کرنے میں کوئی خاصیت ہوگی کہ بسبب مارنے ٹکڑے گوشت اُس کے کے ساتھ مردہ کے وہ مردہ
زندہ ہو جاوے اور ہر گائے میں یہ خاصیت نہیں لاچار اُس عجیب گاؤ کے اوصاف تحقیق کرنے میں

marfat.com

دُور دُور گئے اور حدیث شریف میں روایت ابوہریرہ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سے وارد ہوا ہے کہ اگر بنی اسرائیل کوئی گاؤ پکڑ کر ذبح کر دیتے کفایت کرتا لیکن انھوں نے اپنے اوپر سخت گیری کی حق تعالیٰ نے بھی ان کے اوپر سخت گیری فرمائی اور حقیقت میں جناب الٰہی کو مالک اُس گاؤ کے کو بہت بڑا نفع پہنچانا منظور تھا اور اسی واسطے بنی اسرائیل کے دل میں ڈالا کہ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّن لَّنَا مَا هِيَ یعنی کہا انھوں نے کہ دُعا کر ہمارے واسطے پروردگار اپنے سے تا کہ بیان کرے ہمارے واسطے کہ حقیقت اس گاؤ کی کیا ہے اس واسطے کہ حقیقت متعارفہ اس گاؤ کی یہ خاصیت نہیں رکھتی ہے اور بقر وحش میں بھی جس کو نیل گاؤ کہتے ہیں یہ خاصیت نہیں اور نہ پہاڑ کی گاؤ میں کہ جس کو سور گاؤ کہتے ہیں اور دریائی گاؤ میں بھی یہ خاصیت ہے اس کی حقیقت اور ہے سوائے ان صنفوں کے کہ مشہور ہیں گو نام میں شریک ہیں جیسے بیر باغی اور بیر جنگلی کہ ہر ایک کے خواص اور آثار جدا جدا ہیں گو نام میں شریک ہیں اور اسی تقریر سے دفع ہوتا ہے وہ سوال کہ اہل تفسیر اس مقام میں وارد کرتے ہیں اور حاصل اس کا یہ ہے کہ سوال ساتھ لفظ ما کے لغت عرب میں واسطے طلب حقیقت کسی چیز کے ہوتا ہے اور تعریف حقیقت کی نہیں ہوتی ہے مگر ساتھ اجزا اور مقومات حدیہ اُس کے کے یا ساتھ خواص اور لوازم نوعیہ اُس کی کے نہ ساتھ صفات مفارقہ کے پس جواب مطابق سوال کے نہیں ہوتا ہے اور باوجود اس کے بالقطع معلوم ہے کہ غرض بنی اسرائیل کی اس سوال سے طلب کرنی ماہیت نوعیہ اُس کی نہ تھی اس واسطے کہ سُنا تھا انھوں نے وہ بقرہ ہے اور اجزاء حدیہ کی بھی طلب منظور نہ تھی اس واسطے کہ حقیقت گاؤ کی بھی جانتے تھے پس سوال نہ تھا مگر مشخصات سے غیر ذوی العقول کے سے ساتھ لفظ ای کے ہوتا ہے نہ ساتھ لفظ ما کے اور اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ شاید انھوں نے حقیقت شخصیہ کو بجائے حقیقت نوعیہ کے قائم کر کے ساتھ لفظ ما کے سوال کیا اس واسطے کہ شخص کے واسطے بھی حقیقت ہے سوائے حقیقت نوعیہ کے یا ما ہے اس واسطے کہا کہ سوال جزئیات اور عوارض مشخصہ اُن کی سے ذوی العقول میں ساتھ لفظ مَن کے آتا ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ من زید ومن عمرو اور ہر گاہ کہ منظور اس جگہ سوال جزئی غیر ذوی العقول کے سے تھا لفظ ما کا بجائے من کے

لائے اور اصل سے وجہ رفع ہونے اس سوال کی یہ ہے کہ انھوں نے جب یہ خواص عجیبہ اُس گائے
کے اس نے گمان کیا کہ حقیقت اُس گاؤ کی منحصر حقیقت گاؤ متعارف کی ہے اگرچہ اُس کی صورت
اور نام گاؤ کا سا ہے اسی واسطے لفظ ماہی کے سوال کیا پس حضرت موسیٰؑ نے واسطے کھولنے
اس معنی کے پھر جناب الٰہی میں دعا کی اور بعد اس کے کہ جناب الٰہی سے نشان اس گاؤ کا معلوم
کیا قَالَ یعنی کہا حضرت موسیٰ نے کہ وہ گاؤ جدا حقیقت گاؤ متعارفہ کی حقیقت سے نہیں
رکھتی ہے اور یہ خاصیت عجیبہ باعتبار خصوصیت ماہیت یا باعتبار کسی صفت کے نہیں آئی
اِنَّهٗ يَقُوْلُ یعنی تحقیق حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّهَا یعنی تحقیق حق تعالیٰ فرماتا ہے وہ گاؤ کہ علم
الٰہی میں معین واسطے ذبح کے ہے اور ارادہ الٰہی نے تعلق پکڑا ہے ساتھ زندہ کرنے میت کے بواسطہ
مارنے ٹکڑے اُس گاؤ کے اوپر بدن اُس میت کے بَقَرَةٌ یعنی ایک گاؤ ہے انھیں گاؤ عرفی
میں سے اور خلاف ان کی جنس کے نہیں اور نہ کوئی صفت کمال کی اُس میں ہے کہ جس کے سبب
یہ خاصیت عجیبہ اس میں ظاہر ہووے مگر باعتبار سن اور عمر کے ایک کمال اُس میں پایا جاتا ہے
اس واسطے کہ لَا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ یعنی نہ اس کی عمر بڑی ہے کہ بسبب ناتوانی کے سخت کام بیلوں
کے اُس سے نہ ہو سکیں اور نہ عمر اس کی ایسی چھوٹی ہے کہ اب تک بکر ہے مادہ بکر اس طرح ہوتا
ہے کہ بچہ اُس کے پیدا نہ ہوا ہو اور نر اس طرح بکر ہوتا ہے کہ مادہ پر سوار نہ ہوا ہو اس واسطے کہ
بسبب نوعمری کے شوخی اور سرکشی اس کی طبیعت میں ہوتی ہے پس بخوبی کام اُس سے نہیں لے سکتے
اور جیسا کہ بالکل ضعیف اور نوجوان نہیں ایسے ہی نہ بڑھاپے کی طرف مائل ہے اور نہ جوانی کی
طرف جھکا ہوا ہے بلکہ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ یعنی میانہ سال ہے کہ جس کو ادھیڑ کہتے ہیں اور
اس جگہ چند سوال جواب طلب ہیں اوّل یہ کہ مدلول لا فارض و لا بکر کا بعینہ مدلول عوان
کا ہے پس عوان کے ذکر کرنے کی کیا حاجت ہے پھر عوان اور بین ذٰلك کا بھی ایک
مطلب ہے پس تکرار پر تکرار لازم آتا ہے جواب اس کا اس طرح ہے کہ مدلول لا فارض و لا
بکر کا یہ ہے کہ نہ بڑی عمر اُس کی ہے اور نہ جوان ہے اور یہ بات چھوٹے بچے کو بھی کہہ سکتے ہیں
اور میانہ سال کو بھی شامل ہے پس ذکر اعوان کا پہلے احتمال کے دفع کرنے کے واسطے کیا اور
میانہ سال ہونا بھی عام تھا کہ عین وسط حقیقی میں ہو یا مائل بڑھاپے یا جوانی کی طرف ہو واسطے

marfat.com

معین کرنے اس بات کے کہ وسط حقیقی کے مرتبہ میں تھا لفظ بین ذٰلك کا لانا ضرور ہوا پس کسی وجہ سے تکرار نہیں دوسرا سوال یہ ہے کہ خاصہ لفظ بین کا یہ ہے کہ مدخول اُس کا صرف ایک چیز نہ ہو بلکہ کئی چیزیں ہوں اور اس جگہ لفظ ذلک کے اوپر داخل ہوا ہے اور وہ ایک ہی شے ہے جواب اس کا یہ ہے کئی چیز ہونا مضاف الیہ بین کا اعم ہے اس سے کہ لفظاً ہو اس جگہ تعدد معنوی موجود ہے اس واسطے کہ لفظ ذلک کا اشارہ طرف دو چیزوں کے ہے یعنے فارض اور بکر تیسرا سوال یہ ہے کہ یہ گاؤ دو حال سے خالی نہیں نر تھا یا مادہ اگر نر تھا پس لا بکر اس کے حق میں کہنا کیا ضروری ہے اس واسطے کہ ہر ایک نر لا بکر ہے اور حیوانات میں بکر کے معنی یہ ہیں کہ اُس کے بچہ پیدا نہ ہوا ہو اور باعتبار تقابل عدم ملکہ کے صلاحیت پیدا ہونے کی اُس میں ضرور ہے اور نر بالکل بچہ جننے کا صالح نہیں پس بکر کے ساتھ متصف نہیں ہو سکتا ہے اور علاوہ اس کے کہ ضمیریں تانیث کی ابتدائے قصہ سے انتہا تک برابر کلام الٰہی میں موجود ہیں یہ بھی نر ہونے کو منع کرتی ہیں اور اگر اس کو مادہ ٹھیرایا جاوے پس صفت لا بکر کی ضمیریں درست ہو جاتی ہیں لیکن لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث صفت ممیزہ اُس کی نہیں ہو سکتی ہے اس واسطے کہ ہر مادہ گاؤ باعتبار عرف اور عادت کے صلاحیت ہل میں چلنے اور پانی کھینچنے کی نہیں رکھتی ہے گو باعتبار عقل کے ممکن ہو جواب اس کا یہ ہے کہ ظن غالب یہ ہے کہ وہ گاؤ نر گاؤ تھا اور تانیث ضمیروں کی باعتبار لفظ بقرہ کے ہے اس واسطے کہ بقرہ مونث لفظی ہے اگرچہ تا اُس میں واسطے وحدت کے ہے نہ واسطے تانیث کے مثل تمرة اور حمامة اور عصفورة کے اور اسی کی مانند اور لفظ بھی ہیں جن میں فارق درمیان جنس اور واحد کے تا ہو اور قاعدہ لغت عرب کا ہے کہ جب مذکر کو ساتھ لفظ مونث کے تعبیر کرتے ہیں ضمیروں کو مونث کر کے لاتے ہیں جیسے کہ لفظ دابة کا اگرچہ اُس سے گھوڑا مراد رکھیں اُس کی ضمیروں کو مونث کریں گے اور بکر کا استعمال نر میں بھی ہو جاتا ہے اور معنی یہ ہیں کہ مادہ کے اُوپر نہ کودا ہو اور اُس کو حاملہ نہ کروایا ہو اور راز اس کا یہ ہے کہ تعلق فرضوں کا عادت اور عرف میں بکارت نروں کی سے بہت کم اور نادر ہے لغت والے بیچ مقام تحقیق معنی بکر کے مادوں کی بکارت کا فقط ذکر کرتے ہیں اور بکارت نروں کی بیان نہیں کرتے ہیں اور بعضے مفسرین اس طرف

marfat.com

گئے ہیں کہ یہ گاؤ مادہ تھی بسبب تانیث ضمیروں اور وصف بکارت کے اور عدم مطابقت وصف لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث کا اُنھوں نے جواب دیا ہے کہ عرف اور عادت ہر زمانہ میں اور ہر ایک شہر میں مختلف ہوتی ہے شاید اُس زمانہ میں اور اُس شہر میں استعمال مادہ گایوں کا بھی قلبہ رانی اور آب کشی میں رائج ہوگا بہر حال حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو بعد اس نشان کے فرمایا کہ تم خیال اس گاؤ کے خواص اور صفتوں کا نہ کرو بلکہ فکر اپنا طرف فرمانبرداری الٰہی کے دوڑاؤ اور جس نے کہ یہ خواص اشیاؤں میں رکھ دیئے ہیں اس کو دیکھو فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ یعنی پس بجالاؤ تم اُس چیز کو کہ فرمایا جاتا ہے تم کو جناب الٰہی کی طرف سے کہ پیدا کرنا خواص اور عجائب کا اُسی کی خواہش کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور جس وقت وہ چاہے گا یہ خواص عجیب پیدا کرے گا لیکن بنی اسرائیل کو اتنے نشان دینے حضرت موسیٰ کے سے تسلی اور تشفی نہ ہوئی اور پھر سوال کرنے لگے قَالُوْا یعنی کہا اُنھوں نے کہ کمال جانور کا جیسا کہ بسبب سن اور سال کے ہوتا ہے باعتبار رنگ اور صورت کے بھی ہوتا ہے ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا یعنی دعا کرو واسطے ہمارے جناب الٰہی میں کہ بیان کرے ہمارے واسطے کیا ہے رنگ اس گاؤ کا تا کہ جانیں ہم کہ رنگ اور صورت میں بھی اُس کا کمال ہے کہ باعث اس خاصیت عجیبہ کا ہوا ہے قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا یعنی کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہ البتہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ تحقیق وہ گاؤ زرد رنگ ہے اور صاف اور تیز ہے زردی اُس کی اور یہ رنگ جانوروں کی رنگتوں میں سے سب سے بہتر رنگ ہے اس واسطے کہ بسبب اُسی رنگ کے تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ یعنی خوش کرتی ہے وہ گاؤ دیکھنے والوں کو اُس کے دیکھنے سے لُطف حاصل ہوتا ہے اور ہر رنگ زرد خالص میں خاصیت ہے کہ بیچ تفریح خاطر اور دُور کرنے غموں کے نفع کرتا ہے طبرانی اور خطیب اور دیلمی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جو کوئی پاپوش زرد پہنے وہ شخص خوش رہتا ہے جب تک کہ وہ جوتی اُس کے پیر میں رہے اور تفسیروں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے من لبس نعلا صفراء قل همه یعنی جو کوئی پہنے پاپوش زرد کم ہوتا ہے غم اس کا اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ جو کوئی سات جوڑے پاپوش زرد رنگ کے پہنے پے در پے غم اور رنج اُس کا دُور ہو جاوے حاصل یہ ہے کہ پانچوں

marfat.com

رنگ یعنی سرخی اور زردی اور سیاہی اور سفیدی اور سبزی جدا جدا خواص رکھتے ہیں کہ تجربہ اور قیاس والوں نے اُن کو ثابت کیا ہے عرب میں مشہور ہے کہ الحمرة اجمل والصفرة اشکل والخضرة انبل والسواد اهول والبياض افضل یعنی سُرخی جمال رکھتی ہے اور زردی نظر میں خوش معلوم ہوتی ہے اور سبزی موجب بزرگی اور وقار کا ہے اور سیاہی ہولناک ہے اور سفیدی خوبی اور فضیلت رکھتی ہے اور لغت عرب میں وقت بیان کرنے تیزی اور صفائی ہر ایک رنگ کے علیحدہ علیحدہ لفظ اُس کی تاکید کے واسطے لاتے ہیں کہ احمر قانی و اصفر فاقع واسود حالك واخضر وارق وناضر وابيض ناصع پس معنی فقوع کے صفائی اور تیزی آدہ زرد رنگت کے ہیں دوسرے رنگ میں استعمال اس کا جائز نہیں القصہ بنی اسرائیل باوجود نشان دینے رنگ اُس گاؤ کے پھر بھی سوال کرنے سے باز نہ رہے قَالُوا یعنی کہا اُنھوں نے کہ ہر چند کمال اُس کا باعتبار سن اور سال اور باعتبار رنگت اور جمال کے معلوم کیا لیکن یہ کمال بہت گاؤوں میں پایا جاتا ہے ایک خاص فرد کیونکر معلوم ہووے کہ جس میں یہ خاصیت عجیب ہمارے دلنشین ہو پس اُدْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ یعنی دُعا کر ہمارے واسطے پروردگار اپنے سے تاکہ بیان کرے ہمارے واسطے کہ حقیقت شخصیہ اس گاؤ کی کیا ہے کہ جس کے سبب سے یہ خاصہ اُس میں موجود ہو اس واسطے کہ اِنَّ الْبَقَرَ تَشَابَهَ عَلَيْنَا یعنی تحقیق جنس گاؤ کی مشابہ ایک دوسرے کے ہوئی اور حس اور خیال ہمارے کے کوئی مرجح اس خاصہ عجیبہ کا اُن تخصیصات سے ہماری نظر میں نہیں آتا ہے وَاِنَّآ یعنی اور تحقیق ہم جب اُس مرجح کو معلوم کریں گے اور ذہن نشین ہمارے ہوگا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ یعنے اگر چاہے اللہ تعالےٰ البتہ راہ پاویں گے ہم اور مطلع ہو جاویں گے اُوپر اُس کے کہ مبدا اور منشا اس خاصیت عجیب کا اُس میں یہ ہے پھر واسطے متابعت تمہارے فرمودہ کے سرگرم ہوں گے اور بصیرت حاصل کر کے اتباع حکم تمہارے کا کریں گے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر بنی اسرائیل کلمہ انشاء اللہ کا نہ کہتے ہرگز اُس گاؤ کو معلوم نہ کرتے اور تشفی اُن کی خاطر کی نہ ہوتی اس کلمہ کی برکت سے حیرت اور تردد سے خلاص ہوئے اس جگہ سے معلوم ہوا کہ استعانت ساتھ اس کلمہ مبارک کے ہر عمل نیک میں کہ جس کے حاصل ہونے کی غرض ہو نیک اور مستحسن ہے اور قریب استحباب شرعی کے ہے اور کس واسطے نہ ہو

marfat.com

اس کلمہ کے کہنے سے استعانت ہے ساتھ خدائے عزوجل کے اور بھی حوالہ کرنا کاموں کا طرف مشیت اس کی کے اور بھی اقرار اور اعتراف ہے ساتھ قدرت اس کی کے اور پورا ہونا ارادہ اُس کے کے اور ان دونوں امر میں درستی اعتقاد اور عمل کی ہے قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ یعنی کہا حضرت موسیٰؑ نے تحقیق حق تعالیٰ فرماتا ہے ایسا مرجح کہ ذہن نشین تمہارے ہو۔ اور موجب اس خاصیت عجیب کا اُس میں ہے دو چیزیں ہیں اوّل ہونا اُس گاؤ کا او پر صرف اپنی عزت کے کہ ہرگز بوجھ کھینچنے اور کاموں بنی آدم کے میں ذلیل نہ ہوئی دوسرے سب عیبوں سے کہ اس قسم میں ہوتے ہیں پاک ہے کہ کچھ عیب نہ رکھے اس واسطے کہ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ یعنی تحقیق وہ گاؤ ہے کہ کبھی کسی کام میں پکڑی نہیں گئی اور ذلیل نہ ہوئی اس طرح پر کہ تُثِيْرُ الْاَرْضَ یعنی نیچے اوپر کرے زمین کو جوتنے یا بوجھ کھینچنے سے وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ یعنی اور نہ پانی دیتی ہے کھیتی کو اور نہ ڈول کو کوئیں سے کھینچتی ہے مُسَلَّمَةٌ یعنی سلامت ہے اس بات سے کہ آدمیوں کے ہاتھ میں آکر کسی کام میں ذلیل ہوئی ہو یا بدن اس کے کو کاٹنے یا سوراخ کرنے یا داغ دینے سے نشان پہنچا یا ہو جیسا کہ اور جانوروں میں کرتے ہیں اس حد تک کہ لَّا شِيَةَ فِيْهَا یعنی نہیں ہے کوئی داغ اور رنگ کا بدن میں بالکل برابر زرد رنگت تمام جسم کی ہے اور اگر آدمیوں کے کام میں مستعمل ہوتی تو ضرور کہیں نشان اور رنگ کا اس کے بدن میں پایا جاتا ہے جیسا کہ اور جانوروں میں پایا جاتا ہے کہ کام میں لانے سے داغ مخالفت نظر میں آتا ہے....

قَالُوا الْاٰنَ یعنی کہا انھوں نے یعنی بنی اسرائیل نے کہ اس وقت اور آن اصل میں ایک نام تھوڑے سے ٹکڑے زمانہ کا ہے کہ جس کی تقسیم نہ ہو سکے خواہ وہ جزء غیر منقسم زمانہ ماضی میں فرض کیا جاوے یا زمانہ آئندہ میں لیکن جب اس لفظ پر الف لام عہد کا لاتے ہیں مراد اس سے ایک جز متعین ہوتا ہے کہ متکلم اور مخاطب کو وہ معلوم ہو اور اس وقت ہر ایک جزء کے اوپر استعمال نہیں ہوتا ہے اور بعد داخل ہونے لام عہد کے اس لفظ کو مانند ظروف غیر متمکنہ کے استعمال کرتے ہیں اور ہمیشہ منصوب لاتے ہیں جیسا کہ الیوم اور الساعۃ میں بھی اسی طرح عمل میں آتا ہے جِئْتَ بِالْحَقِّ یعنی لایا تو بات درست کہ فی الحقیقۃ سبب پیدا کرنے اس صفت کا اُس میں بھی ہے اور اب تردد ہمارا بالکل دُور ہوا اس واسطے کہ فیضان حیات کا عالم غیب سے سب

marfat.com

حیوانوں میں اوّل اور پر روح حیوانی کے ہوتا ہے اور بواسطہ اس روح کے اثر حیات کا تمام بدن کے اجزا گوشت اور پوست وغیرہ میں پہنچتا ہے اور حیوانات دو قسم ہیں وحشی اور اہلی حیات وحشیوں کی متعدی نہیں یعنی دوسرے کی طرف پہنچے بلکہ انھیں کی ذات کو لازم ہے اثر حیات اُن کی کا طرف انسان کے کہ اُن سے نفرت رکھتے ہیں اور بھاگتے ہیں یا در پے مارنے آدمی کے ہوتے ہیں کس طرح پہنچے پس جو حیات کہ فیض اس کا انسان کو پہنچے اور اس کو زندہ کرے نہیں ہو سکتی مگر حیات جانور اہلی کی اور اہلی جانوروں میں سے جس نے کہ حیات غیبی بعض صورتوں میں بغیر اسباب ظاہری مثل نطفہ پڑنے اور تربیت رحم کے قبول کی ہے ہماری نظر میں گاؤ کا بدن ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے وقت میں بچھڑا سامری کا بسبب ڈالنے خاک سم گھوڑی جبرئیل علیہ السلام کے زندہ اور بولنے والا ہو گیا تھا پس زندہ کرنا مردہ ہمارے کا بواسطہ ایسی حیات کے گاؤ کے بدن پر فائض ہوئی ہے موافق حکمت الٰہی کی ہے پھر وہ گاؤ کہ آدمیوں کے استعمال میں آتی ہیں اور اُن کے بدنوں میں پکڑنے اور ذلیل کرنے اور سوراخ کرنے اور داغ وغیرہ سے تصرف کرتے ہیں اور اپنے کاموں میں دوڑاتے ہیں اس سبب سے صرف حیات غیبیہ اپنی پر نہیں رہتے ہیں اور روح حیوانی اُن کی اس صفائی اور قوت پر نہیں رہتی ہے تاکہ بے پردہ وسیلہ زندہ کرنے میت کا ہو مگر جتنے اور پانی کھینچنے وغیرہ کے پردہ میں کہ اناج وغیرہ کی پیدائش میں ان کو دخل ہے اور ظاہر سامان حیات غیبیہ کے ہیں رُوح حیوانی اُن کی اس صفائی اور قوت پر نہیں رہتی ہے تاکہ بے پردہ وسیلہ زندہ کرنے کمال مشابہت اس کو ساتھ گوسالہ سامری کے پیدا ہوئی کہ اس کو ساتھ خالص زر کے بنایا تھا اور کمال تعظیم اور توقیر سے نگاہ رکھا تھا اور وہ گوسالہ ہمارے سامنے گویا ہوتا تھا اور آثار حیات غیبیہ کے اس سے ظاہر ہوتے تھے پس موافق اس قصہ کے کہ حکم المثلین واحد یعنی حکم دو مثلوں کا ایک ہوتا ہے ظاہر ہونا اس اثر کا یعنی زندہ ہو جانا میت کا اُس کے واسطے سے ذہن میں بیٹھ گیا اور اگر کوئی کہے کہ حیات انسانی کو ساتھ حیات انسانی کے مناسبت زیادہ ہے بہ نسبت مناسبت حیات حیوانی کے ساتھ حیات انسانی کے پس زندہ کرنا اس میت کا اس طرح کیوں نہ کیا کسی آدمی کو اس میت کے بدن سے لگا دیتے کہتے ہیں ہم کہ لگانا اجزا آدمی یا اور حیوان کا کسی میت کے بدن سے سبب زندہ کرنے اُس میت کا نہیں ہو سکتا ہے مگر

marfat.com

اس طرح کہ اُس زندہ کی رُوح نکل کر مردہ کے بدن میں چلی آوے پس اس صورت میں ایک آدمی کے جلانے سے دوسرا آدمی مرے گا اور اس کی ایسی شکل ہو جاوے گی کہ بنی قصرا و هدم مصرا یعنی بنایا ایک محل اور گرایا ایک شہر اس واسطے کہ مارنا انسان کا بے وجہ شرعی کے کسی طرح روا نہیں اور اور حیوان کے مار ڈالنے سے بسبب ذبح کرنے اُس کے کے ساتھ نام خدا کے کچھ قباحت نہیں بلکہ ایک قسم کی عبادت ہے اور جبکہ نقل کرنا حیات انسانی کا ساتھ حکم شرع کے متعذر ہوا لاچار انتقال حیات اُس حیوان کا کیا گیا کہ انسان کے ساتھ کمال مشابہت رکھتا ہے بیچ قبول حیات کے عالم غیب سے کہ مدت حمل اُس کے کی برابر مدت حمل انسان کے ہے اور اسی سبب سے ہے کہ دودھ اس کا سب دودھوں سے بہتر ہوتا ہے اور مدت حمل کی برابر ہونے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کی روح بھی اتنے دنوں میں پڑتی ہے جتنے دنوں میں انسان کی رُوح پڑتی ہے اور بدن اُس کا بھی اتنے ہی دنوں میں پورا ہوتا ہے القصہ جب بنی اسرائیل کو بقدر فہم اور استعداد اپنی کے اطلاع اوپر وجوہ حکمت الٰہی کے اس امر میں حاصل ہوئی بیچ تلاش ایسی گاؤ کے کہ جس میں یہ صفتیں ہوں سرگرم ہوئے اور جستجو کرنے لگے اتفاقاً ایک گاؤ کہ ایسی صفتوں کے ساتھ موصوف ہوتی فقط ایک گاؤ تھی کسی نواح میں اور قصہ اس گاؤ کا یہ تھا کہ بنی اسرائیل کے اندر ایک مرد بہت نیک بخت تھا اور اس کے ایک لڑکا صغیر سن اور اس مرد صالح کے پاس بسبب حوادث زمانہ کے سوائے ایک بچھڑے گاؤ کے کوئی چیز مال کی جنس سے باقی نہ رہی تھی اُس بچھڑے کو پکڑ کر اور مہر اس کی گردن پر لگا کر ساتھ نام خدا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے تبرک پکڑ کے جنگل میں چھوڑ دیا اور کہا کہ بار خدایا میں نے اس بچھڑے کو اپنے بیٹے کے واسطے تیرے پاس امانت چھوڑا ہے جب تک کہ میرا بیٹا بڑا ہو اور یہ بچھڑا اُس کے کام میں آوے بعد اُس کے وہ شخص مر گیا اور وہ بچھڑا اُس جنگل میں چرتا تھا اور درختوں کے پتوں سے پرورش پاتا تھا اور بسبب عنایت الٰہی کے آفت درندوں کی سے محفوظ رہتا تھا اور جس وقت جنگل سے آتا تھا اور کوئی شخص آدمیوں میں سے اُس کو دیکھتا تھا اور ارادہ پکڑنے کا کرتا ایسا بھاگتا اور چھپ جاتا کہ ہرگز کسی کے ہاتھ نہ آتا جب یہ لڑکا بڑا ہوا، موافق باپ اپنے کے بیچ کمال نیکی اور تقوٰی کے مستعد ہوا رات کو تین حصہ کرتا تھا ایک حصہ

marfat.com

اپنی ماں کے پاس بیٹھتا تھا اور خدمت اُس کی کرتا اور ایک حصہ سوتا تھا اور ایک حصہ میں نماز پڑھتا تھا اور جب صبح ہوتی تھی رسی اور کلہاڑا لے کر جنگل کا راستہ لیتا اور لکڑیاں بہت ساری باندھ کر لاتا اور شام کے وقت بازار میں بیچتا اور قیمت ان لکڑیوں کی بھی تین حصہ کرتا اور ایک حصہ خدا کے واسطے دیتا اور ایک حصہ آپ کھاتا اور ایک حصہ اپنی ماں کے پاس چھوڑتا اور ایک مدت اسی کام میں مشغول رہا یہاں تک اس کی ماں نے اس سے کہا کہ تیرا باپ واسطے تیرے ایک بچھڑا جنگل میں چھوڑ گیا تھا اور ساتھ نام خدا کے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب کے امانت رکھ گیا تھا اب وہ بچھڑا جوان ہوا ہوگا نہ اُس میں شوخی ہے مثل اور نوجوان جانوروں کے اور نہ ضعف ہے مانند بوڑھے جانوروں کے چاہیے کہ اُس بچھڑے کو جنگل میں سے لاکر لکڑیاں کہ جنگل سے لاتا ہے اس پر لاد کر لایا کرتا کہ پیٹھ تیری ہر روز لکڑیاں لاتے لاتے زخمی نہ ہو جاوے اُس لڑکے نے کہا کہ علامت اُس بچھڑے کی کیا ہے مبادا میں اُس جنگل میں جاؤں اور کسی غیر شخص کی گاؤ پکڑ لاؤں وہ مجھ کو حلال نہ ہو اُس کی ماں نے کہا کہ رنگ اُس کا صاف زرد ہے چمکتا ہوا اور اگر کوئی اُس کو دُور سے دیکھے ایسا خیال کرے کہ شعاع آفتاب کی اس کے پوست میں سے نکلتی ہے اور اسی واسطے ہم نے نام اُس کا زرین رکھا تھا، لڑکے نے کہا اب تک میں نے بھی یقیناً اس بچھڑے کو نہیں پہچانا مبادا کہیں دوسرا گاؤ بھی اسی رنگت کا اور کسی کا اس جنگل میں چرتا ہو اُس کی ماں نے کہا کہ دوسری گاؤ کی نشانی یہ ہے کہ آدمی کو دیکھ کر بھاگتا ہے اور ہرگز تابعدار نہیں ہوتا ہے اور پاس نہیں آتا ہے جب تو اس کو دُور سے دیکھے تو اس طرح کہہ کر پکار یو کہ اے گاؤ بنام خدائے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب علیہم السلام کے فرماں بردار ہو اور میرے پاس آ لڑکا یہ علامت معلوم کر کے اس جنگل کی طرف روانہ ہوا دیکھا کہ ایک گاؤ ایسی ہی جنگل میں چرتی ہے اس لڑکے نے اُسی طرح سے کہ ماں نے اس کو تعلیم کیا تھا آواز دی وہ گاؤ چراگاہ کو چھوڑ کر پاس اُس لڑکے کے آکر کھڑی ہوئی اُس لڑکے کو ماں نے اُس کی وصیت کی تھی کہ تو گردن اُس گاؤ کی پکڑ کر کھینچ لانا اور اُس کے اُوپر سوار نہ ہونا تاکہ انسان کے تصرف میں نہ آوے اور مستعمل نہ ہووے کہ مبادا بسبب استعمال آدمی کے برکت اُس کی جاتی رہے لڑکا موافق وصیت والدہ اپنی کے گردن پکڑ کر اُس کی کھینچنے لگا وہ گاؤ اللہ کے حکم سے بولنے لگی

marfat.com

اور کہا اے جوان نیک بخت میرے اوپر سوار ہو تاکہ آسانی سے اپنے گھر پہنچے کہ یہاں سے گھر تیرا ایک دن کا راستہ ہے اس لڑکے نے کہا کہ والدہ میری نے تیرے اوپر سواری کا مجھ کو حکم نہیں دیا ہے بلکہ کہا ہے کہ گردن اُس کی کھینچ کر لائیو گاؤ نے کہا کہ آفریں باد اور شاباش ہیں تیری آزمائش کرتی تھی اگر تو میرے اوپر سوار ہوتا تجھ کو اپنی پیٹھ پر سے ڈال کر بھاگ جاتی یہ فرماں برداری میری اسی سبب سے ہے کہ تو اپنی والدہ کے ساتھ احسان کرتا ہے اور اُس کی عدول حکمی نہیں کرتا ہے درمیان اس راہ کے ابلیس لعین ایک مسافر کی شکل میں اس لڑکے کے ساتھ ملا اور کہا اے جوان تو بہت نیک بخت معلوم ہوتا ہے اور مجھ کو ایک حادثہ درپیش آیا اس شکل میں میری مدد کر اُس طرف پہاڑ کے ایک قطار گاؤوں کی رکھتا ہوں اور اُن کو چراتا تھا یکایک مجھ کو خواہش قضا حاجت کی ہوئی اس پہاڑ میں قضا حاجت کے واسطے گیا تھا اب میرے شکم میں درد اُٹھا ہے کہ راستہ چلنے سے حیران ہوں چاہتا ہوں کہ اپنے مال کی طرف جاؤں اگر تو فرمادے تو میں اس گاؤ پر سوار ہو کر جاؤں اور اس کی مزدوری میں ایک گاؤ بہت عمدہ اپنی گاؤوں میں سے چن کر تجھ کو دوں گا پس میرا بھی اس میں نفع ہوگا اور تیرا بھی بہت نفع ہے اور کسی طرح سے تیری گاؤ کو تکلیف نہیں پہنچانے کا اُس لڑکے نے کہا کہ والدہ میری نے خود میرے سوار ہونے کو منع فرمایا ہے تیرے تئیں کر اپنے کر کس طرح سوار کردوں ابلیس نے کہا تیری ماں کو کیا عقل ہے تجھ کو چاہیئے کہ اپنی عقل سے بھلائی بُرائی اس کام کی سوچ اور اپنا نفع ہاتھ سے نہ کھو اور نصیحت میری مان لے کہ سراسر خیرخواہی تیری کرتا ہوں لڑکے نے کہا کہ میں ہرگز نافرمانی والدہ اپنی کی نہیں کرنے کا اور شیطان نے پیچھا اس کا یہاں تک کیا کہ وہ لڑکا عاجز ہوا اور آواز بلند سے کہا کہ اے خدائے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اس رفیق بدذات کے ہاتھ سے مجھ کو نجات دے ابلیس نے جب یہ آواز سُنی ایک جانور کی صورت بن کر جلدی سے اُڑ گیا اُس گاؤ نے اس جوان سے کہا کہ کچھ جانتا ہے یہ کون تھا یہ ابلیس تھا چاہتا تھا کہ کسی حیلہ سے میرے اوپر سوار ہو اور بسبب اپنی سواری کے برکت میری دُور کرے اور پھر تیرے کام میں نہ آؤں جبکہ نام خدائے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب کا لیا تونے اور فریاد کی تو نے ایک فرشتہ واسطے دُور کرنے اس شیطان کے حاضر ہوا اور شیطان

marfat.com

گھبرا کر اپنے تئیں جانور کی صورت بنا کر اُڑ گیا القصہ وقت شام کے وہ جوان گاؤ کو پکڑ کر روبرو اپنی والدہ کے لایا اور اُس کو اس حقیقت عجیب اور دوبارہ بولنے گاؤ کے سے مطلع کیا اور اس کی ماں نے کہا کہ یہ گاؤ ایسی نہیں کہ اس کو بوجھ لادنے میں ذلیل کریں اور ہم سے حق تعظیم اس کا بجا نہ لایا جاوے گا بہتر یہ ہے کہ اس گاؤ کو بیچ ڈالیں تا کہ اگر اور کوئی اس گاؤ کی خوبی سے نگاہ نہ رکھے گا تو وبال اُس کا اُسی کی گردن پر ہوگا اور تجھ کو بھی چند روز لکڑیاں بیچنے کی محنت سے فراغت حاصل ہوگی جب فجر ہوئی یہ جوان گاؤ کو لے کر گھر سے نکلا اور نخاس کی طرف گیا اور اپنی ماں سے پوچھا کہ کس قیمت کو اس گاؤ کو فروخت کروں کہا قیمت اس گاؤ کی اس شہر میں اس وقت تین دینار ہیں کہ قریب چودہ ماشہ سونے خالص کے ہوتے تھے لیکن یہ گاؤ عجیب ہے اگر تجھ سے کوئی اس قیمت کو خریدنی چاہے تو یہ شرط اُس سے کر لیجیو کہ اگر والدہ میری اس قیمت پر راضی ہوگی تو دوں گا ورنہ دوں گا اور ایک دفعہ نہ بیچ ڈالیو خدائے تعالے نے واسطے تقویت کرنے اُس گاؤ کے ایک فرشتہ کو بھیجا کہ راستہ میں اس جوان سے ملا اور کہا کہ اے جوان اس گاؤ کو کتنی قیمت پر بیچتا ہے تو جوان نے کہا تو کیا دیتا ہے فرشتہ نے کہا کہ تین دینار جوان نے کہا بشرطیکہ والدہ میری راضی ہووے ساتھ تین دینار کے فروخت کروں گا فرشتہ نے کہا یہ شرط موقوف کر اور چھ دینار مجھ سے لے جوان نے کہا کہ چھ دینار میں بھی یہی شرط ہے فرشتہ نے کہا بارہ دینار لے اور یہ شرط موقوف کر جوان نے کہا کہ اے عزیز اگر برابر اس گاؤ کے سونا خالص دے گا تو بغیر مرضی والدہ اپنی کے اس کو نہیں بیچنے کا تو عبث کس واسطے دردسری کرتا ہے، فرشتہ نے کہا کہ میں آدمی نہیں ہوں تیرے امتحان کے واسطے آیا تھا کہ کیسی اطاعت اپنی ماں کی کرتا ہے تو اب اس گاؤ کو اپنے گھر لے جا اور بازار میں کسی کو نہ دکھلا بنی اسرائیل کو ایک واقعہ درپیش ہوا ہے اور علاج اُس کا موسیٰ عمران کے بیٹے نے کہ پیغمبر اُن کا ہے اس طرح فرمایا ہے کہ ایسی گاؤ ذبح کرو بنی اسرائیل جستجو اور تلاش میں ہیں اور سوائے تیری گاؤ کے کوئی گاؤ ساتھ ان صفتوں کے متصف نہیں اگر بنی اسرائیل تجھ سے اس گاؤ کو طلب کریں ہرگز ان کے ہاتھ نہ بیچیو یہاں تک کہ سونا اس گاؤ کے چمڑے میں بھر کر تیرے حوالہ نہ کریں کہ تمام عمر وجہ معیشت سے تجھ کو فراغت ہووے اور آدمی جانیں کہ جو کوئی عیال اپنی کو حوالہ خدا کے کر جاتا ہے خدائے

marfat.com

تعالیٰ اس طرح پرورش کرتا ہے اور جو کوئی اپنا مال خدا کی امانت میں چھوڑتا ہے خدا تعالیٰ اس طرح اس کو بڑھاتا ہے یہ جوان اس گاؤ کو پکڑ کر اپنے گھر لایا اور تمام ماجرا اپنی ماں کے سامنے ظاہر کیا رفتہ رفتہ خبر اس گاؤ کی شہر میں مشہور ہوئی اور بنی اسرائیل اُس کے خریدنے کے واسطے اُس کے گھر پر جمع ہوئے اور قیمت اس گاؤ کی بڑھانے لگے وہ جوان اور ماں اُس کی راضی نہ ہوتے تھے یہاں تک کہ یہ بات مقرر ہوئی کہ اس گاؤ کا چمڑا بعد ذبح کرنے اور جدا کرنے کے سونے سے بھر کر ان کے حوالہ کریں اُس جوان اور اُس کی ماں نے حضرت موسیٰؑ کو ضامن لے کر گاؤ کو بنی اسرائیل کے ہاتھ میں سونپا فَذَبَحُوْهَا یعنی پس ذبح کیا بنی اسرائیل نے اس گاؤ کو اور ذبح عبارت ہے کاٹنے گلے کے سے ٹھوڑی کے پاس سے اور بکری اور گائے اور بھینس وغیرہ میں یوں ہی مسنون ہے اور نحر کہتے ہیں کاٹنا گلے کا سینہ کے پاس سے اور منظور دونوں میں کاٹنا حلقوم اور مری اور شہ رگوں کا ہے لیکن گردن اونٹ کی لمبی ہوتی ہے اگر اوپر کی طرف سے اس کا گلا کاٹیں دیر میں جان اُس کی نکلے اور تکلیف ہو اس واسطے کہ مکان خون کہ سواری روح حیوانی کی ہے وہ دل اور جگر اور اس کے گرداگرد میں ہیں اسی واسطے اونٹ کے اندر نحر آیا ہے اور اگر اونٹ کو بھی کوئی اوپر کی طرف سے ذبح کرے جائز ہے لیکن ترک اولیٰ اور غیر مستحب ہے وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ یعنی اور نزدیک نہ تھے بنی اسرائیل کہ اس کام کو کریں۔ اس واسطے کہ سوال پر سوال واسطے طلب کرنے بیان خصوصیتوں اُس گاؤ کے لاتے تھے یہاں تک کہ سلسلہ ان کی تفتیش کا منقطع نہ ہوتا تھا اور یہ بھی کہ بسبب گرانی قیمت اس گاؤ کے خرچ کرنے میں اس قدر زر کثیر کے بخل کرتے تھے اور اس بات سے بھی ڈرتے تھے کہ مبادا مقتول بعد زندہ ہونے کے کسی کا نام لیوے اور سبب رسوائی کا ہو اور قصاص لینا اُس سے دشوار ہو لیکن حق تعالیٰ نے اُن سے چار و ناچار یہ کام کروایا اور اگر بنی اسرائیل کہیں کہ اسلاف ہمارے نے اس معاملہ میں وحی الٰہی سے روگردانی نہیں کی بلکہ جب حضرت موسیٰؑ نے قاتل کے ظاہر ہونے کے واسطے ذبح کرنا گاؤ کا ٹھیرایا اور ظاہر میں اُن میں کچھ مناسبت نہ تھی تعجب کی راہ سے انتا انھوں نے توقف کیا اگر پہلے ہی سے حضرت موسیٰؑ قاتل کو معین قرار دیتے اسلاف ہمارے ہرگز اعراض نہ کرتے کہتے ہیں ہم یہ سب غلط ہے بلکہ اسلاف اور بزرگ تمہارے ابتدا قصہ سے اقرار وحی الٰہی کا کرتے تھے

marfat.com

اور اس بات کو بعید جانتے تھے کہ حضرت موسیٰؑ کو بسبب وحی کے اس امر غیب پر اطلاع ہوگی ڈالا ایک دوسرے پر تہمت خون کی نہ ڈالتے اور قاتل خود اقرار کرتا اور اس کا اگر یقین نہیں رکھتے ہو تو پس یاد کرو تم برے سے قصہ کو وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا یعنے اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ مار ڈالا تم نے ایک جان کو کہ نام اُس کا عامیل تھا اور ہر چند کہ مارنے والا ایک شخص تم میں سے تھا لیکن جب یہ قتل درمیان تمھارے واقع ہوا اور تحقیق قاتل کی سے تم نے سُستی کی گویا تم سب شریک قاتل کے ہوئے اور کاش ایک ہی گناہ قتل کا تمھارے اندر ہوتا لیکن تم نے اور گناہ بھی اس کے اُوپر زیادہ کیا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا یعنی پس تم ایک دوسرے پر ڈالتے تھے اور ہر شخص کہتا تھا کہ فلانے نے یہ کام کیا ہے میں نے نہیں کیا اور اصل اس میں صیغہ کی تدارَأتم ہے تا کو دال میں ادغام کیا اور احتیاج ہمزہ وصل کی پڑی تدارام بمعنی تدافع کے ہے یعنی ایک دوسرے کو دفع کرے اور بیچ گوہ پہاڑ کے ڈالے پس یہ تدارا گناہ دوسرا ہوا کہ تہمت ناحق آپس میں کرتے تھے اور دلیل اس بات کی ہوئی کہ تمھارے تئیں وحی آنے کا طرف حضرت موسیٰؑ کے یقین کامل نہیں تھا اور اطلاع ہوجانی قاتل کی اُن کے تئیں غیب کی طرف سے بعید جانتے تھے وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ یعنی اور خدائے تعالیٰ باہر لانے والا ہے پردہ پوشیدگی سے مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ یعنی اُس چیز کو کہ تم چھپاتے تھے یعنی حال اور قاتل اور نفاق اور سُستی یقین اپنے کی اور اسی واسطے حضرت موسیٰؑ کو نہ فرمایا کہ نام قاتل کا بیان کریں کہ مبادا تکذیب کرو اور قاتل جھوٹی قسم کھاوے کہ میں نے نہیں مارا ہے پس پھر مقدمہ پردہ میں رہے اور عادت الٰہی اس طرح جاری ہے کہ جب کوئی بندہ اُس کے بندوں میں سے کسی چیز پہ ہیکل کرتا ہے خواہ وہ چیز نیک ہو یا بد البتہ اُس کو حق تعالیٰ آدمیوں پر ظاہر کر دیتا ہے اور حال اُس کا پوشیدہ نہیں رکھتا ہے بخلاف اس کے کہ ایک دو بار بندہ سے کوئی تقصیر سرزد ہووے اور اُس کے اُوپر ندامت کرے اور اُس کے چھپانے میں کوشش کرے کہ حق تعالیٰ بھی اُس کو اپنی رحمت سے پوشیدہ رکھتا ہے اور پردہ دری اس کی نہیں کرتا ہے چنانچہ مستدرک حاکم کے ساتھ سند صحیح کے ابوسعید خدری سے روایت آئی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لو ان رجلا عمل عملاً فی صخرۃ صماء لا باب لھا ولا کوۃ خرج عملہ الی الناس کائنا ما کان

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ اگر کوئی پتھر کے اندر کہ اُس میں نہ کوئی دروازہ ہو اور نہ سوراخ ہو کچھ عمل کرے وہ عمل بھی اُس کا آدمیوں پر ظاہر ہو جاتا ہے کوئی عمل ہووے اور بیہقی نے کہا والموقوف اصح یعنی اور موقوف حدیث صحیح ہوتی ہے اور ابوالشیخ نے ساتھ سند ضعیف کے انس بن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن آں حضرت علیہ السلام نے اپنے یاروں سے فرمایا کہ مومن کون ہے عرض کی کہ خدا اور رسول اُس کا بہتر جانتا ہے فرمایا مومن وہ ہے کہ حق تعالیٰ اُس کو اس جہان سے نہیں لے جاتا ہے یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کانوں اس کے کو بھر دیتا ہے اس ثنا اور صفت سے کہ پسند اس کی ہے اور اگر کوئی بندہ خدا کے بندوں میں سے عمل تقویٰ کا بجا لاوے ایسے گھر کے اندر کے ستر گھروں کے اندر ہو اور ہر ہر گھر کا دروازہ لوہے کا ہو البتہ اس بندہ کو حق تعالیٰ چادر عمل کی اس کے پہناتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس کے عمل کو بیان کرتے ہیں اور جس قدر وہ کرتا ہے اُس سے زیادہ اس کی طرف نسبت کرتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہونا اور مشہور ہونا عمل اس کے کا بدلہ اُس کے تقوٰی کا ہو گیا زیادتی کی کیا وجہ ہے فرمایا کہ مرد متقی اگر قدرت پاوے اپنے مقدور سے زیادہ عمل کرے حق تعالیٰ اس کو اس نیت کے بدلے میں زیادتی شہرت کی عطا فرماتا ہے پھر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاجر اور بدبخت کون؟ صحابہ نے کہا خدا اور رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا کہ فاجر وہ ہے کہ بیشتر اس جہان کے جانے سے بدی کانوں اپنے سے سُنے گا اگر کوئی بندہ خدا کے بندوں میں سے ایسے گھر میں کہ ستر گھروں کے اندر ہو اور ہر ہر گھر پر لوہے کا دروازہ بند کیا ہو اور بُرا کام کرے البتہ حق تعالیٰ چادر عمل اُس کے کی اُس کو پہناتا ہے تاکہ آدمی اُس عمل کو ذکر کریں اور زیادہ اُس سے کہ جس قدر کرتا ہے اُس کی طرف نسبت کریں صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ اس جگہ وجہ زیادہ گوئی کی کیا ہے فرمایا مرد فاجر مستعد اس کا ہوتا ہے اگر مقدور پاوے فسق اور بُرائی زیادہ کرے حق تعالیٰ اسی نیت کے بدلے میں یہ زیادہ گوئی کرواتا ہے باقی رہا اس جگہ ایک سوال مشہور دعلائی اور وہ یہ ہے کہ

marfat.com

مخرج صیغہ اسم فاعل کا ہے اور ما کنتم تکتمون میں اس نے عمل کیا ہے یعنی منصوب کیا ہے اوپر مفعولیت کے حالانکہ بمعنی ماضی کے ہے اس واسطے کہ اخراج مکتومات بنی اسرائیل کو خصوصاً بیچ مقدمہ قتل عامیل مذکور کے ہزاروں برس گزرے اور اسم فاعل کے عمل کی یہ شرط ہے کہ حال یا استقبال کے معنی اس میں ہوں اس جگہ بغیر موجود ہونے شرط کے کس واسطے عمل کیا جواب اس کا یہ ہے کہ نکالنا اور ظاہر کرنا مکتومات بنی اسرائیل کا ہر چند خطابات کے وقت نسبت سے ماضی ہے لیکن بہ نسبت وقت تدافع اور اختلاف کے مستقبل ہے اور معنی استقبال کا ہونا کہ بسبب اُس کے عمل اسم فاعل کا صحیح ہو جاوے بہ نسبت وقت خطاب کے ضروری نہیں بلکہ بہ نسبت وقت اُس واقعہ کے کہ پہلے ہو چکا ہے درکار ہے لیکن اس جواب پر ایک اور سوال وارد ہوتا ہے کہ جملہ واللہ مخرج کا حال ہے فادارأتم کی ضمیر سے پس مضمون اس جملہ کا چاہیئے کہ تدافع اور اختلاف کے وقت موجود ہوا اور مقارن اُس کے ہو نہ بعد اُس کے اور بلاشک اخراج مکتومات کا وقت تدافع اور اختلاف کے نہ تھا بلکہ بعد اُس کے ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ یہ جملہ حال مقدرہ ہے جیسا کہ جاءنی زید معہ صقر وھو صائد بہ اور مختصر کلام یہ ہے کہ خطاب کے وقت حکایت اس چیز کی کرتے ہیں کہ تدارء اور تدافع کی نسبت سے مستقبل تھی جیسا کہ بیچ آیت وکلبھم باسط ذراعیہ بالوصید کے حکایت حال کی فرماتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ جملہ معترضہ ہو پس اشکال وارد نہیں ہوتا ہے القصہ واسطے ظاہر کرنے قاتل کے ہم نے تم کو حکم کیا ساتھ ذبح کرنے گاؤ کے اور جب ذبح گاؤ ہو گیا فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ یعنی پس کہا ہم نے کہ مارو تم اس نفس مقتول کو اور مذکر لانا ضمیر کا باعتبار قتیل کے ہے اور نکتہ نہ لانے ضمیر مؤنث کی کہ ظاہر لفظ نفس کا چاہتا ہے یہ ہے کہ مارنا نفس کا کہ بدن میت سے جدا ہے ممکن نہیں پس اگر اضربوھا فرماتے ظاہر میں تکلیف مالایطاق کرتے اور حاجت تاویل کی پڑتی بخلاف قتل کے کہ باعث مذمت اور عذاب کا وہی قتل ہے کہ نفس کے اوپر ہوا ہے اور اُسی قتل نے تعلق اُس نفس کا بدن سے دُور کیا ہے بلکہ حقیقت میں یہی قتل ہے اور بس بِبَعْضِهَا یعنے کسی عضو کے ساتھ اُس گاؤ کے اعضا میں سے تاکہ زندہ ہو جاوے اور اپنے قاتل کی خبر دے اور اُس سے قصاص طلب کرے اور اس میں اختلاف ہے کہ وہ

marfat.com

کونسا عضو تھا بعضے کہتے ہیں کہ زبان اُس گاؤ کی تھی اس واسطے کہ منظور زندہ کرنے اس میت کے سے محض بلانا اس مردہ کا تھا اور یہ بات زبان کے ساتھ بہت مناسب ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ عجب الذنب ہے اور عجب الذنب نام ایک ہڈی کا ہے کہ جانوروں کی دُم پر پیدا ہوتی ہے اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ حشر تک تمام بدن آدمی اور حیوانوں کے گل جاویں گے اور چورا چورا ہو جاویں گے مگر یہ ہڈی باقی رہے گی اور اسی ہڈی سے مردوں کا نیا بدن بنانا شروع کریں گے اور اصل بدن کی یہی ہڈی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ داہنی ران اُس گاؤ کی تھی کہ حرکت اکثر اُسی طرف سے شروع ہوتی ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ دونوں شانوں کے درمیان میں ایک ٹکڑا گوشت کا تھا اکثر جگہ رہنے روح حیوانی کی کہ حوالی قلب اور جگر میں منتشر ہے رہی ہے اور صحیح یہ ہے کہ کوئی ٹکڑا مقرر نہ تھا بلکہ اُن کو اختیار تھا کہ جس ٹکڑے کو چاہیں ماریں حق تعالیٰ وقت مارنے اُس کے کے اُوپر بدن مردہ کے اُس کو زندہ کرے لیکن جس وقت کہ اُس گاؤ کو ذبح کیا ہو کسی نے زبان کو اور کسی نے ران کو اور کسی نے اور ٹکڑے کو مارا ہو اور نقل کرنے والوں نے ان سب کو نقل کیا اور جانا کہ یہ سب اللہ کے حکم سے تھا القصہ بنی اسرائیل نے بعد ذبح کرنے گاؤ کے اس مُردہ کو ساتھ اعضا اُس کے کے مارا اور وہ زندہ ہوا اور کھڑا ہوا اور اس کے حلق کی رگوں میں سے فوارہ کی مانند خون اُبلتا تھا اور اپنے مارنے والے کا نام بتا دیا کہ فلانے نے میرے تئیں مارا ہے تاکہ میرے مال کا وارث ہو حضرت موسیٰؑ نے اُس قاتل سے اقرار کروایا اور بعد اقرار کے اُس سے قصاص اُس کا لیا اور اُسی وقت سے حکم شریعت کا ایسا ہو گیا کہ قاتل میراث مقتول کی سے محروم رہے گا گو آپس میں باپ بیٹا ہوں یا بھائی بھائی ہوں یا اور طرح کی قرابت ہو حدیث شریف میں آیا ہے کہ ما ورث قاتل بعد صاحب البقرۃ یعنی نہیں وارث ہوا کوئی قاتل بعد صاحب بقرہ کے باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ ذکر اقرار کروانے حضرت موسیٰؑ کا قاتل سے حدیثوں میں نہیں آیا ہے اور مقتول کے کہنے سے قصاص نہیں لے سکتے اکثر اہل فقہ نے جواب اس سوال کا اس طرح دیا ہے کہ جب مقتول بعد مرنے کے زندہ ہوا تھا اور حال برزخ اور نمونہ عذاب آخرت کا دیکھ کر آیا قول اُس کا برابر دو گواہوں معتبر کے بلکہ اُس سے بھی بڑھ کر ہو گیا البتہ

marfat.com

جب تک کہ مقتول نہیں مرا ہے اور حال برزخ کا اُس نے نہیں دیکھا احتمال صدق اور کذب کا اُس کے کلام میں پایا جاتا ہے اور کہنا اُس کا بیچ معین کرنے قاتل کے معتبر نہیں ہوتا ہے لیکن موافق قاعدہ کلامیہ کے اس جواب میں خدشہ قوی ہے اس واسطے کہ اہل کلام نے معجزات کی بحث میں ایسی تقریر کی ہے کہ اگر پیغمبر کی دُعا سے مردہ زندہ ہوا اور را وپر حق ہونے نبوت اُس پیغمبر کے گواہی دیوے یا تکذیب اس پیغمبر کی کرے معتبر نہیں بلکہ معجزہ اس پیغمبر کا فقط زندہ کرنا میت کا ہے گواہی اسکی کہ خواہ موافق دعوئے نبوت کے ہو یا مخالف اس کے دخل نہیں اس واسطے کہ میت جس وقت زندہ ہوئی عقل اور شعور اور خیال اور وہم انسانی کہ محل خطا کا معرفت کے بیچ میں ہے حاصل ہوا اور حکم اُس کا حکم اور آدمیوں کا ہے کہ گواہی اُن کی کام نہیں آتی ہے اور اگر کوئی جانور یا پتھر یا درخت پیغمبر کی دُعا سے بولنے لگے اور گواہی اوپر حقیقت دعوئے نبوت کے دیوے معتبر ہے اور اگر تکذیب کرے تو بھی معتبر ہے اور نبوت کا دعوی کرنے والے کی اس کے سبب سے اہانت ہو جاوے گی جیسی کہ اہانت مسیلمہ کذاب وغیرہ کی ہوئی تھی اس واسطے کہ کلام جمادات اور حیوانات کے خیال اور وہم کی بناوٹ سے نہیں بلکہ کلام اُن کے کلام غیبی ہیں احتمال صدق اور کذب کی اُس میں گنجائش نہیں پس موافق اس قاعدہ کے چاہیئے کہ کلام مردہ کا بعد حیات کے متحمل صدق اور کذب کا ہو کہ جھوٹ اور ملاوٹ بیچ کلام کے شیوۂ انسان کا ہے اور کہنا اس بیچ تعیین قاتل کے معتبر نہ ہو گا جب تک خود قاتل اقرار نہ کرے پس جواب صحیح یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے ان کو واسطے ذبح بقرہ کے امر فرمایا اور کہا کہ بسبب مارنے بعض اعضاء اس کے کے مردہ زندہ ہو جاوے گا اور حال قاتل کے سے خبر دے گا۔ حقیقت میں گواہی اور پر سچا ہونے اس مردہ خالص کی اللہ کی طرف سے ثابت ہوئی۔ اسی واسطے اس مقتول کے کہنے سے قصاص لینا قاتل سے درست ہوا اور کچھ حاجت اقرار قاتل کی نہیں اور اور مردوں کو اس پر قیاس نہ کرنا چاہیئے کہ اس کا صدق نص سے ثابت ہوا خاص کر اس چیز میں گو التزاماً ہو وے اور اس جواب کی حاجت اُس وقت ہے کہ بعد دیکھنے

marfat.com

اس معجزہ روشن اور حالت ہولناک کے قاتل نے خود اقرار نہ کیا ہو اور یہ بات بعید معلوم ہوتی ہے ظن غالب یہ ہے کہ قاتل نے بھی اقرار یا سکوت کہ قائم مقام اقرار کے ہے کیا ہو اور حدیث میں آیا ہے کہ بیچ زمانہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک لڑکی انصار میں کی کہ زیور چاندی کا گلے اور ہاتھوں اور پاوؤں میں پہنے ہوئے تھی کھیلنے کے واسطے باہر چلی گئی ایک یہودی مردود نے جنگل میں اُس کو مار ڈالا اور زیور اُس کا لے گیا جب اُس کے وارثوں کو خبر ہوئی تک و دو کرکے اس لڑکی کو پایا اور اب تک ایک رمق اُس میں باقی تھی کہ رُوبرو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محلہ والوں کا نام اسکے سامنے لیتے جاؤ کہ فلانے نے تجھ کو مارا ہے یا فلانے نے یہاں تک کہ نام اس یہودی کا لیا تو اس کا ہلا در اشارہ کیا کہ اس نے مارا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی کو بلا کر قصاص لیا اور بعض روایتوں میں آیا ہے اس یہودی نے بھی اقرار کیا پس احتمال ہے کہ اس قاتل نے بھی جس سے حضرت موسیٰؑ نے قصاص لیا تھا اقرار کیا ہو اور بعضی روایتوں میں ذکر اقرار اس کے کا ساقط ہے اب حکم اس مسئلہ کا معلوم کرنا چاہیئے اور شریعت حضرت موسیٰؑ کی بھی اس حکم میں مطابق اسی شریعت کے ہے چنانچہ توریت مقدسہ سے یہی بات سمجھی جاتی ہے اگر مردہ کہ نشان قتل اور زخم کا اس میں پایا جاتا ہے اور کسی جگہ پڑا ہوا ہے اور قاتل اس کا معلوم نہ ہووے نزدیک امام اعظمؒ کے اس محلہ والوں یا اس گاؤں والوں سے جسمیں وہ مقتول پڑا ہے اور اگر جنگل میں پڑا ہوا ہے جو گاؤں کہ قریب اسکے ہو پچاس نیکبخت آدمی معتبر کو خدا کی قسم دینی چاہیے کہ ہمنے نہیں مارا ہے اس مقتول کو اور نہ اُس کے قاتل کی ہم کو خبر ہے اگر انھوں نے قسم کھائی تمام اُن محلہ والوں یا گاؤں والوں سے دیت لینی چاہیئے اور اُن کو چھوڑ دیں اور اگر قسم کھانے سے انھوں نے انکار کیا اُن کو قید رکھنا چاہیئے تاکہ قسم کھاویں یا قاتل کا تحقیق کر کے نشان دیویں کہ اس قدر جماعت کثیر ایک محلہ یا ایک گاؤں کی ایسے واقعہ سے کہ اُس محلہ یا گاؤں میں ہو جائے بے خبر نہیں رہ سکتی اور امام شافعی کے نزدیک اس میں تفصیل ہے اگر تہمت قتل کی اوپر جماعت اُس محلہ یا گاؤں کے ہو اس طرح سے کہ ظن غالب حکم کرتا ہے کہ اُنھوں نے مارا ہے جیسا کہ کوئی جماعت گھر میں یا جنگل میں جمع تھی بعد اس کے متفرق ہوئی اور ایک کو مار کر چھوڑ گئی یا گاؤں والے اس مقتول سے عداوت رکھتے تھے اور عداوت اُن کی اُس کے ساتھ مشہور تھی پس مقتول کے ولیوں کو کہنا چاہیئے کہ پچاس آدمی اُس جماعت میں سے ایک ایک کا نام لے کر قسم کھاویں کہ فلانا قاتل

دیت اور قصاص کا بیان

marfat.com

اس شخص کا ہے اور بعد قسم کھانے اُن کے کے اُس شخص کے مال سے دیت دلائی جاوے اور قصاص نہیں اور امام مالک اور امام احمد کہتے ہیں کہ اگر دعوٰی کرنے والے خون کے قتل عمداً کو قسم کھا کے ثابت کریں قصاص لینا چاہیئے اور اگر تہمت نہ ہو پس بقول امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اُن محلہ والوں یا اُس گاؤں والوں سے قسمیں لے کر اور دیت دلوا کر خلاص کرنا چاہیئے، القصہ حق تعالٰی نے بعد حکم کرنے کے واسطے ذبح گاؤ کے اور ملنے بعض اعضا اُس کے میت کے ساتھ اور زندہ ہونے اُس مردہ کے اور خبر دینے اُس کے کے قاتل اپنے کی اور پھر مر جانے اُس کے کے بنی اسرائیل کے گروہ کو فرمایا کَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى یعنی جیسا کہ اس مردہ کو محض اپنی قدرت سے رُوبرو تمہارے زندہ کیا اور کلام اُس کے سُنے تم نے ویسے ہی زندہ کرے گا اللہ مردوں کو نزدیک نفخ صور کے نہ بسبب اُس نفخ کے اور شے کسی اور کے سببوں میں سے بلکہ واسطے محض جزا دینے اور قائم کرنے عدل اور جاری کرنے قصاص کے اس واسطے کہ اس جگہ بھی سوائے لگانے اعضائے گاؤ ذبح کی ہوئی کے ساتھ بدن میت کے کوئی سبب واقع نہ ہوا اور یہ بات ظاہر ہے کہ لگانا میت کا ساتھ میت کے سبب حیات کا نہیں ہوتا ہے لیکن عدل اور انتقام لینا قاتل سے منظور تھا اور اولیائے مقتول کو تشفی بدون اُس کے حاصل نہ ہوتی تھی ارادہ الٰہی نے تعلق اُس کے ساتھ پکڑا کہ مردہ کو زندہ کر کے زبان اُس کی سے تعیین قاتل کی اور دعوٰی قصاص کا کروائے اور قاتل کو اس کے بدلے میں مارنے کا حکم فرماوے اور یہی بات بیچ آخرت کے واسطے قائم کرنے عدل اور بدلہ لینے تمام ظالموں سے باعث قوی اوپر زندہ کرنے مردوں کے ہے وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ یعنی اور دکھلاتا ہے تم کو حق تعالٰی نشان قدرت اور حکمت اور عدالت اپنی کے تاکہ تم سمجھو اور فکر کرو پس تمام ان نشانیوں میں سے کہ اس قصہ سے ظاہر ہوتے کتنی چیزیں بکار آمد ہیں اوّل یہ کہ جب مارنے اعضا ایک میت کے سے اوپر اعضا میت دوسری کے حصول حیات کا ہوا یقیناً معلوم ہوا کہ موثر عالم کے پیدا کرنے میں فقط ذات مسبب کی ہے اسباب موثر نہیں ہیں دوسرے یہ کہ جب کوئی چاہے کہ کوئی فیض عالم غیب سے اوپر اپنے یا خاندان اپنے کے نازل کرے پس طریق اُس کا یہ ہے کہ اوّل ذبح اور قربانی اور نیکیاں اور خیرات کرے تاکہ اُس کی برکت سے مطلب اُس کا حاصل ہووے تیسرے یہ کہ سخت گیری اپنی طرف سے موجب سخت گیری

کا اللہ کی طرف سے ہے اور جلدی کرنی بیچ فرماں برداری اوامر اور نواہی الٰہی کے موجب سہولت اور آسانی اور مقبولیت کا ہے چوتھے یہ کہ یتیموں کے اوپر حق تعالیٰ مہربانی اور رحمت اپنی کرتا ہے بس ساتھ حکم تخلقوا باخلاق اللہ کے رعایت کرنی حال یتیموں اور محافظت کرنی مال اُن کے کی اور نفع کروانا تجارتوں اُن کی سے اوپر تمام خلائق کے لازم ہے پانچویں یہ کہ جس نے عیال اپنی کو خدا کے اوپر چھوڑا اور مال اپنے کو بیچ محافظت خدا کے اور پناہ اُس کی کے سونپا حق تعالیٰ نے اُس کی تعین طبع کے اوپر نفع بخشا چھٹے یہ کہ احسان کرنا والدین کے ساتھ اور خدمت کرنی اُن کی موجب نزول رحمت اور برکت کا جناب الٰہی کی طرف سے ہے ساتویں یہ کہ جو مال کہ اللہ کے واسطے خرچ کریں اور اُس کے عوض میں اُمید ثواب بڑھنے کی رکھیں چاہیئے کہ بہتر اور نفیس مالوں میں سے ہو اور دل پسند اور بیش قیمت ہو جیسا کہ یہ گاؤ تھی اور اسی واسطے قربانی کے حق میں بڑی تاکید آئی ہے کہ لاغر اور عیب دار نہ ہو آٹھویں یہ کہ بنی اسرائیل کو تنبیہ اور عبرت ہو جائے کہ جب گوسالہ زریں کی کہ سامری نے بنایا تھا بغیر حکم الٰہی کے تعظیم کی تو اس کے عوض میں ستر ہزار آدمیوں دوستوں اور بیگانوں کا قتل کرنا لازم ہوا تاکہ توبہ صحیح ہوئی اور اس گاؤ زریں کو اللہ کے حکم سے بہت ساز رخرچ کر کے خریدا اور حکم الٰہی سے ذبح کیا باعث ظاہر ہونے اس معجزہ عجیبہ کا ہوا کہ اُس کے عضو کے مارنے سے مردہ زندہ ہو گیا تاکہ معلوم کریں کہ گوسالہ پرستی بسبب مخالفت حکم الٰہی کے موجب اس وبال اور عذاب کا ہوئی اور گاؤکشی میں بسبب تابعداری حکم الٰہی کے اس قدر برکت ظاہر ہوئی اور کیا اچھا ہے کہ کہا گیا بیت

بے حکم شرع آب خوردن خطاست دگر خوں بہ فتویٰ بریزی رواست

باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ پہلے ذکر عامیل کے مارے جانے کا کس واسطے نہ کیا کہ شروع اس قصہ کا وہاں سے تھا اور بقرہ کا ذبح کرنا اُس سے پیچھے تھا چاہیئے تھا کہ ذکر اُس کا بھی بعد میں ہوتا اس میں کیا نکتہ ہے جواب لطیف اس سوال کا عنوان تفسیر میں گزرا تامل کرنا چاہیئے اس پر وہ جواب کہ دوسرے مفسروں نے لکھا ہے یہ ہے کہ اگر اسطرح ذکر کرتے تمام ایک قصہ ہو جاتا اور جو غرض کہ منظور تھی حاصل نہ ہوتی اس واسطے کہ غرض بیان کرنے اس قصہ کے سے اس مقام میں اولاً یہ ہے کہ بزرگوں تمہارے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بیچ پہنچانے

marfat.com

ایک حکم الٰہی ہے کہ حکمت اُس کی اُن کے فہم ناقص میں نہ آتی تھی تہمت استہزاء اور تمسخر کی لگا دیتے تھے اور پھر اس حکم کی جلدی سے بجا آوری نہ کی بلکہ بار بار کھود کھاد شروع کی اور یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ نزدیک اُن کے وحی الٰہی کی چنداں عزت نہ تھی اور حضرت موسیٰؑ کے فرمانے کو حساب میں نہ لاتے اور یہی بیماری سخت پہلی اُمتوں کی تھی کہ اپنے نبیوں کی نسبت سے ضعیف الاعتقاد ہوتی تھیں اور عقلی مصلحتوں کو مقدم اور پر احکام شرعیہ کے کرتی تھیں اور ثانیاً یہ ہے کہ تم ساتھ اس مرتبہ کے بد افعال ہوئے ہو کہ بزرگوں تمہارے نے جس زمانہ میں کہ قتل نفس محرمہ کا کیا تھا ایک دوسرے کو تہمت لگائی تھی اور بیچ پوشیدہ کرنے اس قصہ کے کوشش بھی کی تھی حالانکہ وحی نازل ہوتی تھی اور ایسا پیغمبر اولوالعزم اُن میں موجود تھا پس باعتبار جدا جدا ہونے ان دونوں غرضوں کے اور مقدم ہونے پہلی غرض کے دوسری سے اس قصہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے بیان کیا مگر اس تقدیم سے شبہ اس بات کا پڑا کہ کوئی شخص جدا جدا کرنے اس قصہ کے سے ایک قصہ کو دو قصہ سمجھ کر غلطی میں پڑے سو علاج اس کا کر دیا ہے کہ ضمیر بِبَعْضِهَا کی رجوع طرف بقرہ کے کرے گویا کہ اس سے تصریح ایک قصہ ہونے کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم باسرار کلامہ اور بھی اس جگہ جاننا چاہیے کہ قاتل خواہ عمداً یا خطاءً قتل کرے محروم ہونے میراث مقتول میں دونوں برابر ہیں بالاجماع اختلاف اس بات میں ہے کہ اگر قاتل حق پر ہو اور مقتول ناحق پر پھر بھی حرمان میراث کا ہوتا ہے یا نہیں امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر عادل باغی کو مارے یا کسی شخص پر حملہ کیا اور جس پر حملہ کیا تھا اُس نے حملہ کرنے والے کو مار ڈالا میراث سے محروم نہیں ہوتا ہے اور امام شافعی کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی میراث سے محروم ہوتا ہے گو گناہ اور عذاب نہ ہو یہاں تک بنی اسرائیل کی عادت کا بیان کہ انکار حکموں الٰہی کا ہمیشہ کرتے رہے ختم ہوا اب فرماتے ہیں کہ زیادہ تر تعجب حال تمہارے سے یہ ہے کہ جو چیز سبب نرم ہونے دل اور قبول کرنے نصیحت کی ہوتی ہے تمہارے حق میں وہی شے سبب سختی اور نہ ماننے نصیحت کا ہو جاتی ہے اس واسطے کہ تم حضرت موسیٰؑ کے عہد میں کبھی کافر ہوتے تھے اور کبھی ایمان لاتے تھے اور کبھی گناہ کرتے تھے اور کبھی توبہ اور ندامت کرتے تھے اور کبھی عہد شکنی تم سے ہوتی تھی اور کبھی اُس عہد کو محکم اور مضبوط کرتے تھے اور کبھی پیغمبر اپنے کو کہتے تھے کہ اتتخذنا هزوا اور کبھی اطاعت اور فرمانبرداری اُس کی آرزو تھے

marfat.com

کہ وانا انشاء اللہ لمھتدون ان مختلف حالتوں میں اور جُدا جُدا زمگتوں میں تمہارے دلوں میں فی الجملہ نرمی تھی اور صلاحیت قبول کرنے نصیحت اور خیر خواہی کی تم میں تھی اور بیماری تمہاری ہر چند کہ سخت ہوتی تھی تخفیف بھی قبول کرتے تھے اور سوء مزاجی تمہاری مستحکم تھی ثُمَّ یعنے پھر واقع ہونے واقعات ذکر کئے گئے کے اور مشاہدہ کرنے آیتوں روشن کے کہ ہر ایک نشانی اُن میں سے سمجھنے میں اور نصیحت پانے میں گویا ایک نسخۂ جامعہ تھا علی الخصوص دیکھنا زندہ ہوجانا مردہ کا دنیا میں واسطے قصاص کے اور قائم کرنے عدل کے دلیل روشن تھی اور پر حیات اُخروی کے واسطے جزا دینے کے قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ یعنی سخت اور بے دھڑک ہوئے دل تمہارے مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ یعنی بعد ان تمام معجزوں اور نشانیوں کے کہ سبب نرم ہوجانے دلوں کے اور قبول کرنے وعظ اور نصیحتوں کے تھے فَهِيَ یعنی پس وہ دل سختی میں كَالْحِجَارَةِ یعنی مانند پتھر کے ہیں نہ مانند لوہے کے اس واسطے کہ لوہا آگ میں نرم ہوجاتا ہے اور دل تمہارے بسبب آگ خوف اور ہیبت کے بھی نرم نہیں ہوتے ہیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً یعنی یا وہ دل زیادہ سخت ہیں پتھر سے سختی میں پس اس کے بھی قابل نہیں کہ اُن کو پتھر کے ساتھ تشبیہ دی جاوے اس واسطے وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ یعنی اور تحقیق بعضی جنس پتھروں کی سے جیسا کہ پہاڑ ہے لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ یعنی البتہ ایسی چیزیں ہیں کہ جاری ہوتی ہیں ان سے نہریں اور ندیاں چنانچہ کوہ سوالک اور مانند اُس کے ایسے ہیں جیسے کہ اجزا اُس پہاڑ کے بدل کر دھواں بن جاتے ہیں اور ہوا ہو کر پانی بن جاتے ہیں اور ہوا کو دوسری طرفوں سے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اس ہوا کھنچی ہوئی کو بسبب قوت بردی کے کہ اُن میں موجود ہے پانی بنا دیتے ہیں یا اس طریق سے کہ اجزے بہت اندر زمین کے جمع ہوتے ہیں اور ہر گاہ نسبت پہاڑ سخت کے کہ زمین کے اُوپر ہے اُن اجزوں کو مسامات اور راستے نہیں ملتے کہ جلدی سے زمین کے اندر سے نکل کر اوپر چلے آویں لاچار زور کر کے اُس پہاڑ کو جگہ جگہ سے پھاڑ کر نکلتے ہیں اور بسبب اس حرکت کے وہ اجزے پانی ہوتے ہیں اور پہاڑ کے اندر جگہ جگہ پانی جھرنے لگتا ہے اور پانی زیادہ ہوتے ہوتے زمین کو پھاڑ کر بہنے لگتا ہے کہ نہریں بن جاتی ہیں یا اس طریق سے کہ بعضے پتھر بسبب اس کے کہ روح ان کے اندر ہے پیغام الٰہی کہ نبیوں کے واسطے سے طرف اُن کے پہنچتا ہے اُس کے بجالانے کے واسطے ہوا کو پانی کے ساتھ بدل ڈالتے

یہود کی قساوت اور پتھروں کی حقیقت کا بیان

marfat.com

ہیں اور جیسا کہ پہاڑیں سے نہریں جاری ہو جاتی ہیں ان پتھروں میں سے ویسے ہی نہریں جاری ہو جاتی ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے پتھر میں کہ عصا کے مارنے سے چشمے جاری ہوتے تھے دیکھا ہے اور سُنا ہے تم نے وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ یعنے اور تحقیق جنس پتھر سے البتہ وہ ہے کہ پھٹ جاتے ہیں بسبب زور کرنے پانی تیز کے کہ اس کے پیچھے سے آوے فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ یعنی پس نکل آتا ہے اُس سے پانی اگرچہ سُست چلنے والا ہو جیسا کہ کوہستان میں دیکھا جاتا ہے کہ چشمے ہلکے ہلکے چلتے ہیں کہ مادہ اُن کا پتھر کے نیچے سے آتا ہے اور فرق اس صورت میں کئی طرح سے ہے جیسے کہ تفسیر کی عبارت سے معلوم ہو چکا اور عمدہ فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں شگاف چوڑے چوڑے جگہ جگہ پیدا ہوتے ہیں اور جو مادہ کہ پہاڑ کے اندر رُکا ہوا ہے بصُورت پانی کے منقلب ہو کر اُن میں سے نکلتا ہے اور دُوسری صورت میں شگاف دراز چھوٹے عرض کا ایک ہی جگہ میں بسبب آنے مادہ کے عقب پہاڑ کے سے پیدا ہوتا ہے اور وہی مادہ کہ پیچھے سے زور کر کے آتا ہے ٹپک ٹپک کر نکلتا ہے وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ اور تحقیق جنس پتھر کی سے وہ چیز ہے کہ گرتا ہے پہاڑ کے اوپر سے نیچے مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ بسبب خوف اللہ کے اور دل تمہارے نرم بھی نہیں ہوتے ہیں چہ جائیکہ پانی ہو دیں اور نہ پھٹتے ہیں کہ اُن کے اندر نصیحت اور وعظ داخل ہو جائے اس کے کہ اثر وعظ اور نصیحت کا اُن میں پیدا ہووے اور وہاں سے اثر اُس کا اعضا کی طرف پہنچے اور نہ نخوت اور تکبر اُن کا گھٹتا ہے باوجودیکہ حوادث اور مصائب سخت وارد ہوتے رہتے ہیں یہ ہے حال دلوں تمہارے کا اور وصفوں دلوں کا وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ اور نہیں ہے خدا غافل اُس چیز سے کہ کرتے ہو تم بدن کے کاموں سے اور انھیں کاموں کے سبب سے دلوں تمہارے کا بھی احوال ظاہر ہوتا ہے پس دل بھی تمہارے اندر سے خراب ہیں اور ایسے ہی اعمال اور اعمال اور ظاہر تمہارا بُرا ہے یا اس طرح مطلب اس آیت کا بیان کیا جاوے کہ یہ ہیں افعال اور آثار پتھروں کے کہ دلالت اوپر گونہ نرمی کے کرتے ہیں اور نہیں ہے خدا غافل عملوں اور فعلوں تمہارے سے کہ تمام آثار سنگدلی اور سختی کے ہیں اور بالکل نرمی کا نشان نہیں باقی رہیں اس جگہ چند باتیں کہ اُن کی تحقیق ضروری ہے اول یہ کہ پتھروں کو ساتھ صفت خشیۃ کے کہ بمعنی ترس کے ہے موصوف کیا ہے اور خوف اور ڈر بغیر حیات اور عقل

marfat.com

کے نہیں ہوتا ہے اور پتھر ان دونوں صفتوں سے خالی ہیں پس وصف اُن کے ساتھ اس صفت کے کس طرح درست ہو سکتے ہیں جواب نزدیک اہل سنت اور جماعت کے یہ ہے کہ تمام جمادات اور حیوانات کے اندر روح مجرد ہے کہ ساتھ لفظ ملکوت کل شئ کے بیچ آیت فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ کے اُس سے تعبیر فرمائی ہے اور وہ روح مجرد شعور اور ادراک اور حیات رکھتی ہے اور صلوٰۃ اور تسبیح جمادات اور حیوانات کی کہ بہت جگہ کلام الٰہی میں ذکر اُس کا آیا ہے جیسے کہ کلٌّ قد علم صلوٰتہ وتسبیحہ وان من شئ الا یسبح بحمدہٖ و لکن لا تفقہون تسبیحھم ساتھ اُسی رُوح کے ہے لیکن اُس روح کو علاقہ تدبیر اور تصرف کا اُن کے بدنوں میں نہیں اور نہ اثر اُس کا روح حیوانی کے واسطے سے پہنچتا ہے بلکہ مانند روحوں فرشتوں کے کہ اپنے بدنوں میں بلا واسطہ روح حیوانی کے تصرف کرتے ہیں یہ روحیں بھی پرتو اور روشنی اپنی جسم خاص پر ڈالتی ہیں اور اُس وقت میں اُس جسم سے افعال شعور اور ارادہ کے صادر ہوتے ہیں اور یہ تعلق دائمی نہیں تاکہ محل تکلیف اور ثواب اور عذاب کے ہوں اور آخرت میں ظہور آثار ان روحوں کا اپنے بدنوں میں ہمیشہ ہوگا اور اسی سبب سے گواہی دیں گے اور کلام کریں گے اور شاخیں اور پھل بہشت کے بہشتیوں کی آواز کا جواب دیں گے اور اس جہان میں کہ حکم ارواح کا اُن میں غالب نہیں ساتھ قوت نفس قدسیہ کے وہ تعلق پرتو ڈالتا ہے اور پھر پوشیدہ ہو جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ درختوں اور پتھروں اور حیوانوں بے زبانوں نے ساتھ نبیوں کے کلام کیا ہے اور نبیوں کے فرمانے سے کلام اور اداے شہادت اور جواب دینا اور فرمانبرداری اُن کے حکموں کی کی ہے اور بقدر تواتر کے ایسے امور انبیاء علیہم السلام سے منقول ہوئے ہیں منجملہ اُن امور کے یہ ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اوپر پہاڑ ثبیر کے تشریف رکھتے تھے اور کفار آں حضرتؐ کے تجسس میں تھے پہاڑ نے عرض کی یارسُول اللہ اس جگہ سے نیچے اترو کہ میری پُشت پر سے تم کو پکڑلیں اور مجھ کو شرمندگی حاصل ہو اور صحیح مسلم میں ساتھ روایت جابر بن سمرہ کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صحت کو پہنچا کہ فرمایا آں حضرتؐ نے پہچانتا ہوں میں ایک پتھر کو کہ مکہ میں ہے پیشتر نبوت سے میرے اوپر سلام کرتا تھا اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ سے بھی سلام کرنا مکہ کے پتھروں کا اوپر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منقول ہوا

marfat.com

اور صحت کو پہنچا اور صحیحین میں ساتھ روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے آیا ہے کہ جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو احد کا پہاڑ نظر آیا فرمایا کہ ھذا جبل یحبنا ونحبہ اور صحیحین میں ساتھ روایت ابو ہریرہ اور صحابہ کے آیا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قصہ ایک بیل کا بیان فرماتے تھے کہ اُس کو ایک شخص پکڑے ہوئے لے جاتا تھا اس کے دل میں آیا کہ اس پر سوار ہو جاؤں اُس بیل نے کہا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے سواری کے واسطے پیدا نہیں کیا ہے واسطے کھیتی کے پیدا کیا ہے اور بولنا بھیڑیے کا بھی حدیث شریف میں آیا ہے اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے اور صحیحین میں ساتھ چند روایتوں کے ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم حرا کے پہاڑ پر تشریف رکھتے تھے کہ اُس پہاڑ کے پتھروں نے بطور زلزلہ کے ہلنا شروع کیا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس پتھر کو لات ماری اور فرمایا کہ ادب سے رہ اس واسطے کہ تیری پشت پر اور کوئی نہیں مگر پیغمبر اور صدیق اور کئی شہید بمجرد فرمانے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہاڑ ٹھہر گیا اور آواز کرنا ستون حنانہ کا بسبب مفارقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قدر مشہور ہے کہ حاجت بیان کی نہیں اور رونا اُس ستون کا اور خاموش ہو جانا اُس کا بعد شفقت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صریح دلالت اُس کے شعور اور حیات پر کرتا ہے اور سب آیتوں میں یہ آیت زیادہ تر اس پر دلالت کرتی ہے اور تاویل بھی اس میں نہیں کہ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ اور سوا اس کے اور دلیلیں بھی ظاہر اور روشن ہیں دوسری بات یہ ہے کہ اگر مراد اس آیت سے طعن کرنا کفار اور فجار سنگدل پر ہے اس طرح سے کہ پتھر خدا کے حکموں کو بجالاتے ہیں اور اُس سے ڈرتے ہیں اور تم اُس کے حکموں کو بجا نہیں لاتے ہو اور نہ اُس سے ڈرتے ہو پس یہ مطلب ظاہر نہیں اس واسطے کہ جو امر خود بخود جبلت میں پیدا ہو جاوے اور طبیعت اس کو تقاضا کرے نہ انسان ایسی شے سے انکار کرتا ہے اور نہ پتھر اور نہ درخت اور اوامر اور نواہی شرعیہ اور تکلیفوں شرع کا قبول کرنا پتھروں اور درختوں اور جمادات سے ثابت نہیں ہوا تا کہ بسبب اُس کے الزام دے سکیں اور بسبب نہ قبول کرنے اُس کے کے اُن کو پتھروں سے زیادہ سخت کہا جاتا

جانوروں اور جمادات سے خرق عادات کا ظہور

جواب اس کا یہ ہے کہ طبیعت کے الہاموں کا قبول کرنا ہر چند پتھروں اور فاجروں سنگدلوں میں برابر ہے لیکن پتھروں کی کمال فرمانبرداری اسی قدر کافی ہے کہ اُن کی خلقت میں عقل اور شعور اور حس اور حرکت نہیں رکھی گئی قبول کرنا حکموں الٰہی کو گو طبیعت کے تقاضے سے ہو بڑے تعجب اور کمال کی بات ہے اور کفار اور فجار سنگدلی ہیں کہ سب طرح کی عقل اور شعور اور سمجھ رکھتے ہیں اُن کے واسطے الہامات طبیعی کا قبول کرنا اور تقاضائے جبلت سے امر الٰہی کو مان لینا بعید نہیں اور یہ بات پایۂ اعتبار سے ساقط ہے اس واسطے کہ کمال انسان کا اس میں ہے کہ موافقت الہام ناموسی کے کرے اور جو احکام شرع کے رسُولوں اور وارثوں اُن کے کے واسطہ سے پہنچتے ہیں، اپنے اختیار سے اُن کو قبول کرے اور عمل میں لاوے پس جمادات اپنے کمال کو پہنچ جاتے ہیں اور جو الہام کہ لائق اُن کے ہے اُس کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور فجار سنگدل حد کمال اپنے کو نہیں پہنچتے ہیں اور فرمانبرداری اس الہام کی کہ لائق اُن کے ہے نہیں کرتے ہیں پس قساوت اور سختی میں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں اور اس کی مثال ایسی ہے کہ کہتے ہیں کہ اس سال میں موسم گرمی کا زیادہ گرم ہے موسم جاڑے کے سے یعنی گرمی اس کی شدت اور کمال میں زیادہ تر ہے تری جاڑے کی سے جو کہ موافق اُس موسم کے ہے تیسری یہ بات ہے کہ کفار سنگدلوں کے اور پتھروں کے درمیان میں فرق کے واسطے تین قسم کے پتھر ذکر کئے گئے ہیں حالانکہ ذکر ایک قسم کا بھی اس بات کے واسطے کافی تھا اس اطناب کی کیا وجہ ہے جواب ذکر تین قسم کے پتھر کا اشارہ ہے طرف معرفت سلوکیہ کے اس واسطے کہ نزدیک اہل سلوک کے تمام دل چار مرتبہ پر ہیں اوّل وہ دل ہے کہ نور الٰہی میں ڈوبا ہوا ہو اور علم کے دریا میں فنا ہوا ہو اور اُس دل میں نہریں معرفت کی جوش کرتی ہوں اور سبب زندگی دلوں راہ ڈھونڈنے والوں کا اور فیض چاہنے والوں کی ہو اور ایسے دل اہل اللہ اور سابقین کے دل ہیں اور ایک دل ایسا ہے کہ دریائے علم سے سیر ہو کر باعث نفع خلائق کا ہو اور یہ دل علماء راسخین کے ہیں تیسرا وہ دل ہے کہ فرمانبرداری اور اطاعت میں مشغول ہے اور یہ دل زاہدوں اور عابدوں کے ہیں اور کمتر حال پتھر کا یہ ہے کہ اللہ کے خوف سے نیچے کو گر پڑے یعنی فرمانبرداری کرے حکم طبیعی کی کہ اللہ نے اُس کے اوپر حاکم کیا ہے اور حکم طبیعت اُس کی کا یہی ہے کہ میل مرکز کی طرف کرے یعنی بسبب بھاری ہونے کے نیچے کو جاوے

marfat.com

اور جب اس حد سے گزرتا ہے پانی کو راستہ دیتا ہے اور بسبب لطافت جوہر کے مسام باریک اس میں پیدا ہوتے ہیں کہ ترشح پانی کا ان کے اندر سے ممکن ہو پھر جب اس حد سے بھی بڑھتا ہے تو قوت مستحیل کرنے ہوا کو پانی کی طرف پیدا ہو جاتی ہے اور سامان جاری ہونے نہروں کا اُس میں بہم پہنچتا ہے چو تھا دل غیر متاثر یعنی اثر قبول نہ کرے اور بسبب کمال سرکشی اور غرور کے بےخوف ہوتا ہے اور فیض علمی کو قبول نہیں کرتا ہے اور اطاعت کی طرف نہیں آتا ہے اور ایسا دل کفار اور فجار کا ہے اور کوئی چیز سخت مثل لوہے پتھر وغیرہ کی اُس کے ساتھ مشابہت نہیں رکھتی ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عنایت کی ہے یعنی ہدایت اور علم مانند مینہ کے ہے کہ کثرت سے زمین پر برستا ہے پس جو ٹکڑا زمین کا کہ پاک اور پاکیزہ اور نرم ہے پانی کو پی لیتا ہے اور گھاس وغیرہ بہت اُس میں پیدا ہو جاتی ہے اور بسبب اُس کے نفع عام ہوتا ہے اور دُوسرا ٹکڑا کہ سخت اور نشیب میں ہے پانی اس کے اندر ٹھہر جاتا ہے اس سے بھی نفع آدمیوں کو پہنچتا ہے کہ پانی پیتے ہیں اور کھیتوں کو بھی پانی دیتے اور مواشی وغیرہ کو پلاتے ہیں اور ایک قطعہ زمین کا کہ شور اور ہموار ہے نہ پانی کی رطوبت اُس میں باقی رہتی ہے اور نہ اُس میں اکھٹا ہوتا ہے نہ کچھ اس میں پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی کے کام میں پانی اُس کا آتا ہے اور ایسی ہی مثال اس شخص کی ہے کہ ہدایت کو قبول کیا اور دوسروں کو بھی تعلیم کیا اور مثال اسکی ہے کہ اُس طرف سر بھی نہ اُٹھایا اور کسی طرح سے نفع بھی نہ لیا اور بعضے مفسرین اس طرح سے کہتے ہیں کہ تینوں قسم کے پتھر اشارے ہیں طرف تاثیروں الٰہی کے کہ غیب سے اُنھوں نے پتھروں میں ظہور پکڑا ہے پس وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار اشارہ ہے طرف اُس پتھر کے کہ بسبب مارنے عصائے موسیٰؑ کے بارہ چشمے اُس میں ظاہر ہوئے تھے اور وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء اشارہ ہے طرف اس پتھر کے کہ واسطے بند کرنے سیل عرم کے اُس کو مقرر کیا تھا اللہ کے حکم سے پھٹ کر سیل کے پانی کو راستہ دیا تاکہ ملک سبا کا خراب کردے اور وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ اشارہ ہے طرف پتھر سجیل کے کہ اللہ کے حکم سے آسمان کی طرف سے گرا اور لوط کی قوم کو زیروزبر کیا چوتھی بات یہ ہے کہ کلمہ أو کا شک کے واسطے ہے اور علام الغیوب کے کلام میں جگہ شک کی کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ کلمہ أو کا

marfat.com

اس جگہ شک کے واسطے نہیں بلکہ واسطے تخییر کے ہے یعنے جو سننے والا اُن کے حال کا ہے اُس کو اختیار ہے کہ اصل سختی اُن کی کا اعتبار کر کے اُن کے دلوں کو پتھر کے ساتھ تشبیہ دیوے یا سختی کے مرتبہ کا تصور کرے کہ کس مرتبہ کی سختی ہے پتھر کی سختی سے زیادہ جان کر اس تشبیہ کو چھوڑ دیا اور باعتبار سختی کے پتھر سے زیادہ ہونے کا اُن کے واسطے حکم کرے اور اگر کہا جاوے کہ تخییر انشاءات میں ہوتی ہے نہ اخبار میں جواب اس کا یہ ہے کہ ہر انشاء کو ایک خبر ضمنی لازم ہے جیسے کہ ہر ایک خبر کو انشاء بھی لاحق ہوتی ہے پس کبھی باعتبار تقاضائے مقام کے لازم ضمنی کی طرف نظر کرتے ہیں اور جو اعتبار کہ لائق اُس حال کے ہے اُس کی رعایت کرتے ہیں پانچویں یہ ہے کہ اشد قسوۃ کس واسطے کہا حالانکہ اس فعل سے اسم تفضیل کا وزن بھی ممکن تھا یعنی اقسی کہہ سکتے تھے لفظ اشد یا اکثر یا ازید کا اُس جگہ لایا کرتے ہیں کہ افعل التفضیل کا وزن اُس جگہ ممکن نہ ہو جیسے الوآن اور عیوبات میں جواب اس کا یہ ہے کہ دلالت قسی کی اوپر زیادتی قسادت کے دلالت اجمالی ہے اور دلالت اشد قسوۃ کی دلالت تفصیلی اس مقام میں کہ بیان شقاوت حال اُن کے کا ہے دلالت تفصیلی مناسب ہوئی اور اقسی اور اشد قسوہ کے معنی میں فرق بھی ہے لیکن باریک کہ قسی اوپر زیادتی قسوۃ کے دلالت کرتا ہے خواہ کیفیت کی حیثیت سے ہو یا کمیت کی حیثیت سے ہو اور اشد قسوۃ خاص زیادتی کیفیت کے اوپر دلالت کرتا ہے اور یہاں منظور بھی یہی ہے اور اس مقام سے معلوم ہوا کہ جس وقت منظور بیان زیادتی کمیت کسی فعل کا ہو اُس جگہ اکثر یا ازید کہنا چاہیے اور جس جگہ منظور بیان زیادتی کیفیت کا ہو اشد یا اقوی کہنا چاہیے اور افعل التفضیل نہ خاص زیادتی کیفیت کیلئے ہے اور نہ زیادتی کمیت کیلئے بلکہ احتمال دونوں کا رکھتی ہے اور اس کا استعمال اس جگہ آتا ہے کہ ابہام منظور ہو اور بیان خاص کمیت یا کیفیت کا نہ ہو چھٹی بات یہ ہے کہ وان من الحجارۃ لما یتفجر منه الانھار آخر کلام تک ظاہر میں بیان اُن دلوں کا ہے جو کہ قاسیہ اور سخت ہیں اس واسطے کہ پتھر دل کے ساتھ تشبیہ نہیں کی ہے نہ اُن دلوں کی کہ نرم ہیں لیکن اتنی بات ہے کہ جن کافروں کے ساتھ خطاب اور کلام ہو رہا ہے قسوۃ اُن کی اعلیٰ اور انتہا درجہ کو پہنچ گئی ہے اور اُن کے دل سختی تمام اور سخت دلوں سے بڑھ گئے ہیں اور اسی سبب سے ان کے دلوں کی تشبیہ پتھر کے ساتھ

marfat.com

لائق نہیں بلکہ پتھر سے سختی اُن کی زیادہ ہے پس یہ تینوں صفتیں سخت دلوں کی تصور کرنی چاہئیں کہ کیونکر ایسے دلوں میں تین مرتبہ متحقق ہوں گے اور اس جگہ قلوب صافیہ کے اندر ان تینوں صفتوں کا تصور کرنا نہ چاہیئے اور بیان اُن کی صفتوں کا کہ اہل سلوک سے منقول ہے پہلے ہو چکا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ دلوں کے مرتبے سختی کی حالت میں بھی مختلف ہیں جیسے کہ صفائی میں مختلف ہوتے ہیں اس واسطے کہ بعضے قلوب قاسیہ میں بھی چشمے جاری ہوتے ہیں اور یہ دل اُن لوگوں کے ہیں کہ مدت تک لذتوں اور خواہش نفسانی کو چھوڑ دیتے ہیں اور بسبب اس چھوڑنے کے فی الجملہ انوار رُوح کے اُن کے اُوپر غالب ہو جاتے ہیں اور بعضی باتیں اُن سے بھی خلاف عادت کہ کرامات سے ساتھ مل جاویں صادر ہوتی ہیں جیسے کہ ہند کے بعضے راہبوں میں دیکھی جاتی ہیں اور انھیں میں سے بعضی ایسی ہوتی ہیں کہ مثل پانی کے غیب کے علموں کا راستہ اُن میں ہو جاتا ہے اور اُن علموں کا آنا جانا رہتا ہے اور ایسے ہی دل اُن لوگوں کے ہیں کہ بشریت کے پردہ کو پھاڑ کر ایک پرتو عالم روح اور ملکوت سے اُن کو گھیر لیتا ہے اور اسی جہت سے بعضی آیتیں الٰہی اور معانی اس جہان کی کہ تعقل میں آتی ہیں اُن پر ظاہر ہو جاتی ہیں جیسے کہ حکماء اشراقیین کا یہی حال ہے اور بعضے اُن میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ خوف اور ڈر خدا کا اُن میں آجاتا ہے اور ایسے ہی دل ان لوگوں کے ہیں کہ بسبب تقرب بعضی ارواح کے پس پشت حجابوں کے سے عکس کسی کیفیت کا کیفیتوں میں سے اُن پر پڑتا ہے اور اس کیفیت سے لبریز ہو کر خوف اور ڈر اُن میں موجود ہوتا ہے اور یہ صفتیں اور مرتبہ اگرچہ مسلمانوں اور کافروں میں بھی پائی جاتی ہیں لیکن بغیر توجہ کے طرف عالم غیب کے اور ریاضتوں اور عبادتوں اور تصفیہ رُوح کے حاصل نہیں ہوتی ہیں اور اسی واسطے جو لوگ کہ فاسق ہیں گو کسی دین کے ہوں ان باتوں سے محروم ہیں کہ وہ اہل غفلت اور اہل غرور ہیں اور اس طرف انھوں نے اپنا سر نہیں اُٹھایا ہے اور فرق مسلمانوں اور کافروں میں اس قدر ہے کہ جس وقت یہ مرتبہ دونوں کو حاصل ہوتا ہے اُس وقت مسلمانوں کے مرتبہ کی تائید نور ایمان کیساتھ ہوتی ہے اور اس کے سبب سے قبولیت اور ترقی درجوں کی اور رضامندی ملاء اعلیٰ کے اندر پائی جاتی ہے اور جب کفاروں میں یہ مراتب پائے جاویں تو اُن کی تائید ساتھ نور ایمان کے نہیں ہوتی ہے اور قبولیت اور رضامندی جماعت اعلیٰ کی بھی اُن کو میسّر نہیں ہوتی حاصل

marfat.com

یہ ہے کہ کشف وغیرہ اور ظاہر ہونا خرق عادتوں کا کچھ خاص مسلمانوں ہی کے واسطے نہیں بلکہ یہ انوار روحیہ ہیں اور سبب حاصل ہونے اُن کے کا تصفیہ باطن کا ہے اور ترک کرنا لذتوں کا اور مجرد ہونا علائق سے ہے اسلام اس کی شرط نہیں اور کیا اچھا کسی نے کہا ہے بیت

صفا باخبث باطن نیز گاہے جمع میگردد بر و بالوعہ را چوں وزد می نشنید تماشا کن

اور اہل اسلام کے واسطے جو خاص چیز ہے وہ یہ ہے کہ احکام شریعت میں محکم قدم ہونا اور حاصل کرنی رضامندی عالم ملکوت والوں کی اور فیضان اور انوار اُس عالم کا حاصل ہونا القصہ جبکہ سرزنش بنی اسرائیل کی سے ساتھ یاد دلانے حالات بزرگوں اُن کے کے کہ دم بدم تعدی اور تکبر میں بڑھتے جاتے تھے اور جس قدر نعمتیں الٰہی اور معجزے نبیوں کے دیکھتے تھے کفران و ناشکری کرتے تھے اور تہمت اور بے اعتباری اُن کی شرع کے حکموں پر زیادہ تر ہوتی تھی فراغت پائی اب مسلمانوں کو خطاب فرماتے ہیں کہ یعنی اے مسلمانو! تم جانتے ہو اُن کی قساوت کو کہ جس قدر دلیلیں کثرت سے اُن کے اُوپر قائم کی جاتی ہیں اسی قدر کفر اور تکبر میں بڑھتے جاتے تھے پھر چاہتے ہو کہ وعظ اور نصیحت سے اُن کو راستہ پر لاؤ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ یعنی پس طمع رکھتے ہو کہ ایمان لاویں یہ لوگ کہ تمھارے زمانہ میں اُنھیں میں کے ہیں ساتھ دلیلوں اور نصیحتوں تمھاری کے وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ یعنی اور حال یہ ہے کہ تھا ایک فرقہ اُن میں سے پہلے زمانہ میں کہ اب تک پیغمبر تمھارے مبعوث نہ ہوئے تھے اور طالب اُن کی ریاست کے نہ تھے اور ساتھ حکم المعاصرة اصل المنافرة یعنی ہم عصر ہونا اصل تنافر کی ہے کسی وجہ سے نفرت اس پیغمبر سے نہیں آئی تھی اور تعصب اور جانبداری کہ مناظرہ کے وقت اہل علم ظاہری کو ہوتی ہے لاحق نہ ہوئی تھی اور باوجود اس کے يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ یعنی سُنتے تھے کلام خدا کے توریت کے اندر کہ اُس سے برحق ہونا پیغمبر تمھارے اور دین تمھارے کا معلوم ہوتا تھا اور کثرت بزرگیوں اور فضیلتوں تمھاری کا ثبوت ہوتا تھا ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ پھر تحریف کرتے تھے اس کلام کو کبھی لفظ اُس کے بدل ڈالتے تھے چنانچہ بجائے ابیض کے کہ بیچ بیان شمائل پیغمبر تمھارے کے تھا آدم بنا دیا اور بجائے ربعة مائلا الی الطول کے طوالا لکھ دیا اور کبھی تاویل فاسدہ اُس کی کرتے تھے چنانچہ فضائل اور کرامات اُمت مصطفوی کو اور صلاحیت اور خوبی اطوار اُنکے کو

تحریف توراۃ اور یہود کے عناد و طغیان کا بیان

کہ توریت اور زبور میں منصوص ہے اور پر انتظام امور دنیوی اور موافقت تدبیر اُن کی کے ساتھ تقدیر کے اور تسلط اور غلبہ اور اقبال ظاہری کے عمل کرتے تھے مِنۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ یعنی بعد اس کے کہ سمجھے تھے انھوں نے لفظ اور معنی اس کلام کے اس واسطے کہ اگر ان کو اس کلام کے لفظوں کے سُننے میں شبہ پڑتا ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ سمجھتے یا معنی میں شبہ پڑتا تو اس کلام سے اور معنی سمجھتے البتہ معذور ہوتے لیکن انھوں نے بعد جاننے کے کہ یہ لفظ ہے اور یہ معنی ہیں لفظ دُوسرا اصلی لفظ کی جگہ لائے کہ بالکل اُس لفظ کو توریت کے لفظ سے مشابہت نہ تھی یا معنی اپنی طرف سے تراش لئے کہ ہرگز لفظ اصلی اس معنی کے اوپر دلالت نہیں کرتا تھا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ یعنی اور وہ جانتے تھے تحریف کے وقت کہ یہ لفظ توریت کا نہیں ہے یا یہ معنی ہرگز خدا کی مراد نہیں پس کسی وجہ سے تحریف کرنے میں معذور نہ تھے اس واسطے کہ عذر کلام کی تحریف میں دو وجہ سے ہو سکتا تھا یا سُننے کے وقت لفظ اور معنی کو اچھی طرح نہ سمجھے یا وقت نقل کرنے اُس کلام کے لفظ اور معنی اُس کے ذہن سے فراموش ہو جاویں اور سوا اُن کو ان دو عذروں میں سے ایک بھی نہ تھا پس ان کی مثل ایسی ہوئی کہ کسی شخص نے کسی لکھنے والے کی ہجو میں کہا ہے کہ یسمع غیر ما یقال له ویفهم غیر ما یسمع ویکتب غیر ما یفهم ویقرء غیر ما یکتب ویترجم غیر ما یقرء یعنی سُنتا ہے غیر اُس شے کا کہ کہا جاتا ہے اُس سے اور سمجھتا ہے غیر اُس شئے کا کہ سُنتا ہے اور لکھتا ہے غیر اُس شے کا کہ سمجھتا ہے اور پڑھتا ہے غیر اُس شے کا کہ لکھتا ہے اور ترجمہ کرتا ہے غیر اُس شی کا کہ پڑھتا ہے اور احتمال ہے کہ اس طرح تفسیر کی جاوے کہ تحریف کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ جانتے ہیں کہ کلام الٰہی کی تحریف کرنے میں کس قدر ہم مستحق سخت عذاب الٰہی کے ہوتے ہیں اور بُرے کام کو باوجود اس کے کہ بُرائی اُس کی خوب طرح نزدیک اُس کے روشن ہے عمل میں لانا بہت بُرا ہے اس سے کہ بُرائی اُس کام کی اُس کو معلوم نہ ہو اور سوا اُس کو کرے اور روایتوں میں آیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام واسطے تصدیق احکام توریت کے ستر آدمیوں کو بنی اسرائیل میں سے ہمراہ اپنے لے گئے اور انھوں نے بلا واسطہ اپنے کانوں سے امر اور نہی الٰہی کو سُنا اور پھر اپنے لشکر اور قوم میں آکر بیان کیا کہ ہم نے پیچھے سے یہ بھی سُنا تھا کہ ان استطعتم ان تفعلوا هذه الاشیاء

marfat.com

فافعلوا وان لم تفعلوا فلا باس یعنے اگر ہو سکے تم سے پس کر لیجیو ان چیزوں کو اور اگر نہ کرو گے پھر بھی کچھ ڈر نہیں پس انھوں نے ان لفظوں کو اپنی طرف سے زیادہ کیا اور ایجاب کلام الٰہی کا کہ سُنا تھا اُس کو تخییر کے ساتھ بدل ڈالا اور مراد اس فریق سے کہ اس آیت میں مذکور ہے وہی گروہ ہے کہ جو کچھ اپنے کانوں سے سُنا تھا اُس میں اپنی طرف سے اور زیادہ کیا حاصل یہ ہے کہ تم کو ان آدمیوں سے کہ تمھارے زمانہ میں ہیں اور بسبب ہم عصر ہونے کے کمال نفرت تم سے رکھتے ہیں اور اپنے بزرگوں کی پیروی میں نہایت سرگرم ہیں کیا توقع اس بات کی ہے کہ وعظ اور نصیحت تمھاری سے ایمان لاویں اور اگر تمھارے دل میں اس طرح آوے کہ یہ حرکت ان کے بزرگوں سے ہوئی تھی اور جو ہمارے زمانہ میں لوگ ہیں ویسے نہیں اس واسطے کہ ہمارے روبرو ایمان کا اقرار کرتے ہیں بلکہ اپنے بزرگوں کی تحریف کو زبان سے ظاہر کرتے ہیں پس اُن کو اس اظہار میں سچا نجانو اور اُن کے ایمان کا بھی یقین نہ کرو اس واسطے کہ یہ لوگ بہت چھپاتے ہیں اور جو کوئی اُن میں سے ایمان ایمان کی باتیں یا تحریف بزرگوں کی ظاہر کرتا ہے اس کو خلوت میں نہایت ملامت کرتے ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ایک جماعت اُن میں سے وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا یعنی اور جب ملاقات کرتے ہیں ساتھ مسلمانوں کے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں اور یہ دین تمھارے کے اور اپنے دل میں اسی دین کو سچا جانتے ہیں لیکن ظاہر میں دین اپنے باپ دادوں کا نہیں چھوڑ سکتے ہیں اس واسطے کہ اپنے اقارب اور بزرگوں سے ڈرتے ہیں اور اسی واسطے ظاہر میں توریت کے حکموں پر عمل کرتے ہیں وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ اور جب تنہائی میں جاتے ہیں یعنے اُن میں سے کہ چھپانے والے نعت اس پیغمبر اور حقیقت اس دین کے ہیں طرف دوسروں کے کہ جن کی زبان سے اظہار تحریف بزرگوں اپنے کا ہوا اور موجود ہونے نعت اس پیغمبر کا اور حقیقت دین اُس کے کا اقرار کیا اور اس خلوت میں کوئی مسلمان میں سے نہیں ہوتا ہے قَالُوْٓا کہتے ہیں چھپانے والے ظاہر کرنے والے کو اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ یعنی کیوں بتا دیتے ہو تم مسلمانوں کو بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ یعنی اُن چیزوں کو کہ کھول دی ہے اللہ نے تمھارے اوپر علم کے خزانوں سے کہ توریت اور زبور اور دوسرے صحیفوں میں رکھی ہوئی ہیں اور اُن سے سمجھی جاتی ہیں تعظیم اُس پیغمبر کی اور حقیقت رسالت اُس کی کی اور فضیلت اور بڑائی

marfat.com

امت اُس کی کی اور پیمان اور عہد کر تم سے لیا ہے اور قبول کرنے حکموں اُس کے سے اور مدد کرنے
دین اُس کے کے لِیُحَاجُّوْکُمْ بِہٖ تاکہ انجام کام کا یہ ہو کہ یہ مسلمان ساتھ اس حجت اور دستاویز
کے تمہارے ساتھ مقابلہ کریں گے اور تم کو تخفیف اور ملزم کریں گے عِنْدَ رَبِّکُمْ یعنی نزدیک پروردگار
تمہارے کے کہ ہر کسی سے حجت اور دستاویز طلب کرے گا آیا تم ان کو اپنی طرف سے تلقین
حجت کرتے ہو اپنے اوپر اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا نہیں سمجھتے ہو کہ انجام اس کا کیا ہے ان سرسری
باتوں تمہاری سے ان کو دستاویز محکم ہو جاوے گی اس مقام میں جاننا چاہیے کہ اکثر مفسرین نے
عِنْدَ رَبِّکُمْ کے معنی میں بہت تردد کیا ہے اور ایسی تاویلات کی ہیں کہ مطلب سے بہت دور ہیں
وجہ تردد کی یہ ہے کہ اگر اُن کو خوف رسوائی اپنی کا قیامت کے دن رُوبرو پروردگار اپنے کے باعث
اس کلام کا ہوتا پس اس کی کوئی وجہ نہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ تمام حجتوں اور دلیلوں اور دستاویز
کو جانتا ہے نہ ظاہر کرنے سے خوف کس طرح دفع ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ اُن کو منظور انکار
کرنے سے یہ تھا کہ اگر ہم اپنی زبان سے اقرار کر لیں گے کہ یہ پیغمبر اور یہ دین برحق ہے اس میں زیادہ
رُسوائی اور فضیحت قیامت کے دن اگلے پچھلوں میں اللہ کے سامنے ہوگی اور جب تک کہ ہم نے
اقرار نہیں کیا فقط جاننے حاکم کے سے حجتوں اور دلیلوں کو اس قدر فضیحت اور رُسوائی نہیں چنانچہ
دنیاوی معاملات میں بھی تجربہ میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی زبان سے کسی کے حق کا اقرار کرے
یا دستاویز لکھ دے اور پھر رُوبرو حاکم کے انکار کرے نہایت رُسوا ہوتا ہے اور اگر آپ حاکم اُس
کو جانتا ہے یا اور گواہوں سے حق ثابت ہوتا ہے منکر کو اس قدر رسوائی اور فضیحت نہیں ہوتی
ہے اور جو لوگ کہ اس تفرقہ سے غافل ہیں کبھی عِنْدَ رَبِّکُمْ کو ساتھ معنی فِیْ کِتَابِ رَبِّکُمْ
کے لیتے ہیں اور کبھی ساتھ معنی فِیْ حُکْمِ رَبِّکُمْ کے اور کبھی ساتھ معنی بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ
رَبِّکُمْ کے اور یہ سب تاویلیں بعید اور احتمال ضعیف ہیں جیسا کہ ظاہر ہے اور بعید ہونے ان
تاویلات کی دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ اُن کے انکار پر انکار فرماتا ہے کہ آیا گمان کرتے ہیں
کہ اگر انھوں نے ان چیزوں کو چھپایا تم کو ان کے اوپر حجت نہ ہوگی اور خدا کو بھی دستاویز منظور
اُن کے کی بہم نہ پہنچے گا اَوَلَا یَعْلَمُوْنَ کیا وہ نہیں جانتے ہیں اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ
مَا یُعْلِنُوْنَ یعنی اس بات کو کہ حق تعالیٰ جانتا ہے اس چیز کو کہ پوشیدہ کرتے ہیں اور اس چیز

marfat.com

کو کو ظاہر کرتے ہیں پس اگر وہ چاہے تمام حجتیں مسلمانوں کو خود بخود بتلا دے کہ فلانی فلانی دستاویز تمہاری فلانی کتاب میں موجود ہے اس دستاویز سے ان کو ملزم کرو اور یہ بات بھی ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ جاننے والا ظاہر اور پوشیدہ کا ہے پس ان کے انکار کو بھی کہ خلوت میں ظاہر کرنے والوں پر کرتے ہیں تمہارے اوپر ظاہر فرمایا یہاں تک کہ دستاویز تمام تمہارے ہاتھ میں آئی اس واسطے کہ جب کہ انھوں نے خلوت میں انکار نہ کیا تھا فقط ظاہر کرنے والوں کی زبان سے اظہار پایا گیا تھا اور جب انھوں نے انکار ان پر کیا ان کی زبان سے بھی اظہار پایا گیا پس تمام اظہار کرنے والے ہوتے اور مسلمانوں کو کہنے کی جگہ ہاتھ آئی کہ تم سب اقرار کرنے والے ہو بعضے ہمارے سامنے اور بعضے خلوت میں پس انکار میں زیادہ تر فضیحت اور رسوائی ان کی ہوئی پس مثال ان کے انکار کی اُس احمق کی سی ہے کہ فر من المطر و وقع تحت المیزاب یعنی بھاگا مینہ سے اور کھڑا ہوا نیچے پرنالہ کے یہ حال اُن کے عالموں کا ہے کہ اپنے زعم میں کتاب دانی اور عقل مندی میں کمال رکھتے ہیں اور بسبب حماقت کے یہ بات نہیں سمجھتے کہ جب معاملہ خدا کے ساتھ ہے اُس کے نزدیک ظاہر کرنا اور چھپانا ایک سا ہے وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ اور بعضے اُن میں سے اُمّی ہیں کہ بالکل لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ہیں جیسے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں ویسے ہی ہیں اور اسی واسطے ان کو نسبت ماں کی طرف کی جاتی ہے اور اُمّی کہنے میں آتا ہے گویا وہ بیٹے فقط ماں کے ہیں باپ نہیں رکھتے ہیں کہ ان کی تربیت کرتا اور لکھنا پڑھنا سکھلاتا حالت ان کی ایسی ہے کہ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ یعنی کچھ نہیں جانتے ہیں کتاب کو نہ لفظ اس کے پہچانتے ہیں اور نہ معنی اُس کے سمجھتے ہیں اور باوصف اس کے اپنے تئیں اہل کتاب کہتے ہیں إِلَّا أَمَانِيَّ مگر کتنی آرزوئیں کہ کتاب کے تحریف کرنے والوں سے سُنی ہیں اور اُن کو موافق خواہش دلی اپنے کے پاکر خاطر نشین کیا ہے اور اپنے زعم میں اُن آرزوؤں کو خلاصہ مضمون کتاب کا جان کر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے لب لباب کتاب کا نکال لیا ہے انھیں آرزوؤں میں سے ایک یہ ہے کہ ہم کو اللہ کے ساتھ علاقہ سوائے بندگی اور مخلوقی کے کہ تمام لوگوں میں مشترک ہے اور بھی ہے کہ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ نے ہم کو بیٹا بنا لیا ہے پس جو گناہ ہم سے ہوتا ہے حق تعالیٰ بسبب کمال محبت اور شفقت کے درگذر کرتا ہے دوسری آرزو یہ ہے کہ باپ دادا ہمارے کوشش کر کے ہم کو چھڑا لیں گے تیسری

marfat.com

یہ ہے کہ یہود کے گروہ کو سات دن یا چالیس دن سے زیادہ عذاب نہ ہوگا چوتھی یہ کہ شریعت یہود کی قیامت تک واجب العمل ہے اور منسوخ ہونے والی نہیں پانچویں یہ کہ استعداد نبوت اور رسالت کی بنی اسرائیل کے خاندان میں ہے اور وں کو لیاقت ہرگز اس کام کی نہیں چنانچہ عوام اور جاہلوں کو قدیمی خاندان سلطنت میں بھی یہی اعتقاد ہے اور اسی قسم کی دوسری جھوٹی باتیں بھی بسبب تقلید کے اُن کے ذہنوں میں بیٹھی ہوئی ہیں مگر اس اعتقاد تقلیدی میں کہ علمائے بے عمل نے اپنے سے حاصل کیا ہے کفر سے خلاص نہیں ہوتے ہیں اور معذور نہیں ہوں گے۔

اس واسطے کہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ علمار ہمارے جھوٹ بولتے ہیں اور جب اُنکے جھوٹ اور رشوت ستانی کا دنیا کے معاملات میں تجربہ کرتے ہیں بس اُن کو خود اپنے عالموں کے کہنے کا یقین نہیں تا کہ معذور ہوں وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ اور نہیں ہیں وہ مگر یہ گمان قوی کرتے ہیں اور اعتقاد اُن کا فقط اسی قدر ہے کہ ظن غالب ہو جاتا ہے اور اُس کا اصول دین میں اعتبار نہیں جب تک یقین کامل نہ ہو پس علمار اور جہلا اُن کی گمراہی اور گناہ اور وبال میں دونوں برابر ہیں۔

اس واسطے کہ عالم پر فرض ہے کہ موافق علم اپنے کے عمل کرے اور جھوٹ بولنے اور تحریف کرنے کتاب کی سے احتراز کرے اور عامی کے اوپر فرض ہے کہ فقط تقلید اور ظن کے اوپر کفایت نہ کرے بلکہ یقین کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے البتہ اتنا فرق ہے کہ عذاب جاہلوں کا اُن عالموں کی نسبت سے جنھوں نے اُن جاہلوں کو گمراہ کیا ہے کم ہوگا اس واسطے کہ عذاب جاہلوں کا محض گمراہی کے سبب سے ہے اور عذاب عالموں کا بسبب گمراہی اور گمراہ کرنے کے ہے فَوَيْلٌ یعنی بُرا حال ہے لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ اُن عالموں کا کہ لکھتے ہیں کتاب تحریف کی ہوئی کو اپنے ہاتھوں سے باوجود اس کے کہ جانتے ہیں کہ ہماری تحریف کی ہوئی ہے اور زیادہ کرنا لفظ بِاَيْدِيْهِمْ کا واسطے بیان کرنے زیادتی قبح فعل اُن کے کے ہے کہ اگر نقل بسبب نادانی اور بے خبری کے اُس نسخہ کی کرتے کہ دوسرے نے اس کو پہلے زمانہ میں تحریف کیا ہوتا تو اس قدر مستحق وبال کے نہ ہوتے یہ خود آپ ہی تحریف کر کے اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا پھر کہتے ہیں کہ یہ لکھا ہوا ہمارا وہی ہے جو نازل ہوا ہے مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے پاس سے دو وجہ سے گناہ عظیم کے مرتکب ہوئے اوّل یہ کہ کلام محرف کو کتاب میں لکھتے ہیں کہ محض

marfat.com

لکھنا اس کا گناہ کبیرہ ہے اس واسطے کہ اگر وہ لکھا ہوا کسی کے ہاتھ آیا وہ شخص سبکو کلام الہٰی سمجھے گا اور گمراہ ہوگا گو انھوں نے نہ کہا ہو کہ یہ کلام خدا کا ہے اور اسی سبب سے اگر تفسیر اور ترجمہ اور شمار آیتوں کا اور محل نزول سورتوں کا اور علامت وقف اور ربع اور نصف اور عشر اور خمس کی اس طرح لکھی جائیں کہ قرآن کی عبارت ہیں اور اُس میں فرق نہ معلوم ہو حرام ہے بلکہ اس طرح کہ معلوم ہو جاوے کہ یہ قرآن میں داخل نہیں دوسرے یہ کہ بعد لکھنے اس تحریف شدہ کے نسبت اُس کی خدا کی طرف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کلام الہٰی ہے کہ صریح افترا کرنا خدا پر ہے پھر اور وجہ سے بھی اس نوشت وخواند میں مرتکب بڑے گناہ کے ہوتے ہیں اس واسطے کہ یہ بے ایمانیاں نہیں کرتے مگر لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا یعنی اس واسطے کہ خرید یں بدلے اس کہنے اور لکھنے کے قیمت تھوڑی کہ اُن کو اس تحریف سے خاطر داری سرداروں اور دُنیاداروں اپنے کی منظور ہوتی تھی یا لینا رشوت کا جاہلوں سے کہ موافق مطلب اُن کے کتاب سے روایتیں لکھ دیتے تھے اور یہ کمال بدبختی ہے کہ تھوڑے سے نفع کو کہ فنا ہونے والا ہے اجر عظیم ہمیشہ باقی رہنے والے کے بدلے میں لیتے تھے فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ پس بُرا حال ہے اُن لوگوں کا اس جہت سے کہ لکھا ہے ہاتھوں اُن کے نے وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ اور بُرا حال ہے اُن کا اس جہت سے کہ کماتے ہیں ساتھ اس لکھنے اور بتلانے کے رشوت دُنیا کی کہ تھوڑے دنوں میں فنا ہونے والی ہے باقی یہاں کئی باتیں تحقیق طلب ہیں اوّل یہ کہ ویل لغت عرب میں ایسا کلمہ ہے کہ مصیبت زدہ کو کہتے ہیں اور دلالت اسکی بدانجامی پر کرتا ہے گویا اس کلمہ کہنے والے کو ایسا منظور ہوتا ہے کہ یہ اس مصیبت سے کبھی خلاص نہ ہوا اور زیادہ تر گرفتار ہو جاوے اور ویح اور ویس بھی اسی طرح مصیبت زدہ پر استعمال کرتے ہیں لیکن ان میں منظور ترحم اور خواہش خلاصی اس مصیبت زدہ کی مصیبت سے ہوتی ہے اور ویب مرادف اور ہم معنی ویل کا ہے اس کا استعمال بھی بدخواہی کے مقام میں ہے ابونعیم بیچ کتاب دلائل النبوۃ کے امیرالمومنین حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں الویح والویل بابان فاما الویح فباب رحمۃ واما الویل فباب عذاب یعنی ویح اور ویل دو دروازے ہیں اس پر ویح دروازہ رحمت کا ہے اور ویل دروازہ عذاب کا ہے اور ابراہیم عربی نے بیچ فوائد

marfat.com

اپنے کے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مجھ سے کلام اور خطاب فرماتے تھے اور مجھ کو ویحک کہا میں نے اس کلمہ کے سُننے سے بہت اضطراب کیا اور تنگ دل ہوئی فرمایا کہ اے سرخک ویحک اور ویلک رحمت ہے اس سے تنگ دل مت ہو لیکن ویل سے تنگ دل ہو حاصل یہ ہے کہ یہ کلمہ کہ کلام الٰہی میں ہے بعضے گروہ کافروں اور فاجروں کے حق میں وارد ہوا ہے قیامت کے دن اس وعید کا پورا کرنا کئی کئی طرح سے ظہور پکڑے گا اور یہود محرفین کتاب کے حق میں ایک پہاڑ آگ کا ظاہر ہو کر اُن پر گرے گا اور اُن کا جسم پاش پاش ہو جائے گا جیسے کہ انھوں نے کتاب اللہ کو تحریف سے پاش پاش اور جُدا جُدا کر دیا ہے اور کافروں اور متکبروں کے حق میں ایک غار کی صورت میں نمودار ہوگا اور اُن کو اُس کے قعر میں لعوض تکبر اور خود پسندی کے گرایا جاوے گا اور بیچ حق چودھریوں بے دین کے کہ اپنے گروہ پر ظلم اور ستم کرتے ہیں ایک پتھر کی صُورت میں ظاہر ہوگا اور وہ پتھر نہایت گرم اور دہکتا ہوا ہوگا اور اُن لوگوں کو اُس پتھر پر چڑھاویں اور اُتاریں گے اور فاسقوں کے حق میں خصوصاً شراب خواروں کے واسطے ایک ندی بہتی ہوئی کی صُورت میں ظاہر ہوگا کہ اُس ندی میں زرد پانی بدبودار دوزخیوں کے بدن کا جاری ہوگا اور ان کو اس ندی کا پانی پلایا جاوے گا اور امام احمد اور ترمذی بیچ باب صفۃ النار کے اور ابو یعلی اور طبرانی اور ابن حبان بیچ صحیح اپنی کے اور حاکم بیچ مستدرک کے اور بیہقی بیچ کتاب البعث کے ساتھ روایت ابو سعید خدری وغیرہ کے لاتے ہیں کہ آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے ویل نام ایک کوئیں کا ہے جہنم میں کہ کافروں کو اُس میں ڈالیں گے اور چالیس برس تک نیچے چلے جاویں گے تب بھی عمق اس کا تمام نہیں ہوگا اور ابن جریر نے حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ سے بیچ تفسیر فویل لھم مما کتبت ایدیھم کے نقل کی ہے کہ آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ ویل ایک پہاڑ ہے آگ کا اور وہ وہی پہاڑ ہے کہ گرے گا اوپر یہود کے اس واسطے کہ انھوں نے تحریف کیا ہے توریت کو اور زیادتی اور کمی کی ہے کلام الٰہی میں اور بزار اور ابن مردویہ نے سعد بن وقاص سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں ایک بڑا ہاتھ آگ کا ہے کہ اس کو ویل کہتے ہیں چودھریوں بے دین اور جماعت داروں بے ایمان کو اس کے اوپر

marfat.com

آثار یہ، اور چڑھا دیں گے اور طبرانی اور بیہقی نے کتاب البعث میں ابن مسعود سے اور ابن ابی حاتم نے نعمان بن بشیر رضی سے روایت کی ہے کہ ویل نام ایک نالہ کا ہے کہ دوزخ میں بہتا ہے اور اُس میں پیپ اور زرد پانی دوزخیوں کا جاری ہے اور صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ جو کوئی شراب خوری میں بغیر توبہ کئے مرا تو ذمہ اللہ کے ہے کہ اُس کو نچڑا ہوا پانی دوزخیوں کے بدنوں کا پلا دینگا اور عبداللہ بن مبارک نے بیچ کتاب الزہد کے اور بیہقی نے بیچ کتاب البعث کے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے کہ ویل نام ایک نالہ کا ہے دوزخ میں کہ اگر دنیا کے پہاڑوں کو اس کے اندر ڈال دیں تو گرمی اُس کی سے پگھل کر پانی ہو جاویں دوسری یہ کہ جب اس کلام میں منظور بیان اس بات کا تھا کہ محرفین کا عذاب زیادہ ہے امیوں کے عذاب سے پس چاہیئے تھا کہ زیادتی کی تینوں وجہیں ذکر فرماتے فقط دو وجہ پر کہ مما کتبت ایدیھم و مما یکسبون ہیں کس واسطے کفایت کی اور یقولون ھذا من عند اللہ کو کس واسطے ساقط فرمایا جواب اس کا یہ ہے کہ کہنا کلام محرف کا کتاب میں محض اسی واسطے تھا کہ جاہل لوگوں سے کہیں ھذا من عند اللہ یعنی یہ اللہ کے پاس سے ہے اور مطلب ان بدبختوں کا اس حرکت سے یہی گفتار نابکار تھی اور یہ جو کہ فقط لکھنے سے بغیر کہنے کے کچھ فائدہ مرتب ہوتا ہے کہ دوسرے کو اشتباہ واقع ہو جائے کہ یہ کلام الٰہی ہے یہ اُن کے خیال میں نہ تھا اور نہ اُس کا ارادہ تھا اور نہ اثر مرتب ہوا تھا اور نہ اُس کا ہونا قطعی تھا اس واسطے اس لکھنے اور کہنے کو ایک گناہ اعتبار کیا اور پہلی خبر کو ان دونوں میں سے بیان کیا یعنے لکھنے کو اس واسطے کہ جب لکھنے سے یہی مقصود تھا اور اس کہنے ہی کی نیت سے لکھا تھا گویا کہ فراغت پائی پس بعد ذکر لکھنے کے کچھ حاجت نہیں کہ کہنے کا ذکر کریں تیسری بات یہ ہے کہ مناسب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فویل لھم مما کتبت ایدیھم و ویل لھم مما کسبوا فرماتے یعنی دونوں جگہ صیغہ ماضی کا لاتے اور اگر حکایت حال گذرے ہوئے کو واسطے حاضر کرنے اُس حال قبیح کے مد نظر مضارع کو بجائے ماضی کے لاتے پس دونوں جگہ یہی مناسب تھا یعنی مضارع کے صیغہ دونوں جگہ ہوتے اس طرح کہ فویل لھم مما یکتبون بایدیھم و ویل لھم مما یکسبون جیسے کہ صدر آیۃ میں اسی طرح فرمایا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جب کتابت ان کی ایک بار ہو چکی اور اس

marfat.com

کلام محرف کو ایک نسخہ میں لکھ کر چھوڑ دیا تعبیر اس کی ساتھ صیغہ ماضی کے مناسب ہوئی اور رشوت ستانی ان کی تمام نہیں ہو چکی بلکہ ہر بار طالب اس مضمون کا انکے آگے آتا تھا اسے اسی نسخہ محرفہ سے نشان دیتے اور موافق اُس کی خواہش کے بیان کرتے پس تعبیر اس کی ساتھ صیغہ مضارع کے کہ دلالت اوپر استمرار تجددی کے کرتا ہے ضرور ٹھہوئی اور معمول تحریف کرنیوالوں کتابوں کا اور جعلسازی اور فرمان اور پروانے بنانے والوں کا اور مہریں جھوٹی کرنے والوں کا یہی ہے اور ایک بار ان چیزوں فریب کی کو درست کر کے رکھ چھوڑتے ہیں اور وقت حاجت کے اُسی سے مطلب اپنا حاصل کرتے ہیں چوتھی یہ ہے کہ صدر آیت میں یعنی اول میں فویل للذین من یکتبون الکتاب بایدیھم واقع ہوا ہے پس تکرار اسی مضمون کا آخر آیت میں کس واسطے فرمایا جواب اس کا یہ ہے کہ مطلب شروع آیت کا اور اخیر آیت کا جدا جدا ہے دو وجہ سے اول یہ ہے کہ صدر آیت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ موصوف ان صفتوں کے ساتھ ہیں حال بد رکھتے ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ ان صفات کو بھی بیچ برائی انجام اُن کے کے دخل ہے یا نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ ذکر ان صفتوں کا محض علامت اور پہچاننے کے واسطے ہو جیسے کہ اس مثال میں یا غلام اعط درھما صاحب الثوب الاحمر یعنی اے غلام دے تو ایک درہم سُرخ کپڑے والے کو یہاں سُرخ ہونا کپڑے کا محض نشان بتلانے کے واسطے ذکر کیا ہے اور دینے نہ دینے میں اس کو دخل نہیں اور اخیر آیت سے دخل ان صفتوں کا بدانجامی ان کی میں معلوم ہوتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ اگرچہ موافق اس قاعدہ کے کہ تعلیق الحکم بالوصف یشعر لعلیتہ یعنی معلق کرنا حکم کا ساتھ وصف کے مشعر ہے ساتھ علت ہونے اس وصف کے واسطے اُس حکم کے دخل ان صفتوں کا بیچ خرابی حال اُن کے کے شروع آیت سے بھی سمجھا جاتا ہے لیکن یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مجموع دونوں صفتوں کو اس امر میں دخل ہے اور یہ بات نہیں سمجھی جاتی ہے کہ ہر ہر صفت کو علیحدہ علیحدہ اس امر میں دخل ہے بغیر زیادتی عذاب اُن کے کے امیوں کے عذاب سے دو جہتوں سے سمجھی نہیں جاتی مگر آخر آیت سے یہ بات سمجھی جاتی ہے کہ مقابل ہر جہت کے کلمہ ویل کا لاتے ہیں پانچویں یہ ہے کہ بعضے پہلے مفسروں میں سے کہ ظاہر بین ہیں مضمون اس

marfat.com

آیت کا دیکھ کر کہ ظاہر ہیں اس کے اندر ذکر تحریف اور افترا اور تعین ثمن قلیل کا کہ کس جنس سے ہے اور کونسی چیز یہ ہے آیا عوض کاغذ اور سیاہی اور قلم اور محنت کتابت کے ہے یا عوض مضمون کے کہ اُس سے مستنبط ہوتا ہے اُس میں موجود نہ تھا قائل اس بات کے ہوتے ہیں کہ خرید و فروخت قرآن کی حرام ہے عبد الرزاق اور ابن ابی داؤد نے بیع مساحف کے ابراہیم نخعی سے اور انھوں نے اعمش سے روایت کی ہے کہ کہتے تھے یکرہ ان تکتب المصاحف بالاجرۃ یعنی مکروہ ہے یہ کہ لکھے جاویں قرآن ساتھ اُجرت کے اور اس آیت کو استدلال کے مقام میں پڑھتے ہیں فویل للذین یکتبون الکتٰب بایدیھم الی اٰخرھا اور ابو الضحٰے سے روایت ہے کہا ہے انھوں نے کہ میں نے تین آدمیوں کوفہ کے بزرگوں سے مسئلہ خریدنے قرآن کا دریافت کیا عبد اللہ بن یزید خطمی اور مسروق بن الاجدع اور شریح تینوں نے کہا کہ لاتاخذ علی الکتاب ثمنًا یعنی نہ لے تو اوپر کتاب کے ثمن اور ابی الدنیا نے طریق قتادہ کے سے زرارہ بن اوفیٰ سے انھوں نے مطرف سے روایت کی ہے کہ میں بیچ فتح شہر تستر کے ہمراہ ابوموسیٰ اشعری رضؓ کے حاضر تھا اس غنیمت میں دو دو پٹہ کتان کے پائے میں نے اور ایک صندوقچہ بھی ٹوٹا کہ اُس میں کوئی کتاب کتب الٰہی سے توریت یا زبور یا انجیل تھی اور ہمارے لشکر میں ایک شخص مزدور تھا قوم نصاریٰ سے اُس نے کہا کہ اس صندوقچہ کو میرے ہاتھ فروخت کرو کہ قدردان اور سمجھنے والا اس کتاب کا میں ہوں اور اُس کا نعیم نام تھا پس مسلمانوں نے اس بات کو مکروہ جانا کہ اس کے ہاتھ کتاب اللہ کو بیچیں صندوقچہ کو بعوض دو درم کے اُس کے ہاتھ فروخت کیا اور اس کتاب کو بغیر قیمت اس کے حوالہ کیا قتادہ کہ راوی اس قصہ کا ہے کہتا تھا کہ اسی جگہ سے کراہیت فروخت کرنے قرآنوں کی ثابت ہے اس واسطے کہ ابوموسیٰ اشعری اور یاروں ان کے نے کتاب الٰہی کا فروخت کرنا جائز نہ کیا اور ابن ابی داؤد نے بھی سعید بن مسیبؒ اور حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ یہ دونوں بزرگ بیع مصحف کی مکروہ کہتے تھے اور حماد بن ابی سلیمان استاد حضرت امام اعظم رضؓ سے نقل لائے ہیں کہ ایک شخص نے اُن سے پوچھا کہ قرآن کے فروخت کرنے میں کیا فرماتے ہو جواب دیا کہ ابراہیم نخعی خرید اور فروخت قرآن کو مکروہ رکھتے تھے اور ساتھ روایت سالم کے لایا ہے کہ

marfat.com

عبداللہ بن عمر جب بازار میں گزرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ کوئی قرآن بیچتا ہے فرماتے تھے کہ بُری تجارت ہے یہ تجارت اور ساتھ روایت سعید بن جبیر کے لائے ہیں کہ ابن عمر فرماتے تھے کاش کہ میری زندگی میں کوئی حاکم پیدا ہووے کہ ہاتھ کاٹنے کا حکم قرآن کے بیچنے والوں کے واسطے دے اور کراہیت اس تجارت کی حضرت امیر المومنین عمرؓ اور ابن مسعود سے بھی منقول ہے بیچ کتاب ابن ابی داؤد کے کہ کتاب المصاحف نام اُس کا مشہور ہے اور عبداللہ بن شقیق عقیلی سے عبدالرزاق اور ابن ابی داؤد نقل لائے ہیں کہ کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشددون فی بیع المصاحف ویرونہ عظیما یعنے اصحاب رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تشدد کرتے تھے بیچ بیع مصاحف کے اور دیکھتے تھے اس کے تئیں بڑا سخت امر اور حضرت امام زین العابدینؓ نے روایت کی ہے کہ صحابہ کے زمانہ میں بیچنا مصاحف کا مروج نہ تھا عادت ایسی تھی کہ جس کو لکھوانا قرآن کا منظور ہوتا تھا خالی دوات قلم لے کر متصل منبر کے بیٹھتا تھا جو مسلمان کہ آتا تھا اس سے استدعا لکھنے کی کرتا جو کوئی لکھنا جانتا ایک ورق لکھ کر دیتا پھر دوسرے سے اسی طرح لکھواتا اسی طریق سے چند روز میں کلام اللہ تمام ہوجاتا اور عطا اور تابعین سے بھی یہی مضمون مروی ہوا ہے حاصل یہ ہے اس قدر خود صحیح ہے کہ قرآن کا لکھ کر بیچنا یا اُجرت اس کے لکھنے کی لینا چاروں خلیفوں کے عہد تک نہ تھا اور اللہ کے واسطے لکھتے تھے پہلی یہ بدعت اخیر زمانہ معاویہ بن سفیان میں مروج ہوئی چنانچہ ابو عبیدہ وغیرہ نے ابو محرز تابعی سے کہ شاگرد ابن عباس کے ہیں روایت کی ہے لیکن یہ بدعت حسنہ ہے بدعت سیئہ نہیں ابتدا میں اُس وقت کے علماء نے انکار کیا تھا اور اسی آیت کو تمسک پکڑا تھا جب اور علماؤں نے غور اور تامل کیا کوئی وجہ حرمت کی اُس میں نہ پائی تو اس کے جواز پر اجماع ہوگیا اور اس آیت سے حرمت اس کی ثابت نہیں ہوتی ہے اس واسطے کہ اگر مراد لیشتروا بہ ثمنا قلیلاً سے لینا اجرت کتابت کا یا قیمت کاغذ اور سیاہی کا ہوتا لفظ ثم یقولون ھذا من عند اللہ محض ضائع اور لغو ہوجاتا اور اسی واسطے ابن عباس اور محمد بن الحنفیہ نے اس کے مباح ہونے کا فتویٰ دیا ہے ابن ابی داؤد نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اُن سے اس مسئلہ کا حکم پوچھا فرمایا کہ لاباس

انما یاخذون اجور ایدیہم یعنی نہیں ہے ڈر سوا اس کے نہیں کہ لیتے ہیں مزدوری ہاتھوں اپنے کی اور محمد بن الحنفیہ سے نقل لاتے ہیں کہ کہا انھوں نے لا باس انما بیع الورق وعمل یدیہ یعنی نہیں ہے کچھ اندیشہ کہ اس میں فقط بیع ورق اور عمل ہاتھوں اپنے کی ہے اور حضرت امام جعفر صادقؓ سے روایت کی لا باس بشراء المصاحف وان لیعطی الاجر علی کتابتہا یعنی نہیں خوف ہے بیع خرید قرآنوں کے اور دیئے جانے اُجرت کے اوپر لکھائی اُس کی کے اور حسن بصری اور مطرف سے بھی صحیح روایت میں آیا ہے کہ انھوں نے رجوع اس مذہب سے کیا جیسے کہ کتاب المصاحف میں موجود ہے اور زیادہ عجب یہ ہے کہ جابر بن عبداللہ اور بعضے اور فقہاؤں سے مروی ہے کہ خریدنا قرآن کا جائز کرتے تھے اور بیع اُس کی کو حرام اور مکروہ جانتے تھے اس واسطے کہ اس آیت میں لفظ اشترا کا بمعنی بیع کے ہے ساتھ دلیل ثمنا قلیلا کے لیکن جو چیز کہ بیع اس کی حرام مطلق ہو خریدنا اس کا بھی جائز نہیں اس واسطے کہ خریدنا باعث بیع کا ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ کراہیت اس معاملہ کی خواہ باعتبار شرا کے ابتدا میں سلف کے اندر بے تعمق اور غور کرنے کے رائج ہو گئی تھی اخیر کو یہ حکم جاتا رہا اور اجماع اس کی صحت پر منعقد ہوا خلاصہ یہ ہے کہ جب حال عالموں بنی اسرائیلوں کا ساتھ اس مرتبہ کے خراب ہوا کہ علانیہ واسطے غرضوں دنیاوی کے تحریف کتاب کی کرتے ہیں اور حال عام لوگوں کا ان کی تقلید کرنے میں اُس حد کو پہنچا کہ طمع ایمان کی اُن سے باقی نہ رہی اور سب ان میں سے خواہ علماء ہوں خواہ جہال ہوں گناہ کرتے میں اور تحریف کتاب اور تقلید اپنے پیشواؤں میں باوجود اس کے کہ قول ان کے مخالف دلیلوں قطعی کے ہیں بہت جرأت اور بے باکی کرتے ہیں اور کہتے ہیں ہر چند کہ کسی طرح کا ویل اور اسباب عذاب کے بکثرت ہر طرف سے ہمارے اوپر ہجوم کریں لیکن ہم کو کچھ خوف نہیں اس واسطے کہ عذاب ہم کو نہ ہوگا مگر تھوڑی مدت ۔

یہودیوں کے قول لن تمسنا النار الخ کا بیان

وَقَالُوا اور کہا اُن سب نے یعنی علماء نے افترا پردازی سے اور جاہلوں نے تقلید ان کی سے کہ لَن تَمَسَّنَا النَّارُ یعنی ہرگز نہ پہنچے گی ہم کو آگ دوزخ کی اگرچہ ہم مرتکب طرح طرح کے کفر اور تحلیل محرمات کے ہوں اور انکار فرضوں کا کریں اِلَّا اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً مگر دن شمار کئے گئے اور اس میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ کتنے دن تھے بعضوں نے کہا ہے سات دن

marfat.com

اس واسطے کہ مدت پیدائش نوع انسانی کی سات ہزار برس ہیں کلام الٰہی میں آیا ہے وان یوما عند ربك كالف سنة مما تعدون یعنی تحقیق یوم نزدیک رب تیرے کے مثل ہزار برس کے ہے اس سے کہ شمار کرتے ہو پس برابر ہزار برس کے ایک دن عذاب کا ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ چالیس دن اس واسطے کہ بزرگ ہمارے اتنی ہی مدت کہ میقات حضرت موسیٰ کا تھا انوار اور برکتوں نبوی سے محروم رہے اور گوسالہ پرستی میں گرفتار ہوئے تھے اور وہ بڑا سخت کفر انواع کفر سے تھا جبکہ چالیس دن کی مدت میں اثر اس کا زائل ہوا اور گناہ اور کفر کی باتوں کا اتنی مدت میں کیونکر اثر زائل نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ قید چالیس برس کی اس واسطے لگائی کہ مدت سرگردانی ہماری کی جنگل تیہ میں اسی قدر تھی اور وجہ یہ بھی ہے کہ زبول کے صحیفوں میں ہم نے سُنا ہے کہ مابین دو کناروں جہنم کے بقدر چالیس برس کے فاصلہ ہے اور جبکہ دن قیامت کے ہم کو آگ میں ڈالیں گے ہم اپنے باپ دادوں کی شفاعت کے زور سے اس سرے دیل کے سے دوسرے سرے تک گزرتے ہوئے چلے جاویں گے اور اتنی مدت میں اُس مسافت کو قطع کرلیں گے اور اگر عذاب دوزخ ہم کو ہوگا تو اتنی مدت سے تجاوز نہ کرے گا اور بعضے کہتے تھے کہ جتنی عمر بعد سن بلوغ کے ہوگی ہر کسی کو اُتنے روزوں عذاب ہوگا کہ اتنی ہی مدت سن بلوغت کی دنیا میں گناہ کرنے کی ہے زیادہ بڑھنا عذاب کا اتنی مدت سے مقتضی عدل الٰہی کا نہیں اور بعضے ان میں سے یونانی فلاسفہ سے سیکھ کر کہتے ہیں کہ روحیں اگرچہ بسبب تعلقات بدنی کے بُرے کام کرنے سے مکدر ہوتی ہیں لیکن اصل میں پاک صاف اور نورانی ہیں اور جب ان بدنوں سے مفارقت کریں گی بُرے کاموں کے نتیجے اپنے اندر پائیں گی اور متالم ہوں گی اور یہی ان کے واسطے عذاب ہے اور جس وقت آثار اُن تعلقات عارضی کے بالکل فراموش ہو جاویں گے پھر عذاب سے خلاص ہو جاویں گے اور رجوع طرف حالت اصلی اپنی کے کریں گی مثل پانی کے کہ بالطبع سرد ہے اگر نیچے اُس کے آگ روشن کریں گرم ہو جاتا ہے اور جب آگ پر سے اُتارتے ہیں تو اثر اس آگ کا مُدت تک باقی رہتا ہے اور بعد اس مدت کے طبیعت اصلی پر آجاتا ہے اور برودت کی طرف میل کرتا ہے کہ مقتضا اصل کا ہے اور یہ سب خیالات فاسد اُن کے ہیں اور وجہ ان کا درست نہیں اس واسطے کہ روحیں بسبب

marfat.com

ذمیمۂ بہمیہ اور سبعیہ سے ایسی مکدر ہو جاتی ہیں اور آئینہ استعداد اُن کی کا اسطرح کا زنگ پکڑ لیتا ہے کہ ہرگز قابل اصلاح کے نہیں رہتی ہیں اور کفر میں اس قدر رسمیت ہے کہ طبیعت کو تصرف اور رجوع کرنے سے اصلی حالت کی طرف معطل کرتا ہے باقی اس مقام میں ایک سوال ہے جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ بیچ صفت جمع غیر ذوی العقول کے صیغہ واحد مؤنث اور جمع مؤنث کا لانا دونوں صحیح ہیں پس ایاما معدودۃ اور ایاما معدودات دونوں جائز ہیں اس سورۃ میں پہلا صیغہ اور سورۃ آل عمران میں دوسرا صیغہ کس واسطے ذکر کیا اور دونوں صورتوں میں یکساں کس واسطے نہ فرمایا یا بالعکس کر دیتے جواب یہ ہے کہ ہر چند مدلول دونوں صیغوں کا ایک ہے لیکن پہلے صیغہ کی سورت مفرد ہے پس دلالت اوپر وحدت کے کرتا ہے اور دوسرا صیغہ جمع کی صورت ہے پس دلالت اوپر کثرت کے کرتا ہے اس سورۃ میں مذکور اس کا ہے کہ اُن سے طمع ایمان کی مت رکھو کہ یہ لوگ ایسا اعتقاد فاسد رکھتے ہیں اس واسطے کہ وقالوا لن تمسنا النار باعتبار عطف کے افتطمعون کے تحت میں داخل ہے اور اس غرض کے بیان کرنے کے واسطے ذکر تقلیل مدت عذاب کا صورۃً اور معنیً مناسب زیادہ ہے اور سورۂ آلِ عمران میں مذکور اس کا ہے کہ وہ کفر کرتے ہیں ساتھ آیتوں خدا کے اور نبیوں اور واعظوں کو ناحق مارتے ہیں پھر ایک فرقہ اُن میں سے حکم الٰہی سے کہ اُن کی کتاب میں آیا ہے روگردان ہوتا ہے اور یہ باتیں جرأت کے سبب سے نہیں بلکہ اعتقاد فاسد کی جہت سے ہیں اور جبکہ اُس جگہ پر بہت فعل اس قسم کے کہ موجب عذاب شدید کے ہیں شمار کئے گئے تو لازم آیا کہ بیچ مدت عذاب کے بھی کثرت لفظی اور صوری ملاحظہ فرماویں گو باعتبار معنی کے قلت ہو اس واسطے کہ جس قدر افعال زیادہ ہوں جزا اُن کی بھی کثیر چاہیئے اگر معنی کے باعتبار نہ ہو صورت کی رعایت ضروری ہے صورۃً کثیر نہ ہوں خود رعایت رکھنی چاہیئے اور علاوہ اس کے سورۂ آل عمران میں لفظ اذا جمعنا ھم کا آیا ہے پس صیغہ جمع کا لانا مناسب اس کے ہوا حاصل یہ ہے کہ پیغمبر وقت کے تئیں فرماتے ہیں کہ اگر اس قسم کا اعتقاد واہی روبرو تیرے ذکر کریں اور بے پرواہی کر کے اپنے ایمان اور عمل صالح سے بیان کریں ان کے جواب میں قُلْ یعنی کہہ کر مقرر کر لینی مدت عذاب کی کہ اس قدر آخرت میں ہم کو عذاب ہوگا اُس قبیل سے نہیں کہ عقل خود بخود اُس کی طرف راہ پاوے پس تم نے یقین اُس بات کا کسی دلیل سمعی سے لیا ہوگا اَتَّخَذْتُمْ

marfat.com

عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا یعنی لے لیا ہے تم نے اللہ سے پیمان کہ تم کو کفر اور گناہوں تمھارے پر زیادہ
کئی روز سے عذاب نہ کرے پس پتہ اس بات کا دو کہ کونسی کتاب میں ہے تاکہ یہ بھی دیکھیں اور
اقرار کریں اور اگرچہ اللہ تعالیٰ سے عہد لینے کی حاجت نہیں فقط کہہ دینا اُس کا بھی کفایت ہے ،
اس واسطے کہ خبر اُس کی سچی ہے اگر اُس نے اس بات کو کہہ دیا ہو یہ بھی بمنزلہ عہد کے ہے فَلَنْ
یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗ یعنی پس ہرگز خلاف نہ کرے گا خدائے تعالیٰ اس عہد محکم اپنے کہ اس واسطے
کہ خبر اُس کی کلام ازلی اُس کا ہے اور کذب کلام میں بڑا نقصان ہوتا ہے کہ ہرگز خدائے تعالیٰ کی
صفتوں میں اس کو دخل نہیں ہو سکتا اور جو کہ بعضے ظاہر بینوں نے کہا ہے کہ وعدۂ نیک میں خلاف
کرنا نقصان ہے اور وعید میں خلاف کرنا کرم اور لطف ہے اس قول کی بنا اس پر ہے کہ غائب
کو حاضر پر قیاس کریں اللہ تعالیٰ کے حق میں کہ سب عیبوں اور نقصانوں سے پاک ہے مطلق خبر کا خلاف
کرنا خواہ نیک ہو خواہ بد نقصان ہے اس واسطے کہ اُس کے لطف اور کرم کی راہیں بہت ہیں بعید
نہیں کہ معاملہ لطف اور کرم کا بھی کرے اور وعید میں خلاف کرنا نہ کرے بخلاف آدمیوں کے کہ بسبب
عجز بشری کے بغیر خلاف کرنے کے بیچ وعید کے اُن کو لطف اور کرم کرنا ممکن نہیں ہوتا پس ان کے
حق میں وعید کے خلاف کرنے میں اگرچہ ایک طرح کا نقصان ہے مگر پورا کرنے وعید میں اس سے
زیادہ نقصان ہے سو اُن کے حق میں یہی کمال ہے کہ بڑے نقصان کو اختیار نہ کریں اور اللہ تعالیٰ
کے حق میں اپنی وعید کا کرنا پس اللہ کی وعید میں اور اور لوگوں کے وعید میں فرق ہے اور اگر کسی نص
کا کہ جس سے یہ تقلیل مدت کی معلوم ہو نشان نہیں دیتے ہو پس معلوم ہوا کہ بات بے دلیل کہتے ہو
اور بات بے دلیل کسی کے حق میں کبھی نہ چاہیئے اور یہ بہت ہی بُرا ہے چہ جائیکہ کہ خدا کے اوپر اَمْ تَقُوْلُوْنَ
عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی افترا کرو اللہ پر وہ چیز کہ نہیں جانتے ہو اور بڑا تمسک تمھارا
اس دعوے میں ساتھ اُس حدیث کے ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے تمھاری خبروں میں منقول
ہے مضمون اُس کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت یعقوب کے ساتھ عہد باندھا ہے کہ اُن کے بیٹوں
کو عذاب نہ کروں گا مگر تحلۃ للقسم یعنی واسطے پورا کرنے قسم اپنی کے اور یہ حدیث اول تو خود صحیح نہیں
کہ حضرت یعقوب نے اس طرح فرمایا ہو سند اس کی معتبر نہیں دوسرے یہ کہ تم نے کہاں سے جانا کہ
مراد یعقوب کے بیٹوں سے تمام فرقہ بنی اسرائیل کا ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مراد بیٹوں سے صلبی بیٹے ہیں

اس واسطے کہ اطلاق بیٹوں کا متعارف اسی معنی میں ہے تیسرے یہ کہ عذاب نہ کرنا اُن کی بیٹوں کا بھی ساتھ وجہ شرعی کے تھا اس واسطے کہ اسلاف ان کے نے توبہ صحیح کی اور ندامت قوی عمل میں لائے ان گناہوں سے کہ بیچ حق حضرت یعقوبؑ کے اور بیچ حق حضرت یوسفؑ کے اُن سے سرزد ہوئے تھے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے کہ انکے بھائیوں نے حضرت یعقوبؑ کی خدمت میں اقرار اپنے گناہ کا کیا اور استغفار اُن سے کیا پس حق اللہ اور حق العباد دونوں ان کے ذمہ سے ساقط ہو گئے اگر تم بھی اس طرح کی توبہ نصوح کرو اور حق تلفی سے ندامت کرو اور اس وقت کے اپنے پیغمبر سے اپنے حق میں استغفار کرو تو البتہ تم بھی اس بشارت میں داخل ہو جاؤ گے اور جب تک کہ یہ باتیں بجا نہ لاؤ گے معاملہ خدا کا تمھارے ساتھ اصل قاعدہ پر رہے گا چنانچہ بیان فرماتے ہیں بَلٰی ایسا نہیں کہ تم کو کفر اور گناہوں پر عذاب ہمیشگی کا نہ ہو اس واسطے کہ کفر قابل بخشش کے نہیں اور قاعدہ مقررہ شریعت کا ہے کہ مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً یعنی جو کوئی کسب کرے گناہ کا اگرچہ وہ گناہ صغیرہ ہو اور تحریف کتاب اور رشوت لینے سے کم ہو اور لفظ سیئۃ کا اصل میں سیوءۃ تھا سا ءیسوء سے کہ وادی ہے نہ یائی واو کو یا کیا اور یا کو یا میں ادغام کیا سیئۃ ہوا وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـئَتُهٗ اور گھیرا اُس کو گناہ اُس کے نے اور حد احاطہ کی یہ ہے کہ اوّل اثر اس گناہ کا جوارح سے دل کی طرف پہنچے اور لذت اُس سے بہت اٹھائے بعد اس کے خوبی اس گناہ کی اُس کے دل میں معلوم ہونے لگے گی اور اس کی بُرائی کا انکار ذہن میں بیٹھ جاوے گا پس کفر لازم آوے گا اور جب تک یہ حال نہ ہو گا احاطہ متحقق نہ ہو گا اس واسطے کہ معنی احاطہ کے یہ ہیں کہ انسان کو ہر طرف سے گھیر لے اور انسان اُس سے خلاص ہونے کی قدرت نہ رکھتا ہو اور گناہ کو جب تک نیک اور مباح نہیں جانتا ہے تب تک اُس نے پوری طرح اسکے دل کو نہیں پکڑا ہے اور ہر گیوں کو خراب نہیں کیا ہے اور خلاصی اُس سے ساتھ توبہ اور ندامت کے ممکن ہے اور جس کو گناہ نے گھیر لیا ہو کافر ہوا فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ پس وہ گروہ ملازم دوزخ کے ہیں کہ ہرگز اُس سے جُدا نہیں ہوتے ہیں هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی وہ لوگ اس دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں بے انتہا مدت تک ہرگز اس کی مُدت نہیں اور یہ کیونکر ہو سکے کہ چند روز اس کی مدت ٹھیرائی جاوے جیسے کہ وہ اعتقاد کرتے ہیں اس واسطے کہ جب تک وہ گناہ کرنے

marfat.com

تھے اور دل سے اُس سے بیزار ہوتے تھے اور اس کے اُوپر ندامت کرتے تھے دل اُن کا گناہ گار نہ تھا پس گناہ نے ان کو احاطہ نہ کیا تھا اور نہ بندگیاں اُن کی خبط ہوئیں نہیں توقع اس کی تھی کہ بعد چکھنے عذاب کے خلاص ہو جاویں اب وجہ خلاصی کی نہ رہی اور کس واسطے عذاب اُن کو ہمیشہ نہ رہے اور اُن کے مقابلہ میں مؤمنین صالحین کا ذکر فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یعنی اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور اعمال شائستہ کئے پس دل بھی اُن کے گناہ سے پاک ہیں اور بدن اُن کے بھی عمل کے نور سے منور اور روشن ہیں ناچار اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یعنی یہ گروہ ملازم بہشت کے ہیں کہ جاتے پاکیزہ اور مقدس ہے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ یعنی وہ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں پس جیسے کہ جزا فرقۂ اوّل کی دائمی غیر متناہی ہے جزا فرقۂ دوسرے کی بھی ایسی ہی انتہا غیر متناہی ہے اس واسطے کہ پہلے فریق میں ایمان اور عمل صالح دونوں نہیں ہیں اور دوسرے فریق میں دونوں موجود ہیں لیکن وہ لوگ کہ ایمان رکھتے ہیں اور نیک عمل نہیں رکھتے ہیں جزا اُن کی مرکب اور ملی ہوئی دونوں فرقوں کی جزا سے ہے لیکن ساتھ اس صورت کے کہ اوّل اُن کو عذاب دے لیں گے بعد اُس کے بہشت کی طرف لے جاویں گے اور اگر یہ بات بالعکس ہوتی یعنی پہلے بہشت میں داخل کرتے بعد اُس کے دوزخ میں ڈال دیتے خلاف حکمت کے ہوتا کہ سرفراز کئے ہوئے کو گرانا نہ چاہیئے اور جو کوئی نیک عمل رکھے اور ایمان نہ رکھے ظاہر میں ایسا احتمال ہو سکتا ہے لیکن واقع میں یہ بات محال ہے اس واسطے کہ عمل صالح کا ہونا مشروط ایمان کے ساتھ ہے و اذا فات الشرط فات المشروط یعنے جس وقت فوت ہوئی شرط فوت ہوا مشروط اور اسی واسطے صدقہ اور خیرات جو کفار کرتے ہیں ان کو عمل صالح نہ کہنا چاہیئے اگرچہ ظاہر صورت میں مشابہت عمل صالح کے ساتھ اُن کو ہے جیسے کہ لکڑی کے گھوڑے کی صورت اور قالین کے شیر کی صورت مشابہت اصلی گھوڑے اور شیر کے ساتھ رکھتی ہے اور اسی واسطے اُن کے عملوں کے حق میں آیا ہے کہ اعمالھم کسراب بقیعة یحسبه الظمآن ماء یعنے اعمال انکے مانند ریت کے ہیں کہ جنگل میں سفید سفید چمکتا ہے جانتا ہے پیاسا اس کو پانی حاصل کلام یہ ہے کہ نظام عالم کا تمام نہیں ہوتا ہے مگر وعدہ ثواب ہمیشہ کا اور عذاب ہمیشہ کا پایا جاوے اور یہ وعدہ ایسا ہے کہ پورا کرنا اس کا لازم ہے اور ہرگز خلاف اس کا ممکن نہیں اگر احتمال خلاف کا ہو تو کوئی ثواب کی باتوں کو اختیار نہ کرے

اور نہ عذاب کی باتوں سے ڈرے حضرت ابن عباس سے عہد کی تفسیر منقول ہے فرمایا کہ مراد کلمہ طیبہ ہے یعنی اگر اس کلمہ کو بے شرک اور بے کفر کے کہو گے اور جان و دل سے قبول کرو گے پس امید وار انقطاع عذاب کے ہو تم تو درست اور بجا ہے اسواسطے کہ جو کوئی یہ کلمہ بغیر کفر اور شرک کے اعتقاد کے کہے وہ شخص عذاب دائمی سے خلاص ہوتا ہے موافق حکم اور عہد خدا تعالیٰ کے اور اگر بغیر کلمہ کے یہ سمجھتے ہو کہ خدا تعالیٰ ہم کو عذاب سے نجات دے گا پس یہ خدا کے اوپر جھوٹ باندھنا ہے جاننا چاہیئے کہ منشا تکلمی اور تحریف فرقہ بنی اسرائیل کا اس اعتقاد فاسد میں یہ تھا کہ ہر شریعت میں گناہوں کے دو مرتبہ رکھے ہیں ایک مرتبہ یہ ہے کہ اعتقاد میں موافق ملت حقہ کے ہو اور عمل میں مخالفت کرے مثلاً یقیناً جانتا ہے کہ شراب پینی اور زنا کرنا اور چوری کرنی اور لواطت اور غصب مال غیر کا حرام ہے اور ان کاموں کے کرنے سے اس کے دل میں خوف عذاب الٰہی کا ہو اور باوجود اس کے اس سے یہ چیزیں ضرور ہوتی ہیں اور اس مرتبہ کا فسق اور فجور اور عصیان نام رکھا ہے اور اس کے واسطے آخرت میں عذاب منقطع کا وعدہ کیا ہے یعنی ایسے فعلوں پر عذاب ہمیشہ نہیں رہنے کا اس واسطے کہ اعتقاد درست اس کا رائگاں نہ جاوے گا اور عذاب دائمی سے نجات پاوے گا دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اعتقاد میں بھی مخالفت ہو اور جو چیز کہ نفس الامر میں ثابت ہے خواہ الٰہیات سے ہو اور خواہ معاد سے اور خواہ شعائر اللہ سے جیسے کہ کتاب الٰہی اور رسول اس کے اور خواہ حکموں متواتر اور مشہور اس دین کے سے ہو ان کا انکار کرے اور اس مرتبہ کو کفر اور زندقہ اور الحاد کہتے ہیں اور اس کے اوپر وعدہ عذاب ہمیشگی کا آخرت میں فرمایا اور ان دونوں مسئلوں کو مسلمانوں کی اصطلاح میں ساتھ اس عبارت کے تعبیر کرتے ہیں کہ الفاسق لا یخلد فی النار والکافر مخلد فی النار یعنے فاسق ہمیشہ نہیں رہنے کا آگ میں اور کافر ہمیشہ رہے گا آگ میں اور ہر زمانہ میں جو شریعت ہوتی تھی جو اس کے موافق ہوتا تھا اس کو کہتے تھے کہ یہ شخص مومن ہے اور عذاب دائمی سے اس کو نجات رہے گی اور جو اس کے مخالف ہوتا تھا اس کو کہتے تھے کہ یہ شخص ہمیشہ دوزخ میں رہے گا یعنی بنی اسرائیل کے زمانہ میں کہ ملت حقہ ملت یہودیہ تھی اور اس ملت کے اوپر بنی اسرائیل قائم تھے اس واسطے یہ عبارت کہی گئی کہ بنی اسرائیل کو عذاب دائمی نہ ہوگا اور جو لوگ سوا ان کے ہیں ان کو عذاب دائمی ہوگا

marfat.com

اور اس گروہ نے بسبب بلادت اور کم فہمی کے عنوان اور معنون میں فرق نہ کیا اور یہ سمجھا کہ یہ حکم ہمارے ہی واسطے خاص ہے اور ایسا کہنے لگے کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ حق تعالیٰ نے جواب میں اس شبہ کے اول طریق منع کا جاری کیا اور طلب دلیل کی کی کہ اتخذتم عند اللہ عہدا اس واسطے کہ اصل کلام میں تخصیص بنی اسرائیل کی اور نام یہود کی نہ تھی بلکہ نصوص الٰہیہ میں مطلق ذکر اہل حق کا اور اس وقت کے دین کی پیروی کرنے والوں کا تھا اور جب اُس وقت میں سوائے بنی اسرائیل اور یہود کے یہ صفت اوروں میں نہ تھی انھوں نے ان نصوص سے اپنے ہی فرقہ کی تخصیص سمجھی پس نص صریح غیر ماؤل کہ عہد عبارت اُس سے ہے اس بات میں پائی نہیں گئی اور نص ماؤل موافق فہم اپنی کے قابل اس بات کے نہیں کہ اعتقاد اور اصول دین اور بحث معاد میں تمسک اس کے ساتھ جائز ہو اور اسی واسطے فرمایا کہ ام تقولون علی اللہ مالا تعلمون اور ثانیاً امر تحقیقی بیان کر کے رفع شبہ کا کیا اور فرمایا کہ احاطہ کرنا خطاؤں کا نفس کو کہ عبارت فاسد ہونے علم اور عمل سے ہے اور خراب ہو جانا عقیدہ اور فعلوں کا اس حد تک کہ برابر ایک ذرّہ کے بھی ایمان نہ رہے موجب ہمیشگی عذاب کا ہے جس فرقہ میں کہ یہ بات پائی جائے کچھ تخصیص کسی کی نہیں گو کہ زبان سے کلمہ بھی کہتا ہے اور دعوٰی دین داری کا بھی کرے جاننا چاہیئے کہ مباح جاننا گناہ کا کفر ہے اور معنی استباحت کے یہ ہیں کہ دل میں خوف اور ڈر عذاب اس گناہ کا نہ رہے اور بُرائی اس کی اعتقاد اُس کے میں دُور ہو گو جانے کہ اس گناہ کو شرع میں حرام کیا ہے اور اُس کے کرنے سے سخت منع فرمایا ہے اور زبان سے بھی اقرار کرے کہ یہ گناہ گناہ ہے اس واسطے کہ معنی استباحت کے مباح جاننے کے ہیں مباح کہنے کے نہیں اور جب خوف عذاب اس گناہ کا دل سے جاتا رہا اعتقاد میں وہ گناہ مباح ہوا اور معاملہ مباحوں کا سا ساتھ اُس گناہ کے وقوع میں آیا اور بعضے فقہا ظاہر بین سمجھتے ہیں کہ استباحت اُسے کہتے ہیں کہ انکار اس کی حرمت کا کرے یعنی اس طرح کہے کہ حرمت اس کی شرع میں وارد نہیں ہوتی اور یہ بات نادر الوقوع ہے از روئے حدیثوں اور آیتوں کے استباحت کی تحقیق میں اسی قدر کافی ہے اور انکار ورود حرمت اُس کی کا شرع میں دل یا زبان سے ضروری نہیں بہت وقت آدمی ایسا اعتقاد کرتا ہے کہ شرع میں حرمت اس فعل کی محض واسطے مصلحت عام کے ہو گئی ہے

marfat.com

تاکہ رسم فاسد پھیل نہ جاوے اور رفتہ رفتہ اور قباحت کی طرف نہ پہنچ جاوے اور واسطے ڈرانے اور خوف دلانے کے وعدہ عذاب کا کیا ہے والا فی نفسہٖ یہ فعل کسی وجہ سے قباحت نہیں رکھتا ہے اور عذاب اُس کے اُوپر مترتب نہیں ہوتا ہے اس فرق کو خاطر میں نگاہ رکھنا چاہیئے کہ اکثر حدیثوں اور آیتوں کے سمجھنے میں کام آوے گا اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ اہل قبلہ کو اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعضے ان میں سے گناہ کبیرہ کرنیوالے کے لئے وعید قطعی دائمی ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر صاحب کبیرہ کا بے توبہ مرے حکم اسکا کافر دل کے مانند ہے اور یہی مذہب معتزلوں اور خارجیوں کا ہے ہر چند کہ معتزلہ کہتے ہیں کہ یہ شخص دو مرتبوں کے درمیان ہے اور خارجی کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے لیکن جب ایمان سے نکلا معتزلوں کے نزدیک بھی کافروں کے حکم میں داخل ہوا پس اُن کو اُن کے نزدیک مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کرنا چاہیئے اور اس پر جنازہ کی نماز بھی پڑھنی نہ چاہیئے اور اُس کے واسطے صدقہ اور فاتحہ اور درود اور تلاوت قرآن بھی نہ کرنی چاہیئے اس واسطے کہ یہ سب باتیں ایمان والوں کے واسطے ہیں اور ان چیزوں کے واسطے ایمان شرط ہے واذا فات الشرط فات المشروط یعنی جس وقت فوت ہوئی شرط فوت ہوا مشروط اور بعضے اُن میں سے ایسے ہیں کہ اُس کے واسطے وعید قطعی ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ معاف نہیں ہوگا اور اس کے کرنے والے کو ضرور عذاب ہوگا لیکن عذاب اُس کا اخیر کو منقطع ہو جاوے گا اور بہشت میں داخل ہوگا اور یہی مذہب بشر مریسی اور خالدی اور دوسرے جاہلوں بے وقوف کا اور بعضے کہتے ہیں کہ فاسقوں کے حق میں کوئی وعید نہیں جتنی وعیدیں قرآن اور حدیثوں میں آئی ہیں کفاروں کے حق میں ہیں کہ فسق کے ساتھ اُن میں کفر بھی موجود ہے اور جو شخص ایمان سے مرگیا اُس کو گناہ سے کچھ ضرر نہ ہوگا اور قول اُن کا یہ ہے کہ لا یضر مع الایمان معصیة کما لا ینفع مع الکفر طاعة یعنی نہیں ضرر کرتا ہے ساتھ ایمان کے کوئی گناہ جیسا کہ نہیں نفع کرتی ہے کفر کے ساتھ بندگی اور یہی قول ہے مرجیئہ کا سوا کرے اُن کو اللہ تعالیٰ اور اُن کے حق میں صحیح حدیث میں آیا ہے کہ صنفان من اُمتی لیس لهما فی الاسلام نصیب المرجئة والقدریة یعنی دو فرقے میری امت میں ایسے ہیں کہ نہیں واسطے اُن کے حصہ اسلام میں ایک مرجئہ اور دوسرا قدریہ اور مذہب صحیح کہ صحابہ

marfat.com

اور تابعین نے اُس کو مشروعاً بیان کیا ہے اور اہل سنّت اور جماعت نے اسی کو اختیار کیا ہے یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کا قابل عفو کا ہے اگرچہ بے توبہ مرے اور مانند اور مسلمانوں کے اس کو بھی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاوے اور اُس کے حق میں نماز جنازہ اور استغفار اور اعانت ساتھ صدقہ وغیرہ کے کی جاوے اور شفاعت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اور رحمت الٰہی کی اس کے واسطے اُمید رکھنی چاہیئے بلکہ یقین رکھنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ ساتھ رحمت بے غایت اپنی کے یا بسبب شفاعت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے بعضے کبیرہ والوں کو بخش دے گا بعضوں کو عذاب بھی کرے گا اور یقین اس بات کا کرنا چاہیئے کہ جس کسی کو ان میں سے عذاب کرے گا عذاب اس کا ہمیشہ نہ رہے گا اور اخیر کو منقطع ہو جاوے گا مستحق عذاب ہمیشگی کا کوئی گناہ سوائے کفر کے نہیں لیکن یہ معلوم نہیں کہ کبیرہ والوں کے اوپر کس قدر عذاب ہوگا اور یہ بھی معلوم نہیں کہ کونسے گناہ کبیرہ کرنے والوں کو عذاب ہوگا اور کونسے کو بالکل معاف ہو جاوے گا اس سبب سے ہم اُمید اور خوف میں رہیں اور بالکل اور بے خوف ہو جانا نہ کریں اور قرآن کی آیتیں مانند ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور سوا اس کے نص صریح ہیں اسی مذہب کے واسطے اور کلام اللہ جا بجا بھرا ہوا ہے ان صفتوں سے کہ کان اللہ عفوا غفورا رحیما کریما اور اگر حدیثوں کو دیکھیں تو یہ مضمون حد تواتر کو پہنچ جاوے گا اور اسی واسطے یحیٰی بن معاذ رازی نے اپنی مناجات میں فرمایا ہے کہ الٰہی جب ایمان ایک ساعت کا ستر برس کے کفر کو نیست اور نابود کرے پس ایمان ستر برس کا کس طرح گناہ ایک ساعت کے کو نیست اور نابود نہ کرے گا اور بھی جبکہ آیتیں اور حدیثیں اوپر وعد اور وعید کے صراحتہً دونوں پر دلالت کرتی ہیں اور جمع کرنا متنافیین کا محال ہے ضرور تطبیق دینی چاہیئے اور تطبیق دینے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ پہلے بندہ کو ثواب عنایت کریں اور نعمتیں دیویں بعد اس کے عذاب میں گرفتار کریں اور یہ بات خلاف اجماع کے ہے اور خلاف حکمت کے بھی ہے اور خلاف کرم کے بھی ہے کہ نوازے ہوئے کو گرانا نہ چاہیئے دوسرے یہ کہ اول اس کو عذاب میں گرفتار کریں جبکہ سزائے عمل بد اپنے کی چکھ کر عبرت پکڑے بعد اس کے بخشش اور کرم سے بخش دیں اور ثواب عنایت کریں اور یہی بات موافق حکمت کے ہے اور موافق قاعدہ کرم کے پس یہی متعین ہوئی اور مذہب حق بھی یہی ہے بعضے طرف دار معتزلوں کے اس

marfat.com

مقام میں کہتے ہیں کہ ہر چند مذہب اہل سنّت کا قریب باد ب ہے اس واسطے کہ یہ لوگ حق تعالیٰ کی دونوں صفتیں جمال بھی اور جلال بھی عفو بھی اور انتقام بھی لطف بھی اور قہر بھی ثابت کرتے ہیں اور کسی صفت کو ان دونوں صفتوں میں سے بندوں کے حق میں واجب نہیں جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ خاوند ہے یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید اور تعین نہیں کرتے ہیں کہ فلانا واجب العفو ہے اور فلانا واجب العقاب اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کے فعلوں کو غرضوں او باعثوں سے مبرا جانتے ہیں لیکن مذہب معتزلہ کا قریب باحتیاط ہے اس واسطے کہ باوجود امن واقعی کے ڈرنا اور اندیشناک رہنا بہتر ہے اس سے کہ باوجود خوف واقعی کے نڈر اور مطمئن کر دیا لیکن اس کلام میں خدشہ ہے اس واسطے کہ احتیاط اچھی اہل سنّت ہی کے مذہب میں ہے اس واسطے کہ یہ لوگ تعین نہیں کرتے ہیں کہ قابل عفو کا کون ہے اور انتقام کے لائق کونسا ہے دونوں صفتوں کو بغیر تخصیص کے ثابت کرتے ہیں پس ہر ایک شخص کے دل میں خوف باقی ہے بخلاف مذہب معتزلوں کے کہ صغیرہ والے کے حق میں اُن کے نزدیک کچھ خوف نہیں اور کبیرہ والے کے حق میں بالکل یاس ہے اور ایسی احتیاط بھی اچھی نہیں بلکہ علاج سے ناامید کرنا ہے اور اسی جہت سے مردود کو اُن کے استغفار اور صدقات اور نیکیوں کی شفاعت سے کہ وسیلہ قوی نجات کا ہے محروم کرنیکی وجہ بڑے بڑے نفعوں سے ہو اور وہ نفع بھی اُس شے کے اندر ہوں جس میں کہ احتیاط منظور ہے نہایت مذموم اور قبیح ہے سب عقل مندوں کے نزدیک واللہ الھادی علیہ توکلی و اعتمادی یعنی اللہ ہدایت کرنے والا ہے اُسی کے اوپر بھروسا میرا اور اعتماد میرا اور اگر بنی اسرائیل باوجود عاجز ہونے لانے دلیل سمعی کے سے اوپر دعوے اپنے کے اور باوجود سُننے قاعدہ کلیہ کے کہ متفق علیہ تمام شریعتوں اور دینوں کا ہے اور اس سے ہمیشگی عذاب کی اُن کے واسطے ثابت ہوتی ہے اپنے دعوے سے دست بردار نہ ہوں اُن کو از روئے کتاب اُن کی کے ملزم کر اس واسطے کہ انھوں نے واسطے قبول کرنے بعضے حکموں کے اُس کتاب میں عہد اور پیمان محکم کرلئے تھے اور اُن سب عہدوں کو اُنھوں نے توڑ ڈالا اور عادت الٰہی میں یہ بات محال ہے کہ ایسے محکم عہدوں اور پیمانوں کے توڑنے پر چند روز عذاب کر کے چھوڑ دے علی الخصوص جبکہ انھوں نے عہد شکنی کی عادت پکڑی ہو اور یہ عادت انکی طبیعتوں میں بات میٹھ گئی ہو اس واسطے کہ موافق اس

marfat.com

قاعدہ ہے کہ العادۃ طبیعۃ ثانیۃ اگر عمر ابدی بھی اُن کی ہو جاوے ہرگز اس سے باز نہ آویں پس اُن کی نیت میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ ان سخت گناہوں پر ہمیشہ قائم رہیں اور گناہ دائمی پر موافق فہم اُن کی کے بھی عذاب دائمی واجب ہے اور واسطے الزام اُن کے کہہ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ یعنی اور یاد کرو تم اس وقت کو کہ لیا ہم نے عہد محکم بنی اسرائیل سے اوپر نہ شرک کرنے کے عبادت کے اندر اور واسطے زیادتی تاکید اور مضبوطی اُس عہد کے بطور امر کرنے کے اُس کے ہم نے طلب نہیں کی بلکہ بطریق اخبار کے کہ مرد مسلمان بیچ خلاف کرنے اُس کے کے تکذیب[1] خبر خدائے تعالیٰ کی سے ڈرتا ہے کہا ہم نے کہ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ یعنی عبادت نہ کرو گے مگر خدا کی خالص پس یہ عہد دو تکلیفوں کو متضمن ہوا ایک یہ کہ خدا کی عبادت کرو دوسرے یہ کہ غیر کی عبادت نہ کرو اور پہلی تکلیف موقوف اس بات پر ہے کہ خدا کو جانو تم اور جبکہ جاننا اُس کی ذات کا محال ہے پس جاننا اُس کا اس طرح ہے کہ اُس کو صفتوں کمال کے ساتھ پہچانو اور جو بات کہ اُس کے حق میں ضروری ہے اُس کا اعتقاد کرو جیسے کہ عموم علم اور عموم قدرت کا یعنی ہر شے کا اُس کو علم ہے ہر وجہ سے اور ہر وقت اور قدرت اس کی ہر شے پر کہ ممکن ہے ثابت ہے نافذ ہونا ارادہ اُس کے کا یعنی جس شے کا ارادہ کرے وہ ہو جاوے اور سننا اور دیکھنا قولوں اور فعلوں بندوں کا اور امر اور نہی اور جو چیز کہ اس کے حق میں محال ہے اس کا بھی اعتقاد کرو اس طرح سے کہ اس کی ذات اس سے مبرا ہے جیسے کہ عجز اور جہل اور بدا یعنی ندامت اور بدا سے مراد یہ ہے کہ ایک شے کو مثلاً جانے کہ یہ اچھی ہے اور خبر اس کے بہتر ہونے کی دیوے بعد چند روز کے یہ سوجھ جاوے کہ وہ شے بُری ہے اللہ تعالیٰ کی شان سے ایسا امر محال ہے اس واسطے کہ اس میں جہل اُس کا ثابت ہے اور نسخ کو اس کے اوپر قیاس نہ کرنا چاہیئے اس واسطے کہ نسخ کی صورت میں کہ حقیقت میں اللہ کے نزدیک ایک چیز کا حکم ایک مدت تک ہوتا ہے جب اُس کی مدت ہو چکی اس حکم کو بدل ڈالا اور منسوخ کیا اور بھی تکلیف پہلی موقوف ہے اوپر جاننے کیفیت عبادت کے اور وقتوں اُس کے کے اور یہ جاننا بغیر وحی اور رسالت کے نہیں ہو سکتا ہے پس اعتقاد کرنا

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے اس بات کی کہ تم اس کام کو نہیں کرو گے پس اگر وہ اس کام کو کر لیں لازم آوے کہ اللہ کی خبر کاذب ہو جاوے نعوذ باللہ منہ ۱۲

والدین اقربا یتامی و مساکین کے ساتھ احسان کا بیان

ساتھ نبیوں اور کتابوں الٰہی اور فرشتوں کے کہ اُن کی وساطت سے وحی آتی ہے موافق نفس الامر کے بھی ضرور ہوا اور تکلیف دوسری موقوف ہے اوپر بچنے کے ریا اور شرک سے اور غالب رکھنے محبت ماسوا اللہ کے سے دل میں پس احتراز ان چیزوں سے بھی لازم ہوا اور بھی کہا ہم نے کہ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا یعنی ساتھ ماں اور باپ کے احسان کرو تم بڑا احسان کرنا کہ سب قسموں اُن کی کو شامل ہو اور وہ تین قسم ہے اول ترک کرنے میں ایذا رسانی ان کی کا خواہ قولی ہو خواہ فعلی، دوسرے خدمت کرنی ان کی بدن سے اور مال سے تیسرے حاضر ہونا ان کی خدمت میں جس وقت کہ بلاویں پہلی قسم واجب مطلق ہے اور اسی واسطے اُس کے ترک کرنے میں عقوق اور نافرمانی سخت لازم آتی ہے اور قسم دوسری مشروط ہے ساتھ اس شرط کے کہ اُن کی خدمت میں حاضر ہونے میں کوئی فساد شرعی نہ پایا جاوے والا حاضر ہونا واجب نہیں اور اگر ماں باپ یا ایک اُن میں سے فرماویں کہ نفل بندگی کو چھوڑ دے اور ہمارے پاس حاضر ہوں ماں باپ کی فرمانبرداری کرنی اُس وقت مقدم ہے اور اگر فرماویں کہ واجبات کو چھوڑ دے یا واسطے حج فرض کے مت جا اس بات میں ان کا کہنا نہ مانے اور اگر سنتیں موکدہ کو مثل جماعت اور روزہ عرفہ کو ترک کرا دیں صحیح یہ ہے کہ اگر ایک دو بار ترک کرا دیں اطاعت اُن کی کرے اور اگر عادت اسی کی کرلیں تب اُن کے حکم کو قبول نہ کرے حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیچھے عبادت اپنی کے ماں باپ کا حق ساتھ بیان کیا کئی وجہ سے اول یہ کہ والدین جیسے کہ سبب پرورش اور تربیت اولاد اپنی کے ہیں ایسے ہی سبب پیدائش اولاد کے اور وسائط فیض ایجاد الٰہی کے ہیں اور سوائے والدین کے کوئی شخص یہ رتبہ نہ رکھے اگر دوسرا شخص سبب تربیت اور پرورش کا ہو جاوے مگر سبب وجود کا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے پس انعام کسی کا بعد انعام خدا کے ماں باپ کے انعام سے بڑھ کر نہیں دوسرے یہ کہ انعام والدین کا زیادہ تر مشابہت اللہ کے انعام کے ساتھ رکھتا ہے اس واسطے کہ جیسا کہ انعام الٰہی اس جہت سے نہیں کہ کچھ مجھ کو اس کا عوض ملے ایسے ہی ماں باپ بھی اولاد کی پرورش کرنے میں تعریف یا شکریہ یا ثواب نہیں چاہتے ہیں بخلاف انعام دوسرے آدمیوں کے کہ البتہ کوئی غرض اس میں ہوتی ہے تیسرے یہ کہ جیسے حق تعالیٰ انعام کرنے سے اوپر بندہ اپنے کے ملول نہیں ہوتا ہے اگرچہ بندہ عاصی اور نافرمان ہو ایسے ہی ماں باپ بھی شفقت اور خیر خواہی اولاد کی سے ملول نہیں ہوتے ہیں اگرچہ

marfat.com

اولاد ناخلف ہو چوتھے یہ کہ والدین کو کمال مناسبت ساتھ ذات واحد حقیقی کے ہے جیسے کہ خدائی کا رتبہ سوائے ایک ذات مقدس کے نہیں ممکن ہے ایسے ہی رتبہ پدری اور مادری کا بھی سوائے ایک آدمی کے نہیں ہو سکتا ہے پانچویں یہ کہ اولاد کے حق میں جو کمال کہ ممکن ہو اولاد کے واسطے ماں باپ آرزو کرتے ہیں بلکہ اولاد کی ترقی اپنے اوپر بھی ہر کمال میں چاہتے ہیں اور کسی نیک چیز میں اُوپر اس کے حسد نہیں لے جاتے ہیں اور یہ خاصیت سوائے والدین کے کسی میں نہیں اور اسی واسطے ہے کہ تعظیم والدین کی تمام شریعتوں اور دینوں میں واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے محبت اور میل والدین کا طرف اولاد کے ذاتی ہے حیوانوں میں بھی کہ بے شعور ہیں پایا جاتا ہے جیسی کہ محبت حق تعالیٰ کی بھی ساتھ بندہ کے ذاتی ہے اور اسی واسطے کافروں کے حق میں بھی بسبب بھیجنے رسولوں اور نازل کرنے کتابوں کے اور قائم کرنے دلیلوں اور دُور کرنے عذروں کے معروف ہے اور اس آیت میں کہ والدین کو مطلق بے قید ایمان کے ذکر کیا ہے اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ ماں باپ ہر چند کافر یا منافق یا فاسق اور فاجر ہوں اولاد کو چاہیے کہ ان کے ساتھ بھی راستہ لطف اور احسان کا چلے اور اسی سبب سے ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے بیچ تلقین باپ اپنے کے راستہ نرمی کا اختیار کیا جیسا کہ سورۂ مریم میں بیان اس کا ہے اور جب حنظلہ کہ صحابی جلیل القدر ہیں اور اُن کا باپ ابو عامر راہب تھا اور بڑا کافر شدید العناد تھا اس کے قتل کرنے میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انھوں نے رخصت چاہی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت باپ کے قتل کرنے کی نہ دی باوجودیکہ وہ کافر واجب القتل تھا اور طریق احسان کرنے کا ساتھ ماں باپ کے موافق اُس کے کہ صحیح حدیثوں میں مروی ہے کہ دل سے ان کی دوستی رکھے اور کلام اور رفتار اور نشست اور برخاست میں ادب کے طریقے رعایت کرے مثلاً چلنے میں آگے نہ چلے اور کلام میں نام لے کر نہ بُلاوے بلکہ تعظیم کے لفظوں سے جیسے یا سیدی باپ کے واسطے اور یا سیدتی ماں کے واسطے اور یا ابی اور یا امی ان کو پکارے اور ایسے ہی اپنے تئیں حتی المقدور ان کی خدمت میں خرچ کرے اور ہر کام اور بات میں ان کی رضامندی کا ارادہ کرے اور اوقات عزیز اور مال نفیس اپنا اُن سے دریغ نہ رکھے اور بعد مرنے کے بیچ جاری کرنے وصیت اُن کی کے معروف ہو اور بیچ دُعا نیک اور استغفار کے اُن کو یاد رکھے اور

واسطے اُن کے خیرات اور صدقات بھیجے اور ہر ایک جمعہ کے اندر قبر اُن کی کی زیارت کرے اور سورۂ لیٰسین پڑھ کر ثواب اس کا ان کی رُوح کو بخشے اور جو آدمی کہ ان کے ساتھ دوستی رکھتے ہوں یا قرابت رکھتے ہوں ان کے ساتھ مہربانی اور سلوک کرے اور جو کہ ماں باپ کسی شخص کے ساتھ دینے لینے میں کام آتے تھے یہ بھی اُن کے ساتھ ویسا ہی کرے کہ احسان والدین کا انھیں کاموں کے ساتھ تمام ہوتا ہے اور تمام ان مرتبوں کو حق تعالیٰ نے بیچ سورۂ اسرائیک درمیان کئی کلموں کے ارشاد فرمایا ہے کہ فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما كما ربيني صغيرا ۔ یعنی اور بھی کہا ہم نے کہ احسان کرو تم طرف ذوی القربیٰ یعنی صاحب قرابت کے اور احسان کو تابع احسان والدین کے کیا اس واسطے کہ جو قرابت جہان میں ہے یا بواسطہ ماں یا باپ کے ہے یا دونوں کے واسطہ سے جیسے بھائی حقیقی اور بہنیں حقیقی یا ایک کے واسطہ سے یعنی فقط ماں کی جہت سے یا باپ کی جہت سے جیسے کہ جد پدری یا بھائی علاتی یا چچا یا پھوپی کہ باپ کی طرف سے قرابت ان کی ہے یا جیسے بھائی اور بہنیں اخیافی اور جد مادری اور ایسے ہی ماموں اور خالہ کہ والدہ کی طرف سے قرابت رکھتے ہیں پس تمام ذوی القربیٰ والدین کے ساتھ قرابت میں شریک ہوئے البتہ فرق یہ ہے کہ والدین بالاصالۃ سلسلۂ وجود میں قریب ہیں اور دوسرے لوگ بالتبع اور اسی واسطے اصل احسان میں شریک ہیں اور احسان کو شریعت میں ساتھ صلہ رحم کے تعبیر کیا جاتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ الرحم شجنة من الرحمٰن یعنی قرابت ایک شعبہ ہے شاخوں ظہور اسم رحمٰن کی سے گویا رحمت الٰہی بیچ اس پردہ کے ظہور کرتی ہے اور اسی واسطے حق تعالیٰ نے قرابت کو فرمایا ہے من وصلك وصلته ومن قطعك قطعته یعنی جو کوئی ساتھ تیرے سلوک نیک کرے میں بھی اس کے ساتھ سلوک نیک کروں اور جو کوئی تیرے ساتھ سلوک بد کرے میں بھی اُسکے ساتھ سلوک بد کروں اور مصلحت عقلی بھی تقاضا کرتی ہے کہ آدمی اپنے اقارب کے ساتھ احسان کی راہ جاری رکھے اس واسطے کہ آدمی کو شادی اور غمی میں اور کاروبار دنیادی میں بغیر شریک اور ہمراہ ہونے دوسروں کے اور بغیر اعانت مالی اور خدمت بدنی کی درستی کام کی نہیں

marfat.com

ہوتی ہے اور ہر کسی کو ساتھ ہر کسی کے اس قسم کی مدد کرنی ممکن نہیں پس ضروری ہوا کہ جن شخصوں کے اندر میل جبلی اور الفت طبعی آپس میں ہے یہ سلوک لازم کیا طریقہ احسان کا برتے تاکہ انتظام ان چیزوں کا کہ جن میں حاجت اجتماع اور مدد اور معاونت کی پڑتی ہے برہم نہ ہو جاوے اس جگہ چاہیئے جاننا کہ قرابت والے دو قسم کے ہیں ایک قسم کے قرابت والے ایسے ہیں کہ قرابت محرمیت کی رکھتے ہیں یعنی نکاح ان سے حرام ہے جیسے کہ چچا اور ماموں اور خالہ اور بھائی اور بہن اور اولاد بھائیوں کی اور بہنوں کی اور احسان کرنا ساتھ اس قسم کے فرض ہے تارک اس کا گنہگار ہے اور دوسری قسم ایسے قرابت والے ہیں کہ محرمیت نہیں رکھتے ہیں جیسے کہ اولاد چچاؤں کی اور اولاد ماموؤں کی اور اولاد پھوپھیوں کی اور اولاد خالاؤں کی اور احسان اُن کے ساتھ کرنا سنت موکدہ ہے لیکن سنت یہ احسان ہے کہ امداد اور اعانت اور خبر گیری اُن کی کی جاوے اور جو احسان کہ بمعنی ترک ایذا کے ہے پس بہ نسبت انکے بھی فرض ہے بلکہ بہ نسبت تمام مسلمانوں کے یعنی ہر کسی مسلمان کو ایذا پہنچانی حرام ہے اور بھی جاننا چاہیے کہ اس جگہ ایک سوال مشہور ہے حاصل اُس کا یہ ہے کہ اس آیت میں یتامٰی اور مساکین کو ساتھ صیغہ جمع کے لائے ہیں اور اہل قرابت کو کہ وہ بھی بہت ہیں ساتھ صیغہ مفرد کے اُن کو ذکر کیا اور اس طرح نہ کہا کہ وذوی القربٰی اس میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ تمام اہل قرابت کو بمنزلہ ایک شخص کے مقرر کر کے صیغہ مفرد کا لائے تاکہ اشارہ اس بات کی طرف ہو جاوے کہ اہل قرابت کو برابر سمجھے اور کمی و بیشی سلوک کرنے میں نہ کرے تاکہ کسی کو دوسرے کا حال دیکھ کر وحشت نہ ہو بخلاف یتیموں اور مسکینوں کے کہ اُس جگہ ضرور نہیں کہ سب کو برابر سمجھے اگر کسی مصلحت کے واسطے کمی و بیشی بھی کی جاوے حرام نہیں اور سوال دوسرا بھی ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ اس سورۃ میں ذوی القربٰی بغیر اعادۂ جار کے کہ حرف با کا ہے ارشاد ہوا اور سورۂ نساء میں وبذی القربٰی ساتھ اعادۂ حرف جر کے اس فرق میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس سورۃ میں ذکر اس عہد کا ہے کہ بنی اسرائیل سے لیا تھا اور بنی اسرائیل بسبب کم استعدادی اپنی کے بجز والدین کے کسی کا حق نہیں سمجھتے تھے پس واسطے سمجھانے اُن کے کے ذی القربٰی کو والدین کے حکم میں داخل کر دیا اس واسطے کہ تمام ذوی القربٰی ساتھ ماں باپ کے اتصال رکھتے ہیں خواہ

دونوں کے ساتھ خواہ ایک کے ساتھ و المتصل بالمتصل متصل پس ساقط کرنا حرف
باکا کہ دلالت اوپر استقلال اور علیحدگی کے کرتا ہے اور یہ منافی اتصال کے ہے ضروری ہوا
اور سورۂ نساء میں خطاب طرف امت مصطفویہ کے ہے علی صاحبہا السلام والتحیۃ اور وہ لسبب
کمال معرفت اور وسعت استعداد کے حق ہر ذی حق کا بالاستقلال سمجھتے تھے پس لانا حرف با کا
کہ دلالت اوپر استقلال کے کرتا ہے مناسب ہوا اور بھی بناء کلام کی اس سورۃ میں اوپر
اختصار کے ہے اس واسطے کہ مقصود اصلی یاد دلانا عہد کا ہے نہ تکلیف بالفعل اور اسی
واسطے توحید کے مقام میں بھی اوپر صیغۂ نفی اور اثبات کے کفایت فرمائی کہ اس طرح ارشاد
کیا ہے لاتعبدون الا اللہ پس حذف با کا کہ یہ بھی موجب اختصار کا ہے رعایت
کیا گیا تا کہ نسق اور طرز کلام کے مناسب رہے اور سورۂ نساء میں تفصیل تکلیفات کی ہے اور اسی
واسطے اُس جگہ توحید کو ساتھ دو عبارتوں مستقلہ کے ادا فرمایا ہے کہ واعبدوا اللہ ولا
تشرکوا بہٖ شیئاً اور بیچ بیان حق داروں کے بھی تطویل منظور رکھی کہ والجار ذی
القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت
ایمانکم پس لانا حرف با کا اس جگہ ضروری ہوا تا کہ خلاف نسق کا نہ ہو جاوے بلکہ اگر تامل کیا
جاتے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ نساء میں ذوی القربیٰ کو بالاصالہ ذی حق کیا اور جار ذی القربیٰ
اور جار جنب اور صاحب بالجنب کو تابع اور اقارب حکمی کیا ہے اور اس سورۃ میں والدین کو
اصالتہً ذی حق مقرر کیا اور ذی القربےٰ کو تابع حکمی کیا پس اسی واسطے اس جگہ لانا حرف با
کا اور اس جگہ حذف کرنا اس کا لازم ہوا یعنی اور فرمایا ہم نے کہ احسان کرو تم طرف الیتامیٰ
یعنی یتیموں کے خواہ جنس مردوں کی سے ہوں یا عورتوں کی سے اور یتیم عرف شرع میں اس نابالغ
طفل کو کہتے ہیں کہ جس کا باپ مرگیا ہو یا گم ہوگیا ہو خواہ ماں اس کی زندہ ہو یا نہ ہو اور اگر ماں
بھی نہ ہو زیادہ تر مستحق احسان کا ہوتا ہے اور جانوروں میں یتیم وہ جانور ہے جس کی ماں نہ ہو
گو باپ رکھتا ہو اور یتیم جواہر اور نفیس چیزوں میں وہ ہے کہ نظیر اپنی نہ رکھے جیسے کہ کہتے
ہیں در یتیم اور یتیم کی جمع یتامیٰ کی ہے حالانکہ جمع فعیل کی اوپر فعالی کے نہیں آتی ہے لیکن
ہر گاہ کہ یتیم آفت زدہ ہے اس واسطے جمع ویسی ہی لاتے جیسی کہ اور آفت زدوں کی لاتے ہیں

marfat.com

مثل وجاعی اور رخیاطی کے اور صاحب کشاف نے کہا ہے کہ یتیم اگرچہ صفت ہے لیکن اس کو حکم اسمار غالبہ کا دے دیا ہے مثل صاحب اور فارس کے اور جمع اُس کی موافق جمع اُن کی کے آتی ہے پس اصل میں جمع یتایم مقتی قلب مکانی کر کے یتامٰی بنالیا اور احسان اور پر یتیم کے دو قسم کا ہے ایک قسم وہ ہے کہ اوپر وارثوں اُس کے کے واجب ہے مثل حفاظت مال اس کے کی کہ روز بروز زیادہ ہووے بسبب تجارت یا زراعت کے تاکہ قدر نفقہ اور ضروریات اُس کی کے اُس سے نکل آوے اور خبر گیری اُس کی خوراک اور پوشاک وغیرہ سے اور تعلیم علم اور کتابت اور تلقین آداب کی کمال نرمی اور خیر خواہی سے اور دوسری قسم وہ ہے کہ اوپر عام آدمیوں کے واجب ہے اور وہ ترک کرنا ایذا اس کی کا اور نرمی اور مہربانی اُس کے ساتھ کرنی اور مجلسوں اور محفلوں میں نزدیک اپنے بٹھانا اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا اور اس کو مانند فرزندوں کے گودی میں لینا اور محبت ظاہر کرنی اور حق یتیموں کا اس واسطے تابع حق اقارب اور والدین کے ہوا کہ جب شخص یتیم ہوا اور باپ اس کا نہ رہا حق تعالیٰ نے سب بندوں کو حکم کیا کہ اُس کے ساتھ باپ کا طریق برتیں اور اس کو مانند اپنے بیٹے کے سمجھیں تاکہ عجز حکمی کہ سبب موت باپ کے اس کو لاحق ہوا تھا ساتھ اس قوت حقیقی کے ہزاروں آدمی اس کے باپ کی جگہ موجود ہوتے دُور ہو جاوے پس یتیم بھی قرابت شرعی رکھتا ہے جیسے کہ ..... ذوی القربٰی قرابت عرفی رکھتے ہیں و یعنی اور بھی کہا ہم نے کہ احسان کرو طرف الْمَسَاكِيْنِ یعنی مسکینوں اور مفلسوں کی کہ بسبب عاجزی اور محتاجی فی الحال کے حکم یتیموں کا رکھتے ہیں گو یتیم بچے قوت اور طاقت کسب کی نہیں رکھتے ہیں اور یہ رکھتے ہیں اور اسی سبب سے یتیموں کو مقدم اوپر مسکینوں کے کیا ہے جس جگہ بھی کلام الٰہی میں آیا ہے اس واسطے کہ بیچ یتیموں کے عجز حالی اور عجز استقبالی دونوں موجود ہیں بخلاف مسکینوں کے اور مسکین عرف قرآن میں وہ ہے کہ آمدنی اسکی

لے یعنی احسان کرو ساتھ ہمسایہ کے کہ قریب رہتا ہے یعنی دروازہ اُس کا تمہارے دروازہ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور احسان کرو تم ساتھ ہمسایہ دُور کے کہ دروازے دونوں کے ملے ہوتے نہ ہوں اور بعضوں نے جار ذی القربٰی سے مراد ہمسایہ قرابت والے اور جار جنب سے مراد ہمسایہ اجنبی سے لی ہے اور احسان کرو تم ساتھ رفیق برابر کے کہ نماز کے وقت کسی مسجد میں دونوں ایک جگہ ہو جاویں یا بازار دونوں کی خرید و فروخت کا ایک ہو یا وعظ کی محفل میں ایک جگہ اتفاق اجتماع کا ہو جاوے اور احسان کرو تم ساتھ مسافر کے اور احسان کرو تم ساتھ اُن شخصوں کے کہ ملک تمہارے ہیں ۱۲

marfat.com

کمتر خرچ سے ہو گو کہ مال بھی رکھتا ہو اور پیشہ بھی کرتا ہو اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ سورۂ کہف میں مذکور ہے کہ حضرت خضر نے جن شخصوں کی کشتی توڑی تھی وہ لوگ مسکین تھے اور وہ کشتی اُن کے ملک میں تھی اور اس سے اپنی کمائی کرتے تھے اور یہ دلیل بھی ہے کہ سورۂ لا اقسم میں بیچ بیان شدت فقر کے مسکیناً ذا متربہ فرمایا ہے اگر صرف لفظ مسکین کا اوپر نہ ہونے کسی شے کے دلالت کرتا حاجت اس قید کی نہ تھی جس وقت مساکین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہوا فقیر کے واسطے بالاولیٰ یہ بات ثابت ہو گئی اس واسطے کہ فقیر زیادہ تر محتاج مسکین سے ہے وَ یعنی اور بھی کہا ہم نے کہ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا یعنی کہو تم ساتھ آدمیوں کے بات نیک کہ باعث دل تنگی اُن کی کا نہ ہو اس واسطے کہ تمام لوگوں کے حق میں احسان فعلی میسر نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ احسان فعلی اگر خدمت بدن کی ہے شرط اس کی طاقت ہے اور اس قدر طاقت ہونی کہ تمام آدمیوں کی خدمت بدنی کیا کرے یہ بات آدمی کے امکان سے باہر ہے اور اگر امداد مالی ہے یہ موقوف مال کے اُوپر ہے کہ حاجت اپنی سے زیادہ موجود ہو اور ہر شخص کو اس قدر مال کہ سب کی حاجتوں کو کفایت کرے ہاتھ نہیں آتا پس ضرور ہوا کہ عوام کے حق میں اوپر احسان قولی کے کفایت کرنی چاہیئے اور احسان قولی کے شرع شریف میں کئی مرتبے ہیں اول بیچ وقت سلام کے سلام علیک مسنون کرے اور سلام کے جواب میں اور لفظ بھی زیادہ کرے دوسرے یہ کہ نیک بات بتلانے میں اور بُری بات سے روکنے میں نرمی اور آہستگی کرے لڑائی جھگڑے سے پیش نہ آوے اور سمجھانے کا طریق عمل میں لاوے چنانچہ کسی بزرگ کی نقل ہے کہ اُنھوں نے کسی شخص کو دیکھا کہ آداب اور سنتیں وضو کی بجا نہیں لاتا ہے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تمھارے رُوبرو میں وضو کروں اور تم مجھ کو خوب غور سے دیکھو کہ مبادا مجھ سے کوئی ادب وضو کا فوت نہ ہو جاوے اور ایسا سمجھانا بھی خلوت میں ہو برملا لوگوں کے روبرو نہ کرے تاکہ موجب عار کا نہ ہووے تیسرے یہ کہ بیچ وقت ملاقات کے دوستی اپنی ظاہر کرے اور احوال اس کا پوچھا کرے اور شادی اور غم میں شرکت اپنی بیان کرے لیکن اس قدر بیان کرے کہ سچ سچ ہو مبالغہ بہت نہ کرے چوتھے یہ کہ بیچ وقت ملاقات اُس کے کے یا ذکر کرنے اُس کے کے اچھا نام اور اچھا لقب اُس کا اُوپر زبان کے لاوے اور جس نام یا لقب سے ناخوش ہو اُس سے پرہیز کرے مگر اس جگہ بھی رعایت سچ کی کرے اور

marfat.com

جھوٹ نہ کہے پانچویں یہ کہ غائبانہ اُس کو خوبی کے ساتھ یاد کرے اور سچی تعریف اُس کے رُوبرو بیان کرے اور اس کی فضیلتیں ظاہر کرے مگر جھوٹ اور مبالغہ سے بچے چھٹے یہ کہ بہیج وقت مشورہ کے صلاح نیک بتلانے سے دریغ نہ کرے ساتویں یہ کہ اگر کسی کو دیکھے نادانستہ کسی خرابی یا نقصان میں گرفتار ہوتا ہے اور یہ شخص طریق نجات کا اس خرابی یا نقصان سے جانتا ہے چاہئے کہ کمال حسن خلق اور رعایت ادب کے ساتھ اُس کو بتلادے یا کوئی اندھا راستہ میں چلا جاتا ہے اور کسی گڑھے یا کنوئیں میں قریب گرنے کے ہے یا کوئی شخص راستہ بھول گیا ہے یا کوئی اجنبی شئے کسی شخص نے گم کر دی ہے اور وہ ڈھونڈھ رہا ہے اور نشان اُس کے سے بے خبر ہے یا کسی شخص کو خریدنا کسی اسباب کا منظور ہے یا پہچاننا کسی دوائی کا چاہتا ہے اور اس کو ان چیزوں میں دخل نہیں ایسے ہی کوئی علم کی بات پوچھتا ہے یا کسی شبہ کو دین کے امر میں دُور کرنا چاہتا ہے وعلیٰ ہٰذا القیاس سو ایسی باتوں کے سمجھانے میں کوشش کرے اور اکثر ایسے معاملوں میں کا فرول کے ساتھ بھی موجب اجر اور ثواب کا ہے اور اسی واسطے وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا فرمایا ہے اور ساتھ قید ایمان اور اسلام کے مقید نہیں کیا مگر شروع ساتھ سلام علیک کے کرنا خالص مسلمانوں کے واسطے ہے اور اس جگہ جاننا چاہیئے کہ معنی حسن کے اس آیت میں یہ نہیں کہ مخاطب کے نزدیک سب وجہ سے مستحسن اور نیک ہو والا اکثر جگہ سستی امر دین میں اور خلاف مشروع کے لازم آوے اس واسطے کہ اکثر آدمی جو چیز کہ موافق خواہش اپنی کے ہو اس کو اچھا جانتے ہیں گو کہ مخالف شرع اور منافی آئین دینداری کے ہو بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ فی نفسہٖ وہ شے اس کے حق میں نیک ہو اور ایسے طریق سے اُس کو بتلائی جاوے کہ دل شکنی اُس کی نہ ہو اور عار اس کو لاحق نہ ہو پس آیت میں امر دین میں سستی کرنے والوں اور خوشامد کرنے والوں کے واسطے دست آویز نہیں ہے اور مستحسن کے معنی یہ ہیں کہ دُوسرا اس کو نیک سمجھے اور اس جگہ ایک مغالطہ بڑا در پیش آیا ہے اکثر آدمیوں کو درمیان مدارات اور حسن خلق اور درمیان مداہنت کے فرق ظاہر نہیں ہوا مدارات اور حسن خلق ہر مسلمان کے ساتھ بلکہ کافر کے ساتھ بھی بہتر ہے اور مداہنت اور خوشامد معیوب اور قبیح ہے اور نافہم آدمیوں کے نزدیک ان میں امتیاز اور فرق نہیں کوئی حسن خلق سے آدمیوں کے پیش آوے مداہنت اور خوشامد اس کو کہتے ہیں اور فرق ان میں

marfat.com

تواضع اور نیک خلق عبارت اس سے ہے کہ نفس اپنے کے بیں خفت اور سہولت اختیار کرنی اور اس کا اہتمام نہ کرنا اس طرح سے کہ اپنے نفس کو بڑا نہ سمجھے اور نفسانیت سے کام نہ کرے اور جو تقصیر کسی سے اس کے حق میں ہو جاوے اس سے درگذر کرنی اور مداہنت اُسے کہتے ہیں کہ امر دین میں سُستی اور نرمی اختیار کرنی اور باوجود دیکھنے اور سُننے امور نامشروعہ کے اور قولوں نامرضیہ الٰہی کے سختی نہ کرنی اور دین اپنے کو ہلکا کرنا اور جو حق کہ شرع اور دین میں واجب ہے اُس سے درگذر کرنا مثلاً اگر کسی شخص نے اس کو بُرا کہا یا تعظیم نہ کی غصہ میں نہ آنا اور اس کے ساتھ درپے انتقام کے نہ ہونا بلکہ نیک روش اُس سے اختیار کرنی یہ از قبیل حسن خلق اور مدارات کے سے ہے اور اگر کوئی شخص مخالف شرع کے حرکت کرتا ہے یا تعظیم دین کی چھوڑتا ہے اُس کے ساتھ مل جانا اور ناخوشی ظاہر نہ کرنی اور اس کی بات کو رد نہ کرنا اُس کا نام مداہنت اور خوشامد ہے پس حسن خلق اور مدارات میں تلف کرنا حق اپنے کا ہے واسطے رضامندی اور دلداری دوسرے کے اور مداہنت میں تلف کرنا حق شرع کا ہے واسطے اپنی غرض فاسد کے اور ان دونوں کے درمیان میں بڑا فرق ہے ایک دوسرے کے ساتھ مشتبہ نہیں ہوتا ہے جبکہ یہ فرق معلوم ہوا پس چاہیئے جاننا کہ کلام کرنا آدمیوں سے یا بیچ امور دینی کے وہ بھی دو قسم ہے یا ساتھ کافروں کے ہو مانند دعوت اسلام کے اور اس جگہ نرم گوئی اور دلجوئی معتبر ہے ساتھ دلیل اس کے کہ خدائے تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیٰ نبینا و علیہما السلام کو رسول بنا کر روبرو فرعون کے بھیجا ارشاد فرمایا کہ قولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشیٰ یعنی کہو تم اس سے بات نرم شاید کہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے اور ساتھ دلیل اس کے کے درمیان مدح آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لھم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک یعنی کمال مہربانی خدا کی ہے کہ خود بخود نرم طبیعت ہو گیا ہے تو واسطے منافقوں اور کافروں کے اور اگر سخت گو اور سخت دل ہوتا تو البتہ صحبت تیری سے بھاگ جاتے اور یہ بات تیری نہ سُنتے دوسرے یہ کہ کلام ہو ساتھ فاسقوں کے اور اُن لوگوں کے کہ اسلام کے حقوق میں کوتاہی کرتے ہیں اس جگہ بھی رعایت ادب اور حسن خلق اور نرم گوئی کی کرنی چاہیئے کہ اچھی طرح سے

marfat.com

امر شرع کا اُن سے کہے اور گناہ کی بات سے روکے جیسا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة یعنی بلا تو طرف رستے رب اپنے کے ساتھ دانائی اور اچھی نصیحت کے اور بھی فرمایا ہے ادفع بالتی ھی احسن یہ کلام امور دنیاوی میں ہے جیسے کہ تقاضا کرنا قرض کا اور طلب کرنا حق اپنا غاصب اور امانت دار سے اس میں بھی نزدیک ہر شخص عاقل کے جب تک کہ غرض نرمی اور آہستگی سے حاصل ہو سکے سختی کرنی نہایت قبیح اور مذموم ہے اسی واسطے حدیث میں آیا ہے ما دخل الرفق فی شئ الازانه وما دخل الخرق فی شئ الاشانه یعنی نہیں داخل ہوئی نرمی بیچ کسی شے کے مگر زینت دے دی اُس کو اور نہیں داخل ہوئی سختی بیچ کسی شے کے مگر معیوب کر دیا اُس کو پس ثابت ہوا کہ بات نیک اور نرم کہنی کچھ خاص ذات اہل اسلام اور اہل صلاح کے نہیں بلکہ ہر طرح کے آدمی کے ساتھ مقدمات دینی اور دنیاوی میں طریق حسن خلق اور ادب اور تواضع کا چلنا مستحسن ہے مگر جس جگہ کہ بغیر سختی اور بد خلقی کے کام دین اور دنیا کا نہ نکلے یا حسن خلق اس جگہ ساتھ مداہنت اور خوشامد کے مل جاوے ایسی جگہ تشدد اختیار کرنا مضائقہ نہیں اور اس آیت کا بھی محل یہی ہے کہ یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم یعنی اے نبی جہاد کر تو ساتھ کافروں اور منافقوں کے اور سختی کر اوپر اُن کے اور حضرت امام محمد باقرؓ سے منقول ہے کہ بیچ تفسیر وقولوا للناس حسنا کے فرمایا ہے کہ قولوا للناس ما تحبون ان یقال لکم یعنی کہو تم ساتھ آدمیوں کے ایسی بات کہ اگر تم سے کوئی ایسی بات کہے بُرا نہ مانو اور خوش ہو اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ تمام کاموں میں خواہ دین کے ہوں جیسے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا دُنیا کے ہوں جیسے کہ تقاضا کرنا قرض کا اور طلب کرنا حق اپنے کا چاہیئے کہ یہ شخص اپنے تئیں حریف ٹھیرا وے اور دوسرے کو مثل اپنے قرار دے اور بعد اُس کے سوچے کہ مجھ کو ۵
کلام کیسے اچھے معلوم ہوں گے جس وقت دوسرا شخص مجھ سے امر بالمعروف یا نہی عن المنکر یا تقاضا قرض وغیرہ کا کرے پس اس صورت میں جو بات اس کو پسند ہو ویسے ہی دوسرے سے کہے اور ہر گاہ کہ بیان حقوق بندوں کے سے کہ اس عہد میں مندرج ہیں فراغت ہوئی اللہ تعالیٰ نے طلب حقوق اپنے کی بھی فرمائی کہ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ یعنی اور قائم کرو تم نماز کو اور سیدھی کرو

marfat.com

اس کو اس طور سے کہ کسی طرح کی کجی اس میں نہ کرے اس واسطے کہ نماز ایسی عبادت ہے کہ دل کی عبادت اُس کے اندر ہے اور زبان اور ہاتھ پاؤں کی بھی وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ یعنی اور دو تم زکوٰۃ کو کہ چالیسواں حصہ چاندی اور سونے میں اور اور چیزوں میں قیمت اُن کی میں سے مقرر ہے بشرط گزر جانے ایک برس کے اور مواشی اور کھیتی میں حصہ مختلف ہے باعتبار ہر جنس اور صنف کے جیسے کہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے اس واسطے کہ یہ عبادت ہر چند کہ ظاہر میں خدا کا حق ہے لیکن حقیقت میں حق بندوں کا ہے اور زکوٰۃ ایسی شے ہے کہ بیخ نیک کرنے اخلاق اور دُور کرنے خصلتوں بخل کے اُس کو کمال دخل ہے باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اس عہد میں اوّل توحید کا ذکر کیا بعد اس کے آدمیوں کے حق بیان کئے بعد اس کے نماز اور زکوٰۃ کا بیان فرمایا پس اس بیان میں انتشار لازم آیا اس واسطے کہ اگر منظور مقدم کرنا حق العباد کا تھا اس جہت سے کہ حق العباد بڑا سخت ہے اور نگاہ رکھنا اس کا بہت مقصود ہے اور اُس کے اندر عہد شکنی کرنی نہایت قبیح ہے پس چاہیئے تھا کہ توحید کو بھی موخر ذکر کرتے اور ہمراہ نماز اور زکوٰۃ کے لاتے اور اگر منظور مقدم کرنا حق اللہ کا تھا اس واسطے کہ اصل یہی ہے پس نماز اور زکوٰۃ کو بھی ہمراہ توحید کے ذکر کرنا چاہیئے تھا اور اس جگہ بعضے حقوق الٰہی کو مقدم کیا اور بعضوں کو موخر کیا اس کی کیا وجہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اصل میں منظور تقدیم حق العباد کی ہے اس واسطے کہ بندے بسبب احتیاج اپنی کے نہ ملنے حقوق اپنے سے دردناک ہوتے ہیں اور تکلیف پہنچتی ہے اور اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک ہے اگر اُس کے حق میں کوئی قصور کرے اُس کو کچھ ضرر اور نقصان نہیں پہنچتا ہے لیکن توحید تمام حقوق الٰہی سے بڑھ کر ہے اس واسطے کہ شرط قبول ہونے تمام بندگیوں کی ہے خواہ وہ بندگی متعلق ساتھ حقوق بندوں کے ہو یا ساتھ حقوق الٰہی کے پس تمام حقوق کی یہ شرط ہے اور شرط کو تقدم طبعی اور پر مشروط کے ہے اسی واسطے مقدم کرنا توحید کا اوپر تمام چیزوں کے لازم آیا اور بعد توحید کے حقوق العباد کو اوپر حقوق اللہ کے مقدم کیا تاکہ تاکید ادا کرنے حقوق العباد کی بھی جاوے اور سوال دوسرا بھی ہے کہ احسان کرنا ساتھ یتیموں اور مسکینوں اور ذوی القربیٰ کے زکوٰۃ میں داخل ہے جدا ذکر نے اُس کے کی کیا حاجت تھی جواب اس کا یہ ہے کہ احسان کرنا ساتھ یتیموں اور مسکینوں اور اہل قرابت کے

جیسے کہ پیشتر تفسیر اس کی میں اشارہ ہوا عام ہے اس بات سے کہ ساتھ مال کے ہو یا ساتھ اور طرح کے اور جس صورت میں مال کے ساتھ ہو وہ بھی عام ہے اس سے کہ بیچ قدر نصاب کے ہو یا اس سے کمتر میں اور اگر قدر نصاب میں ہو وہ بھی عام ہے اس سے کہ زکوٰۃ میں حساب کیا جاوے یا سوائے زکوٰۃ کے پس اس احسان کو کہ جس میں ان مرتبوں کا عموم ہے زکوٰۃ کے دینے میں داخل نہ کرنا چاہیئے البتہ ایک طریق احسان کرنے کا اُن کے ساتھ یہی ہے کہ زکوٰۃ مال کی بھی ان کی طرف خرچ کی جاوے اور یہ بات بھی ہے کہ احسان قرابتیوں اور یتیموں کے ساتھ کرنے میں اللہ کو منظور یہ ہے کہ خرچ کرنا مال کا خدا کی راہ میں ارادہ کریں اور اسی واسطے احسان

پہلا کا اہل کرنے خصلت عدالت کے قبیل سے ہے اور احسان دوسرا یعنے زکوٰۃ کا دینا واسطے حاصل کرنے صفت جوانمردی اور مروت کے ہے اور پہلا احسان حقوق العباد سے ہے اور دوسرا حقوق اللہ سے حاصل کلام یہ ہے کہ جب عہد یاد دلانے سے فراغت ہوئی اور وہ عہد کہ مشتمل اوپر آٹھ تکلیفوں کے ہے اور جمع کرنے والا ہے تمام انواع تکلیفات کو اس واسطے کہ تکلیف یا بدنی ہے یا مالی ہے اور ہر ایک ان میں سے یا عام ہے یا خاص بدنی عبادت مطلق ہے کہ آدمی تمام اعضا اور قوتوں اپنی کو مستعد بجا لانے حکم اور امر الٰہی کا کر کے منتظر ہے مانند غلام کے کہ روبرو خاوند اپنے کے بارادہ بجا لانے حکم اس کے کھڑا ہے اور طرف اس تکلیف کے اشارہ کیا ہے ساتھ اس لفظ کے کہ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ اور تکلیف بدنی کہ خاص ہے نماز ہے کہ خاص وقتوں میں اور خاص شرطوں اور رکنوں معین کے مقرر ہوئی ہے اور تکلیف خاص مالی زکوٰۃ ہے اس واسطے کہ زکوٰۃ خاص ہے ساتھ مالک نصاب کے اور ساتھ گزرنے برس کے اور ساتھ مستحقوں معلوم کے اور ساتھ جنسوں معین کے اور تکلیف مالی عام کہ شرط اس کی قدرت ہے اور سبب اس کا یا نسب ہے یا غیر نسب اور نسب تین حال سے خالی نہیں یا سابق ہے جیسے کہ والدین یا مقارن ہو جیسے کہ اور رشتہ دار اور تیسرے یہ کہ لاحق ہو جیسے کہ یتیم بچے کہ اگرچہ کسی سے اُن کی قرابت نہ ہو مگر شارع نے بسبب مرجانے باپ کے اُن کو بمنزلہ اولاد تمام مسلمانوں کے ٹھہرا دیا ہے تاکہ سب لوگ اُن کے اوپر شفقت کریں اور تکلیف مالی کہ بدون نسب کے پائی جاوے اس کے دو

marfat.com

سبب ہو سکتے ہیں یا احتیاج اور مفلسی کہ بسبب اُس کے مال خرچ کیا جاوے جیسے کہ مسکینوں کی خدمت میں یا ہم جنس ہونا یعنی شرکت آدمی ہونے میں لیکن یہ بات تمام آدمیوں کے ساتھ پائی جاتی ہے اور تمام آدمیوں پر مال کے ساتھ احسان کرنا ممکن نہیں پس اُن کے ساتھ میں سوائے احسان قولی اور خوبی اخلاق کے اور شئے میسر نہیں ہو سکتی جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے انکم لن تسعوا الناس باموالکم و لکن سعوھم باخلاقکم یعنی تم سے یہ ممکن نہیں کہ ساتھ مال اپنے کے تمام آدمیوں کے ساتھ سلوک کر سکو لیکن چاہیے کہ ساتھ اخلاق اپنے کے سب کے ساتھ پیش آؤ۔ بطریق توبیخ اور عتاب کے بنی اسرائیل کے فرقے کو فرماتے ہیں کہ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ یعنی پھر منہ پھیرا تم نے اس عہد سے باوجود مضبوط اور مستحکم کرنے اُس کے کے اور تمام اُن آٹھوں تکلیفوں کو ضائع کیا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ مگر تھوڑی سی جماعت نے تم میں سے جیسے عبداللہ بن سلام اور اسد اور اسید بیٹے کعب رضی اللہ عنہ کے اور مانند اُن کے جنھوں نے متابعت پیغمبر وقت اپنے کی اختیار کی اور بیچ توحید ادا کرنے حقوق العباد و حقوق اللہ کے راسخ قدم ہوئے پس باوجودیکہ توڑ ڈالنے اس عہد محکم اور ضائع کرنے اُن آٹھ تکلیفوں عمدہ کے کس طرح توقع اس بات کی رکھتے ہو کہ تم کو زیادہ چند روز سے عذاب نہ ہو حالانکہ بعضی تکلیفیں ان میں ایسی ہیں کہ اُن کے چھوڑنے سے مدت دراز تک دوزخ میں رہو جیسے کہ نافرمانی والدین کی اور ترک کرنا نماز کا اور کاش بعد اس کے تدارک اس روگردانی کے کرتے اور اُس عہد شکنی کو ساتھ اصلاح کے بدلتے لیکن تم روز بروز اس عہد شکنی میں ترقی کرتے ہو۔ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ یعنی اور تم نے منہ پھیرنے کی حکموں الٰہی سے عادت پکڑلی ہے اور موافق اس قول کے کہ العادۃ طبیعۃ ثانیۃ اثر اس روگردانی کا بیچ جوہر نفسوں تمہارے کے محکم ہو گیا ہے اور بمنزلہ سوء مزاج مستحکم کے قابل علاج کے نہیں رہا اور اگر بنی اسرائیل اس زمانہ کے کہیں کہ روگردانی اور نافرمانی اور توڑنا اس عہد کا تمام گروہ ہمارے سے نہیں ہوا بلکہ بہت لوگ ہمارے فرقہ میں سے بیچ توحید الٰہی اور ادا کرنے توحید کے ثابت قدم ہیں خصوصاً ہم لوگ کہ اس زمانہ اور اس مکان میں ہیں بیچ ادا کرنے تکلیفات شرعی کے قصور نہیں کرتے ہیں پس بسبب اعمال بزرگوں ہمارے کے ہمارے اوپر طعن متوجہ نہیں ہوتا ہے تو جواب اُن کے میں عہد دوسرا یاد دلاؤ اور کہہ

یہود کے اعمال شنیعہ اور عہد شکنی کا بیان

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ یعنی اور یاد کرو تم اس وقت کو کہ لیا ہم نے عہد تمہارا محکم اوپر اُس کے کہ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ یعنی آپس میں خونریزی نہ کرو گے اور اس عہد کو بھی مانند اس مقصد سے عہد توحید کے خبر کی صورت میں لائے تاکہ جانو تم کہ خون کرنا ایک دوسرے کا قریب کفر اور شرک کے ہے بیچ بُرائی اور قباحت کے اور اسی واسطے احکامات الٰہی میں یہ بات مقرر ہے کہ بعد شرک کے سب کبیروں سے بڑا کبیرہ ناحق خون کر دینا ہے اور مثل پہلے حکموں کے یہ حکم بھی بہت تاکید کے ساتھ تم کو کیا ہم نے کہ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ یعنی نہ نکالو تم ہم مذہبوں اپنے کو گھروں اپنے سے اس واسطے کہ جلاوطنی بھی آفت ہے قریب مرنے کے پس بیچ حکم خونریزی کے ہے اور ایسے بڑے بڑے گناہوں کے کرنے میں باوجودیکہ عہد اور پیمان ان کے چھوڑ دینے کے کر لئے ہیں نہایت سخت عذاب مدت دراز تک سمجھنا چاہیئے اور قریب عذاب کفر اور شرک کے ان گناہوں کے عذاب کو تصور کریں اور نکالنا آدمی کا اپنے گھر سے کئی طرح پر ہوتا ہے ادنیٰ اُن کا یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کے ہمسایہ میں آکر رہے اور یہ شخص اُس کو ستانا اور تکلیف دینا شروع کرے یہاں تک کہ وہ لاچار ہو کر اُس گھر کو چھوڑ دے پس جیسے اس نے ناحق اس شخص کو اپنے گھر سے نکالا ہے حق تعالیٰ بسبب اس کے اسکو موروثی گھر اسکے سے کہ وہ بہشت ہے نکالے گا اور تم نے اس عہد کو قبول کر لیا ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ یعنی پھر تم نے اقرار بھی کر لیا کہ ہم نے اس عہد کو اپنے اوپر لازم کر لیا اور قبول کر لیا وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ یعنے اور تم کہ اس زمانہ میں گواہی بھی دیتے ہو ساتھ اس اقرار بزرگوں اپنے کے اور انکار اُس کا نہیں کرتے ہو ثُمَّ یعنی پھر بعد اس اقرار اور گواہی کے اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ یعنی تم کہ اس وقت میں حاضر ہو توڑتے ہو تم دونوں عہد کو کہ حق تعالیٰ نے ساتھ بزرگوں تمہارے کے نہایت تاکید کے ساتھ لیا تھا اور بطریق اختیار کے اس کو ذکر کیا تھا اور یہ عہد شکنی تمہاری مشابہت ساتھ تکذیب خبر الٰہی کے رکھتی ہے العیاذ باللہ منہ اس واسطے کہ تم تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ یعنی مارتے ہو تم گروہ ہم مذہب اور ہم قوم اپنے کو کہ حقیقت میں اپنے تئیں مارتے ہو اس واسطے کہ ساتھ حکم شرع کے قصاص تمہارے اوپر واجب ہوتا ہے اور واجب القتل ہوتے ہو اور صورت اس واقعہ کی اس طرح سے تھی کہ بیچ گرد و نواح مدینہ منورہ کے دو فرقے یہود کے رہتے تھے بنو قریظہ اور بنو نضیر

اور اندر مدینہ منورہ کے بھی دو فرقے انصار کے رہتے تھے اوس اور خزرج اور بنو قریظہ نے اوس کے ساتھ عہد کر لیا تھا کہ ہم تمہارے شریک ہیں اور بنو نضیر خزرج کے ساتھ ہم قسم ہوتے تھے اور جس وقت درمیان اوس اور خزرج کے جنگ وجدال ہوتا بنو قریظہ اوس کی طرف ہو جاتے اور بنو نضیر خزرج کے ساتھ اور آپس میں ایک دوسرے کو مارتے اور قتل کرتے بنو قریظہ کے ہاتھ سے بہت سے بنو نضیر مارے جاتے اور بنو نضیر کے ہاتھ سے بہت سے بنو قریظہ مارے جاتے اور یہ معاملہ ان کا سالہا سال سے جاری تھا اور ہرگز تدارک اس کا نہیں کرتے تھے اور اس کام پر ندامت کا اظہار بھی کرتے تھے اور کاش اوپر اسی قدر کے تم کفایت کرتے لیکن تم اور بھی اس کے اوپر بڑھاتے ہو وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِّنكُم مِّن دِيَارِهِمْ یعنی نکالتے ہو تم ایک فرقہ کو گروہ ہم مذہب اپنے سے اُن کے گھروں سے اور وہ گروہ وہ آدمی تھے کہ لڑائی میں مغلوب ہوتے تھے اور ڈر سے اُن کے مارے جاتے اور یہ لوگ اُس گروہ کو ضعیف جان کر اور تصرفات اُن کے کے متصرف ہوتے اور اگر تم کہو کہ ہم قصداً گروہ ہم مذہب اپنے کو نہیں مارتے ہیں اور نہ انکو نکالتے ہیں بلکہ واسطے محافظت قسم اور عہد کے کہ اپنے ہم عہدیوں کے ساتھ باندھ لیا ہے امداد اور کمک اُن کی کرتے ہیں اور اُس کے بیچ میں مارنا اور نکالنا لازم آتا ہے ہم ناچار ہیں کہتے ہیں ہم کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی باتوں کا عہد بیشتر اس سے لیا تھا کہ تم نے عہد اُن لوگوں سے کر لیا ہے اور قتل اور جلاوطنی حرام کر دی تھی اور حرام فعل میں مدد اور اعانت کرنی اُسی حرام میں شریک ہونا ہے اور شک نہیں کہ تم تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی پشت پناہی کرتے اور مدد دیتے ہو اوپر مارڈالنے اور نکالنے ہم مذہبوں اپنے کے ساتھ ایسے فعل کے کہ فی نفسہ وہ گناہ ہے اور بیچ حق برادر دینی اپنے کے تعدی ہے اور ظاہر ہے کہ جیسے کہ ظلم حرام ہے مدد کرنی ظالم کی اوپر ظلم اُس کے کے بھی حرام ہے اور اس جگہ ایک شبہ قوی ہے کہ اصل میں یہ شبہ معتزلوں کے اوپر کیا گیا ہے اس واسطے کہ وہ اللہ کے اوپر عدل کرنا واجب کہتے ہیں اور اس جگہ ہمارے اوپر بھی ہو سکتا ہے کہ اگر مددگاری ظالم کی حرام ہے پس حق تعالیٰ کس واسطے ظالم کو اوپر ظلم کے قدرت دیتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جیسے حق تعالیٰ نے قدرت ظلم کی ظالم کو بخشی ہے ویسے ہی اُس کو ظلم سے منع بھی فرمایا ہے اور اُس کے حق میں وعید سخت بیان کی ہے بخلاف آدمی کے کہ جس وقت مددگاری کسی ظالم کی کرے زیادہ تر باعث

marfat.com

ظلم کروانے پر ہوتا ہے اور ظلم اس کی نظر میں نیک دکھلائی دیتا ہے اور اگر حق تعالیٰ ظالم کو قدرت اوپر ظلم کے نہ دیتا معاملہ تکلیف اور امتحان کا موجود نہ ہوتا اور مدار جزائے نیک اور بد کا اسی کے اوپر ہے اور جس وقت بندوں کو قدرت ظلم کے اوپر نہ ہوتی پس باز رہنا بندوں کا ظلم سے بسبب بے مقدوری کے ہوتا نہ بسبب ایمان اور تابعداری حکم کے اور جبکہ آدمی کو ساتھ آدمی دوسرے کے ایسی قدرت دینے کی تکلیف کے اندر حاجت نہیں ناچار آدمیوں کے درمیان میں آپس میں امداد اور اعانت کرنی ظلم کی مطلقاً حرام اور ممنوع ہوئی اور عجب یہ ہے کہ بیچ مارنے اور جلاوطن کرنے ہم مذہبوں اپنے کے اس قدر صرفہ نہیں رکھتے ہو وَاِنۡ یَّاۡتُوۡكُمۡ اُسٰرٰى تُفٰدُوۡهُمۡ یعنی اگر آتے ہیں آگے تمھارے ہم مذہب قیدی ہو کر فدیہ اُن کا دے کر قید سے خلاص کروا لیتے ہو مثلاً اوس اور خزرج کی لڑائی میں اگر کوئی شخص بنو قریظہ کا بیچ ہاتھ خزرجیوں کے اسیر ہوتا تھا بنو نضیر اُس کو خرید کر کے آزاد کر دیتے اور اگر بنو نضیر میں سے کوئی بیچ ہاتھ اوسیوں کے گرفتار ہوتا بنو قریظہ اُس کو زر دے کر خلاص کروا لیتے اور اگر کوئی اُن سے کہتا کہ تم آپس میں جنگ اور قتال کرتے ہو اور ایک دوسرے کو جلاوطن کرتے ہو پھر قیدیوں کو زر دے کر کس واسطے چھڑاتے ہو جواب میں کہتے کہ ہم کو خدائے تعالیٰ نے یہی حکم فرمایا ہے کہ جس وقت دین کے بھائیوں ہمارے میں سے کسی کے ہاتھ میں قیدی دیکھیں ہم اس کو ہر طرح سے چھڑا لیویں اور لڑائی ہماری آپس میں محض بسبب دُنیاداری کے ہے اس واسطے کہ اگر لڑائی کرنے سے بیٹھ رہیں مطعون ہو جاویں اور ننگ ہم کو لاحق ہو جاوے کہ جن کے ساتھ ہم نے عہد کر لیا ہے اُن کی مدد نہ کی وہ اور بھی حاجت کے وقت ہماری مدد نہ کریں گے اور انتظام ہمارے دُنیا کے کاموں کا جاتا رہے گا.... حق تعالیٰ جواب کو باطل فرماتا ہے کہ جیسا کہ خلاص کروانا برادر دینی کا مخالفوں کی قید سے اوپر تمھارے فرض تھا اور تم اُس کو بجا لاتے تھے اور اسی واسطے عہد شکنیوں کے بیان میں اُس کو بیان نہیں کیا ایسے ہی لڑائی اور خونریزی بھی آپس میں اوپر تمھارے حرام تھی وَهُوَ یعنی حال یہ ہے کہ مُحَرَّمٌ عَلَیۡكُمۡ اِخۡرَاجُهُمۡ یعنی حرام ہے اوپر تمھارے نکالنا ہم مذہبوں اپنے کا اور جب نکالنا حرام ہوا قتل کرنا اور مدد اوپر قتل کے کرنا بالاولیٰ حرام ہوا اور اُن چیزوں کو بے دھڑک عمل میں لاتے ہو پس معلوم ہوا کہ تم عمل کرتے ہو موافق بعضے عہدوں کے اور توڑتے ہو بعضے عہدوں کو اَفَتُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضِ الۡكِتٰبِ یعنی آیا پس ایمان لاتے ہو تم ساتھ بعضے حکموں کتاب اپنی کے کر

خلاص کروانا بعضے قیدیوں کا ہے ظالموں کے ہاتھ سے وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ یعنی اور کفر کرتے ہو تم ساتھ بعضے حکموں اسی کتاب کے کہ قتل کرنا اور جلاوطن کرنا ہم مذہبوں اپنے کا ہے حالانکہ ایمان لانا ساتھ کتاب کے متجزی نہیں یعنی جب تک کل کتاب کے اوپر ایمان نہ لاؤ گے مومن نہ ہوگے بلکہ اس طرح سمجھنا چاہیئے کہ اگر ایک حکم کیا تو کتاب اپنی کا انکار کروگے بالکل کافر ہوگئے پس جبکہ تم نے ایک حکم کا انکار بالکل کافر ہوگئے پس فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ یعنی پس کیا ہے جزا اس شخص کی کہ یہ کام کرے خواہ کسی گروہ کا ہو خصوصاً مِنْكُمْ یعنی تم میں سے کہ اپنے تئیں اہل کتاب اور تابعداری کرنے والے اس کتاب کی کے کہتے ہو خود انصاف کرو تم اور ظاہر ہے کہ جزا کفر کی نہیں اِلَّا خِزْیٌ یعنی مگر ذلت سخت کہ بسبب اس کے تنگی کی جاتی ہے فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا یعنی زندگی دنیا کی میں جیسا جریہ لینا ساتھ کمال اہانت کے اور خراج لینا ساتھ کمال اہانت کے اور خراج لینا ساتھ مار دھاڑ کے اور نہ قبول کرنی گواہی اُس کی اور نشست و برخاست اور ہر محفل اور راستہ میں ذلیل اور حقیر کرنا اور جیسا کہ قتل کرنا اور قید کرنا اور لوٹنا مال کا اور جلا دینا گھروں کا چنانچہ بنو قریظہ اور بنو نضیر پر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے ہاتھ سے یہی حال واقع ہوا کہ تمام بنو قریظہ کو قتل فرمایا اور عورتوں اور بچوں اُن کے کو لونڈی اور غلام بنا لیا اور بنو نضیر کو ساتھ کمال رسوائی کے جلاوطن کیا۔ یہاں تک کہ بھاگ کر خیبر کو چلے گئے اور پھر خیبر میں سردار اُن کے مقتول ہوئے اور عورتیں قید میں پڑیں اور باقی رہے ہوئے کھیتی کرنے والے اور خدمتی مسلمانوں کے ہوئے اور یہ سب باتیں اس واسطے ہوئیں کہ انھوں نے خدا کے عہدوں کا توڑ کر پاس خاطر ان لوگوں کی کی جن کے ساتھ عہد کر لیا تھا پس خدا کے عہد کو ہلکا اور حقیر جانا اور کاش ان کے تئیں اوپر اسی سزا کے کفایت ہوتی لیکن دُنیا اور ذلت دُنیا کی ایک دن تمام ہو جاوے گی وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ یعنی اور دن قیامت کے پھیرے جاویں گے طرف سخت ترین عذاب کے کہ مثل عذاب دنیا کے بعد مدت معین کے موقوف ہونے والا نہیں اس واسطے کہ یہ لوگ خدا کے عہدوں کے توڑنے میں مبالغہ کرتے تھے اور وہ عہد نہایت محکم اور مضبوط تھے اگر حق تعالیٰ اُن کے عذاب کرنے میں مبالغہ نہ فرماوے جاہلوں کے وہم میں آوے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے حال سے ناواقف ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝ یعنے اور نہیں ہے خدا غافل

عہد شکنی کی دنیوی و اخروی سزا کا بیان

marfat.com

اُس چہرے سے کر کتے ہو کہ بارہا عہدوں اس کے کو توڑتے ہو اور پاس دوستی اور آشنائی اپنی کا اللہ تعالیٰ کے حق پر مقدم رکھتے ہو اور کس طرح آخرت میں سخت تر عذاب میں گرفتار نہ ہوں اس واسطے کہ بسبب اس کے انھوں نے کوئی چیز آخرت کے نفع کی اپنے واسطے باقی نہیں رکھی اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ یعنی یہ لوگ وہ گروہ بے عقل ہیں کہ خریدا انھوں نے زندگانی دنیا کو بدلے آخرت کے جس وقت حکم ہم عہدیوں اپنے کا قبول رکھا اور حکم خدا کا خاطر میں نہ لائے اور جبکہ آخرت کو بیچ ڈالا پھر کیا توقع کسی نفع کی آخرت کے نفعوں میں سے رکھیں فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ پس سبک نہ کیا جاوے گا اُن سے عذاب اس واسطے کہ سبک ہونا عذاب کا بھی ایک نوع کا نفع اخروی ہے کہ بسبب عنایت الٰہی کے بندہ اسکا مستحق ہوتا ہے وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ یعنی اور نہ ان کے تئیں کوئی مدد کرے گا کہ عذاب خدا کے کو ساتھ زور کے ان سے دفع کرے جیسے کہ دنیا میں ہم عہدیوں اپنے سے یہی توقع رکھتے تھے پس معلوم ہوا کہ وہ لوگ موافق اقرار اور گواہی اپنی کے مستحق سخت عذاب دائمی کے ہیں اور اپنے قول کو کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ ہے خود جھوٹا کرتے ہیں اس جگہ جاننا چاہیے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بعضے حکم شریعت کے کہ موافق طبیعت اور عادت اس کی کے ہوں قبول کرے اور جو کہ مخالف طبیعت اور عادت اُس کی کے ہو اُس کے قبول کرنے میں قصور کرے سو ایسا عمل کچھ کام نہیں آئے گا مثلاً ایک شخص ہے کہ شراب کو اپنے مزاج کے مضر جان کر یا مخالف وضع خاندان اپنے کے دیکھ کر چھوڑ دے اور زنا کو پوشیدہ کرتا ہے پس چھوڑنا شراب کا اُس کے حق میں موجب ثواب کا نہ ہوا اس واسطے کہ بسبب اتباع شریعت کے اُس کو نہ چھوڑا اگر بمقتضائے طبیعت اور رسم کے پیروی شریعت کی کرے لیکن کوئی بات مخالف ظاہر کے بھی نہ کرے البتہ اُس میں اصلاح رسم کی ہو سکتی ہے اور اسی واسطے علماء اس قسم کی عبادت میں مختلف ہیں بعضے کہتے ہیں کہ ایسی بندگی سے کہ رسم کی جہت سے ہو وہ گناہ کہ جس میں صفائی ہو بہتر ہے۔ بیت

جہے کہ رخت ما بحریم صفا کشید بہتر ز طاعتے کہ بعجب و ریا کنند

بعضوں نے کہا ہے کہ طاعت ریاوالی بہتر گناہ بے توبہ سے ہے اور فیصلہ درمیان دونوں گروہوں کے یہ ہے کہ اصلاح نفس اور تہذیب اُس کی میں گناہ کہ جس میں ندامت اور خجالت ہو بہتر اس بندگی سے

marfat.com

کہ ساتھ خود پسندی اور ریا کے ہو اور ہیچ اصلاح رسم و رواج شریعت کے بندگی ریا والی گناہ سے بہتر ہے واللہ اعلم اور اگر کہو تم کہ یہ سب عہد شکنیاں ہماری ہیچ قتل اور اخراج ہم جنسوں کے اور مددگاری ظالموں کی اور سوا اس کے اور چیزوں میں متحقق ہوئیں لیکن ان کے سبب سے کفر نہیں ہو گیا اصل میں یہ چیزیں فسق میں شمار کی جاتی ہیں اور عذاب فاسق کا اخیر کو موقوف ہو جاویگا اور ہمیشہ نہیں رہنے کا کہتے ہیں ہم منقطع ہو جانا عذاب فاسق کا اُس صورت میں ہے کہ کفر کی طرف پہنچ نہ گیا ہو بخلاف اس فسق تمھارے کے کہ انکار بعضے احکام الٰہی کا اُس میں پایا گیا اور کفر کی حد کو پہنچ گیا اور احاطۂ خطیئہ کی نوبت پہنچی اور اگر اس سے بھی قطع نظر کریں پس عہد ایمان کا ساتھ پیغمبروں کے کہ بمنزلہ توحید کے ہے اُس کو توڑ ڈالا یہاں تک کہ عوض ایمان لے کہ پیغمبروں کے اوپر لانا چاہیئے ان کو قتل کر ڈالا تم نے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ یعنی اور البتہ دی ہم نے موسیٰ کو کتاب کہ توریت تھی اور اُس کتاب میں تمام عہد اور پیمان الٰہی مذکور تھے اور سب عہدوں سے بڑا عہد یہ تھا کہ ہر وقت کے پیغمبروں کی اطاعت کرو تم اور ساتھ اُن کے ایمان لاؤ اور راہ تعظیم اور توقیر کی اُن کے ساتھ جاری رکھو حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تختیاں توریت کی عنایت ہوئیں حضرت موسیٰؑ نے اپنے اندر طاقت اُن کے اٹھانے کی نہ دیکھی حق تعالیٰ نے واسطے ایک ایک آیت کے اُٹھانے کے ایک فرشتہ مقرر کیا وہ بھی نہ اُٹھا سکے بعد اس کے ایک ایک سرے پر ایک ایک فرشتہ بھیجا وہ بھی نہ اُٹھا سکے جب حضرت موسیٰؑ کو اور فرشتوں کو عظمت اور ثقل معنوی اس کتاب کی معلوم ہوئی اور قدر اُس کی اُن کے ذہنوں میں جانشین ہوئی حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ اب اوپر تیرے اٹھانا اس کتاب کا ہلکا کریں گے حضرت موسیٰؑ اُس کو اٹھا کر بنی اسرائیل کے پاس لائے وَقَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ اور لائے ہم پیچھے حضرت موسیٰؑ کے بہت رسولوں کو کہ حضرت یوشع اور حضرت الیاس اور حضرت الیسع اور حضرت شموئیل اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت شعیا اور حضرت ارمیا اور حضرت یونس اور حضرت عزیر اور حضرت حزقیل اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ اور سوا اُن کے چار ہزار آدمی تھے اور سب اوپر شریعت حضرت موسیٰؑ کے چلتے رہے اور مقصود بھیجنے اُن کے سے جاری کرنے احکام اُس شریعت کے تھے کہ بسبب تکاسل

اور سستی بنی اسرائیل کے محو ہو جاتے تھے اور بسبب تحریفات عالموں بے عمل کے بدل جاتے تھے
پس یہ رسول بیچ بنی اسرائیل کے مانند علمائے ربانیین اور مجددین اس امت کے دین کے ہیں
جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اِنَّ اللہ تعالیٰ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ راس
کل مائۃ من یجدد لھا دینھا یعنے تحقیق اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا اس امت میں ہر صدی
میں ایسا شخص کہ تازہ کرے گا اس امت کے واسطے دین اُس کا پس تم میں ایسے لوگ ہوتے کہ منکھو
نے ان پیغامبروں میں سے بعضوں کا انکار کیا اور بعضوں کو جیسے کہ حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا
کو جان سے مار ڈالا اور اگر کہو تم کہ یہ پیغمبر ایسے معجزے بڑے بڑے نہ رکھتے تھے جیسے کہ حضرت
موسیٰؑ رکھتے تھے اس واسطے ہمارے بزرگوں کو ان کے اندر شبہ پڑا اور بہ سبب غلط فہمی کے اُن
کی تکذیب کی اور مار ڈالا ہم کہتے ہیں کہ بعد اُس کے اور پیغمبروں نے بڑے بڑے معجزے تم کو
دکھلائے اور تم نے ہرگز یقین کیا وَاٰتَیْنَا عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ اور دیئے ہم نے عیسےٰ
مریم کے بیٹے کو معجزے روشن جیسے کہ زندہ کرنا مردہ کا اور اچھا کرنا اندھے مادر زاد کا اور برص
والے کا اور پیدا کرنا پرند جانور کا اور خبر دینی غیب کی اور خود بخود سیکھنا توریت کا اور اور سوا اس کے
کہ حضرت موسیٰؑ کے معجزوں سے کم نہ تھے بلکہ باعتبار بعض وجوہ کے زیادہ معلوم ہوتے تھے خصوصاً
اس جہت سے کہ ایک چیز خاص حضرت عیسیٰ کو دی تھی اور حضرت موسیٰؑ کو اُس قسم کا معجزہ نہیں
دیا تھا اور وہ یہ ہے کہ وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ یعنی اور مدد دی ہم نے عیسیٰ کو ساتھ روح
القدس کے اور روح القدس نام اس اسم الٰہی کا ہے کہ حضرت عیسیٰ بسبب افسوں اُس اسم کے مردہ کو زندہ
کر دیتے تھے اور بیماروں کو بسبب ہاتھ پھیرنے اور دم کرنے کے اچھا کر دیتے تھے اور بعضوں نے
کہا کہ روح القدس نام جبرئیل کا ہے اور بموجب حکم الٰہی کے ہمیشہ حضرت عیسیٰؑ کی رفاقت اور
اعانت میں رہتے تھے اور بعضوں نے کہا کہ روح القدس عبارت روح پاک سے ہے کہ بیچ بدن حضرت
عیسیٰ کے پھونکی گئی تھی اور سوا اور روحوں سے کئی وجہ سے ممتاز تھی اور اضافت اس کی طرف قدس کے
حاتم الجود کے قبیلہ سے ہے اور وہ روح ملکی تھی کہ عوارض بشری کم رکھتی تھی حاصل یہ ہے کہ تائید
کرنی ساتھ روح القدس کے باعتبار کسی معنی کے ہو حضرت عیسیٰ کے خواص میں سے تھی پس اس کی
تکذیب کرنی کسی وجہ سے معذور نہ ہوئی اور عیسیٰ لغت عبرانی میں بمعنی الیسوع کے ہے اور معنی

marfat.com

الیسوع کے مبارک کے ہیں اور مریم لغت عبرانی میں بمعنی خادم کے ہے اور ہرگاہ کہ اُن کی ماں نے اُن کے تئیں واسطے خدمت بیت المقدس کے نذر کیا تھا اُن کا نام مریم رکھا گیا اَ یعنی آیا توڑا تم نے عہد محکم ہمارا بیچ حق اُن پیغمبروں کے بغیر شبہ اور دست آویز اور عذر کے سوا اس کے اور کوئی وجہ نہ تھی کہ مخالف طبیعت تمہاری کے حکم فرماتے تھے فَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ یعنی پس ہرگاہ کہ آتا تھا طرف تمہارے کوئی پیغمبر ان پیغمبروں میں سے بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ یعنی ساتھ اس حکم کے نہیں چاہتے تھے دل تمہارے اس حکم کو اسْتَكْبَرْتُمْ تکبر کرتے تھے تم قبول کرنے اس کے سے فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ پس بعضوں کی اُن میں سے تکذیب کرتے تھے وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ یعنی اور ایک گروہ کو ان میں سے قتل کرتے تھے تم مانند حضرت شعیا اور حضرت زکریا اور حضرت یحیٰی اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اپنے زعم میں اگرچہ حقیقت میں اُن کے اوپر دستیاب نہ ہوئے لیکن ان کی شبیہ کہ اور شخص تھا اس کو دار پر کھینچا اور مانند پیغمبر آخر الزماں صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ ایک بار سحر کیا اور ایک بار زہر دیا اور ایک بار دیوار کے نیچے فریب سے بٹھلا کر چاہا کہ ایک پتھر بھاری اُوپر سے اُن کے اُوپر ڈال دیں لیکن حق تعالیٰ نے ہر حال میں اُن کو محفوظ رکھا اور اسی نکتہ کے جتلانے کے واسطے قتلتم نہ فرمایا بلکہ صیغہ مضارع کا لاتے اس واسطے کہ اب تک وہ بیچ فکر قتل پیغمبروں کے تھے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اثر زہر کا کہ بکری کے گوشت میں خیبر میں کھایا تھا ہر برس عود کرتا ہے اور اُس کے سبب سے درد گلے کا اور خناق پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس وقت معلوم کرتا ہوں کہ بسبب اثر اُس کے کے رگ میری جان کی چیری گئی پس حقیقت میں وفات اس نبی کی بھی بوجہ قتل اُن کے کے تھی اور اس نہج کا ارشاد کہ اس آیت میں بیان فرمایا تھا نہایت بلاغت اُسکے اندر پائی گئی گویا ارشاد فرماتے ہیں کہ وصف رسالت کی تمہارے نزدیک ایک شئے کو ان دونوں چیزوں میں سے تقاضا کرتی ہے تکذیب یا قتل اور یہ نہایت جہالت ہے کہ ساتھ بہترین مخلوقات کے بدترین معاملات سے پیش آتے تم اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رُوح القدس جبرئیل ہے اور بخاری اور دوسری صحاح میں موجود ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم واسطے حسّان شاعر کے منبر مسجد میں رکھواتے تھے اور اشعار اُن کے کہ بیچ جواب شاعروں کفار کے کہتے تھے سنتے تھے اور اُس کے حق میں دُعا فرماتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ

marfat.com

ایدہ بروح القدس پس معلوم ہوا کہ تائید روح القدس کی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بعض آدمیوں کو بطفیل متابعت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور ایمان لانے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نصیب ہوتی تھی پس آں حضرت کو تائید اُن کی بالاولیٰ حاصل ہوگی اور ابن حبان نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روح القدس میرے سینہ میں پھونک مارتا ہے کہ کوئی جاندار نہیں مرتا ہے جب تک کہ پورا نہیں کرلیتا ہے رزق اپنا پس ڈرو تم خدا سے اور رزق کے ڈھونڈنے میں بہت کد و کاوش نہ کرو اور روح القدس کی صحبت کے خواص میں سے یہ ہے کہ زبیر بن بکار نے بیچ کتاب اخبار المدینہ کے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ جس شخص کے ساتھ روح القدس ہم کلام ہوتا ہے زمین کو حکم نہیں کہ گوشت اس کا کھاوے باقی رہا اس جگہ ایک سوال کہ اہل تفسیر وارد کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ کذبتم کو ساتھ صیغہ ماضی کے اور تقتلون کو ساتھ صیغہ مضارع کے کس واسطے لاتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ تکذیب پیغمبروں کی ایسی شے تھی کہ ہو چکی اور قتل پیغمبروں کا ابھی تک تمام نہیں ہوا اس واسطے کہ درپے قتل سب افضل پیغمبروں کے ہیں پس گویا اب تک مشغول قتل کے ساتھ ہیں اور ہر چند کہ قتل ان پیغمبروں کا بھی مستلزم تکذیب اُن کی کا ہے اور جب تک کہ قتل باقی ہے تکذیب بھی باقی ہے لیکن تکذیب پیغمبر کی ابتدائے بعثت اس کی میں حادث ہوتی ہے اور ایک دفعہ ہو چکی بخلاف قتل کے کہ بارہا اسباب اُس کے تیار ہوتے ہیں اور ان اسباب کے بار بار تیار ہونے سے لازم نہیں آتا ہے کہ تکذیب نئی حادث ہوتی رہے بلکہ باقی رہنا تکذیب پہلی کا کفایت کرتا ہے اسی نکتہ کے واسطے تغیر اسلوب کی کی واللہ اعلم وَقَالُوْا یعنے اور کہتے ہیں یہودی پیغمبروں کے قتل کرنے کے عذر میں کہ ہم نے ان کو اس واسطے مارا ہے کہ ہمارے نزدیک صدق ان کا ثابت نہیں ہوا ہر چند کہ عوام اور جاہل لوگ بسبب دیکھنے خارق عادتوں ان کی کے فریب کھا کر سچا جانتے ہیں اور ان کی طرف میل کرتے ہیں لیکن ہم مذہب اپنے میں اس قدر تعصب رکھتے ہیں کہ ہرگز ساتھ اس جوڑ اور موڑ کے فریب نہیں کھاتے ہیں اور ہرگز طرف کسی شخص کے کہ برخلاف مذہب اور آئین ہمارے کے ہو ہر چند کہ خوارق اور کرامات اُس سے صادر ہوں رجوع نہ کریں گے اور فرماں برداری اُس کی نہ اٹھا دیں گے اور اس بات میں اس حد کو ہم پہنچے ہیں کہ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ

marfat.com

یعنی دل ہمارے بیچ غلاف کے ہیں خوشامد اور چاپلوسی اور صفائی تقریر کی اُن میں اثر نہیں کرتی ہے اور فریب کی باتوں اور کرشمے دکھلانے سے تردد اور شبہ میں نہیں پڑتے ہیں حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ مقدمہ اس طرح نہیں بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ یعنی بلکہ لعنت کی ہے اُن کے تئیں اللہ تعالیٰ نے اور رحمت اپنی سے دُور ڈالا ہے اور حق بات کے سمجھنے اور قبول کرنے اُس کے کو اُن کے دلوں میں جگہ نہیں دی ہے اسی سبب سے ہے کہ نصیحت کرنے والوں کی طرف رجوع نہیں ہوتے ہیں اور حق بات سنتے ہیں پس ان کے تئیں اشتباہ ہو گیا کہ تعصب باطل کو تعصب حق سے جدا نہیں کرتے ہیں جو چیز کہ ان کو حاصل ہے یعنی باطل اور ناحق شے کے اوپر جمے ہوتے ہیں اور اس کے اُوپر مستحکم ہیں اور دعویٰ تعصب حق کا کرتے ہیں اور وہ اُن کو بالکل حاصل نہیں اور معنی تعصب حق کے یہ ہیں کہ دین حق کو قوت سے پکڑے اور ہرگز طرف دین اور آئین دوسرے کے نظر نہ کرے اور اوپر فریبوں اور دھوکے بازیوں اور شیطانیوں اور استدراجات جوگیوں اور راہبوں کے کان نہ لگاوے اور بسبب در پیش آنے مصیبتوں اور امتحانوں کے بیچ خوبی دین اپنے کے کسی طرح کا شک اور تردد پیدا نہ کرے اور یہ بات تمام دینوں کے اندر مستحسن ہے اور ہر زمانہ میں مطلوب ہے اور اپنے تئیں نیک اور غیر اپنے کو گو نیک ہو بد جانے اور یہ بات مردود اور معیوب ہے اور ان کے تئیں ان دونوں معنی میں امتیاز حاصل نہیں تعصب باطل کو حق جانتے ہیں اور بسبب حاصل ہونے اُس کے کے خود پسندی اور فخر رکھتے ہیں اور اگر وہ کہیں کہ جب ہم ملعون ہمیشہ کے واسطے اور راندے گئے اللہ کی جناب کے ہیں اور لیاقت قبول کرنے خطاب کی اور سمجھ حق بات کی ہمارے دلوں سے چھن گئی ہے پس ہمارے اوپر کیا گناہ ہم معذور ہیں ہم کہتے ہیں یہ عذر اُن کا نامسموع ہے اس واسطے کہ اگر یہ حالت اصل سے ہوتی اور بغیر مداخلت اُن کی کے دلوں میں پیدا ہوتی البتہ یہ معذور ہوتے لیکن یہ حالت ابتداءً جناب الٰہی کی طرف سے اُن کے اوپر قابض نہیں ہوئی بلکہ بِكُفْرِهِمْ یعنی بسبب کفر اُن کے کے جس وقت ایک معجزے اور ایک پیغمبر اور ایک حکم الٰہی کا انکار کیا ایک نوع کی سختی اور سیاہی اُن کے دلوں میں موجود ہو گئی اور جب دوسری بار معجزہ دوسرا اور پیغمبر دوسرا اور حکم دوسرے کا انکار کیا وہ قساوت زیادہ ہوئی یہاں تک کہ غلظت اور کثافت کی نوبت پہنچی جیسے کہ پانی کہ سرما کے موسم

تعصب حق اور تعصب باطل اور دونوں کے معنی کا بیان

marfat.com

میں بسبب ہوائے سرد کے جمنے لگتا ہے اور جب بار بار ہوائے سرد کھاتا ہے سخت ہوتا جاتا ہے
ایسے ہی اُن کے دل جس وقت زیادہ سخت ہو گئے بالکل تاثیر نہیں قبول کرتے ہیں اور جو کہ بندہ
کے اختیار سے قسم لعن اور دوری رحمت الٰہی سے بہ نسبت اُس کے پائی جاتی ہے اس میں
جائے عذر نہیں اور اسی سبب سے ہے کہ اکثر یہ لوگ ساتھ کتاب اور پیغمبر اپنے کے ایمان نہیں کھتے
ہیں فَقَلِیۡلًا مَّا یُؤۡمِنُوۡنَ یعنی پس بہت کم ایمان لاتے ہیں ساتھ حضرت موسیٰؑ اور توریت
کے باوجود اس کے دعویٰ ایمان کا ان دونوں کے ساتھ رکھتے ہیں اور امام احمد نے ساتھ
سند صحیح کے ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل چار
قسم ہیں ایک دل ایسا ہوتا ہے کہ صاف ہو اور اُس میں چراغ چمکتا ہے اور ایک دل ایسا ہوتا ہے
کہ غلاف کے اندر ڈالا ہوا ہے اور اُوپر سے دھاگا لپیٹ کر خوب بند کر دیا ہے اور ایک اُلٹا
اور اوندھا کیا ہوا ہوتا ہے اور ایک ایسا ہوتا ہے کہ ایک صفحہ اس کا سفید اور ایک صفحہ سیاہ۔
دل صاف اور روشن مومن کا دل ہے اور چراغ اس میں روشن نور ایمان کا ہے اور دل غلاف
میں ڈالا ہوا دل کافر کا ہے اور دل اوندھا کیا ہوا دل منافق کا ہے کہ اس نے بعد ایمان لانے
کے انکار کیا ہے اور دل دو رنگ وہ دل ہے کہ جس میں ایمان اور نفاق دونوں جمع ہوں اور مثال
ایمان کی کہ دل میں ہوتا ہے مانند سبزہ کے ہے کہ اس کے تئیں ستھرا پانی مدد دیتا ہے اور بڑھاتا
ہے اور مثال نفاق کی کہ دل میں ہو مانند ناسور کے ہے کہ مدام پیپ اور خون اُس سے نکلتا ہے
ان دونوں جانب سے جو طرف کہ غلبہ کرتی ہے دوسرے کے احکام کو مغلوب کرتی ہے اور مضمون
اس حدیث کا ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا اور ابن جریر نے حذیفہؓ سے روایت کیا ہے کہ
فرماتے ہیں القلوب اربعة قلب اغلف فذلك قلب الكافر وقلب مجرو فيه
مثل السراج فذلك قلب المومن وقلب معكوس فذلك قلب المنافق عرف
ثم انكر وقلب مصفح فيه ايمان ونفاق فمثل الايمان فيه كمثل
شجرة يمدها ماء طيب ومثل النفاق كمثل قرحة يمدها القيح والدم
فاى المدتين غلبت على الاخرى غلبت عليه اور حاکم نے ساتھ سند صحیح کے
حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ گناہ کے کام اور خواہشیں نفسانی دلوں پر وارد ہوتی ہیں پس جس دل نے

marfat.com

کہ انکار اُس کا کیا ایک نقطہ سفید اُس دل میں پیدا ہوتا ہے اور جس دل نے کہ انکار اس گناہ کا نہ کیا ایک نقطہ سیاہ اُسکے دل میں پیدا ہوتا ہے پھر اگر دوسری بار وہی گناہ یا اور گناہ درپیش آیا اور اُس کا بھی انکار کیا سفیدی اس کی زیادہ ہو جاوے یہاں تک کہ سفیدی خالص ہو جاتی ہے پھر اُس کو کوئی گناہ نہیں ستاتا ہے اور اگر دوبارہ بھی انکار نہ کیا اور اس گناہ کو کر لیا سیاہی اس کی زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ دل زنگ آلودہ اور اوندھا ہو جاتا ہے پس حق بات کو حق نہیں سمجھتا ہے اور باطل کو باطل نہیں جانتا ہے اور اسی مضمون کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے قال ان الایمان یبد ونقطۃ بیضاء فی القلب فکلما ازداد الایمان عظما ازداد ذلک البیاض فاذا استکمل الایمان ابیض القلب کلہ وان النفاق یبد ونقطۃ سوداء فی القلب کلما ازداد النفاق عظما ازداد ذلک السواد فاذا استکمل النفاق اسود القلب کلہ وایم اللہ لو شققتم عن قلب مومن لوجد تموہ ابیض ولو شققتم عن قلب منافق لوجد تموہ اسود حاصل اس کا یہ ہے کہ ایمان کے سبب سے دل میں سفیدی اور روشنی کا چمکارہ پیدا ہوتا ہے پس جس قدر ایمان بڑھتا جاتا ہے وہ سفیدی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے پس جس وقت ایمان کامل اور پورا ہوتا ہے. تمام دل سفید اور نورانی ہو جاتا ہے اور نفاق کے سبب سے دل میں تھوڑی سی سیاہی آجاتی ہے اور جس قدر نفاق بڑھتا جاتا ہے سیاہی پھیلتی جاتی ہے اور جس وقت پورا منافق ہو جاتا ہے. تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے اور قسم اللہ کی اگر چیرو تم دل مومن کا البتہ پاؤ گے تم اس کو سفید اور اگر چیرو تم دل منافق کا البتہ پاؤ گے تم اُس کو سیاہ اور دلیل اوپر اس کے کہ سختی یہودیوں کی اپنے دین میں جنس تعصب باطل اور حق پوشی کی سے ہے یہ ہے کہ انھوں نے پیغمبر وقت اپنے کی دیدہ دانستہ اور حقیقت اُس کی کو پہچان کر بغاوت اختیار کی اور طریق عناد کا قبول کیا اور تفصیل یہ ہے کہ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ یعنی ہر گاہ کہ آئی آگے اُن کے کتاب جانا انھوں نے کہ وہ کتاب مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی خدا کے پاس سے ہے اس واسطے کہ بڑے بڑے بلغا آدمیوں میں سے معارضہ اُس کے سے عاجز ہوتے اور بھی دیکھا اُنھوں نے کہ وہ کتاب مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ یعنی موافق ہے ساتھ اُس چیز کے ہمراہ اُن کے ہے کتابوں پہلے نبیوں کی سے حالانکہ جو شخص کہ اُن کے اوپر یہ کتاب اتری ہے بالکل اس کتاب کی واقفیت نہ رکھتا تھا خط اور ا کہ اُسکے ملک۔

marfat.com

میں رائج تھا اس کو بھی نہ لکھ سکتا تھا چہ جائیکہ خط عبرانی کی اور عبارت عربی کہ لکھی ہوئی ہوتی۔ اُس کو پڑھ بھی نہیں سکتا تھا چہ جائیکہ لغت عبرانی کی وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ یعنی اور تھے یہ یہودی پہلے اترنے اس کتاب کے سے اقرار کرنے والے ساتھ نبوت اس شخص کے اور بزرگی اُس کی کے اُوپر سب نبیوں کے اس واسطے کہ بیچ وقت لڑائی اور خوف شکست اپنی کے يَسْتَفْتِحُوْنَ یعنی طلب فتح اور نصرت کی کرتے تھے جناب الٰہی سے ساتھ نام اس پیغمبر کے اور جانتے تھے کہ نام اُس کا اس قدر برکت رکھے ہے کہ بسبب ذکر اُس کے کے اور توسل پکڑنے ساتھ اُس کے فتح اور نصرت حاصل ہوتی ہے عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنی اُوپر اُن لوگوں کے کہ کفر قبول کیا انھوں نے بسبب شریک کرنے غیر اللہ کے بیچ عبادت کے اور انکار پیغمبروں کا کیا پس گویا نام اس پیغمبر کا مقوی اور مددگار تمام پیغمبروں کا جانتے تھے اور یہ بھی یقین کرتے تھے کہ یہ پیغمبر ولیوں کا فرکشی اور دُور کرنے دینوں باطلہ کے اس حد کو پہنچا ہے کہ نام اُس کا قائم مقام ایک لشکر جرار کے ہے ابونعیم اور بیہقی اور حاکم نے ساتھ اسناد صحیحہ اور طرق متعددہ کے روایت کی ہے کہ یہودی مدینہ کے اور یہودی خیبر کے جس وقت ساتھ بُت پرستوں عرب کے یعنی فرقہ بنی اسد اور بنی غطفان اور جہینہ اور غیرہم کے جنگ کرتے تھے مغلوب ہو جاتے اور شکست کھاتے لاچار ہو کر طرف دانشمندوں اور کتاب اپنے کے رجوع کیا انھوں نے بعد تامل بسیار کے یہ دُعا اپنے سپاہیوں کو تعلیم کی کہ لڑائی کے وقت میں پڑھا کریں پھر مغلوب نہ ہوئے اور فتح پاتے تھے دعا یہ ہے اللّٰھم ربنا انا نسئالك بحق احمد النبی الامی الذی وعدتنا ان تخرجه لنا فی اٰخر الزمان وبکتابك الذی تنزل علیه اٰخر ما ینزل ان تنصرنا علی اعدائنا یعنی اے رب ہمارے سوال کرتے ہیں ہم تجھ سے ساتھ حق احمد نبی اُمّی کے ایسے نبی کہ وعدہ کیا ہے تو نے اس بات کا کہ ظاہر کرے اُس کو واسطے ہمارے بیچ آخر زمانہ کے اور ساتھ برکت کتاب تیری کے کہ اُتارے گا تو اُوپر اس کے پیچھے سب اُتری ہوئی کتابوں کے یہ کہ غالب کرے تو ہم کو اوپر دشمنوں ہمارے کے اور بھی ان سب محدثین ذکر کئے گئے اور امام احمد اور طبرانی نے سلمہ بن قیس سے روایت کی ہے کہ بیچ محلہ ہمارے کے کہ محلہ بنی عبدالاشہل کا تھا ایک یہودی رہتا تھا ایک دن وہ یہودی اپنے گھر میں سے باہر آیا اور بنی عبدالاشہل کی محفل میں گیا اور کھڑا رہا اور پکار کر کہا اور میں اُن دنوں

marfat.com

میں صغیر سن تھا کہ اے مشرکو اور بت پرستو انہیں جانتے ہو کہ بعد مرنے کے کیا ہوتا ہے ہم سب نے کہا کہ بارے تو کہہ کیا ہوگا کہا کہ تمام آدمی بعد موت کے زندہ ہوں گے اور دوزخ ظاہر ہوگا اور حساب اعمال کا اور میزان موجود ہوگی اور ہر ایک کو موافق عمل اُس کے کے جزا ملے گی کہا ہم نے یہ بڑی بعید بات کہتا ہے تو کہا اُس نے قسم خدا کی کہ اگر بدلے آگ اُس دن کے مجھ کو دُنیا میں بڑے تنور میں کہ آگ سے بھرا ہوا ہو ڈال کر بند کر دیں اور آخرت کی آگ سے مجھ کو نجات ہو جاوے عین آرزو میری ہے ہم نے کہا دلیل تیرے سچے ہونے کی کیا ہے کہا دلیل اس کلام کے کی پیغمبر ہے کہ عنقریب مکہ اور یمن کی طرف سے ظاہر ہوگا اور جو کچھ میں کہتا ہوں تمھارے اوپر ثابت کر دے گا کہا ہم نے وہ پیغمبر ہوگا اُس یہودی نے بائیں اور داہنی مجلس کو دیکھا اور میری طرف اشارہ کیا اور کہا کہ اگر اس نوجوان کی عمر بڑی ہوئے البتہ زمانہ اُس پیغمبر کا پاوے مسلمہ بن قیس کہتا تھا کہ چند روز گذرے کہ خبر پیغمبر ہونے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مشہور ہوئی اور جب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں پہنچے ہم سب ساتھ بزرگی اسلام کے مشرف ہوئے اور وہ یہودی ویسا ہی کافر رہا اور بغاوت اور حسد کرتا تھا ہم اُس کو ملامت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اے فلانے تجھ کو کیا بلا ہوئی کہ تو کافر رہا کیا تجھ کو وہ بات یاد نہیں کہ ہم سے کہی تھی تو نے وہ کہتا تھا ہاں یاد ہے مجھ کو لیکن یہ شخص وہ پیغمبر موعود نہیں حاصل یہ ہے کہ یہودی پیشتر آنے اس پیغمبر اور اس کتاب کے سے ساتھ وجہ کلی کے احوال دونوں کا جانتے تھے یعنی چونکہ پیغمبر اور کتاب کو دیکھا نہ تھا اتنا جانتے تھے کہ ایسا پیغمبر آئیگا اور ایسی کتاب اُس کے ساتھ ہوگی اور بعد آنے ان دونوں کے علم جزئی بھی حاصل ہوا یعنی مشاہدہ کر کے شناخت کر لی فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا یعنی آئی جب اُن کے پاس وہ چیز کہ پہچانا اُنھوں نے اس چیز کو اور اوصاف کلیہ اُس کے کے پیشتر سے جانتے تھے اُوپر اُس کے مطابق پائے ہیئت اور شکل اور جائے ولادت اور مکان اور خصلتیں اور اخلاق اُن کے اور واقعات کہ تیرہ برس کی مدت میں اُن کے درپیش آئے تھے ویسے ہی تھے جیسے کہ جانتے تھے اور کتاب کہ اوپر اُن کے آثار ہوئی تھی اعجاز لفظی اور معنوی اور اوضاع شریعت اُس کی کے اور حکمتیں کہ اُس کے درج کی اور رعایت مصلحتیں تمام کی سب جا ہیں موجود تھیں کَفَرُوْا بِهٖ یعنی منکر ہوئے اس سے از روئے عناد اور حسد کے اور یہی ہے علامت تعصب باطل کی کہ لعنت

marfat.com

سابق بھی اُسی کے آثار سے ہے اور لعنت دوسری کے لاحقہ ہے یہ بھی اُسی کے آثاروں میں سے ہے فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ یعنی پس لعنت خدا کی ہے اوپر ان کافروں کے کہ دیدہ و دانستہ حق پوشی کرتے ہیں اور بسبب بغاوت اور عناد اور حسد کے انکار حق صریح کا کرتے ہیں حالانکہ اوپر ذمہ اُن کے کہ خصوصاً بمقتضائے عہود توریت اور عہود پہلے پیغمبروں کے واجب اور لازم تھا کہ کمال کوشش اور سعی بیچ اس نصرت دین اور اس پیغمبر کے صرف کریں تاکہ جانوں اپنی کو مطالبہ پورا کرنے ان عہدوں کے سے خلاص کریں پس یہ لوگ اس معاملہ میں مانند اُس غلام کے ہوئے کہ بعوض مال کے گرو تھا اور اگر وہ مال کسب کر کے ادا کرتا خلاص ہو جاتا اور یہ بات ہو سکتی تھی لیکن اُس غلام کم عقل نے طریق خلاصی کا یہ سوچا کہ اصل سے اُس مال کا انکار کیا اور یہ کہنے لگا کہ اس شخص کا حق جس کے ہاتھ میں گرو ہوں میرے اوپر کچھ نہیں بلکہ اس دعوے میں یہ جھوٹا ہے اور تمسک اُس کا بھی جعلی ہے ایسے ہی اُن لوگوں نے انکار نبوت اس پیغمبر اور اس دین اور اس ابطال حقیت اس کی کو وسیلہ خلاص کرنے اپنے کا ذمہ داری اُن عہدوں واجب الوفا کے سے مقرر کیا پس بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ یعنی بری چیز ہے کہ خریدا انھوں نے ساتھ اُس چیز کے جانوں اپنی کو اس واسطے کہ جانیں اُن کی بعوض ادائے تکلیفات شرعیہ اور پورا کرنے عہود کے کہ بابت اتباع کے اُن سے لئے گئے تھے گرو تھیں کہ اگر خلاف اس کا کریں عذاب الٰہی میں گرفتار ہوویں اور انھوں نے چاہا کہ اُن جانوں کو اس گرو سے خلاص کریں اور عذاب خدا کے سے امن میں رہیں اور وجہ خلاصی کی سوائے اس کے انھوں نے نہ پائی کہ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی یہ کہ انکار کریں علامتوں اور صفتیں پیغمبر آخر الزماں کا کہ توریت میں موجود تھیں اور ایسے ہی انکار کریں قرآن کا بھی وہ دلیل صدق اور حقیت اُس کی کی ہے تاکہ اس سبب سے نصرت اور اتباع پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا کرنا نہ پڑے اس واسطے کہ وجوب نصرت اور اتباع کا موقوف اوپر شناخت اس پیغمبر اور اس دین کے تھا اور متفرع اوپر اعتقاد صدق اور حقیت اس کی کے اور جب کہ یہ شناخت اور یہ اعتقاد حاصل نہ ہوا وہ وجوب بھی متحقق نہ ہوا اور کاش ان کو جہل واقعی یہ کفر اور انکار کرواتا اور فی الحقیقت صدق اس رسول کا اور حقیت اس دین کی اُن کے تئیں حاصل نہ ہوتی کہ اُس صورت میں مستحق ایک غضب الٰہی کے ہوتے۔

marfat.com

بسبب قصور نظر اور چھوڑنے تامل کے بیچ نصوص توریت کے اور دلائل قرآن کے جیسے کہ اُن کا فرد کے اندر یہی بات تھی لیکن ان لوگوں کو فی الحقیقت یہ جہل اور نادانی نہ تھی بلکہ کیا اُنھوں نے جو کچھ کیا بَغْيًا یعنی از راہ ضد کے اور مکروہ رکھنے اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ یعنی اس بات کے کہ اتارے خدا تعالےٰ وحی اپنی کو کہ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی اپنے فضل سے کہ وحی جنس فضل اور عطائے الٰہی سے ہے کچھ عمل نیک کی اُجرت نہیں اور نہ اثر اپنے کمال سے حاصل کر سکے پس پہنچتی ہے اللہ کو یہ بات کہ اس کو نازل فرماوے عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ یعنی اوپر جس کسی کے کہ چاہے بندوں اپنے بغیر کسی عمل اور استحقاق کے پس اس انکار میں کئی وجہ سے کفر میں پڑے اول یہ کہ کفر کیا ساتھ کتاب اپنی کے اور اُس کی نصوص کو تحریف کیا دوسرے یہ کہ کفر اور انکار کیا ساتھ قرآن کے باوجود ظاہر ہونے دلائل حقیت اس کی کے تیسرے یہ کہ انکار کیا اور مکروہ رکھا ایک عمدہ فعل کو اللہ کے فعلوں میں سے ساتھ عقل ناقص اپنی کے پس گویا اوپر خدا کے اعتراض کیا کہ وحی کو اس جگہ نہ بھیجنا چاہیئے تھا چوتھے یہ کہ پیغمبر وقت کے ساتھ حسد کر کے قابل رسالت کا نہ جانا اور اُس کے کمالوں سے آنکھ ڈھانپی اور مجرد اس بات کے کہ بنی اسرائیل کے گروہ میں سے وہ نہ تھا اگرچہ کمالات خلقی اور علمی دونوں اُس میں ہوں اعتبار سے ساقط کیا اور اپنے تئیں محض اس بات سے کہ فرقہ بنی اسرائیل میں سے ہیں لائق مرتبہ رسالت کے جانا پس اہل کو نااہل اور نااہل کو اہل قرار دیا فَبَآءُوْ یعنی پھرے وہ مقام سوداگری اور تجارت کے سے کہ اس سے خلاص جانوں اپنی کی قصد کیا تھا بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ یعنی طرف غصہ اللہ کے کہ نیچے اُس کے اور غصہ ہے گویا غصۂ الٰہی کو تو بر تو حاصل کر کے لائے اور اس ترکیب کو عرب کے لوگ بیچ مقام بیان کثرت شئے کے استعمال کرتے ہیں چنانچہ عرف میں رائج ہے کہ کہتے ہیں نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ اور اس بات کی حاجت نہیں کہ فقط دو ہی قسم کا غصہ بیچ وقت اُس کے ملحوظ کریں بلکہ کثرت قسموں قسموں غصہ کی کہ پہلے اُن کا ذکر ہو چکا بیچ وقت استعمال اس کے کے منظور ہے اور جبکہ انھوں نے بسبب ان وجوہات کفر کے پشتارہ غصۂ الٰہی کے اپنے اُوپر اُٹھایا ہے اعتقاد تخفیف عذاب کا قیامت کے دن یا منقطع ہونا اس عذاب کا چند روز میں بہت بعید ہے اور کس طرح عذاب ان کا ہلکا اور منقطع ہو حالانکہ انھوں نے بسبب قتل اور تکذیب پیغمبروں کے قصد ذلیل کرنے ایسے شخص کا کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اُس کو دونوں جہان میں عزت دی ہے اور

marfat.com

لسبب عطا کرنے معجزوں کے اُس کو سچا کیا ہے پس قطع نظر وجوہ کثرت غضب کے سے اُن کے اندر ایک وجہ غصہ کی کہ وہ کفر ہے بلاشبہ پائی جاتی ہے وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ اور واسطے کافروں کے عذاب ہے ذلیل کرنے والا کہ ہرگز بعد گزرنے مدت کے عزت ان کو حاصل نہ ہوگی اور اصل حال پر وہ عذاب رہے گا اور نہ تخفیف قبول کرے گا اس جگہ معلوم ہوا کہ ہر عذاب ذلیل کرنے والا نہیں ہوتا ہے جیسے کہ عذاب گنہ گار مسلمانوں کا کہ محض واسطے پاک کرنے اُن کے کے آلودگی گناہوں کی سے ہے نہ واسطے اہانت اور ذلیل کرنے کے ساتھ دلیل قول اللہ تعالیٰ کے وَلِلّٰهِ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین یعنی اور ہے واسطے اللہ کے عزت اور رسول اُس کے کے اور واسطے مسلمانوں کے پس عذاب گنہگاروں ایماندار کا اس قسم سے ہے جیسے کہ باپ شفیق اپنے بیٹے کے اوپر اس کے نفع کے واسطے زجر اور توبیخ اور گوشمالی وغیرہ کرے یا مثل غسل اور حجامت اور مالش حمام کی ہے کہ واسطے پاک کرنے اُس کے کے گرد و غبار اور میل مٹی سے کیا جاتا ہے اور اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اہل کتاب کے تئیں باوجود جاننے اُن کے کے احوال اُس رسول کا اور ظاہر ہونے دلائل حقیت اُس کی کے بالخصوص پہلی کتابوں کی سے کئی چیزیں اس بات کے اوپر باعث ہوئیں کہ انھوں نے انکار کیا اور متابعت اور موافقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ کی اول یہ کہ بعضوں کو ان میں سے ایسا گمان تھا کہ نبی آخر الزماں چاہیئے کہ بنی اسرائیل میں سے ہو اس واسطے کہ خاندان رسالت کا یہی خاندان تھا اور جبکہ وہ احفاد بنی اسمٰعیل میں سے تھے متابعت اُن کی گوارا نہ ہوئی اور اکثر عوام اور جاہلوں کو یہی باعث تھا کہ خاندان پرستی شیوہ اُن کا ہے اور منصبوں کی لیاقت خاندانوں میں موروثی اعتقاد کرتے ہیں دوسرا یہ کہ بعضے اُن میں سے اپنے تئیں اہل کتاب اور جاننے والے احکام الٰہی کے جان کر پیغمبروں کی دعوت سے بے پروا اور بے احتیاج جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر پیغمبر کی حاجت اس زمانہ میں ہے سو عرب کے لوگوں کو ہے کہ کبھی اُن کے اندر کتاب نہیں اتری اور اُمی محض ہیں پس نبوت اُس پیغمبر کی خاص ساتھ گروہ عرب کے ہے اور جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بھی دین اپنے کی دعوت کی اور بعضے حکم اُن کی کتابوں کے منسوخ کئے حسد اور سرکشی ان کو ہوئی اور واسطے انکار نبوت اور مقابلہ اور لڑائی کے تیار ہوئے تیسرے یہ کہ علماء اور دانشمندوں اُن کے نے باوجود جاننے اس بات کے کہ نبوت اس پیغمبر کی عام ہے تمام آدمیوں

marfat.com

اور جنوں کو اور یہ کہ پیغمبر آخر الزمان بنی اسماعیلؑ سے ہوگا نہ بنی اسرائیل میں سے اور جائے پیدائش اُس کی مکہ ہے اور قوم اس کی قریش ہے۔ یہ اندیشہ اور فکر کیا کہ اگر ہم نے اس پیغمبر کی تابعداری کر لی سرداری اور کمائی ہماری جاتی رہے گی اور رشوتیں اور نذریں اور تحفے کہ ہمارا یا اور حاکموں جہان کے سے لیتے ہیں یک قلم نیست و نابود ہو جائیں گے ناچار طریق عناد اور عداوت کا اختیار کیا اور دیدہ و دانستہ اصرار اوپر انکار اُس کے کیا اور قرآن مجید میں احوال ان تینوں گروہ کے جدا جدا بھی اور ملے ہوئے بھی ذکر ہوتے ہیں اور ان آیتوں میں اکثر احوال تینوں گروہ کے ایک ساتھ بیان کئے اس واسطے کہ اصل مادہ کفر اُن کے کا خود پسندی اور بڑائی اپنی ہے اور لائق رسالت کے اپنے ہی تئیں جاننا اور اپنے آپکو پیغمبروں اور رسولوں سے مستغنی اور بے پروا ٹھہرانا ہے کہ لفظ بَغْيًا أَنْ يُنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ کا اسی کے اوپر دلالت کرتا ہے باقی رہیں، اس جگہ کئی بحثیں کہ مفسرین اُن کا تعرض کرتے ہیں، اوّل یہ کہ لما کلمہ شرط کا ہے اور شرط کے واسطے جزا اور جواب چاہیے اور یہ کلمہ اس آیت میں دو جگہ آیا ہے اوّل بیچ ولما جاءھم کتاب من عند اللہ مُصَدِّقٌ لّما معھم کے اور دوسرے بیچ فلما جاءھم مّا عرفوا کفروا بہ کے اور جزا اُس کی دوسری جگہ کفروا بہ واقع ہوئی ہے اور پہلی جگہ ایسی کوئی چیز مذکور نہیں ہوئی کہ قابلیت جواب کی رکھے اس کی توجیہ کس طرح کرنی چاہیئے جواب اس کا یہ ہے کہ جواب لَمَّا کا پہلی جگہ محذوف ہے اور شرط اگلی اس کا قرینہ ہے اور اصل عبارت اس طرح سے ہے ولمّا جاءھم کتاب من عند اللہ مصدّقٌ لّما معھم عرفوا انہ حق فلما جاءھم ما عرفوا بہ کفروا بہ اور بعضے اہلِ عربیت نے کہا ہے کہ حقیقۃً جواب اس کا کفروا بہ ہے گو بحسب ظاہر کے جواب لما جاءھم ما عرفوا بہ کا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ لمّا کو بیچ مقام دوسرے کے محض واسطے تاکید کے لائے ہیں بسبب طول کلام کے اور ظن اس بات کے کہ سننے والے کو کلمہ لمّا کے سے کہ ابتدائے آیت میں ہے غفلت ہو گئی ہو جیسا کہ بیچ فلا تحسبنھم بمفازۃ من العذاب کے بعد لا تحسبن الّذین یفرحون کے مقرر کیا گیا ہے اور اس توجیہ میں ایک خدشہ باریک سا ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلے لمّا کو تکریر اور تاکید کے واسطے کہنا اس وقت مناسب ہوتا ہے کہ مدلول مابعد اُس کے کا

marfat.com

اور مدلول مابعد دوسرے کا ایک چیز ہو بغیر کمی وبیشی کے جیسے کہ بیچ لا تحسبن الذین یفرحون اور فلا تحسبنّهم کے موجود ہے اور اس جگہ درمیان دونوں مدلولوں کے تغایر اور تفاوت ظاہر ہے اس واسطے کہ آنا کتاب کا کہ جس میں تصدیق پہلی خبروں کی ہو مستلزم اس بات کو نہیں کہ معرفت بھی اُن کی حاصل ہو جاوے اور یہ ظاہر ہے مگر یہ کہ معرفت کو حمل اوپر اس کے کیا جاوے کہ استعداد قریب معرفت کے ہو جاوے اور اس طرح کہنے میں بعد ہے اور بعضے مفسرین نے اس طرح کہا ہے کہ جواب لمّا کا پہلے مقام میں ساتھ قرینہ جزا آئندہ کے محذوف ہے یعنی کذبوہ واستھانوا کہ لفظ کفروا بہ کا اس پر دلالت کرتا ہے اور اس توجیہ میں بھی خلل ہے اس واسطے کہ اس سورۃ میں لفظ فلمّا کا ساتھ فاء تفریع اور تعقیب کے مناسب نہیں جیسے کہ اوپر صاحبوں سلیقہ کے پوشیدہ نہیں اور یہ کہ تکذیب اور استہانت عین کفر ہے پس مرتب ایک جزا کا اوپر دو شرطوں متغایر کے کہ ایک عام ہے اور ایک خاص لازم آتا ہے حالانکہ لازم عام کا لازم خاص کا ہے دوسری بحث یہ ہے کہ اشترا لغت عرب میں بمعنی خریدنے کے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہودیوں نے بسبب کفر کے جانوں اپنی کو برباد کیا نہ یہ کہ خریدا پس معنی بئس ما اشتروا به انفسهم کے کیا ہوویں گے جواب اس کا یہ ہے کہ پیشتر بیچ تفسیر اس آیت کے گذرا کہ یہودیوں نے ساتھ اس کفر کے قصد اس بات کا کیا کہ اپنی جانوں کو کہ بیچ عہد اور پیمان اس امر کے کہ نصرت اور اتباع اس پیغمبر کی کریں گے گرو تھیں خلاص کریں اور جو کوئی کسی چیز کو گرو سے چھڑاتا ہے خریداری اُسی چیز کی کرتا ہے پس تعبیر کرنی اس معاملہ سے ساتھ اشترا کے مناسب ہوئی اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ اشتروا به ساتھ اس طریق کے کہ اشتریٰ ساتھ معنی شریٰ کے ہے یعنی مزید بمعنی مجرد کے اور شریٰ ساتھ معنی بیع کے ہے جیسے کہ بیچ آیت ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله کے اور جبکہ کفر کو بسبب طمع اور حسد کے اختیار کیا گویا جانوں اپنی کو بیچ جگہ ہلاکت کے ڈالا اور بیچ ہاتھ مؤکلوں دوزخ کے بیچا لیکن اس توجیہ میں خلاف عرف اور استعمال کا لازم آتا ہے اس واسطے کہ اہل عربیت نے ایسا کہا ہے کہ اشترا اور ابتاع استعمال عرب میں خاص خریدنے کے معنی میں آتا ہے اور باع اور شریٰ خاص ساتھ معنی بیچنے کے اور مبایعت اور مشارات مشترک ہے دونوں

marfat.com

معاملوں میں حاصل کلام کا دلیل صریح اوپر اس بات کے ہے کہ یہودیوں نے یہ معاملہ نقصان والا محض حسد کی بنا پر اختیار کیا گویا جانوں اپنی کو بیچ جگہ ہلاکت کے ڈالا اور شریعت اس پیغمبر کے ان کا رویہ یہ ہے کہ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی جب کہا جاتا ہے اُن کے تئیں کہ ایمان لاؤ تم ساتھ اُس چیز کے کہ اُتارا ہے اُس کو اللہ نے خواہ توریت ہو خواہ انجیل خواہ قرآن مجید اس واسطے کہ سبب وجوب ایمان کا علاقہ عبودیت اور ربوبیت کا ہے بندہ کے اوپر واجب ہے کہ اطاعت حکم خاوند اپنے کی کرے خواہ وہ حکم اس کی طرف بواسطہ گروہ اپنے کے پہنچے یا بواسطہ غیر کے اور یہ علت سب کتابوں کے اندر مشترک ہے بیچ جواب کے قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا یعنی کہتے ہیں کہ ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری گئی ہے اُوپر گروہ ہمارے کے کہ مراد بنی اسرائیل سے ہے اور اس قید لگانے سے احتراز کرتے ہیں اُس چیز سے کہ اوپر غیروں بنی اسرائیل کے نازل ہوئی ہے مثل انجیل کے اور قرآن کے پس مکروہ جانتے ہیں اُتارنے کتاب کو اوپر غیر بنی اسرائیل کے اور حسد کرتے ہیں اُوپر اُن نبیوں کے جن کو یہ کتابیں دی گئی ہیں وَیَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ یعنی اور منکر ہوتے ہیں اُس چیز سے کہ سوائے کتاب اپنی کے ہے باوجودیکہ وہ چیز کہ جس کے سبب سے ایمان لانا ساتھ اُس کے واجب ہے اُن کے اعتقاد کے موافق بھی پایا جاتا ہے وَهُوَ یعنی اور وہ یہ بات ہے کہ وہ کتابیں، فی نفسہا الحق یعنی سچی اور مطابق واقع کے ہیں باعتبار مضمونوں اور دلیلوں اپنی کے اور باوجود اس کے مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ یعنی موافق ہے ساتھ اُس چیز کے کہ ہمراہ اُن کے ہے یعنی کتاب کہ جس کے اوپر دعوٰی ایمان کا رکھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جب چیز فی نفسہٖ دلیل کے ساتھ سچی اور مطابق واقع کے ہو اور مع اُس کے اُس شئے کے ساتھ مطابق ہو جس شئے کو وہ سچا جانتے ہیں پس ایسی چیز کا یقین نہ کرنا صریح دلیل تعصب باطل کی اور عناد کی ہے لان مطابق المطابق مطابق یعنی اس واسطے کہ مطابق مطابق کا مطابق ہے پس بیچ کلام اُن کے کے کہ اگر تامل کیا جاوے صریح تناقض آتا ہے اس واسطے کہ دعوٰی ایمان کا توریت کے ساتھ رکھتے ہیں اور جو چیز کہ موافق توریت کے ہے اُس کا انکار کرتے ہیں پس حقیقت میں یہ انکار انکار توریت کا ہی ہے اور ایمان لانا ساتھ انجیل اور فرقان کے اُن کے اوپر لازم آتا ہے اور اسی جہت سے یہ کلام اُن کے کہ صریح تناقض اور تخالف اُس میں ہے محتاج جواب کے نہیں اور اگر چاہے کہ تو

marfat.com

بیچ جواب اُن کے مشغول ہووے پس بطریق تنزل کے اس دعوے اُن کے کو تسلیم کر کے جواب میں قُلْ یعنی کہہ کہ اگر ایمان تمھارا ساتھ توریت کے صحیح ہے پس توریت سے یہ مضمون نکلتا ہے کہ عہد ایمان لانے کا ساتھ ہر نبی کے لازم ہے کہ بعد اس کے آوے پس کیا سبب ہے کہ تم ساتھ نبیوں نا اپنے کے ایمان نہیں لاتے ہو اور اگر تم کو تمسک بالتوریت منع کرتا ہے اس بات سے کہ جو نبی منسوخ کرنے والا بعضے احکام توریت کا ہے اُس کے اُوپر ایمان لاؤ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ یعنی پس کس واسطے قتل کرتے ہو اللہ کے پیغمبروں کو کہ پہلے ہو چکے ہیں اور کسی نے ان میں سے احکام توریت کے منسوخ نہیں کئے بلکہ واسطے رواج دینے احکام توریت اور تائید شریعت موسویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہوئے تھے مثل حضرت شعیا اور حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہم السلام کے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ یعنی اگر تم سچے ہو دعوئے ایمان میں ساتھ توریت اور شریعت حضرت موسیٰ کے اور احتمال ہے کہ معنی آیت کے اس طرح ہوں کہ جب کہا جاتا ہے اُن سے کہ ایمان لاؤ ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری ہے اللہ نے اس زمانہ میں یعنی قرآن مجید کہتے ہیں کہ ایمان لاتے ہیں ہم ساتھ اس قدر کے کہ ہمارے اوپر اُتری ہے مضمونوں اور حکموں قرآن کے سے یعنی جو حکم کہ مشترک ہیں درمیان کتابوں ہماری کے اور اس کتاب کے اور انکار ساتھ اُس چیز کے کہ سوائے اس قدر مشترک کے ہے مثل اُن احکام کے کہ منسوخ کرنیوالے توریت کے ہیں حالانکہ وہ بھی بیچ حقیت اور تصدیق کرنے توریت کے برابر اُسی قدر کے ہیں جس کا وہ یقین کرتے ہیں پس اُن کے جواب میں کہہ کہ اگر سبب وجوب ایمان کا نزدیک تمھارے یہی ہے پس جن پیغمبروں نے کہ پہلے ہو چکے ہیں اور انھوں نے مخالفت توریت کی نہیں کی ہے اور اس کے حکموں کو منسوخ نہیں کیا ہے اُن کو کس واسطے قتل کیا تم نے اگر تم ساتھ توریت کے ایمان رکھتے ہو باقی رہا بیان کرنا نکتہ اس بات کا کہ تَقْتُلُوْنَ کو ساتھ صیغہ مضارع کے کس واسطے لائے ہیں حالانکہ لفظ من قبل کا صراحتہً دلالت کرتا ہے اوپر اس کے کہ یہ قتل زمانہ ماضی میں ہو چکا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ راضی ہونا ساتھ مقتول ہونے شخص کے یعنی بیچ حکم قتل اُس شخص کے ہے اور جبکہ اس زمانہ کے لوگ اس فعل شنیع بزرگوں اپنے کے سے راضی تھے اُن کو بھی قاتل مقرر کر کے اسناد فعل مضارع کی اُن کی طرف کر دی گویا اس طرح ارشاد ہوا کہ تم کس واسطے اس زمانہ میں انبیاؤں گزرے ہوؤں کو قتل کرتے ہو بطریق رضامندی کے ساتھ فعل

marfat.com

بزرگوں اپنے کے کا وبال اس فعل شنیع کا کہ مدتوں پہلے تمہارے وجود سے ہو چکا ہے اب اعمال نامہ تمہارے میں بھی لکھا جاتا ہے بلکہ کفر تمہارا منحصر اس میں ہی نہیں کہ بعد حضرت موسیٰؑ کے کئے نبیوں کو اپنے زمانہ میں مارا ہے بلکہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں بھی اس سے بھی بڑھ کر کفر تم سے سرزد ہوا وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوسٰى یعنی اور تحقیق آیا تھا تمہارے پاس موسیٰ کہ اوپر شریعت اس کی کے اپنے تئیں قائم جانتے ہو بلکہ ساتھ بہانہ ایمان شریعت اس کی کے اور شریعتوں سچی کا انکار کرتے ہو بِالْبَيِّنٰتِ یعنی ساتھ معجزوں ظاہر کے مثل عصا اور ید بیضا اور پھاڑنا دریا کا کہ صریح دلالت کرتے ہیں اوپر اس بات کے کہ الوہیت اور عبادت خاص خدا کے واسطے ہے جل شانہٗ اور دوسرا اگرچہ کیسا ہی کمال امکانی کو پہنچ گیا ہو لیاقت معبودیت کی نہیں رکھتا ہے ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ یعنی پھر بنالیا تم نے گوسالہ بے عقل کو معبود مِنْۢ بَعْدِهٖ یعنی پیچھے جانے حضرت موسیٰؑ کے طرف کوہ طور کے کچھ زیادہ سفر نہ تھا اور وہ بھی تیس دن کہ اتنی مدت میں نہ دلالت معجزوں کی تمہارے نزدیک اعتبار سے جاتی رہی تھی اور نہ احکام لاتے ہوئے اُن کے منسوخ ہوئے تھے اور نہ منصب نبوت سے حضرت موسیٰؑ معزول ہوگئے تھے اور نہ انھوں نے اس جہان سے انتقال فرمایا تھا تا کہ بسبب نہ دستیاب ہونے معلم اور مرشد کے چپ و راست جاتے تم اور مانند ڈوبنے والے کے ساتھ ہر ایک تنکے اور گھاس کے سہارا ڈھونڈتے پس اُس وقت میں ایمان تمہارا ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شریعت اُن کی کے کہاں گیا تھا اور بیچ اس تھوڑی سی مدت غائب ہونے حضرت موسیٰؑ کے حکم عمدہ دین کا کہ توحید اور خاص کرنا عبادت کا خدا کے ساتھ ہے سامری کے کہنے سے کہ محض ایک سنار مکار بازی گر تھا چھوڑ کر مخالف اُس حکم کے کہ کمال تخالف اور بُعد اُس کا طریقۂ عقل اور انصاف سے اختیار کیا اس واسطے کہ گاؤ بے عقل کو اور خصوصاً صورت بنائی ہوئی بچہ اُس کے کو ساتھ جناب ربوبیت کے کیا شرکت اور مشابہت تھی کہ معبود بنالیا اور کس طرح حضرت موسیٰؑ کے حکم کو منسوخ قرار دیا حالانکہ شریعت موسوی کو قابل نسخ کے نہیں جانتے ہو مگر تم سے یہ بے انصافی بعید نہیں اس واسطے کہ جو کوئی خوگر کسی چیز کے ساتھ ہوتا ہے وہ چیز اُس کو بہت خفیف دکھلائی دیتی ہے اگرچہ فی نفسہٖ وہ چیز نہایت قبیح اور شنیع ہو وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ یعنی اور تم خوگر ہوئے ہو ساتھ ظلم کے گویا ظلم کو تمہارے تخم میں خمیر کر دیا ہے اور اسی سبب سے ہے کہ بے دھڑک یہ تلقین کرتے ہو یہ ہے حال

marfat.com

تمہارے بزرگوں کا ساتھ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام کے اور اگر چاہو تم کہ حال ایمان اُن کے کا ساتھ توریت کے معلوم کرو تم پس قصہ دوسرا سنو وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ لیا ہم نے عہد تمہارا اُوپر قبول کرنے احکام توریت کے اور جب توریت تمہارے رُوبرو پہنچی اور احکام اُس کے طبیعت اپنی پر شاق اور گراں دیکھے اُس عہد سے پھر گئے تم اور بیچ قبول کرنے ان حکموں کے حیلہ اور بہانہ کیا تم نے پس تم کو ساتھ زجر اور توبیخ کے اور خوف کھڑا کرنے پہاڑ کے سے اُوپر سروں تمہارے کے پھر اُس عہد کے اُوپر لائے ہم وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ یعنی اور اُٹھایا ہم نے اُوپر سروں تمہارے کے پہاڑ کو تاکہ بسبب خوف گر پڑنے اُس کے کے عہد اپنے سے نہ پھرو اور کہا ہم نے ساتھ زبان حضرت موسیٰؑ کے کہ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ یعنی پکڑو تم اُس چیز کو کہ دیا ہے ہم نے تم کو حکموں توریت کے سے اور تکلیفات شاقہ اُن کی بِقُوَّةٍ یعنے ساتھ اُس قوت کے کہ بیچ اُٹھانے مشقتوں دُنیا کے خرچ کرتے ہو وَّاسْمَعُوْا اور سنو تم تمام وہ چیزیں کہ کہی جاتی ہیں ساتھ تمہارے بیچ توریت کے تاکہ کوئی چیز اوامر اور نواہی الٰہی سے فوت نہ ہو اور تمہارے حافظہ سے باہر نہ جاوے قَالُوْا یعنی کہا اُن شخصوں نے بزرگوں تمہارے میں سے کہ اُس وقت میں حاضر تھے جس وقت پہاڑ گرنے سے ڈرے سَمِعْنَا یعنی سُنے ہم نے احکام توریت کے وَعَصَيْنَا یعنی اور نافرمانی کی ہم نے اُن احکام کی اس واسطے کہ ساتھ اس وضع کے قبول کرنا احکام شاقہ کا کارگر نہ ہوگا اس سبب سے کہ جب تک خوف پہاڑ کے گرنے کا ہمارے اُوپر ہے ناچار حرف تابعداری اور قبول کا زبان پر لاتے ہیں اور جب اس خوف سے نڈر ہو جاویں گے اور شہوت اور غصہ اور سستی اوپر حالت اصلی اپنی کے آویں گے بے اختیار صدور گناہ کا ہم سے ہوگا اور باعث اس کلمہ کے کہنے کا ایسی حالت میں کہ وقت نہایت خوف کا اور بھول جانے شہوت کی باتوں اور غصہ کا یہ تھا کہ محبت صورت پرستی کی اُن کے جوہر نفس میں محکم ہوگئی تھی وَاُشْرِبُوْا یعنی اور پلائی گئی تھی محبت گوسالہ کی کہ چند روز اُس کو پوجا تھا مانند پلانے جانے شراب کے کہ جلدی سے خالی جگہوں اور بدن کی طرفوں میں دوڑ جاتی ہے پس ٹھہرا دیا تھا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ یعنی بیچ دلوں اُن کے گوسالہ کو اور یہ تمام چیزیں ابتداءً اللہ کی طرف سے اُن کے حق میں نہ آئیں تھیں تاکہ معذور اور مجبور رہوتے اور مانند حیوانات کے اوپر حرکتوں اپنی کے عتاب کئے گئے نہ ہوتے بلکہ اس حالت کو جناب الٰہی

marfat.com

سے حاصل کیا بِکُفْرِھِمْ یعنی بسبب کفر اپنے کے کہ جب ایک بار انھوں نے خدا کی آیتوں کا انکار کیا اور وقت کے پیغمبر کو نہ مانا ان کے دلوں میں ایک زنگ پیدا ہو گیا پھر جب بار دوسری اسی طرح سے حرکت کی وہ زنگ زیادہ ہو گیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ حجاب دل کا بڑھ کر غلیظ ہو گیا اس حد تک کہ اثر ہدایت کے پہنچنے کو مانع ہوا اور مثال اس کی یہ ہے کہ کسی شخص نے پہلی بار ایک غذا مخالف کھائی کہ بسبب اس کے ایک جھلی باریک اس کی بینائی پر آگئی دوسری بار بدپرہیزی کی اس کے بعد پھر کتنی بار کی یہاں تک کہ جالا دلدار اس پر آگیا اور تمام بینائی کو ڈھانپ لیا اور اندھا محض ہو گیا پس ان کو دعویٰ ایمان کا ساتھ توریت کے نہایت تاکید سے کرتے ہیں یہاں تک کہ ایمان اپنا منحصر اسی کتاب مقدس میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں نومن بما انزل علینا ویکفرون بما وراءہ اور پھر بیچ وقت قبول کرنے حکموں اس کتاب کے ایسے کلمات کفر کے کہتے ہیں بطریق سرزنش اور طعن کے قُلْ یعنی کہہ کہ اگر کہنا کلمہ عصینا کا اور پلادینی محبت گوسالہ کی اپنی دلوں میں بھی ایمان تمہارے کا حکم ہے پس بِئْسَمَا یَاْمُرُکُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ یعنی بہت بری چیز ہے کہ حکم کرتا ہے ساتھ اس کے ایمان تمہارا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یعنی اگر تھے تم ایمان لانے والے ساتھ اس کتاب مقدس کے اس وقت ہیں جب یہ کلمے کہے تم نے اور یہ شراب محبت گوسالہ کی نوش کی تم نے اور اگر ساتھ اس کتاب کے ایمان نہ تھا پس دعویٰ نومن بما انزل علینا کا باطل ہوا کہ عین وقت اترنے توریت کے کفر اختیار کیا باقی رہیں اس جگہ بحثیں کئی کہ مفسرین اس کا تعرض کرتے ہیں اول یہ کہ ظاہر آیت سے سمجھا نہیں جاتا ہے کہ بزرگوں ان کے نے بیچ وقت کھڑا کرنے طور کے ان کے سروں پر اور قبول کروانے احکام توریت کے یہ دونوں کلمے کہے ہوں یعنی سمعنا وعصینا اور یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ وہ وقت وقت کمال خوف اور ڈر کا تھا اس وقت میں ظاہر کرنا گناہ اور سرکشی کا موافق عادت بشری کے ممکن نہیں اسی واسطے بعضے مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ ضمیر قالوا کی راجع طرف تمام گروہ بنی اسرائیل کے ہے خواہ اصول ہوں خواہ فروع اور ان دونوں کلموں کو تمام اس گروہ نے بطریق تقسیم کے کہا بعضوں نے ایک کلمہ کہا اور بعضوں نے دوسرا یعنی باپ دادوں اور بزرگوں نے سمعنا کہا اور بیٹوں پوتوں وغیرہ نے عصینا کہا اور اسی نکتہ کے واسطے قالوا فرمایا ہے والا مناسب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلتم کے کہنے میں مظنہ اس بات کا ہوتا تھا

marfat.com

کہ حاضرین اور مخاطبین نے سمعنا کا کلمہ بھی کہا ہو حال آنکہ ان سے سوائے عصیان کے دوسرے وصف متحقق نہ ہوتے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ جو حاضر تھے وہ دو قسم تھے بعضوں نے سمعنا کہا اور بعضوں نے عصینا اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ تمام گروہ بنی اسرائیل کے نے دونوں باتیں کہی ہیں لیکن سمعنا ساتھ زبان قال کے اور عصینا ساتھ زبان حال کے اور بعضے علماء اس طرح کہتے ہیں کہ فی الحال سب نے سمعنا کہا اور بعد اس کے کہ وقت بجالانے تکلیفات کا پہنچا اور وہ تکلیفیں اُوپر اُن کے شاق ہوئیں عصینا کہا حاصل کلام یہ ہے کہ مدار اس اشکال کا اس کے اوپر ہے کہ سمعنا دلالت اوپر اطاعت کے کرتا ہے اور عصینا برخلاف اس کے پس جمع کرنا دو کلاموں متنافیین کا عاقل شخص سے خصوصاً وقت کمال خوف اور ہراس کے ظاہر کرنا گناہ کا کس طرح تجویز کیا جاوے اور اسی واسطے جواب میں کبھی ساتھ اختلاف قول کے یعنی بعضوں نے ایک کلمہ کہا اور بعضوں نے دُوسرا اور کبھی ساتھ اختلاف زمانہ دونوں قولوں کے یعنی ایک زمانہ میں ایک قول کہا اور دوسرے زمانہ میں دوسرا قول اور کبھی ساتھ اختلاف آلۂ قول کے کہ حال تھا یا قال تھا دفع اس اشکال کا ارادہ کیا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ سمعنا دلالت طاعت پر نہیں کرتا ہے پس مدلول کلام اُن کے کا محض نافرمانی ہے گویا اس طرح کہا کہ ہم سب نے اُن احکام کو کانوں سے سُنا لیکن اطاعت ان حکموں کی نہیں کریں گے پس جمع کرنا دو کلاموں متنافیین کا لازم نہ آیا اب بیان اس امر کا کرتے ہیں کہ قبول کرنا بنی اسرائیل کا کہ اُس وقت میں حاضر تھے احکام توریت کے کو بھی متواتر اور ثابت ہے اور یہ کلام بظاہر دلالت اوپر نہ قبول کرنے کے کرتا ہے اس کی کیا وجہ ہے اور یہ کہ اٹھانا محض واسطے قبول کروانے ان احکام کے تھا اور اگر یہ لوگ یہ کلمہ کہتے پس چاہیئے تھا کہ پہاڑ کو اُن کے اُوپر ڈالا جاتا اس واسطے کہ نافرمانی کی اور قبول نہ کیا کہتے ہیں ہم کہ حقیقت امر کی یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے باوجود دیکھنے پہاڑ کے اپنے سروں پر اوّل میں اُن حکموں کو قبول کروانے یہ جانا کہ پہاڑ کا لانا محض ڈراونی کے واسطے ہے حضرت موسٰیؑ اور حضرت ہارون کی شفاعت سے یہ حادثہ ہولناک مانند اور حادثوں کے دفع ہو جائے گا تکلیفیں شاقہ توریت کی کس واسطے اپنے اُوپر لازم کریں اُسی وقت میں یہ کلمہ انھوں نے کہا تھا اور جب دیکھا کہ بعد کہنے اس کلمہ کے پہاڑ زیادہ نیچے کو آیا اور نزدیک سروں کے پہنچا جانا انھوں نے کہ یہ ناز اور نخرے ہمارے مقبول نہ ہوں گے ناچار سجدہ میں گرے اور الفاظ قبول کرنے کے کہنے لگے اور سورۃ اعراف میں مفصلاً طرف اس قصہ

کے اشارہ فرمایا ہے بیچ اس آیت کے کہ واذ نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ وظنوا انہٗ واقع بھم الیٰ آخرھا یعنی اور جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ اُن کے اوپر جیسے سائبان اور ڈرے وہ کہ گرے گا اُن پر اور اسی تقریر سے معلوم ہوا کہ ذکر اس قصہ کا بیچ اس مقام کے بعد ذکر کرنے واذ اخذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور کے کہ بیچ شروع قصوں بنی اسرائیل کے درمیان رکوع ان الذین آمنوا کے گزرا ہے تکرار نہیں بلکہ یہ اول قصہ کا ہے اور وہ آخر قصہ کا مانند واذ قتلتم نفسًا فادارأتم فیھا کے بعد واذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ کے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ابتدا قصہ بنی اسرائیل میں بعد ذکر خذوا ما آتینٰکم بقوۃ کے واذکروا ما فیہ واقع ہوا اور وہ دلالت کرتا ہے اوپر طلب یاد کرنے اور یاد رکھنے کے کہ بعد سننے اور قبول کرنے کے ہوئے اور اس جگہ واسمعوا واسطے طلب سننے کے ہے اور ظاہر ہے کہ امر کرنا ساتھ سننے کے بیچ وقت عدم قبول کے ہے اور یہ کہ اس جگہ یہ کلام ثم تولیتم من بعد ذالک فلولا فضل اللہ علیکم و رحمۃ لکنتم من الخاسرین صریح دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ قبول کرکے بعد ایک مدت کے پھر گئے پس ان تمام قرینوں سے سمجھا گیا کہ اس جگہ میں بیان حال قبول کرتے اُن کے کا ہے کہ کس طرح بعد انکار کے قبول کیا اور پھر وقت کے اوپر پھر گئے اور اس جگہ بیان ابتدائے حال اُن کے کا ہے کہ اب تک قبول نہ کیا تھا پس اشکال سب طرح سے دفع ہو گیا اور توہم تکرار کا بھی جاتا رہا دوسری بحث یہ ہے کہ مقتضاء ظاہر کلام کا یہ تھا کہ قلتم سمعنا وعصینا کہا جاتا جیسے کہ بیچ میثاقکم اور خذوا اور اسمعوا کہ الفاظ خطاب کے آئے ہیں ظاہر کو چھوڑ کر قالوا صیغہ غائب کا کس واسطے لائے جواب اس کا یہ ہے کہ طریقہ اہل کرم اور بزرگوں کا ایسا ہے کہ آدمی کے گناہ کو اُس کے منہ پر ذکر نہیں کرتے ہیں اور بے ادبی اُس کی کو بالمشافہ اُس کی طرف نسبت نہیں کرتے ہیں بلکہ جس وقت بیان کرنا بڑے بڑے گناہوں مخاطب کا منظور ہوتا ہے التفات غیر کی طرف کرکے غائبانہ حال اُس کے سے خبر دیتے ہیں جیسے آقاؤں بڑے حوصلہ والوں کا اپنے غلاموں اور نوکروں کے ساتھ یہی معمول ہے اور اس جگہ بھی جب تک خدا تعالیٰ کو اپنی عنایتوں کا مثل اخذ میثاق اور رفع طور اور امر کرنا ساتھ اخذ کے اور سماع کے ذکر فرمانا تھا صیغہ خطاب کا لایا اور جب نوبت ذکر

marfat.com

اس حرف ثقیل ان کے کی پہنچی توجہ طرف پیغمبر اور مومنین کے فرما کر بطریق غیبت کے نقل اُس حرف کی کی بموجب الزام دینا اور باطل کرنا دعوے انکے کا کہ اُس حرف شنیع سے ثابت ہوا منظور ہوا تو بئس ما یامرکم بہ کے ان کے تئیں مخاطب کیا لیکن بواسطہ پیغمبرؐ کے گویا رتبہ خطاب منہ در بحر کا اُن سے سلب ہوگیا تیسری بحث یہ ہے کہ اشراب بیچ استعمال فصحائے عرب کے دو معنی رکھتا ہے ایک پلانا اور سیر کرنا اور وہ تفسیر گزری بنا اُس کی اُوپر اسی معنی کے تھی اور اس مقام میں لفظ شراب کا لانا بہت خوب اور خوش معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ اگر اشراب کے معنی پلانے کے ہوں پس جیسے کہ پانی زمین کو پلاتے ہیں تو اُس کے سبب سے مادہ روئیدگی اور سبزیوں کا زمین میں حاصل ہوتا ہے ایسے ہی محبت گوسالہ پرستی کی مادہ افعال شنیعہ اور حرکات قبیحہ ان کے کا ہوئی دوسرے معنی اشراب کے کسی ایک رنگ میں آمیزش رنگ دوسرے کی دینی جیسے کہ عرب کہتے ہیں ثوب مشرب بحمرۃ یعنی کپڑا سرخی مائل اور اس استعارہ میں بھی حسن اور لطافت پائی جاتی ہے جیسے کہ رنگ میں آمیزش رنگ دوسرے کی دینی جیسے محبت گوسالہ کی نے اور حرص عبادت اُس کی نے اُن کے دلوں کو رنگین کیا چوتھی بحث یہ ہے کہ لفظ اشربوا کا کہ صیغہ مجہول کا ہے دلالت اس بات پر کرتا ہے کہ کسی اور نے اُن کے ساتھ یہ کام کیا ہے وہ شخص کون ہے معتزلہ کہتے ہیں کہ سامری اور ابلیس نے اور آدمیوں کے شیطانوں اور جنوں کے شیطانوں نے اُن کو اوپر عبادت گوسالہ کے فریفتہ کر کے ساتھ اس رنگ کے رنگین کیا اور ساتھ اس شراب کے مست کیا اور اہل سنت کہتے ہیں کہ مسبب الاسباب ایک ذات ہے تمام اسباب اُسی کی طرف رجوع کرتے ہیں اگر ابلیس ہے بسبب گمراہ کرنے اُسی کے یہ کام کرتا ہے اور اگر سامری ہے اُس نے بھی اس کی تعلیم سے یہ صنعت سیکھی ہے پانچویں بحث یہ ہے کہ ایمان ایک صفت اور عرض ہے اور امر اور نہی کو عقل کے ساتھ تعلق ہے ایمان آمر کیونکر متصور ہو سکے لیکن جو چیز کہ باعث کسی فعل کے اوپر اور سبب اس کا ہوتی ہے اُس کو مشابہت ساتھ آمر اور حکم کرنے والے کے حاصل ہے۔ پس اُس کی سببیت کو تعبیر ساتھ آمر کے کرتے ہیں جیسے کہ بیچ آیت ان الصلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر کے ایسے ہی تشبیہ دیکر صلوٰۃ کو نہی کرنے والا قرار دیا ہے چھٹی بحث یہ ہے کہ اگرچہ ایمان شئی شریف و معظم ہے اور افعال ذمیمہ کی نسبت اُس کی طرف جیسا بئسما یامرکم بہ ایمانکم میں موجود ہے مناسب نہ تھی لیکن

marfat.com

بیچ مقام الزام خصم معاند کے تحکماً نسبت اشیاء قبیحہ کی طرف اشیاء واجب التعظیم کے جائز رکھی ہے ساتویں بحث یہ ہے کہ ترتیب اس کلام کی کہ ابتدا وقالوا قلوبنا غلف سے اس جگہ تک پہنچی ہے موافق قاعدوں مناظرہ کے یہ ہے کہ مضمون قلوبنا غلف کا کہ یہودیوں سے صادر ہوا تھا دعوٰی کمال تشدد اور سختی اپنی کا دین اپنے میں تھا کہ یہ امر نیک ہے اور حق تعالیٰ نے اس دعوے کو اوپر اُن کے رد فرمایا ساتھ اس طرح کے کہ یہ سب آثار لعن اور سختی دل کے ہیں کہ بسبب کفر تمہارے کے تمہارے دلوں پر چھا گئی ہے پس بے التفاتی تمہاری طرف غیر دین اپنے کے اور نہ تامل کرنا دلیلوں میں تعصب باطل کے قبیل سے ہے نہ تصلب حق کی قسم سے اور علامت اس کی تین چیزیں ہیں اول یہ کہ قرآن اور پیغمبر آخر الزمان کو پہلے آنے سے انکے نہایت متبرک اور معظم جانتے تھے اور ساتھ نام اُس کے کے اپنے مطلبوں میں وسیلہ ڈھونڈتے تھے جب یہ دونوں بیچ بنی اسمٰعیل کے پیدا ہوتے اور بنی اسرائیل میں نہ ہوئے رگ حسد تمہارے کی جنبش میں آئی اور قول تمہارا ساتھ انکار کے بدل گیا اور یہ دلیل صریح اوپر تعصب تمہارے کے ہے دوسرے یہ کہ تم کہتے ہو کہ سوائے توریت کے کسی کتاب کا ہم کو یقین نہیں اگرچہ وہ کتاب موافق توریت کے ہو اور یہ علامت تعصب کی ہے جیسا کہ کوئی دوست اپنا اگر انتہاء فوقنا کہے یقین کریں اور اگر کوئی دشمن اس کلام کو کہے یقین نہ کریں اور جھٹلا دیں سو یہ تکذیب ہر شخص کے نزدیک باطل ہے اور اسی سبب سے ہے کہ تم نے بنی اسرائیل کے نبیوں کو کہ ہرگز مخالفت توریت کی نہ کرتے تھے بلکہ توریت کے حکموں کو مضبوط کرتے تھے جمعیت اور جہالت کی راہ سے قتل کر ڈالا پس معلوم ہوا کہ مخالفت تمہاری تعصب کی راہ سے ہے نہ تصلب حق کی جہت سے تیسرے یہ کہ تمہارے بزرگوں نے بیچ زمانہ حضرت موسٰی کے بھی بے التفاتیاں اور سرکشی اور اصرار اوپر محبت گوسالہ کے اور توڑنا عہدوں محکم کا کیا پس اگر انھیں حرکتوں کو دین اور اسلام کی مضبوطی کہتے ہو پس بدچیز ہے یہ ایمان تمہارا اور ان تینوں علامتوں میں کہ درمیان تعصب باطل اور تصلب حق کے کرنے والے ہیں ترقی ادنٰی سے طرف اعلٰی کے واقع ہوئی اس واسطے کہ اول دلیل حسد اُن کے کی انکار کرنا قرآن کا باوجود ظاہر ہونے قرائن صدق اُس کے کے ٹھہرائی ہے بعد اس کے ساتھ قتل کرنے اُن کے نبیوں کو باوجود اس کے کہ موافق توریت کے امر اور نہی کرتے تھے اُن کے اوپر نقض کیا ہے بعد اس کے

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کی حیات میں ساتھ مخالفت اپنی کے اُن پر نقض کیا ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ تعصب اُن کے کا ہے اور اگر گروہ یہود کے کہیں کہ ہم اور کتابوں کا کہ سوائے توریت کے ہیں اور اور شریعتوں کا کہ سوائے شریعت موسوی کے ہے اس سبب سے انکار کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بعد توریت کے کتاب دُوسری آسمان سے نہیں اتری اور نہ کوئی شریعت دُوسری آسمان سے آئی ہے پس کہنا ہمارا نُؤْمِنُ بِمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا کا واسطے احتراز کرنے غیر منزل من اللہ کے سے ہے اور اُس شے سے احتراز نہیں جو منزل اللہ کی طرف سے ہو اور پر غیر ہمارے کے سو ہم قابل لعنت اور عتاب کے نہیں ہو سکتے ہیں پس جواب اُن کے کے یہ بات اُن سے قُلْ یعنی کہہ اگر ایسا ہے بیچ اعتقاد تمہارے کے سوائے توریت کے کوئی کتاب نہیں اُتری اور سوائے شریعت موسوی کے کوئی شریعت نہیں آئی پس چاہیئے تھا کہ گھر آخرت کا کہ مراد بہشت سے ہے اللہ کے نزدیک خالص واسطے تمہارے ہوتا اس واسطے کہ حقیقت منحصر تمہارے اندر ہوتی اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ یعنی اگر ہووے واسطے تمہارے دار آخرت کا نزدیک اللہ کے خصوصاً جبکہ وہ دار آخرت خَالِصَةً یعنی خاص ہو تمہارے ہی واسطے اور دوسرا اس میں شریک نہ ہو اور عدم شرکت بھی ایسی نہیں کہ بڑے بڑے درجے خاص تمہارے واسطے ہیں گو چھوٹے چھوٹے درجوں میں اور بھی داخل ہو جاویں بلکہ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ یعنی سوائے اور آدمیوں کے کہ اور آدمی بہشت میں بالکل نہ جاویں پس چاہیئے تم کو کہ موت زیادہ تر محبوب ہو تمہارے نزدیک زندگانی دُنیا کی سے بسبب اس کے کہ یہی وسیلہ ہے حاصل ہونے ایسے گھر بڑی نعمتوں والے کا اس واسطے کہ اگرچہ بسبب زندگانی دنیا کے اعمال کہ جن کے سبب سے درجے بلند ہوتے ہیں میسر ہوتی ہیں لیکن بسبب اس زندگانی کے پہنچنا طرف اس محبوب اور مرغوب کے جلدی سے نہیں ہوتا ہے اور بسبب مرنے کے جلدی سے وصال اُس کا حاصل ہو جاتا ہے اور قاعدہ محبت کا ہے کہ دوست کو اپنے محبوب سے ایک لحظہ کا دُور رہنا مشکل پڑتا ہے اگرچہ یہ بات جانتا ہے کہ دیر آید درست آید پس اگر یہ بات تمہارے نزدیک ثابت ہے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنی پس آرزو کرو تم موت کی اگر ہو تم سچے اس دعوے میں اور اگر کہو تم کہ ہم اس سبب سے آرزو موت کی نہیں کرتے ہیں کہ ہم کو یقین اس بات کا حاصل نہیں ہے کہ جس وقت آرزو موت کی کریں گے البتہ موت ہم پر آجاوے گی کہتے ہیں ہم کہ

marfat.com

اس خیال کو اپنے دل سے تم دُور کرو اس واسطے کہ ہم مالک موت اور حیات کے ہیں تم سے اقرار کرتے ہیں کہ جس وقت تم آرزو موت کی کرو گے بلا توقف موت کو طرف تمہارے پہنچاویں گے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر یہودی آرزو موت کی کریں البتہ ہر شخص ساتھ پانی منہ اپنے کے گلا گھٹ کر اپنی جگہ مرجاوے اور زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شے ممکن ہو بیچ وقت تحدی اور ظاہر کرنے معجزے کے موافق وعدۂ الٰہی کے واجب الوقوع ہوتی ہے لیکن یہ وجوب معلق اوپر آرزو اُن کے مقاصد جب اُنھوں نے آرزو نہ کی وجوب بھی متحقق نہ ہوا وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ اَبَدًا یعنی اور ہرگز آرزو موت کی نہ کریں گے کبھی جب تک کہ دنیا میں زندہ ہیں گو بعد چکھنے موت اور دیکھنے سختیوں کے کہ موت سے بھی زیادہ ہوں گی چار و ناچار کہیں گے کہ یالیتھا کانت القاضیة ولیتنی کنت ترابا یعنی کسی طرح وہی موت ہو جاتی اور کسی طرح ہوتا میں مٹی اس واسطے کہ یہ لوگ بسبب سچا جاننے اس نبی کے کہ تجربہ سے راست گوئی اُس کی وعدا اور وعید میں معلوم کر لی ہے یقین جانتے ہیں کہ جس وقت ہم آرزو موت کی کریں گے موت آجاوے گی اور بعد مرنے کے اللہ تعالیٰ جزا پوری پوری دے گا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ یعنی موافق اُس کے کہ آگے بھیجا ہے ہاتھوں اُن کے نے اور ہاتھوں کی طرف نسبت اس واسطے کی کہ اکثر کام ہاتھوں سے ہوتے ہیں اور کس واسطے حق تعالیٰ جزا کامل اوپر بُرے کاموں اُن کے نہ دیوے کہ باوصف کمال ظلم کے کہ اُنھوں نے کیا ہے نہ دیوے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ یعنی اور خدا تعالیٰ دانا ہے ساتھ ظالموں کے یعنی اُن کو جانتا ہے اگرچہ آرزو موت کی نہ کریں اور اس سے ہزاروں فرسنگ بھاگیں البتہ اُن کو موت سخت پہنچے گی اور مریں گے اور بعد مرنے کے اپنے اعمال ناشائستہ کی جزا پاویں گے اور بیہقی نے بیچ کتاب الدلائل کے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آیت پہلی اُتری آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو جمع فرمایا کہا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو ایک بار زبان سے کہو کہ اللّٰھم امتنا اے بارخدایا ہم کو مار ڈال قسم اُس خدا کی کہ جان میری بیچ ید قدرت اُس کے ہے کہ کوئی آدمی یہ دُعا نہ کرے گا مگر پانی گلے اُس کے کا مادہ خناق مہلک کا ہوگا اور گلے اُن کے کو بند کرے گا اور فی الفور مرجاویں گے یہودیوں نے اس کلمہ کہنے سے انکار کیا اور ڈرے اور بعد اس کے یہ آیت اُتری کہ ولن یتمنوہ ابدا بما قدمت ایدیھم

marfat.com

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واللہ لن یتمنوہ ابدا یعنی قسم اللہ کی ہرگز آرزو نہ کریں گے موت کی ہمیشہ حاصل یہ ہے کہ یہ کلام یعنی لن یتمنوہ ابدا کہ خبر اس بات کی ہے کہ یہودی کسی وقت آرزو موت کی نہ کریں گے خبر غیب کی ہے اور مطابق واقع کے ہوئی اس واسطے کہ اگر وہ آرزو موت کی کرتے البتہ نقل اُس کی ہوتی بلکہ تواتر سے ثابت ہوتا کہ آدمی اس قسم کے امتحانوں کی باتوں میں منتظر رہتے ہیں کہ کب یہ چیز ہوگی اور جس وقت وہ شے ہو جاوے جلدی اُس کو مشہور کرتے ہیں اور اگر بالفرض کسی کو اس جگہ شبہ دل میں گزرے کہ آرزو اور خواہش کام دل کا ہے ہونا نہ ہونا اس کا خلق کو کیونکر معلوم ہو سکے پس مطابقت اس خبر کی ساتھ واقع کے کس طرح ظاہر ہو کہتے ہیں ہم اوّل تو تمنّیٰ کام دل کا نہیں بلکہ لغت عرب میں تمنّی اُسی کو کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی زبان سے آرزو کسی چیز کی ظاہر کرے اور کہے کہ کاش یہ چیز مجھ کو حاصل ہو اور دلیل اُس کی یہ ہے کہ انبیاء ایسی شے کے ساتھ معارضہ اور مقابلہ کرتے ہیں کہ ظاہر اور روشن ہو نہ مخفی اور چھپی ہوئی اور ظاہر ہے کہ دل کی باتوں پر سوائے علام الغیوب کے کوئی مطلع نہیں ہو سکتا ہے پس مقام مقابلہ اور ثابت کرنے حقیقت کسی مسئلہ کے مسائل سے یا کسی دعوے کے دعاوی میں سے پوشیدہ امر کے اوپر بنا کرنا خلاف غرض کے ہے اسی واسطے بیچ روایتوں ابن عباس کے کہ پیشتر ذکر اُن کا آیا ہے گذرا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بمجرد کہنے کلمہ اللّٰھمّ امتنا کے کفایت کی اور یہودیوں سے سوائے اس کے یہ نہ کہا کہ دل میں آرزو موت کی کرو دوسرے یہ کہ سلّمنا یعنی مان لیا ہم نے کہ آرزو کام دل کا ہے لیکن کوئی کام دل کے کاموں سے ایسا نہیں کہ دلیل وجود اور عدم اُس کے کی افعال جوارح سے نہ لے سکیں کہ ما من عیان الا ولہ بیان یعنی نہیں کوئی چیز مگر کہ واسطے اُس کے بیان ہے یعنی مبین ہے اور بھاگنا مدعیوں کا موت سے اور اسباب اُس کے سے بلکہ طلب زبانی موت کی سے اور ذکر لسانی اُس کی سے دلیل صریح ہے اس پر کہ ان کے تئیں محبت موت کی بالکل دل میں نہ تھی اس واسطے کہ ساتھ آرزو کسی شے کے کراہیت اُس چیز کی جمع نہیں ہوتی ہے تیسرے یہ کہ حال یہودیوں اس وقت کا دو شق سے خالی نہ تھا آرزو دلی موت کی کبھی اُن سے موجود ہوئی یا نہ ہوئی پس یہ خبر مطابق واقع کے ہوئی اور دلیل صحت نبوت کی پائی گئی اور اگر آرزو موت کی تحقق ہوئی پس چاہیئے تھا کہ زبان سے اظہار اُس آرزو کا کرتے تا کہ

خجالت الزام اور باطل ہونے دعوے اپنے کے سے نجات پاتے عقل والے آدمی واسطے دور کرنے اس خجالت کے ہزاروں جھوٹ باندھ لیتے ہیں اُن کے تئیں بسبب اس کلمہ سچے کے کہنے سے کیا چیز ہاتھ سے جاتی ہے کہ اُس کے سبب سے نہ کہا اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ اگر ان کو آرزو موت کی دل میں ہوتی نہ زبان سے اظہار اُس کا نہ کرتے تب بھی خجالت اور شرمندگی طرف اپنے عائد کرتے اور جھوٹے بھی ہوتے اور کوئی عقل مند شخص ایسی حرکت خراب اختیار نہیں کرتا ہے کہ جس میں ضرر دنیا کا بھی اور ضرر دین کا بھی ہو بلکہ اگر آرزو تے دلی موت کی اُن کے تئیں نہ ہوتی اور زبان سے بھی اس کو ظاہر کرتے نزدیک عقل والوں کے پھر بھی احتمال جھوٹ کا اُس میں باقی تھا کہ جھوٹ کو واسطے بچانے حرمت اور آبرو اور سخن برآری اپنی کے بہت شیریں جانتے ہیں پس بند رہنا یہودیوں کا ظاہر کرنے اس آرزو کے سے ساتھ زبان کے دلیل صریح اس بات کے اوپر ہے کہ یہ آرزو اُن کے دلوں میں نہیں باقی رہے اس جگہ کئی سوال تحقیق طلب ہیں اول یہ کہ بطریق معارضہ یا قلب کے یہ کلام بعینہٖ مسلمانوں کے اوپر بھی وارد ہوتے تھے یہودیوں کی طرف سے اس واسطے کہ ان کو پہنچتا ہے کہ کہیں مسلمان بھی دعوے کرتے ہیں کہ بہشت اور مافیہا خاص ہمارے واسطے ہے اور کوئی فرقہ مثل یہود اور نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین کے اُس میں نہیں داخل ہونے کا اور باوجود اسکے آرزو موت کی نہیں کرتے ہیں پس ہم بھی اگر یہ دعویٰ کریں اور موت سے بھاگیں اور اس کو مکروہ جانیں ہمارے اوپر کیا لازم آوے گا اور حل اس کا یہ ہے کہ اس جگہ دو اعتقاد ہیں اوّل یہ کہ بہشت خالص ہمارے واسطے ہے اور دوسرے فرقوں کا اُس میں حصہ نہیں دوسرے یہ کہ ہم جس طرح سے ہوں گے بہشت میں جاویں گے اور مجموع ان دونوں اعتقادوں سے محبت موت کی بلاشبہ لازم آتی ہے ہر ایک اعتقاد کو علیحدہ علیحدہ یہ بات لازم نہ ہو بلکہ عند التحقیق بیچ لازم ہونے اس محبت کے اعتقاد دوسرا ہی کفایت کرتا ہے اور یہودیوں کو دونوں اعتقاد تھے جیسے کہ مجموع کلام اُن کے سے کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ ولن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاریٰ سے ظاہر ہوتا ہے بخلاف مسلمانوں کے کہ یہ لوگ دوسرا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں بلکہ ہمیشہ اعمال بُرے اور قول ناشائستہ اپنے سے خوف کرتے اور ڈرتے رہتے ہیں پس یہ کلام اُن کے اُوپر اُلٹ کر نہیں آتا ہے اور محبت موت کی

marfat.com

ان کے اعتقاد کو لازم نہیں اس واسطے کہ کلمہ لکم الدار الاٰخرۃ عند اللہ خالصۃ من دون الناس کا اور یہ مجموع ان دونوں اعتقادوں کے دلالت کرتا ہے اس واسطے کہ لام نفع بیچ لکم کے اشارہ کرتا ہے طرف حاصل ہوتے ثواب اُس جگہ کے واسطے تمام مخاطبوں کے اور لفظ خالصۃ کا دلالت کرتا ہے اوپر اس بات کے کہ وہ ثواب عذاب سے خالص ہوگا یعنی صرف ثواب ہی ثواب ہے پس معنی کلام کے یہ ہوگئے کہ اگر تمھارے نزدیک بہشت واسطے نفع تمھارے کے ہے اور کسی طرح کا عذاب بہشت کے داخل ہونے سے پہلے نہ ہوگا اور دوسروں کو یہ منصب حاصل نہیں تاکہ بسبب شراکت کے اُس نعمت کی پروانہ کریں پس بیچ آرزو موت کے کہ بسبب اُس کے جلدی سے اس نعمت کی طرف پہنچ جاؤ کیوں توقف کرتے ہو اور باوجود اس کے جو مسلمان کہ بیچ مقابلہ یہودیوں کے اُس وقت میں تھے مثل جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار کے اُن کے تئیں ممکن تھا کہ دو وجہ سے اُس کا قلب معارضہ کریں اوّل یہ کہ ہم اور پیغمبر ہمارے واسطے پہنچانے احکام شرع اور جاری کرنے احکام الٰہی کے مشغول ہیں بلکہ اسوقت میں یہ منصب عالی منحصر ہمارے اندر ہے اور اگر ہم مرجاویں اور فوت ہوں قیامت تک یہ بات ممکن نہیں کہ دوسرے کو یہ منصب عالی حاصل ہو اس واسطے کہ پیغمبر ہمارے خاتم المرسلین ہیں اور اوّل ایمان والے ہم ہیں اگر ہم نہ ہوں کون شخص قولوں اور فعلوں پیغمبرؐ کو اور احکام کہ جو اللہ کی طرف سے آئے ہیں پچھلے لوگوں کی طرف پہنچاوے گا اور پہنچانا بھی ایسا کہ حد تواتر کو پہنچے اور حجت پکڑنی اس کے ساتھ ممکن ہو پس جو مقصود حکمت الٰہی میں ہمارے وجود سے ہے تمام نہیں ہوتا ہے مگر ساتھ زندگی ہماری کے اور اسی جہت سے ہم راضی اپنی موت کے اوپر نہیں ہوتے ہیں تاکہ باطل کرنا حکمت خالق اپنے کا نہ کریں دوسرے یہ کہ تمام افراد اُن مسلمانوں کے جو اُس وقت میں تھے موت کی محبت سے بھرے ہوئے تھے اور شوق لقائے الٰہی کا رکھتے تھے مانند غلام فرماں بردار کے کہ واسطے حاصل کرنے مرتبے بلند کے بے اختیار ملازمت مولیٰ اپنے کی چاہنے والا ہوتا ہے نہ مانند غلام بھاگے ہوئے کے کہ چور کی مانند مالک کے روبرو ہونے سے بھاگتا ہے اور دلیل اوپر اس محبت اور شوق اُن کے یہ ہے کہ جان اور مال اپنے کو بیچ جہاد کے خرچ کرتے تھے اور رُوحوں اپنی کو سپر اس دین کی بناتے تھے، یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اُن کی شان میں نازل فرمایا من المومنین رجال صدقوا ما

marfat.com

عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضٰی نحبہ ومنھم من ینتظر یعنی مسلمانوں میں سے کتنے مرد ہیں کہ سچا کر دکھایا اُس چیز کو کہ قول کیا تھا اللہ سے پھر کوئی اُن میں وہ ہے کہ پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ان میں سے منتظر ہے اور یہ بھی نازل فرمایا کہ انّ اللہ اشترٰی من المؤمنین انفسھم واموالھم بانّ لھم الجنّۃ یعنی تحقیق اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور مال بدلے اُس کے کہ واسطے اُن کے بہشت ہے اور بھی فرمایا ہے ومن النّاس من یشری نفسہ ابتغاءَ مرضات اللہ یعنی اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ بیچتے ہیں جان اپنی واسطے طلب کرنے رضامندی اللہ کی اور حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ بعد ہر نماز کے یہ دُعا کرتے تھے اللّٰھمّ ارزقنی شھادۃ فی سبیلک ووفاۃ ببلد رسولک یعنی اے بار خدایا نصیب میرے کر شہادت بیچ راستہ اپنے کے اور مرنا بیچ شہر رسُول اپنے کے اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ کان یطوف بین الصفین فی غلالۃ یعنی درمیان دو صف لڑائی کے گھوڑے اپنے کو کوداتے تھے حالانکہ سوا ایک کرتہ باریک عرق چین کا پہنے ہوئے تھے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اُن کی خدمت میں عرض کیا ماھذا ابزی المحاربین یعنی نہیں ہے یہ لباس لڑائی کا کہ تم نے پہنا ہے اس جگہ زرہ اور خود اور مانند اس کے چاہیئے فرمایا یا بنی لا یبالی ابوک علی الموت سقط ام سقط علیہ الموت یعنی اے بیٹے میرے نہیں پروا رکھتا ہے باپ تیرا اوپر موت کے گرے یا گرے اوپر اُس کے موت اور حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے کہ بیچ حالت نزع کے اُن کے تئیں فرحت اور خوشی بہت حاصل ہوئی اور ساتھ آواز بلند کے فرماتے تھے کہ جاء حبیب علی الفاقۃ لا افلح من ندم یعنی موت کہ محبوب میری ہے عین انتظار اور کمال اشتیاق میں آئی اور جس نے اُس کے آنے سے ندامت اُٹھائی اُس کو فلاح نہ ہووے اور عمار بن یاسر بھی صفین کی لڑائی میں یہی نعرہ مارتے تھے الآن الاقی احبۃ محمّدا وحزبہ یعنی اب ملاقات کروں گا میں دوستوں سے محمّد صلّے اللہ علیہ وسلّم اور گروہ اُن کے سے اور جب ایک ہزار اور چار سو آدمیوں نے حدیبیہ کے دن آں حضرت کے ساتھ بیعت اوپر موت کے کی حق تعالیٰ نے بیچ شان اُن کی کے یہ آیت بھیجی لَقَدْ رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ یعنی تحقیق

marfat.com

راضی ہوا اللہ مسلمانوں سے جس وقت بیعت کی اُنھوں نے تجھ سے نیچے درخت کے حاصل کلام یہ ہے کہ جو کوئی خصلت نیک صحابہ کبار کی سے خصوصاً اصحاب کہ بدر اور احد میں حاضر تھے اور بیعت الرضوان والوں سے واقف ہو یقیناً جان لے کہ یہ لوگ بیچ محبت موت فی سبیل اللہ کے طرف قدم راسخ اور محکم رکھتے تھے یہاں تک کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بیچ خط اپنے کے طرف رستم بن فرخ زاد کے کہ سردار لشکر کفار کا تھا لکھا تھا کہ فان معی قوما یحبون الموت کما یحبون الاعاجم الخمر یعنی تحقیق میرے ساتھ ایسی قوم ہے کہ دوست رکھتی ہے موت کو جیسے دوست رکھتے ہیں عجم والے شراب کو اور اس لکھنے میں اشارہ باریک ہے واسطے دُور کرنے استبعاد اس بات کے اس واسطے کہ حالت سکر کی بھی ایک نوع کی مشابہت رکھتی ہے ساتھ حالت موت کے کہ نشہ میں آدمی بے ہوش ہو کر اس جہان سے باہر جاتا ہے اور بیچ سیر اور گردش عالم خیال کے مستغرق ہوتا ہے پس اس حالت کو کہ مشابہ موت کے ہے راحت چند ساعت اور سیر عالم خیال کے دوست رکھتے ہیں ہم موت کو کہ سبب وصال محبوب حقیقی اور سیر عالم ملکوت کا ہے، کس واسطے دوست نہ رکھیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ متاع دنیا کی سامنے نعمت آخرت کے نہایت قلیل ہے اور یہ قلیل بھی اُور یہودیوں اُس زمانہ کے جن کی طرف خطاب اس کلام کا ہے نہایت منغص اور مکدر ہوئی اس واسطے کہ بعد غلبا اسلام اور ظاہر ہونے انوار اور روشنیوں نبوت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طرح طرح کی خرابیاں بسبب اسلام لانے اُن کے کے پیش آئیں کہ جدال اور قتال واقع ہوا اور مارا جانا مردوں اور مقید ہونا لڑکوں اور عورتوں کا اور غارت گری اچھے اچھے نفیس مالوں کی اور مقرر ہونا جزیہ اور خراج کا اور لازم ہونا ذلت اور احتیاج کا اُن کو اُٹھانا پڑا پس اُن کے حق میں موت بہ نسبت اس حیات کے بلاشبہ بہتر اور افضل تھی اُن کے زعم میں اور اگر یہودی کہیں کہ ہم بیچ آرزو کرنے موت کے تم سے بھی آگے ہیں لیکن موت کہ وسیلہ ملنے اُس نعمت کا ہے مکروہ جاننا طبیعت بشری کا مقتضا ہے اس سبب سے موت کی آرزو ہم کو نہیں اور اس سے ہم بھاگتے ہیں کہتے ہیں ہم جو چیز کہ وسیلہ حاصل ہونے محبوب کا ہو اگرچہ طبیعت کو وہ مکروہ معلوم ہوئے لیکن صاحب عقل اُس وسیلہ کی واسطے حاصل ہونے محبوب کے ساتھ ہزار دل کے آرزو کرتا ہے مانند فصد اور تنقیہ کے واسطے حاصل ہونے تندرستی اور شفا کے اس جگہ چاہیے کہ بعضے مفسرین

marfat.com

بیچ تفسیر اس آیت کے اور روش اختیار کی ہے کہ اکثر اشکالات سے کہ اس مقام میں وارد ہوتے ہیں نجات بخشتی ہے کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے بیچ باطل کرنے اس دعوے اُن کے کہ لنا الدار الاخرۃ خالصۃ من دون النّاس یعنی واسطے ہمارے ہے دار آخرت کا خالص نہ واسطے اوروں کے طریق تحدی اور اعجاز کا جاری فرمایا ہے نہ طریق الزام اور مناظرہ کا پس گویا ایسا ارشاد ہوا کہ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو جاؤ پس علامت سچے ہونے تمھارے کی اس بات کو ٹھیرایا ہے کہ آرزو موت کی کرے اس کے کہ درمیان اس دعوے اور آرزوئے موت کے ملازمہ واقعیہ متحقق ہو جیسے کہ کہیں کہ اگر دعویٰ تیرا سچا ہے چاہیئے کہ ہاتھ اپنا اوپر سر کے رکھے تو اور ہاتھ سر پر رکھنا آسان شئے ہے اگر اس رکھنے کے اوپر قادر نہ ہوا اُس کا دعویٰ جھوٹا ہے اور اس جگہ جب کہ آرزو موت کی ان سے نہ ہو سکی اعجاز الٰہی ثابت ہوا وعند الاعجاز یصح دعوی النبی ویبطل دعوی مخالفیہ یعنی اور وقت اعجاز کے صحیح ہوتا ہے دعویٰ نبی کے اور باطل ہوتا ہے دعوے مخالفوں اس کے کا اور ظاہر ہے کہ آرزو موت کی چنداں امر عجیب اور شاق نہ تھا خصوصاً جس وقت تمنا سے مراد ظاہر کرنا آرزو کا زبان سے مراد ہو پس عاجز ہونا تمام یہودیوں کا اس بات سے کہ آرزو موت کی اپنی زبان سے ظاہر کریں دلیل صریح ہوئی اوپر جھوٹے ہونے اُن کے بیچ اس دعویٰ کے اور بعضے مفسرین نے اس طرح کہا ہے کہ اس دعویٰ اُن کے میں انکار فقط لفظ خالصۃ کا ہے اور من دون الناس بھی ساتھ خالصۃ کے متعلق ہے پس معنی کلام کے اس طرح ہو گئے کہ اگر گھر آخرت کا واسطے تمھارے ہے نزدیک اللہ تعالیٰ کے بیچ اس حال کے کہ وہ گھر بالکل عذاب سے خالص ہو یعنے پہلے اس کے داخل ہونے سے عذاب نہ چکھا جاوے بخلاف دوسرے آدمیوں کے کہ اُن کے تئیں وہ گھر کہ بالکل عذاب سے بچا ہوا ہو ہاتھ نہیں آنے کا یا بالکل اس سے محروم رہیں گے یا بعد چکھنے عذاب کے اُس کی طرف جاویں گے اور ساتھ اس توجیہ کے اعتقاد دوسرا کہ پہلے مذکور ہوا بھی اس کلام سے ظاہر اور روشن ہوا اور اُلٹا اس کلام کا مسلمانوں کے اوپر یہودیوں کی طرف سے بھی لازم نہ آیا اس واسطے کہ مسلمان اس بات کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں کہ بہشت ہم کو قطعاً بے چکھنے عذاب کے مل جاوے گی بلکہ احتمال اور خوف عذاب کا ان کے نزدیک ہے۔ سوال دوسرا یہ ہے کہ اس آیت سے اور آیت ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ وانتم

marfat.com

تنظرون سے یعنی اور تحقیق تھے تم آرزو کرتے موت کے پہلے ملنے اُس کے سے سواب دیکھا تم نے اس کو آنکھوں کے سامنے اور مانند اس کے اور آیتوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آرزو موت کی اور دل سے چاہنا اس کا امر نیک اور اچھا ہے اور نشانی نجات اور دلیل شوقِ الٰہی کی ہے اور اسی کی تاکید میں بہت حدیثیں آئی ہیں منجملہ اُن کے یہ ہے کہ ساتھ روایت عبادہ بن صامت کے آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من احبَّ لقاء اللہ احبَّ اللہ لقاءہ ومن کرہ لقاء اللہ کرہ اللہ لقاءہ یعنی جو شخص دوست رکھے ملنا اللہ کا دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ملنا اُس کے کو اور جو شخص ناخوش رکھے ملاقات اللہ کی ناخوش رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ملاقات اس کی اور منجملہ اُن کے یہ ہے کہ بیچ خدمت مسلمانوں اخیر زمانہ کے اور بزدلی ان کی کے جہاد کافروں کے سے آیا ہے حبُّ الدنیا وکراھیۃ الموت یعنی محبت دنیا کی اور ناخوش جاننا موت کا جہاد سے اُن کو روکے گا اور دلیل عقلی بھی اسی کو چاہتی ہے اس واسطے کہ مرد ایماندار کی تمام ہمت بیچ حاصل ہونے راحت اور عیش آخرت کے مصروف رہتی ہے اور اس کو یقین کامل ہے کہ وہ حالت آنے والی ہے اور زندگی دنیا کی فانی ہے اور ناپائدار اور باوجود اس کے دنیا کے اندر طرح طرح کے موانع عبادت کے اور تفکرات لاحق رہتے ہیں پس بالضرور رغبت آخرت کی اور روگردانی دنیا کی لذتوں سے اور ناچیز جاننا عیش اس جگہ کا اس کو لازم ہے اگرچہ طبیعت بشری کراہیت موت کی کرے لیکن یہ کراہیت اس سبب سے نہیں کہ بے رغبتی آخرت کی لذتوں سے ہے بلکہ اس جہت سے کہ سختیاں جان کندنی کی اور تکلیف نکلنے روح کی مثل دوائے بدمزہ کے کہ طبیعت کو مکروہ معلوم ہوتی ہے اور عقل کے نزدیک وہ مرغوب اور محبوب ہے دوسرے خوف مواخذہ کا اوپر اعمال کے اور ڈر عتاب الٰہی کا اوپر تقصیروں کے پس چاہتا ہے کہ زندگی بڑی ہووے تاکہ نیکیاں بہت کروں اور توفیق توبہ کی نصیب ہو کہ پاک صاف ہو کر اس جہان سے جاوے اور سفر اس جہان کا بے زاد اور راحلہ کے نہ ہو اور اسی واسطے بیچ حدیث عبادہ بن الصامت کے آیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمہ فرمایا حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم سب

موت کو مکروہ جانتے ہیں پس حال ہمارا کیا ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کراہت
تمھاری معتبر نہیں کہ اب تک تم کو بہ سبب خوف اور ڈر مواخذہ اور عتاب کے سے خالص لذت
اس گھر کی نظر کے سامنے نہیں ہوئی اعتبار اس وقت کا ہے کہ وقت حاضر ہونے موت کا ہے
کہ اُس وقت میں آدمی ایمان دار کو ہر طرف سے بشارت او پر بشارت کے پہنچتی ہے اور آثار
رضامندی الٰہی اور بخشش اس کی کے اپنے حق میں ظاہر اور بے پردہ دیکھتا ہے اُس وقت
میں کوئی چیز نزدیک اس کے محبوب زیادہ موت سے نہیں ہوتی ہے اور آخر کو ہر طرف سے
اسباب اور سامان عذاب کے نمودار ہوتے ہیں اور خوف اور ڈر لاحق ہوتا ہے پس اُس وقت
میں کوئی چیز اُس کے نزدیک ناخوش موت سے نہیں ہوتی ہے اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ جواب اس سوال کے فرمایا کہ الموت قبل لقاء اللہ یعنی
کراہیت موت کی مستلزم کراہیت لقاء الٰہی کو نہیں اس واسطے کہ موت پیشتر ملاقات خدا
کے سے ہے اور وسیلہ اُس کا ہے اور بہت وقت مکروہ ہوتا ہے اور مطلوب محبوب مانند
پینے دوائے تلخ کے کہ وسیلہ حاصل ہونے صحت کا ہے اور مثل فصد اور مسہل بدمزہ کے کہ
وسیلہ حاصل ہونے شفا کا ہے اور سفر پُر خطر کہ وسیلہ حاصل ہونے مال کا ہے اور بہت
حدیثیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آرزو اور خواہش موت کی حرام ہے
نہ چاہیئے گی جیسے کہ بیچ حدیث مشہور کے کہ صحاح ستہ میں روایت اس کی ہے آیا
ہے کہ لایتمنین احدکم الموت لضر نزل بہ وان کان ولابد فلیقل اللھم
احیینی ماکانت الحیوٰۃ خیراً لی وتوفنی اذا کان الوفاۃ خیراً لی۔ یعنی
چاہیئے کہ نہ آرزو کرے کوئی تم میں سے موت کی بسبب کسی رنج کے کہ وارد ہوا ہے
او پر اس کے اور اگر نہایت لاچاری ہے پس چاہیے کہ اس طرح کہے اللھم احیینی
ما کانت الحیوٰۃ الخ اور معنی اس دعا کے یہ ہیں۔ اے بار خدایا زندہ رکھ مجھ کو
جب تک کہ زندگی بہتر ہے میرے حق میں اور مار ڈال مجھ کو جس وقت مرنا بہتر
ہو واسطے میرے پس وجہ مطابقت کی بیچ اس تعارض حدیثوں کے کیا ہے جواب اس کا
یہ ہے کہ آرزو موت کی کبھی اس سبب سے ہوتی ہے کہ راحت اخروی کا شوق کمال درجہ دل میں ہے

marfat.com

اور مجرد علائق سے مانوس اور مرغوب ہے اور یہ دلیل نجابت اور غلبۂ شوق الٰہی کی ہے لیکن ظاہر کرنا اس آرزو کا شرع میں جائز نہیں اس واسطے کہ بیچ اصل کے یہ آرزو اس وقت ہوتی ہے کہ آدمی مغلوب الحال ہو جاوے اور مجذوبیت کے رتبہ کو پہنچے کہ زندگی کے فائدوں سے غفلت آجاتی ہے اور یہ بات نہیں سمجھتا ہے کہ جس قدر اس دنیا میں دیر تر زندہ رہوں گا زیادہ تر اسباب قرب جناب الٰہی کے حاصل ہوں اور زیادتی شوق اور رغبت کی حاصل ہوگی پس اگر کبھی بسبب غلبۂ شوق کے یہ حالت موجود ہو چاہیئے کہ اس کے پوشیدہ کرنے میں کوشش کرے اور زبان سے ظاہر نہ کرے جیسا کہ تمام آثار مغلوبیت اور مجذوبیت کے کو شرع میں چھپانا واجب ہے اور بعضے اکابر صحابہ سے کہ ایسی آرزو منقول ہے سو اُس وقت میں تھی کہ اسباب موت کے حاضر ہو چکے تھے اور بقا اور زندگی دنیا کی سے مایوس ہو گئی تھی اُس وقت میں خوشی اور فرحت موت کے آنے کی اور حاصل ہونے مطلب کی ظاہر ہے اور وہ مجرد علائق سے خارج ہے اور باوجود اس کے طلب اور دعا اور آرزو اور خواہش اُن سے بھی منقول نہیں ہوئی محبت موت کی اور خوشی اوپر پہنچنے اُس کے کے دوسری شے ہے اور طلب اور درخواست اُس کی اور شے اور کبھی آرزو موت کی بسبب بے صبری کے اوپر کسی بلا کے بلاؤں میں سے اور تنگی حوصلہ کی اُس کے اٹھانے سے ہوتی ہے جیسے کہ کہنے والے نے کہا ہے شعر :-

الاموت يباع فاشتريه ۞ فهٰذا العيش ما لاخير فيه

الارحم المهيمن روح عبد ۞ تصدق بالوفاة على اخيه

یعنی کاش کہ بیچی جاتی موت پس خریدتا میں اُس کو پس یہ عیش وہ ہے کہ نہیں خیر بیچ اُس کے کاش کہ رحم کرے اللہ اوپر روح بندہ کے کہ تصدق ہو جاوے بسبب مرنے کے اوپر بھائی اپنے کے اور یہ آرزو کئی وجہ سے محل عتاب اور دلیل نقصان کی ہے اس واسطے کہ آرزو موت کی دلیل جزع اور بے صبری کی اور سبب ناراض ہونے کا ساتھ مشیت ایزدی کے اور منافی توکل اور تسلیم کے ہے اور ایک نوع کفر کا بھی اس میں آمیز ہو جاتی ہے اس واسطے کہ جو شخص آرزو موت کی کرتا ہے سمجھتا ہے کہ بعد مرنے کے چنگل قضا کے سے خلاص ہو جاؤں گا اور قدرت جناب باری کی میرے اُوپر اسی وقت تک ہے کہ جب تک زندہ ہوں جب وہاں نکلا قدرت اس کی سے باہر ہو جاؤں گا۔

معاذ اللہ اس اعتقاد باطل سے اور یہی آرزو ہے جسکی ممانعت شدید حدیثوں میں آئی ہے اور اُس کی بُرائی بیان کی گئی ہے چنانچہ حدیث ذکر کی گئی میں لفظ لضر نزل بہٖ اشارہ اسی بات کی طرف کرتا ہے سوال تیسرا یہ ہے کہ اس سورۃ میں ولن یتمنوہ فرمایا ہے اور سورۂ جمعہ میں ولا یتمنونہ کہا ہے ان میں فرق کس وجہ سے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ دعویٰ یہودیوں کا اس سورۃ میں یہ ہے کہ لنا الدار الاٰخرۃ خالصۃ من دون الناس یعنے بہشت اور مافیہا کہ بغیر عذاب کے ہو ہمارے ہی واسطے ہے اور دوسروں کا اُس میں حصہ نہیں اور مطلوب بالذات بہشت اور آخرت کی نعمتیں ہیں اور اُسی کا اختصاص انھوں نے اپنے واسطے کیا اور سورۂ جمعہ میں یہ دعوای ہے کہ نحن اولیاء اللہ من دون النّاس یعنی ہم دوست خدا کے ہیں نہ دوسرے لوگ اور ظاہر ہے کہ دوستی خدا کی وسیلہ ملنے بہشت اور آخرت کی نعمتوں کا ہے سو حصر وسیلہ کا اپنے واسطے اس جگہ کیا پس مناسب ہوا کہ اس سورۃ میں دعوے اُن کے کا کمال تاکید کے ساتھ انکار کیا جاوے کہ مطلوب بالذات کا دعوای کیا تھا اور سورۃ جمعہ میں بغیر تاکید کے دعوے کہ اُن کے کا کہ انحصار وسیلہ میں ہے اور چنداں مقصود نہیں کہ اسکا انکار کیا جاوے تاکہ فرق بیچ مطلب اور وسیلہ کے حاصل ہو اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جو دعویٰ اُن کا سورۃ جمعہ میں ہے خاص ہے اُس دعوے سے کہ اس سورۃ میں مذکور ہے اس واسطے کہ جس کو بہشت اور نعمت آخرت کی حاصل ہو لازم نہیں کہ ولی خدا کا بھی ہو اس واسطے کہ مرتبہ ولی کا قریب مرتبہ نبی کے ہے بیچ کامل ہونے کے اور قاعدہ مقررہ اہل معقول کا ہے کہ نفی عام کی زیادہ تر بعید ہے نفی خاص کی سے جیسے کہ اثبات خاص کا بعید ہے اثبات عام کے سے مثال اس کی قول تیرا الانسان موجود اور فلان بن فلان موجود ہے کہ انسان عام ہے اور فلان بن فلان خاص ہے اور جبکہ دعوٰی پہلا یعنی انحصار نجات اور پہنچنا جنت کے درجوں میں اپنے گروہ میں البعد تھا دوسرے دعوے سے یعنی انحصار کرنا ولایت کا بیچ اپنے پس پہلے دعوے میں حاجت لن کے لانے کی پڑی کہ تاکید نفی میں کوئی حرف اس سے زیادہ نہیں اور دوسرے دعوے میں کفایت ساتھ اصلی نفی کے کہ مدلول کلمہ لا کا ہے مناسب ہوا اور جبکہ پہلی آیت میں خبر دی اس بات کی کہ یہودی ہرگز آرزو موت کی نہیں کرتے ہیں اور نہ کریں گے اور احتمال ہے کہ کوئی شخص آرزو دونوں کی ضد کی نہ کرے اور ساتھ کسی طرف کے دو طرفی تضاد

marfat.com

کے سے انس اور رغبت اُس کو نہ ہو پس نزدیک یہودیوں کے موت اور حیات یکساں ہو نہ موت کی خواہش کرنے والے ہوں اور نہ طلب کرنے والے زندگی کے پس واسطے دفع کرنے اس احتمال کے فرماتے ہیں کہ کاش نہ وہ آرزو موت کی کرتے اور نہ حرص اوپر زندگی دُنیا کی کرتے بلکہ اپنے ارادہ کی نفی کر کے موت اور حیات کو اُس کے حوالہ کر دیتے کہ جس طرح اُس کی رضا ہو اُس طرح کرے خواہ زندہ رکھے خواہ مارے یہ حالت بھی بہتر حالتوں میں سے عقبیٰ کے طالبوں کی ہے بلکہ مولیٰ کے طالبوں کی۔ لیکن جب تجربہ اور امتحان کرے تو حالت اُن کی برخلاف اس حالت کے بھی پاوے تو دَلَتَجِدَنَّهُمْ یعنی البتہ پاوے تو اُن یہودیوں کو کہ بہشت کو خاص حصہ اپنا کہتے ہیں اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ یعنی زیادہ تر حرص کرنے والے اوپر ایسی زندگی کے کہ نہایت بڑی اور آرام کے ساتھ ہو زیادہ تر اُس سے کہ آدمیوں کے نزدیک مدت اُس کی مقرر ہے بلکہ اُن کو حریص زیادہ پاوے تو ایسی زندگی سے وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا یعنے اور اُن آدمیوں سے کہ شرک کرتے ہیں اور نسبت اور آدمیوں کے بہت محبت زندگی دُنیا کی رکھتے ہیں ساتھ اس مرتبہ کے کہ گویا اس امر میں حد انسانیت کی سے نکل گئے ہیں اور گروہ آدمیوں کے سے باہر ہوتے اس واسطے کہ معاد اور آخرت کا ہرگز اعتقاد نہیں رکھتے ہیں اور موت کو فنائے محض اور عدم مطلق جانتے ہیں اور سوائے زندگانی دُنیا کے کوئی زندگانی نہیں جانتے ہیں پس بہشت انکا یہی دار دُنیا ہے اگر وہ اُوپر اس زندگانی کے حرص کریں اور جان دیویں بجا ہے اور یہ یہودی اپنے تئیں اہل کتاب کہتے ہیں اور اقرار دار الجزا کا کرتے ہیں بلکہ نعمت اس گھر کی خالص اپنے واسطے جانتے ہیں جب مشرکین کی نسبت سے حرص زیادہ کریں، پس اُن کو دوزخی ہونا اپنا نظر آتا ہے اور یہ باتیں ان کی صرف لاف زنی ہے اور دلیل حریص ہونے اُن کے کی اُوپر زندگی دُنیا کے یہ ہے کہ زیادہ تر اور آدمیوں سے بیچ فکر زیادتی عمر اپنی کے رہتے ہیں اور بیچ طلب کرنے شفا کے زیادہ حد شروع سے سعی کرتے ہیں طرف ہر طبیب اور منتر پڑھنے والے اور ساحر کے رجوع کرتے ہیں اور واسطے بقا اس حیات کے ایمان اور دین اپنے کو برباد کرتے ہیں اور واسطے رفاہیت عیش اپنے کے اور نہ مکدر ہونے اُس کے کے ہر طرف سے بغیر تفتیش حلال اور حرام کے مال کو جمع کر کے ذخیرہ کرتے ہیں اور یہ طریقہ اُن کا اخیر دم زندگی تک باقی رہتا ہے باوصف بڑھاپے اور گر جانے دانتوں اور سفیدی بالوں کے کہ پیغام موت کے ہیں معالجات اور تدبیر زیادتی عمر اپنی سے

marfat.com

باز نہیں آتے ہیں اور دلیل اوپر زیادتی حرص اُن کی کے بہ نسبت مشرکوں کے یہ ہے کہ یَوَدُّ اَحَدُهُمْ یعنے دوست رکھتا ہے ایک اُن میں سے نہ پیچ حق اپنے کے نہ پیچ حق تمام گروہ اور خاندان اپنے کے اس واسطے کہ پیچ حق تمام گروہ اور خاندان اور مذہب اپنے کے یہ آرزو اکثر شخصوں کو ہوتی ہے اور بعضوں کو نہیں ہوتی ہے لیکن اُن کے اندر ہر ہر شخص آرزو کرتا ہے لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ یعنی یہ کہ ہو جاوے ہزار برس عمر اس کی حالانکہ جانتے ہیں کہ اس عمر میں ہرگز کسی طرح کی حلاوت زندگی کی نہیں رہتی ہے اور ساتھ کسی عیش کے بہرہ مند نہیں ہوتے ہیں اور اپنی قوت سے کوئی کام نہیں کر سکتے ہیں اور مشرکین کو آرزو اس قدر عمر کی دل میں نہیں آتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ مشرکین جب سرے سے منکر آخرت کے ہیں نہ وہاں کی خیر کی رغبت کرتے ہیں اور نہ شر اُس جگہ کی سے ڈرتے ہیں اور بھاگتے ہیں اور یہ لوگ جانتے ہیں کہ اُس جہان میں جزا نیک اور بد کی دی جاوے گی اور ہم مستحق عذاب ہمیشگی کے ہوں گے کہ دنیا میں زندہ ہیں اُس عذاب سے بچے رہیں گے پس بسبب اس محبت اور اس آرزو کے اپنے تئیں عذاب الٰہی سے دُور رکھتے ہیں، وَمَا هُوَ یعنی اور نہیں ہے اس قدر عمر یا نی بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ یعنی دور رکھنے والی اُس آدمی کو عذاب الٰہی سے اگرچہ موافق آرزو اُس کی ہو جاوے اَنْ یُّعَمَّرَ یعنی یہ کہ عمر ہزار برس کی دی جاوے اس واسطے کہ ہر چند یہ مدت طویل دکھلائی دیتی ہے لیکن جبکہ آخر کو تمام ہو جاوے گی پیچ حکم تھوڑی مدت کے ہے اور یہ شخص کہ خوگر کفر اور گناہ کا ہے جس قدر دُنیا میں دیر تر رہے زیادہ تر بوجھ گناہ کا اٹھاتا ہے پس، اس قدر بڑی عمر کفر اور گناہ میں گزارنی حقیقت میں اپنے تئیں عذاب سے نزدیک کرنا ہے نہ دُور رکھنا عذاب اُس کے سے کہ صلاح اعمال اپنے کی کریں اور ساتھ توبہ اور ندامت کے خواہش کریں اور یہ امر اُن کو میسّر نہیں وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ یعنی اور خدا دیکھنے والا ہے اُس چیز کو کہ کرتے ہیں یعنی بڑھنا دم بدم کفر میں اور گناہوں، اور منہیات کا تودہ تودہ جمع کرنا پس اُن کو تخفیف عذاب کی کہ پیچ صورت چھوٹی ہونے عمر کے متوقع تھی بھی حاصل نہ ہوگی بلکہ بسبب زیادتی اعمال قبیحہ کے عذاب اُن کا بڑی عمر ہونے میں زیادہ تر ہوگا اور اگر عمر اُن کی واقع میں کوتاہ بھی ہو بسبب اس آرزو کے کہ ہزار برس کی عمر کفر اور گناہوں میں، گزاریں مرتکب کفر اور گناہ ہزار برس کے ہوتے ہیں اس واسطے کہ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ اس قدر ان کی عمر

marfat.com

ہو جاوے گی انھیں بُرے کاموں میں گزاریں گے پس اپنے تئیں عذاب سے دُور نہیں کرتے ہیں بلکہ نزدیک کرتے ہیں اور اگر یہودی کہیں کہ ہم بغیر توریت کے ایمان نہیں لاتے ہیں اور نہ سوائے توریت کے کسی کتاب کا یقین کرتے ہیں اور یہ حسد کی راہ سے نہیں کہ اور لوگوں پر وہ کتاب نازل ہوئی بلکہ اس سبب سے ہے کہ توریت بلا واسطہ اللہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوئی تھی اور یہ قرآن جبرئیل کے واسطے سے اوپر تمھارے نازل ہوتا ہے اور جبرئیل تمام فرشتوں میں سے دشمن ہمارا ہے نفس ہمارا قبول نہیں کرتا ہے کہ بوجھ احسان دشمن کا ہم اُٹھاویں پس ہیچ جواب اس بات کے اُن سے قُلْ یعنی کہہ کہ جبرئیل تمھارے ساتھ دشمنی نہیں رکھتا ہے بلکہ تم اسکو ساتھ خیالات فاسدہ اپنے کے دشمن رکھتے ہو مثلاً کہتے ہو کہ جبرئیل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر پوشیدہ باتوں ہماری کی اطلاع کردی ہے اور جو تدبیر اور مشورہ پوشیدہ کہ بیچ مقابلہ اُس کے کرتے ہیں اس بات سے خبردار کرتا ہے اور عذاب اُوپر کافروں کے لاتا ہے اور خسف اور مسخ اُن کو کرتا ہے اور بخت نصر کو اُس نے ہمارے ہاتھ سے چھڑا دیا اور مارنے نہ دیا یہاں تک کہ وہ جوان ہوا اور بیت المقدس کو اُس نے خراب کیا اور قوم بنی اسرائیل کو قتل اور قید کیا اور جب اُس نے یہ سب چیزیں اللہ کے حکم سے کیں اُس کو ان باتوں میں دشمن رکھنا انہیں چاہیے پس مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ یعنی جو کہ ہو دشمن جبرئیل کا دشمنی اُس کی محض بے وجہ ہے فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ یعنی اس واسطے کہ جبرئیل نے اُتارا ہے اس قرآن کو اور یہی ہے پچھلا سبب عداوت اُن کی کا اُس کے ساتھ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اوپر دل تیرے کے محض ساتھ اذن اللہ تعالیٰ کے اور ساتھ فرمودہ اُس کے کے نہ خود بخود طرف اپنی سے اس واسطے کہ جبرئیل کو سوائے منصب ایلچی گری اور پیغام پہنچانے کے کچھ اختیار نہیں اور اس بات پر اتفاق تمام انبیا کا ہے پس وہ جو کچھ کرتا ہے اور پہنچاتا ہے ساتھ حکم خدا تعالےٰ کے کرتا ہے اور پہنچاتا ہے اور ظاہر کرنا بھیدوں تمھارے کا روبرو پیغمبر وقت کے بھی ساتھ حکم خدا کے ہے نہ عداوت کی جہت سے ساتھ تمھارے اور باوجود اس کے اگر بالفرض جبرئیل علیہ السلام بسبب کفر اور نافرمانی تمھاری کے دشمن بھی ہو اس واسطے کہ حق تعالیٰ ساتھ ذات پاک اپنی کے دشمن کافروں اور نافرمانوں کا ہے اور جبرئیل تابع مرضی اُس کی کا ہے پھر بھی چھوڑنا ایمان کا اور کفر کرنا ساتھ اُس چیز کے کہ اُتاری ہوئی جبرئیل کی ہے کوئی وجہ نہیں رکھتا ہے اس واسطے کہ وہ اُتارا ہوا نہیں مگر

marfat.com

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یعنی موافق کتابوں کے کہ پہلے اُس سے ہیں کہ اُوپر حضرت موسیٰ اور اور انبیاء بنی اسرائیل کے نازل ہوئیں پس رد کرنا کتاب اتاری ہوئی جبرئیل کی کو گویا رد کرنا کتابوں پہلیوں کا ہے اور اقرار کرنا ساتھ اسکے بعینہٖ اقرار کرنا ساتھ کتاب اتارے ہوئی جبرئیل کے ہے اور کمال بے وقوفی اور حماقت ہے کہ اگر دوست تمہارا کہے کہ السّماء فوقنا یقین کرو اور اگر دشمن السماء فوقنا کہے یقین نہ کرو اور اگر دوست تمہارا بادشاہ کی طرف سے کوئی حکم پہنچاوے اُس کو تو قبول کرو اور اگر دشمن اُسی حکم کو پہنچاوے تو رد کرو بلکہ اگر اُس چیز میں کہ جبرئیل آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر لایا ہے اُس وقت میں تامل کرو اُس میں صفت دوسری بھی پائی جاتی ہے کہ وہ موافق کتاب تمہاری کے بھی ہے وَهُدًى یعنی اور ہدایت کامل زیادہ ہے ہدایت پہلی کتابوں کی سے وَبُشْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اور خوش خبری ہے واسطے مسلمانوں کے پس اگر اُس کو قبول کرو اور یقین کرو اُس بشارت میں داخل ہو جاؤ اور ساتھ اُس ہدایت کے ہدایت پانے والے ہو اور بہت بڑا نفع تم کو بسبب جبرئیل کے حاصل ہوا اور کمال محبت اُسی سے کرو اس واسطے کہ نزدیک اندھے کے نہایت دوستی ہے کہ اُس کو کوئی شخص نشان راہ راست کا دیوے اور نزدیک شخص پریشان اور حیران اور ڈرنے والے کے زیادہ اس سے دوستی نہیں کہ اُس کو خوش وقت کریں پس جس چیز کو سبب عداوت کا گمان کیا ہے عین سبب محبت کا ہے اور یہ عذر تمہارا مانند عذر اُس اندھے کے ہے کہ اس کو کوئی کنوئیں اور جائے ہلاکت سے خلاص کرے اور سیدھا راستہ بتلاوے اور کہے کہ یہ آدمی دشمن میرا ہے میں اُس کی بات قبول نہیں کرتا ہوں اور کنوئیں میں گرتا ہوں یا مانند عذر اُس حیران اور پریشان کے ہے کہ بسبب کمال خوف کے جان اس کی نکلتی ہے اور اُس کے تئیں کوئی شخص خوشی پہنچاوے اور تسلی بخشے اور وہ کہے کہ میں بات اُس کی کا یقین نہیں کرتا ہوں اور اسی حال میں رہوں گا اور جان اپنی کو برباد کرتا ہوں اور سبب نازل ہونے اس آیت کا بیچ تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور کتابوں حدیث کی مثل طبرانی اور بیہقی اور مسند امام احمد اور عبد بن حمید کے ایسا مروی ہے کہ جب آں حضرت علیہ السلام بیچ مدینہ منورہ کے ہجرت فرما کر داخل ہوئے ایک جماعت کثیر یہودیوں میں سے واسطے تفتیش حال کے آں حضرت صلعم کے پاس آئی اور سردار اُن کا عبداللہ بن صوریا کہ فدک کے دانشمندوں میں سے تھا در پے امتحان کے ہوا اور پوچھا کہ اوّل

ہم سے اپنے سونے کا حال بیان کرو کہ کس طرح سے ہے اس واسطے کہ کیفیت نبی آخر الزماں کے سونے کی ہماری کتابوں میں لکھی ہے کہ یہ علامت ہے تیرے بیان کرنے سے معلوم ہو جاوے گا کہ وہ علامت تیرے اندر موجود ہے یا نہیں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آنکھیں میری سوتی ہیں اور دل میرا نہیں سوتا اور غافل نہیں ہوتا ہے اگر یہی علامت ہے پس میرے اندر موجود ہے عبد اللہ بن صوریا نے کہا کہ سچ کہا تو نے یہی علامت ہے اب ہم تم سے اور کئی چیزیں پوچھتے ہیں کہ اُن چیزوں کو سوائے پیغمبروں کے کوئی نہیں جانتا ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چاہو پوچھو تم لیکن میں تم سے ایک عہد لیتا ہوں جو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندوں سے لیا تھا کہ اگر میں اُن چیزوں سے تم کو خبر دوں تم ایمان لاؤ اور متابعت میری قبول کرو سبنے کہا کہ قبول ہے بعد اُس کے عبد اللہ بن صوریا نے کہا کہ یہ بات بتلاؤ مشابہت اولاد کی کبھی ماں کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی ساتھ باپ کے یہ کس سبب سے ہوتی ہے آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ منی دونوں مرد اور عورت میں ہوتی ہے منی مرد کی سفید اور گاڑھی ہوتی ہے اور منی عورت کی مائل طرف زردی کے اور پتلی ہوتی ہے جس کی منی کہ اوپر ہو کر دوسرے کی منی کو نیچے بٹھا دے یا رحم کے اندر جس کی منی پہلے دوسرے کی منی سے قرار پکڑے اور عتبار اجزا اور حجم کے غالب جس کی منی کو ہو فرزند کی مشابہت اُسی کے ساتھ ہوتی ہے اگر ایک کوئی تینوں چیزوں سے مرد کی منی میں پائی جاوے فرزند کو ساتھ خاندان باپ کے مشابہت پیدا ہوتی ہے اور اگر عورت کی منی میں یہ چیزیں بہم پہنچیں فرزند ساتھ خاندان ماں کے ہم شکل ہوتا ہے بعد اُس کے پوچھا کہ کون کون سا عضو فرزند کا ماں کی منی سے پیدا ہوتا ہے اور کون کون سا عضو باپ کی منی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہڈیاں اور پٹھے اور نرم ہڈیاں تمام باپ کی منی سے ہوتی ہیں اور گوشت اور خون اور بال اور ناخن ماں کی منی سے پیدا ہوتے ہیں کہا انھوں نے کہ سچ کہا تو نے ایسا ہی بیچ کتابوں پیغمبروں پہلے ہمارے کے مذکور رہے اب بتلاؤ کہ جس وقت بہشتی بہشت میں داخل ہوں گے پہلے پہل مہمانی اُن کی کیا چیز ہوگی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول کھانا بہشتیوں کا مچھلی کے کلیجے کا ٹکڑا ہوگا اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ گوشت نر گاؤ اور مچھلی کا ہوگا انھوں نے کہا کہ یہ بھی سچ ہے بعد اس کے پوچھا

marfat.com

کہ اب خبر دے ہم کو اُس کھانے سے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کیا تھا آنحضرت
نے فرمایا کہ حضرت اسرائیل کو بیماری عرق النسا کی لاحق ہوئی اور بہت دن ہو گئے جناب الٰہی
کی نذر کی کہ اگر مجھ کو اس سخت مرض سے نجات حاصل ہو جو کچھ کہ جنس کھانے کی سے نزدیک
میرے مرغوب زیادہ ہے اپنے اوپر حرام کرتا ہوں حق تعالیٰ نے اُن کو شفا دی انھوں نے گوشت
اونٹ اور دودھ اُونٹ کا کہ زیادہ مرغوب اُن کے نزدیک تھا حرام کیا تھا اور بعد اس کے اُن کے
سب بیٹوں پر یہ کھانا حرام ہوا کہا یہ بھی سچ ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
تم نے میرا ان سوالوں کے جوابوں میں امتحان کیا اور راست گوئی میری جانی تم نے پس تم کو کیا
توقف ہے کہ میرے دین میں داخل نہیں ہوتے ہو اور متابعت میری اختیار نہیں کرتے ہو
کہا انہوں نے کہ ایک چیز باقی رہی ہے جب تک کہ اُس چیز سے تسلی ہماری حاصل نہیں ہوتی
ہے متابعت تیری نہیں کرتے ہیں آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہو تم وہ چیز کونسی ہے کہا انھوں
نے کہ ہم کو خبر دے کہ کونسا فرشتہ اوپر تیرے وحی لاتا ہے اور رفیق تیرا اور غمگسار تیرا رہتا ہے آں حضرت
صلعم نے فرمایا کہ رفیق اور غمگسار میرا سب فرشتوں میں سے جبرئیل ؑ ہے اور یہی ہے کہ سب فرشتوں
میں سے ہمراہ نبی کے رہتا ہے اور وحی طرف اُس کے لاتا ہے اس بات میں شریک سب پیغمبروں کے
ہوں ہیں اُنھوں نے کہا ہم تیری متابعت نہیں کریں گے اس واسطے کہ جبرئیل دشمن ہمارا ہے،
تمام فرشتوں میں سے اگر میکائیل وحی تیرے پاس لاتا متابعت تیری کرتے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جبرئیل کو کس سبب سے دشمن رکھتے ہو کہا اُنھوں نے کہ اس کے کئی سبب ہیں اول یہ
قدیم سے نبوت اور رسالت ہمارے خاندان میں تھی اب جبرئیل نے اس منصب عمدہ کو بیچ بنی
اسماعیل کے مقرر کر دیا اور ہم کو اس خدمت سے معزول کیا دوسرے یہ کہ خسف اور مسخ اور عذاب
اور قحط اور وبا پہلی اُمتوں میں اسی نے کیا ہے اور میکائیل صاحب بارش اور ارزانی اور رفاہیت
کا ہے تیسرے یہ کہ پیغمبروں ہمارے نے ہم کو خبر دی تھی کہ بیت المقدس ہاتھ ایک شخص کے سے کہ
بخت نصر نام اُس کا ہو گا خراب ہو گا اور وہ شخص زمین بابل اور عراق میں پیدا ہو گا اور پیدائش
اُس کی فلانی تاریخ ہو گی اور جائے سکونت اُس کی فلانی جگہ ہو گی اور بنی اسرائیل کے فرقہ کو اُس
کے ہاتھ سے تباہی اور خرابی حد سے زیادہ پیش آوے گی جب وقت پیدائش اُس کی کا پہنچا

marfat.com

ہمارے بزرگوں نے چند آدمی اپنے معتبر خفیہ بھیجے کہ اُس لڑکے کو کسی حیلہ اور تدبیر سے مار ڈالیں جس وقت بھیجے ہوئے آدمی ہمارے بزرگوں کے بخت نصر کے شہر میں پہنچے اور اس کو لڑکوں میں کھیلتا ہوا پایا اور چاہا کہ ماریں جبرئیل آدمی کی صورت میں ظاہر ہوا اور اس لڑکے کو نیچے دامن اپنے کے چھپا لیا اور کہا کہ اگر یہ لڑکا وہی ہے کہ اُس کے ہاتھ سے تم کو اذیت پہنچے مقدر ہے پس تم کو اور پر مار ڈالنے اُس کے قدرت نہ ہوگی اس واسطے کہ تقدیر بدلتی نہیں اور اگر یہ لڑکا وہ نہیں پس کس واسطے بے گناہ لڑکے کو مارتے ہو وہ آدمی کہ مارنے کو گئے تھے پھر آئے اور بخت نصر جب جوان ہوا شام اور بیت المقدس پر فوج کشی کی اور بنی اسرائیل کو زیر و زبر کیا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لبسبب سننے اس عذر اُن کے کو سکوت کیا یہاں تک کہ ایک روز حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی واسطے دریافت حال ایک زمین کے کہ متصل مدرسہ یہودیوں کے تھی جاتے تھے اور عادت اُن کی ایسی تھی کہ جس وقت اُس راہ سے جاتے تھے یہودیوں کے مدرسہ میں آتے تھے اور اُن سے بعضی باتیں نصیحت اور وعظ اور حکمتیں توریت کی اور پہلی کتابوں کی سُنتے تھے اور تعجب کرتے تھے کہ کتب الٰہیہ آپس میں کیسی موافق ایک دوسرے کے ہیں اُس دن بھی موافق اُسی عادت کے اُن کے مدرسے میں داخل ہوئے دانشمند یہودیوں کے اُس دن جمع تھے سب نے مرحبا کہا اور کہا ہم تم کو بہت دوست رکھتے ہیں اور گمان غالب یہ ہے کہ تم بھی ہم کو دوست رکھتے ہوگے اس واسطے کہ کوئی تمھارے پیغمبر کے یاروں میں سے پاس ہمارے نہیں آتا ہے سوائے تمھارے کہ اکثر تشریف لاتے ہو حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ آمد و رفت میری تمھارے پاس محبت کی راہ سے نہیں اور تم سے کہ بعضی باتیں دریافت کرتا ہوں اس سبب سے نہیں کہ مجھ کو اپنے دین میں کچھ شک اور شبہ باقی رہا ہے بلکہ واسطے حاصل کرنے زیادتی بصیرت کے بیچ دین اپنے کے پاس تمھارے آتا ہوں اور نشانیاں اور علامات پیغمبر اپنے کی تمھاری کتابوں سے معلوم کرتا ہوں اور دمبدم ایمان میرا قوت پکڑتا ہے اور میں تعجب کرتا ہوں تم سے کہ باوجود اس قدر شناسائی کے کیا بلا ہوئی ہے کہ ایسے پیغمبر کے ساتھ ایمان نہیں لاتے ہو اور بیچ پیروی اُس کی کے مشرف نہیں ہوتے ہو یہود کے دانشمندوں نے کہا کہ انحراف ہمارے کی متابعت اس پیغمبر کی سے ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ لانے والا وحی اس پیغمبر کا جبرئیل ہے اور جبرئیل کو ہم دشمن رکھتے ہیں

اس واسطے کہ جہان میں جس جگہ خسف اور مسخ اور عذاب آیا ہے اُسی کی وساطت سے ہوا ہے اور یہ کہ جبرئیل جاسوس مشرب ہے اور سخن چینی کرتا ہے جو تدبیریں کہ ہم چھپے خلوت میں کرتے ہیں سب کو بر ملا محمدؐ کے پاس پہنچاتا ہے اور ہم کو خفیف کرتا ہے اور میکائیل مینھ لاتا ہے اور سارزانی اور نعمتیں اُس کے ہاتھ سے پہنچتی ہیں اور بردبار فرشتہ ہے کہ بالکل کسی کی بات کسی کے پاس نہیں پہنچاتا ہے اگر میکائیل لانے والا اس وحی کا ہوتا البتہ ہم ایمان لاتے اور متابعت کرتے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے دریافت کرتا ہوں کہ رتبہ اور قرب ان دونوں فرشتوں کا جناب الٰہی میں کس قدر ہے اُنھوں نے کہا کہ دونوں کو کمال قرب اُس ذات کا حاصل ہے اور دونوں پر تجلی الٰہی ظہور فرماتی ہے جبرئیل داہنی طرف رہتا ہے اور میکائیل بائیں طرف امیر المومنین نے فرمایا کہ پس تم گدھوں سے بے عقل ہو اور سخت کافر ہو اس واسطے کہ جب ایسا قرب اور منزلت اللہ جل شانہٗ کی جناب میں اُن کو حاصل ہے اُس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی دشمن ایک کا اُن میں سے ہو دشمن دوسرے کا بھی ہوگا اور جو کوئی دشمن ان دونوں کا ہو خدا کا دشمن بھی ہوگا یہ بات حضرت امیر المومنین کی یہودیوں کے اوپر بہت شاق اور گراں ہوئی اور صحبت مکدر ہوئی حضرت عمرؓ نے اُٹھ کر واسطے ظاہر کرنے اس ماجرا کے قصد حاضر ہونیکا بیچ خدمت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا ہنوز مجلس شریف میں نہ پہنچے تھے کہ حضرت جبرئیل اس آیت کو لائے جب عمرؓ آں حضرت صلعم کی خدمت میں گئے فرمایا کہ لقد وافقك ربّك یا عمر یعنی موافق تقریر تیری کے الزام دیا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو اور ان آیتوں کو حضرتؐ نے پڑھا حضرت امیر المومنین فرماتے تھے کہ اُس وقت سے مجھ کو دین اور ایمان میں ایسی حالت بہم پہنچی کہ اپنے تئیں مقدمات دینی میں سخت تر پتھر سے پاتا ہوں میں بیچ اس جگہ کے جاننا چاہیئے کہ بیچ ذکر ان تین صفت قرآن کے اس مقام میں کہ ایک مصدّقاً لما بین یدیہ اور دوسرے ھدی اور تیسرے بشریٰ للمومنین ہے ایک نکتہ ہے نہایت محکم اور حاصل اُس کا یہ ہے کہ غیر کے کلام کو سننے والا تین باعث سے تصدیق کر لیتا ہے اور سچی اُس کے نزدیک ہو جاتی ہے ایک یہ کہ سننے والا اس کلام کا مقلد مشرب کا ہے جو کچھ اس کے بزرگ کہہ گئے ہیں اُس کا شدت کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے اگر کوئی شخص موافق کلام بزرگوں اُس کے کے کہے فی الفور یقین کرے اور جو کوئی مخالف اُس کے

marfat.com

ہووے ہر چند کہ دلیل عقلی بھی اُس پر قائم ہو مگر اُس کو جھوٹا جانتا ہے اور بات اُس کی اُس کے
ذہن میں نہیں بیٹھتی ہے دُوسرے یہ کہ سُننے والا کلام کا محقق اور طلب کرنے والا دلیل کا ہے
پس اگر دلیل قوی اُس کے اوپر پاوے گا قبول کرے گا و الا انکار کرے گا تیسرے یہ کہ سُننے والا اُس
کلام کا وہمی ہے اور خیالات میں مدہوش ہے جیسے کہ لڑکے اور عورتیں پس نزدیک اُس کے جو
چیز کہ خوش اور اچھی معلوم ہو کہ دلالت اوپر حصول کسی مطلب کے یا دفع ہونے بلا کے کرتی ہے
بلا تامل کرنے دلیل کے واجب التصدیق ہوتی ہے اور جو چیز اُس کے نزدیک ناخوش ہو کہ دلالت
اوپر امر خوفناک کے کرے اُس کو یقین نہ کرے گا پس مصدقا لما بین یدیہ اشارہ
ہے طرف باعث اول کے کہ تصدیق اُس سے حاصل ہو جاوے اور ھدی طرف باعث دوسرے
کے اور بشری للمؤمنین طرف باعث تیسرے کے اور جب تینوں باعث تصدیق کے اس
کلام میں جمع ہوں پھر تصدیق نہ کرنی اور کفر اختیار کرنا کمال حماقت اور بے وقوفی ہے بالخصوص ساتھ
اس عذر نامسموع کے کہ لانے والا اس کا دشمن ہمارا ہے باقی رہے اس جگہ کئی سوال جواب طلب ،
سوال پہلا یہ کہ درمیان شرط اور جزا کے ربط چاہیئے اور اس جگہ درمیان شرط کے کہ من کان عدوا
لجبریل اور درمیان جزا کے کہ فانه نزله علی قلبك باذن الله ظاہر میں ربط نہیں
معلوم ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مفسرین نے بیچ بیان کرنے ربط کے درمیان اس شرط اور
جزا کے دو طریق اختیار کئے ہیں اول یہ کہ جزا اس شرط کی محذوف مانتے ہیں اور دلیل اُس جزاء محذوف
کی کو کہ فانه نزله علی قلبك الی آخره ہے قائم مقام جزا کے جانتے ہیں پس معنی کلام
کے یہ ہوں گے کہ جو کوئی جبرئیل کو دشمن رکھے دشمنی اُس کی محض بے وجہ ہے اس واسطے کہ جبرئیل
اللہ کی طرف سے اس نعمت عمدہ کو لایا ہے اور جبکہ نزول قرآن کا بواسطہ جبرئیل کے محض حکم خدا کے سے
ہے نہ خواہش جبرئیل کی سے پس اگر نظر اس بات کی طرف کریں کہ جبرئیل ہمارے واسطے ایک خوان بھرا
ہوا نعمت ہدایت اور بشارت کا لایا ہے اور دوا شافی درد ہمارے کی شفاخانۂ غیب کے سے اُس نے
ہماری طرف پہنچائی ہے چاہیئے کہ اس صورت میں اس کی شکر گزاری کریں اور ساتھ ہزار زبان کے شکر
اس احسان کا ادا کریں اور ساتھ ہزار دل کے دوستدار اس کے ہوں دوسرے یہ کہ جزا اس شرط
کی محذوف نہیں بلکہ فانه نزله علی قلبك الی آخره جزا واقع ہوئی ہے لیکن جزا شرط کی

ساتھ دو وجہ کے بلغاکے کلام میں آتی ہے ایک یہ کہ جو چیز شرط کے اوپر مترتب اور متفرع ہوتی ہے اور شرط اُس کا سبب ہو اُس کو ذکر کرتے ہیں جیسے کہ اس جگہ کہتے ہیں کہ من کان عدو الجبریل استحق اشد العذاب دوسرے یہ کہ جزا ایسی شے کو بناتے ہیں کہ شرط اُس کے اوپر مترتب ہو اور وہ شے سبب حصول شرط کا ہو جیسے کہ کہیں ان عاداك زيد فقد اذيته واسأت اليه یعنی اگر دشمن رکھے تجھ کو زید پس تحقیق ایذا پہنچائی تھی تو نے اُس کو اور برائی کی تھی تو نے طرف اُس کے اس مقام میں بھی یہی طریق جاری کیا ہے اس واسطے کہ اوپر یہودیوں کے کہ جبرئیل سے عداوت رکھتے تھے دو طریق سے عتاب منظور ہے اول ساتھ بیان کرنے خباثت اس عداوت کے دوسرے ساتھ بیان کرنے شناعت اور قبح ثمرہ اور نتیجہ اس عداوت کے کہ اگلی آیت میں مذکور ہے اور جبکہ سبب ہر چیز کا اوپر مسبب اس کے کے تقدم طبعی رکھتا ہے ذکر میں بھی تقدیم سبب عداوت کے اوپر نتیجہ اور ثمرہ اُس کے کے ضرور پڑی پس معنی کلام کے اس طریقہ پر ایسے ہوں گے کہ جو کوئی دشمن جبرئیل کا ہو پس سبب اُس دشمنی کا رہ ہے کہ وہ قرآن کو تیرے پر القا کرتا ہے نہ اوپر دل کسی کے بنی اسرائیل میں سے اور از بسکہ وہ قرآن جمیع کرنے والا صفات کمال تمام کتابوں کا ہے کہ کبھی موافق کتابوں پہلی کے ہے اور دلیل روشن ہے اور بشارت اور خوشخبری بھی ہے اس سبب سے حسد کر کے اس کے اتارنے والے کو دشمن بنالیا ہے اور ظاہر ہے کہ جب سبب کسی کی عداوت کا حسد ہو اور وہ بھی اوپر نعمت دین کے زیادہ قبیح ہوتا ہے بہ نسبت اُس کے کہ کسی اور جہت سے ہو اسباب دشمن کے سے سوال دوسرا یہ ہے کہ ضمیر مفعول کی بیچ نزلہ کے راجع قرآن کے ہے حالانکہ لفظ قرآن کا مذکور نہیں پس اضمار قبل الذکر لازم آیا جواب اس کا یہ ہے کہ ضمیر کو کبھی حکم اسم اشارہ کا دیتے ہیں اور بجائے اُس کے استعمال کرتے ہیں اور اس استعمال میں حضور ذات مشار الیہ کا کفایت کرتا ہے مقدم ہونا ذکر اُس کے کا لفظ میں درکار نہیں اور بیچ وقت تلاوت قرآن کے حضور ذات قرآن کا بلا شبہ متحقق ہے پس استعمال صحیح ہوا جیسے کہ بیچ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کے معلوم ہے اور اسی واسطے اہل عربیت نے بعد تتبع کرنے ترکیبوں فصحائے عرب کے کہا ہے کہ کتنی چیزوں میں اضمار قبل الذکر جائز ہے مثال آسمان اور زمین اور دن اور رات اور انگلیاں ہاتھ کی اور مثل اُس کے اور بعضی مثالیں یہ ہیں ولو یواخذ اللّٰہ الناس بما کسبوا ما ترک

marfat.com

عَلٰی ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ انها لغداة باردة والذ شقهن خمسا اور تحقیق
اس کی یہی ہے کہ ان استعمالات میں ضمیروں کو بجائے اسمار اشارہ کے لاتے ہیں اور بیچ استعمال
اسم اشارہ کے حضور ذات مشار الیہ کا کافی ہے اور یہ چیزیں اکثر ہوتی ہیں اس طرح پر کہ اشارہ
اُس کی طرف صحیح ہو سکے سوال تیسرا یہ کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ کہنے اس کلام کے مامور
ہوتے پس زبان اُن کی سے فرمانا چاہیئے تھا اس طرح پر فانّہ نزلہ علیٰ قلبی باذن اللہ
علیٰ قلبك کس واسطے فرمایا جواب اس سوال کا اکثر مفسرین نے اس طرح کہا ہے کہ لفظ
خطاب کا بیچ علیٰ قلبك کے واسطے حکایت کلام الٰہی کے ہے گویا ایسا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ
کلام کہ میں فرماتا ہوں طرف آدمیوں کے خصوصاً طرف یہودیوں کے پہنچاوے پس اس صورت
میں لانا علیٰ قلبی کا مناسب نہیں بلکہ علیٰ قلبك چاہیئے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ آں حضرتؐ مامور
نہ تھے مگر ساتھ کہنے جملہ شرطیہ کے کہ شرط اس کی موجود ہے اور جزا اس کی محذوف اور وہ یہ ہے
من کان عدوا لجبریل فانّہ یعادی من لا یلیق ان یعادے یعنی جو شخص عداوت
کرے جبرئیل کی پس بے شک یہ شخص عداوت کرتا ہے ایسے شخص کی کہ وہ لائق عداوت کئے جانے
کے نہیں اور اگلا کلام یعنی فانّہ نزلہ علیٰ قلبك باذن اللہ دلیل اس جملہ شرطیہ کی
ہے اور کلام آمر کی یعنی حق تعالیٰ کی ہے اور کلام رسُول کی نہیں تا کہ علیٰ قلبی کہا جاتا سوال
چوتھا یہ ہے کہ نازل کرنا قرآن مجید کا اوپر تمام ذات آں حضرت صلعم کے تھا نہ فقط دل کے اوپر پس
لفظ علیٰ قلبك کہنے کی کیا وجہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ نزول قرآن کا اوپر تمام شخص کے خاص
آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں بلکہ عام ہے تمام اُمت کو اس واسطے کہ جیسے کہ قرآن بواسطہ
جبریل علیہ السلام کے اوپر آں حضرت صلعم کے نازل ہوا ویسے ہی بواسطہ آں حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے اوپر صحابہ کے کہ آں حضرتؐ کی زبان مبارک سے دولت سُننے قرآن شریف کی اُن کے
نصیب ہوئی نازل ہوا اور بواسطہ اُن سُننے والوں کے اوپر دُوسروں کے نازل ہوا اور مثل اس کے ایسے
ہی چلا آیا ہمارے زمانہ تک فرق قلت اور کثرت وسائط کا ہے اور وہ شے کہ خاص ساتھ آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے نزول قرآن کا اوپر قلب کے ہے کہ اُمتیوں کو یہ بات حاصل نہیں اور بیان
اس ابہام کا یہ ہے کہ کلام کسی شخص کا دوسرے کی طرف دو طریق سے پہنچتا ہے ایک یہ کہ اول کان

marfat.com

پہنچے اور کان کے راستہ سے دل پر پہنچے اور یہ طریق عام اور مسطرد اور متعارف ہے اور امتیوں کو کلام اللہ اسی طریق سے طرف دل کے پہنچتا ہے دوسرے یہ کہ اولاً و ابتداءً دل پر پہنچے اور الفاظ خیال میں حاضر ہو جاویں اور یہ طریق خاص ساتھ اہل کمال کے ہے اور نادر اور قلیل ہے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اوپر قرآن مجید بواسطہ جبرئیل کے اسی طریق سے پہنچا تھا اور اسی جہت سے آں حضرت صلعم کو بیچ یاد رکھنے اس کلام طویل کے ہرگز حاجت تکرار اور بار بار پڑھنے کی نہیں پڑتی تھی اور اس کو فراموش نہ کرتے تھے والا کلام ایک دفعہ کا سُنا ہوا خصوص کلام دراز ہر چند کہ کیسا ہی حافظہ قوی ہو یاد نہیں رہتا ہے پس واسطے بیان کرنے خصوصیت اس نزول کے کہ باعث حسد کا یہی ہے لفظ علیٰ قلبك کا لانا ضرور ہوا اب ہم متوجہ ہوتے ہیں طرف تحقیق لفظ جبرئیل کے جاننا چاہیے کہ جبرئیل باجماع اہل عربیت کے غیر منصرف ہے بسبب علمیت اور عجمہ کے مع شرط اس کی کے اور معنی اس نام کے موافق روایتوں اکثر صحابہؓ کے عبد اللہ ہے ساتھ اس طرح کے کہ جبر کے معنی یہ ہیں کہ بندہ بے اختیار اور مجبور خاوند کے ہاتھ میں ہو اور ایل بمعنی اللہ کے اور ایسی ہی روایت کی گئی ہے ابن عباس اور عکرمہ اور علقمہ اور غیر اُن کے سے بیچ تفسیر ابن جریر اور ابن ابی حاتم کے لیکن دیلمی نے ابو امامہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ قال قال رسول اللہؐ اسم جبرئیل عبد اللہ واسم میکائیل عبد اللہ و اسم اسرافیل عبد الرحمٰن یعنی کہا اُس نے کہ فرمایا رسول اللہؐ نے نام جبرئیل کا عبد اللہ ہے اور نام میکائیل کا عبد اللہ ہے اور نام اسرافیل کا عبد الرحمٰن ہے اور بیچ کتاب العظمت ابو الشیخ کے مانند اس روایت کے حضرت امام زین العابدینؓ سے بھی منقول ہے اور احتمال ہے کہ جبرئیل اور میکائیل اسرافیل کہ کلمہ ایل کا اُن کے آخر میں ہے اور ایل ساتھ معنی اللہ کے ہے یہ تینوں لقب تینوں فرشتوں کے ہیں اور عبد اللہ اور عبد الرحمٰن نام اُن فرشتوں کے ہیں اور ترجمے ان لقبوں کے نہیں ہیں پس تعارض نہیں رہتا ہے۔ بیہقی نے بیچ شعب الایمان کے اور خطیب نے بیچ تفرق اور متفق کے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ کل اسم فیہ ایل فھو عبد اللہ اور ہر تقدیر پر نام اُن فرشتوں کے ایسے نہیں جیسے کہ آدمیوں کے ہوتے ہیں کہ جیسے چاہیں رکھ لیں زنگی کا نام کافور یا فاسق کا نام صالح بلکہ نام اُن کے توقیفی ہیں

marfat.com

یعنی مقرر کئے ہوئے خدا کے پس دلالت اوپر مرتبہ کمال اُن کے کے کہتے ہیں بلا تشبیہ جیسے کر لقب دیتے ہوئے بادشاہوں کے کہ امیروں کو بخشتے ہیں اور اوپر منصب اور مرتبے اُن کے کے کرتے ہیں بلا تشبیہ وزیر اعظم اور امیر الامرا اور میر سامان کے اور سوا ان کے پس جبرئیل جس وقت بمقتضائے مدلول اسمی اپنے کے کہ وہ اسم یہودیوں کے نزدیک بھی اللہ کی طرف سے عنایت ہوا تھا بیچ ید قدرت الٰہی کے مجبور ہوا اور زیادہ حاجیت سے مرتبہ نہ رکھتا ہو اور ایسی حالت کو نمونہ مضمون اس مصرعہ کا اور بجز نائے و ما جز نے یم، ہوا اُس کو ساتھ حضرت حق کے ثابت ہووے پس عداوت اُس کی اُوپر اس کام کے حقیقت میں عداوت خدا کی ہو بسبب اس غصہ کے کہ اللہ نے فضل اپنا کس واسطے اوپر کس کے بندوں اپنے سے نازل فرمایا اور ظاہر ہے کہ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ یعنی جو کہ ہو دشمن خدا کا اوپر اس بات کے کہ کس واسطے فضل اپنے کو اُوپر کسی بندہ کے بندوں اپنے سے بے مشورہ اور تجویز ہماری کے نازل فرمایا وَمَلٰٓئِكَتِهٖ یعنی اور دشمن فرشتوں اُس کے کا بھی کہ کس واسطے ساتھ کہنے اور فرمانے اُس کے کے بیچ پہنچانے اس فضل اور فیض کے اُوپر اُس بندہ کے سعی کرنے والے ہوئے اگرچہ وہ فرشتے رسول نہ ہوں وَرُسُلِهٖ یعنی اور دشمن رسولوں اُس کے کا بھی کہ کس واسطے اس فیض کو انھوں نے قبول کیا اور پاس خاطر ہماری کا نہ کیا گو وہ رسول فرشتے نہ ہوں وَجِبْرِيْلَ یعنی اور خاص کر دشمن جبریل کا کہ وہ بھی فرشتہ ہی ہے اور رسول بھی ہے اور معلم قرآن کا اور ثابت کرنے والا قرآن کا اس پیغمبر کے دل میں بھی ہے وَمِيْكٰلَ یعنی اور بالخصوص دشمن میکائیل کا بھی کہ وہ بھی فرشتہ ہے اور بھی ممد اور معاون جبرئیل کا بھی اور راضی ہونے والا ساتھ نازل کرنے قرآن کے اوپر دل اس پیغمبر کے اور حقیقت میں دشمنی فرشتوں کی اور رسولوں کی عموماً اور ان دو فرشتوں اور ان دو رسولوں کی خصوصاً دشمنی خدا کی ہے اس واسطے کہ دشمنی محبوب کی اور بھیجا ہوئے کسی شخص کی دشمنی اُس شخص کی ہوتی ہے پس اس شخص نے اسباب عداوت خدا کی کے کئی طرف سے واسطے اپنے جمع کئے اوّل یہ کہ بذاتہ اللہ تعالیٰ کو دشمن رکھا اور اس کے فعل پر اعتراض کیا دوسرے یہ کہ بندوں خاص اُسکے کو کہ محبوب اُس کے ہیں اور موافق فرمودہ اُس کے کے کام کرتے ہیں دشمن رکھا تیسرے یہ کہ خاص جبرئیل اور میکائیل کو کہ تمام فرشتوں کے رسولوں میں سے ممتاز ہیں

marfat.com

دشمن رکھا پس عداوت خدا کی اُس کے اُوپر اُلٹی پھر کر آئی جیسے کہ اس نے خدائے تعالیٰ کو دشمن رکھا، خدائے تعالیٰ اُس کو دشمن رکھے گا فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكَافِرِيْنَ یعنی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ دشمن کافروں کا ہے اگرچہ ساتھ ایک وجہ کے کفر اختیار کریں اور انکو کئی وجہ سے انھوں نے کفر اختیار کیا اور خدا کو دشمن رکھا اور فرشتوں کو بھی اور رسولوں کو بھی اور جبرئیل کو اور میکائیل کو بھی کس طرح دشمن نہ رکھے کہ کفر اُن کا سب کفر کی قسموں سے سخت تر ہوا اس جگہ جاننا چاہیئے کہ ذکر جبرئیل اور میکائیل کا بعد ذکر تمام فرشتوں کے اور یہ دونوں ان میں داخل ہیں دلالت اس بات پر کرتا ہے کہ اُن کو بیچ قرب اور رتبہ کے بڑا مرتبہ بلند ہے کہ بالخصوص دشمنی اُن کی سبب دشمنی خدا کی ہوتی ہے گویا یہ دونوں فرشتے قطع نظر فرشتے ہونے کے کہ موجب محبت کا ہے بڑھ کر مرتبہ رکھتے ہیں کہ محبت اُن کی ایمان اور عداوت اُن کی کفر ہوتی ہے اور واسطے بیان اسی خصوصیت کے جدا کر کے نام ان دونوں فرشتوں کا یاد فرمایا والا ذکر خاص کا بعد ذکر عام کے چنداں درکار نہ تھا اور بیچ تخصیص ذکر ان دو فرشتوں کے اس مقام میں وجہ دوسری بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ بیچ سبب نزول اس آیت کے قیل و قال تھی کہ جبرئیل اور میکائیل کے حق میں یہودیوں اور مسلمانوں میں واقع ہوئی تھی اور ہر چند کہ بیچ مقام عداوت کے مذکور جبرئیل کا تھا فقط نہ میکائیل کا لیکن جبکہ جبرئیل اور میکائیل آپس میں بسبب متحد ہونے کے بیچ مرضی اور اطاعت پروردگار اپنے کے حکم ایک جان دو قالب کا رکھتے ہیں ساتھ ذکر میکائیل کے اشارہ فرمایا طرف اس بات کے کہ عداوت جبرئیل کی بعینہ عداوت میکائیل کی ہے اگرچہ اپنی زبان سے نہ کہیں اور اپنے تئیں دوست میکائیل کا جانیں مثل فرقہ رافضیوں کے کہ وہ ناحق عداوت خلفائے ثلثہ کی رکھتے ہیں اور اپنی زبان سے اپنے تئیں دوستدار خلیفہ چہارم کا جانتے ہیں حالانکہ عداوت اُن تینوں کی بعینہا عداوت چوتھے کی بھی ہے ولنعم ما قیل رباعی۔

ربط خلفائے اربعہ ہست ازلی ! گفتن زخلاف شاں بود شرک جلی
داند ایں نکتہ طفل ابجد خواں ہم گو وصل سہ مفرد است ترکیب علی

اور بھی جاننا چاہیئے کہ حرف واؤ کا اس جگہ میں ساتھ معنی او کے ہے اس واسطے کہ عداوت ایک کی ان پانچوں ذکر کئے ہوؤں میں سے بیچ حاصل ہونے کفر کے کفایت کرتی ہے لیکن

marfat.com

اس جگہ میں ایک نکتہ باریک ہے کہ اس کے واسطے حرف او کو چھوڑ کر حرف واؤ کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر چند ظاہر میں ممکن ہے کہ ایک شخص عداوت ایک کی ان پانچوں سے رکھے اور عداوت دوسرے کی نہ رکھے لیکن اگر تعمق نظر کا کیا جاوے عداوت ہر ایک کی ان میں سے مستلزم سب کی عداوت کو ہے پس حقیقت میں عداوت ان سب کی اکٹھی ہوتی ہے نہ جدا جدا باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اسرافیل موافق اکثر روایتوں کے افضل جبرئیل سے ہے پس عداوت اس کی کس واسطے بالتخصیص اس جگہ ذکر نہ فرمائی جواب اس کا یہ ہے کہ اسرافیل کو تعلق دنیا کے کاموں سے کہ کثیر الوقوع ہیں نہیں ہے مگر بواسطہ ان تین شخصوں کے کہ جبرئیل اور میکائیل اور عزرائیل ہیں پس حقیقت اسرافیلی بمنزلہ حقیقت جنسی کے ہے کہ بالاستقلال تحصل نہیں رکھتی ہے مگر بیچ ضمن انواع کے اور حقیقتیں ان تینوں شخصوں کی بمنزلہ انواع محصلہ کے ہیں اور ظاہر اور روشن ہے یہ بات کہ معنی جنسی ساتھ محبت اور عداوت کے متعلق نہیں ہوسکتے ہیں اس واسطے کہ بسبب مطلق ہونے کے معانی متقابلہ اس میں جمع ہوتے ہیں اگر ایک جہت سے متعلق عداوت کے ہووے دوسری جہت سے تعلق محبت کے ساتھ بھی ہو جاوے اور بالعکس اس کے اور عزرائیل ہرگاہ کہ قبض ارواح کی اس کے سپرد ہے اور موت کو طبیعت ہر جاندار کی مکروہ جانتی ہے عموماً اور خصوصاً انسان پس کراہیت فعل ان کے کی اگر عداوت کے ساتھ مشتبہ ہو جاوے گنجائش اس کی ہے بخلاف ان دو فرشتوں کے کہ نہ حقیقت عداوت کی ان کی نسبت سے متصور ہو سکتی ہے اور نہ شبہ عداوت کا پس عداوت ان کی صریح دلیل عداوت خدا کی ہے اعاذنا اللہ منہا

طبرانی اور ابو الشیخ نے بیچ کتاب العظمۃ کے اور بیہقی نے بیچ شعب الایمان کے ساتھ سند معتبر کے روایت کی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ ایک دن آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ساتھ حضرت جبرئیل کے بیچ خلوت کے بیٹھے تھے کہ ناگاہ کنارہ آسمان کا ٹوٹا اور حضرت جبرئیل بسبب اس ٹوٹنے کے بھنچنے اور منقبض ہونے لگے اور سر اوپر زمین کے رکھنا شروع کیا اور آثار تواضع اور عاجزی اور خوف اور فزع کے ان کے اوپر ظاہر ہونے شروع ہوئے اسی حالت میں ایک فرشتہ کسی صورت میں روبرو حضرت صلعم کے ظاہر ہوا اور کہا کہ اے محمد صلعم پروردگار تیرا تجھ کو سلام فرماتا ہے اور تجھ کو اختیار دیتا ہے اس بات کا کہ اگر چاہے تو پیغمبر بادشاہوں کی مانند رہ اور اگر چاہے تو پیغمبر

marfat.com

بندہ کی مانند زلیست کر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تردد کر کے حضرت جبرئیل کی طرف نظر کی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سر جھکا کر اشارہ فرمایا کہ بندگی اور فروتنی اختیار فرمایئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بندہ کی مانند زلیست کروں گا بادشاہی مجھ کو نہیں چاہیئے وہ فرشتہ اس جواب کو سُن کر اوپر آسمان کے چڑھ گیا بعد اس حال عجیب کے آں حضرت علیہ السلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اے جبرئیل میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ فرشتہ کون ہے اور تم کو ساتھ دیکھنے اُس کے کے یہ حالت کس واسطے بہم پہنچی اور میں تمھارا یہ حال دیکھ کر اس سوال سے بند ہوا اب کہو کہ یہ کون تھا اور اوپر تمھارے یہ حالت کس سبب سے تھی جبرئیل نے کہا کہ یہ فرشتہ اسرافیل ہے جس دن سے کہ حق تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے ہمیشہ روبرو تجلی الٰہی کے حاضر رہتا ہے اور دونوں قدم اپنے ملاکر کمال عاجزی کے ساتھ کھڑا رہتا ہے ہرگز آنکھ اپنی اوپر کو نہیں اٹھاتا ہے اور درمیان اُس کے اور درمیان پروردگار اُس کے کے اس حالت میں بھی ساٹھ پردے نور کے حائل ہیں اگر ایک پردہ کے پاس بھی آوے جل جاوے اور خدمت اس فرشتہ کی یہ ہے کہ لوح محفوظ روبرو اُس کے رکھی ہوئی ہے اور اُس کو اس کی چیزوں پر اطلاع دی ہے ہرگاہ کہ ارادہ الٰہی تعلق پکڑتا ہے کہ آسمان یا زمین میں کوئی چیز موجود ہو وہ لوح خود بخود بلند ہو کر اس فرشتہ کی طرف پہنچتی ہے اور یہ فرشتہ اُسی وقت لوح محفوظ میں نظر کرتا ہے اور اس امر مقدر واجب الوقوع کو دریافت کرتا ہے اگر میرے کرنے کی کوئی چیز ہوتی ہے مجھ کو وہ چیز بتلا دیتا ہے کہ اس کو کرنا چاہیئے اور اگر کوئی کام میکائیل کے متعلق ہوتا ہے میکائیل کو اُس کے کرنے کا حکم ہوتا ہے اور اگر ملک الموت کے متعلق کوئی شے ہوتی ہے اس سے کہہ دیتا ہے پھر آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ تم کون سے کام پر مقرر ہو تو جبرئیل نے کہا کہ چلانا ہواؤں کا اور فتح اور شکست لشکروں کی پھر کہا میں نے میکائیل کو کیا خدمت ہے کہا مینہ کی اور تمام نباتات کی پھر کہا میں نے کہ ملک الموت کون سے کام پر مقرر ہے کہا کہ اوپر قبض کرنے ارواح کے پھر کہا کہ جب حضرت اسرافیل نیچے آئے میں نے جانا کہ وقت موجود ہونے قیامت کا آگیا اور ڈر گیا میں یہ حالت کہ میری دیکھی تم نے اُسی خوف کے سبب سے ہوگئی تھی اور طبرانی نے ساتھ سند ضعیف کے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ایک دن

marfat.com

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بتلادیتا ہوں میں تمکو کہ افضل سب فرشتوں میں سے کون ہے حضرت جبرئیل ہیں اور افضل پیغمبروں میں سے حضرت آدم ہیں اور افضل دنوں میں سے دن جمعہ کا ہے اور افضل مہینوں کا ماہ رمضان ہے اور افضل راتوں میں شب قدر ہے اور افضل عورتوں میں سے مریم دختر عمران کی ہے لیکن اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ افضلیت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی اوپر اور فرشتوں کے اور افضلیت حضرت آدم علیہ السلام کی اوپر اور پیغمبروں کے افضلیت مطلقہ نہیں بلکہ بلحاظ اس بات کے ہے کہ منافع خاص نوع انسانی کے اور امورات تکمیل اُس کی کے اور اصلاح معاد افراد اس نوع کے بسبب اُتارنے وحی اور شریعتوں کے اور مدد کرنی عابدوں اور زاہدوں کی بسبب انوار اور برکتوں کے اور ہلاکت جباروں اور متکبروں کی انھیں کے متعلق ہیں اور ان وجوہات سے بیچ حق خاص اس نوع کے احسان اور منت ان کی زائد ہے والا پہلی روایت میں گزرا کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام بیچ قرب اور منزلت اور مطلع ہونے لوح محفوظ کی چیزوں پر سب سے افضل ہیں بلکہ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور عزرائیل علیہم السلام پر حکمرانی کرتے ہیں اور ایسی فضیلت اور بزرگی حضرت آدم علیہ السلام کی اس سبب سے ہے کہ نیک اعمال تمام آدمیوں کے اُن کے اعمال نامہ میں لکھے جاتے ہیں اور اصل الاصول اس نوع کی وہی ہیں اور سب سے پہلے یہی پیدا ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خلافت اپنی بلاواسطہ انھیں کو عطا فرمائی ہے اور اگر ان امور سے قطع نظر کی جاوے قرب اور مرتبہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ظاہر اور معلوم ہے اور شفاعت کی حدیث میں وارد ہے کہ آدم و من دونہ تحت لوائی یوم القیٰمۃ یعنی آدم اور جو شخص کہ نیچے اُن سے ہے تحت جھنڈے میرے کے ہوں گے دن قیامت کے اور تحقیق کنہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر نظر طرف عموم اور گھیر لینے کمالات کے کی جاوے برابر حضرت آدم علیہ السلام کے کوئی آدمی نہیں اس واسطے کہ جو کمال نوع انسانی میں ظاہر ہو ذات اُن کی میں بطریق اجمال کے مندرج تھا یہاں تک کہ کمال محمدی بھی اور اگر نظر صرف علو اور بلندی درجہ کمال کے کی جاوے برابر ذات مقدس خاتم المرسلین کے کوئی شخص نہیں مثال اس کی یہ ہے کہ روئی جامع کمالات کپڑے کی ہے کہ اصل سب کی ہے گاڑھے سے لیکر شبنم اور آب رواں تک حالانکہ روئی شبنم اور آب رواں کے مرتبہ کو نہیں پہنچتی ہے اور بیہقی

marfat.com

نے شعب الایمان میں اور ابن ابی شیبہ نے ثابت بنانی سے روایت کی ہے اور صابونی نے بیچ کتاب المائتین کے جابر بن عبد اللہؓ سے مرفوعاً روایت ذکر کی ہے کہ ایک خدمتوں جبرئیل کی سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اوپر اُس کو عرض کرنے حاجتوں آدمیوں کے داروغہ فرمایا ہے اگر کوئی محبوب خدا کے محبوبوں سے واسطے حصول کسی مطلب کے جناب الٰہی میں دُعا کرتا ہے جبرئیل عرض کرتے ہیں کہ فلانا بندہ فلانا مطلب عرض کرتا ہے حکم ہوتا ہے کہ ابھی حاجت اس کی بند رکھو اور مطلب اس کا حاصل نہ کرو یہاں تک کہ دُعا بہت کرے کہ مجھ کو آواز اُس کی اور دُعا اور زاری اُس کی خوش آتی ہے اور اگر کافر یا فاجر واسطے کسی مطلب کے دعا کرتا ہے حکم ہوتا ہے کہ جلدی مطلب اُس کا حاصل کرو تاکہ ساتھ آواز ناخوش اپنی کے مجھ کو ناخوش نہ کرے اور ابوالشیخ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور امام احمد نے بھی روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے ایک دن حضرت جبرئیل سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تم کو اوپر اصلی صورت کے دیکھوں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ فلانی ساعت میں رات کے بیچ میدان بقیع الغرقد کے تشریف لائیے تاکہ شمہ صورت اپنی سے تم کو دکھلاؤں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسی وقت اُس میدان میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ حضرت جبرئیل آسمان کی طرف ساتھ لباس سندس یعنی دارائی کے کہ اوپر اُس کے مروارید اور یاقوت اور زمرد جڑے ہوئے ہیں اور چھ سو پر رکھتے ہیں اور اُن پروں میں زمرد اور یاقوت اور مروارید لگے ہوئے ہیں چار ہے ہیں اور ایک ایک پر ان پروں میں سے اسقدر فراخ رکھتا تھا کہ آسمان کے کنارہ کو ڈھانپ لیا تھا اور ابوالشیخ نے شریح بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ فرماتے تھے کہ میں نے جبرئیل کو طرح طرح کی صورتوں میں دیکھا ہے اور اب اکثر اوپر صورت دحیہ کلبی کے دیکھتا ہوں اور پیشتر اس سے صورتوں مختلف پر ظاہر ہوتا تھا اور اکثر اوقات اُن کو ایسا دیکھتا تھا کہ کوئی شخص دوسرے شخص کو غربال کے پیچھے سے دیکھتا ہے اور بیہقی نے بیچ دلائل النبوت کے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت حمزہ چچا آں حضرت صلعم کے نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں چاہتا ہوں کہ جبرئیل کو اوپر صورت اصلی ان کی کے مجھ کو دکھلائے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم کو طاقت اُس کے دیکھنے کی نہ ہوگی انھوں نے کہا کہ میں بہت قوی دل ہوں بے خود نہ ہونگا آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ بس بیٹھ جاؤ ناگاہ حضرت

حضرت جبرئیل کی اصلی صورت کا بیان

جبرئیل اُترے اور دونوں قدم اپنے اوپر ایک پتھر بڑے کے کہ متصل کعبہ کے رکھا ہوا تھا اور آدمی اُس پتھر پر کپڑے اپنے وقت طواف کے ڈالتے تھے رکھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ نظر اپنی کو اٹھاؤ انھوں نے نظر اپنی اٹھائی اور دونوں قدم جبرئیل کے دیکھے اور غش میں گر پڑے جب ہوش میں آئے آدمیوں نے پوچھا کہ تم نے کیا دیکھا کہا انھوں نے کہ میں نے ایک زمرد سبز دیکھا لیکن اس زمرد میں اس قدر چمک اور روشنی تھی کہ آنکھ چندھیا گئی اور بے خود ہو کر گر پڑا ہیں اور ابن المبارک بیچ کتاب الزہد اپنی کے ساتھ روایت ابن شہابؓ کے لائے ہیں کہ آں حضرت ایک دن چاندنی رات میں طرف مصلّے کے جاتے تھے کہ دفعۃً حضرت جبرئیلؑ سر آں حضرتؐ کا اپنے سینہ پر رکھے ہوئے ہیں اور ایک ہاتھ اپنا اوپر سینۂ مبارک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھا ہوا ہے اور ہاتھ دوسرا درمیان دو شانہ آنحضرت کے رکھے ہوئے بیٹھے ہیں اور پوچھتے ہیں تم کو کیا ہوا کہ بے ہوش ہو گئے آں حضرتؐ نے فرمایا کہ میں ہرگز گمان نہ کیا تھا کہ کسی مخلوق میں یہ نور اور چمک ہو حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ اگر تم اسرافیل کو دیکھو ایک پر بیچ مشرق کے ہے اور ایک پر مغرب میں اور عرش شانہ کے اوپر ہے بہت تعجب کرو اور باوجود اس طول اور عرض جثہ کے بعضے وقت بسبب تجلی عظمت الٰہی کے سکڑ کر چھوٹی چڑیا کی مانند ہو جاتا ہے اور ابن داؤد نے بیچ کتاب المصاحف کے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام صحابیوں میں سے حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ مرتبہ حاصل تھا کہ جو باتیں حضرت جبرئیلؑ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک میں کیا کرتے تھے یہ سنتے تھے لیکن صورت اُن کی نہیں دیکھتے تھے اور حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن بیچ خلوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آیا اور حضرت جبرئیل کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افسوس جو کوئی سوائے نبیوں کے حضرت جبرئیل کو سر کی آنکھوں سے دیکھے اندھا ہو جاتا ہے لیکن میں خدا سے واسطے تیرے دُعا کروں گا کہ یہ اندھا ہونا اخیر عمر تیری میں ہو چنانچہ حضرت ابن عباسؓ آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور ابوالشیخ ساتھ روایت ابن عباسؓ کے آں حضرتؐ سے لائے ہیں کہ بہشت میں ایک نہر ہے کہ سوائے جبرئیل کے دوسرے کو حکم اس پر آنے کا نہیں اور حضرت

جبرئیلؑ ہر روز ایک بار غوطہ اُس نہر میں کھاتے ہیں اور بعد نکلنے کے اُس سے پانی بدن اپنے کا جھٹکتے ہیں ہر ہر قطرہ ان کے سے ایک ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے اور بیچ روایت علاء ابن ہارون کے آیا ہے کہ وہ نہر کوثر ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ فرماتے تھے کہ اکثر اوقات حضرت جبرئیل آگے میرے سفید کپڑوں میں آتے ہیں لیکن بجائے سنجاف کے مروارید اور یاقوت ان کے کپڑوں میں ٹکے ہوئے ہوتے ہیں اور سر ان کا جیسا کہ جالی دار مروارید سے ہوتا ہے اور اوپر ان کے دو لڑی موتیوں کی حمائل ہوتی ہیں اور دونوں پر ان کے سبز اور دونوں پاؤں کسی سبز چیز سے لپٹے ہوئے ہوتے ہیں گویا موزہ سبز پہنے ہوتے ہیں اور ابوالشیخ اور ابن مردویہ ساتھ روایت انس رضی اللہ عنہ کے لائے ہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن جبرئیلؑ سے فرمایا کہ تم کو کبھی دیدار جناب رب العزت جل شانہٗ کا بھی میسر آتا ہے کہا نہیں درمیان میرے اور درمیان اس جناب کے ستر پردے نور کے ہوتے ہیں اگر نیچے کے پردے کی طرف دیکھوں جل جاؤں اور طبرانی اور ابن مردویہ اور ابونعیم نے ساتھ ضعیف سند کے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص یہودیوں میں سے آگے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آیا اور پوچھا کہ یارسول اللہ آیا جناب حق تعالیٰ کو مخلوق اپنی سے پردہ اور حجاب بھی ہے فرمایا البتہ درمیان اُس جناب اور فرشتوں کے گرداگرد عرش کے ہیں ستر حجاب نور کے ہیں اور ستر حجاب تاریکی کے اور ستر حجاب اطلس کے رفرفوں کے اور ستر حجاب سندس یعنی دارائی کے رفرفوں کے اور ستر حجاب مروارید سفید سے اور ستر حجاب مروارید سُرخ سے اور ستر حجاب مروارید سبز سے اور ستر حجاب روشنی تیز سے اور ستر حجاب برف سے اور ستر حجاب پانی سے اور ستر حجاب اولہ سے اور ستر حجاب اور ہیں عظمت ذاتی حق کے سے کہ وصف ان حجابوں کا بیان میں نہیں آتا ہے اُس یہودی نے کہا کہ مجھ کو خبر دے اُس فرشتہ حق تعالیٰ کے سے کہ بہت متصل تجلی حق تعالیٰ کے رہتا ہے آں حضرتؐ نے فرمایا جو فرشتہ کہ بہت متصل اُس جناب کے ہے اسرافیلؑ ہے پھر جبرئیل اور میکائیل پھر ملک الموت اور امام احمدؒ نے بیچ کتاب الزہد کے ابوعمران جونی سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام پاس آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آئے اور روتے تھے اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ رونے تمہارے کا کیا سبب ہے حالانکہ تم معصوم ہو اور خوف بازپرس کے سے تم نڈر ہو کہا کہ قسم خدا تعالےٰ

marfat.com

کی کہ آنکھ میری خشک نہیں ہوئی ہے اُس دن سے کہ خدائے تعالیٰ نے آگ دوزخ کی پیدا کی ہے کہ مبادا کوئی گناہ مجھ سے سرزد ہو جائے اور مستحق دوزخ کا ہو جاؤں اور بیچ مسند امام احمد کے ساتھ روایت انس رضی اللہ عنہ کے آیا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ میں نے کبھی حضرت میکائیل کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ہے اس کا کیا سبب ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جس دن سے دوزخ پیدا ہوئی ہے حضرت میکائیل نہیں ہنسے ہیں اور ابوالشیخ ساتھ روایت لیث بن سعد کے خالد بن سعید سے لائے ہیں کہ حضرت اسرافیل بیچ بارہ ساعت رات کے بارہ مرتبہ اذان کہتے ہیں ایک ایک ساعت میں ایک ایک اذان مقرر ہے اور اُس اذان کو تمام فرشتے ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے سنتے ہیں اور جن اور انسان نہیں سُنتے ہیں اور آسمان کے فرشتے سب بیت المعمور کے پاس کہ مقابل خانہ کعبہ کے ہے ساتویں آسمان میں جمع ہو کر انتظار جماعت کا کرتے ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام امام ہو کر نماز پڑھواتے ہیں اور حکیم ترمذی نے زید بن رفیع سے روایت کی ہے کہ ایک دن آں حضرت علیہ السلام مسواک کرتے تھے کہ یکایک حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل دونوں تشریف لائے آدمی کی صورت میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بطریق تحفہ کے مسواک حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دی حضرت جبرئیل نے کہا کہ کبر کبر حکیم ترمذی کہتے ہیں کہ یعنی یہ مسواک حضرت میکائیل کو دو کہ وہ مجھ سے زیادہ بزرگ ہیں اور ابوالشیخ نے عکرمہ بن خالد سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدا کی مخلوقات میں سے کونسا اللہ کے نزدیک زیادہ عزیز ہے فرمایا کہ میں نہیں جانتا ہوں جب حضرت جبرئیل آئے اُن سے پوچھا انھوں نے کہا کہ میں بھی نہیں جانتا ہوں جب جبرئیل گئے اور پھر آئے کہا کہ سب مخلوقات سے عزیز اللہ کے نزدیک چار فرشتے ہیں جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور ملک الموت پس جبرئیل کار خانہ نبوت اور وحی کا اور آمد و رفت پاس رسولوں کے اور فتح اور شکست لڑائیوں میں اُن کے متعلق ہے اور میکائیل ہر ایک قطرہ مینہ کا اور ہر ایک تنکہ کہ زمین سے نکلتا ہے متعلق اُن کے ہے اور ان پر ملک الموت پس کام اُن کا قبض کرنا ہر ایک روح کا ہے خواہ دریا میں ہو اور ان پر اسرافیل پس وہ امین خدا کا ہے درمیان اُس کے اور ان تینوں فرشتوں کے یعنی احکام الٰہی طرف اُن کے پہنچاتا ہے اور مکتوبات لوح محفوظ کے کا اُن کو

marfat.com

نشان دیتا ہے اور ابوالشیخ ساتھ روایت جابر بن عبداللہ کے آں حضرت سے لائے ہیں کہ مقام جبرئیل کا داہنی طرف تجلّیِ الٰہی کے ہے اور مقام میکائیل کا بائیں طرف اور مقام اسرافیل کا درمیان ان دونوں کے ہے ان سے آگے و نیز ابوالشیخ نے خالد بن ابی عمران سے روایت کی ہے کہ اعمال نا بندوں کے بھی حضرت میکائیل کے آگے پہنچتے ہیں اور ساتھ روایت ابوسعید خدریؓ کے لایا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ صاحب صور کا اسرافیل ہے اور ابوالشیخ نے اس سے روایت کی ہے کہ لعنت گنہ گاروں کی اور رحمت مطیعوں کی اور محبوبیت محبوبوں درگاہ الٰہی کی ایک خدمت ہے کہ حضرت جبرئیل کے متعلق ہے اوّل اُن کو ان چیزوں کا حکم ہوتا ہے اور بواسطہ ان کے دوسرے فرشتوں کو پہنچتا ہے اور حاکم ساتھ روایت ابوسعید کے لایا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ہر پیغمبر کے دو شخص بندگان خدا سے خاص وزیر اور مشیر رہے ہیں اور مجھ کو چار وزیر عنایت ہوئے دو وزیر آسمان والوں میں سے ایک جبرئیل اور دوسرا میکائیل اور دو وزیر زمین والوں میں سے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور طبرانی نے ساتھ سند معتبر کے حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم فرماتے تھے کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک اُن میں سے نرم خو ہے اور دوسرا تند خو یعنی حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل اور زمین میں بھی دو پیغمبر ہیں ایک نرم خو اور دوسرا تند خو یعنی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت نوحؑ نرمی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس مرتبے کی ہے کہ اپنے مخالفوں کے حق میں بھی شفاعت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ من تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم یعنی جس شخص نے تابعداری کی میری پس تحقیق وہ مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی ہے میری پس تحقیق تو بخشنے والا مہربان ہے اور سختی حضرت نوح کی اس مرتبہ کی ہے کہ فرماتے ہیں ربّ لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا اور میرے بھی دو یار ہیں ایک نرم خو اور دوسرا سخت خو اور ہر ایک اپنے کام میں صواب پر ہے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ اور بیہقی نے بیچ کتاب الاسماء والصفات کے اور طبرانی نے بیچ معجم اوسط کے اور بزار نے بیچ مسند اپنی کے ساتھ روایت عبداللہ بن عمرؓ کے ذکر کیا ہے کہ ایک دن آدمی بہت جمع ہو کر رُوبرو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ تمام نیکیاں اللہ کی طرف سے ہیں اور حضرت عمرؓ کہتے ہیں

نرمی گرمی کے سماوی وارضی وزرا کا بیان

marfat.com

بلکہ نیکیاں اور بُرائیاں سب خدا کی طرف سے
ہیں بعضے لوگ حضرت ابوبکرؓ کے کہنے پر قائل ہوئے اور بعضے ساتھ قول حضرت عمرؓ کے قائل
ہوئے اور آپس میں جھگڑتے ہیں ہم رُوبرو آپ کے آتے ہیں تاکہ اس مقدمہ کا فیصلہ فرمائیں آں حضرت
علیہ السلام ہنسے اور فرمایا کہ عجب اتفاق ہے کہ آسمان میں بھی ایسا ہی مناقشہ پڑ گیا ہے حضرت
میکائیل علیہ السلام نے موافق قول ابوبکرؓ کے کہا اور حضرت جبرئیلؑ نے موافق قول عمرؓ کے بعد اس
کے حضرت جبرئیل نے حضرت میکائیل سے کہا کہ جب ہم آدمی کہ آسمان کے رہنے والے آپس
میں مختلف ہیں اہل زمین بالاولی مختلف ہوں گے آؤ تم تاکہ آگے حضرت اسرافیل کے یہ جھگڑا
لے جاویں اور فیصلہ کرا دیں حضرت اسرافیل کے روبرو یہ جھگڑا لے گئے حضرت اسرافیل علیہ السلام
نے اُن کو بھید قضا اور قدر کا بتلایا اور کہا کہ القدر خیرہ وشرہ وحلوہ ومرہ
کلہ من اللہ تعالیٰ یعنی تقدیر خیر اور شر کی اور شیریں اور تلخ کی کل اللہ کی طرف سے ہے
بعد اس کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابا بکرؓ سے فرمایا کہ یا ابابکر اگر حق تعالیٰ چاہتا
کہ کوئی نافرمانی اس کی نہ کرے ابلیس کو نہ پیدا کرتا حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ صدق اللہ
ورسولہ اور حاکم نے اسامہ بن عمیر ہذلی سے روایت کی کہ میں ایک دن دو رکعت سنت فجر
کی متصل آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پڑھ کر بیٹھا دیکھا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم دو رکعت
چھوٹی چھوٹی پڑھ کر یہ دُعا فرماتے ہیں اللّٰھم رب جبرئیل ومیکائیل واسرافیل و
محمد اعوذبک من النار اور اس دعا کو تین بار فرمایا اور معنی اس دعا کے یہ ہیں اے
بار خدا یا رب جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل اور محمد کے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ تیری آگ
سے اور امام احمد نے کتاب الزہد میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ آں حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو بیچ مرض موت کے جب وفات شریف قریب پہنچی بے ہوشی سخت لاحق ہوئی
اور سر مبارک آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بیچ گودی میری کے تھا بار بار پانی اوپر چہرہ مبارک
اُن کے کے چھڑکتی تھی اور دُعا شفا کی کرتی تھی اور بے قرار تھی میں کہ ایک دفعہ کچھ ہوش ہوا اور
فرمایا کہ یہ دعا مت کر بلکہ میں خدائے تعالیٰ سے صحبت رفیق اعلیٰ کی چاہتا ہوں اور کہتا ہوں میں کہ
ساتھ جبرئیل اور میکائیل اور اسرافیل کے صحبت رکھوں اس وقت سے میں نے جانا کہ آں حضرتؐ

marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم بعد اس کے دنیا میں نہیں رہنے کے حاصل یہ ہے کہ مرتبہ ان تینوں فرشتوں کا بسبب قرب اور نزدیکی الہٰی کے کہ بجا آوری احکام الہٰی کی بے آمیزش خواہش نفسانی اپنی کے کرتے ہیں اُس حد کو پہنچا ہے کہ عداوت اُن کے ساتھ حقیقت میں اعتراض کرنا اوپر افعال جناب کبریا الہٰی کے ہے پس عداوت جبرئیل کی اس جہت سے کہ قرآن مجید اوپر غیر فرقہ بنی اسرائیل کے آثار حقیقت میں یہ عداوت ہماری ہے اس واسطے کہ اُتارنا کتابوں کا کام ہمارا ہے اور جبرئیل سوائے ایلچی گری کے اور کوئی منصب نہیں رکھتا ہے وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ یعنی اور تحقیق ہم نے مقام عظمت اپنی سے اُتاری ہیں طرف تیرے اٰيٰتٍ یعنی آیتیں قرآنی اور ہرگز التباس اور اشتباہ آیتوں اُتاری ہوئی ہماری کا ساتھ آتارے ہوئے دوسرے کے ممکن نہیں اس واسطے کہ وہ آیتیں بَيِّنٰتٍ یعنی دلیلیں ہیں روشن اس وجہ سے کہ اعجاز الفاظ کا ان میں ایسا پایا جاتا ہے کہ مثل اُن کے کسی اور سے ممکن نہیں اور اس وجہ سے بھی کہ معانی اُن کے مطابق ہیں ساتھ مقتضائے عقل سلیم کے اور اس وجہ سے بھی کہ موافق ہیں وہ آیتیں ساتھ کتابوں پہلے نبیوں کے کہ یہودیوں کے نزدیک بھی مسلم الثبوت ہیں پس یہودیوں کو انکار ان آیتوں کا ممکن نہیں اس واسطے کہ اُن کے انکار کرنے سے انکار تمام کتابوں پہلی کا لازم آتا ہے وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ یعنی اور انکار نہیں کرتے ہیں اُن آیتوں کا مگر وہ آدمی کہ کفر کے اندر حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور ہرگز کسی کتاب کے اوپر پہلی کتابوں میں سے ایمان نہیں رکھتے ہیں اور مقتضائے عقل اور نقل دونوں سے قدم اُن کا باہر ہے اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ کافر کی صفت میں فسق کا ذکر آیا ہے جیسے کہ اس آیت میں مراد اس سے وہ کفر ہوتا ہے کہ نہایت درجے کو پہنچے اور اس سے بڑھ کر کوئی کفر متصور نہ ہو اور جس جگہ فسق صفت اہل ایمان کی فرمائی ہے مراد اُس سے گناہ کبیرہ ہیں اور احتمال ہے کہ معنیٰ آیت کے اس طرح ہوں کہ یہودی اگرچہ ساتھ جبرئیل کے عداوت رکھتے ہیں اور اسی سبب سے کفر کے گرداب میں گرفتار ہیں لیکن یہ امر بھی موجب کفر کا ساتھ قرآن مجید کے نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ ہم نے بہت معجزے بغیر وساطت جبرئیل کے تیرے اوپر نازل کئے ہیں جیسے کہ گریہ ستون کا اور جواب دینا درختوں کا تیرے کلام کا اور شکایت اونٹوں اور ہرنوں کی اور سلام کرنا پتھروں کا اور پہاڑوں کا تیرے اوپر اور

marfat.com

جواب اور سوالات اخبار یہود کے اور اور چیزیں سوا اس کے کہ مجموع اُن کا موجب یقین صحت رسالت تیری کا ہوتا ہے اور اُن معجزوں ظاہر کا انکار نہیں کرتا ہے مگر وہ شخص کہ دائرہ دین کے سے بالکل خارج ہو اور ساتھ کسی دین اور آئین کے گرویدہ نہ ہو والا انکار معجزوں اور نبیوں کا کہ بڑھ کر ان معجزوں سے نہ تھے اُس کے تئیں لازم آوے گا ۔ یعنی آیا انکار فسق اپنے کا کرتے ہیں یہ یہودی اور کہتے ہیں کہ ہم مقتضائے عقل اور نقل سے باہر نہیں گئے ہیں اور مخالف عقل اور شرع کے ہم نے کوئی حرکت نہیں کی اور اگر تم اس انکار کو مخالف عقل اور نقل کے سمجھتے ہو خارج حساب سے ہے کہ کلام مدعیوں کے سے کرتے ہو وَكُلَّمَا عَاهَدُوْا عَهْدًا یعنی اور حال یہ ہے کہ جس وقت کوئی عہد باندھتے ہیں ساتھ خدا کے یا ساتھ رسول وقت کے یا اور خلقت کے ساتھ اگرچہ سہل مقدمہ میں ہو نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ یعنی پس پشت پھینکتا ہے اُس عہد کو ایک فریق اُن میں سے چنانچہ اس پیغمبرؐ کے زمانہ میں بھی بنی قریظہ اور بنی نضیر نے بارہا آں حضرتؐ کے ساتھ عہد باندھا کہ مشرکین کی مدد لڑائی میں نہیں کریں گے اور بدخواہ تمہارے نہ ہوں گے اور ہر دفعہ اُس عہد کو توڑا اور باپ دادوں اُن کے سے یہ گناہ کثرت سے وقوع میں آیا چنانچہ اسی سورۃ میں بارہا گزرا واذا خذنا میثاقکم ورفعنا فوقکم الطور واذا خذنا میثاق بنی اسرائیل واذا خذنا میثاقکم لاتسفکون دماءکم اور ظاہر ہے کہ توڑنا عہد کا شرع میں بھی حرام ہے اور کبیرہ ہے اور مخالف مقتضائے عقل کے بھی اور اسی واسطے اوپر قباحت اس امر قبیح کے تمام گروہ آدمیوں کے یہاں تک کہ بے دین بھی متفق ہیں اور مرتکب اس کام کے کو بدکار جانتے ہیں پس فسق ان کا بسبب عہد شکنی کے کہ کئی کئی بار اُن سے سرزد ہوئی اور ہوتی ہے ثابت ہوا اور اگر اُن کے حال کو غور کر کے دیکھا جاوے فقط اسی حرکت سے فاسق نہیں ہوئے بلکہ کفر بھی اُن میں پایا جاتا ہے اس واسطے کہ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ یعنی اکثر اُن کے ایمان نہیں رکھتے ہیں ساتھ کتاب اپنی کے کہ توریت ہے اور جو عہد کہ توریت میں موجود ہیں اُن کو بھی واجب الحفظ نہیں جانتے ہیں اور احتمال ہے کہ بیچ کلمہ بَلْ کے مضمون فریق کے سے ترقی منظور ہو یعنی ایک فریق کے لوگ گناہ عہد شکنی کا کرتے ہیں بلکہ اکثر اُن کی تصدیق نہیں کرتے ہیں کہ یہ اُس سے بڑھ کر ہیں اور دلیل اوپر کفر اُنکے کے ساتھ کتاب اُن کی کے اور نکلنا اُن کا دائرہ دین کے سے یہ ہے کہ اگر ان کو ساتھ کتاب اپنی کے

ایمان حاصل ہوتا اور پر دین اپنے کے قائم رہتے اور ہر گز کسی شخص کا کہ موافق اس کتاب کے کلام کہے یا موافق قاعدوں اُس دین کے دعوت کرے انکار نہ کرتے اور درپے ایذا اُس کی کے نہ ہوتے وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُولٌ یعنے ہر گاہ کہ آیا پاس اُن کے پیغمبر کہ آنا اُس کا جانتے تھے مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنی اللہ کے پاس سے اس واسطے کہ معجزے اُس کے مانند معجزوں پہلے نبیوں کے دلیل قوی اور پر صدق اُس کے کہے ہیں اور باوجود اس کے مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ یعنی وہ پیغمبر تصدیق کرنے والا ہے کتابوں کی کہ ہمراہ اُن کے ہے مثل توریت اور زبور وغیرہ کے اس واسطے کہ آنے اُس کے سے بیچ اُن کتابوں کے خبر دی ہے کہ اگر پیغمبر نہ آتا وہ خبریں سچی نہ ہوتیں پس مقتضائے حال اُن کے کا یہ تھا کہ بسبب آنے اس پیغمبر کے ایمان اُن کا ساتھ کتابوں اپنی کے زیادہ ہوتا اور وہ بالعکس کفر میں پڑے اور کتابوں اپنی کا بھی اُنھوں نے انکار کیا اس واسطے کہ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ یعنی پھینکا ایک جماعت نے اُن میں سے کہ جن کو علم کتاب کا دیا تھا ہم نے اور فی الجملہ اس کتاب کے معنوں کے ساتھ ربط رکھتے تھے اور اس کتاب کو مطابق اس پیغمبر کے پہچانتے تھے كِتَابَ اللّٰهِ یعنی کتاب اللہ کی کو کہ بیشتر اُس کو کتاب خدا کی جانتے تھے اور حقیت مضمون اُس کے کا اقرار کرتے تھے گویا اس فرقہ نے اُس کتاب کو پھینکا وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ یعنی پس پشت اپنی کہ اصلاً التفات اس کی طرف نہیں رکھتے ہیں اور رلفظ و معنی اُس کے کو نہیں دیکھتے ہیں اور جب کتاب پس پشت ہوا اصلاً مطالعہ اور درس اور تکرار میں کام نہیں آتی ہے پس یہ لوگ بسبب اس حرکت کے بے برکت ہوئے کہ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ یعنی گویا کہ وہ کچھ نہیں جانتے ہیں پس جہل مطلق کو اختیار کیا اور کتاب الٰہی کو چھوڑا اس جگہ سے معلوم ہوا کہ اُن کو ساتھ کتاب اپنی کے بھی ایمان حاصل نہیں حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہودی توریت کو دیبا اور حریر کے غلافوں میں رکھتے تھے اور سونے اور لاجورد سے مطلا کرتے تھے لیکن حلال اُس کے کو حلال نہیں جانتے تھے اور حرام اُس کے کو حرام نہیں مانتے تھے اس واسطے حق تعالیٰ نے اُن کے حق میں فرمایا کہ اُنھوں نے کتاب الٰہی کو پس پشت پھینک دیا مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے عمل کرنے سے ڈریں اور درپے علم اور عمل کتاب اپنی کے رہیں اللّٰھم ارزقنا کاش یہ یہودی اوپر اسی قدر کے کفایت کرتے

marfat.com

لیکن انھوں نے کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال دیا وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ یعنی اور پیروی کی اُن منترکوں کی کہ پڑھتے تھے شیاطین جنوں اور آدمیوں کے عَلٰی مُلْكِ سُلَيْمٰنَ یعنی بیچ عہد بادشاہت حضرت سلیمان علیہ السلام کے اور قصہ اُس کا ایسا تھا کہ حق تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی عام دی تھی اور تمام مخلوقات خواہ جن خواہ انسان یا جانور وحشی اور ہوا وغیرہ کل زیر حکم اُن کے کئے تھے پس اُن کے عہد میں شیاطین جنوں کے بھی آدمیوں کی صورت میں متشکل ہوکر بڑے بڑے کام مشکل جیسے کہ غواصی اور سنگ تراشی اور بلند عمارتیں بنانے اور حوض اور قلعے تیار کرنے اور عجیب شکلوں اور نقش کھینچنے میں معروف رہتے تھے چنانچہ دوسری جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے اور اس سبب سے اختلاط آدمیوں کا جنوں کے ساتھ بے پردہ ہو گیا تھا اور آپس میں نشست و برخاست کرتے تھے اور شیاطین آدمیوں کے سامنے عجیب و غریب کام اپنے ظاہر کرتے تھے اور منتر جس میں کہ الفاظ صریح شرک کے تھے جیسے کہ نام بتوں اور شیطانوں پہلے زمانہ کے کہ بہکانے اور کافر کرنے میں پیشوا اُن کے تھے آدمیوں کے رُوبرو پڑھتے اور بسبب پڑھنے اُن کے بڑی بڑی عجیب چیزیں ظاہر ہوتیں اور ان امورات کے صادر ہونے کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ جن کی پیدائش اور آدمی کی پیدائش میں بہت تفاوت ہے پس واسطے گمراہ کرنے آدمیوں کے بسبب سننے ان منتروں کے شیاطین چیزیں عجیب و غریب ظاہر کرتے اور کسی کی گردن توڑتے اور کسی کا پاؤں باندھ لیتے اور کسی کے شکم کے اندر اگر درد پیدا کرتے اور بعضے وقت میں کسی آدمی کے اندر تاثیریں ناشائستہ ڈالتے اور جس وقت وہ افسون اُس کے اوپر پڑھا جاتا چھوڑ دیتے اور اُس کو آرام ہو جاتا تاکہ آدمی اعتقاد تاثیر ان منتروں کا کرکے تعظیم بتوں اور شیاطین پیشواؤں کی بجالادیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ جنوں کے فعل بہ نسبت افعال آدمیوں کے حکم خوارق عادت کا رکھتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ ارواح بعض آدمیوں کی نے کثرت شرارت اور خباثت میں حکم جنوں کا پیدا کیا ہے کہ بالطبع اس بات کو چاہتے ہیں کہ ہماری عبادت اور تعظیم اور پرستش کی جاوے اور چاہتے ہیں کہ ہماری طرف رجوع کریں اور جنوں کے شیطانوں نے بعضے منتر کہ جن میں تعظیم اور التجا طرف اُن ارواح کے کما حقہٗ پائی جاوے آدمیوں کو تعلیم کر دیئے تھے اور سجدہ اور قربانی اُن ارواح کی اور کام تعظیم کے کرنا اور منتر

پڑھنے کے شرائط مقرر تھے تاکہ آدمی شرک اور گمراہی میں گرفتار ہوں اور آثار عجیب ان کاموں کے اوپر مترتب ہوں رفتہ رفتہ یہ حرکت ناشائستہ اور عمل بد مشہور ہوگیا یہاں تک کہ حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام بھی اُس کے اوپر مطلع ہوتے اور آصف بن برخیا کو کہ وزیر اُن کا تھا حکم فرمایا کہ شیطانوں کو حاضر کر کے جو کچھ اُن کے پاس اس قسم کی چیزیں ہیں سب کو جمع کر کے اور لکھوا کر نیچے کرسی ہماری کے دفن کریں اور بعد اس کے تقید کردو کہ شیاطین اور آدمی آپس میں نشست و برخاست نہ کریں اور طریقہ تعلیم اور تعلّم کا اُن کے درمیان میں جاری نہ رہے جب تک حضرت سلیمانؑ زندہ تھے یہی طریق باقی رہا بعد وفات حضرت سلیمانؑ اور آصف بن برخیا کے شیطانوں نے آدمیوں سے یہ امر ظاہر کیا کہ حضرت سلیمانؑ نے سحر اور جادو کے زور سے یہ تمام سلطنت حاصل کی تھی کہ ہوا اور جانور وحشی اور جن اور انس اُن کے مسخر ہوگئے تھے اور اس تمام سحر کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کر کے اس جہان سے چلے گئے ہیں اب تدبیر یہ ہے کہ اُس مکان کو کھود کر ان کتابوں کو نکالو اور موافق اُس کے عمل کرو تاکہ مانند حضرت سلیمانؑ کے تمہارے ہاتھ سے بھی عجائب اور غرائب ظاہر ہوں آدمیوں نے بسبب بہکانے اُن شیطانوں کے کتابوں کو نکال لیا اور اُن منتروں کو پڑھنا شروع کیا اور خواص عجیبہ اُن میں پائے یہاں تک کہ توریت اور علوم دین کا شغل بالکل موقوف ہوا اور تمام ہمت اُن کی اوپر حاصل کرنے علم سحر اور افسوں گری کے مصروف ہوئی اور جب تک شیطانوں کو گمراہ کرنا اُن کا منظور تھا ان منتروں کے پڑھنے سے خوب تابعداری کرتے اور آثار بھی خوب طرح سے اس کام پر ظاہر ہوتے اور جس وقت شیطانوں نے دیکھا کہ گمراہی کے گڑھے میں گر پڑے اور اچھی طرح کتب الٰہیہ سے رُوگردانی کی بعد اُس کے اُن منتروں کے پڑھنے سے اطاعت بجا نہ لائے اور اُس کام سے دستکش ہوئے اور وہ تاثیریں گم ہونے لگیں پس بسبب اس حادثہ کے کئی وجہ سے ضرر پڑا یہودیوں کے دین میں اول نقصان ہوا اوّل روگردانی کتابوں الٰہی سے کہ علاج امراض روحانی کا انھیں میں تھا دوسرے اعتقاد کرنا تاثیر بُتوں اور بڑے بڑے شیطانوں کے ناموں کا اور بجالانا نذروں اور قربانیوں کا اُن کے واسطے کہ صریح کفر اور شرک ہے تیسرے بدظنی کرنی بیچ حق حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے یہاں تک کہ انکار نبوت اُن کی کا کیا اور کہنے لگے کہ سلیمان ساحر تھا زبردست چنانچہ ابن جریر نے شہر بن حوشب

سے روایت کی ہے کہ یہودی آپس میں کہتے تھے کہ دیکھو محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم کو کہ حق کو ساتھ باطل کے ملاتا ہے اور سلیمان علیہ السلام کو نبیوں کے ساتھ شامل کرتا ہے حالانکہ سلیمان ایک جادوگر تھا کہ بزور سحر کے ہوا پر سوار ہوتا تھا حق تعالیٰ نے دونوں کاموں یہودیوں کے یعنی اعراض کرنا کتب الٰہیہ سے اور اعتقاد کرنا تاثیر بتوں اور شیطانوں کے ناموں کی کی مذمت فرمائی اور بُرائی اُس کی ظاہر فرمائی اور تیسرے امر کو کہ گمان جادوگری حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا ساتھ اس عبارت کے رد کیا کہ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ یعنی اور ہرگز کافر نہ تھا سلیمانؑ بسبب اعتقاد تاثیر بتوں اور شیطانوں کے ناموں کے اور بجالانے نذروں اور قربانیوں اُن کی کے کہ جن پر سحر موقوف ہے اس واسطے کہ سلیمانؑ پیغمبر تھے ساتھ اقرار ایک جماعت کثیر کے یہودیوں میں سے اور معصوم ہونا پیغمبروں کا کفر سے قطعی ہے بلکہ بدیہی ہے اس واسطے کہ منصب نبوت کا ساتھ کفر کے منافات اور مخالفت صریح رکھتا ہے اور مبعوث کرنا پیغمبروں کا واسطے دُور کرنے کفر کے ہے اگر خود نبی کفر اختیار کرے نقصان رتبۂ نبوت اُس کے کا لازم آوے وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ یعنی اور لیکن شیاطین جن اور انس کے کہ روبرو حضرت سلیمانؑ کے بسبب دیکھنے معجزے اُن کے کے ایمان لاتے تھے اور مسلمانوں کے گروہ میں داخل ہوگئے تھے اور بیچ جوہر ذاتی اُن کے کے شرارت اور کفر کا خمیر تھا بعد وفات حضرت سلیمانؑ کے بمقتضائے خبث اصل اپنے کے كَفَرُوْا یعنی کافر ہوگئے اور تہمت جھوٹ کی اوپر سلیمانؑ کے باندھی کہ وہ بھی سحر اور جادو کرتے تھے اور بسبب انہی اعمال خبیثہ کے جن اور انس اور وحوش اور طیور اور مخلوقات کو مسخر اور تابعدار کیا تھا اور فقط اسی کہنے پر اور اعتقاد کرنے پر قناعت نہ کی بلکہ وہ شیاطین يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ یعنی تعلیم کرتے تھے آدمیوں کو سحر کی باتیں تاکہ اور آدمیوں کو بھی مانند اپنے کافر اور جادوگر بنادیں اور آدمی ساتھ افترا اور جھوٹ اُن کے کے فریب کھا کر گمان کریں کہ سحر کے کرنے میں کچھ بُرائی نہیں ورنہ ایسا پیغمبر عالی قدر کس واسطے ایسا کام کرتا اس جگہ جاننا چاہیے کہ حکم سحر کا مختلف ہے اگر سحر میں قول یا فعل ایسا ہو کہ موجب کفر کا ہووے جیسے ذکر کرنا نام بتوں اور ارواح خبیثہ کا ساتھ ایسی تعظیم کے لائق رب العزت کے ہے جیسے کہ ثابت کرنا عموم علم اور قدرت کا یعنی ہر شے کا علم بالاستقلال اور ہر شے پر قدرت اسی طرح کی اور غیب دانی اور مشکل کشائی اسی قسم کی یا ذبح لغیر اللہ یا سجدہ لغیر اللہ

marfat.com

اور مثل اُس کے اور کوئی شئے پائی جاوے بلاشبہ وہ سحر کفر ہے اور صاحب اُس کا مُرتد ہوتا ہے
اور ایسے ہی جو شخص کہ اس قسم کا سحر واسطے کسی مطلب اپنے کے کروائے دیدہ و دانستہ کافر ہوتا
ہے اور احکام مرتدوں کے اُس کے اُوپر جاری ہیں اگر مرد ہے اُس کو تین دن کی مہلت دینی
چاہیئے تاکہ توبہ کرے اور اُس قول اور فعل سے تبرّا کرے اور بعد تین دن کے بھی اگر توبہ اُس
سے درست نہ ہوئی اُس کو قتل کرنا چاہیئے اور مسلمانوں کے قبرستان میں اُس کو دفن نہ کرنا چاہیئے
اور مسلمانوں کے طریق پر اُس کی تجہیز اور تکفین بھی نہ کرنی چاہیئے اور واسطے اُس کے فاتحہ اور درود
اور صدقے نہ بھیجنے چاہیئیں اور اگر عورت ہے نزدیک امام شافعیؒ کے اسکو بھی بدستور مردوں
کے بعد مہلت تین دن کے مار ڈالنا چاہیئے اور نزدیک امام اعظمؒ کے ہمیشہ اُس کو قید کرنا چاہیئے
یہاں تک کہ توبۂ نصوح کرے اور اگر سحر میں کوئی قول یا فعل ایسا نہ ہو کہ جس کے سبب سے کفر
اور ارتداد ثابت ہو لیکن کرنے والا اُس کا دعوٰی کرتا ہے کہ میں بسبب سحر اپنے کے قدرت رکھتا ہوں کہ
خدائی کے کام کروں جیسے کہ بدل ڈالنا صورت آدمیوں کی ساتھ جانوروں کے یا پتھر کو لکڑی
یا لکڑی کو پتھر بنا سکتا ہوں یا کام پیغبروں اور معجزے اُن کے دکھا سکتا ہوں جیسے کہ اڑتا ہوا
میں یا طے کرنی مسافت ایک مہینے کی بیچ ایک لمحہ کے پس وہ بھی کافر اور مرتد ہوتا ہے نہ بسبب
فقط سحر کے بلکہ بسبب اس دعوے کے اور اگر کہتا ہے کہ ان اعمال اور کاموں میرے میں خاصیت
ہے کہ بسبب اُس کے قتل کرنا نفس کا یا بیمار کرنا تندرست کا یا تندرست کرنا بیمار کا اور ڈرا دینا
اچھے بھلے کا اور فاسد کرنا تخیل کا کر سکتا ہوں پس یہ سحر تزویر اور فسق ہے اور کرنے والا اُس کا
دغاباز اور فاسق ہے اگر بسبب سحر اپنے کے نفس معصومہ کو ہلاک کرے مانند قطاع الطریق اور
خناقؔ کے اسکو مار ڈالنا چاہیئے اس واسطے کہ سعی کرنے والا فساد کا ہے اور درمیان عورت اور مرد
کے کہ ایسی حرکت کرے کچھ فرق نہیں اور دونوں کا ایک حکم ہے یہ مذکور وہ ہے کہ امام فخر الدین رازی
اور اور علماء حنفیہ نے منقح کیا ہے اور بیچ ایک روایت کے امام اعظمؒ سے ایسا آیا ہے کہ جب کسی کو
معلوم کریں کہ جادو کرتا ہے اور ساتھ اقرار یا گواہوں کے یہ بات ثابت ہو جاوے اُس کو مار ڈالنا
چاہیئے اور توبہ اس سے طلب نہ کرنی چاہیئے اور اگر کہے کہ میں جادو چھوڑے دیتا ہوں اور توبہ
کرتا ہوں اُس کی بات کو قبول نہ کرنا چاہیئے ہاں اگر کہے کہ میں پیشتر سحر کرتا تھا اور ایک مدت سے

marfat.com

یہ کام چھوڑ دیا ہے قول اس کا قبول کرنا چاہیئے اور خون کرنا اُس کا نہ چاہیئے اور نزدیک امام شافعی کے اگر کسی شخص نے سحر کیا اور بسبب سحر اس کے کے مسحور یعنی جس پر سحر کیا مقا مر گیا ساحر سے پوچھنا چاہیئے اگر اقرار کرے کہ میں نے اس کو سحر کیا تھا اور سحر میرا اکثر مار ڈالتا ہے اُوپر اُس کے قصاص واجب ہوتا ہے اور اگر کہے کہ میں نے اُس پر جادو کیا ہے لیکن سحر میرا کبھی مار ڈالتا ہے اور کبھی نہیں مار ڈالتا ہے پس قتل شبہ عمد کا ہوا احکام شبہ عمد کے اس پر جاری کرنے چاہئیں اور اگر کہے کہ میں نے اور شخص پر سحر کیا تھا اتفاقاً نام اُس کا موافق نام اُس کے کے پڑا یا گذر اُس کا سحر کے مقام میں ہوا اور اُس میں تاثیر ہو گئی اُس کی پس یہ قتل خطا کا ہوا احکام خطا کے اُس پر جاری ہوں گے اس جگہ میں ایک شبہ ہے اکثر ذہن میں آتا ہے،

حاصل اُس کا یہ ہے کہ افعال خارقِ عادت کے کہ محض ساتھ قدرت الٰہی کے صادر ہوتے ہیں اکثر اوقات اولیاء اللہ سے ظاہر ہوتے ہیں شکل بدلنے ایک شئے کے ساتھ شے دوسری کے اور بدلنے صورتوں کے اور ایسے ہی وہ افعال کہ مشابہ معجزے پیغمبروں کے ہیں مانند زندہ کر دینے مردے کے اور طے کرنے مسافت طویلہ کے ایک ساعت میں اور مانند اس کے بھی اولیاء اللہ سے کثیر الوقوع ہیں اور اولیاء کے حال لکھنے والے اُن فعلوں کو اولیاء کی کرامتوں اور انکے مناقب میں لکھتے ہیں پس اگر نسبت فعل الٰہی کی غیر کی طرف کفر ہو اس مقام میں بھی کفر لازم آوے اور اگر نظر طرف سبب ظاہری کے کی جاوے، اور کفر نہ کہا جاوے پس ساحر کے حق میں کس واسطے حکم کفر کا اُس وجہ سے کیا ہے بلکہ دو تین اسماء الٰہی کے کرنے والے اور عزیمتیں پڑھنے والے بسبب سیفی اور دعوت کے عجائبات گوناگوں ظاہر کرتے ہیں اور مشابہت کمال درجہ کی ساحروں کے ساتھ اُن کو پیدا ہوتی ہے وجہ فرق کی کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ جو افعال خلاف عادت کے ہیں خواہ مشابہ معجزے پیغمبروں کے ہوں خواہ اور جنس سے تمام خاص قدرت الٰہی سے صادر ہوتے ہیں اور اسی کے ارادہ اور ایجاد سے پیدا ہوتے ہیں اور اُس میں اولیاء کے افعال اور ساحروں کے افعال دونوں برابر ہیں فرق یہ ہے کہ اولیاء اللہ اور دعوت اسماء وغیرہ کی کرنے والے اور عزیمت پڑھنے والے اُن فعلوں کو نسبت طرف غیر خدا کے نہیں کرتے ہیں بلکہ طرف قدرت الٰہی کے یا طرف اسماء اُس کے کے نسبت کرتے ہیں پس شرک لازم نہیں آتا ہے اور جادوگر اُن فعلوں کو طرف غیر خدا

marfat.com

کے مثل ارواح خبیثہ اور بزرگوں کے نسبت کرتے ہیں یا خواص منتروں اور بتوں کے ناموں کے سے جانتے ہیں اور اسی واسطے اُن فعلوں کو اپنے قابو میں سمجھتے ہیں اور تحت حکم اپنے کے شمار کرتے ہیں اور اُن کاموں پر حلوان اور اُجرت لیتے ہیں اور نذریں اور قربانیاں واسطے اُن ارواح خبیثہ اور اُن اصنام باطلہ کے کرتے ہیں پس شرک صریح لازم آتا ہے اور موجب کفر کا لازم آتا ہے اور اُس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ مشرکین افعال عادی خدائے تعالیٰ کو مانند فرزند عطا کرنے اور فراخیِ رزق اور شفائے مریض اور اور کاموں کو جو مثل اُن کے ہیں طرف ارواح خبیثہ اور بتوں کے نسبت کرتے ہیں اور کافر ہوتے ہیں اور موحد لوگ تاثیر اسمائے الٰہی یا خواص مخلوقات اُس کی سے مثل تاثیر دواؤں اور بوٹیوں کے سے جانتے ہیں یا تاثیر دُعا نیک بندوں اُس کے سے کہ وہ بھی جناب اُس کی سے درخواست کر کے مطلب برآری کرواتے ہیں سمجھتے ہیں پس اُن کے ایمان میں کچھ خلل نہیں پڑتا ہے ایسا ہی یہ عزیمتیں وغیرہ ہیں اب متوجہ اس طرف ہوتے ہیں ہم کہ حقیقت سحر کی کیا ہے اور اقسام اُس کے کتنے ہیں اور کونسی قسم اُس کی موجب کفر کی ہے اور کونسی موجب فسق کی اور کونسی مباح کہ شریعت میں جائز ہے تفصیل اس بحث کی طول چاہتی ہے مجمل اس کا یہ ہے کہ حقیقت سحر کی پیدا کرنے قدرت اوپر افعال عجیبہ کے کہ خلاف عادت کے ہوں ساتھ استعمال کرنے اسباب خفیہ کیلئے ہے نہ وسیلہ پکڑنے کے ساتھ جناب الٰہی کے بسبب دُعا یا پڑھنے اسماء اُس کے کے اور بغیر نسبت ان فعلوں کے طرف قدرت اُس کی کے اور جب اسباب خفیہ جہان میں کئی قسم کے ہیں سحر بھی چند قسم کا ہوا اور ضبط ان اقسام کا اس طرح ہے کہ سبب خفی یا روحانیات کی تاثیر ہے یا تاثیر جسمانیات کی اور روحانیات یا روحانیات کلیہ مطلقہ ہیں مثل روحانیات کواکب اور افلاک اور روحانیات عناصر کے یا وہ روحانیات جزئیہ ہیں مثل روحانیات امراض کے اور جن اور شیاطین اور نفوس مفارقہ بنی آدم کے کہ اُن نفسوں کو بعد مسخر کرنے کے کسی کام اپنے میں ہندی لغت میں بیر و کہتے ہیں ساتھ کسرہ موحدہ اور سکون یائے کے اور جسمانیات کی تاثیریں عجیب عجیب یا بسبب ترکیب اور جمع ہونے کیفیات مختلفہ کے ہوتی ہیں یا بسبب خواص صور نوعیہ اُن کی کے بلا واسطہ کیفیتوں کے مثل جذب کرنے مقناطیس کے لوہے کے تئیں بعد اُس کے طریق حاصل کرنے متابعت کا ساتھ روحانیات کے اور حاصل کرنے تاثیروں اُن کی کا

marfat.com

یا ذکر کرنا اُن کے ناموں کا اور التجا کرنی طرف اُن کے ہے موافق شرطوں مقرر کی ہوئی کے یا شکلیں اور صورتیں مناسب بنا کر عمل مرغوب اُن کے بجالانے یا ایسے کلام پڑھنے کہ مفردات اُس کلام کے بغیر ملاحظہ ترکیب کے اشارہ طرف عظمت اور بزرگی کسی روح کے کرے ارواحوں میں سے یا طرف کسی فعل عجیب کے کہ اُس سے بیچ کسی وقت کے صادر ہوا ہو اور زبان خاص اور عام کو ساتھ مدح اور ثنا اُس کی کے جاری کیا پس اقسام سحر کی باعتبار ان شقوق کے بہت سی ہو جاویں گی لیکن جو کہ رائج اور معمول ہے کئی قسم ہے ایک قسم اُس میں سے کہ عمدہ قسموں میں سے ہے جادو کلدانئن اور جادو بابل کا ہے کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا و علیہ السّلام واسطے رد کرنے مذہب اور باطل کرنے عقیدوں اُن کے مبعوث ہوئے تھے اور اصل اس علم کی ہاروت اور ماروت سے نکلی ہے کہ بابل کے لوگ ان سے سیکھ کر کام میں لائے اور اُس کے اندر انھوں نے بہت تعمق اور تامل کیا اور کلدانئن کہ رہنے والے بابل کے تھے بہت مشغول اس علم میں تھے اور تاریخ معتبر میں لکھا ہے کہ بابل کے حکیموں نے نمرود کے عہد میں بیچ شہر بابل کے کہ تخت گاہ اُس کی تھا چھ طلسم تیار کئے تھے کہ عقلیں سمجھنے اور اُن کے دریافت کرنے میں حیران تھیں ایک یہ کہ ایک بط تانبے کی بنائی تھی اور اُس میں یہ بات رکھی تھی کہ جس وقت کوئی جاسوس یا چور اُس شہر میں آتا اُس بط میں سے آواز نکلتی کہ تمام شہر والے اُس آواز کو سُنتے اور جانتے کہ مقصود اُس کا یہ ہے اور اُس جاسوس اور چور کو پکڑ لیتے دُوسرے ایک نقارہ تھا کہ جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جاتی اس نقارہ کے پاس آتا اور چوب اُس پر مارتا اُس طبل میں سے آواز آتی کہ فلانی چیز تیری فلانی جگہ ہے اور بعد جستجو کے ویسی ہی نکلتی تیسرے یہ کہ ایک آئینہ بنایا تھا اور اُس سے غائب شخص کا حال معلوم ہو جاتا تھا اس طرح سے کہ جس وقت غرض والا اُس آئینہ میں نگاہ کرتا شکل اُس غائب کی اُس آئینہ میں ظاہر ہوتی شہر میں یا جنگل یا کشتی یا پہاڑ میں جس جگہ ہوتا صورت اُس کی جس حال میں ہوتا بالعینہ اُس میں مشاہدہ کرتا اگر بیمار یا تندرست یا فقیر یا مالدار یا زخمی یا مقتول ہوتا ویسا ہی نظر آتا چوتھے ایک حوض بنایا تھا کہ ہر سال میں ایک دن اوپر کنارے حوض کے جشن کیا کرتے تھے اور سردار اور اشراف شہر کے حاضر ہوتے جو کوئی جو کچھ چاہتا خواہ شربت قسم قسم کے خواہ افشورے لا کر اُس حوض میں گرا دیتا اور جب ساقی اس حوض پر آدمیوں کے پلانے کے واسطے کھڑے ہوتے اور حوض میں سے نکالتے ہر شخص

کے واسطے پیالہ میں وہی چیز نکلتی کہ خود اس نے پیشتر اس سے ڈال دی تھی۔ پانچویں ایک تالاب بنایا تھا واسطے فیصلہ کرنے قصوں اور جھگڑوں کے کہ اگر دو شخصوں میں کچھ جھگڑا درمیان میں ہوجاتا اور حق ناحق معلوم نہ ہوتا اُس تالاب پر آتے اور اُس کے اندر پڑتے جو کوئی حق پر ہوتا تالاب کا پانی ناف اس کی سے نیچے آتا اور جو کوئی ناحق پر ہوتا پانی اُس کے سر پر آجاتا اور اُس کو غرق کرتا اگر وہ شخص جھوٹا اپنے دعوے سے باز آتا اور مان جاتا نجات ہوجاتی چھٹے نمرود کے محل کے دروازہ پر ایک درخت لگایا تھا کہ اُس کے سایہ کے نیچے آدمی دربار والے بیٹھتے اور جس قدر آدمی زیادہ ہوتے جاتے سایہ اُس درخت کا بھی بڑھتا جاتا یہاں تک کہ اگر لاکھ آدمی ہوجاتے سایہ بھی اُسی قدر فراخ ہوتا اور جب لاکھ سے ایک آدمی بھی زیادہ ہوتا بالکل سایہ نہ رہتا اور تمام دھوپ میں ہوجاتے اور نمرود کو بھی کہ بادشاہ اُن کا تھا اس قسم کی باتوں میں بہت توغل تھا کہتے ہیں کہ یہ قسم سحر کا سب جادوؤں سے مشکل ہے اور اس کے حاصل کرنے میں بہت دقت ہے اور جس کو اس قسم کے سحر میں کمال ہوجاوے جو چاہے مخالفِ عادت ظاہر کرے اور موافق عادت کے کام نہ کرنے دے چنانچہ جن بیماریوں کا علاج طبیبوں سے نہ ہوسکے مثل برص اور جذام اور زمانت اور عشق شدید سب کا علاج اُس سے ہوسکتا ہے اس واسطے کہ ساحر ساتھ استعانت روحانیات کے تدبیر کرتا ہے اور طبیب ساتھ استعانت جسمانیات کے اور کنہ اس صنعت کی یہ ہے کہ ہر جسم کے واسطے آسمان سے لے کر عناصر اور موالید تک ایک رُوح ہے کہ مدبر اُس کی ہے اور تاثیریں تمام جسموں کی ساتھ طفیل ارواح کے ہیں اور جب ارواح تمام جہان کی اُس شخص کی مسخر ہوئیں گویا مالک جہان کا ہوگیا پس بغیر جنگ و جدال کے دفع کرنا دشمنوں کا اور مغلوب کرنا مفسدوں کا اُس سے ممکن ہے چنانچہ ارسطو نے حکیم برہماطوس اور بیداغوس کے متعلق نقل کی ہے کہ بیچ شہر بابل کے درمیان ان دونوں آدمیوں کے منازعت پڑی بیداغوس نے کہا کہ تجھ کو میرے ساتھ کس طرح طاقت مقابلہ کی ہووے کہ مریخ اور زحل میرے مقابلہ سے عاجز ہیں برہماطوس نے جب یہ کلام سُنے نیرنج محرق بنا کر استعانت ساتھ روح مریخ کے کی اور بیداغوس کو جلایا اور بغیر جنگ اور لڑائی کے شر اُسکی دفع ہوئی اور شہروں میں بھی اس قسم کے قصے نقل کرتے ہیں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے حق تعالیٰ نے اُن کو تمام جسم اور رُوحیں دکھلائیں اور سب کو بیچ دست قدرت اُس کی کے مجبور اور بے اختیار دیکھا

marfat.com

اور سب سے منہ پھیرا اور متوجہ طرف ذات حقیقی کے ہوئے چنانچہ سورۃ الانعام میں آوے گا انشاءاللہ تعالےٰ
اس آیت میں وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض سے انی وجھت
وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین تک اور
اس قسم کا سحر کفر صرف اور شرک محض ہے اس واسطے کہ پیچ شرائط اس سحر کے کہ پندرہ ہیں لکھا ہے
اول شرط یہ ہے کہ ارواح کو دلوں کے اوپر مطلع جانے اور ہر گز گمان جہل اور عجز کا اُن کے حق میں
نہ کرے والا وہ ارواح اُس کے کہنے میں نہ رہیں گی اور مطلب کو نہیں پہنچاویں گی اور بھی پیچ
کیفیت دعوت روحانیات کواکب کے لکھتے ہیں کہ شروع ساتھ دعوت قمر کے کرے اس واسطے
کہ وہ قریب عالم سفلی کے ہے اور ساتھ وسیلہ اُس کے کے دعوت عطارد کی وعلیٰ ہذا القیاس اور
دعوت قمر کی میں لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ پڑھے ایھا الملک الکریم والسید الرحیم مرسل
الرحمۃ ومنزل النعمۃ اور عطارد کی دعوت میں اس طرح کہے کل ما حصل لی
من الخیر فھو عنک وکل ما ینبغ من الشر منی فھو منک اور یہ بھی کہے
ایھا السید الفاضل الناطق العالم بخفیات الامور المطلع علی السرائر وعلیٰ
ھذا القیاس دوسرے کواکب کی دعوت میں اور ظاہر ہے کہ یہ اعتقاد اور یہ قول منافی اسلام اور
توحید کے اور ملت حنیفی کے ہے اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اہل بابل بسبب تعلیم ہاروت اور
ماروت کے طریق اور استعانت کا ساتھ تمام روحانیات کلیہ اور جزئیہ اور علویہ اور سفلیہ اور فلکیہ
اور عنصریہ اور بسیط اور مرکبہ کے جانتے تھے اور عمل میں لاتے تھے یہاں تک کہ روحانیات امراض
اور اور روحانیات کو بھی تسخیر کرتے تھے اور اُن کے ساتھ اتصال بہم پہنچاتے تھے اور اعمال عجیبہ
پیدا کرتے تھے لیکن یونان کے آدمیوں نے فقط تسخیر روحانیات امراض اور اور روحانیات کی تھی
اور ایسا سمجھتے تھے کہ جس وقت روحانیات علویہ مسخر ہوئیں پھر حاجت روحانیات سفلیہ کی نہ رہی
کہ روحانیات سفلیہ میں سوائے قبول کرنے اور متاثر ہونے کے کوئی منصب نہیں فاعلیت اور تاثیر
مخصوص ساتھ علویات کے ہے اور متقدمین ہند کے تمام روحانیات کو تسخیر کرتے ہیں اور ہر ایک سے
جو کام کہ متعلق اُس کے ہے لیتے ہیں مصرعہ و للناس فیما یعشقون مذاھب پس
سحر بابل کا اس زمانہ کے ہندیوں میں موجود ہے اور یونانیوں نے بعضوں کے اوپر کفایت کی ہے

marfat.com

اور دوسری قسم اُس سحر سے تسخیر جن اور شیاطین کی ہے فقط اور وہ سہل الحصول ہے درروا اسکا بہت ہے
اور اس تسخیر میں طرف بڑے بڑے جنوں کے مثل بھوانی اور ہنومان اور امثال اُن کے کی التجا کرنی
پڑتی ہے اور تضرع اور زاری اُن سے کرنی اور نذریں اور قربانیاں اُن کے واسطے گزارنی اور
خوشبوئیں مناسب اُن کے تھانوں کی جگہ رکھنی ضرور ہوتی ہیں اور کفر صریح لازم آتا ہے اور قسم
تیسری اُن سے پیدا کرنا بیر کا ہے اور اس سحر میں ضرورت ہوتی ہے اس بات کی کہ اوّل کسی انسان
کو کہ قوی دل اور قوی جثہ مر گیا ہو تلاش کریں بعد اُس کے رُوح اُس کی کو ساتھ پڑھنے بعضے
لفظوں کے کہ جن میں ذکر بڑے بڑے شیاطین کا ہوتا ہے اور نہایت تعظیم اُن کی اُن میں بیان ہوتی
ہے اپنی طرف کھینچتے ہیں اور بسبب قوت الفاظ اور رکھنے نذروں اور ہدیوں کے اُس رُوح کو
بیچ حکم اور قابو اپنے کے کرتے ہیں مانند غلام یا نوکر کے جس چیز کے واسطے اُس سے کہا جاوے
سر انجام اُس کا کرتی ہے پس یہ عمل بھی کا فر بنا دیتا ہے اور قریب سرحد کفر کے پہنچاتا ہے اور اکثر
اس قسم کی ارواح کہ شہوت اور غصہ کی باتوں میں مددگاری کرتی ہیں خبیث روحیں ہوتی ہیں کہ ہنود
یا فساق کی پس اختلاط خباثت کا بھی اس عمل میں لازم آتا ہے اور قسم چوتھی اُس سے فاسد کرنا تخیل
کا ہے کہ بواسطہ بعضی ارواح جنیوں کے کہ آدمی کے خیال میں تصرف کرتی ہیں یہاں تک کہ اس کو جو
چیز موجود نہیں نظر آتی ہے یا صورتوں ہولناک اپنے خیال میں آئی ہوئی سے ڈرتا ہے یا حرکتیں کہ واقع
میں نہیں اُن کو موجود جانتا ہے اور اس قسم کو نظر بندی اور خیال بندی کہتے ہیں اور بیچ قصہ جادوگروں
فرعون کے اس آیت سے یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی اسی قسم کا سحر سمجھا جاتا
ہے اور اس قسم کا سحر اگر بیچ مقابلہ معجزہ کے واسطے دُور کرنے دلالت اُس معجزے کے یا بیچ مقابلہ
اولیاء اللہ کے جھگڑنے کے واسطے کیا جاوے حرام اور کبیرہ ہے اور ایسے ہی اگر بسبب اس خیال بندی
کے کسی کو دغا دیں اور آبرو اور مال اسکے کی خیانت کریں تب بھی کبیرہ ہوتا ہے اور اس قسم کا سحر فی نفسہ ایسا
نہیں کہ کفر لازم آوے اور قسم پانچویں سحر اصحاب اوہام کا ہے کہ بیشتر ہنود میں اس کا رواج بہت تھا اور
اب نام و نشان اس کا موجود نہیں اور اُس کو تعلیق الوہم بھی کہتے ہیں اور طریق اُس کا یہ ہے کہ
جو شے مطلوب ہو اُس کی صُورت کو نظر کے سامنے رکھ کر وہم کو واسطے حاصل کرنے اُسکے کے متعلق کرتے
ہیں ایسا سحر کفر نہیں جس وقت تصرف بیچ خیال کسی شخص کے کرتے ہیں التجا کرنی طرف ارواح جنیوں کے یاد کر

marfat.com

کرنے ناموں بڑے بڑے جنوں کے حاجت ضرور پڑتی ہے اگر وہ التجا اور ذکر کمال درجہ کی تعظیم کے ساتھ پایا جاوے تو کفر ہے اور شرطیں اس تعلیم کی مثل کم کرنا غذا کا اور ایک طرف ہونا آدمیوں سے اور مثل اُنکے اور باتیں ہیں کہ عمل میں لاویں تاکہ وہ مطلوب حاصل ہو اور حکم اس قسم کا یہ ہے کہ اگر کوئی غرض مباح اُس کے ساتھ ارادہ کرے جیسے جدائی ڈالنی درمیان دو دشمنوں کے یا ہلاک کرنا کسی ظالم اور کافر کا پس مباح ہے اور اگر کسی غرض ممنوع کا اس سے ارادہ ہو جیسے کہ جدائی ڈالنی درمیان میاں بی بی کے یا ہلاک کرنا نفس معصوم کا ہو حرام ہے حاصل یہ ہے کہ فی نفسہ قبیح نہیں تابع فعل کے ہے اگر فعل مباح کے واسطے کیا ہے تو وہ بھی مباح ہے اور اگر فعل حرام کیلئے کیا ہے تو وہ بھی حرام ہے اور قسم چھٹی سحر نیرنج کا ہے یعنی بسبب خواص اشیا کے فعل عجیب صادر کرتے ہیں اور وہ خواص ہر کسی کو معلوم نہیں ہوتے ہیں جیسے کہ کوئی چاہے کہ انگلیوں کو روشن کرے تھوڑا سا بورہ کابلی سرکہ میں تر کرکے تھوڑا کف دریا اُس کے ساتھ ملاوے اور انگلی پر ملے اور لفظ اُس مقام میں ڈالتے ہیں پس اگر جس مجلس میں شمع یا چراغ جلتا ہے ان انگلیوں کو آگے چراغ کے لے جاویں آگ لگ جاوے گی اور انگلیاں نہ جلیں گی اور قسم ساتویں سحر حیل کا ہے کہ ساتھ استعانت آلات عجیبہ کے امور نادر پیدا کرتے ہیں اور بنانا اُن آلات کا اکثر اوپر تعمق اور ریاضتوں کے موقوف ہوتا ہے مثل حیل بنی موسیٰ اور آلات ساعتوں پہچاننے کے کہ اہل فرنگ بناتے ہیں اور قسم آٹھویں سحر کی شعبدہ بازی کا اور ہاتھ کی چالاکی ہے کہ بہت مرد اور عورتیں واسطے متعجب کرنے آدمیوں کے عمل میں لاتے ہیں اور سبب خفی اس قسم کے سحر میں حرکتیں پوشیدہ کرنی اور بدل دینا امثال کا جلدی سے اور یہ تینوں قسم کے سحر نہ کفر ہیں اور نہ حرام ہیں مگر یہ کہ کسی غرض فاسد کا ارادہ کریں پس اُس سبب سے حرمت پائی جاوے گی اس جگہ جاننا چاہیئے کہ اکثر قسمیں سحر کی ذہین لوگوں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اصلاح کی ہے اور کفر اور شرک اُس کے کو دُور کرکے استعمال کیا ہے پس اصلاح پہلی قسم کی دعوت علوی ہے کہ ملائکہ علویہ کو بسبب اُس کے تسخیر کرتے ہیں لیکن ساتھ استعانت اسماء عظام الہٰی کے اور قرآن کی آیتوں کے اور اصلاح قسم دوسری کی عزیمتیں اور دعوت سفلی ہے کہ زمین کے موکلات اور جنوں کو مسخر کرتے ہیں لیکن ساتھ استعانت اسماء الہٰی اور آیتوں کے بے شائبہ کفر اور شرک یا تعظیم لغیر اللہ کے بلکہ ساتھ حکومت اور

marfat.com

غلبہ کے اور اصلاح قسم تیسری کی حاصل کرنا ربط کا ساتھ ارواح پاک صالحین اور اولیاء کے ہے کہ اکثر اویسیہ طریقہ والے عمل میں لاتے ہیں اور بیچ حاجتوں اپنی اور دوسروں کے نفع پاتے ہیں اور بیچ طریق حاصل کرنے اُس کے کے بھی طہارت اور تلاوت اور بھیجنا ثواب اور صدقات کا واسطے اُن ارواح کے منظور رکھتے ہیں اور اصلاح پانچویں کی عقد ہمت ہے کہ اکابر مشائخ اور اولیاء عظام سے واسطے حل مشکلات کے وقوع میں آتے اور یہ تعلیق بھی متعلق ساتھ ایک کیفیت عظمٰی کے ہے کہ بسبب استغراق کے بیچ ملاحظہ کسی اسم کے اسماء الٰہی کے سے حاصل ہوتی ہے اور یہ موقوف اوپر کمال پاکیزگی روح کے اور ترقی کرنے اسکی کے ہے عالم سفلی سے طرف عالم علوی کے اور اصلاح قسم چھٹی کی تعمق اور غور کرنا بیچ خواص دوسری اشیاؤں کے عنصریات میں سے اور خواص بروج اور درجوں اور شرف اور وبال کے بھی تعمق کرتے ہیں اور اس میں ذکر اللہ کو ملا دیتے ہیں حاصل کلام یہ کہ وجہ قبیح سحر کی یہ ہے کہ کفر اور شرک تک پہنچاتا ہے اور اعتقاد تاثیر ستاروں اور ارواح خبیثہ شیاطین کا اس میں ہوتا ہے اور موقوف اوپر التجا کرنیکے طرف غیر اللہ کے ہوتا ہے اور ایسے ہی اور اسباب ہیں کہ ان میں مصروف ہونا مطالعہ قدرت مسبب کے سے غافل کرتا ہے جب یہ وجہ قبح کی بالکل زائل ہو جاوے تو مدار حل اور حرمت کا اوپر اغراض مقصودہ کے چاہیئے خیرًا الخیر وان شرا فشر اگر وہ نیک ہے پس یہ بھی نیک ہے اگر بد ہے پس یہ بھی بد ہے اور سحر یہود کا اکثر اُس میں استعانت ساتھ ارواح شیاطین کے اور ذکر کرنے اسماء اُن کے کے تھی یا پڑھنا منتروں کا کہ معانی اُن کے مہمل تھے اور تصویر صورتوں غور اور مرہوبہ کے پائی جاتی تھی اسواسطے اسکو بیچ مقام بُرائی کے یاد فرمایا اور یہ لوگ فقط اسی کے اوپر کہ شیاطین نے بیچ عہد حضرتِ سلیمان کے اخذ کیا تھا اکتفا نہیں کرتے تھے بلکہ تلاش کرتے تھے اور ڈھونڈتے تھے وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ یعنی اور اُس سحر کو کہ نازل ہوا تھا اوپر اُن دو فرشتوں کے کہ بابل میں تھے نام اُن کا ہاروت اور ماروت تھا اور یہی قسم پہلا سحر کی تھا کہ مذکور ہوئی اور یہ صریح کفر اور محض شرک ہے اس واسطے کہ ارواح مدبرہ عالم کو برابر خدا کے جانتا ہے اور ان کے واسطے وہ افعال کہ خاص اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں جیسے کہ حمد وثنا اور اعتقاد عموم علم اور قدرت اور غلبہ اور عظمت کا بجالاتا ہے بخلاف تسخیر جن اور شیاطین اور پڑھنے منتروں مہملۃ المعانی کے کہ اس میں احتمال تسخیر استیلائی اور قہری کا بھی ہو سکتا ہے یعنی بزور اُن کو مسخر کر لیا اور معانی اُن منتروں کے میں احتمال

marfat.com

صحت کا اور فساد دونوں کا ہے شرک صریح اور کفر ظاہر کا اس قسم میں حکم کرنا ثابت نہیں ہوتا ہے اور فرق بیچ سحر ہاروت اور ماروت اور بیچ سحر کلدانی اور اہل بابل کے کہ اُن سے سیکھا تھا یہ تھا کہ ہاروت اور ماروت کو یہ قدرت عطا ہوئی تھی کہ فقط تاثیر اُن کی سے بغیر مشقت اعمال شاقہ کے بیچ سحر کرنے ارواح کے اتصال ساتھ روح خبیث کے حاصل ہوتا تھا اور آخر اُس اتصال کا بیچ جوہر روح طالب کے ثابت اور محکم ہوتا تھا اور کسی تدبیر سے دُور نہیں ہوتا تھا اور کلدانی اور اہل بابل کے بیچ حاصل کرنے مناسبت اور اتصال کے ساتھ ارواح کے مشقتیں کھینچتے تھے اور ریاضتیں کرتے تھے اور خلوتیں اختیار کرتے تھے اور پھر بھی وہ استقرار اور رسوخ میسر نہیں ہوتا تھا دلیل اس تاثیر قوی ہاروت اور ماروت کی یہ ہے کہ حاکم ساتھ سند صحیح کے اور بیہقی بیچ سنن اپنی کے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت لایا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک عورت دومۃ الجندل کے لوگوں میں سے بعد وفات آں حضرت صلعم کے آئی اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھ کو آں حضرتؐ سے کچھ دریافت کرنا تھا افسوس کہ انھوں نے رحلت فرمائی جب پاس میرے آئی اُس سے پوچھا میں نے کہ بارے حاجت اپنی اور سوال اپنا کہہ اُس نے کہا کہ میرا ایک شوہر تھا کہ میرے ساتھ بدسلوکی کرتا تھا اور ہرگز موافقت میری ساتھ اُس کے نہ ہوتی تھی اس سبب سے بہت تنگ دل اور رنجیدہ ہوتی تھی دفعۃً ایک بڑھیا عورت میرے گھر آئی اُس سے شکایت اس بات کی کی میں نے اُس نے کہا کہ اگر جو کچھ میں کہوں اُس طرح کرے تو شوہر تیرا مانند غلام کے فرمانبردار تیرا ہو جائے گا کہا میں نے البتہ تیرا کہنا بجا لاؤں گی جب پچھلی رات ہوئی وہ بڑھیا روبرو میرے آئی اور ساتھ اپنے دو کُتّے سیاہ لائی ایک کُتّے پر آپ سوار ہوئی اور دوسرے کُتّے پر مجھ کو سوار کیا اور چلے ہم ایک لحظہ نہ گزرا کہ بابل کی زمین میں پہنچے کہ اس جگہ دو شخصوں کو پاؤں اوپر کو اور سر نیچے کو کرکے لٹکا رکھا ہے ان دونوں مردوں نے مجھ سے پوچھا کہ کس واسطے آئی تو میں نے اس بڑھیا کے سکھلانے سے کہا کہ واسطے سیکھنے سحر کے آئی ہوں اُن دونوں شخصوں نے کہا کہ سحر کفر ہے بسبب سیکھنے اُس کے کافر مت ہو اور اپنے گھر کو چلی جا میں نے کہا کہ میں ہرگز نہ جاؤں گی بغیر سیکھے جادو کے وہ ہر چند مجھ کو منع کرتے تھے اور میں اصرار کرتی تھی جب بہت میں نے مبالغہ کیا مجھ سے کہا کہ اُس تنور کے پاس جا اور اُس میں پیشاب کر میں تنور کی طرف گئی لیکن اُس تنور کے دیکھنے سے خوف مجھ پر غالب ہوا اور بال میرے بدن کے

اُٹھتے پھر گئی اور روبرو اُن کے پہنچی میں اور کہا کہ میں پیشاب کر آئی انھوں نے کہا کیا دیکھا تُو نے کہا میں نے کچھ نہیں پھر انھوں نے کہا تو جھوٹی ہے پیشاب تو نے نہیں کیا ہے اب بھی تیرے حق میں بہتر یہی ہے کہ اپنے گھر کو چلی جا اور کافر نہ ہو تو میں نے کہا کہ میں ہرگز نہیں جاؤں گی انھوں نے کہا کہ جا اور تنور میں پیشاب کر پھر تنور کے پاس گئی میں پھر وہی حالت درپیش ہوئی یہاں تک کہ تین بار اسی طرح ہوا چوتھی دفعہ جرأت کر کے اُس تنور میں میں نے پیشاب کیا کیا دیکھتی ہوں کہ ایک گھوڑا سوار زرہ پوش ہتھیار بند سر سے پیر تک لوہے میں غرق میرے بدن سے نکلا اور آسمان کی طرف اُڑ کر چلا گیا اور میری آنکھ سے غائب ہوا یہ ملجرا میں نے اُنکے رُوبرو جا کر بیان کیا اُنھوں نے کہا سچ کہتی ہے یہ سوار زرہ پوش ایمان تیرا تھا کہ تیرے اندر سے نکل کر چلا گیا اب جا کہ سحر کے فن میں کامل ہو گئی میں نے اُس بڑھیا سے کہ رفیق میری تھی کہا کہ میں جادو سیکھنے کو آئی تھی اب تک کچھ نہیں سیکھا اور نہ انھوں نے مجھ کو کچھ سکھلایا پس مطلب میرا حاصل نہ ہوا اُس بڑھیا نے کہا کہ تُو نہیں جانتی ہے تعلیم اُن کی اسی طرح ہوتی ہے اب تو جس چیز کو جس طرح کہے گی ویسی ہی ہو جاوے گی میں نے کہا کہ مجھ کو کس طرح یقین آوے اُس بڑھیا نے کہا کہ ایک دانہ گیہوں کا لے اور زمین میں ڈالدے اور کہہ کر زمین سے نکلکر سبز ہو جا میں نے ایسا ہی کیا اور کہا بجرد میرے کہنے کے سبز ہو گیا پھر کہا کہ بڑھ جا بڑھ گیا پھر کہا کہ خوشہ لے آ خوشہ لے آیا پھر کہا کہ خشک ہو جا خشک ہو گیا پھر کہا میں نے کہ آٹا ہو جا آٹا ہو گیا پھر کہا میں نے کہ روٹی پکی ہوئی بن جا روٹی پک کر تیار ہو گئی جب میں نے یہ حالت دیکھی جس چیز کو کہ جو کچھ کہتی تھی ویسی ہی ہو جاتی تھی اب میرے دلمیں افسوس اور ندامت بہت اور پر چلے جانے ایمان اپنے کے آتی ہے اور قسم کھا کر کہتی ہوں کہ اے ماں تمام مسلمانوں کی کہ اب تک میں نے کسی کے حق میں بدی نہیں کی اور نہ کروں گی اوصاف پیغمبر خدا کے سُن کر آئی تھی کہ اُن سے کوئی تدبیر پوچھوں تاکہ ایمان میرا پھر آجاوے جبکہ اُن کو نہیں پایا میں نے نہایت حیرت میں ہوں میں حضرت امّ المومنین رضؓ نے فرمایا کہ اصحاب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بہت موجود ہیں اُن کے پاس جا کر پوچھ وہ عورت سبھوںؓ کے پاس گئی اور حال اپنا بیان کیا کسی نے صحابہ سے جرأت نہ کی کہ واسطے آجانے ایمان اُس کے کوئی تدبیر بتلاوے مگر ابن عباس رضؓ نے اور بعضے اوروں نے کہا کہ اگر ماں اور باپ تیرے دونوں زندہ ہوں یا ایک اُن میں سے زندہ ہو تو تجھکو کفایت ہے خدمت اُن کی بجالا تاکہ ایمان تیرا طرف

تیرے بھر آجاوے گا اور ابن المنذر نے اوزاعی سے روایت کی ہے کہ اُسنے ہارون بن رباب سے
نقل کیا ہے کہ میں ایک دن عبدالمالک بن مروان کے پاس کہ بادشاہ وقت کا تھا ملاقات کے
واسطے گیا دیکھا میں نے کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے کہ واسطے اُس کے ایک مسند ڈال رکھی ہے اور
تکیہ رکھا ہوا ہے دربار کے آدمیوں سے پوچھا میں نے کہ یہ کون ہے کہ برابر بادشاہ کے مسند پر بیٹھا ہے،
کہا انھوں نے کہ بزرگی اُس شخص کی اس سبب سے ہے کہ ہاروت اور ماروت کو دیکھ آیا ہے کہا میں
نے یہی شخص انھوں نے کہا ہاں آگے اس کے گیا میں اور سلام کیا اور کہا میں نے کہ میرے سامنے
بھی قصہ ملاقات ہاروت اور ماروت کا بیان کرو بمجرد اس کہنے کے اشک اُس کی آنکھوں سے جاری
ہوتے اور کہا کہ میرا قصہ یہ ہے کہ میں نوجوان تھا اور باپ میرا چھٹپن میں مجھ کو چھوڑ کر مر گیا تھا
اور بہت سا مال چھوڑا تھا اور وہ تمام مال میری والدہ کے ہاتھ میں تھا اور ماں میری مجھ کو بہت
چاہتی تھی جو کچھ اس سے مانگتا دے دیتی اور بے دھڑک جا بے جا صرف کرتا اور ماں میری ہرگز مجھ سے
نہ پوچھتی کہ تو اس مال کو کیا کرتا ہے جب مدت بہت گزری اور جوان ہوا میرے دل میں آیا کہ اپنی ماں
سے پوچھوں میں کہ اس قدر مال میرے باپ کو کہاں سے ملا تھا جب اپنی ماں سے دریافت کیا میں نے
اُس نے کہا کہ اے بیٹے تجھ کو اس پوچھنے سے کیا مطلب ہے کھا اور عیش کر اور جس قدر اسراف چاہے
تو کر اور حال اُس کا مت پوچھ کہ یہی اچھی بات ہے میں نے بسبب سُننے اس کلام کے بہت مبالغہ
کیا والدہ میری مجھے گھر کے اندر لیگئی کہ ڈھیر مالوں کے اُس جگہ تھے اور کہا کہ یہ سب ملک تیری ہے
کئی پشت تیری کو کفایت ہے تجھ کو کیا پرواہ ہے کہ وجہ کسب اس مال کی تو دریافت کرے میں نے کہا
کہ مجھ کو ضرور بالضرور نشان دینا چاہیئے کہ اس قدر مال کثیر کس وجہ سے جمع ہو سکتا ہے اُس نے
کہا کہ باپ تیرا ساحر تھا اور تمام مال اپنے سحر سے جمع کیا تھا جب یہ بات سُنی میں نے اپنے دل میں فکر
کیا کہ مال موروثی پر کفایت کرنی بے ہمت لوگوں کا کام ہے مجھ کو چاہیئے کہ میں بھی سحر سیکھوں اور
جیسا کہ باپ میرے نے اتنا مال کثیر جمع کیا تھا میں بھی ساتھ زور بازو اور پائے مردی اپنی کے جمع
کروں اپنی والدہ سے میں نے دریافت کیا کہ کوئی شخص خاص یاروں اور رفیقوں میرے باپ کے سے
اس ملک میں باقی رہا ہے کہ میرے باپ کے بھیدوں سے واقف ہو
اور جو اعمال کہ میرے باپ کے پاس تھے اس کو بھی معلوم ہوں کہا ہاں

marfat.com

فلانا شخص فلانے قصبے میں رہتا ہے میں نے سامان سفر کا درست کیا اور اُس شخص کے پاس پہنچا اور نہایت ادب سے سلام کیا اور آگے اُس کے بیٹھا اس نے مجھ کو نہ پہچانا اور پوچھا کہ کون ہے تو اور کہاں سے آیا تو کہا میں نے فلانے شخص کا بیٹا ہوں کہ دوست تمھارا تھا جب نام میرے باپ کا سنا مجھ کو گلے لگایا اور بہت شفقت کی اور مرحبا کہا بعد اس کے پوچھا کہ کیا حاجت تجھ کو ہے اور کس مطلب کے واسطے آیا ہے تو باپ تیرا اتنا مال چھوڑ گیا ہے کہ کئی پشت تک تجھ کو کافی ہے اور کسی کا محتاج نہ ہوگا میں نے کہا کہ واسطے احتیاج مال کے نہیں آیا ہوں بلکہ سحر سیکھنے آیا ہوں اُسنے کہا اے لڑکے ہرگز ہرگز یہ خیال مت کر کہ اُس میں کچھ فلاح نہیں میں نے کہا کہ میں تمھارا پیچھا نہیں چھوڑنے کا جب تک کہ مجھ کو مانند میرے باپ کے جادوگر کامل نہ بنا دو وہ ہر چند نصیحت کرتا تھا میں باز نہیں آتا تھا ناچار ہو کر کہا کہ ٹھہر جا کہ فلانا دن اور فلانی ساعت آجاوے جب وہ دن اور وہ ساعت آئی میں تیار ہو کر گیا اور ایفاء وعدہ کا اس سے چاہا کہ وہ مجھ کو قسمیں دیتا تھا اور منع کرتا تھا اور میں اس کا پیچھا نہ چھوڑتا تھا یہاں تک کہ لاچار ہو کر کہا کہ آ تجھ کو ایک جگہ لے جاتا ہوں لیکن خبردار اُس جگہ خدا کا نام نہ لیجیو مجھ کو ہمراہ لے کر ایک نقب کے اندر کہ زمین کے نیچے تھا لے گیا میں نے اپنے خیال میں شمار کیا کہ تین سو اور کتنے زینے طے کئے اور ہرگز روشنی آفتاب کی اُس جگہ کم نہ ہوئی تھی جب نیچے اُن زینوں کے پہنچے ہم دیکھا ہم نے کہ ہاروت اور ماروت لوہے کی زنجیروں میں بندھے ہوتے ہوا میں لٹک رہے ہیں اور آنکھیں انکی بڑی بڑی ڈھالوں کی مانند تھیں اور پر اُن کے بڑے بڑے چوڑے اور لمبے جس وقت اُن کی ہولناک صورتوں پر نظر میری پڑی بے اختیار میری زبان سے نکلا لا الٰہ الا اللہ بمجرد سننے اس کلمے کے پروں اپنے کو ہلانے لگے اور نعرے مارنے شروع کئے یہاں تک کہ بعد ایک ساعت کے خاموش ہو گئے میں نے امتحان کے واسطے دوسری مرتبہ کہا لا الٰہ الا اللہ پھر ان کی یہی حالت ہوئی تیسری دفعہ پھر کہا یہی حالت پیدا ہوئی بعد اُس کے خاموش ہو کر کھڑا رہا میں طرف میری انھوں نے دیکھا اور کہا تو جنس آدمی سے ہے کہا میں نے ہاں میں نے اُن سے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے انھوں نے کہا کہ جس وقت سے ہم عرش کے نیچے سے آتے ہیں اور اس عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں کبھی ہم نے اس کلمہ کو نہیں سُنا اب کہ ہم نے تیری زبان سے یہ کلمہ سُنا مقام اصلی ہم کو یاد آیا اپنا اور بے اختیار آہ و نالہ ہم نے کیا

marfat.com

اب کہہ کہ کونسی اُمت میں سے ہے تو میں نے کہا کہ اُمت محمد رسول اللہ صلعم کی سے اُنھوں نے کہا آیا محمد صلعم مبعوث ہوئے کہا میں نے ہاں مبعوث بھی ہوئے اور وفات بھی پائی۔ اُنھوں نے کہا کہ اب اُمت اُس کی تابع ایک شخص کی ہیں یا گروہ گروہ ہیں کہا میں نے تابع ایک شخص کی ہیں کہ اُس کو بادشاہ کہتے ہیں اس بات سے ناخوش ہوئے پھر پوچھا کہ آپس میں نفاق رکھتے ہیں یا اتفاق کہا میں نے دلوں میں آپس میں نفاق رکھتے ہیں اس بات سے خوش ہوتے پھر پوچھا کہ عمارات اور مکانات بحیرہ طبریہ تک بن گئے ہیں یا نہیں کہا میں نے اب تک آبادی وہاں تک نہیں ہوئی اس بات سے بھی ناخوش ہوئے اور سکوت کیا کہا میں نے کہ بسبب اتفاق امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اور تابع ہونے ایک شخص کے کس واسطے ملول اور ناخوش ہوتے تم کہا اُنھوں نے کہ اصل اس کی یہ ہے کہ ہم قرب قیامت سے خوش ہوتے ہیں اس واسطے کہ عذاب ہمارا دنیا کی مدت تک ہے بعد قیامت ہوجانے کے عذاب موقوف ہوجاوے گا اور جب تک اُمت محمدیہ تابع ایک شخص کے ہے قیامت دُور ہے اور جب گروہ گروہ ہوجاوے گی اور ایسے ہی نفاق دلی اس اُمت کا بھی دلیل قرب قیامت کی ہے اور پہنچنا آبادی کا بحیرہ طبریہ تک بھی علامت قرب قیامت کی ہے میں نے کہا کہ مجھ کو کچھ وصیت کرو کہا اُنھوں نے کہ اگر تجھ سے ہوسکے کہ نہ سووے تو مت سو کہ کار مشکل درپیش ہے پھر یہ شخص چلا آیا اور اُن سے سحر نہ سیکھا اور قصہ ہاروت اور ماروت کا موافق اُس کے کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور حاکم اور اور مفسرین نے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت امیر المومنین مرتضےٰ علی کرم اللہ وجہہ اور عبد اللہ بن عمرؓ اور مجاہدؒ اور غیر اُن کے سے نقل کیا ہے یہ ہے کہ جب بیچ زمانہ حضرت ادریسؑ کے بُرے اعمال بندوں کے زمین سے طرف آسمان کے چڑھنے لگے اور آسمان کے فرشتوں میں قیل وقال اس بات کی بہت ہوئی اور فرشتوں نے بیچ حق بنی آدم کے تحقیر اور اہانت اور لعن طعن شروع کیا حق تعالیٰ نے خطاب بھیجا کہ بنی آدم میں شہوت اور غصہ رکھ دیا ہے اس جہت سے گناہ اُن سے ہوتے ہیں اگر تم کو بھی زمین میں اتاریں اور شہوت اور غصہ تمھارے اندر رکھ دیں تم سے بھی گناہ ہونے لگیں فرشتوں نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے ہم ہرگز گناہ کے پاس نہ جاویں گے اگرچہ شہوت اور غضب ہمارے اندر رکھا جاوے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم سب اپنے درمیان میں سے دو شخصوں کو چُن کر اور پسند کر کر اختیار کر لو تاکہ تم کو حقیقت کام کی

marfat.com

معلوم کروا دوں اُنھوں نے ہاروت اور ماروت کو کہ کمال عبادت اور صلاحیت میں فرشتوں کے درمیان میں ممتاز تھے منتخب کیا حق تعالیٰ نے اُن کے اندر ترکیب شہوت اور غصّہ کی دے کر فرمایا کہ زمین پر جاؤ اور درمیان آدمیوں کے حکومت کرو اور حق الامر اُن کو کہہ دیا اور شرک اور قتل اور زنا اور شراب پینے سے منع فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ تمام دُنیا میں رہو اور قضا کے کام میں مصروف رہو اور شام کے وقت اس اسم اعظم کو پڑھ کر آسمان کے اُوپر چلے آو پھر وقت فجر کے نیچے اُترو ایک مہینے تک اسی طرح آمد و رفت کرتے تھے اور زمین میں اُن کی خوب شہرت ہوئی کہ دو شخص بہت صالح بیچ فلانی جگہ کے ہیں اور ہر معاملہ میں سچا سچا حکم کرتے ہیں اور فیصلہ مقدمات کا بلا رو رعایت کے کرتے ہیں ناگاہ ایک عورت زہرہ نام کہ تمام عورتوں اُس زمانہ کی سے حسن اور جمال میں ممتاز تھی اور بیچ روایت حضرت امیر المومنین کے ایسا آیا ہے کہ اہل فارس سے تھی اور لقب مشہور اُس کا اُس ملک میں بیدخت تھا اور بیچ لباس نفیس اور پوشاک مکلف کے اپنے شوہر کی فریادی رُوبرو اُن کے آئی کہتے ہیں کہ اصل میں اُس کو شوق اسم اعظم سیکھنے کا دامن گیر ہوا تھا لیکن جبکہ قدیم سے خوگر بدکاری کی تھی اسی طریق کو وسیلہ حاصل کرنے اس مطلب کا بنایا بہرحال یہ دونوں فرشتے بمجرد دیکھنے اُس کے فریفتہ حسن اور جمال اُس کے کے ہوتے اور اُس سے خواہش فعل بد کی کی اُس نے کہا کہ تمہارا اور دین میرا اور دین باوجود اختلاف دین کے یہ معاملہ نہیں ہو سکتا ہے اور یہ کہ شوہر میرا نہایت غیرت والا ہے اگر اُس کو معلوم ہو جاوے گا کہ میں تمہارے ساتھ نشست و برخاست کرتی ہوں مجھ کو مار ڈالے گا اوّل میرے بُت کو سجدہ کرو بعد اُس کے میرے شوہر کو قتل کرو بعد میں اسکے تمہارے ساتھ ہم صحبت ہوں گی اُنھوں نے کہا کہ معاذ اللہ شرک اور قتل نفس کا ناحق نہایت مذموم ہے ہم یہ بات ہرگز نہ کریں گے وہ عورت چلی گئی لیکن اُن کے دل میں قلق اور اضطراب محبت اُس کی نے بہت غلبہ کیا دُوسرے دن اُس عورت کو پیغام بھیجا کہ ہم تیرے گھر مہمان ہوں گے اس نے کہا کہ سر اور آنکھوں پر مکان خوب تیار کیا اور اپنے تیئں بہت آراستہ بنایا اور موافق عادت اپنی کے شیشے شراب کے بھی حاضر کئے جب وہ اس مکان میں پہنچے کہا کہ اب میں نے تم کو چار چیز کا اختیار دیا کہ ایک کوان میں سے کر لو یا بُت کو سجدہ کرو یا شوہر میرے کو قتل کرو یا اسم اعظم مجھ کو سکھلا دو یا ایک پیالہ شراب کا پی لو آپس میں ان دونوں نے مشورہ کیا کہ شرک اور قتل نفس کا دونوں گناہ سخت ہیں اور اسم اعظم

marfat.com

بھید الٰہی ہے کسی سے کہنا نہ چاہیئے اور شراب پینی گناہ سہل ہے اسی کو اختیار کرنا چاہیئے بجرد اس کے کہ شراب انھوں نے پی مست بے عقل ہو گئے اور اُس عورت کے حکم سے بُت اُس کو بھی سجدہ کیا اور شوہر اُس کے کو بھی مارا اور اسم اعظم بھی اُس عورت کو سکھلا دیا اور بعضی روایتوں میں ایسا آیا ہے کہ وہ عورت بسبب پڑھنے اسم اعظم کے آسمان کے اوپر چلی گئی حق تعالیٰ نے رُوح اُس کی کو ساتھ رُوح ستارہ زہرہ کے متصل کیا اور ڈسٹا ساتھ صورت زہرہ کے مسخ ہو گئی اور یہ دونوں فرشتے اُس کے ساتھ نہ جا سکے اور اسم اعظم اُن کی یاد سے نکل گیا جب شراب کی مستی سے ہوش میں آئے افسوس اور ندامت شروع کی اور حق تعالیٰ نے آسمان کے فرشتوں کو اُن کے حال سے مطلع کیا اور فرمایا کہ یہ دونوں فرشتے باوجودیکہ تجلیات میری سے غائب نہیں اور کمال حضور میرا اُن کو نصیب تھا شہوت کے غلبہ سے اس گناہ میں گرفتار ہوئے اور بنی آدم کہ اُن کو حضور میرا میسر نہیں اور شہوت کا اُن کی خلقت میں خمیر ہے اگر اُن سے صدور گناہوں کا ہو جاوے کیا تعجب ہے تمام فرشتوں نے اقرار اپنی خطا کا کیا اور بعد اس کے زمین کے رہنے والوں کے واسطے استغفار میں مشغول ہوتے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے والملٰئکۃ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فی الارض یعنی اور فرشتے پاکی بولتے ہیں اس حال میں کہ حمد کرتے ہیں رب اپنے کی اور بخشش چاہتے ہیں ان لوگوں کی جو زمین پر رہتے ہیں حاصل یہ ہے کہ وہ دونوں فرشتے حالت اپنی دگرگوں دیکھ کر مضطرب ہوئے اور روبرو حضرت ادریس علی نبینا و علیہ السلام کے آئے اور حال اپنا بیان کیا اور شفاعت اپنے حق میں چاہی حضرت ادریسؑ نے وعدہ فرمایا کہ توقف کرو تاکہ دن جمعہ کے واسطے تمہارے جناب الٰہی میں عرض کروں گا جب جمعہ کا دن گزر گیا فرمایا کہ اس جمعہ میں تمہارے واسطے میری عرض قبول نہیں ہوئی دوسرے جمعہ تک انتظار کرو جب دوسرا جمعہ آیا حضرت ادریس نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تم کو اختیار دیا ہے اگر چاہو تم عذاب دنیا کا اپنے واسطے قبول کرو اور اگر چاہو عذاب آخرت کے منتظر رہو دُنیا میں کچھ مواخذہ نہ ہوگا آپس میں مشورہ کیا کہ عذاب دنیا کا فانی ہے اور عذاب آخرت کا باقی فانی کو اختیار کرنا چاہیئے کہ تمام ہو جانے والا ہے عذاب دُنیا کا انھوں نے اختیار کیا حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ اُن کے سر کے بال اور بدن کو لوہے کی زنجیروں میں سر سے پیروں تک باندھیں اور اُن کو اُلٹا کرکے سر نیچے کو اور پاؤں اوپر کرکے کنوئیں میں کہ آگ تیز اُس

میں بھڑک رہی ہے لٹکادیں اور ایک ایک فرشتہ نوبت بنوبت آتشیں کوڑے اُن کے لگائے جب تک کہ دنیا باقی رہے کہتے ہیں کہ جو فرشتہ کہ کوڑے مارنے سے فارغ ہوا دوسری دفعہ نوبت اُس کی نہیں پہنچتی ہے فرشتہ دوسرا آتا ہے اور اس کام میں مشغول ہو جاتا ہے اور اُن کے اوپر پیاس اس قدر مسلط کردی ہے کہ زبانیں اُن کی بسبب کمال تشنگی کے منہ سے باہر نکل پڑی ہیں بقدر ایک بالشت کے اُن کے منہ سے پانی سرد مرغوب طبع علیحدہ رکھتے ہیں اور ہرگز منہ اُن کا اُس تک نہیں پہنچتا ہے والعیاذ باللہ من غضب اللہ اور یہ قصہ بیچ تفسیر محدثین اور سنن بیہقی اور مسند امام احمد اور کتابوں حدیث کی میں ساتھ روایتوں متعددہ اور طرق مختلفہ کے کہ بعضے اُن میں سے صحیح ہیں مروی اور ثابت ہے لیکن مفسرین متکلمین نے مثل امام رازی اور قاضی بیضاوی کے انکار اس قصہ کا کیا ہے اور کہا ہے کہ بیچ نظم قرآن کے کوئی ایسی شئے نہیں کہ اس قصہ کی طرف اُس میں اشارہ نکلے اور روایتیں ان کتابوں کی جس قدر مخالف اصول عقائد اور قواعد دین کے ہوں معتبر نہ رکھنی چاہئیں اور اس قصہ میں کئی وجہ سے مخالفت اصول اور قواعد دین کی لازم آتی ہے اول یہ کہ فرشتے بالاجماع معصوم ہیں صدور گناہوں کا اُن سے منافی اور مخالف عصمت کے ہے دوسرے یہ کہ ان دونوں فرشتوں کو باوجود گرفتار ہونے اس عذاب سخت میں فرصت کہاں کہ تعلیم سحر کی کریں اور آدمیوں کو کیونکہ اُن سے اختلاط میسر ہو تا کہ سلسلہ تعلیم اور تعلم کا درست ہو تیسرے یہ کہ عورت بدکار کو باوجود اس خباثت کے کس طرح ممکن ہوا کہ اسم اعظم کے زور سے آسمان کے اوپر چڑھ جاوے اسماء الہٰی کی دعوت کو بہت شرطیں درکار ہیں اور عمدہ اُن کا تقویٰ اور طہارت ہے چوتھے مسخ اور تبدیل صورت کی قسم عقوبت کی سے ہے اور عقوبت کے واسطے لازم ہے کہ تحقیر اور اہانت اُس میں پائی جاوے اور جس وقت اس عورت بدکار کو ستارہ روشن اور چمکنے والا بنا دیا اور آسمان کے اوپر اُس کو جگہ دی کہ انوار اُس کے ہمیشہ زمین والوں پر پہنچتے ہیں موجب کمال تعظیم اُس کی کا ہوا کہ صورت انسانی میں اس قدر عظمت ہرگز متصور نہیں ہو سکتی ہے پانچویں یہ کہ زہرہ ستارہ مشہور ہے سبعہ سیارہ سے کہ حضرت آدم کی پیدائش سے پہلے پیدا ہوا تھا اور روایت اس قصہ کی سے لازم آتا ہے کہ یہ ستارہ بعد واقع ہونے اس واقعہ کے موجود ہوا ہو چھٹے یہ کہ اس قصہ میں فرشتوں کی زبان سے نقل کیا ہے

marfat.com

کہ اُنھوں نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ ہم باوجود ترکیب شہوت اور غضب کے بھی نافرمانی نہ کریں گے حالانکہ حق تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر تمھارے اندر مانند آدمیوں کے شہوت اور غضب کو مرکب کریں تم بھی گناہ میں مبتلا ہو گے پس جس وقت فرشتوں نے بعد ارشاد حق تعالیٰ کے یہ عرض کی صریح تکذیب اور تجہیل جناب الٰہی کی لازم آئی اور یہ فعل شنیع منافی ایمان کے ہے چہ جائے کہ فرشتہ سے صادر ہو پس سبب ہیچ نازل کرنے ان دونوں فرشتوں کے وہ تھا کہ علم سحر کا بھی علوم الٰہیہ سے ہے بقا اور موجود رہنا اُس علم کا بیچ نوع انسان کے منظور خداوندی تھا اور شان انبیاء علیہم السّلام کی نہیں کہ اس قسم کے علوم ضرر دینوالے کی کہ بسبب اُن علموں کے اعتقاد تاثیرات مخلوقات کا اور غفلت تاثیر خالق کی دلوں میں جگہ پکڑے تبلیغ کریں جیسے کہ علوم فلسفیہ میں مثل ریاضیات اور طبعیات کے کہ ضرر اُن کا نفع اُن کے سے زیادہ ہے انھیں انبیاء بیان نہیں کرتے ہیں اور اُس سے دیدہ و دانستہ سکوت فرماتے ہیں اس واسطے کہ حقیقت نبوت کی دعوت خلق کی طرف حق کے ہے اور عقول اور اذہان اُن کے کو ملاء اعلیٰ کے متوجہ کرنا ہے اور یہ علوم اس غرض کے واسطے مخل ہوتے ہیں پس ضرور ہوا کہ دو فرشتوں کو واسطے تعلیم اس قسم کے علموں کے نازل فرمایا جائے اور بیچ تعلیم سحر کے کچھ قباحت نہیں اس واسطے کہ انجام کار سحر کا کہ کفر ہے اور جو چیز کہ اُس کے کرنے سے کفر ہو جاوے اُس کی تعلیم کا کچھ اندیشہ نہیں مثلاً اگر کوئی شخص کہے کہ اگر فلانے ستارہ کی پرستش کرے تو ایسا اثر ہوگا اور اگر فلانے شیطان کی عبادت کرے گا تو یہ مطلب حاصل ہوگا اور دوسرا اس کلام کو سن کر معتقد تاثیر اُس ستارہ کا یا مشغول ساتھ عبادت اور اعتقاد میں ہے اور ان باتوں کے حرف ذکر کرنے سے کچھ کفر نہیں آتا ہے اور فقط علم سحر میں بشرطیکہ عمل اُس کے ساتھ نہ کرے فائدے بہت ہیں جیسے کہ امتیاز درمیان معجزوں نبیوں اور کرامات اولیا اور درمیان سحر جادوگروں اور طلسم اور نیرنجات اور شعبدوں کے ساتھ اسی علم کے حاصل ہوتا ہے اور جو آدمی کہ اس علم سے بے خبر ہیں ان چیزوں میں فرق نہیں کرتے ہیں بلکہ ساحروں اور شعبدہ بازوں کو مانند انبیاء اور اولیا کے جانتے ہیں اور بعضے اعمال سحر کے واسطے ہلاک کرنے خدا کے دشمنوں اور الفت زوجین اور دفع کرنے شر ظالم کے شرعاً مستحسن ہو جاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ جو شخص سحر کے قواعد کو جان کر استعمال اُس کے سے بیچ محل ناپسندیدہ کے احتراز کرے مستحق ثواب بڑے کا ہووے گا کہ باوجود قدرت گناہ کے گناہ سے باز رہے اور یہ کہ اُس وقت

میں شہر بابل میں آدمیوں کو شوق اس علم کا بہت تھا اور عجیب و غریب چیزیں سحر سے نکالی تھیں اور بسبب اس علم کے خود بینی اور غرور اُن کا حد سے بڑھ گیا تھا اور اللہ کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے حکمت الٰہی مقتضی اس کی ہوئی کہ اُس وقت میں غیب سے دقائق اُس علم کے اُن کے اوپر بسبب دونوں فرشتوں کے معلوم کروا دے تاکہ جان لیویں کہ علم الٰہی سے کسی وقت استغنا اور بے پروائی نہیں ہو سکتی ہے اور ادراک کرنے کمال ہر فن کے سے بغیر مدد غیبی کے عجز بشری حاصل ہے، مطلب یہ ہے کہ التفات طرف جناب باری کے اگرچہ اسی پردہ میں ہو ان کو میسر ہو اور دلیل اوپر اس بات کے کہ سبب نازل کرنے ان دو فرشتوں کا یہی تھا کہ مذکور ہوا ہے کہ بیچ لفظ قرآن کے وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ واقع ہوا ہے کہ دلیل صریح اوپر نازل کرنے اس علم کے جناب الٰہی کی طرف سے ہے اور بھی حال فرشتوں کے سے کہ قرآن میں مذکور ہے کہ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ تعلیم کے ساتھ فرشتوں کی یہ نصیحت اور وعظ دلالت کرتی ہے اوپر اس بات کے کہ یہ دونوں فرشتے خود بخود تعلیم علم کی نہیں کرتے ہیں اور دلالت کرتی ہے اس پر بھی کہ اُن کو منظور محض تعلیم نہ تھی بلکہ تعلیم اور منع کرنا عمل سے بھی غرض اسی قسم کی باتیں اس قصہ کے انکار کرنے والوں کی ہیں لیکن اگر روایتوں کہ اُس کے اندر وارد ہوئی ہیں تتبع کیا جاوے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کی بھی اصل ہے اس واسطے کہ اس حال کے بیان میں بہت اخبار اور آثار مرفوع اور موقوف اس قدر آئے ہیں کہ قدر مشترک اُن سے حد تواتر کو پہنچا گو خصوصیات واقعہ کے اندر اختلاف ہو اور انکار کرنا قدر متواتر کا خوب نہیں اور اگرچہ آحاد طرق اس قصہ کی اکثر غیر معتبر اور واہی ہیں لیکن تواتر ضعفا اور واہیات کا بھی موجب ترجیح صدق کا ہو جاتا ہے اور وہ کہ وجوہ مخالفت اس قصہ کی ساتھ قواعد دین کے ذکر کی ہیں باعتبار ظاہر کے مسلم ہیں لیکن جب غور اور تعمق کیا جاوے رجوع کرنا ان مخالفات کا طرف قواعد مقررہ دین کے ممکن ہے جس وقت صحت اس قصہ کی روایات کثیرہ سے ثابت ہو لیس اُن مخالفات کی توجیہ کرنی چاہیے اور انکار اُن روایتوں کا مناسب نہیں ورنہ تکذیب قصہ حضرت یوسف صدیق اور حضرت داؤد علیہما السلام کی اور سوا اُن کے اوروں کی بھی لازم آوے گی اور توجیہ اس طرح کر سکتے ہیں کہ عصمت فرشتوں کی گناہوں سے جب تک ہے کہ اپنی حالت پر رہیں یعنی فرشتوں کی خصلت پر اور جبکہ شہوت اور غضب اُن کے

marfat.com

اندر پیدا کیا بالکل فرشتے نہ رہے پس کمال عصمت کا بھی اس صورت میں لازم نہ ہوگا جیسے کہ نفوس انبیاء اور رسل کے کہ باوجود بشریت کے معصوم اور پاک ہوجاتے ہیں بسبب اصلاح شہوت اور غضب کے اور ظاہر ہے کہ جب مؤثر بدل جاوے اثر اُس کے کا بدلنا کیا بعید ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم سحر کی عذاب کی گرفتاری کی حالت میں اگر قیاس حوصلۂ انسانی کی طرف کریں بہت بعید معلوم ہوتی ہے لیکن کلام بیچ فرشتوں کے ہے کہ فراخی حوصلہ اُن کے کی معلوم ہے جائز ہے کہ باوجود مبتلا ہونے کے بیچ عذابوں کے قوائے فکریہ اور نطقیہ اُن کے برقرار رہیں اور بارہا تجربہ میں آیا ہے کہ جس کو ملکہ کسی علم کا ہوتا ہے باوجود گرفتار ہونے اس کے کے طرح طرح کی بیماریوں اور دردوں کے اُس علم کی تعلیم کر سکتا ہے اور بسبب مزاولت اور ممارست کے بتلانا اُس علم کا اُوپر اُس کے نہایت سبک اور آسان ہوتا ہے ادنیٰ التفات سے وہ کام کرتا ہے کہ دُوسروں کو کمال غور اور تامل سے بھی میسّر نہ ہوسکے اور ان دونوں فرشتوں کو علم سحر کے بتلانے میں اسی قسم کا ملکہ ہو خصوصاً جس وقت مسلم رکھیں اس بات کو کہ اُترنا اُن کا زمین میں واسطے اسی تعلیم کے ہو پس غیب کی طرف سے بھی مدد اُن کو اس امر میں پہنچتی ہے اور مقامات عذاب کے اس بات سے مانع نہیں ہوتے اور ملنا جلنا آدمیوں کا اُن دونوں فرشتوں کے ساتھ مانتے ہیں کہ اس زمانہ میں نہ ہو لیکن جائز ہے کہ شیاطین اور جنوں کے واسطے سے افادہ اور استفادہ ہوا ہو چنانچہ قتادہ سے مروی ہے کہ ہر سال ایک شخص شیطانوں میں سے اُن کے پاس جاتا ہے اور سحر تازہ سیکھ آتا ہے اور آدمیوں کے اندر پھیلا دیتا ہے اور پہلے زمانہ میں کہ آغاز کارخانہ تعلیم اور تعلم کا تھا آدمی بھی اُن سے ملاقات کرتے تھے اور سحر سیکھتے تھے اور اُس کو مدون کر کے رکھ چھوڑتے تھے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہرچند وہ عورت بدکار تھی لیکن جب شوق سیکھنے اسم اعظم کا اُس کو ہوا اور اپنے ساتھ ہم صحبت کرنے کی اُسی کو شرط اُن دونوں فرشتوں سے ٹھیرایا پس اس کام میں دو وجہ حسن اور قبح کی مل گئیں حسن باعتبار نیت کے اور قبح باعتبار صورت عمل کے جیسا کہ کوئی پیاسا کہ بسبب تشنگی کے ہلاک ہوتا ہے غصب کے پانی سے کوئی شخص پیاس اُس کی بجھاوے یا مجبور کے مضطر کو کھانا حرام کھلاوے ناچار مسخ ہونا صورت اصلی سے قائم مقام بخارات صورت عمل کے ہوا لیکن حسن نیت کے سبب سے ساتھ ستارہ روشن کے متصل ہوئی اور سر اُس کا یہ ہے کہ اُس عورت نے حسن اور جمال اپنے کو وسیلہ حاصل

marfat.com

کرنے قرب الٰہی کا کیا تھا لیکن بے جا اور بے محل تھا پس اُس کو حسن اور جمال دائمی اس طرح عنایت ہوا کر ساتھ زہرہ کے روح اس کی کو متصل کیا اور ساتھ جرم نورانی کے تعلق اُس کو بخشا اور زہرہ پر چڑھ جانے ارواح آدمیوں کے اوپر آسمان کے کچھ تعجب نہیں جو مومن صالحین کچھ ہوتی ہیں اُن کی روحیں خصوصاً شہیدوں کی سات آسمان تک چڑھتی ہیں اور یہ بات مسلم ہے اور ہر چند کہ صورت کوکب کی اور مخلوقات کی نسبت سے شرافت اور عظمت رکھتی ہے لیکن بہ نسبت صورت انسانی کے حقیر اور ذلیل ہے پس کسی کی نسبت سے عظمت اور کسی کی نسبت سے حقارت پائی گئی اور فرشتوں کے کلام میں بیان کرنا عزم اپنے کا اوپر اطاعت اور فرمانبرداری کے ہے یعنی ہم بہر کیف تیری اطاعت کریں گے نہ تکذیب اور تجہیل جناب باری کی پس معنی کلام اُن کی کے یہ ہیں کہ ہم اپنی طرف سے یہ ارادہ محکم رکھتے ہیں گو واقع میں خلاف اُس کا ہو جاوے اور ظاہراً فرشتوں نے کلام الٰہی سے ایسا سمجھا ہو کہ شہوت اور غضب جس مخلوق میں رکھی جاوے صدور عصیان کا اُس کو لازم ہے گو اپنے اختیار سے نہ ہو اور اپنی طرف سے انھوں نے عرض کہ ہم سے ساتھ اختیار اپنے کے صدور گناہ کا نہ ہوگا پس دونوں کلاموں کے مدلول میں تناقض نہ ہوا کہ تکذیب اور تجہیل لازم آتی اور مسخ کرنا اُس عورت کا ساتھ صورت زہرہ کے معنی اُس کے یہ ہیں کہ روح اُس کی کو ساتھ روح زہرہ کے متصل کیا نہ یہ کہ پہلے سے یہ ستارہ موجود نہ تھا پس مخالفت واقع کی لازم نہ آئی اور زبیر ابن بکار اور ابن مردویہ اور دیلمی نے حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ سے روایت کی ہے کہ میں نے آں حضرت ؐ سے پوچھا کہ صورتیں مسخ کی ہوئی کتنی صورتیں ہیں فرمایا تیرہ فیل یعنی ہاتھی اور خرس یعنی ریچھ اور خوک یعنی سور اور بوزنہ یعنی بندر اور مارماہی اور سوسمار یعنی گوہ اور عطواط یعنی چمگادڑ اور کژدم یعنی بچھوا اور دعموص یعنی چھوٹا سا جانور کہ دریاؤں میں ہوتا ہے اور عرف ہندوستان میں اُس کو جولاہہ کہتے ہیں اور عنکبوت اور خرگوش اور سہیل اور زہرہ کہا میں نے یا رسول اللہ سبب مسخ اُن کے کا کیا تھا فرمایا کہ فیل ایک مرد تھا سرکش اور دولت مند کہ عادت لواطت اور بچہ بازی کی اُس میں تھی اور کسی بے ریش کو نہ چھوڑتا تھا کہ ساتھ اُس کے یہ حرکت نہ کرتا اور خرس ایک مرد تھا مخنث کہ اپنے تئیں مانند عورتوں کے آراستہ کیا کرتا تھا اور مردوں کو اپنے اوپر چڑھاتا تھا اور گروہ خوکوں کا ایک جماعت نصاریٰ سے تھی کہ نعمت نزول مائدہ کی ناشکری کی تھی اور گروہ بندروں کا

marfat.com

قوم یہودیوں کی تھا کہ ہفتہ کے دن شکار مچھلیوں کا کرتے اور مارماہی ایک آدمی دیوث تھا کہ درمیان عورت اپنی کے اور اور مردوں کے کٹناپن کرتا اور سوسمار ایک دہقان تھا جنگل نشین کہ حاجیوں کے قافلہ میں چوری کرتا اور وطواط ایک مرد تھا کہ میوے درختوں پر سے چوری کرتا اور کژدم ایک مرد زبان دراز تھا کہ کوئی آدمی اُس کی زبان سے نہ چھوٹتا اور دعموص ایک مرد چغل خور تھا کہ بسبب چغل خوری اپنی کے درمیان دوستوں کے جدائی ڈالتا اور عنکبوت ایک عورت تھی کہ اُس نے اپنے شوہر پر سحر کیا تھا کہ وہ مرگیا تھا اور خرگوش بھی ایک عورت تھی کہ حیض سے غسل طہارت نہ کرتی تھی اور سہیل ایک چوکیدار تھا یمن میں کہ ہر شخص سے زبردستی کچھ لے لیتا اور زہرہ لڑکی بادشاہ کی تھی کہ ہاروت اور ماروت کو مفتون اپنا کیا تھا اور تفسیر زاہدی میں بیچ تتمہ اس قصہ کے مذکور ہے کہ فراودا ھا الیٰ نفسہا فابت ان تمکن من نفسہا حتّٰی یعلماھا الاسم الاعظم فعلماھا فدخلت بیتا وتطہرت ودعت اللّٰہ تعالیٰ باسمہ الاعظم فمسخہا اللّٰہ تعالیٰ کوکبا فصعدت السماء یعنی پس ارادہ کیا اُن دونوں فرشتوں نے اُس عورت سے قضائے حاجت اپنی کا پس انکار کیا اس عورت نے بات سے کہ قادر کرے اُن دونوں کو اوپر نفس اپنے کے مگر یہ کہ سکھلا دیں وہ دونوں اس کو اسمِ اعظم پس سکھلا دیا اُنھوں نے اُس عورت کو اسمِ اعظم پس داخل ہوئی گھر میں اور پاک ہوئی اور پکارا اُس نے اللہ کو ساتھ اسمِ اعظم اُس کے کے پس مسخ کردی اللہ نے صورت اُس کی ساتھ ستارہ کے پس چڑھ گئی آسمان کو وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ یعنی اور وہ دونوں فرشتے ہرگز ارادہ گمراہ کرنے آدمیوں کا نہ رکھتے تھے اور سحر کی تعلیم میں کفر خلائق کا ان کو منظور نہ تھا جیسا کہ شیاطین کرتے تھے بلکہ ہرگز تعلیم نہیں کرتے تھے کسی کو یہاں تک کہ اُس کو خبردار نہ کرتے تھے اوپر قبح سحر کے اور نصیحت نہ دیتے تھے حَتّٰى یعنی یہاں تک کہ اپنے تئیں ساتھ صفت حقارت کے موصوف کرتے يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ یعنے کہتے تھے نہیں ہیں ہم مگر سبب فتنہ خلق کے اس واسطے کہ خلق ہم سے سحر سیکھ کر کافر اور نافرمان ہوتی ہے پس تیرے حق میں بہتر یہ ہے کہ یہ سحر سبب کفر اور نافرمانی کا ہے اور عادۃً سبب اس کا موجود ہوتا ہے تو اس کو اختیار نہ کر اور اگر اس کو اختیار کرتا ہے فَلَا تَكْفُرْ یعنے پس کافر مت ہو بسبب اعتقاد کرنے تاثیر کواکب اور شیاطین اور ارواح خبیثہ کے اور بسبب عبادت کرنے اُن کے کے اور جس وقت طالب اصرار

marfat.com

کرتا تھا اور باوجود نصیحت اور پند اُن کی کے سیکھنے سے باز نہیں آتا تھا اُس کو تعلیم کر دیتے کہ سحر
فلانے امر میں اس طرح ہوتا ہے اور فلانے میں اسطرح اور فلانے مقدمہ میں اسطرح اور فلانے میں اسطرح
اور اس ترتیب سے تاثیر اس کی ہوتی ہے بیچ فلانے کام کے اور اس ترتیب سے بیچ فلانے کام کے پس
خدا سے ڈر اور اُس کے عمل میں مشغول مت ہو تا کہ رفتہ رفتہ تاثیرات باطلہ کا اعتقاد تجھ میں
آجاوے گا اور صاحب تفسیر زاہدی اس مقام میں کہتا ہے فیقع هذا من الملكين على وجه
التحذير و من المستمع على جهة التعلم كما يقال الفقيه من
اخذ درهما بدرهمين فقد اربیٰ ومن فعل كذا فقد زنا فيقع من الفقيه
علیٰ جهة التحذير ومن المستمع علیٰ جهة التعلم یعنی ہوتی ہے تعلیم سحر
کی دونوں فرشتوں سے اوپر وجہ ڈرانے کے اور واقع ہوتی ہے نزدیک سُننے والے کے اوپر طریقہ
تعلم کے جیسا کہ کہے فقیہ اس کے متعلق لیوے ایک درم بدلے دو درم کے پس تحقیق سود لیا اُس نے اور
جو شخص ایسا کرے پس تحقیق زنا کیا اُس نے پس فقیہ سے یہ حکم اوپر طریق ڈرانے کے واقع ہوا اور
سُننے والے کے نزدیک تعلم اُس کا ہو گیا اور اُسی تفسیر میں کہتا ہے وانما جاز بيان السحر
لانه لا يتوصل الى اجتناب المحظور الا بعد العلم به كما لا يتوصل الى
اداء المامور به الا بعد العلم به يدل عليه قوله تعالیٰ فالهمها فجورها
وتقوٰها اى الهم كل نفس طاعتها ليفعلها ومعصيتها ليحذرها وقد
قيل لعمر رضى الله عنه ان فلانا لا يعرف الشر فقال ذلك احذر ان يقع
فيه وليس فى التعلم بالسحر اثم فى العلم لصفة الخمر ونعت الملاهى
والمعازف انما الاثم فى العلم به والاستعمال الا يرى ان سحرة فرعون
لما تركوا الكفر والعمل بالسحر لم يوجب ذلك نقصا فى دينهم انتهٰى
یعنی سوا اس کے نہیں کہ جائز ہے بیان سحر کا اس واسطے کہ اجتناب اور بچنا بُری بات سے نہیں
ہو سکتا ہے جب تک کہ اُس کو نہ جان لے جیسے ادا مامور بہ کا بغیر علم اس کے کے نہیں ہو سکتا ہے
دلالت کرتا ہے اسی بات پر قول اللہ تعالیٰ کا فالهمها فجورها وتقوٰها یعنی معلوم کروا دی
نفس کو بندگی اُس کی تا کہ کرے اُس کو اور بُرائی اس کی تا کہ بچے اُس سے اور تحقیق کہا گیا عمر رضی اللہ عنہ

marfat.com

سے کہ تحقیق فلانا شخص نہیں پہچانتا ہے بُرائی کو پس کہا حضرت عمر نے یہ بات لائق ہے کہ اُس میں پائی جاوے اور نہیں ہے بیچ سیکھنے سحر کے گناہ جیسے کہ نہیں گناہ بیچ جان لینے صفت شراب کے اور وصفت آلات لہو اور لعب کے سوائے اس کے کہ گناہ بعد علم کے بیچ عمل کرنے اس کے کے ہے دیکھا جاتا ہے کہ جادوگر فرعون کے انھوں نے کفر کو اور سحر کرنے کو کچھ اُن کے دین میں نقصان باقی نہ رہا باوجودیکہ سحر اان کو علم بعد ایمان کے بھی تھا باقی رہا اس جگہ ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ جب تعلیم سحر کی فرشتوں سے اور سیکھنا اُس کا آدمیوں سے ثابت ہوا پس تعلیم شیاطین اور تعلیم اُن کی میں فرق نہ رہا تعلیم شیاطین کی کس واسطے مذمت فرمائی اور موجب کفر کا گردانا کہ اس طرح فرمایا وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ اور اس تعلیم کو موجب کفر کا نہ مقرر کیا اور مورد عتاب کا نہ کیا جواب اس سوال کا عین تفسیر آیت میں ظاہر ہوا کہ تعلیم سحر کی شیاطین سے ملی ہوئی ساتھ اعتقاد تاثیرات باطلہ اور ترغیب دینے عمل کے ہوتی تھی اور تعلیم فرشتوں کی واسطے پرہیز اور احتیاط کے اور ملی ہوئی ساتھ نہی کے اور نصیحت کے پس فرق ظاہر ہو گیا اور مورد مدح اور ذم کا کھل گیا اور باوصف اس کے کہ سحر یہودیوں کا یا ماخوذ شیاطین سے ہے کہ حضرت سلیمان کے عہد میں رائج ہوا تھا یا ماخوذ فرشتوں سے ہے کہ جو بابل میں تعلیم اُس کی کرتے ہیں اور یہ دونوں قسم مذموم اور متروک ہیں اس واسطے کہ حال شیاطین کا بیچ عداوت بنی آدم کے اور اغوا اُن کی کے ہر خاص و عام کو معلوم ہے پس جو چیز کہ اُن سے ماخوذ ہو محل اعتماد کا کیونکر ہو سکے اور فرشتے خود اس علم کے سیکھنے سے منع کرتے ہیں اور نصیحت دیتے ہیں اور یہ یہودی ہرگز سحر اپنے سے کہ دونوں قسم نزدیک اُن کے مذموم ہیں دست بردار نہیں ہوتے ہیں فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا اور یہ جملہ معطوف ہے اوپر اتبعوا کے یعنے پس سیکھتے ہیں یہ یہودی دونوں جنس سحر کی خواہ ماخوذ شیاطین سے ہوں خواہ دونوں فرشتوں سے حالانکہ قبح ان دونوں قسموں کا جانتے ہیں اور محض کفایت سیکھنے کے اوپر نہیں کرتے ہیں بلکہ آدمیوں کو ضرر پہنچاتے ہیں اس واسطے کہ سیکھتے ہیں مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ یعنی اُن اعمال کو کہ جدائی ڈالتے ہیں بسبب اُن اعمال کے درمیان مرد اور عورت اُس کی کے اور سحر میں جُدائی دو طرح سے ہوتی ہے اول ساتھ حکم شرع کے اس واسطے کہ جب کوئی عورت اور مرد میں سے معتقد سحر باطل کا ہوا کافر ہو گیا اور

marfat.com

عورت اپنے خاوند سے جُدا ہوئی اور خاوند عورت سے جدا ہوگیا اور نکاح جاتا رہا اور دوسرے بطریق عرف کے اس واسطے کہ بسبب اُن اعمال کے موافق جاری ہونے عادت الٰہی کے درمیان شوہر اور بی بی کے بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے اور جدائی اُن میں ہو جاتی ہے حالانکہ یہ جدائی گناہ کبیرہ ہے اور باعث قطع نسب صحیح کا ہوتی ہے اور مخالف حکم شرع کے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عقد کے کرنیکو اور باقی رکھنے اُس کے کو فرمایا ہے پس جس چیز کا حق تعالیٰ وصل چاہتا ہے یہ لوگ اُس کو قطع کرتے ہیں اور جو کہ اللہ بناتا ہے یہ اُس کو توڑتا ہے پس اس فعل قبیح میں مخالفت الٰہی بھی لازم آئی اور فساد عالم کا بھی بسبب زنا ہونے اور قطع نسب کے اور ضرر پہنچانے کے ساتھ عورت اور خاوند کے اور جبکہ سحر سے یہ عمل شنیع کرتے ہیں معلوم ہوا کہ دوسرے عمل بھی البتہ کرتے ہوں گے حدیث صحیح میں آیا ہے بیچ سنن ابن ماجہ کے کہ آں حضرتؐ فرماتے تھے کہ بہتر سفارش اور صلح کے کاموں میں سے یہ صلح ہے کہ درمیان دو شخص کے کہ نکاح کے امر میں صلح کرے تو اور صحیح مسلم میں روایت کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ شیطان ہر روز صبح کے وقت تخت اپنا پانی کے اوپر رکھتا ہے اور اپنے خادموں اور تابعین کو زمین پر واسطے خراب کرنے آدمیوں کے بھیجتا ہے اور شام کے وقت جائزہ اُن کے کاموں کا لیتا ہے کہ جو کوئی بہت بڑا فتنہ آدمیوں میں ڈال کر آیا ہو اُس کا قرب اور منزلت زیادہ کرتا ہے پس کوئی اُس کے تابعین میں سے آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلانے آدمی کا ایسا پیچھا کیا کہ اُس نے زنا کیا یا چوری کی یا شراب پی شیطان کہتا ہے کہ کچھ نہیں کیا تو نے پھر دُوسرا آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے فلانے آدمی کو اس قدر بہکایا کہ درمیان اُس کے اور درمیان عورت اُس کی کے جدائی ڈال دی شیطان بہت خوش ہوتا ہے اور نزدیک اپنے اُس کو بُلاتا ہے اور اپنی چھاتی سے لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ بہت اچھا ہے بیٹا تو اور ابوالفرج اصفہانی نے بیچ کتاب اغانی کے ساتھ روایت عمرو بن دینار کے لایا ہے کہ حضرت امام حسن مجتبےؓ نے زریح باپ قیس کے کو فرمایا کہ آیا نزدیک تیرے حلال ہوئی یہ بات کہ درمیان قیس اور لبنیٰ کے جدائی ڈالی تو نے کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب فرماتے تھے کہ نزدیک میرے برابر ہے کہ درمیان مرد اور عورت اُس کی کے جدائی ڈالوں میں یا دونوں کو تلوار سے ماروں میں کہ گناہ میں دونوں برابر ہیں لیکن مسلمان کو نہ چاہیئے کہ سحر یہودیوں وغیرہ کے سے دل میں خوف کرکے کہنے لگیں کہ سحر میں جبکہ ایسی ایسی تاثیریں ہیں کہ شوہر اور زوجہ کی محبت سالہا سال کی

marfat.com

ایک لحظہ میں اُس کے زور سے دُور کر دیتے ہیں اور آدمیوں کے دلوں میں ایسا تصرف کرتے ہیں کہ باوجود موجود ہونے شرعاً وعرفاً گوناگوں اسباب محبت اور اُلفت کے بغض اور نفرت ڈال دیتے ہیں ہم کیونکر اس سے بچ سکیں گے اور اگرچہ اور قسم کے سحر سے جیسے کہ شکست دشمنوں کی یا ایک شئے کا دوسری شئے سے بدل دینا یا دکھلانا خارق عادتوں کا بچنا ممکن بھی ہو کہ ایمان کے زور سے محفوظ رہیں اور معتقد باطل تاثیروں کے نہ ہوں لیکن اس قسم کے سحر سے جیسے کہ شکست دشمنوں کی اور اور دل کو محبت سے طرف نفرت کے پھیر دیتا ہے کس طرح بچیں مبادا ہمارے دلوں کو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم اور خدا جلّ شانہٗ کی اور کتاب اور دین کی محبت سے یہ لوگ پھیر دیں اور صحبت پیغمبرؐ کی کہ برسوں سے ہم کو حاصل ہے مفارقت اور جدائی کے ساتھ بدل ڈالیں پس مایہ علاج ہر مرض باطنی کا ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے اور کسی حیلہ سے اُس کو دفع نہ کر سکیں اس واسطے کہ ہر چند یہ یہودی اور مثل اُن کے ایسی تاثیریں سحر کی رکھتے ہیں لیکن حقیقت میں کچھ نہیں کر سکتے ہیں اس واسطے کہ سحر اور تمام اسباب جہان کے کو بغیر حکم الٰہی کے کچھ تاثیر نہیں وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی اور نہیں ہیں یہ یہودی کہ ضرر پہنچاویں بسبب سحر اپنے کے کسی کو مگر ساتھ ارادہ اور مشیت الٰہی کے جس وقت وہ چاہتا ہے سحر کی باتوں میں تاثیر پیدا کر دیتا ہے اور جس وقت چاہتا ہے اُن اعمال کو تاثیر سے بند کر دیتا ہے اور اسی واسطے اگر کوئی ساحر چاہے کہ اللہ کے کاموں کو کہ عادت کے موافق ہمیشہ ہوتے ہیں مثلاً بارش کرنے اور اناج وغیرہ پیدا کرنے کو بند کر دے یا بغیر فوج اور لشکر کے کسی ملک پر سحر کے زور سے مسلط ہو جاوے یا کسی لشکر کو ہلاک کرے نہیں کر سکتا ہے انجام کار سحر کا یہ ہے کہ ضعیف دلوں میں ساتھ ڈالنے خواہشوں اور ارادوں کے تاثیر کرتا ہے اور وہ تاثیر بھی ہمیشہ باقی نہیں رہتی ہے پس مرد مومن کو کہ ذات وحدہٗ لاشریک کو موثر حقیقی سمجھتا ہے کہ کسی چیز سے سوائے خدا کے ڈرنا نہ چاہیئے کہ کل اختیار عالم اسباب اور مسببات کا اُسی کے ہاتھ میں ہے بلکہ حقیقت میں سوائے تاثیر اُس کی کے کوئی تاثیر نہیں جتنے کام اور فعل ہیں اُسی کے ہیں کہ جہان میں بڑے ہوتے ہیں وہم اور خیال والے جانتے ہیں کہ فلانے نے فلانا کام کیا ہے اور یہ یہودی بیچ شغل سیکھنے انھیں دو قسم سحر کے کہ مذموم اور معیوب ہے کفایت نہیں کرتے ہیں بلکہ اوقات اپنی کو بیچ حاصل کرنے اور چیزوں کے اس جنس سے کہ باعث روگردانی کا علم شریعت اور

marfat.com

وحی الٰہی سے ہو صرف کرتے ہیں وَیَتَعَلَّمُوۡنَ مَا یَضُرُّہُمۡ وَلَا یَنۡفَعُہُمۡ یعنی اور سیکھتے ہیں اُن علموں کو کہ ضرر کرتا ہے اُن کو گو دُوسروں کو ضرر کرے اور نفع نہیں دیتا ہے اُن کو گو اوروں کو دیوے اور عاقل کو چاہیئے کہ جو چیز اپنے تئیں ضرر دے اور نفع نہ کرے اُس سے احتراز کرے اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ علم فی نفسہ مذموم نہیں اگرچہ کیسا ہی ہو اور علم مذموم نہیں ہوتا ہے بندوں کے حق میں مگر ساتھ کسی وجہ کے ان تینوں وجہ سے اول یہ کہ توقع ضرر کی اُس سے ہو اپنے تئیں یا دوسرے کو جیسے کہ علم سحر کا اور طلسمات اور نجوم بھی اس قسم سے ہیں اس واسطے کہ اکثر خلق کو مضر ہے اس طرح سے کہ جب آثار عالم کے موافق اوضاع ستاروں اور آسمانوں کے دیکھتے ہیں اُن کے دل میں یہ بات آجاتی ہے کہ فلانی شئے بسبب تاثیر فلانے ستارہ اور فلانے برج اور فلانے درجہ کے ہے پس اُمید حاصل ہونے مطلبوں کی اور خوف فوت ہونے اُس کے کا ستارہ اور برج کی جہت سے دل میں ٹھہر جاتا ہے اور التفات طرف مالک ضرر اور نفع کے نہیں رہتی ہے اور ایک حجاب عظیم دل کے اُوپر آجاتا ہے کہ نظر آنے اللہ سے مانع ہوتا ہے دوسرے یہ کہ وہ علم ایسا ہے کہ اگرچہ فی نفسہ اُس علم میں ضرر نہیں لیکن یہ شخص بسبب قصور استعداد اپنی کے وقائق اور باریکیاں اُس علم کی نہیں دریافت کرسکتا ہے اور جب اُس کے وقائق کو نہ پہنچا جہل مرکب میں گرفتار ہوا اسی قبیل سے ہے بحث اسرار الٰہیہ کی اور حکمتوں شرعیہ کی اور اکثر علوم فلسفیہ اور علم قضا اور قدر اور مسئلہ جبر اور اختیار کا اور توحید وجودی اور توحید شہودی اور علم جھگڑے اور لڑائیوں کا کہ صحابہ کے درمیان میں ہوا تھا اور علم شطحیات اولیا کا مثل کلمہ انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی کے اور مثل اسی کے ہے کلمات اولیاء کے کہ معانی اُن کے سمجھ میں نہیں آتے ہیں جیسے کہ بعض مواضع فصوص الحکم کے اور مثل تاویلات قرآن مجید کے موافق قواعد تصوف کے اور ایسے ہی علم اشعار کا اور وصف خد اور خال کا کہ بیچ اخلاق عوام کے کہ دل اُن کے شہوت سے پُر ہوتے ہیں حکم زہر کا رکھتا ہے اور ہر چیز میں تخیل اور مبالغہ کرنے کا باعث ہوتا ہے تیسرے یہ کہ بیچ علموں نیک کے کہ شرعیہ ہیں تعمق اور تاویل بے جا کرے اور افراط اور تفریط عمل میں لاوے مثلاً بیچ علم عقائد اور توحید اور فلسفیات کے دخل دے اور بیچ علم فقہ کے حیلے اور روایتیں بے اصل نکالے اور علم سلوک میں اشغال جوگیوں کے دخل دے اور بیچ علم دعوت اسماء کے قواعد سحر اور طلسم کے ملاوے اور بیچ علم قصص انبیاء اور تواریخ کے جھوٹی باتیں یہودیوں

marfat.com

اور رافضیوں کی سنے تاکہ باعث فساد عقائد کا ہو وعلیٰ ہذا القیاس اور یہ سب علم اکثر خلق کو ضرر کرتے ہیں اور جو نفع کہ اُن علموں سے توقع کیا جاتا ہے ان کو حاصل نہیں ہوتا ہے اور یہودی ایسے ہی علموں میں پھنسے ہوئے تھے اور نیک علموں سے اعراض کرتے تھے اور یہ اشغال ان کے اس جہت سے نہ تھے کہ ضرر ان علموں کا نہیں جانتے تھے اور جہل و نادانی کی راہ سے ان علموں کو نافع اعتقاد کرتے تھے بلکہ وَلَقَدۡ عَلِمُوا لَمَنِ اشۡتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الۡاٰخِرَةِ مِنۡ خَلَاقٍ یعنی اور تحقیق یہودی جانتے تھے کہ جو کوئی خرید کرتا ہے اُس قسم کے علوم کو اور مال اور جان اپنی کو بیچ حاصل کرنے اُسکے کے کھوتا ہے اُس کو آخرت میں کچھ نصیب نہیں اس واسطے کہ مال اُس کا رائیگاں گیا اور اوقات اسکے کہ سرمایہ کسب ثواب کا تھے ضائع ہوئے اور جو چیز کہ آخرت میں کام آوے اُس کے ہاتھ میں نہ آئی اور بیچ حق اپنے کے اُوپر اس قدر بے نصیبی کے قناعت نہیں کی بلکہ وَلَبِئۡسَ مَا شَرَوۡا بِهٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ یعنی اور بہت بُری چیز ہے وہ کہ بیچا انھوں نے بیچ اُس کے جانوں اپنی کو اس واسطے کہ بسبب اشتغال ان علموں کے شقاوت اور بدبختی ہمیشگی کی حاصل ہوئی اور سعادت ہمیشگی کی ہاتھ سے گئی لَوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ یعنی کاش وہ جانتے کہ ہم سعادت ابدی کو شقاوت کے ساتھ بدل رہے ہیں بسبب حاصل کرنے اُن علموں کے لیکن وہ اس بات کو نہیں جانتے ہیں بلکہ گمان کرتے ہیں کہ اگر ہم مال اور اوقات اپنے کو بیچ درپے ہونے تحصیل ان علموں کے صرف کریں نہایت کار اُس کے کا یہی ہے کہ آخرت میں ثواب اُس کا ہم کو نہ ملے جیسے کہ اور مباحات میں یا گمان کرتے ہیں کہ اگر تحصیل ان علوم ضرر دینے والوں کی موجب عذاب ہمارے کی ہوگی وہ عذاب جلدی سے جاتا رہے گا اور تمام ہو جاوے گا اور اس امر میں تمسک ساتھ مفتریات اپنی کے کرتے ہیں کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ پس ہماری مثال اس معاملہ میں کہ جانوں اپنی کو تھوڑے سے عذاب میں گرفتار کیا ہے مثل اُس شخص کے ہے کہ واسطے حاصل کرنے لذت نفسانی کے شب بیداری کی یا رقص دیکھنے اور دیدار بازی میں رات کو نہ سویا اور کچھ زر بھی خرچ کیا اور تمام دن بسبب اس کے کچھ سستی اور ماندگی بدن میں یا نقصان مال میں ظاہر ہوا کچھ اُس شخص کو مقابلہ اُس لذت کے معلوم نہیں ہوتا کہ ہم اس نوبت کو نہیں پہنچے ہیں کہ جانیں اپنی بالکل بیچ ڈالیں اور وبال دائمی میں گرفتار رہیں اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ بیچ مدلول ولقد علموا اور لو کانوا یعلمون کے تناقض اور اختلاف

نہیں اس واسطے کہ مدلول لقد علموا کا حاصل ہونا علم رائگاں ہونے اس تحصیل کا آخرت کے اندر ہے یعنی آخرت میں اس کا ثواب کچھ نہ ملے گا اور مدلول لوکانوا یعلمون کا نفی علم عذاب ہمیشگی کی ہے بیچ حاصل کرنے اُن علموں کے اور درمیان علم ثابت اور علم منفی کے بہت تفاوت ہے اور باوجود اس کے کہ یہ یہودی بیچ اس قسم کی غفلتوں اور روگردانیوں کے کتب الٰہیہ سے اور علوم محمودہ سے گرفتار ہیں لیکن عنایت الٰہی اور رحمت عام اُس کی نے دروازہ توبہ اور اصلاح کا اُن کے اُوپر بند نہیں کیا وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا یعنی اور بالفرض یہ یہودی اگر اب بھی ایمان لادیں ساتھ کتابوں اپنی کے اور ساتھ اُس کتاب کے کہ اس وقت میں نازل ہوئی ہے وَاتَّقَوْا یعنی اور پرہیز کریں کتب سحر اور علوم ضارہ میں مشغول ہونے سے لَمَثُوْبَةٌ یعنی البتہ ثواب اگرچہ تھوڑا ہو مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ یعنی اللہ کے پاس سے بہتر اور نافع زیادہ ہے دُنیا اور تمام دُنیا کی چیزوں سے اور نعمتوں سے چہ جائے اُس کے کہ اُن کے ہاتھ میں سحر سے بطریق اُجرت یا رشوت کے کچھ حاصل ہوتا ہے یا نام اور جاہ بسبب اُن علوم کے پیدا کرتے ہیں لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ یعنی کاش وہ جانتے کہ ثواب آخرت کا بہتر دُنیا کے نفع اور فائدوں سے ہے باقی رہے اس جگہ چند سوال جواب طلب کہ تفسیر والے اس مقام میں وارد کرتے ہیں اوّل یہ کہ جملہ لبئس ماشروا بہ انفسھم کا جملہ انشائیہ مصدر ساتھ فعل ذم کے ہے اور جملہ لمن اشترٰہ ماله فی الاٰخرۃ من خلاق کا جملہ خبریہ ہے پس عطف انشا کا اوپر اخبار کے لازم آیا جواب اس سوال کا موافق اُس تفسیر کے کہ ہم نے اختیار کی ہے اس طرح ہے کہ یہ جملہ معطوف ہے اوپر ولقد علموا کے نہ اوپر لمن اشترٰہ کے اور داخل نیچے علم کے نہیں والا لوکانوا یعلمون کہ دلالت اوپر نفی علم اُن کے کرتا ہے منافی اُس کے ہوتا ہے اور اگر کہیں کہ ولقد علموا بھی جملہ خبریہ ہے ہم کہتے ہیں کہ لام توطیہ قسم کا ہے اور جملہ قسمیہ جملہ انشائیہ ہے خبریہ نہیں البتہ موافق تفسیر جمہور کے کہ اس جملہ کو معطوف اوپر لمن اشترٰہ کے گردانتے ہیں یہ سوال متوجہ ہوتا ہے اور جواب اُس کا اس طرح کہتے ہیں کہ انشاء کو بیچ تاویل خبر کے گردان کر ساتھ تقدیر مقول فی حقہم لبئس ماشروا بہ انفسھم ٹھیرا کر عطف کرتے ہیں سوال دوسرا یہ ہے کہ لو بیچ لوکانوا یعلمون کے واسطے تمنی کے ہے اور تمنی شے کی اُس وقت ہوتی ہے کہ اوپر حصول اُس شے کے قدرت نہ ہو لیس اللہ جل شانہٗ سے کہ قادر مطلق ہے

marfat.com

تمنی کس طرح متصوّر ہو سکے جواب اس کا یہ ہے کہ تمنی بیچ کلام الٰہی کے اُس جگہ واقع ہوتی ہے کہ اُس کلام کے اندر خطاب کرنا بشر کو ہوتا ہے جیسا کہ الفاظ شک اور اضراب کے بھی اس کلام میں موقوف اوپر اسی خطاب کرنے کے ہیں اور جبکہ نزول اس کلام کا واسطے مخاطب کرنے بشر کے ہے روش اور وطیرہ انکا گفتگو میں جاری فرمایا ہے گویا ایسا ارشاد ہوتا ہے کہ حال اُن کا بیچ مایوس ہونے کے دانش اور بینش سے اُس حد تک پہنچا ہے کہ کہنے والا اس لفظ کا بیچ حق اُن کے کہتا ہے اور کہہ سکتے ہیں کہ تمنّی بیچ کلام الٰہی کے محمول اوپر حقیقت اپنی کے نہیں بلکہ مجازاً مراد اس سے طلب شئے کی ہے اور لفظ تمنّی کے سے بیچ اس کلام کے مطلوب ہونا متمنی کا ثابت ہوتا ہے اور طلب کرنا امر غیر واقع کا خدائے تعالیٰ کی طرف سے بعید نہیں مثل ایمان ابولہب کے اور صاحب کشاف نے تمنّی کو بیچ کلام الٰہی کے مجازاً ارادہ مراد رکھا ہے لیکن یہ مراد لینی اوپر مذہب سنت اور جماعت کے نہیں اس واسطے کہ ارادۂ الٰہی نزدیک اُن کے مستلزم حاصل ہونے مراد کو ہوتا ہے سوال تیسرا یہ ہے کہ بیچ ولقد علموا کے اثبات علم کا بطریق تاکید قسمی کے فرمایا ہے اور بیچ لو کانوا یعلمون کے نفی علم کی اس حد کو پہنچائی کہ مایوسی کے مرتبہ کو پہنچا دیا اور حکم محالات کا اُس کے واسطے مقرر کیا یعنی فقط آرزو اُس کی رہی ظاہر میں یہ نفی اور اثبات متناقض دکھلائی دیتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ سوال اُس وقت وارد ہوتا ہے کہ لبئس ما شروا به انفسهم معطوف اوپر جملہ قسمیہ کے ہو داخل نیچے علم کے نہیں اور جائز ہے کہ مضمون جملۂ اولیٰ کا یہودیوں کو معلوم ہوا اور مضمون اس جملہ کا معلوم نہ ہوا اس واسطے کہ بیچ مضمون دونوں جملوں کے نہ اتحاد علمی ہے اور نہ تلازم علمی اس واسطے کہ مضمون جملہ پہلے کا یہ ہے کہ سعی کرنی بیچ تحصیل کرنے علوم ضرر دینے والوں کے کہ غیر نافعہ ہیں آخرت میں اُن کو نفع نہ دے گی اور مضمون اس جملہ کا یہ ہے کہ جان اپنی کو اس قسم کے علموں کی تحصیل میں صرف کرنا ثمرہ اُس کا بد ہے اور ظاہر ہے کہ نہ حاصل ہونا نفع کا کسی چیز میں حصول ضرر کو لازم نہیں مثل مباحات کے کہ نفع اخروی رکھتے ہیں اور نہ ضرر اخروی لیکن جمہور مفسرین نے کہ اس جملہ کو معطوف اوپر ملن اشتراه کے کیا ہے اور علم کے تحت میں اُس کو بھی داخل شمار کیا ہے پس بیچ جواب اس سوال کے ایسا کہا ہے کہ ثابت کرنا علم کا بیچ صدر جملہ پہلے کے علی سبیل التحقیق اور بیان واقعی ہے اور نفی علم کی دوسرے کلام میں

حقیقۃً نہیں تاکہ تناقض ہووے بلکہ بسبب نازل کرنے عالم کے بمنزلہ جاہل کے ہے اس واسطے کہ جو عالم موافق علم اپنے کے نہ چلے جاہل کے ساتھ برابر ہے سوال چوتھا یہ کہ لمثوبۃ من عند اللہ خیر جزا جملہ شرطیہ لو انھم امنوا واتقوا کی واقع ہوئی اور جزا ایسی چاہیئے کہ شرط کے اوپر موقوف ہو حالانکہ بہتر ہونا ثواب خدا کا اُن کے ایمان اور تقوای پر موقوف نہیں اس واسطے کہ ثواب اللہ تعالیٰ کا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے خواہ یہودی ایمان اور تقوٰی لاویں یا نہ لاویں، پس ربط درمیان اس شرط اور جزا کے کس طرح حاصل ہو جواب اس کا یہ ہے کہ ترتب جزا کا اوپر شرط کے کبھی باعتبار ثبوت واقعی کے ہوتا ہے مانند ان جاءك زید فاکرمہ اور کبھی باعتبار ثبوت علمی اور باعتبار حکم کرنے کے ساتھ اُس کے ہوتا ہے مانند و ما بکم من نعمۃ فمن اللہ و ان یکذبوك فقد کذبت رسل من قبلك اور اس جگہ بھی قسم اخیر کے قبیل سے ہے یعنی حکم کرنا ساتھ خیریت ثواب کے اور ذکر کرنا اُس کا نزدیک اُن کے موقوف اوپر ثبوت ایمان اور تقوٰی اُن کے کے ہے اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ لفظ لھم کا اس قول میں محذوف ہے اور اصل میں اس طرح ہے لمثوبۃ لھم من عند اللہ ساتھ قرینہ مقام کے اور خیریت ثواب کی کہ اُن کو حاصل ہو موقوف اوپر ایمان اور تقوٰی اُن کے کے ہے واللہ اعلم اور جیسا کہ اُن یہودیوں نے کتابوں الٰہی سے تحصیل سحر اور اقسام اُس کے کی اختیار کی ہے اور جانوں اپنی کو بیچ اس شغل بد کے ہلاکت میں ڈالا ہے ویسی ہی عادت اس بات کی بھی پکڑی ہے کہ جس وقت کلام اور خطاب بزرگوں سے کرتے ہیں فریب کی راہ سے دو طرفہ بات کرتے ہیں کہ ایک وجہ سے تعظیم اور ایک وجہ سے تحقیر اور اہانت اُس میں پائی جاوے اور اس قسم کا فریب باتوں میں جس وقت بیچ خطاب بزرگوں واجب التعظیم کے واقع ہو مشابہت تام سحر کے ساتھ اُس کو ہوتی ہے کہ فعل قبیح کے تئیں کہ تحقیر اور اہانت بزرگوں کی ہے بیچ پردۂ تعظیم حقیقی کے پوشیدہ اور مخفی کرتے ہیں تاکہ کوئی اس حقارت کو نہ سمجھے جیسے کہ ساحر فعل اپنے کو بیچ پردۂ خوارق اور کرامت صالحین کے مخفی کرتا ہے پس یہ لوگ بھی مرتکب سحر حقیقی کے ہوتے ہیں اور مرتکب سحر لسانی کے بھی اور مثال اس فریب اور دھوکہ بازی اُن کی یہ ہے کہ جب آں حضرتؐ کو دیکھتے تھے اور ساتھ اُس جنابؐ کے ہم کلام ہوتے تھے راعنا کہتے کہ معنی ظاہری اُس کے طلب کرنے رعایت اور توجہ کروانے طرف حال اپنے کے ہے

marfat.com

یعنی طرف حال ہمارے کے متوجہ ہو تم اور ہم کو تعلیم اور ارشاد فرماؤ اور یہ بات تعظیم کے اوپر دلالت کرتی ہے اور دوسرے قبیح معنیٰ بھی اس کے ہیں، اس واسطے کہ راعن بیچ لغت کے احمق کو کہتے ہیں، مشتق رعونت سے کہ ساتھ معنی حمق کے کہ ملا ہوا ہو ساتھ تکبر کے اور الف بیچ آخر اُس کے کے بدلا ہوا تنوین حالت نصبی کی سے ہے کہ وقف کی حالت میں وہ تنوین الف ہو جاتی ہے اور اس لفظ کو حکم منادیٰ نکرہ کا دے کر منصوب لاتے ہیں یعنی اے احمق متکبر اور اکثر یہودیوں کے عرف میں ساتھ اس قبیح معنیٰ کے رائج اور مشہور ہوا تھا چنانچہ لفظ مسطے کا ساتھ معنی مابوالحم کے بیچ عرف اوباش زمانہ ہمارے کے اور لفظ ثالث بالخیر کا ساتھ معنی ولد الزنا کے اور مرد مقدس ساتھ معنی احمق کے مستعمل ہے اور مسلمان لوگ اس معنی فاسد سے بے خبر تھے جب یہودیوں سے سنا کہ اس کلمہ کو بیچ مقام خطاب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے استعمال کرتے ہیں اُنھوں نے سمجھا کہ شاید یہ گروہ اہل کتاب ہیں بیچ تعظیم انبیاء کے اسی کلمہ کو منقول جان کر استعمال کرتے ہیں ہمارے تئیں بھی چاہیئے کہ اس کو استعمال کریں بسبب بے خبری اور نادانی کے اس کلمہ کو کہنے لگے پس دوسری مشابہت بھی تمسخر کی ساتھ بیچ استعمال اس کلمہ کے حاصل ہوئی کہ مسلمانوں کو طریق مخفی سے اس طرف لائے کہ کلمہ کفر کا زبان پر چلا دیں اور یہ نہ جانیں کہ یہ کلمہ کفر کا ہے بلکہ سمجھیں کہ کلمہ تعظیم پیغمبر کا ہے حضرت سعد بن معاذ نے کہ انصار کے بزرگوں میں سے تھے ایک دن یہودیوں سے اس کلمہ کو سنا اور بیشتر سے یہودیوں کے ساتھ نشست و برخاست اُن کی تھی اور جانتے تھے کہ یہ لفظ اُن کے عرف میں دشنام ہے سختی اور غصہ سے پیش آئے اور کہا کہ اگر اس کلمہ کو بیچ حق اُس جناب صلعم کے تمھاری زبان سے سنوں گا گردن تمھاری ماروں گا یہودیوں نے کہا کہ ہمارے اوپر کس واسطے غصہ ہوتے ہو مسلمان لوگ بھی کہ گروہ تمھارا ہے اس کلمہ کو بیچ حق آں جناب صلے اللہ علیہ وسلم کے کہتے ہیں سعد بن معاذ ناخوش ہو کر آگے آں حضرت کے پہنچے دیکھا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنی اے ایمان والو مقتضائے ایمان تمھارے کا یہ ہے کہ تلبیس اور دھوکے کے لفظ کو مطلق ترک کرو اگرچہ تمھارا قصد دھوکا دینے کا نہ ہو پس لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا یعنی مت کہو تم لفظ راعنا کا بیچ جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اس واسطے کہ اس لفظ میں معنی دشنام کے بھی نکلتے ہیں اور یہودیوں کو تمھارے کہنے سے سند ہاتھ آجاوے گی اور معنی فاسد ارادہ کر کے اس لفظ کو استعمال

marfat.com

کریں گے گو تم کو اُس معنیٰ فاسد کی خبر نہ ہو وَقُولُوا انْظُرْنَا یعنی اور کہو تم بدلہ اُس لفظ کے یہ لفظ یعنی انظرنا یعنی شفقت فرما اور ہمارے اور متوجہ ہو تو طرف حال ہمارے کے کہ معنی صحیح راعنا کا ادا کرتا ہے اور بالکل اس میں تلبیس نہیں اور باطل معنی اُس سے کسی کی عرف میں سمجھے نہیں جاتے ہیں۔ وَاسْمَعُوا یعنے اور سنو تم کلام رسول کا ساتھ کمال توجہ کے اور کانوں کو اُس کے سننے کی طرف لگاؤ اور ذہن کو حاضر کرو تاکہ حاجت اس کی نہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے توجہ طرف حال اپنے کے چاہو تم اور ان دونوں کلموں سے ایک کلمہ کہو اس واسطے کہ توجہ اور کان رکھنا ذمہ شاگرد کے ہے نہ اوپر ذمہ اُستاد کے شاگرد کو چاہیئے کہ اُستاد کو بار بار ساتھ اعادہ کرنے کلام کے تنگ نہ کرے اور اول سے اپنے تئیں متوجہ رکھے تاکہ تقریر اُستاد کی سے بہرہ اٹھاوے اور کس طرح باوجود ایمان کے اس قسم کے دھوکے اور ایذا رسول علیہ السلام کی تم سے متصور ہو جا لائحہ تحقیر اور ایذا رسُول کی بلاشبہ کفر ہے وَلِلْكَافِرِيْنَ یعنی اور واسطے کافروں کے عوض ان کلمات کے کہ اُن کے کہنے سے ایذا رسُول کی چاہتے ہیں اور رسول کو اس کے سبب دلی صدمہ ہوتا ہے عَذَابٌ اَلِيْمٌ یعنی عذاب درد دینے والا ہے کہ ہرگز اس ایذا اور اس صدمہ کو اُس کے ساتھ کچھ نسبت نہیں اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید اور فرقان حمید میں اٹھاسی جگہ اس امت کے مسلمانوں کو ساتھ اس لفظ کے خطاب فرمایا کہ یا ایھا الذین اٰمنوا اور یہ موضع پہلا اُن مواضع میں سے ہے اور کہا ہے کہ خطاب ساتھ مسلمانوں کے خاصہ اسی کتاب حمید کا ہے پہلی کتابوں میں خطاب طرف انبیاء کے ہوتا تھا کہ امتوں اپنی کو احکام پہنچاویں اور بیچ اس جگہ کے بلاواسطہ خطاب اس امت کی طرف کرتے ہیں اور یہ بات بڑے شرف کی اُن کے حق میں ہے کہ ساتھ ذریعۂ افضل المرسلین کے حکم پیغمبروں کا اُن کو دیا ہے اور الحمد للہ اس جگہ سے اشارۃً یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ جب اس دار میں اُن کے تئیں ساتھ ایمان کے لقب فرمایا ہے اُس دار میں بھی اہل امن اور امان سے کہے جاویں گے کہ وبشر المومنین بان لھم من اللہ فضلا کبیرا یعنی خوشخبری دے مومنوں کو ساتھ اس طرح کے کہ واسطے اُن کے اُن کی طرف سے فضل بڑا ہے زوائد مسند امام احمد اور شعب الایمان بیہقی اور اور کتابوں معتبرہ حدیث کی میں آیا ہے کہ ایک شخص آگے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے آیا اور کہا کہ مجھ کو کوئی نصیحت اور وصیت فرماؤ کہا انھوں نے کہ جب قرآن پڑھے تو اور اس میں اس لفظ کو سُنے کہ یا ایھا الذین اٰمنوا یعنی فی القرآن کان

marfat.com

اپنے کو خوب متوجہ رکھ اور ذہن اپنے کو حاضر کر اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ طرف تیرے خطاب کرتا ہے اور کسی نیک چیز کا امر فرماتا ہے یا کسی چیز بد سے منع کرتا ہے اور ابو نعیم بیچ حلیۃ الاولیاء کے ساتھ روایت ابن عباسؓ کے لایا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس آیت کے اوّل میں یا ایّھا الّذین اٰمنوا کا لفظ آیا ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سردار اُس آیت کے ہیں لیکن ابو نعیم نے بعد روایت اس حدیث کے کہا ہے کہ اس قول کی کسی نے نسبت طرف آں حضرتؐ کے نہیں کی ہے مگر ابن ابی خثمہ نے اور ہم بھی اُس سے یہ حرف لکھتے ہیں اور دوسرے راوی اس کو کلام ابن عباس ٹھیرا کر روایت کرتے ہیں واللہ اعلم اور بیچ حلیۃ الاولیاء اور کتابوں حدیث اور تفسیر کے ابو خثمہ سے یہ روایت بھی لائے ہیں کہ جس جگہ قرآن میں یا ایّھا الّذین اٰمنوا وارد ہوا ہے ایسے مقام میں بیچ توریت اور انجیل کے یا ایّھا المساکین مذکور ہوتا تھا اور بھی جاننا چاہیئے کہ راعنا اور انظرنا ہر چند کہ دونوں مرادف ایک دوسرے کے ہیں اور ایک معنی رکھتے ہیں لیکن ہر گاہ کہ لفظ راعنا کا شامل اوپر اُس مفسدہ کے تھا کہ مذکور ہوا اُس سے منع کرنا اور لفظ دوسرا تجویز کرنا مناسب حکمت کے ہوا پس وہ کو بعض شافعیہ نے برخلاف مذہب حنفی کے اس مقام میں بطریق استدلال کے ذکر کیا ہے کہ ایک کلمہ کے جائز ہونے سے طرف شارع کے سے کسی مقام میں لازم نہیں آتا ہے کہ دوسرا کلمہ کہ مرادف اُس کا ہو بھی جائز ہو جاوے پس اگر کوئی شخص بجائے اللہ اکبر کے خدائے بزرگ کہے یا الرّحمٰن اجل کہے نماز اُس کی درست نہیں ہوتی ہے خوب چسپاں نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ کلام اُس جگہ میں ہے کہ ایک دونوں مترادفوں میں سے شامل اوپر مفسدہ کے نہ ہو علاوہ یہ کہ بعضے حنفیوں نے ترادف کو بھی منع کیا ہے کئی وجہ سے ایک وجہ یہ ہے کہ ہر چند بحسب مدلول لغوی کے راعنا اور انظرنا ایک معنی رکھتے ہیں لیکن مدلول عربی راعنا کا دشنام اور بُرا کہنا ہے اور اُس میں کمال مخالفت انظرنا کے مدلول سے پائی جاتی ہے دوسرے یہ کہ راعنا باب مفاعلہ سے ہے کہ دلالت اوپر مساوات کے درمیان مخاطبین کے کرتا ہے گویا ایسا کہتے ہیں تو رعایت ہماری کر تاکہ ہم رعایت تیری بات کی کریں اور اس طرح کا خطاب رسُول کی جناب میں کمال بے ادبی ہے ساتھ دلیل لا تجعلوا دعاء الرّسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا کے تیسرے یہ کہ اس خطاب میں ایک نوع استعلا کا پایا جاتا ہے یعنی رعایت کر سُننے کلام ہمارے کی اور غافل مت ہو اُس سے اور ساتھ دوسری چیز کے مشغول مت ہو

marfat.com

اور بیچ انظرنا کے محض سوال شفقت اور مہربانی کا ہے اور بیچ لفظ واسمعوا کے اشارہ ہے طرف اُس بات کے کہ شاگرد کو چاہیئے کہ ساتھ کمال توجہ اور التفات کے کلام اُستاد کا سُنے تاکہ حاجت دوبارہ کلام کرنے کی اُس کو نہ پڑے جب کہ مسلمانوں کو اس کلمہ کے سیکھنے سے منع فرمایا اگرچہ یہودی لوگ کہ اپنے تئیں اہل کتاب جانتے ہیں اور تعظیم انبیاء کے مرتبے سے خوب واقف ہیں اس کلمہ کو استعمال کرتے تھے اب بیان فرماتے ہیں کہ کہنا یہودیوں کا اس کلمہ کو بیچ خطاب پیغمبر تمہارے کے واسطے غرض فاسد کے ہے کہ تاکہ اس کلمہ کو سیکھ کر تم بھی استعمال کرو اور ساتھ بُرائی اور قباحت مضمون اس کلمہ کے خبردار نہ ہو اور آدمیوں کے روبرو حماقت تمہاری ظاہر ہو اور حماقت منافی ہے اُتارنے وحی کو تمہارے اوپر اس واسطے کہ جس گروہ پر اوّلاً وحی نازل ہو چاہیئے کہ تیز فہم اور ذکی ہو پس گویا بیچ نظر آدمیوں کے ثابت کرتے ہیں کہ یہ فرقہ قابل اس کے نہیں کہ وحی الٰہی اس کے اوپر نازل ہو اس واسطے کہ مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ یعنے دوست نہیں رکھتے ہیں وہ لوگ کہ کافر ہو گئے ہیں اہل کتاب میں سے یعنی یہودی مدینہ کے وَلَا الْمُشْرِكِينَ یعنی اور مشرکین مکہ کے أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ یعنی یہ کہ نازل کیا جاوے اوپر تمہارے مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ یعنی امر خیر کا طرف پروردگار تمہارے کے سے اور جبکہ قدرت اس بات کی نہیں رکھتے ہیں کہ خدا کو نازل کرنے خیر کے سے اوپر تمہارے منع کر سکیں ناچار قصد کرتے ہیں کہ بے لیاقتی تمہاری آدمیوں کے نزدیک ثابت کریں اور منشا اثبات کا یہودی ہوتے ہیں اور قبول کرنے والے اس شبہ کے مشرکین پس اس وجہ سے تمہارے ساتھ تمسخر اور ابہام اُن کے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا اس واسطے کہ حسد اُن کا اس وقت سرسبز ہووے اور کارگر ہووے کہ نزول وحی کا خدا کی طرف سے موقوف کریں اور یہ بات اُن کے تئیں ممکن نہیں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ محکوم اُن کا نہیں وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ یعنی اور اللہ تعالیٰ خاص کرتا ہے ساتھ رحمت اپنی کے کہ نزول وحی کا بھی آثار اُس رحمت کے سے ہے مَنْ يَشَاءُ یعنی جس کسی کے تئیں چاہے بندوں سے اگرچہ ظاہر بینوں کی نظر میں لیاقت اُس رحمت کی نہ رکھتا ہو اور اسی سبب سے نو دولتیے کا اہل خاندان قدیم تمسخر اور استہزا کرتے ہیں بلکہ صاحب ہر کمال وہبی کا اہل خاندان موروثی باوجود اس کمال کے تحقیر کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ جس وقت حق تعالے کسی کو بزرگی اور منصب عنایت فرماتا ہے اوّل اُس کو لیاقت اُس منصب کی بخشتا ہے خصوصاً بیچ مناصب شرعیہ اور مراتب دینیہ کے

marfat.com

اور اسی واسطے کہا ہے مصرعہ   بجائے خویش بود آنچہ کردگار دہد
اور سبب اس غلط فہمی اُن کی کا یہ ہے کہ قیاس غائب کا اوپر حاضر کے کرتے ہیں اور جیسے کہ بعضے بادشاہ آدم ناشناس بعضے نااہلوں کے تئیں منصب بڑے بغیر جانچ کے بخشتے ہیں اور اس شخص سے عہدہ برآئی اُس منصب کی نہیں ہوسکتی اور وہ بجائے پنبہ بونے کے پشم بونے کے واسطے امر کرتا ہے ایسے ہی بادشاہ بادشاہوں کا بھی اس طرح بغیر اٹکل اور جانچ کے کوئی کام کرے ہوسکتا ہے حالانکہ یہ بات اُن کی غلط ہے اس واسطے کہ تفضل اور احسان بندوں کا بیچ حق دوسرے بندوں کے سراسر ناقص اور ناتمام ہے اسی سبب سے بعضے آدمیوں کو منصب دیتے ہیں اور لیاقت اُس منصب کی نہیں دے سکتے ہیں۔
وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یعنی اور خدا صاحب فضل بزرگ کا ہے کہ حد کمال اور تمام کی سے متجاوز ہوا اور اُس کا تفضل ایسا کامل ہے کہ اُس کے نزدیک منصب کا دینا اور لیاقت منصب کی دینی برابر ہیں اور اگر یہودی واسطے تشویش خاطر مسلمانوں کے شبہ دل میں ڈالیں اور کہیں کہ اگر حق تعالےٰ کی طرف سے تمہارے اوپر خیر اور نیکی نازل ہوتی ہے اور یہ نزول قرآن کا آثار رحمت اُس کی سے ہے اور اُس کو فضل عظیم جانتے ہو پس نسخ احکام کا کہ تمہارے دین میں مکرر واقع ہوا اور ہوتا ہے اس کے کیا معنی ہیں اگر پہلا حکم تمہارے حق میں بہتر تھا پس حکم دوسرا برا ہوا اور اگر حکم دوسرا خیر تھا حکم پہلا بد ہوا اور بہت وقت پیغمبر تمہارے کے اوپر وحی آتی ہے اور کوئی کلام اُس پر اُترتا ہے اور اُس کو آپ بھی پڑھتا ہے اور دوسروں کو بھی واسطے پڑھنے اُس کے کے حکم کرتا ہے اور امیدوار ثواب کا ہوتا ہے اور کسی اور وقت وہ سب اُترے ہوئے اُس کے دل سے بھول جاتے ہیں اور بالکل یاد نہیں رہتے ہیں پس وہ امر خیر جس میں ثواب کی توقع تھی کس واسطے اُس سے لے لیا یہ کیا رحمت ہے اور کونسا فضل اور احسان ہے واسطے دفع اس شبہ کے اس مضمون کو سمجھ اور دوسروں کو بھی سمجھا کہ بیچ نسخ کے تبدیل خیر کی ساتھ شر کے یا تبدیل شر کی ساتھ خیر کے نہیں تا کہ منافات وحی کی خیریت کے ساتھ لازم آوے بلکہ ناسخ اور منسوخ دونوں خیر ہیں اس واسطے کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ یعنی جس چیز کو کہ کرتے ہیں ہم منسوخ یعنی کسی آیت کو قرآن کی آیتوں سے اور حکم اُس کے کو موقوف کرتے ہیں گو کہ تلاوت اُس کی باقی رہے اور قرآن کے اندر لکھی جاوے اور حافظوں کے دلوں میں موجود ہو جیسے کہ یہ آیت والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وصیۃ لازواجہم

marfat.com

متاعا الی الحول کہ حکم اس کا یہ ہے کہ عدت میں ایک سال واجب ہے اور ساتھ دوسری آیت کے کہ حکم اُس کا ہے کہ عدت کے اندر چار مہینے دس دن واجب ہیں منسوخ ہوا اور رہا لانکہ یہ آیت بھی قرآن مجید میں موجود ہے اور فراموش نہیں ہوئی بلکہ اوپر زبان ہر حافظ کے جاری ہے اور مثل آیت یا ایہا الذین امنوا اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ کے کہ حکم اس کا بھی منسوخ ہے اور تلاوت اُس کی باقی ہے اور ایسی ہی آیت مصابرہ اور ٹھہرنے کی کفار کے مقابلہ میں کہ ایک کو مقابلہ دس آدمیوں کے سے بھاگنا نہ چاہیئے بلکہ مقابل میں رہے اور یہ حکم منسوخ ہے اور سورۃ انفال میں موجود ہے اور پڑھی جاتی ہے اور اوپر اسی قیاس کے اَوْ نُنْسِهَا یعنی یا فراموش کروا دیں ہم اُس آیت کو خاطر پیغمبر کی سے اور دوسرے قاریوں کی سے یہاں تک کہ الفاظ بخوبی یاد نہ رہیں اور اُس کے الفاظ میں شبہ پڑ جاوے گو اصل مضمون اور بعضے الفاظ یاد بھی رہیں خواہ حکم اس آیت کا برقرار ہو مثل آیت الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم کے حکم اس کا برقرار ہے اور الفاظ اُس کے بخوبی یاد نہیں رہے کوئی کہتا ہے کہ اس کے آخر میں واللہ عزیز حکیم ہے اور کوئی کہتا ہے وکان اللہ عزیزا حکیما ہے اور اور ایسے ہی موضع اس کا بھی بخوبی معلوم نہیں کہ کونسی سورۃ میں تھا اور اسی واسطے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کے کہنے سے اُس کو تلاوت سے موقوف فرمایا اور مانند لا ترغبوا عن اٰبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن اٰبائکم الولد للفراش وللعاھر الحجر کے جیسے کہ روایت کیا اس کو ابن عبد البر نے بیچ تمہید کے عمرو سے اور مانند جاھد وا کما جاھدتم اوّل مرۃ کے روایت کیا اُس کو ابو عبید نے عبد الرحمٰن بن عوف سے اور مانند بلغوا قومنا انّا لقد لقینا ربّنا فرضی عنا وارضانا کے کہ زبان شہدائے بئر معونہ کے سے حکایۃً نازل ہوا تھا روایت کیا اُس کو بخاری نے اور مسلم نے اور مانند لو کان لابن اٰدم وادمن ذھب لابتغیٰ الیہ ثانیا ولو کان لہ وادیان لابتغیٰ الیہ ثالثا ولا یملأ جوف ابن اٰدم الا التراب ویتوب اللہ علیٰ من تاب کے کہ اکثر محدثین نے اس کو بہت صحابہ سے نقل کیا ہے اور مصحف ابی بن کعب میں بھی لکھا ہوا تھا لیکن بعضے الفاظ اُس کے

marfat.com

مشتبہ ہوئے کہ مثل بطن آدم یا جوف ابن آدم ہے موضع اُس کا بھی مشتبہ ہوا کہ سورۃ احزاب میں تھا یا سورہ براۃ میں اور صدر اس کا بھی فراموش ہوا کہ انا انزلنا المال لاقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ تھا یا چیز دوسری اور ایسی ہی آیت ان اللہ سیؤید ھذا الدین برجال ما لھم فی الاٰخرۃ من خلاق کے یا یہ لفظ ہے باقوام لاخلاق لھم روایت کیا اس کو ابوعبیدہ وغیرہ نے ابو موسٰی اشعری سے اور غیر اُس کے سے اور اوروں کے قیاس کیا جاوے اور خواہ حکم اُس کا بھی موقوف ہوا ہو مثل عشر رضعات معلومات یحرمن کے اوّل اور آخر اس آیت کا تمام فراموش ہو گیا اور اُس کا موضع بھی نسیا منسیا ہوا اور حکم اُس کا بھی موقوف ہے روایت کیا اس کو بخاری نے حضرت عائشہؓ سے اور ابوداؤد بیچ کتاب ناسخ اور منسوخ کے اور بیہقی بیچ دلائل النبوۃ کے ساتھ روایت ابوامامہ بن سہل بن حنیف کے لائے ہیں کہ ایک شخص انصار میں سے رات کے وقت تہجد کے واسطے اُٹھے اور بعد الحمد کے چاہا کہ جو سورۃ یاد تھی اور ہمیشہ اُس کو پڑھتے تھے پڑھیں ہرگز اوپر پڑھنے اُس کے کے قادر نہ ہوتے اور تمام سورۃ حافظہ ان کے سے چلی گئی سوائے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے اُوپر زبان اُنکی کے اور کچھ نہیں آتا تھا صبح کے وقت متعجب ہو کر دوسرے صحابہ سے پوچھا سب نے کہا کہ وہ سورۃ ہم بھی ایسے ہی بھول گئے۔ سب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو آئے اور ماجرا بیان کیا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس رات میں وہ سورۃ منسوخ التلاوت ہوئی سینہ میرے اور سینہ تمام آدمیوں کے سے باہر گئی بلکہ نقوش لکھے ہوئے بھی جاتے رہے بہرحال ان دو طریق سے کوئی واقع ہو نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا یعنے البتہ لاتے ہیں ہم بہتر کو اُس آیت منسوخہ یا فراموش ہوئی سے اَوْ مِثْلِھَا یعنی مانند اُس آیت منسوخ ہوئی یا فراموش ہوئی کے بیچ خوبی کے پس بیچ دونوں آیتوں منسوخہ اور ناسخہ کے خیریت موجود ہوتی ہے اگرچہ منسوخ میں خیریت زیادہ ہو بہ نسبت ناسخ کے بعض وقت میں تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اگر کسی آیت کا حکم منسوخ ہوتا ہے پس ناسخ اُسکی دوسری آیت ہوتی ہے کہ دُوسرا حکم اُس آیت سے نکلتا ہے اور یہ حکم بہ نسبت پہلے حکم کے بہتر ہوتا ہے کہ سہل تر بیچ عمل کے ہوتا ہے مثل فاقرؤا ما تیسر من القراٰن کے کہ سہل تر قم اللیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القراٰن ترتیلا سے ہے بیچ عمل کے ادا کرنے میں بھی سہل اور مصلحت

وقت کے واسطے بھی زیادہ موافق ہے مثل الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا کے کہ عمل میں بھی سہل ہے اور مصلحت وقت کے واسطے بھی زیادہ موافق ہے کہ بیچ وقت کثرت فوجوں کے ضعیف القلب بھی آدمی درمیان میں ہوتے ہیں اگر اُن کو بھی مانند قوی لوگوں کے اس بات کی تکلیف دی جاوے کہ ایک آدمی بیچ مقابلہ دس آدمیوں کے ٹھہرے اور نہ بھاگے جہاد کرنے سے ایسے لوگ دل چھپاویں گے یا اُس فعل ناسخ میں بہ نسبت فعل منسوخ کے موافقت مصلحت عامل کی زیادہ ہو گو کرنے میں سہولت نہ ہو جیسے معین ہونا روزہ کا بیچ ماہ رمضان کے کہ ناسخ تخییر کا ہے درمیان فدیہ دینے اور روزہ رکھنے کے یا ثواب میں زیادہ ہو گو موافقت مصلحت عامل کی اُس میں زیادہ نہ ہو اور عمل میں بھی سہل ہو جیسا کہ حکم جہاد کا ابتداء اسلام میں کہ اب تک اجتماع بہت نہیں ہوا تھا اور آدمی جنگ آزمودہ اور مشاق آلات حرب کے دین میں داخل نہیں ہوئے تھے اور یہ حکم ناسخ آیتوں صبر اور عفو کا ہے یا حکم ناسخہ کا بیچ امور مذکورہ کے مانند حکم آیتوں منسوخہ کے ہوتا ہے اور جو آیت کہ فراموش ہو جاتی ہے پس عوض اُس کے آیت دوسری آتی ہے کہ بجائے اُس کے اس آیت کو پڑھیں اور ثواب حاصل کریں اور وہ بھی کبھی بہتر پہلی آیت سے ہوتی ہے بیچ کثرت ثواب کے اور فصاحت الفاظ کے اور بلاغت کلام میں جیسے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام بیچ جگہ ان ذات الدین عند اللہ الحنیفۃ السمحیۃ لا الیہودیۃ ولا النصرانیۃ اور کبھی مثل فراموش کی ہوئی کے ہوتی ہے بیچ ان امور کے مانند اکثر آیتوں کے کہ آیتوں بھلائی ہوئی کے بدلے میں آئی ہیں اس جگہ جاننا چاہیے کہ نسخ بیچ احکام تکوینیہ کے ہے اور ملاحظہ کرنے حال نظام تکوینی الٰہی سے استبعاد نسخ نظام تشریعی کا کہ سبب شبہ ڈالنے کا فروں کے ذہنوں میں آتا ہے دفع ہو جاتا ہے بیان اُس کا یہ ہے احکام الٰہیہ کو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں خواہ جنس احکام تکوینیہ کے سے ہوں خواہ جنس احکام شرعیہ کے سے دو قسم ہیں یا خاص ہیں یا عام ہیں اور خصوصیت اُن کی یا بہ نسبت اشخاص کے ہے کہ وہ احکام انھیں شخصوں کے واسطے ہیں دوسروں کے واسطے نہیں یا بہ نسبت کسی زمانہ کے کہ اُسی وقت میں موجود ہوں اور دوسرے وقت میں موجود نہ ہوں پس جو کہ خاص ساتھ اشخاص کے ہیں تابقائے اشخاص باقی رہتے ہیں اور بعد اُس کے منسوخ ہو جاتے ہیں اور جو کہ ساتھ کسی زمانہ کے ہیں تا باقی رہنے اُس زمانہ کے وہ بھی باقی

marfat.com

رہتے ہیں اور بعد گزر جانے اُس زمانہ کے موقوف ہوتے ہیں خواہ وہ زمانہ گزرنے والا قلیل ہو مثل احکام منسوخہ قرآن کے خواہ طویل مثل احکام شریعتوں پہلی کے اور تغیر اور تبدیل منافی ثبوت اُن احکام کے بیچ لوح محفوظ کے نہیں اس واسطے کہ وجود ان کا انھیں اوقات اور ازمان تک ثابت ہے مانند تمام احکام تکوینی کے کہ اس قسم کے ہیں جیسے کہ صحت اور مرض اور غنا اور فقیری کے کہ لوح محفوظ میں کسی شخص کی ایک وقت معین تک لکھی ہوئی ہے اُس وقت تک رہے گی بعد اُس کے منسوخ ہو جاوے گی اور جو احکام عام ہیں بالکل قابل نسخ کے نہیں تا ابدالآباد باقی اور برقرار ہیں جیسے کہ تکلم انسان کا اور سیدھا ہونا قد اُس کے کا اور بیچ احکام شرعی کے مثل حرمت شرک اور زنا اور لواطت اور چوری کے اور اس بیان سے ظاہر ہوا کہ بیچ نسخ احکام کے خواہ کونی ہوں خواہ شرعی تغیر اور تبدیل علم الٰہی میں نہیں آتی ہے تبدیل اور تغیر ہمارے ذہنوں میں سمجھی جاتی ہے اور یہ نقصان ہمارا ہے کہ مدت حکم کی ہم کو معلوم نہیں اور غلط فہمی سے اُس حکم کو مستمر اور ہمیشہ رہنے والا جانتے ہیں اور ہرچند کہ یہ بات بیچ احکام کونی کے کہ جہان میں تغیر اور تبدیل تمام چیزوں کی ہوتی رہتی ہے جانتے انکار اور محل شبہ کا نہیں اس واسطے کہ ہر شخص بنی آدم سے تغیر صحت کا ساتھ مرض کے ایک بدن میں اور تغیر تونگری کا ساتھ فقیری کے ایک شخص میں اور تغیر غلبہ کا ساتھ مغلوبیت کے بیچ ایک قوم اور ایک گروہ کے اور زوال دولتوں اور سلطنتوں کا کہ کبھی کسی قوم کے پاس اور کبھی کسی کے پاس اور ایسے ہی آبادی اور ویرانی ایک مکان اور ایک شہر کی جدا جدا زمانہ میں مشاہدہ کرتا ہے اور تغیرات اور تبدیلات کو طرف اسباب خفیہ اُن کے کے نسبت کرتا ہے لیکن احکام شرعی میں کفار اس نوع کی تغیر اور تبدیل کو دیکھ کر اور سن کر ساتھ طعن اور طنز کے مستعد ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ واسطے دفع اس طعن اُن کے کے ہر مسلمان کو خطاب کر کے تلقین جواب کی کرتا ہے اور خطاب کر کے فرماتا ہے اَلَمْ تَعْلَمْ یعنی آیا نہیں جانتا ہے تو اے صاحب عقل کے اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی اس بات کو کہ خدائے تعالیٰ اوپر سب چیزوں کے قادر ہے اس واسطے کہ جہان کے اندر دیکھتا ہے تو کہ اللہ تعالیٰ ہر لحظہ اور ہر آن میں طرح طرح کے حوادث اور عجائبات رنگارنگ ظاہر کرتا ہے اور جو چیز کہ کسی کی فہم اور وہم میں نہ آوے ساتھ قدرت کاملہ اپنی کے اُس کے تئیں ساتھ احسن وجوہ کے سرانجام دیتا ہے جیسے کہ بدل دینا مرض کا ساتھ صحت کے اور بدلنا مفلسی کا

marfat.com

اور لاچاری کا ساتھ دولت اور ثروت کے اور پھیر دینا نہایت کمزوری کو طرف قوت کے اور تغیر کرنا سلطنت کا ساتھ گدائی کے اور عزت کا ساتھ ذلت اور بے نوائی کے اور روشنی کا ساتھ تاریکی کے اور تاریکی کا ساتھ روشنی کے اور جبکہ اُس کو قدرت اس تبدیل اور تغیر کی ثابت کرتا ہے تو پس اُس ذات کی سے کیا بعید سمجھتا ہے تُو کہ ایک حکم کو ساتھ دوسرے حکم کے اور ایک لفظ کو ساتھ لفظ دوسرے کے تبدیل فرماوے اور ایک حکم کو منصب مشروعیت کے سے معزول فرما کر دوسرے کو بجائے اُس کے قائم کرے اور ایک لفظ کو شرف تلاوت اور تقرب کے سے موخر کرکے دوسرے کو ساتھ اس مرتبہ کے سرفراز کرے اور حکم دونوں لفظوں کا بیچ اپنے کے مستحسن اور نیک ہو اور اگر اس اجمال سے گرہ اشکال تیرے کی نہ کھُلے اور زنگ آئینۂ مدرکہ تیرے سے دُور نہ ہو ہم پوچھتے ہیں اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ یعنی آیا نہیں جانتا ہے تو کہ واسطے خدا کے ہے بادشاہت سات آسمانوں کی اور زمین کی اور ہر آسمان میں اور ہی حکم اور ہی ذکر اور ہی تدبیر مقدر فرمائی ہے اور ایسے ہی ہر ولایت کے اندر لغت اور وضع دوسری اور طریق دوسرا رکھا ہے اور تمام احکام اور تدبیریں اور اوضاع اور لغات اپنے اپنے مرتبہ میں پسندیدہ اور حسن ہیں سندھیوں کو اصطلاح سندکی خوش معلوم ہوتی ہے اور ہندیوں کو اصطلاح ہند کی خوش آتی ہے اور جبکہ اختلاف احکام اور تدبیرات الٰہیہ کا بسبب اختلاف مکانوں کے یقین کیا تُو نے اور سب کو محمود اور بہتر جانا پھر بیچ اختلاف ان احکام اور تدبیروں کے ساتھ اختلاف اشخاص اور گروہوں اور زبانوں کے کس واسطے استبعاد کرتا ہے تُو اور حکم کو بیچ زمانہ اپنے کے اور بیچ حق اشخاص اور گروہ مختلف کے کہ جائے ورُود اُن حکموں کے ہیں کس واسطے بہتر نہیں سمجھتا ہے تُو اور قطع نظر اس سے جبکہ ساتھ دلالت معجزات کے صدق پیغمبر وقت کا ثابت ہو اور یقیناً معلوم ہوا کہ جو کچھ وہ پہنچاتا ہے بلاشبہ حکم خدا کا ہے بلاشبہ بیچ قبول کرنے اُس حکم کے کہ ناسخ پہلے حکم کا ہو کوئی عذر نہیں رہتا ہے اور کس طرح بیچ فرمانبرداری حکم الٰہی کے ساتھ ان شبہوں واہیہ کفار کے تردّد اور شبہ کرتے ہو وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِیٍّ یعنی اور حال یہ ہے کہ نہیں ہے تمہارے لئے سوائے خدا کے کوئی کارساز کہ کام معاش اور معاد تمہارے کی اصلاح کرے اگر کارساز دوسرا تمہارے واسطے ہوتا گنجائش اس بات کی تھی کہ اس کارساز کو متلون مزاج اور معتدل الحکم

سمجھ کر چھوڑ دیتے اور دوسرے کارساز کی طرف رجوع کرتے اور چارہ معاش اور معاد اپنی کا اُس سے طلب کرتے وَّلَا نَصِيْرٍ یعنی اور نہیں ہے سوائے اُس کے تمہارے تئیں کوئی یاری دینے والا کہ اگر اللہ تعالیٰ اوپر نافرمانی احکام ناسخہ اپنے کے تم سے باز پُرس کرے اور عذاب میں پکڑے تجھے وہ یاری دینے والا تم کو اُس کے ہاتھ سے چھڑا لے پس تم باوصف جاننے حکمت نسخ اور بیچارگی اپنی کے اور بیچ ہاتھ اُس کے کے حکم اُس کے کو جس وقت میں جس طرح کہ فرماوے مطیع اور فرمانبردار ہوتے ہو اور اُس کو اپنے سر اور آنکھوں پر رکھتے ہو اَمْ یعنی یا نہیں بلکہ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْاَلُوْا رَسُوْلَكُمْ یعنی چاہتے ہو کہ سوال کرو تم اور درخواست کرو تم رسُول اپنے سے تبدیل احکام الٰہی کی کہ جو کچھ پہلے فرمایا ہے اُسی کو برقرار رکھے اور اُس کو نسخ نہ کرے یا جو کہ تمہارے اوپر شاق اور گراں ہے اُس کو موقوف کرے اور درخواست اس بات کی رسُول سے اس جہت سے ہے کہ وہ تمہاری طرف سے اس آرزو کو جناب الٰہی میں عرض کرے اور بار بار اُس کے واسطے خدا سے کہے تاکہ موافق اُس کے اجابت ہو كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ یعنی جیسے کہ سوال کئے گئے تھے موسیٰ اسی طرح پیشتر سے اس واسطے کہ موسیٰ علیہ السلام جس وقت کوئی حکم احکام الٰہی سے طرف بنی اسرائیل کے پہنچاتے تھے اور ان کو وہ احکام مخالف نفس کے اور شاق طبیعت پر معلوم ہوتے مثل جہاد عمالقہ کے اور دینا چوتھا حصہ مال کا بیچ زکوٰۃ کے اور مانند اُس کے حضرت موسیٰؑ سے نہایت تاکید سے درخواست کرتے کہ جناب الٰہی میں عرض کر کے اُس حکم کو تبدیل کروا دیں اور بدلے اُس کے حکم دوسرا کہ سبک اور سہل ہو لا دیں اور حضرت موسیٰؑ کثرت سوال اُن کے سے بہت دل تنگ ہوتے تھے یہاں تک کہ لے محمدؐ موسیٰؑ نے شکایت اُن کی معراج کی رات تیرے روبرو بھی کی اور تجھ کو بھی تاکید فرمائی کہ جناب الٰہی سے پہلے پہنچنے سے اوف امت اپنی کے تخفیف احکام سوال کر اور پچاس نمازوں کو طرف پانچ کے تخفیف کروا اور ایسے ہی بیچ قصہ بقرۃ کے سبب کثرت سوالات اپنے کے بقرہ مطلق کو طرح طرح کی قیود کے ساتھ مقید کروا کر تنگی میں گرفتار ہوئے اس واسطے کہ ایسی بقرہ نادر اور کمیاب تھی اور ظاہر ہے کہ درخواست کرنی تبدیل حکم الٰہی کی خصوصاً نافرمانی کرنی حکم ناسخ کی اور لازم کرنا حکم منسوخ کا صریح کفر ہے اور مستلزم ہے زبردستی کرنے کو اور فرمائش کو اوپر خدا کے وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ یعنی اور جس نے بدل لیا کفر کو ایمان کے ساتھ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ

marfat.com

السَّبِیْلِ یعنی پس تحقیق گم کیا اس نے راہ راست کو اس واسطے کہ حکم منسوخ اگرچہ حکم الٰہی ہے لیکن جب منسوخ ہوا ہدایت اس میں باقی نہ رہی اور بمنزلہ اس کے ہے کہ راستہ چلنے والا طے کئے ہوئے راستہ کو الٹ کر پھر اسی راستہ پر چلنے لگے اور آگے کو نہ چلے کہ ہرگز مطلب کو نہ پہنچے گا باقی ہے اس جگہ کئی سوال جواب طلب اول یہ کہ تغیر اور تبدیل کے بیچ احکام کونی کے مثل صحت اور مرض وغیرہ کے بہت طریق اور اسباب معلوم ہیں اور بسبب اطلاع کے اوپر ان اسباب کے استبعاد اور استعجاب دفع ہوتا ہے مثلاً معلوم ہے کہ گرمیوں میں برف نہیں جمتی ہے اور جاڑوں میں حاجت پانی برسنے کی نہیں ہوتی ہے اور آدمی فلانے سبب سے غنی ہوتا ہے اور غنی بسبب فلانی فلانی چیز کے مفلس بنتا ہے اور بیمار دواؤں کے ساتھ صحت پاتا ہے اور تندرست بدپرہیزی کے سبب سے بیمار ہوتا ہے لیکن تغیر اور تبدیل کا بیچ احکام شرعی کے کیا سبب اور کیا وجہ ہے اس جگہ سوائے آزمائش اور امتحان مکلفین کے کہ اطاعت کرتے ہیں یا نافرمانی اور کوئی سبب ظاہر نہیں اور یہ موجب تغیر اور تبدیل کا نہیں ہوسکتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ ہرچند کہ سبب اصلی بیچ احکام شرعیہ کے بھی ہے لیکن یہ آزمائش اور امتحان محض ایسا نہیں کہ دلیل اور حکمت اس کی کوئی نہ ہو رعایت مصالح مکلفین کی اور اصلاح معاش اور معاد ان کی ہے مثل تکلیف دینے طبیب کے مریض کو کہ جو چیز اس کے تئیں نافع ہے اسی شئے کا حکم فرماتا ہے اور جو چیز اس کیلئے ضرر دینے والی ہے اس شے سے نہایت منع کرتا ہے اور آزمائش مکلفین کی اس وجہ سے نہیں کہ جس طرح اتفاق ہوجاوے امتحان ان کا کیا جاوے خواہ رعایت مصالح ان کے کی اس میں ہو یا نہ ہو بلکہ رعایت مصالح کی ضرور ہے اور جس وقت رعایت مصالح معاشیہ اور معادیہ مکلفین کی منظور ہوئی اور علاج امراض روحانی انکی کا پیش نہاد ارادۂ الٰہیہ کا ہوا اس سے ضرورت اس بات کی ہوئی کہ باعتبار مختلف ہونے مصلحتوں اور امتوں اور زمانہ کے اختلاف احکام کا حاصل ہو اور علماء محققین نے کہا ہے کہ نسخ بیچ احکام شرعیہ ساتھ ایک وجہ کے چار وجہوں میں سے ہوتا ہے اول یہ کہ حکمت حکم شرعی کی جدا جدا رنگ میں ظہور پکڑتی ہے کبھی ایک رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی دوسرے رنگ میں اور جبکہ حکمتیں مختلف ہوئیں احکام موافق انہیں حکمتوں کے ہوں گے پس ظاہر بین لوگ ظاہر کو دیکھ کر احکام کو مختلف شمار کرتے ہیں اور باریک بین حکمتیں مخفیہ کو دیکھ کر سب حکموں کے تئیں متحد جانتے ہیں مثلاً مشابہت

marfat.com

کفار کی اُن کی عیدوں اور عبادتوں میں کہ حکمت الٰہی اس بات کو چاہتی ہے کہ اُس کو دُور کیا جاوے اور جس زمانہ میں کہ یہودی دار الاسلام کے قرب وجوار میں کثرت سے بستے تھے اور شنبہ کے دن کی نہایت درجہ تعظیم کرتے تھے مسلمانوں کو حکم ہوا کہ شنبہ کے دن اکیلا روزہ نہ رکھیں مگر جو اور دنوں کے روزے رکھیں اُن کے شمول میں اس کا بھی روزہ ہو جاوے تو مضائقہ نہیں جیسے کہ روزے ماہ رمضان کے یا ایام بیض کے اور جب یہودی اُس ملک سے نیست اور نابود ہوتے اور بالکل خوف مشابہت کا نہ رہا حرمت روزہ تنہا شنبہ کی منسوخ ہوئی مثل اور دنوں کے روزہ کے اُس دن کا روزہ بھی مباح اور نفل ہوا دوسرے یہ کہ ارادۂ الٰہی واسطے تدبیر امور جہان کے تعلق نئی نئی طرح سے پکڑتا ہے اور جدے جدے نقش کو چاہتا ہے کہ سابق میں وہ طور نہ تھا پس بمقتضائے اُس تدبیر جدید اور نقش غریب کے بہت احکام ایسے صادر ہوئے کہ پہلی شریعتوں میں اور پہلے وقتوں میں بالکل صادر نہ ہوئے تھے یا برخلاف اُن کے صادر ہوئے تھے جیسے کہ بیچ وقت بعثت خاتم المرسلین کے تدبیر الٰہی عالم کے واسطے اس صورت میں منظور ہوئی کہ نبوت اور بادشاہت کو جمع فرماویں پس جو احکام کہ ممزوج ساتھ دونوں وجہ کے تھے صادر ہوئے اور مسائل جہاد کے اور تقسیم غنیمتوں کے اور خراج اور جزیہ کے اور جو مناسب اُن کے ہیں ظاہر ہوئے اور پہلے زمانہ میں کہ نبوت بادشاہت کے ساتھ ملی ہوئی نہ تھی یہ احکام بھی نہ تھے بلکہ خلاف اس کے حکم ہوتا تھا مثلاً غنیمتیں حلال نہ تھیں اور لینا جزیہ اور خراج کا مخالفوں سے قبول کرنے دین کے بدل میں جائز نہ تھا تیسرے یہ کہ رواج اور رسم بزمانہ بعثت اس پیغمبر کے بسبب رواج اور رسم قوم اس پیغمبر کے بعضے حکم کو چاہتے ہیں کہ پیشتر اس سے نہ ہونے س رواج اور رسم کے اُس وقت میں وہ حکم نہ تھا یا اُس قوم میں وہ حکم نہ تھا اور ایسے ہی مختلف جانے رسموں اور رواجوں کے بیچ مدت نزول وحی کے ابتدا سے انتہا تک کہ مدت تیئیس برس کی تھی یہی سبب بدل جانے بعضے حکموں کا ہوا اور ایسے ہی رعایت اور محافظت قواعد ملت کی کہ جس ملت کے قائم کرنے کے واسطے بعثت اُس پیغمبر کی ہوئی ہے اس تبدیلی کو چاہتی ہے مثل ملت ابراہیمی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیچ حق خاتم المرسلین کے اور اسی سبب سے ہے کہ انتقال کعبہ کا ناسخ استقبال بیت المقدس کا ہو گیا چوتھے یہ کہ بیچ تبدیل احکام کے اور نقل کرنے ایک تکلیف سے بالتدریج سہولت ہے اس واسطے کہ انتقال کرنا اباحت محضہ سے طرف تکالیف شاقہ کے اکثر نفوس کو گوارا

نہیں ہوتا ہے پس ضروری ہوا کہ اول ساتھ سبک اور خفیف تکلیفوں کے خوگر کیا جاوے تاکہ رفتہ رفتہ امور شاقہ اور ثقیلہ کو بھی اُٹھا سکیں اور بیچ اس تدریج کے نسخ مکرر بھی واسطے اسی حکمت کے وارد ہوا جیسے کہ بیچ متعہ کے اور ظاہر ہونا اس تدریج کا خمر کی حرمت میں ظاہر ہے اور بیچ تقسیم ترکہ اور وزن سہام کے واسطے والدین اور بنات کے بھی روشن ہے سوال دُوسرا کہ متفرع اوپر اس سوال کے ہے یہ ہے کہ یہ وجوہات اور اسباب واسطے نسخ کرنے احکام اور تلافی کے تسلی دینے والے خاطر کے ہوئے لیکن فراموش کرنے الفاظ قرآن کے کہ وہ محض خیر اور نفع ہے اس واسطے کہ موجب ثواب و ذریعہ حصول قرب اور رضامندی الہٰی کا ہے کس سبب سے سمجھنا چاہئے اور ظاہر ہے کہ جو اسباب پہلی قسم میں بیان ہو چکے بیچ نسخ تلاوت کے کہ فراموش کرنا الفاظ کا مراد اسی سے ہے جاری نہیں ہوتے ہیں اور پیش نہیں جاتے ہیں اور کچھ اُن کو دخل نہیں جواب اُس کا یہ ہے کہ سبب اس قسم کے نسخ کا نہایت دقیق ہے بدون تمہید مقدمہ کے ذہن نشین نہیں ہوتا ہے اور اس مقدمہ کو جاننا چاہیئے اس طرح کہ طریق القائے علوم کا غیب سے اور ہے اور طریق القائے الفاظ مرتبہ اور کلمات مؤلفہ کا اور ہے اس واسطے کہ القا علوم کا اولاً اوپر مدرکہ کے ہوتا ہے اور وہاں سے طرف خیال کے آتا ہے اور الفاظ کے پیرایہ میں آن کر زبان کے اوپر جاری ہوتا ہے اور طریق القائے الفاظ اور کلمات مرتبہ کا اس طرح ہے کہ قوت خیالیہ میں اس قدر بسط اور فراخی ہو جاتی ہے کہ الفاظ اور کلمات بڑی بڑی عبارت والے اُس میں گنجائش کر سکتے ہیں پس بیچ القائے الفاظ کے ترقی ہے باعتبار قریب ہونے اُس کے کے عالم غیب سے بہ نسبت القائے علوم کے کہ ایک درجہ نیچے مقام تعقل سے تنزل کر کے بیچ سرحد تخیل کے داخل ہوتا ہے اور اسی واسطے یہ نوع القاء الفاظ کا مخصوص ساتھ اولوالعزم پیغمبروں کے ہے۔ علی الخصوص ساتھ خاتم المرسلین ﷺ کے اس واسطے کہ اکثر وحی متلو پہلے نبیوں پر اس طرح پر آتی تھی کہ کتاب الٰہی تختیوں پر لکھی ہوئی اور پتھروں پر حروف اُس کے کھدے ہوئے پہنچتے تھے اور بیچ حق اس افضل الرسل کے مصور حروف عالیات کا کر روح القدس ہے بجائے تختیوں زبرجدی کے صفحہ خیال مقدس اُن کے کو بنا کر صورتیں حرفوں کی منقش کر دیتا تھا اور جبکہ اس قسم کا القا بہ نسبت قوائے بشریہ کے نہایت نادر اور غریب تھا ناچار بعضے اوقات میں واسطے امتحان اور عادت کرانے کے کوئی کلام مرتب القا ہوتا تھا اور باقی رہنا اُس کلام کا تختی خیال میں منظور نہ ہوتا تھا اور مثال

اُس کی بلا تشبیہ یہ ہے کہ لڑکوں کو ابتدا میں تعلیم کے وقت نئے نئے نمونے اور عجائب مسودے ذہن سے نکالے ہوئے اور قاعدے ہجا کے سکھلائے جاتے ہیں اور ان چیزوں کے سکھلانے سے اور کچھ مطلب نہیں ہوتا ہے فقط آزمائش اور صورتیں حرفوں کی ذہن نشین کرتے ہیں ایسے ہی اس جگہ بھی ہوا اور اسی واسطے فرمایا ہے سنقرئك فلا تنسیٰ الا ماشآء اللہ یعنی قریب ہے کہ پڑھا دیں ہم تجھ کو پس نہ بھولے گا مگر یہ کہ چاہے اللہ بھلانا جس کا اب اس چیز کا بیان کرتے ہیں خاص انھیں الفاظوں کے بھلانے کی وجہ کیا ہے حالانکہ مضامین تمام آیتوں کے یاد رکھنے میں ایک دوسرے کے برابر یا قریب قریب ہیں پس یہ سوال ایسے جواب کو چاہتا ہے کہ نہایت تفصیل اور تطویل اس میں ہے کہ حوصلہ اس تفسیر کا گنجائش اس کی نہیں رکھتا ہے اور اس جگہ اوپر اسی اجمال کے کہ مُستغنی ہے قناعت کرنی چاہیئے اور اگر بعضے نکتوں کو نفس تقاضا شدید کرے تو اس قدر سننا چاہیئے کہ بعضے وقت میں ہول اور خوف مضمون اس وحی کا مقتضی اس کا ہوتا ہے کہ بار بار کان اس کو نہ سُنے جیسے کہ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما یعنے بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جس وقت زنا کریں پس سنگسار کرو تم ان کو کہ اُس میں بیان سخت تر عذاب کا ہے اور کبھی لفظ دوسرا کہ مختصر اور چھوٹا وحی پہلی یا پچھلی میں موجود ہوتا ہے پس حاجت اس کی نہیں رہتی ہے اور واسطے سمجھانے فی الحال کے حاجت نازل کرنے اس لفظ کے پڑی تھی کہ فرصت تامل کرنے کی بیچ وحی سابق کے یا انتظار وحی لاحق کے نہ تھی مثل لا ترغبوا عن اٰبائکم فانہ کفر بکم ان ترغبوا عن اٰبائکم کے کہ اُس کے بعد اس کلام کے کہ وقضیٰ ربك ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا الخ حاجت نہ رہی اور اسی کے مانند ہے نسخ لو کان لابن اٰدم وادمن ذھب کے آخر آیت تک کہ الھٰکم التکاثر حتیٰ زرتم المقابر باوجود اختصار عبارت کے اُس سے مستغنی کرتا ہے اور کبھی تسلی اور تشفی خاطر پژمردہ اور غم کھینچے ہوؤں کی منظور ہوتی ہے اور یہی بات سبب نازل کرنے کسی کلام کی ہوتی ہے اور بعد تسلی اور تشفی اور دُور ہونے غم کے چنداں حاجت طرف اُس کے نہیں رہتی ہے بلا تشبیہ ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کی طرف رقعہ لکھے اور بعضے حاضروں میں اپنا سلام بھی اُس خط میں لکھوا دے اگر مکتوب الیہ مضمون اُس خط کا معلوم کرنے کے واسطے نقل اُس خط کی کرے البتہ اُس سلام اور اور عبارت کو ساقط اور حذف کرے گا اور یہی باعث

marfat.com

نسخ ہوگئے بلغوا عنا قومنا الخ کا واسطے تسلی زندوں کے مردوں کی طرف سے پیغام پہنچانا منظور تھا اور وہ ہو گیا اور ایسے ہی باقی آیتوں فراموش کی ہوؤں کو قیاس کرنا چاہیے سوال تیسرا یہ کہ اقسام نسخ کے اصول والوں کے نزدیک تین قسم ہیں ایک یہ کہ فقط نسخ حکم کا ہو مثل آیت وجوب صدقہ کے پیچ نجوٰی کے یعنی وقت پوشیدہ باتیں کرنے کے بیچ کان مبارک آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور دوسری قسم فقط نسخ تلاوت کی مثل آیت رجم کے اور تیسری قسم نسخ دونوں چیزوں کی تلاوت کی بھی اور حکم کی بھی مثل عشر رضعات یحرمن اور اس آیت میں اشارہ طرف دو قسم کی کے فرمایا ہے اور حکم کے منسوخ ہونے کا نام نسخ رکھا ہے اور نسخ تلاوت کو انسا کہا اور قسم تیسری کو ذکر نہ کیا سبب اُس کا کیا ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ حقیقت میں اقسام نسخ کی بھی وہی دونوں ہیں کہ مذکور ہوئیں اور قسم تیسری انھیں دونوں قسموں کے ملانے سے حاصل ہوئی قسم حقیقی نہیں اور اسی واسطے دونوں قسموں کے اندر داخل ہے گویا ایسا ارشاد ہوا کہ ماننسخ من اٰیۃ سواء انسیتھا اولا او ننسھا سواء نسخنا ھا اولا نات بخیر منھا او مثلھا اور مؤید اس اشارہ کا یہ ہے کہ صاحب تحصیل کے کہتے ہیں کہ تقسیم کے اندر وحدت مقسم کی معتبر ہے اور اسی واسطے جمع کرنے دو قسموں کے سے قسم تیسری برأسہ پیدا نہیں ہوتی ہے ورنہ کوئی تقسیم منحصر نہ رہے اس واسطے کہ مجموع دو قسموں کا قسم تیسری ہو جاتی ہے سوال چوتھا یہ ہے کہ جس وقت منسوخ التلاوۃ کو فراموش کیا ہے پس چاہیئے کہ وہ آیتیں بالکل فراموش ہو جاویں اور کسی کو یاد نہ رہیں حالانکہ آیتیں منسوخ التلاوۃ اب تک یاد ہیں کہ نقل کرتے ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ فراموش کروانا اُن آیتوں کا اس طرح نہیں کہ کوئی لفظ اور معنیٰ اُس کا ذہن میں نہ رہے بلکہ معنیٰ اُس کے یہ ہیں کہ تمام عبارت اُن آیتوں کی علی الترتیب یاد نہ رہے اور بعضے لفظوں میں یا ترتیب میں اشتباہ پڑجاوے اور جبکہ شبہ اُس میں پڑ گیا منزل ہونا اُس کا یقیناً ثابت نہ ہوا اور حد قرآن کی سے کہ منزل بالیقین ہے نکل گیا اور بعضے محققین نے کہا ہے کہ فراموش ہونا حافظہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے سے دلیل نسخ تلاوت کی ہے لیکن یہ فراموش ہونا تین قسم پر ہے ایک یہ کہ تلاوت اُس آیت کی اتنی آدمیوں کو نہیں پہنچی کہ تواتر کی حد کو پہنچیں اور پہلے ہی وہ آیت فراموش ہوئی اور دوسرے یہ کہ اگرچہ تبلیغ تلاوت کی طرف عدد تواتر کے پہنچی لیکن وقت بھول جانے حافظہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم

marfat.com

کے سے اوروں کے ذہن سے بھی فراموش ہوئی مگر سب کے ذہنوں سے فراموش ہونا اُس کا نہیں مانتے آدمیوں کے ذہنوں سے تلاوت اُس کی فراموش ہو جاوے کہ بعد اُس کے عدد تواتر کا نہ رہے گو بعضوں کو تلاوت اُس کی یاد بھی رہ جاوے اور ان دونوں قسم میں نسخ متحقق ہے اور تیسرے یہ کہ بعد فراموش ہونے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اس قدر آدمیوں کو وہ آیت یاد رہے کہ عدد تواتر کا بسبب اُن کے باقی رہے پس یہ دلیل نسخ تلاوت کی نہیں اس واسطے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بارہا بیچ بعضی آیتوں کے شبہ ہو گیا تھا جیسے کہ بیچ قرأت فجر کے سورۃ روم اور اور سورتوں میں سے بہت آیتیں چھوٹ گئے تھے اور بعد نماز کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ آیا تم میں ابی بن کعبؓ تھا کہ مجھ کو لقمہ دیتا اور اُن آیتوں کو کہ میں چھوڑ گیا تھا یاد دلاتا اور جس وقت ابی ابن کعبؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں حاضر تھا لیکن جانا میں نے کہ ان آیتوں کو جب حضرت نے موقوف کیا شاید منسوخ ہوئی ہوں اس سبب سے لقمہ نہیں دیا ارشاد فرمایا کہ انما انا بشر انسی کما تنسون فاذا نسیت فذکرونی یعنی سوا اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں بھولتا ہوں میں جیسے کہ تم بھولتے ہو پس جس وقت بھولوں میں پس یاد دلایا کرو مجھ کو اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ آیتیں منسوخ ہو جاتیں تو میں تم کو اس کی خبر دیتا ھکذا رواہ بعض اصحاب السنۃ پس معلوم ہوا کہ فراموش ہونا آیت حافظ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سے باوصف باقی رہنے اُس کے کے بیچ حافظ جماعت کثیرہ کے کہ تواتر کی حد اُن میں پائی جاتی ہے موجب نسخ تلاوت اُس کی نہیں ہوتا ہے اور جو لوگ کہ مطلقاً فراموشی آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دلیل نسخ تلاوت کی جانتے ہیں بیچ جواب اس قصہ اور مانند اس کے کے کہتے ہیں کہ نسیان اور شے ہے اور سہو اور ذہول یعنی غفلت اور شے ہے نسیان اُس وقت پایا جاتا ہے کہ بالکل آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حافظہ میں نہ رہے اور یہ بات بیچ غیر منسوخات کے موجود نہیں ہوئی اور قرأت سورہ روم وغیرہ کے اندر کہ فراموشی ہو گئی تھی فقط سہو اور شبہ تھا بالکل بھول نہ گئے تھے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ سنقرئک فلا تنسی الا ما شاء اللہ اور فرق سہو اور نسیان میں یہ ہے کہ بیچ مجرد سہو کے خبردار کرنا کفایت کرتا ہے کہ جس وقت مدرکہ نے التفات کیا انسان اُس آیت کو حافظہ میں پاتا ہے اور نسیان میں فقط التفات اور خیال کرنے سے یاد نہیں آتی ہے جب تک نئے سرے سے الفاظ اُس کے نہ سُنے

اور از سرِ نو یاد نہ کرے اور ظاہر ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اُن مواضع میں ایسی حالت عارض نہ ہوئی تھی و الا لقمہ دینا اور خبردار کرنا فائدہ نہ کرتا البتہ عرف میں اس حالت کو بھی بطریق مشابہت کے کبھی نسیان کہہ دیتے ہیں اور موافق اسی اطلاق عرفی کے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انما انا بشر انسی کما تنسون و الانسیان قرآن کا بموجب نص قرآنی یعنی سنقرئك فلا تنسیٰ الخ کے آنحضرت سے محال تھا مگر جس وقت کہ ارادۂ الٰہی تعلق پکڑتا ساتھ نسخ اس کی کے اور اسی تقریر سے منطبق ہوتی ہے یہ حدیث ساتھ حدیث انی لا انسی ولکن اُنسّٰی کے کہ بیچ بعضے نسخوں موطا کے آیا ہے فلیفهم اور ان حکموں میں سے کہ علماء اصول نے اس آیت سے سمجھے ہیں ایک یہ ہے کہ نسخ احکام کا جائز ہے اور یہودی اس امر میں مخالف ہیں کہتے ہیں کہ حکم شرعی کو نسخ کرنا شارع کا یا اس جہت سے ہے کہ کوئی حکمت پوشیدہ جناب شارع پر ظاہر نہ تھی اور اب وہ ظاہر ہوئی پس بدا لازم آوے اور بدا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کے نزدیک بیشتر وہ چیز ظاہر نہ تھی اور اب وہ ظاہر ہو گئی اور اُس کی نسبت سے یہ بات محال ہے اور اگر حکمت دوسری ظاہر نہ ہوئی پس موقوف کرنا پہلے حکم کا اور لانا حکم دوسرے کا محض عبث ہوا اور عبث ہونا شارع سے کہ وہ حکیم مطلق ہے محال ہے اور مسلمان لوگ بیچ جواب اس کلام اُن کے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مالک علی الاطلاق ہے اور لا یسئل عما یفعل شان اُس کی ہے یعنی نہیں پوچھا جاوے گا وہ اس چیز سے کہ کرتا ہے اُس کو اختیار ہے کہ جو چیز چاہے اور جس طرح چاہے فرماوے اور جس وقت چاہے خلاف اُس کا فرماوے اور اُس کے حق میں یہ بات مقرر کرنی کہ اپنے افعال میں حکمت اور مصلحت کا اعتبار کرتا ہے پس اُس کو مانند اپنے پابند مخلوقات اُس کی کا جاننا ہے اور وہ اس سے پاک ہے اور اگر حکمت اور مصلحت کا بھی اعتبار کریں کہہ سکتے ہیں کہ مصلحتیں اور حکمتیں فی نفسہا بسبب اختلاف زمانہ اور مکان اور اشخاص کے مختلف ہوتی ہیں چنانچہ کھانا دوائے گرم کا سرد موسم میں اور مزاج بارد میں ضروری ہے اور موسم گرم اور مزاج گرم میں ضرر کرتا ہے اور ہر گاہ کہ زمانہ تمام ازل سے ابد تک اُوپر کل جزئیات کے کہ اپنے اپنے وقت میں موجود ہونے والی ہیں منطبق ہے اُن کے حق میں اولیٰ اور بہتر یہی ترتیب ہے اور مصلحت اُس کی جناب الٰہی کی طرف عائد نہیں ہوتی ہے ظاہر ہونا اور پوشیدہ ہونا اور معدوم کرنا سب باتیں

marfat.com

اہل زمان کی نسبت سے ہیں اور بہ نسبت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے پس ازل میں سب چیزیں اپنے اپنے وقت میں موجود ہیں بے تغیر اور تبدیل کے اور خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ علم الٰہی میں ہر حکم کی انتہا ہے لیکن مکلفین ہر گاہ کہ اس غایت کو نہیں سمجھتے ہیں اس واسطے بقرینہ احوال کے ظن کرتے ہیں کہ یہ حکم ہمیشہ رہے گا جب شارع کی طرف سے بیان انتہا اُس حکم کا آتا ہے اور اُس حکم کو موقوف کرتا ہے جانتے ہیں کہ حکم پہلا منسوخ ہوا اور حکم دُوسرا ناسخ ہوا پس یہ تجدد اور تغیر اور تقدم اور تاخر بہ نسبت مکلفین قاصر العلم کے ہے اور بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے ہر حکم اپنے وقت میں مقدر ہے بغیر ظہور اور خفا اور تقدم اور تاخر کے بہ نسبت مقدِر کے اور یہ معاملہ فقط احکام شرعیہ میں نہیں بلکہ جو چیز دنیا میں ہے اسی قسم کی ہے اور جو شخص تمام نسخۂ وجود کا کہ حوادث غیر متناہیہ متعاقبہ اُس کے اندر ہیں نظر غور اور تعمق سے مطالعہ کرے اُس کو مانند ایک کتاب کے سمجھے کہ پڑھنے والا اُس سے سطر سطر پڑھتا جاتا ہے اور ایک کلمہ کو بعد دوسرے کلمہ کے زبان سے نکالتا ہے جب کتنی سطریں یا کلمے تمام ہوتے ہیں چند کلمے اور سطریں اور پڑھنے میں آتی ہیں اور پہلی سطریں اور کلمے وجود لفظی سے محو اور فنا ہوتے جاتے ہیں اور پچھلے ثابت ہوتے جاتے ہیں اور یہ محو اور اثبات ہمیشہ ہوتا جاتا ہے اور ساتھ اس اعتبار کے اس نسخہ کو کتاب المحو والاثبات نام رکھتے ہیں اور اگر اس کتاب کو ساتھ ہیئت مجموعی اُس کی کے مع اول و آخر کے جیسا کہ حکیم علیم نے مرتب کیا ہے ملاحظہ کرے بغیر اعتبار تلاوت اور بغیر لحاظ گزر جانے ایک کے اور آنے دوسرے کے اُس کو امّ الکتاب کہتے ہیں اور اس جگہ سے ظاہر ہوتے معنی یمحو اللہ ما یشاء و یثبت و عندہ امّ الکتاب کے اور بعضے محققین نے کہا ہے کہ اُس مجموع مرتب کو قضا کہتے ہیں اور اس ظہور تدریجی کا نام قدر رکھتے ہیں ولا مشاحۃ فی الاصطلاح اور یہ بھی مسلمان جواب دیتے ہیں کہ توریت مقدسہ میں مذکور ہے کہ حضرت آدم کو حق تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا کہ اپنی بیٹیوں کا نکاح اپنے بیٹوں کے ساتھ کر دیں تاکہ نسل جاری رہے اور یقیناً معلوم ہے کہ نکاح بہن کا ساتھ بھائیوں کے اور شریعتوں میں حرام ہوا ہے پس جب نسخ کا ہونا ثابت ہوا پھر اُس کے جواز میں کیا شبہ رہا اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اکثر گمان کرتے ہیں کہ بیچ صورت نسخ کے بدا لازم آتا ہے اور اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ بدا اور چیز ہے اور نسخ اور شے اس واسطے کہ نسخ میں مکلفین کی مصلحتوں کا بدلنا ہے باعتبار جدے جدے

وقتوں کے نظاہر ہونا مصلحت کا کہ غیر ظاہر ہے اوپر حضرت حق سبحانہٗ کے اور بدا میں ظہور شئے غیر کا ظاہر ہے پس درمیان دونوں کے فرق ظاہر ہوا ہاں نسخ مستلزم بدا کو اُس وقت ہوتا ہے کہ اتحاد فعل کا اور اتحاد وجہ کا اور اتحاد وقت کا اور اتحاد مکلف کا سب متحقق ہوں اور ایسی نسخ کہ جس میں چاروں شرطیں پائی جاویں محالات سے ہے اس واسطے کہ نسخ میں یا فعل مختلف ہوتا ہے مثل تحریم عید کے روزہ کے یا ایجاب نماز اُس کی کا یا وجہ فعل کی مختلف ہوتی ہے جیسے کہ عاشورہ کے دن کا رزنہ ساتھ ساتھ وجہ استحباب کے یا روزہ عاشورہ کے دن کا ساتھ وجہ وجوب کے یا تحریم ضرب یتیم کی ایذا کی جہت سے یا اباحت ضرب یتیم کی تادیب کی جہت سے یا وقت مختلف ہوتا ہے جیسے کہ استقبال کعبہ کا ساتھ استقبال بیت المقدس کے کہ یہ ایک زمانہ میں تھا اور وہ دوسرے زمانہ میں تھا یا مکلف مختلف ہوتا ہے جیسے واجب کرنا زکوٰۃ میں چوتھا حصہ مال کا اوپر یہودیوں کے اور واجب کرنا چالیسواں حصہ مال کا اوپر مسلمانوں کے اور تحریم مال زکوٰۃ کی اوپر بنی ہاشم کے اور اباحت اُس مال کی واسطے غیر ان کے وعلیٰ ہٰذا القیاس دوسرا حکم یہ ہے کہ بعضے اصولیوں نے کہا ہے کہ نسخ حکم کا بغیر لانے دوسرے حکم کے اُس کے بدلے میں جائز نہیں بدلیل اس لفظ کے کہ نات بخیر منھا او مثلھا اور حق یہ ہے کہ اس لفظ سے یہ معنی سمجھے نہیں جاتے ہیں اس واسطے کہ یہ لفظ دلالت نہیں کرتا ہے مگر اس بات پر کہ منسوخ آیت کے بدلے میں دوسری آیت آتی ہے نہ اُوپر اس بات کے کہ دوسرا حکم بھی پہلے حکم کے بدلے میں آتا ہے اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو آیت دلالت پر وجوب صدقہ نزیح حالت کے کرتی ہے ساتھ دوسری آیت کے منسوخ ہوئی اور حکم دوسرا اُس کے بدلہ میں نہیں آیا اور ایسے ہی روزہ میں رات کو بعد سو رہنے کے کھانا پینا وغیرہ اوّل میں منع تھا پھر یہ حکم منسوخ ہوا اور آیت دوسری آگئی کہ احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسائکم اور اُس کے بدل میں کوئی چیز اور مقرر نہیں ہوئی اور اگر حکم کو عام رکھیں کہ اباحت کو بھی شامل ہو جاوے جیسے کہ اصطلاح اصولیوں کی ہے پس ہر نسخ میں بدل پایا جاوے گا اگرچہ عود اباحت اصلیہ کا ہو اور غالب یہ ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے تیسرا حکم یہ ہے کہ بعضے اصولیوں نے واسطے نسخ حکم کے شرط کیا ہے کہ دوسرا حکم پہلے سے خفیف ہو نہ ثقیل اس واسطے کہ اس صورت میں خیریت اور مثلیت متحقق نہیں ہوتی ہے اور اس آیت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حکم ناسخ چاہیئے

marfat.com

کہ خیر یا مثل ہو اور محققین کے نزدیک یہ معنی بھی منزکر نہیں اس واسطے کہ ثقل عمل کا موجب کثرت ثواب
کا ہوتا ہے پس خیریت باعتبار کثرت ثواب کے متحقق ہوئی اور قطعاً معلوم ہے کہ تخییر درمیان
روزہ رمضان اور دینے فدیہ کے منسوخ ہوئی اور اُس کے بدل میں روزہ علی الیقین واجب ہوا
حالانکہ ناسخ زیادہ ثقیل ہے حکم منسوخ سے چوتھے یہ کہ نزدیک امام شافعی کے ناسخ کتاب کا چاہیئے
کہ کتاب ہو موجب اس لفظ کے کہ نات بخیر منھا او مثلھا اور کلام پیغمبر کا بہ نسبت آیت
کتاب کے نہ خیر ہے اور نہ مثل ہے اور انصاف یہ ہے کہ نات بخیر منھا او مثلھا نہیں
دلالت کرتا ہے مگر اس پر کہ حکم ناسخ بہ نسبت حکم منسوخ کے بیچ کثرت ثواب یا رعایت مصالح کے یا
بہتر ہوتا ہے یا مانند اُس کے ہوتا ہے نہ یہ کہ وہ ناسخ وحی متلو اور قرآن کی آیت ہو اور حقیقت میں
جو حکم کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ پیغمبر کے کسی طرح کا ہو متلو یا غیر متلو سب بھیجا ہوا خدا کا ہے
اور یقیناً معلوم ہے کہ الا لا وصیۃ لوارث ناسخ وصیت اقربا کا ہے اور یہ بات آیت مواریث
کی سے سمجھ میں آجاتی موجب اس کا نہیں کہ ناسخ بھی یہی ہو اسواسطے کہ دلالت ناسخ کی دلالت
روشن چاہیئے اور حکم جدید کے نہ دلالت خفیہ پانچواں یہ کہ مفسرین اور مجتہدین کو چاہیئے کہ علم ناسخ
اور منسوخ کا اُن کو ہو اور بغیر اس علم کے اس کو دخل کرنا بیچ علوم دینیہ کے جائز نہیں ہے اس واسطے
کہ بدون اس علم کے علم شرعی اور غیر شرعی کو جدا نہ کر سکے گا اور بہت وقت ایسا ہو جاویگا کہ حکم منسوخ
کو حکم شارع کا جان کر فتوےٰ دے گا اور غلطی میں پڑے گا اسی واسطے ابو جعفر نحاس نے حضرت
امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی ایک دن کوفہ کی مسجد میں داخل
ہوتے دیکھا کہ ایک شخص وعظ کہتا ہے پوچھا کہ یہ کون ہے آدمیوں نے عرض کی کہ یہ واعظ ہے
آدمیوں کو خدا سے ڈراتا ہے اور گناہوں سے منع کرتا ہے فرمایا کہ غرض اس شخص کی یہ ہے کہ اپنے
تئیں انگشت نمائی آدمیوں کا کرے اُس سے پوچھا کہ ناسخ اور منسوخ کو علیحدہ علیحدہ تو جانتا ہے یا
نہیں اُس نے کہا کہ یہ علم مجھ کو نہیں فرمایا کہ اس کو مسجد میں سے نکال دو اور دارمی نے بیچ مسند اپنی
کے حضرت حذیفہ بن الیمان سے کہ صاحب راز پیغمبر کے تھے روایت کی کہ اُن سے کسی نے مسئلہ پوچھا
اور عرض کی کہ اس امر میں حکم فرماؤ اُنھوں نے کہا کہ فتویٰ دینے والا اور حکم کرنے والا تین قسم کے
آدمیوں میں سے ہوتا ہے اوّل وہ شخص کہ ناسخ اور منسوخ کو قرآن میں سے پہچانے اور

marfat.com

اس قسم کا شخص اس زمانہ میں حضرت امیر المومنین عمر بن الخطابؓ ہے دوسرے وہ شخص کہ اُس کو قاضی بنایا ہو چار وناچار یہ کام اُس کے ذمہ پڑا تیسرے وہ احمق کہ اپنے تئیں بہ تکلف عالموں اور مفتیوں اور مجتہدوں میں داخل ہوتا ہے سو میں قسم اوّل سے خود نہیں اور نہ دوسری قسم سے اگر ہوں تو قسم تیسری سے ہوں اس بات کو میرا دل نہیں چاہتا ہے چھٹے یہ کہ بیچ آیت ام تریدون ان تسئلوا رسولکم کما سئل موسٰی من قبل کے ارشاد ہوا کہ سوال کرنا پیغمبروں سے ممنوع اور بُرا ہے حالانکہ بغیر سوال کرنے کے اور دریافت کرنے کے پیغمبروں سے مقدمات دین اور ایمان کے ظاہر نہیں ہوتے ہیں اور راہِ حق باطل سے جدا نہیں ہوتی ہے اور اُمت کے تشفی لوگوں کی معرفت بھی حاصل نہیں ہوتی ہے پس سوال کرنا پیغمبروں سے کس واسطے بُرا ہوا اور اس سوال سے بطریق کنایہ کے منع فرمایا جواب اس کا یہ ہے کہ سوال پیغمبروں سے مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ سوال تبدیل احکام الٰہیہ کا ممنوع ہے چنانچہ تفسیر میں گذرا البتہ جو سوال کہ مفسدہ اُس کے اندر ہوتا ہے بیچ مقدمات دین کے اسی سوال کے ساتھ ملحق ہے اسی طرح پیغمبروں سے دلائل طلب کرنا اور ان کا امتحان بھی ہے جیسے کہ سوال کرنا معجزوں کا کہ بلا حاجت اُن کو طلب کیا جاوے جیسے کہ مشرکین کہتے تھے کہ لن نؤمن لك حتّٰی تفجر لنا من الارض ینبوعا او تکون لك جنة من نخیل وعنب فتفجر الانهار خلالها تفجیرا او تسقط السماء کما زعمت علینا کسفا او تاتی باللّٰه والملٰئکة قبیلا او یکون لك بیت من زخرف او ترقٰی فی السماء ولن نؤمن لرقیك حتّٰی تنزل علینا کتابا نقرأه یعنی کہا انھوں نے نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک نہ بہا دے تو ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جاوے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہاوے تو اس کے اندر نہریں چلا کر یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہ کہا کرتا ہے تو ٹکڑے ٹکڑے یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن یا ہو جاوے تجھ کو ایک گھر سنہری یا چڑھ جاوے تو آسمان میں اور ہم یقین نہ کریں گے تیرا چڑھنا یہاں تک کہ نہ اُتار لاوے ہم پر ایک لکھا ہوا کہ ہم پڑھ لیں اُس کو یا فرمایش نزول وحی کے ساتھ اُس وضع کے کہ ہم چاہتے ہیں چنانچہ اہل کتاب کہتے تھے قال اللّٰه تعالیٰ یسئلك اهل الکتٰب ان تنزل علیهم کتابا من السماء فقد سالوا موسٰی اکبر من ذلك فقالوا ارنا اللّٰه جهرة یعنی کہا اللہ تعالیٰ نے سوال کرتے ہیں

marfat.com

تجھے اہل کتاب اس بات کا کہ اتارے اوپر اُن کے کتاب آسمان سے پس تحقیق سوال کیا تھا موسیٰ سے اس سے بڑھ کر پس کہا تھا دکھلادے تو ہم کو اللہ کو سامنے یا مقرر کرنا احکام جدیدہ اور اپنی طبیعتوں سے نکالے ہوؤں کا بغیر مرضی الٰہی کے جیسے کہ ایک گروہ جہال کے نے کہا تھا کہ یارسول اللہ واسطے ہمارے ایک درخت تقرر فرماؤ کہ ہم ہتھیاروں اپنے کو اُس درخت پر لٹکا دیں جیسے کہ مشرکوں کے واسطے ایک درخت ہے کہ ہتھیار اپنے کو اُس میں لٹکاتے ہیں اور اُس درخت کو ذات انواط خطاب دیا ہے اور یہ قصہ کمال مشابہت رکھتا ہے ساتھ سوال جہال بنی اسرائیل کے کہ کہتے تھے واجعل لنا الٰھا کما لھم اٰلھۃ یا سوال کرنا غیب کی باتوں خاص خاص کا کہ ان کے دریافت کرنے سے کچھ فائدہ نہیں جیسے کہ بعضے ضعیف الایمان امتحان کے واسطے یا واسطے دُور کرنے کسی گمان کے پوچھتے تھے کہ عورت میری حاملہ ہے اُس کے لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی اور باپ میرا کون آدمی تھا اور فلانی چیز گم ہوئی کہاں ہے حاصل یہ ہے کہ سوال ممنوع ایسا سوال ہے کہ باعتبار کسی وجہ کے وجوہات مذکورہ سے مشابہت رکھے ساتھ سوالات بنی اسرائیل کے کہ حضرت موسیٰؑ سے انھوں نے کئے تھے اور اس قسم کے سوال سوائے بے ادبی کے شائبہ بے ایمانی کا بھی رکھتے ہیں اور اہل کتاب کہ بیچ مقدمہ نسخ آیتوں اور الفاظ قرآن کے شبہے واہی ڈالتے ہیں حقیقت میں ان کو یہ منظور نہیں کہ ہم کو ہدایت حاصل ہو اور شبہے ہمارے رفع ہو جائیں تاکہ ہر ایک سوال اُن کے کا جواب دیا جاوے بلکہ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ یعنی دوست رکھتے ہیں اکثر اہل کتاب کے باوجود اس کے کہ کتاب سے واقف ہیں اور احوال پہلے نبیوں کے سے خوب واقف ہیں اور نسخ حکموں کا اُن کی کتابوں میں بھی موجود رہے جیسے کہ بیچ قصہ نکاح بہنوں کے ساتھ بھائیوں کے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں اور نسخ کرنا اُن کا پچھلی شریعتوں میں اور جیسے کہ بیچ قصہ مطلق گاؤ ذبح کرنے کے بنی اسرائیل کو یہ حکم پہلے ہوا تھا کہ کسی گاؤ کو ذبح کرلیں تاکہ قاتل معلوم ہو جاوے بسبب سوالات پوچھنے اُنکے کے یہ حکم منسوخ ہوا اور گاؤ خاص کے ذبح کرنے کے واسطے امر کیا لَوْ يَرُدُّونَكُم یعنی کاش پھیر دیں تم کو بسبب شبہوں ڈالنے کے مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ یعنی پیچھے ایمان تمھارے کے كُفَّارًا یعنی کافر ہو جاؤ تم جیسے کہ خود وہ اپنی کتاب کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اس غرض فاسد اُن کی کا کوئی باعث اور محرک تمھاری طرف سے وقوع میں نہیں آیا بلکہ حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم یعنی حسد کی راہ سے

کہ اُن کی طرف سے پیدا ہوتا ہے بلا سبب کے اور اُن کو بھی تمہارے دین میں شک اور شبہ باقی نہ رہا کہ پھر نا تمہارا دین شکوک سے اُن کے زعم میں نیک اور مستحسن ہوتا بلکہ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ یعنی بعد اس کے کہ ظاہر ہوا ہے ان پر حق ہیچ دین تمہارے کے اور مقتضا اس شرارت اور بد ذاتی کا اُن کی یہ ہے کہ تم در پے انتقام لینے کے اُن سے ہو لیکن تم کو چاہیئے کہ ہیچ تابعداری مرضیات الٰہی کے سرگرم رہو اور نفسانیت کو اپنی طرف راہ نہ دو اور بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے ان کے ساتھ مقابلہ نہ کرو فَاعْفُوْا یعنی پس عفو کرو تم یہ گناہ اُن کے اور طرف شبہوں واہیہ اُن کے کے التفات نہ کرو وَاصْفَحُوْا یعنی درگذر کرو اُن کے جنگ و جدال اور گالیوں اور بُرا کہنے سے حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ یعنی یہاں تک کہ لاوے خدائے تعالیٰ حکم اور فرمان اپنا واسطے جنگ اور قتال کے اور یہ گمان مت کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تاخیر اس حکم کی بوجہ عجز اپنے کے فرمائی اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ اُوپر دُور کرنے شر اُن کے کے فی الحال بھی قادر ہے بلکہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ اوپر ہر چیز کے قادر ہے اور دُور کرنا شر اُن کے کا اس کی قدرت کے آگے کیا بڑا کام ہے لیکن حکمت الٰہی واسطے تاخیر اس امر کے تقاضا فرماتی ہے اس واسطے کہ اگر اس وقت تم کو اُن کے ساتھ لڑنے کا حکم مشرکین عرب اور خصوصاً سردار کے ساتھ تمہارے ذہنوں میں کہ وہ تمہارے ساتھ نزاع اور خصوصیت رکھتے ہیں بدگمانی آجاویگی کہ یہ مرد نہایت بد خو ہے۔ کہ ہر کسی سے لڑتا ہے اور طریقہ خاطرداری اور تالیف قلوب کا بالکل اس میں نہیں اور جس وقت مشرکین عرب اور سردار مکہ کے بعد عاجز ہونے اور مقاتلہ کے اس دین میں داخل ہوں یا ساتھ صلح اور صفائی کے آنا جانا کریں اور طریقہ خاطرداری اور تالیف قلوب کا بھی پیغمبر تمہارے کی طرف سے بھی خاص اور عام کو معلوم ہو جاوے اُس وقت اُن سے انتقام اور بدلہ لینا اصوب اور انسب ہے اور اگر تم کو شوق جہاد کا زیادہ تر ہے پس جب تک کہ حکم جہاد کا آوے نفس کیساتھ جہاد کرنے میں مشغول رہو وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ یعنی اور قائم رکھو تم نماز کو اس واسطے کہ یہ عبادت بدن کے اوپر بہت شاق ہے اور نفس کو زیر کرتی ہے وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ یعنی اور دو تم زکوٰۃ کو کہ خرچ کرنا مال کا زیادہ تر نفس کے اوپر گراں اور شاق ہوتا ہے مشقت بدن کی سے اور اگر اس پر بھی تم کو قناعت نہ ہو بلکہ اور زیادہ مجاہدہ کو دل چاہے پس بندگیاں نفل خواہ بدنی ہوں خواہ مالی بجا لاؤ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ

marfat.com

من خیر یعنی اور وہ چیز کہ آگے بھیجتے ہو تم واسطے نفع جانوں اپنی کے قسم نیکی اور بھلائیوں کی سے
تجدوہ عند اللہ یعنی البتہ پاؤگے تم نزدیک اللہ تعالیٰ کے اگرچہ بے دین لوگ اہل کتاب کے
تمھارے عملوں کو ضائع اور رائگاں جانیں اس واسطے کہ ان اللہ بما تعملون بصیر یعنی
تحقیق خدائے تعالیٰ جس چیز کو تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے نیک نیتی اور شوق بندگی تمھارے کو جانتا ہے
اور موافق اُس کے جزا دیتا ہے اس مقام میں جاننا چاہیے کہ اکثر مفسرین نے سبب نزول دونوں
آیتوں کا ایسا نقل کیا ہے کہ جب مسلمانوں کو اُحد کی لڑائی میں شکست ہوئی تھی فنحاص بن عازوراء اور
زید بن قیس اور ایک گروہ یہودیوں کے نے حذیفہ بن الیمان اور عمار بن یاسر سے کہا کہ دیکھو تم کو کیا
آفت پہنچی اور خفیف اور ذلیل ہوئے اور سردار تمھارے مارے گئے اگر تم حق پر ہوتے یہ شکست تم کو نہ ہوتی
پس بہتر یہ ہے کہ طرف اُسی دین قدیمی اپنے کے رجوع کرو اور اگر پیروی پیغمبروں کی چاہتے ہو ہمارے
دین میں داخل ہو جاؤ کہ دین ہمارا سب دینوں سے افضل ہے اور ہم کو ہدایت الٰہی مدت دراز سے
ہوتی آئی ہے عمار بن یاسر نے اُن کے جواب میں کہا کہ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ عہد کا توڑنا تمھارے
نزدیک کیسا ہے اچھا ہے یا بُرا انھوں نے کہا کہ عہد کا توڑنا سخت گناہ ہے عمار نے کہا کہ میں نے
ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد باندھا ہے جب تک زندہ ہوں اُس سے نہیں پھرنے کا یہودیوں
نے کہا کہ اس نے خوب جواب دیا اور حذیفہ نے کہا کہ اگر مجھ سے حال پوچھتے ہو پس میں ساتھ خدا اپنے
کے راضی ہوا کہ وہ پروردگار میرا ہے اور ساتھ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے راضی ہوا میں کہ وہ رسول میرا
ہے اور ساتھ اسلام کے راضی ہوا میں کہ وہ دین میرا ہے اور ساتھ قرآن کے راضی ہوا میں کہ وہ
امام اور پیشوا میرا ہے بعد اس کے مجھ کو پروا کسی مصیبت کی اور آفت کی نہیں جب یہ دونوں روبرو
آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہنچے اور ماجرا عرض کیا آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ خوب کہا
تم نے اور نجات اور فلاح پانے والے ہوئے حق تعالیٰ نے یہ دونوں آیتیں بھیجیں اور اس آیت میں
مذمت حسد کی بیان ہوئی اس واسطے کہ بسبب حسد کے کافر ہونا اور گمراہ کرنا دوسرے کا چاہا اور
حدیث صحیح میں آیا ہے کہ الحسد یاکل الحسنات کما تاکل النار الحطب یعنی
حسد نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے کہ آگ لکڑیوں کو کھا لیتی ہے اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ بعضے
آدمی خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کے دشمن ہوتے ہیں لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کون

marfat.com

بدبخت ہوگا کہ اللہ کی نعمتوں کا دشمن ہو فرمایا جو لوگ کہ دوسروں کی خوشحالی کو دیکھ کر ناخوش ہوتے ہیں اور حسد کرتے ہیں اور علم والوں میں یہ خصلت ناشائستہ کثرت سے ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کی قدر خوب جانتے ہیں اور جبکہ کوئی نعمت اپنے پاس نہیں پاتے اور دوسرے کے پاس دیکھتے ہیں کمال اذیت اور رنج ان کو ہوتا ہے اور ان کی طبیعتوں میں حسد آجاتا ہے اور اسی واسطے تجربہ کرنے والوں نے کہا ہے کہ چھ گروہ بے شمار دوزخ میں جاویں گے امیر لوگ بسبب ظلم کے اور غریب لوگ بسبب تعصب اور حمیت کے اور گاؤں کے لوگ بسبب تکبر اور غرور کے اور تاجر لوگ بسبب خیانت کے اور جنگل کے رہنے والے بسبب جہالت کے اور علم والے بسبب حسد کے اور غرض اس کہنے والے کی یہ ہے کہ یہ خصلتیں ان لوگوں میں بیشتر پائی جاتی ہیں کوئی شخص ان قسموں کے آدمیوں میں سے ان خصلتوں سے خالی نہیں ہوتا ہے مگر جس کو اللہ محفوظ رکھے کہ اسے خوف عتاب در پرستش کا نہ ہوگا اور بعضی کتابوں بنی اسرائیل سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معراج روحانی اپنی میں ایک شخص کو عرش کے سایہ میں دیکھا کہ نہایت قرب تجلی الٰہی کا اس کو حاصل ہے عرض کی کہ بار خدایا یہ شخص کون ہے اور یہ مرتبہ اس شخص کو کس سبب سے حاصل ہوا اور کیا عمل اس نے کیا ارشاد ہوا کہ نام اس کا رو برو تیرے نہیں لیتا ہوں لیکن تین عمل اس کے ہماری درگاہ میں مقبول ہوئے کہ اس کے سبب سے اس رتبہ کو اس کو ہم نے پہنچایا اول یہ کہ کسی نعمت پر جو کسی کے پاس ہو یہ شخص حسد نہیں کرتا تھا دوسرے یہ کہ ماں اور باپ اپنے کی نافرمانی نہیں کرتا تھا تیسرے یہ کہ چغل خوری اور بات لگائی نہیں کرتا تھا اور عبداللہ بن عون سے مروی ہے کہ ایک روز فضل بن مہلب کی محفل میں داخل ہوئے اور فضل بن مہلب ان دنوں صوبہ دار واسط کا تھا اور انھوں نے اس کے پاس آکر یہ بات فرمائی کہ میں چاہتا ہوں کہ کچھ تجھ کو نصیحت کروں خبردار ہو اور سن کہ تکبر مت کیجیو اس واسطے کہ تکبر ایسا گناہ ہے کہ پہلے پہلے جہان میں یہی ہوا ہے اور شیطان بسبب اسی گناہ کے ملعون ہمیشہ کے واسطے ہوا چنانچہ حق تعالیٰ نے اس کے حق میں فرمایا ہے فسجد الملٰئکۃ کلھم اجمعون الا ابلیس استکبر و کان من الکافرین اور حرص اور طمع سے اپنے تئیں بچا اس واسطے کہ حرص ایسا گناہ ہے کہ آدمؑ کو اسی بات نے بہشت سے نکالا اور دنیا کی محنتوں میں ڈالا اور حسد سے بھی دور رہ کہ قابیل نے بسبب حسد ہی کے ہابیل کو

marfat.com

کو مار ڈالا تھا اور عبداللہ بن زبیر نے کہا ہے کہ حسد کے چار مرتبے ہیں علی الترتیب اوّل یہ کہ دوسرے کی نعمت کے متعلق یہ چاہے کہ اسکے پاس نہ رہے خواہ میرے پاس آوے یا نہ آوے اور یہ سب مرتبوں میں بڑھ کر حسد کا مرتبہ ہے اور مسلمان صالح کے حق میں اس طرح کا حسد کرنا نہایت مذموم اور کبیرہ گناہ ہے اور کافر اور فاسق کے حق میں مباح ہے بسبب اس کے کہ اُس کو بسبب اس نعمت کے قوت اوپر کفر اور گناہ کے حاصل ہے دوسرا مرتبہ حسد کا یہ ہے کہ دوسرے کی نعمت مجھ کو مل جاوے مثلاً کسی کے باغ کو چاہے کہ میں مالک اُس کا ہو جاؤں اور کسی کی عورت کو چاہے کہ میرے نکاح میں آجاوے اور ریاست کسی کی میرے پاس پہنچ جاوے اس صورت میں اصلی مطلب اُس کا یہ ہے کہ مجھ کو یہ چیز مل جاوے اور زوال اُس کا دوسرے سے بالتبع ہے مسلمان کے حق میں ایسا حسد بھی حرام ہے تیسرا مرتبہ حسد کا یہ ہے کہ دُور ہونا نعمت کا دوسرے سے نہ چاہے لیکن چونکہ وہ شخص عاجز ہے کہ اُس کو وہ نعمت حاصل نہیں آرزو کرتا ہے کہ کاش یہ نعمت دوسرے کے پاس بھی نہ ہو کہ اُس کو میرے اوپر فوقیت نہ ہو چوتھا مرتبہ یہ ہے کہ آرزو اس بات کی کرے کہ جیسی نعمت اُس کے پاس ہے مجھ کو بھی مل جاوے اور ہرگز دُور ہونا اُس نعمت کا دوسرے سے یا آجانا اُسی کی نعمت کا اپنی طرف دل میں نہ ہو اور اُس کو غبطہ اور تنافس کہتے ہیں اور ایسا حسد کرنا دین کی باتوں میں جیسے کہ ایمان اور نماز اور روزہ اور اللہ کے راستے میں خیرات کرنا اور تعلیم اور تعلم اور ارشاد اور دلالت پایا جاتا ہے اور اچھا ہے بلکہ بعضے وقت واجب بھی ہو جاتا ہے اور حرام نہیں جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے وفی ذلك فليتنافس المتنافسون اور صحیحین کی حدیث میں بھی آیا ہے کہ لا حسد الا فی اثنين رجل اتاه الله مالا فانفقه فی سبیل اللہ الخ یعنی حسد نہیں لائق ہے مگر دو شخصوں کے اوپر ایک وہ شخص کہ دیا اللہ نے اُس کو مال پس خرچ کیا اُس کو اللہ کی راہ میں اور دُوسرا وہ شخص ہے کہ دیا اللہ نے اُس کو علم پس آپ بھی وہ عمل کرتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھلاتا ہے اور یہ بھی علماء نے کہا ہے کہ اسباب حسد کے بعد تفتیش کرنے کے معلوم ہوا کہ سات چیزیں ہیں اوّل سبب حسد کا عداوت اور بغض ہے اس واسطے کہ آدمی کی سرشت میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ جس وقت کسی سے اُس کو ایذا اور تکلیف پہنچتی ہے دل سے اُس کو دشمن رکھتا ہے اور کینہ اُس کا دل میں بیٹھ جاتا ہے اور ہر وقت ارادہ اس بات کا کرتا ہے کہ بدلہ اُس سے لوں تاکہ تشفی مجھ کو حاصل ہو اور جبکہ اُس شخص کو قدرت اس بات کی نہیں ہوتی آخر کو

marfat.com

یہ چاہتا ہے کہ غیبی مار اُس پڑے اور جان اور مال اُس کا تلف ہو جاوے جیسے کہ حق تعالےٰ نے ایسے حاسدوں کے حق میں فرمایا ہے کہ ان تمسسکم حسنة تسؤهم وان تصبکم سيئة يفرحوا بها یعنی اگر پہنچے تم کو بھلائی ناخوش ہوتے ہیں اُس سے اور اگر پہنچے تم کو بُرائی خوش ہوتے ہیں اُس سے اور یہی حسد باعث تنازع اور لڑائی کا ہو جاتا ہے دوسرا سبب حسد کا تکبر اور بڑائی ہے اپنے ہمعصروں کا منصب اور بلند مرتبہ نہیں دیکھ سکتا ہے پس چاہتا ہے کہ وہ منصب اور مرتبہ اُس کا جاتا رہے تاکہ وہ اور میں برابر ہو جائیں اور اسی حسد کے سبب سے کفار کہتے تھے لولا نزل هٰذا القراٰن على رجل من القريتين عظيم یعنی اور کیوں نہ اُترا قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں کے یعنی مکہ اور طائف کے سردار پر تیسرا سبب یہ ہے کہ آدمی کی جبلت میں یہ بات پڑی ہوئی ہے کہ اور لوگ میرے تابع دار ہوں اور خادم میرے ہوں اور یہ بات بدون اس کے حاصل نہیں ہوتی ہے کہ جب تک دوسرا اس کی طرف محتاج نہ ہو اس واسطے خواہ مخواہ چاہتا ہے کہ دوسروں سے وہ نعمت جاتی رہے چنانچہ کفار بہ نسبت مسلمانوں کے کہتے تھے کہ اهٰؤلاء من الله عليهم من بيننا چوتھا سبب یہ ہے کہ تعجب آوے کسی کی نعمت دیکھ کر اس جہت سے کہ وہ شخص اُس کے نزدیک لیاقت اُس نعمت کی نہیں رکھتا تھا اور اس بات کو چاہتا ہے کہ وہ نعمت اُس سے جاتی رہے تاکہ تعجب دُور ہو جاوے جیسے کفار پیغمبروں کے حق میں بھی یہ بات خیال کرتے تھے جیسے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے او عجبتم ان جاءکم ذکر من ربکم علی رجل منكم لينذركم یعنی کیا تعجب کرتے ہو تم اس بات سے کہ آئی تمھارے پاس نصیحت تمھارے رب کی جانب سے اوپر ایک آدمی کے تم میں سے تاکہ ڈراوے تم کو پانچواں سبب یہ ہے کہ دوسرے شخص کی نعمت یا کمال دیکھ کر خیال کرتا ہے کہ اس کے سبب سے میرے مطلب میں قصور آجاوے گا اور اس جہت سے چاہتا ہے کہ یہ مرتبہ اور نعمت اُس سے دُور ہو جاوے جیسے ہر پیشہ والے کو اپنے ہم جنس کے ساتھ یہی بات درپیش ہوتی ہے مثل اسی کے کئی عورتیں ہیں ایک مرد کی کہ آپس میں اُن کو حسد ہوتا ہے اور ایسے ہی کئی طبیب کہ ایک شہر میں ہوں اور ایسے ہی کئی وعظ کہنے والے ایک مسجد میں چھٹا سبب یہ ہے کہ محبت ریاست کی اس بات کو چاہتی ہے کہ دوسروں کی ریاست جاتی رہے اور طبیعت میں یہ بات ہوتی کہ میں اپنے کمال میں بے نظیر ہو جاؤں اور میرے سوا دوسرا ایسا نہ نکلے لیکن یہ بات اسکو کبھی میسّر نہیں ہوتی ہے

بلکہ فوق ہونا سب سے کمالات میں اور بے مثل ہونا خاصہ ذات باری کا ہے ساتواں سبب کم ظرفی اور فرومائیگی نفس کی اور بخل کمال درجہ کا ہوتا ہے کہ فیضان خدا کی نعمتوں کا دیکھ کر ملول ہوتا ہے اور ابتری دوسروں کی سے بالطبع خوش ہوتا ہے اور یہ حسد سب حسدوں سے بدتر ہے اور اللہ تعالیٰ سب ہی حسدوں سے پناہ دے اور جس وقت کئی چیزیں ان چیزوں میں سے جمع ہو جاویں حسد زیادہ ہو جاوے گا اور یہودیوں کے گروہ میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اصحاب حضرت کے ساتھ کئی باتیں حسد کی جمع ہو گئی تھیں اسی واسطے حسد اُن کی طبیعتوں میں خوب محکم ہو گیا تھا چنانچہ لفظ من عند انفسھم کا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے اب اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ حسد ایک مرض عالمگیر ہے کہ قلیل لوگ اُس سے خالی ہیں چنانچہ حدیث شریف میں بھی ایسا ہی مضمون آیا ہے کہ مامنا احد الا ویحسد ومامنا احد الا وینظر ولکن اذا حسدت فلا تحقق واذا نظرت فلا ترجع یعنی نہیں ہے ہم میں سے کوئی کہ حسد نہ کرے اور نہیں ہے کوئی ہم میں سے کہ نظر نہ کرے طرف نامحرم کے لیکن جس وقت حسد کرے تو پس مت ٹھہر اُس حسد پر بلکہ دل سے دُور کر دے اُس کو اور جس وقت نظر کر بیٹھے تو نامحرم پر پس دوبارہ مت نظر کر طرف اُس کے اور علاج اس مرض روحانی کا دو چیزیں ہیں علم اور عمل لیکن علم دو قسم پر ہے اجمالی اور تفصیلی اجمالی یہ ہے کہ ہر چیز کو یہ جانے کہ تقدیر الٰہی سے یہ بات ہے اور اس عقیدہ کو اپنے دل میں حاضر رکھے کہ ماشاء اللہ کان ومالم یشالم یکن یعنی جو چاہے اللہ سو ہو جاتا ہے اور جس کو اللہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا ہے اور یہ بات سمجھے کہ کسی کے ناخوش ہونے اور مکروہ جاننے سے تقدیر نہیں ٹل سکتی ہے جس کی تقدیر میں خوش حالی اور حصول نعمتوں کا ہے البتہ وہ ضرور ہووے گا چاہے دوسرا شخص خوش ہو یا ناخوش اور علم تفصیلی یہ ہے کہ حسد کو ایسا سمجھے کہ ایمان کی آنکھ میں گویا تنکا اور خاک جا پڑے کہ آنکھ بسبب گر پڑنے ایسی چیزوں کے مکدر ہو جاتی ہے اس واسطے کہ حسد میں ناخوشی حکم الٰہی کی اور ناراضمندی قضا اور قدر الٰہی سے لازم آتی ہے اور اپنے بھائیوں ہم جنس کی بدخواہی کرنی پڑتی ہے اور حسد کرنے والے کو ہر وقت کا رنج اور تکدر حواس اور وسواس کا ہمیشہ رہنا حاصل ہے اور یہ بات حسد کرنے والے کے اختیار میں نہیں ہے کہ حسد کر کے کسی شخص کو کچھ ضرر پہنچا سکے نہ دین میں اور نہ دنیا میں بلکہ اُلٹا حسد کرنے والوں کا دُنیا میں بھی ضرر ہے کہ بسبب حسد کرنے کے نعمت

marfat.com

اُس کی جاتی رہے گی اور آخرت میں بھی اُس کے واسطے ضرر ہے کہ یہ ظالم ہے اور جس سے حسد کرتا ہے وہ مظلوم اور قیامت میں ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دی جائیں گی اور حکما نے واسطے بیان کرنے حاسد کے ضرر کے ایک مثال ذکر کی ہے اور حقیقت میں بات اُنھوں نے درست کہی ہے کہ حسد کرنے والے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی اپنے دشمن کی طرف پتھر اُس کے مارنے کے واسطے چلاوے اور وہ پتھر اُلٹا پھر کر اُسی کے آلگے اور ایک آنکھ اُس کی پھوڑ دے اور یہ بے وقوف پھر دوسری بار پتھر چلاوے پھر وہ اُلٹا پھر کے دوسری آنکھ اُس کی پھوڑ دے اور تیسری بار پھر کر سر اُس کا توڑ دے اور دشمن ہر دفعہ سلامت رہے اور لوگ اُس احمق کی حرکت کا کھڑے کھڑے تماشا دیکھیں اور ہنسیں اور یہ تمام وبال حسد کا دُنیا میں ہے اور عذاب آخرت کا تو بہت سخت اور باقی رہنے والا ہے اور علاج حسد کا ساتھ عمل کے اس طرح ہے کہ حسد کرنے والا محسود کے حق میں ایسے افعال کرے کہ خلاف مقتضائے حسد ہوں مثلاً اگر حسد بدگوئی اُس کی کا باعث ہوتا ہے چاہیئے کہ بدگوئی کی جگہ ثنا اور صفت اُس کی کرے اور اگر یہ سبب محسود کے مقابل تکبر کا ہو چاہیئے کہ اس وقت تواضع اور فروتنی اُس کے آگے کرے کہ اس حیلہ سے محبت اُس محسود کی پیدا ہو جاوے گی اور حسد خود بخود زائل ہو جاوے گا اس واسطے کہ محبت حسد کے مادہ کو قطع کرتی ہے اور اس مقام میں یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ جو دلی نفرت محسود کی طرف سے حاسد کو حاصل ہے سو اس بات میں اُس کو کچھ اختیار نہیں پس اُس نفرت کے اوپر اُس کو مواخذہ نہ ہوگا لا یکلّف اللّٰہ نفسا الّا وسعہا اور تکلیف شرعی بھی بہ نسبت اُس کے نہیں بلکہ حاسد مکلف اس بات کا ہے کہ اس دلی نفرت اپنی کو ناخوش جانے اور یہ تدبیر کرتا رہے کہ وہ نفرت جاتی رہے اور اس نفرت کو بتکلف دل سے ہٹا دے باقی رہا اس مقام میں ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ خطاب کرتا ہے کہ فاعفوا واصفحوا یعنی عفو کرو کافروں سے اور درگذر کرو اور کافروں کا اس وقت میں زور اور غلبہ تھا اور معاف کرنا اور درگذر کرنا اس جگہ ہوتا ہے کہ قدرت اور طاقت انتقام کی اس شخص کو حاصل ہو اور مسلمانوں کو اس وقت میں کچھ طاقت نہ تھی تا کہ یہ بات اُن سے کہی جاتی کہ معاف کرو جواب اس کا یہ ہے کہ امر عفو کا ہر مسلمان کو ہے کہ ہر کافر کو درگذر کرے اور یہ بات ممکن تھی کہ اگر کوئی کافر مسلمان کو ایذا پہنچاوے تو دوسرے مسلمان اُس کی طرفداری کر کے بدلہ اُس سے لیویں سو قدرت انتقام پر متحقق ہو گئی اور علاوہ اس کے

marfat.com

یہ بات بھی تھی کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کر لیا تھا کہ مسلمانوں کو غلبہ اور فتح حاصل ہوگی اور کافروں کا غلبہ اور شوکت تھوڑے دنوں میں جاتی رہے گی پس مسلمانوں کے اعتقاد میں قدرت انتقام کی محکم ہوگئی تھی اور یقیناً جانتے تھے کہ جس وقت کافروں سے مقابلہ کریں گے فتح پاویں گے اور اسی واسطے ایک مسلمان دس دس کافروں کو جواب دیتا تھا اور کچھ خوف نہ کرتا اور بعضے مفسرین نے مراد عفو اور صفح سے یہ لی ہے کہ دعوت اسلام کی ساتھ احسن طریقہ کے اور بجا آوری نصیحت کی اور شفقت اور نرمی کلام کی اور ترک کرنا درشت خوئی اور سختی کا ہو اور یہ معنی بلا تکلف صحیح ہو جاتے ہیں خواہ مسلمانوں کو قدرت انتقام کی ہو خواہ عجز ہو مگر لفظ حتّٰی یاتی اللہ بامرہٖ کا فی الجملہ اس مراد لینے سے روکتا ہے مگر اس طرح کہا جاوے کہ اس امر سے مراد امر غلظت اور تشدد اور ترک کرنا نرمی اور مدارات کا ہو بسبب عناد اور سرکشی اُن کے کے واللہ اعلم اور جبکہ ان دونوں آیتوں میں مذکور ہوا کہ اکثر اہل کتاب چاہتے ہیں کہ تمہارے تئیں دین تمہارے سے پھیر دیں اور اسی غرض کے واسطے شبہ نسخ کا اور دوسرے اعتراضات وا ہیہ تمہارے دل میں ڈالتے ہیں اب دلیل ان لوگوں کی کہ اپنے نزدیک انھوں نے ٹھہرا رکھی ہے بیان فرماتے ہیں کہ وَقَالُوْا یعنے واسطے پھیر دینے تمہارے کے دین اپنے سے کہتے ہیں اہل کتاب کہ وہ یہود اور نصاریٰ ہیں لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ یعنی ہرگز نہ آوے گا بہشت میں کوئی اگرچہ فرمانبرداری احکام الٰہی کی بھی کرے اور ساتھ تمام پیغمبروں کے ایمان لاوے اور تمام عمر اپنی عبادت اور بندگی میں صرف کرے اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا یعنی مگر وہ شخص کہ یہودی ہو اور طریق اپنا موافق اعتقاد اور عمل یہودیوں کے درست کرے اور یہ مقولہ یہودیوں کا تھا کہ اہل کتاب کا پہلا گروہ یہی ہے اور ہود اصل میں جمع ہائد کی ہے اور ہائد لغت میں بمعنی توبہ کرنے والے کے ہے چنانچہ سورۃ اعراف میں واقع ہوا ہے انا ھدنا الیك اور یہودی توبہ کرنے میں نہایت مشکل کام عمل میں لائے تھے کہ گوسالہ پرستی کے بدلے میں اپنی جانوں کو ہلاک کیا تھا اس واسطے یہ لقب انکے واسطے دیا گیا اَوْ نَصٰرٰى یعنی یا کہتے ہیں کہ ہرگز بہشت میں داخل نہ ہوگا مگر وہ شخص کہ ہووے نصاریٰ اور موافق طریق نصرانیوں کے اعتقاد اور عمل اپنا درست کرے اور یہ مقولہ نصاریٰ کا تھا کہ دوسرا فرقہ اہل کتاب کا یہی ہے اور نصاریٰ جمع نصران کی ہے اور نصران اور ناصر کے ایک معنی ہیں اور حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ عہد کر لیا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ رہیں گے اور نصرت تمہاری کریں گے چنانچہ سورۂ صف اور اور سورتوں میں مذکور اس کا ہے اس واسطے یہ لقب

marfat.com

ان کا ہوا پس اہل کتاب کے دو گروہ ہیں ہر ایک گروہ ان دونوں کلاموں میں سے ایک ایک کلام کرتا ہے یہودی تم سے کہتے ہیں کہ بہشت میں کوئی داخل نہ ہو گا سوائے فرقہ یہودیوں کے اور نصارٰی کہتے ہیں کہ بہشت میں سوائے نصارٰی کے کوئی نہیں جاوے گا اور غرض اُن کی یہ ہے کہ تم کو فریب دے کر اور بہشت کا شوق دل میں ڈال کر اپنی طرف کھینچ لیں اگر یہودیوں کے کلام کی تصدیق کر و یہودی ہو جاؤ اور اگر نصارٰی کے کلام اچھے معلوم ہوں اُن کی طرف مائل ہو جاؤ پس لفظ اَوْ کا اس جگہ واسطے تقسیم دونوں قولوں کے ہے یعنی گروہ اہل کتاب کے کہ یہود اور نصارٰی ہیں ایک گروہ کا ایک مقولہ ہے اور دوسرے گروہ کا دوسرا مقولہ چنانچہ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شہر یا ایک محلہ میں کوئی شخص مارا گیا اور شہر کے رہنے والے تعیین کرنے میں قاتل کے مختلف ہوئے اور ہر ایک گروہ کہنے لگا کہ ایک شخص کو انھوں نے مارا اور دوسرا گروہ پہلے گروہ کی طرف نسبت کرے اور اس تقریر سے جو اعتراض کہ اس عبارت پر وارد ہوتا تھا مندفع ہو گیا اور بیان اعتراض کا اس طرح ہے کہ کوئی اہل کتاب میں سے نہیں کہتا ہے کہ بہشت میں داخل نہیں ہونے کے مگر یہودی یا نصرانی اس واسطے کہ یہودی نصارٰی کے دین کو باطل جانتے ہیں اور نصارٰی یہودیوں کے دین کو منسوخ شمار کرتے ہیں اور دلیل اس دعوے کی اگلی آیت ہے

وَقالت الیھود لیست النصارٰی علیٰ شئ وقالت النصارٰی لیست الیھود علیٰ شئ

پس اہل کتاب کی طرف سے یہ کلام نقل کرنا صحیح نہ ہوا البتہ یہ کلام اُس وقت صحیح ہوتا کہ یہود اور نصارٰی آپس میں ایک دوسرے کو سچا سمجھتے اور اختلاف نہ کرتے چنانچہ مسلمان لوگ چاروں مذہب والوں کو برحق جانتے ہیں لیکن یہود اور نصارٰی آپس میں ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں اور طریق دُور ہو جانے اس اشکال کا جیسا کہ تفسیر میں گزرا ہے کہ لفظ اَوْ نصارٰی کا ہوداً کے اوپر معطوف نہیں تا کہ یہ بھی قول کے مقولہ میں داخل ہوتا اور مخالفت واقع کی لازم آتی بلکہ عطف اوپر مجموع مقولہ قول کے ہے اور جبکہ مدار تفرقہ کا درمیان دونوں قولوں کے یہی لفظ یہود اور نصارٰی کا تھا اور باقی اجزا کلام کے دونوں قول میں مشترک ہیں اعادہ اس مشترک کا تکرار محض جان کر ساقط کر دیا اور حرف اَوْ کا نصارٰی کے اوپر داخل کر دیا چنانچہ مثال مذکور میں گزر گیا پس تقدیر کلام کی اس طرح ہے کہ وقال اھل الکتاب لن یدخل الجنۃ الا ھوداً او من کان نصارٰی اور حاصل اس عطف کا تقسیم ان دونوں کلاموں کی اوپر مجموع اہل کتاب کے ہو گئی اور یہ مطابق واقع کے ہے اس واسطے کہ ایک فرقہ اہل کتاب

سے ایک کلام کہتا ہے اور دوسرا فرقہ دوسرا کلام اور جمہور مفسرین کہ او نصاریٰ کا عطف ھوداً کے اوپر جانتے ہیں اُنھوں نے دفع اس اشکال کا اس طرح سے کیا ہے کہ کلام کی بنا لف ونشر کے اوپر ہے پہلے دونوں گروہ یہود اور نصاریٰ کے قالوا کی ضمیر میں جمع کر دیئے بعد اُس کے من کان ھوداً او نصاریٰ میں نشر اُس کا کیا اور اس توجیہ میں ایک خدشہ قوی ہے کہ جن چیزوں کو لف میں جمع کرتے ہیں نشر میں بھی اُن کو جمع کرتے ہیں پس اس طرح عبارت ہوتی کہ لن یدخل الجنۃ الّا من کان ھوداً ونصاریٰ ساتھ حرف واؤ کے نہ ساتھ حرف او کے چنانچہ تمام مثالوں لف ونشر میں اسی طرح ہوتا ہے مثلاً اس بیت میں ؎

سیب و بہ و انار بہ ترتیب لف ونشر دل را و معدہ را و جگر را مقوی است

اور اس بیت میں کیف اسلو دانت خقف وغصن + وغزال لحظاً وقد اور وفا اور جیسا کہ اس آیت میں ومن رحمتہ جعل لکم اللّیل والنّھار لتسکنوا فیہ ولتبتغوا من فضلہ وعلیٰ ھذا القیاس مگر اس کا جواب اس طرح دیا جاوے کہ اَوْ اس جگہ بمعنی واؤ کے ہے اور تعیین اس بات کی کہ قول یہودیوں کا پہلا قول ہے اور قول نصاریٰ کا دوسرا ہے ادنیٰ التفات سامع کی سے معلوم ہو جاتا ہے اس واسطے کہ ہر ایک فرقہ ان دونوں فرقوں میں سے ایک دوسرے کو گمراہ کہتا ہے اور اپنے اپنے دین کی رغبت دلاتا ہے اور مثل اس آیت کے آیت دوسری بھی ہے کہ آخر سیپارہ کے آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وقالوا کونوا ھوداً او نصاریٰ تھتدوا حاصل کلام یہ ہے کہ مسلمان شخص کو چاہیئے کہ اس دعوے بے دلیل اُن کے سے فریب نہ کھاوے اور یہ بات اپنے دل میں جانے کہ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ یعنی یہ تمام آرزوئیں بے اصل اُن کی ہیں مانند آرزوؤں اُس شخص کی کہ تنہائی میں بیٹھ کر خیالات باطلہ دل میں باندھ کر خود بخود خوش ہووے اور اگر یہ لوگ حماقت کی راہ سے اُن آرزوؤں اپنی کو بطلاتِ مذہب اور اعتقاد کے روبرو تیرے بیان اور ظاہر کریں پس اُن کے جواب میں اس طرح قُلْ یعنی کہہ کہ ہر ایک مدعی کو اپنے دعوے پر دلیل چاہیئے اور بغیر دلیل کے دعویٰ باطل اور نامسموع ہے پس هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ یعنی لاؤ تم دلیل روشن اپنے دعوے پر کوئی نص کتاب الٰہی سے یا قیاس عقلی کہ مرکب ہو مقدمات صادقہ سے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ یعنی اگر ہو تم راست گو اس دعوے اپنے میں اور ھات کا لفظ اصل میں اٰتِ تھا کہ صیغہ امر کا ہے

باب افعال سے اور مصدر اس کا اتیان ہے بمعنی آوردن کے ہمزہ کو بسبب قرب مخرج کے ہاکے ساتھ بدل کیا ھات ہو گیا اور یہ قلب اُس کے تمام صیغوں میں آتا ہے اس طرح سے کہ ھات ھاتیا ھاتوا ھاتی ھاتیا ھاتین اور بعضے اہل عربیت اس لفظ کو اسم فعل جانتے ہیں لیکن جبکہ تصریف اس کی تصریف فعل کی سی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم فعل نہیں بَلٰی یعنی البتہ اس قدر موافق دلائل عقلیہ اور نقلیہ کے ثابت ہے اور نزدیک تمام اہل حق کے مسلم کہ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ یعنی جس نے فرماں بردار کیا اور جھکا دیا منہ اپنا واسطے خدا کے اور آیتوں اور حکموں اُس کے کے ہر زمانہ میں اور جس پیغمبر کی زبان سے احکام الٰہی اور فرمان اُس کے سُنے اپنے سر اور آنکھوں پر رکھے اور موافقت قوم اپنی کی کہ بے دین ہو اُس نے نہ کی اور اپنے طریق اور آئین کو دین کی بات میں دخل نہ دیا اور باوجود اس کے وَهُوَ مُحْسِنٌ یعنی وہ شخص نیکو کار بھی ہو نہ مرتکب افعال شنیعہ اور اعمال قبیحہ کا فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ یعنی پس واسطے اُس کے ہے اجر عمل نیک اُس کے کا کہ بہشت اور رضوان الٰہی اور قرب آثار اس اجر کے ہیں عِنْدَ رَبِّهٖ یعنی نزدیک پروردگار اُس کے کہ اطاعت اُس کی کی اور موافق امر اُس کے کے کام کیا اگرچہ مخالفوں کے نزدیک اُس کے واسطے کچھ اجر نہیں اور اعمال اُس کے کو حبط جانیں.... وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ اور کچھ ڈر نہیں اس قسم کے لوگوں کو مخالفوں کے ڈرانے سے اور اس بات سے کہ وہ مخالفین عمل اُن کے بے فائدہ سمجھیں وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنی اور نہ یہ غمگین ہوتے ہیں طعن اور تشنیع مخالفوں اپنے سے اور قیل وقال بیہودہ اُن کی سے اس واسطے کہ اُن کو اپنے پروردگار کے ساتھ کام ہے کہ وہ قدر دان ہر عمل کا ہے اور دانا ہر ایک نیت اور عقیدے کا اور خلق سے کچھ کام نہیں پس اس قسم کے لوگ کسی گروہ کے ہوں خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ یا اور کوئی مستحق دخول جنت کے ہیں اور حصر کرنا اس بات کا کہ بہشت میں فلانے ہی دین اور آئین والے داخل ہوں گے باطل ہے بلکہ انحصار دخول بہشت کا ایک دین کے لوگوں کے واسطے اُس وقت متحقق ہو کر سوائے اُس دین کے تمام دین قیامت تک منسوخ ہوتے اور کوئی دین سوائے اُس دین کے قیامت تک موجود نہ ہوتا اور جبکہ یہودیت اور نصرانیت میں یہ دونوں وصف متحقق نہیں انحصار بہشت کا اُن کے اندر کسی وجہ سے صحیح نہیں اس مقام میں جاننا چاہیئے کہ اجر ثابت کرنے کے واسطے اور دُور ہونے خوف اور حزن کیلئے دو شرطیں ذکر فرمائیں اوّل لوجہ اللہ دوسرے احسان اکثر مفسرین نے اسلام

(حاشیہ: مسلم محسن کے لئے اجر اور عدم خوف وحزن کا بیان)

marfat.com

لوجہ اللہ سے مراد تصحیح عقائد رکھا ہے اور دوسری سے یعنی احسان سے مراد اصلاح عمل اور نیک کرنا اُس کا لیا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ اسلام علاوہ اسلام عام کے ہے اس واسطے کہ اسلام عام کے معنی تصدیق کرنی ساتھ کلمہ طیب کے اور اقرار کرنا ساتھ اُس کے ہے اور قائم کرنا نماز اور روزہ کا اور دینا زکوٰۃ کا اور حج خانہ کعبہ کا موافق حدیث صحیح کے کہ الاسلام ان تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ وتقیم الصلوٰۃ وتوتی الزکوٰۃ وتحج البیت ان استطعت الیہ سبیلا وتصوم رمضان اور جو اسلام کہ اس آیت میں مذکور ہے اس کے معنی خاص ہیں اور حقیقت اُس کی یہ ہے کہ مسلمان شخص مع تمام اعضا اور قوائے اپنے کے تمام حالات اور اوقات میں یقین کلی رکھے اور مطیع اور فرمانبردار کامل اپنے پروردگار کا رہے اور اسی اسلام کا حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم رضؓ سے مطالبہ کیا تھا کہ اس آیت میں اس کا ذکر ہے اذ قال لہٗ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین اور طرف اُسی کے اشارہ ہے حدیث نبوی میں کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی مسلمان وہ ہے کہ سلامت رہیں مسلمان زبان اس کی سے اور ہاتھ اُس کے سے اس واسطے کہ وجہ بمعنی ذات کے ہے اور اگرچہ تعبیر ذات نے کبھی ساتھ گردن کے اور کبھی ساتھ سر کے اور کبھی ساتھ اور اعضا کے کرتے ہیں لیکن وجہ کہ بمعنی ذات کے ہیں اس میں خصوصیت ایسی ہے کہ دوسرے اعضا میں وہ خصوصیت نہیں پائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ چہرہ آدمی کا اشرف اعضا اُس کے کا ہے اور مبدأ تمام حواس ظاہرہ اور باطنہ کا اور مقام فکر اور تخیل اور منشا قوائے مدرکہ اور محرکہ کا یہی ہے اور تمام عبادتوں میں سے جو بہتر ہے یعنی سجدہ اسی عضو کے ساتھ حاصل ہوتا ہے پس یہ عضو گویا خلیفہ اور قائم مقام ذات کے ہے اور جبکہ آدمی نے اس عضو شریف کو کسی کے واسطے جھکا دیا اور فرمانبردار کیا معلوم ہوا کہ تمام اعضا اور قوی اپنے فرمانبردار کئے اور یہ مرتبہ اسلام کا حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک کہ توکل اور پورا پورا بھروسا اللہ کے اوپر نہ ہو اور امید اور خوف اور محبت اور نفرت اپنی کو تابع امر اُس کے کے نہ کرے اور ایسے ہی جو احسان کہ اس آیت میں مذکور ہے علاوہ اُس احسان کے ہے جو مشہور ہے اور حقیقت اس احسان کی یہ ہے کہ درمیان حدیث سوال جبرئیل کے آیا ہے کہ الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی نیک کرنا عمل کا یہ ہے کہ عبادت خدا کی اس طرح کرے تو گویا کہ

marfat.com

اُس کو دیکھ رہا ہے تو پس اگر تو اُس کو نہیں دیکھتا ہے وہ خود تجھ کو دیکھتا ہے اور دیکھنا اُس کا کافی ہے کہ تو اچھی طرح آداب عبادت کے نگاہ رکھے اور اس دیکھنے کو یہ بات لازم ہے کہ عمل اپنے میں تین طرح سے خلل نہ ہونے دے اوّل خلل نیّت کا کہ بالکل نفسانیت اُس میں نہ ہو دوسرے خلل کمی بیشی کا کہ ہرگز اُس میں نہ پایا جاوے اور جس طرح وہ عمل مشروع ہے اُسی طرح سے صورت اُس کی قائم رہے اور اوپر وجہ مسنون کے مع رعایت تمام شروط اور آداب کے اس عمل کو بجالائے اور تیسرے بعد بجالانے اُس عمل کے ایسی حرکت اور گناہ نہ کرے جس کے سبب سے اس عمل کا ثواب کم ہو جاوے یا اصل سے جاتا رہے اور جبکہ اس طرح اُس عمل کو بجالاوے گا مستحق اجر اور ثواب کا جو اس کے واسطے موعود ہے ہوگا اور خوف اور غم عدم مقبولیت اُس کی کا زائل ہو جاویگا حاصل کلام یہ کہ اس آیت میں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ حالِ عمل یہود اور نصاریٰ اُس زمانہ کا ہرگز بہشتیوں کے احوال کے ساتھ نہیں ملتا ہے اس واسطے کہ یہ لوگ نہ اسلام لوجہ اللہ رکھتے ہیں کہ احکام اُس کے کو جو ناسخ ہیں پہلے حکموں کو قبول کریں اور پیغمبر وقت کے اُوپر ایمان لاویں اور نہ احسان عمل کا نصیب اُن کے ہے اس واسطے کہ اُنھوں نے اپنی طرف سے نئے نئے حکم اختیار کئے ہیں اور جو شریعت کہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے اُس کو بدل ڈالا جب تک کہ اُسی حالت پر ہیں توقع دخول بہشت کی کرنی خیال خام اُن کا ہے اور یہ بات تو بہت بعید ہے کہ خاص یہی لوگ مالک بہشت کے ہوں اور دوسروں کو بہشت میں داخل نہ ہونے دیں البتہ طریق اپنے کو بدل ڈالیں اور بالکل فرمانبردار احکام الٰہی کے ہو جاویں اور مطابق شریعت پیغمبر وقت کے نیک عمل کریں ضرور اجر اور ثواب کے لائق ہوں گے اور کسی طرح سے اہلِ کتاب کے حجت جھوٹے دعوے بلا طلب دلیل اور حجت کے مسموع اور مقبول نہیں وہ تو خود آپس میں ایک دوسرے کو کاذب اور جھوٹا کہتے ہیں وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ یعنی اور کہتے ہیں یہودی کہ نہیں ہیں نصاریٰ اوپر کسی شئے کے کہ کچھ دین اور ہدایت اُن میں نہیں بلکہ محض گمراہی پر ہیں نہ اعتقاد اُن کا درست ہے اور نہ عمل ہی صحیح اُن کا ہے اور یہ بات یہودی اس واسطے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو پیغمبر نہیں جانتے ہیں اور نہ انجیل مقدس کو کتاب الٰہی سمجھتے ہیں وَقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلٰى شَيْءٍ یعنی اور کہتے ہیں نصاریٰ کہ نہیں یہودی اوپر کچھ دین اور ہدایت کے اور نصاریٰ یہ کلام اس واسطے کہتے ہیں کہ توریت اور

یہود و نصاریٰ کی تکذیب و تردید باہم کا بیان

marfat.com

احکام اُس کے لبسبب مبعوث ہونے حضرت عیسیٰؑ کے اور اُترنے انجیل کے منسوخ ہوئے پس اگر دونوں گروہ کے قول سچے ہوں اس صورت میں تمام اہل کتاب درجۂ اعتبار سے ساقط ہوتے ہیں اور دونوں کتابوں میں سے کوئی کتاب لائق اقتدا کے نہیں رہتی ہے اور اگر ایک گروہ کے قول کو اعتبار کیا جاوے اور دوسرے کو لغو اور ساقط قرار دیا جاوے ترجیح بلا مرجح لازم آوے اس واسطے کہ دونوں گروہ اپنی اپنی کتاب کے علم میں برابر ہیں اور کسی کو اوپر دوسرے کے ترجیح نہیں وَهُمْ اور یہ لوگ خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ یعنی تلاوت کرتے ہیں اور پڑھتے ہیں کتاب الٰہی کو جس وقت کہ ایک دوسرے کو آپس میں جھوٹا کہتے ہیں اور کتاب الٰہی کو دلیل اپنے دعوے کی ٹھہراتے ہیں پس اگر کوئی شخص چاہے کہ محض اہل کتاب کے قول سے حق اور باطل جدا جدا کرے ہرگز یہ بات ممکن نہیں بلکہ اگر قول اُن کا معتبر ہو دونوں مذہب باطل ہو جاویں گے مذہب یہودیوں کا نصاریٰ کے قول سے اور دلائل اُن کے سے اور مذہب نصاریٰ کا یہودیوں کی دلیلوں سے اور اسی واسطے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جس وقت اس آیت کو تلاوت کرتے تھے فرماتے تھے صدقوا واللہ یعنی سچے ہیں یہ دونوں گروہ قسم اللہ کی یعنی اس بات میں کہ دونوں گروہ ہدایت اور دین پر قائم نہیں ہیں بلکہ ہدایت اور دین دوسرے طریق میں موجود ہے علاوہ ان دونوں طریقوں کے بہرحال لبسبب اس تکاذب دونوں فریق کے قول اُن کے قابل اعتبار کے نہ رہے بلکہ اگر تامل کیا جاوے معلوم اور ظاہر ہووے کہ عرب کے جاہلوں اور مشرکین مکہ سے اہل کتاب کو کسی طرح کی فوقیت نہیں اس واسطے کہ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ یعنی اس قسم کے کلام بیہودہ کہتے ہیں وہ آدمی کہ مطلق علم کتاب کا نہیں رکھتے ہیں جیسے کہ بُت پرست لوگ اور ستارہ پرست لوگ اور آتش پرست یعنی مانند کلام اُن کے کے بلا تفاوت جبکہ علماء مانند جاہلوں کے بیہودہ گو ہوئے پھر کیا اعتبار رہ گیا کہ اُن کے کلام سے حق بات دریافت ہو جاوے اور علاوہ اس کے اپنے کلام بھی انھیں کے نزدیک جھوٹے ہیں اس واسطے کہ یہودی جانتے ہیں کہ نصاریٰ کے بعضے اعتقاد ایسے ہیں کہ انبیاء سابقین کے تھے اور بعضے اعمال توریت کے بھی یہ مانتے ہیں اور بجالاتے ہیں اور باوجود اس کے دعویٰ کرتے ہیں کہ نصاریٰ بالکل جھوٹے ہیں اور ایسے ہی نصاریٰ بھی یہودیوں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں اور باوجود اس کے بالکل جھوٹا بھی کہتے جاتے ہیں پس دونوں گروہ اپنے نزدیک بھی اس امر

marfat.com

میں کاذب ہوئے کہ دوسرے فریق کو لاشے محض قرار دیا اور یہ قول ان دونوں فریق کا تعصب کی راہ سے سرزد ہوا اور تعصب کام جاہلوں بے فہم کا ہے اور اسی واسطے اگر علماء تعصب کرنے لگتے ہیں پایہ اعتبار سے ساقط ہوجاتے ہیں اور قول ایسے عالموں کے قابل سند کے نہیں رہتے ہیں اور جبکہ دونوں گروہ اہل کتاب کے بسبب کمال تعصب کے یا بسبب بیہودہ گوئی گے جاہلوں گے برنگ ہوتے اور جاہل پہلے ہی سے بے دلیل اور بلا برہان ہیں پس اُن کے طریق میں امتیاز حق کا باطل سے محال ہوا فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنی پس خدائے تعالیٰ حکم قطعی فرماوے گا درمیان ان دونوں گروہ اہل کتاب کے اور جاہلوں کے قیامت کے دن کہ ہر ایک کو جزا بقدر گناہ اُس کے کے پہنچاوے گا فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ یعنی جس چیز کے اندر دُنیا میں وہ اختلاف کرتے تھے جاہل لوگ دونوں گروہ اہل کتاب کے کو باطل جانتے تھے اور اہل کتاب جاہلوں کو اور ایسے ہی دونوں گروہ اہل کتاب کے آپس میں ایک دوسرے کو کاذب اور گمراہ جانتے تھے اور جبکہ حال ایسا ہے کہ معلوم ہوا پس قول اہل کتاب کا کہ لن يدخل الجنة الامن كان هودا او نصارٰی اپنے ہی اس قول سے باطل ہوا اس واسطے کہ موافق قول یہودیوں کے نصارٰی بہشت میں نہیں جاویں گے اور موافق قول نصارٰی کے یہودی اور جبکہ دونوں اہل کتاب ہیں دونوں کے قولوں کا اعتبار کرنا چاہیے پس جمع بین النقیضین لازم آئی پس ثابت ہوا کہ حق الامر دریافت کرنے میں قول اہل کتاب کا معتبر نہیں باقی ہے اس مقام میں کئی سوال جواب طلب اوّل یہ کہ لفظ علی شئ کا نکرہ ہے تحت نفی کے واقع ہوا اور نفی عام کی دونوں گروہ کے نزدیک صحیح نہیں اس واسطے کہ اگرچہ مذہب مخالف کا باطل ہوتا ہے لیکن شے کے نیچے اب بھی داخل ہے اور بقرینہ مقام شئے سے مراد شے معتدبہ اور صحیح مراد لی جاوے پھر بھی نفی عام کی صحیح نہیں اس واسطے کہ بعضے اعتقاد نصارٰی کے یہودیوں کے نزدیک اور یہودیوں کے بعضے اعتقاد نصارٰی کے نزدیک بھی مطابق واقع کے ہیں اور صحیح اور معتدبہ ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ صدور اس کلمہ کا ان دونوں گروہ سے وقت مخاصمہ اور مجادلہ کے تعصب کی راہ سے ہوا تھا اور کچھ مذہب ان کا نہ تھا اور اہل تعصب اس قسم کے کلمات بے اصل کہ اپنے نزدیک بھی اُن کو باطل سمجھتے ہیں زبان پر لایا کرتے ہیں ابن اسحاق اور ابن جریر وغیرہمانے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جس وقت نصارٰی نجران کے آں حضرت صلعم کی ملاقات کے واسطے آئے تو دانشمند یہود کے کہ آں حضرت صلعم کے

قرب وجوار میں رہتے تھے وہ بھی ان کے دیکھنے کے واسطے آں حضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور روبرو آں حضرتؐ کے دونوں فریق نے دین اور مذہب کی باتوں میں مناظرہ اور تنازع شروع کیا رافع ابن حرملہ کہ یہود کے دانشمندوں میں سے تھا اُس نے نصاریٰ سے کہا کہ تم کسی شئے پر نہیں ہو اس واسطے کہ عیسیٰؑ کو پیغمبر جانتے ہو اور انجیل کو کلام الٰہی سمجھتے ہو اور واقع میں نہ عیسیٰ پیغمبر تھا اور نہ انجیل کتاب اللہ پس اصل سے مذہب تمہارا لغو ہے یہ بات سُن کر ایک شخص نجران کے نصاریٰ میں سے اُٹھا اور کہا کہ تم بھی ہمارے نزدیک کسی شئے کے اوپر نہیں ہو اس واسطے کہ موسیٰؑ کو پیغمبر جانتے ہو اور توریت کو کتاب الٰہی کہتے ہو نہ موسیٰ پیغمبر تھا اور نہ توریت کتاب الٰہی آں حضرت صلعم ان دونوں کے کلام سے بہت ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ تعجب ہے تم دونوں اپنی اپنی کتاب کے عالم ہو اور ہر ایک کتاب میں تصدیق دوسری کتاب کی اور دوسرے پیغمبر کی موجود ہے حق تعالیٰ نے مطابق جواب آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے یہ آیت بھیجی اور بعضے مفسرین نے اس کلام کو محمول ہر ہر گروہ کے مذہب پر کیا ہے اور اس طرح مضمون اس کلام کا بیان کیا ہے کہ مراد نصاریٰ کی نفی ہدایت یہود کی سے تھی کہ یہود اس زمانہ کے کہ حضرت عیسیٰ کے بعد دین یہودیت پر قائم ہیں کچھ نصیب اور حصہ ہدایت سے اُن کو حاصل نہیں گو پہلے منسوخ ہونے اس دین کے ہدایت پر ہوں اور مراد یہودیوں کی نفی ہدایت نصاریٰ کی سے یہ ہے کہ مابہ الامتیاز دین نصاریٰ کا یہود سے باطل اور بے اصل ہے یعنی کوئی شئے اُن کے مذہب میں ایسی نہیں جس کے سبب سے یہودیوں کے دین سے ان کا دین جدا ہو گو حضرت موسیٰ اور دوسرے انبیاء پر ایمان اُن کا ہو اور احکام توریت کے بھی قبول کریں سو اس بات سے کچھ خوبی اُن کی مذہب کی نہیں نکلتی ہے اس واسطے یہ بات یہود میں موجود ہے مدح اور ذم ہر فرقہ کی خاص شئے کے سبب سے نکلتی ہے کہ اُس میں وہ چیز پائی جاوے دوسرے میں نہ پائی جاوے سوال دوسرا یہ ہے کہ کذٰلک کلمہ تشبیہ کا ہے مرکب کاف تشبیہ اور ذٰلک سے کہ اسم اشارہ ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ مشار الیہ اس جگہ وہی کلام پہلا ہے پس لفظ مثل قولہم کا مدلول متغایر مقرر کرتے ہیں اس طرح کہ کذٰلک میں تشبیہ قول کے ساتھ قول کی ہے اور مثل قولہم میں تشبیہ مقولہ کی ساتھ مقولہ کے یا بالعکس یا اختلاف وجہ تشبیہ میں ہے کہ کذٰلک سے مراد تشبیہ بطلان اور فساد میں ہوئی اور مثل قولہم میں وجہ تشبیہ کی کونہ ناشی عن العداوۃ ہو جاوے حاصل کلام یہ ہے کہ غرض لانے ان

marfat.com

دو لفظوں سے بیان اس بات کا ہے کہ اس قول میں کئی وجہ سے ان دونوں فریق نے مشابہت ساتھ جاہلوں مشرکین مکہ اور مجوس اور ہنود کے حاصل کی ہے کہ دین حق کے منکر ہوتے ہیں اور اگر یہ لوگ اپنے حال میں تامل کریں فی الفور معلوم ہو جاوے کہ بیان حق اور اتباع انبیاء کے سے بالکلیہ دور ہیں اس واسطے کہ تمام دانشمندوں بنی آدم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ تعظیم مساجد کی واجب ہے اور منع کرنا اور بند کرنا ذکر اللہ سے حرام ہے اور یہ دونوں کام کرتے ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ یعنی اور کون بڑا ظالم ہے اس شخص سے جو منع کرتا ہے مسجدوں خدا کی کو کہ یہ مسجدیں اُسی کے گھر ہیں اور دوسرے کی اُن میں شرکت نہیں اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یعنی اس بات سے کہ یاد کیا جاوے اُن میں نام پاک اُس کا خواہ دل سے خواہ زبان سے اور خواہ ساتھ تمام اعضاء کے جیسا کہ نماز میں اسی طرح ہوتا ہے بلکہ اس کے اوپر بھی کفایت نہ کی اور یہ بات چاہی کہ خانہائے خدا کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑیں وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا اور سعی کی بیخ خراب کرنے اُن مسجدوں کے اور یہ حرکتیں فقط تعصب کی راہ سے کرتے ہیں کہ مخالف ہمارے ان مسجدوں میں آن کر عبادت کرتے ہیں پس جو شخص ایسا ہو کئی طرح سے ظلم اُس کے اندر پائے گئے اول یہ کہ انواع ظلم کے بہت ہیں ظلم مالی اور ظلم عرضی اور ظلم جانی اور اعلےٰ مرتبہ ظلم کا یہ ہے کہ کسی کے گھر کو کوئی غصب کرے اور اسی واسطے وقت بیان کرنے شدت ظلم کے اس ظلم کو زبان پر لاتے ہیں کہ فلانے شخص نے فلانے کا گھر چھین لیا اور اس کو گھر سے نکال دیا اس واسطے کہ جب غصب گھر کا پایا گویا غصب تمام متعلقات اُس کے کا ہوا دوسرے یہ کہ غصب کسی چیز کا بھی کئی طرح سے ہوتا ہے غصب عین کا ہوتا ہے اور غصب منافع کا اور اعلےٰ مرتبہ غصب کا یہ ہے کہ جو مقام ذکر اُس کا ہو اُس کو بھی نہ ہونے دے تیسرے یہ کہ بعد غصب کرنے کے تصرفات غاصب کے کئی طرح سے ہوتے ہیں کبھی دعوےٰ ملکیت کا کرتے ہیں اور کبھی دعوےٰ عوض کا کرتے ہیں اور جس شے کو اصل سے خراب کر دیا کمال ظلم ہوا اور یہ بات ظاہر ہے کہ تمام ظلموں سے بڑا سخت ظلم یہ ہے کہ بہ نسبت خالق اور منعم اپنے کے ظلم کرے اور جبکہ یہ لوگ نسبت خالق اپنے کے اس قسم کے ظلم کے مرتکب ہوئے کہ اُس کے گھروں کو غصب کریں اور نام اُس کا نہ لینے دیویں پھر اُس گھر کو خراب کریں اور گرا دیویں اس سے زیادہ کون شخص ظالم ہوگا اور ایسا ظلم اہل کتاب میں سے نصاریٰ کے گروہ سے سرزد ہوا کہ جس وقت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے قتل کرنے کی فکر میں ہوئے

marfat.com

اور حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اُٹھایا گیا نصاریٰ بارادہ انتقام کے طیطوس رومی کے پاس گئے اور اُس کو معتقد حضرت عیسیٰ کا بنایا اور شام کی طرف اُس کو لائے اور یہودیوں کو قتل کروایا اور یہودیوں کی دشمنی کے سبب سے بیت المقدس کو بھی خراب کیا اور نجاستیں اور خس و خاشاک سے بھر دیا اور کوڑا اور نجاستیں اُسی جگہ ڈالتے تھے باوجودیکہ بیت المقدس بنایا ہوا حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا تھا اور اُسی وقت سے ہمیشہ عبادت گاہ انبیاء بنی اسرائیل کا رہا اور ذکر خدا کا ہمیشہ اُس میں ہوتا تھا اور جس جگہ توریت کو پایا جلا دیا اور بیت المقدس کے بدلے مشرق کی جانب کہ جس جگہ مولد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا عبادت گاہ مقرر کی اور بیت المقدس تا زمانہ پھیلنے اسلام تک خراب رہا کہ آخر کو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب نے اُس شہر کو فتح کیا اور بذاتِ خود انھوں نے اور اصحاب نے اُس مسجد کو نجاستوں سے پاک کیا اور پانی سے خوب طرح پاک صاف کر کے خوشبوؤں سے معطر کیا اور محل عبادت اور نماز کا اُس کو ٹھیرایا اور ایسا ہی ظلم مکہ کے جاہلوں سے بھی سرزد ہوا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مسجد الحرام میں آنے سے اور نماز پڑھنے سے اُس جگہ میں مانع ہوئے بلکہ کسی مسلمان کو جب نماز پڑھتے ہوئے اُس جگہ دیکھتے تھے یا ذکر کرتے ہوئے اُس کو گالیاں دیتے اور مارتے اگرچہ ظاہر میں اُس کی عمارت کو خراب نہ کیا لیکن جبکہ اُس کو ذکر الٰہی سے معطل کیا اور بتوں کو اُس مقام میں رکھا اُس کو ساتھ نجاست معنوی کے آلودہ کیا پس حقیقت میں یہ بھی خراب کرنا اور ویران کرنا ہے اور یہی روش اور فرقوں کفار میں ہے جیسے کہ ہنود اور مجوس میں رائج ہوئی کہ جب کسی شہر پر اہل اسلام کے شہروں میں سے مسلط ہوتے ہیں اذان اور جماعت کو منع کرتے ہیں اور ذکر الٰہی سے معطل کرتے ہیں اور ذلیل کارخانہ اُس میں رکھتے ہیں اور ہر چند کہ یہودیوں نے صریح یہ ظلم نہیں کیا لیکن جس وقت اُنھوں نے مشرکین مکہ کی امداد کی در پردہ یہ بھی مرتکب اس امر شنیع کے ہوئے باوجودیکہ تینوں فرقوں کے نزدیک مسجدوں کی ہتک حرمت کا کرنا جائز نہیں اور ذکر الٰہی سے روکنا اور بند کرنا بُرا ہے خصوصاً مسجدوں میں کہ محض اسی کام کے واسطے بنی ہوئی ہیں اور مقرر ہیں بلکہ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ یعنی یہ گروہ نہیں جائز تھا اُن کے دین اور آئین میں بھی أَنْ يَدْخُلُوهَا یہ کہ داخل ہوں خدا کے گھروں میں اور مسجدوں میں إِلَّا خَائِفِينَ یعنی مگر خوف زدہ اور ڈرنے والے بنکر اس سبب سے کہ مبادا ہم سے اُس مکان کی تعظیم کرنے میں کوئی قصور

نہ ہو جاوے اور صاحب خانہ کے روبرو وہم کو شرمندگی حاصل ہو چنانچہ دیوان عام اور دیوان خاص بادشاہوں کے میں اسی طرح کا خوف و ہراس دل میں ہوتا ہے اور ان ظالموں کا کیا ٹھکانا ہے کہ اس قدر ہتک حرمت مسجد کی کرتے ہیں اور بالکل اُن کو خیال نہیں پس اس قسم کے آدمی اگر مشرک ہیں سو اُنھوں نے شرک کے ساتھ بے ادبی کو بھی ملالیا اور سب سے زیادہ ظالم ہوئے اور اگر مدعی توحید اور اتباع ملت کے ہیں پس کار ان کا مخالف گفتار کے ہوا اس واسطے کہ تعظیم معبود کی اُسوقت ہو گی کہ تعظیم عبادت ہو اور عبادت گاہ کی تعظیم لازم ہے اور جبکہ عبادت گاہ کو خراب اور ویران کیا اُس سے انکار عبادت کا پایا گیا اور انکار عبادت سے انکار معبود کا سمجھا گیا اور جس وقت قول اُن کا مخالف فعل کا ہوا خصلت نفاق کی اُن کے واسطے ثابت ہوئی اور گروہ دین داروں کے سے باہر ہوئے سوا س ظلم کی مکافات میں لَهُمْ فِي الدُّنْيَا یعنی واسطے اُن کے ہے دُنیا میں واسطے عبرت دوسروں کے نہ اس واسطے کہ دنیا دار الجزا ہے خِزْيٌ یعنی رُسوائی سخت بسبب قتل کئے جانے اور مقید کئے اور جلا وطن کرنے کے اور چھین جانے ملکوں اور شہروں کے اُن کے ہاتھوں سے اور منع کئے جانے اس بات سے کہ مکانات متبرکہ میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے اور خوفزدہ چنانچہ یہی امر مشرکین مکہ کے حق میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیش آیا کہ نویں سال میں حضرت ابوبکر صدیق نے حسب ارشاد جناب سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موسم حج میں منادی کی کہ اب آئندہ کو کوئی مشرک اس پاک مقام میں داخل نہ ہو اور اگر اتفاقاً آوے گا مارا جاوے گا اور وقت خلافت حضرت فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے نصاریٰ کے حق میں یہی بات وقوع میں آئی کہ ملک شام کو اُن کے ہاتھوں سے چھین لیا اور بیت المقدس سے نہایت اہانت اور ذلت کے ساتھ خارج کیا اور رفتہ رفتہ بنی اُمیہ اور بنی عباس کی بادشاہت میں قسطنطنیہ اور اموریہ اور رومیہ بھی اُن کے قبضہ سے باہر ہوئے اور جزائر فرنج میں فرار ہو کر آوارہ اور پریشان ہوئے اور فقط یہی رُسوائی اِس ان لوگوں کے حق میں بس نہیں بلکہ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ یعنی اور واسطے اُن کے تیار ہے آخرت میں کہ دار الجزا اور مکافات کا مقام ہے عذاب نہایت بڑا کہ اُس عذاب کے روبرو دنیا کی رسوائی بالکل ہیچ ہے اور کچھ حساب میں نہیں اور اسی واسطے دُنیا کی رُسوائی کو عذاب نہ کہا لیکن ان لوگوں نے کہ جو دُنیا میں ظلم اور تعدی کرتے ہیں تمام وبال اُس کا ان کی جانوں

پر ہے اور جناب پاک باری تعالیٰ کی اس سے بلند ہے کہ کوئی شخص بسبب ظلم کرنے کے کچھ نقصان اس کو پہنچاوے اور ایسے ہی بسبب گرا دینے اور ویران کرنے مسجدوں کے کچھ عبادت اُس کی موقوف نہیں ہو جاتی ہے اور خاص مکان کے ویران کرنے سے بالکل امکنہ عبادت اُس کی کے معدوم نہیں ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ اُس کے واسطے کوئی مکان نہیں کہ ایک مکان میں قرار پکڑ کے بسبب ویران ہونے اُس کے کے بے گھر ہو جاوے اور مسافروں کی طرح سے جنگل جنگل میں پھرے بلکہ اُس کی نسبت سے تمام مکانات برابر ہیں اور عبادت اُس کی جس مکان میں کی جاوے مقبول ہے اور ایسے ہی خراب کرنے مسجدوں کے سے کچھ مسلمانوں اور عبادت کرنے والوں کو بھی نقصان نہیں پہنچتا ہے اس واسطے کہ تمام زمین کو مسلمانوں کے واسطے بمنزلہ مسجد کے مقرر کیا گیا ہے وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ اور واسطے خدا کے ہے مشرق اور مغرب زمین ہر جگہ کی عبادت گاہ اُس کی ہے اور اُس کی نسبت جیسی کہ بیت الحرام اور بیت المقدس کے ساتھ ہے ویسی ہی نسبت دوسرے مکانوں کے ساتھ ہے اس واسطے کہ تمام مکانات مملوک اور مخلوق ہونے میں اُس کے برابر ہیں اور کوئی مکان جائے سکونت اُس کی کا نہیں ہے پس اے مسلمانوں خراب کر دینے مسجدوں کے سے جائے عبادت اُس کی کی معدوم نہیں ہو سکتی ہے فَاَيْنَمَا یعنی پس جس جگہ کھڑے ہو کر تُوَلُّوْا یعنی منہ اپنا اُس کی طرف پھیرو اور متوجہ طرف اُس کے ہو فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ یعنی پس اُس مکان میں ہے حضور اللہ تعالیٰ کا اور قرب اُس کا اس واسطے کہ جناب باری عز اسمہ ہرگز جسمانی نہیں کہ اگر ایک مکان میں موجود ہو دوسرے مکان میں موجود نہ ہو بلکہ ہر وقت ہر جگہ موجود ہے اور روحانی مقید بھی نہیں کہ بسبب تنگی حوصلہ کے ایک طرف متوجہ ہونے سے توجہ اس کی دوسری طرف نہ پائی جاوے بلکہ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ فراخ حوصلہ ہے کہ کسی چیز کی فراخی کو اُس کی فراخی سے نسبت نہیں اس واسطے کہ جتنے جسم اور جسمانیات اور روحانیات ہیں اگرچہ فراخی حسی یا معنوی ان میں پائی جاوے مگر فراخی اُن کی خاص کسی قسم کی ہو گی علی العموم فراخی نہیں مثلاً شعاع آفتاب کی باوجود اس قدر وسعت کے ظل مخروطی زمین کی میں کچھ کارگر نہیں ہوتی ہے اور فراخی حوصلہ جبرئیل کی ان کاموں میں کہ متعلق ملک الموت کے ہیں پیش نہیں جاتی اور اللہ تعالیٰ کی ایسی شان ہے کہ تمام فراخیوں کو کہ ممکن ہیں گو کہ

marfat.com

غیر متناہی ہیں گھیرے ہوتے ہے اور اگر یہ فراخیاں اُس کی تمہارے ذہن میں نہیں آسکتی ہیں پس اس قدر خود یقیناً جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ عَلِیمٌ جاننے والا ہے تمام ظاہر اور پوشیدہ کو پس اگر حضور اُسکا ہر مقام میں تمہارے فہم میں نہیں آسکتا ہے اس قدر ضرور تم کو معلوم ہے کہ ہر چیز جس مکان میں ہو تحت علم اُس کے کے ہو اور واسطے قبول کرنے عبادتوں کے احاطہ علمی اُس کا بھی کفایت کرتا ہے اور مثال اُس کی یہ ہے کہ دُنیا کے بادشاہ ایک مکان میں رہتے ہیں اور حالات تمام ملک کے کہ زیر حکومت اُن کے ہے خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور موافق اُسی علم کے ہر کسی کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتے ہیں اور مطیع کو نافرمان سے جدا کرتے ہیں پس خدائے تعالیٰ کہ تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے کس طرح احوال تمام بندوں اپنے کے سے غافل رہے گا باقی رہیں اس مقام میں چند بحثیں کہ ذکر اُن کا واجب ہے، اول بحث یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص مسجد کو ذکر اور نماز سے معطل کرے اور ویرانی ظاہری یا باطنی اُس کی کرے وہ بڑا ظالم ہے اور اجماع اہل شرع سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کفر اور شرک تمام گناہوں سے بڑا گناہ ہے اور سب ظلموں سے بڑھ کر بڑا ظلم ہے چنانچہ آیت ان الشرك لظلم عظیم سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے پس وجہ تطبیق کی کیا ہے کہ مسجد کی ویرانی کو بھی بڑا ظلم کہا گیا اور شرک اور کفر کو بھی بڑا ظلم ٹھیرایا جواب اس کا یہ ہے کہ ایک اعتبار سے مشرک اور کافر بڑے ظالم ہیں اور دوسرے اعتبار سے خراب کرنے والا مسجد کا بڑا ظالم ہے مشرک اور کافر اس وجہ سے بڑے ظالم ہیں کہ اُنھوں نے اپنے نفسوں کو ہلاکت ابدی میں گرفتار کیا اور حق پروردگار اپنے کا بھی تلف کیا اور خراب کرنے والا مسجد کا اس وجہ سے بڑا ظالم ہے کہ آدمیوں کو اس سعادت عمدہ سے محروم رکھا اور معرفت معبود کی جہان سے معدوم کی اور کافر ہر چند کہ معرفت توحید اور نبوّت کی نہیں رکھتے ہیں لیکن معرفت معبود کی سے مانع نہیں ہیں اور دوسروں کو بھی اس سعادت سے محروم نہیں کرتے ہیں بخلاف اُس شخص کے سو اپنے حال کے اعتبار سے مشرک اور کافر بڑے ظالم ہیں اور بہ نسبت دوسروں کے خراب کرنا مسجد کا بڑا ظلم ہے جیسے کہ ظاہر ہے اور اسم تفضیل کے مفہوم میں کہ اس مقام میں لفظ ظلم کا ہے زیادتی بوجہ من الوجوہ کفایت کرتی ہے اور تمام اعتبارات سے زیادتی درکار نہیں پس کچھ اختلاف اور تعارض نہیں دوسری بحث یہ ہے کہ جو شخص

marfat.com

ذکر خدا کے سے منع کرے اور آدمیوں کو قائم کرنے دین اور شعار شرع کے سے کسی وجہ سے بند کرے اس وعید شدید میں داخل ہے ہر مسلمان کو اس بات سے کمال احتراز چاہیئے اور مقدمات اور دواعی اور اسباب قریبہ اور بعیدہ اس کام کے سے نہایت احتیاط رکھے تیسری بحث یہ ہے کہ لفظ مِنْ کا مفرد ہے اور اشارہ کے مقام میں لفظ اولٰئک ساتھ صیغہ جمع کے لائے یہ استعمال کس طرح سے درست ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اگرچہ لفظ من کا مفرد ہے لیکن جمع کے معنی میں مستعمل ہوا پس اشارہ کرنا اُس کی طرف ساتھ صیغہ جمع کے درست ہوا اور اشارہ کی جگہ صیغہ جمع کے لانے میں ایک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر مقام خوف کا تنہائی کے وقت ہوتا ہے اور اجتماع میں کمتر خوف ہوتا ہے اور جبکہ اجتماع کے وقت میں بھی خوف متحقق ہوا معلوم ہوا کہ اسباب اُس خوف کے کس قدر قوی اور غالب ہیں کہ اجتماع بھی اُس کا مانع نہیں چوتھی بحث یہ ہے کہ اعادہ لفظ لہم کا درمیان ولھم عذاب عظیم کے کس واسطے کیا باوجودیکہ چنداں درکار نہ تھا اس واسطے کہ لھم فی الدنیا خزی و فی الاٰخرۃ عذابٌ عظیم بھی کفایت کرتا ہے اس لفظ کی زیادتی کرنے میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ لفظ لھم کے دوبارہ لانے سے یہ فائدہ ہوا کہ رسوائی دُنیا کی بھی خاص اُن کے واسطے ہے اور عذاب آخرت کا بھی خاص اُن کے واسطے ہے اور عذاب کا لہم زیادہ نہ کرتے اس صورت میں اختصاص مجموع کا پایا جاتا نہ اختصاص ہر ہر واحد کا علیحدہ علیحدہ اور اوپر تقدیر اختصاص مجموع کے احتمال اس بات کا باقی تھا کہ رسوائی دُنیا کی اور عذاب آخرت کا علیحدہ علیحدہ اوروں میں بھی موجود ہے اور لفظ لھم کے لانے سے یہ بات حاصل ہوئی کہ ہر ایک دونوں میں سے خاص انھیں کے واسطے ہے نہ وہ رسوائی دُوسروں میں پائی جاتی ہے اور نہ وہ عذاب اور جگہ متحقق ہے ان پر وہ رسوائی پس عوض اُس اہانت اور ذلت کے ہے کہ ساتھ خانہ خدا اور نام خدا کے اپنے زعم میں عمل میں لائے اگرچہ اثر اُس کا جناب پاک باری کو نہ پہنچا اور دوسرے لوگوں نے ارادہ ایسی اہانت اور ذلت کا نہیں کیا پس مستحق اُس رسوائی کے بھی نہ ہوئے اور عذاب عظیم آخرت کا عوض ظلم اور محروم رکھنے آدمیوں کا اس سعادت عمدہ سے ہے کہ اوروں میں یہ ظلم متحقق نہ تھا پانچویں بحث یہ ہے کہ اضافت مساجد کی طرف خدا کے واسطے تشریف اور تعظیم

marfat.com

کے ہے اور اگر یہ بات نہ کہیں پس مسجدیں آدمیوں کی بنائی ہوئی ہیں اور جائے سکونت مؤذنوں
اور اماموں کی اور اگر یہ امر خیال کیا جاوے کہ حقیقت میں مسجدیں ملک خدا کی ہیں پس اس طرح
سے تمام جہان مملوک اور مخلوق اُس کی ہے چنانچہ فرماتے ہیں وللہ المشرق والمغرب
پس یہ اضافت محض شرافت اور تعظیم کے واسطے ہے چنانچہ خانہ کعبہ کو بیت اللہ اور حضرت
صالح کی اونٹنی کو ناقۃ اللہ اور سِر اس کا یہ ہے کہ ملک ابتدائی اللہ تعالیٰ کی سب چیزوں میں
یکساں ہے لیکن ان مکانات متبرکہ میں ملک ابتدائی کے ساتھ ملک ثانوی بھی مل گئی اس واسطے
کہ اوّل ان مقامات کو آدمیوں کی ملکیت میں داخل کیا اور آدمیوں نے بعد مالک ہونے کے
اللہ کے حکم سے برضا و رغبت حسبۃً للہ اپنی ملکیت سے نکال کر اُس کی عبادت اور ذکر کے واسطے
وقف کیا جیسے کہ جانور قربانی کے اُن کا بھی یہی حال ہے پس ان مقامات کو بہ نسبت اور چیزوں
کے ایک نوع کا امتیاز حاصل ہوا اور نسبت الی اللہ اُن میں زیادہ تر بہ نسبت اور مقامات کے
متحقق ہوئی اور اسی واسطے اُن مکانوں کو تشبیہاً بیوت اللہ یعنی خانہ ہائے خدا نام رکھتے ہیں اور اسی سبب سے
صحیحین کی حدیث میں آیا ہے کہ احب البلاد الی اللہ مساجدھا و ابغض البلاد
الی اللہ اسواقھا یعنی دوست ترین شہر کے مکانوں میں سے اللہ کے نزدیک مسجدیں ہیں اس
شہر کی اس واسطے کہ خدا وہاں جانے سے یاد آتا ہے اور دل کو طرف اللہ تعالیٰ کے متوجہ کرتے
ہیں اور ناخوش زیادہ شہر کے مکانوں میں سے بازار اُس شہر کے ہیں کہ اُس کی یاد سے دل کو روکتے
ہیں اور دُنیا کی باتوں میں راغب کرتے ہیں اور وہاں جانے سے طرح طرح کی خواہشیں نفسانی
طرف اکل و شرب اور خرید اور فروخت اور دیکھنے لڑکوں اور عورتوں نامحرم کے پیدا ہوتی ہیں
چھٹی بحث اور تحقیق یہ ہے کہ جس وقت خراب کرنے والے مسجد کے حق میں یہ وعید شدید فرمائی
بطریق مقابلہ کے سمجھا گیا کہ آباد کرنے والے مسجدوں کے واسطے صفت عدل اور ایمان کی ثابت
ہوگی چنانچہ اس آیت میں کہ انما یعمر مساجد اللہ من اٰمن باللہ ذکر اُس کا
انشاء اللہ آوے گا اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اذا رایتم الرجل یتعاھد
المسجد فاشھدوا لہ بالایمان یعنی جب دیکھو تم کسی شخص کو کہ خبر گیری مسجد کی کرتا
ہے اور بار بار اُس مقام متبرک میں آتا ہے پس واسطے اُس کے گواہی ایمان کی دو تم ساتویں

marfat.com

بحث یہ ہے کہ جو چیزیں مسجد کی تعظیم کے واسطے شرع شریف میں آئی ہیں اور وہ کئی چیزیں ہیں مسلمان شخص کو چاہیئے کہ اُن چیزوں میں سے جو اُس سے ہو سکتی ہیں دریغ نہ کرے اور بجا لاوے تاکہ مسجد کے خراب کرنے والوں میں داخل نہ ہو اور آباد کرنے والوں کے گروہ میں شمار کیا جاوے اوّل پیادہ پا جانا واسطے ادائے فرض کے مسجد میں وقت تاریکی کے کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ تاریکی کے وقت مسجد میں جانا سبب کفارہ گناہوں کا ہے اور بھی حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی اپنے گھر میں طہارت اور پاکیزگی اچھی طرح سے کرے پھر مسجد کی طرف بہ نیت ادائے فرض کے روانہ ہو ہر ہر قدم اُس کا ایک ایک کام کرتا جاتا ہے ایک قدم سے ایک گناہ دُور ہوتا جاتا ہے اور دوسرے قدم سے درجہ بہشت میں بلند ہوتا ہے دوسرے یہ کہ مسجد کو گرد اور کوڑے اور تھوک اور مکروہات طبیعی اور نجاسات شرعی سے پاک رکھے اور بسبب جلاتے عود وغیرہ کے معطر کرے اور فرش ستھرا اور پاک بغیر تکلف کے اُس میں بچھاوے اور حدیث شریف میں ہے کہ خس وخاشاک مسجد میں سے دُور کرنا اور جاروب کشی اُس مکان کی کرنی بہشت کی حوروں کا مہر ہے لیکن اس امر میں ایسی احتیاط کرے کہ نوبت زینت کی حد سے بڑھ نہ جانے اور سونے کے پانی سے مطلاّ نہ کرے اور پھول بُوٹے نہ نکالے اور لاجورد وغیرہ سے رنگین نہ کرے اس واسطے کہ ان چیزوں کے سبب سے حکم مسجد کا نہ رہے گا اور تماشا گاہ میں داخل ہو جاوے گی اور اسی واسطے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضؓ نے جس وقت مسجد نبوی مقدس نئے سرے سے تعمیر کروائی معمار کو ارشاد کیا کہ اکن الناس من المطر وایاك ان تحمرا و تصفر لتفتتن الناس یعنی بنائے مسجد کو اس قدر محکم کر کہ خوف ٹپکنے پانی کا دُور ہو جاوے اور خبردار ہو کہ اس مسجد کو سُرخی اور زردی کے ساتھ رنگین نہ کرے تو کہ آدمی فتنہ میں پڑیں گے اور عبادت کے وقت نقش اور نگار میں مشغول ہوں گے اور عبادتوں میں قصور ہوگا تیسرے یہ کہ جب مسجد میں داخل ہو اگر وقت ادائے فرض اور سنت کا ہے فبہا کہ انھیں کے ادا کرنے میں مشغول ہو ورنہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے بموجب حدیث ابی قتادہ کے کہ صحاح ستہ میں موجود ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین قبل ان یجلس یعنے جس وقت داخل ہو کوئی تم میں سے مسجد میں پس چاہیئے کہ پڑھے دو رکعتیں پیشتر بیٹھنے

marfat.com

سے اور اگر فرض اور سنت اور نفل دوسرے ادا کئے تحیۃ المسجد ساقط ہوئی اور اگر ایسے وقت مسجد میں جاوے کہ نماز پڑھنی اُس وقت میں ممنوع ہے جیسے کہ وقت استوا اور طلوع اور غروب کے بالاجماع یا بعد فجر اور عصر کے نزدیک حنفیہ کے پس ایسے وقت میں چاہیئے کہ ایک ساعت خفیفہ قبلہ رُو بیٹھ کر ساتھ ذکر اور تسبیح کے مشغول ہو پھر اپنی حاجت کے واسطے چلا جاوے اور نماز اُس وقت نہ پڑھے چوتھے یہ کہ جب مسجد میں آوے داہنا پیر اوّل رکھے اور جب مسجد سے نکلے بایاں پیر اوّل نکالے اور بیچ روایت حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا صلی اللہ علی ابیہا و علیہا کے آیا ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت کہے صلی اللہ علی محمد وسلم رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتك اور نکلتے وقت کہے صلی اللہ علی محمد وسلم رب اغفرلی ذنوبی وافتح لی ابواب فضلك پانچویں یہ کہ بیٹھنا مسجد میں واسطے انتظار ہی نماز جماعت کے عبادت ہے اور ایسے ہی بعد ادا کرنے نماز کے واسطے ذکر اور تہلیل اور تسبیح کے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب تک مصلی بعد نماز کے اپنی جگہ بیٹھا رہتا ہے فرشتے اُس کے حق میں یہ دُعا کرتے رہتے ہیں اللّٰھمّ اغفرلہ وارحمہ یعنی بارخدایا بخش دے اُس کو اور رحم کر اس پر لیکن یہ دُعا فرشتوں کی اس وقت تک ہے کہ وضو اس کا شکستہ نہ ہو چھٹے یہ کہ مسجد میں حتی المقدور خرید و فروخت اور دوسرے معاملات دنیا کے مثل اجارہ وغیرہ کے نہ کرے اور آدمیوں کو چاہیئے کہ مسجد میں نماز سے پہلے حلقہ کر کے دنیا کی باتیں اور ہزلیات بے فائدہ اور قصے امیروں اور بادشاہوں کے بیان نہ کریں بلکہ سب کے سب قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز کی شکل پر بیٹھیں اور ذکر میں مشغول ہوں اور گم ہوئی چیز کو مسجد میں آواز بلند سے نہ ڈھونڈیں بلکہ بلا سبب مسجد میں آواز بلند نہ کریں اور بے عقل لڑکوں اور سودائیوں کو مسجد میں آنے نہ دیویں اور ہتھیار مسجد میں نہ لاویں اور اژدحام اور بلوہ اور خانہ جنگی نہ کریں اور فقیروں کو مسجد میں سوال کرنا حرام ہے اور اُن فقیروں کو جو مسجد میں مانگتے ہیں دینا مکروہ ہے تاکہ اس فعل کی عادت نہ کر لیں اور شعروں کا پڑھنا مسجد میں ممنوع ہے مگر وہ شعر کہ جس میں توحید باری تعالیٰ کی اور نعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی یا وعظ اور نصیحتیں ہوں وہ درست ہیں اور صحن مسجد میں گناہگاروں کو سزا نہ دینی چاہیئے اور سونا مسجد میں بغیر ضرورت کے مکروہ ہے

اور وقت حاجت کے کچھ مضائقہ نہیں اور تھوک ڈالنا مسجد میں گناہ ہے اور اگر ڈال بھی دیا ہو تو جلدی سے وہاں سے اُٹھالیں اور اُس مکان کو پاک کریں اور اگر زمین مسجد کی نرم ہے اُس تھوک کو زمین کھود کر دفن کریں اور کاریگر کو بیٹھ کر مسجد میں کام کرنا ممنوع ہے لیکن اگر معتکف ہے اور بدون پیشہ اپنے کے قوت اُس کو میسّر نہیں ہوتی ہے تو اُس وقت درست ہے اور غسل اور وضو اور حجامت مسجد میں اُس طرح سے کہ مستعمل پانی سے زمین اُس کی آلودہ ہو جایا کرے یا بال اور میل بدن کا اُس میں گرے ممنوع ہے اور پیاز اور لہسن کچا کھا کر مسجد میں آنا اور حقہ کی بو منہ میں لے کر بغیر مسواک مسجد میں جانا مکروہ ہے ساتویں یہ کہ مقدور کے موافق مسجد کی عمارت میں جس مقام میں کہ حاجت اُس کی ہے مال اور جان سے مدد کرنی ثواب عظیم ہے اور ایسے ہی درست کرنا سامان طہارت کا مثل بنا غسل خانہ اور تعمیر چاہ مسجد کی اور بدر و پانی اُس کے کی اور فرش بوریا وغیرہ کا ڈالنا اور روشن کرنا چراغ کا جب تک کہ آدمی اُس میں رہیں عبادت ہے اور حدیث صحیح میں ساتھ روایت حضرت عائشہؓ کے آیا ہے کہ اَمَرَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بناء المساجد فی الدوران تطیب و تنظف یعنی حکم فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے بنا مسجدوں کے مکانات میں اور اُن مسجدوں کو پاک اور صاف رکھنا چاہیے اور خوشبو سے معطر کرنا چاہیے اس مقام میں جاننا چاہیے کہ اکثر فقہا نے لفظ اولٰئک ما کان لھم ان ید خلوھا الا خائفین سے استنباط کیا ہے کہ غیر اہل قبلہ کو خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ یا اور مشرکین مثل ہنود اور مجوس کے مسجد میں نہ آنے دلویں اور وجہ اس استنباط کی یہ ہے کہ خبر ایسے مقامات میں مرادف نہی کے ہوتی ہے مانند

ما کان لکم ان توذوا رسول اللہ وما کان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ کے اور جبکہ نہی متعلق ساتھ کافر کے ہووے کہ حکم تکلیفی کی تصدیق نہیں کرتا ہے گویا اس صورت میں نہی متعلق اُن لوگوں کے ساتھ ہوتی ہے جو کہ قبول کرنے والے تکلیف کے ہیں کہ اُس کافر کو یہ کام نہ کرنے دلویں پس حاصل کلام کا یہ ہوگیا کہ اے مسلمانو تم کو جائز نہیں کہ اس قسم کے لوگوں کو مسجد میں آنے دو مگر جس وقت کہ مضطر اور لاچار اور ذلیل اور ڈرنے والے ہوں جیسے کہ وقت محاکمہ اور مخاصمہ اور ثابت کرنے قصاص اور حد کے جس صورت میں کہ قاضی مسجد میں بیٹھا ہو اور اسی

marfat.com

واسطے امام مالک نے موافق اس حکم مستنبط کے عمل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ کسی کافر کو کسی وقت میں مسجد میں داخل کرنا جائز نہیں اور امام شافعیؒ خاص کرتے ہیں اس حکم کو ساتھ مسجد الحرام کے کہ اس مسجد پاک میں کسی وقت کسی کافر کو نہ آنے دیا جاوے اور دوسری مسجدوں میں اگر مسلمان لوگ کسی مصلحت اور حکمت کے واسطے آنے دیں مضائقہ نہیں اور امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ آنا کافر کا سب مسجدوں میں درست ہے اس واسطے کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مہمانوں کو گو کافر ہوتے مسجد میں اُتار اکرتے تھے چنانچہ ثقیف کے ایلچی اور دوسرے ایلچیوں کو بھی اور بھی بتواتر معلوم ہے کہ یہود اور نصاریٰ اور مشرکین بغیر پروانگی اور اذن کے آں حضرت صلعم کی ملاقات کے واسطے مسجد میں آتے تھے اور بیٹھتے تھے اور ثمامہ ابن اثال حنفی کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفر کی حالت میں ایک مسجد کے ستون سے باندھ کر چھوڑ دیا تھا اور کوئی ناسخ اس عمل دائمی کا نہ ہوا اور یہ آیت قطعاً اس حکم پر دلالت نہیں کرتی ہے اور ثبوت اس معنیٰ کا اُس سے ظاہر نہیں اس واسطے کہ تفسیر اس آیت کی میں معنی دوسرے بیان کئے گئے اور سباق اور سیاق کو زیادہ تر وہی معنی چسپاں ہے پس ان احتمالی معنی سے عمل مستمر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کس طرح نسخ ہو سکے اور بھی استثنا الا خائفین کا اس معنی کے موافق تکلف سے درست ہوگا چنانچہ ظاہر ہے بحث آٹھویں یہ ہے کہ آیت وللہ المشرق والمغرب الیٰ اٰخرھا ہر چند کہ واسطے تسلی اور تسکین مسلمانوں کے نازل ہوئی ہے تاکہ مسلمان بسبب بند کرنے اور روکنے اُن کے سے مسجدوں متبرکہ سے مثل مسجد الحرام اور مسجد بیت المقدس کے اور ویران اور خراب کرنے ان مکانات متبرکہ کے ملول نہ ہوں اور خوشی دل سے عبادت کرتے رہیں لیکن جب اس آیت سے یہ سمجھا گیا کہ حق تعالیٰ کو نسبت سب مکانوں کے ساتھ برابر ہے اور اس سے لازم آیا کہ نسبت اللہ تعالیٰ کی سب جہتوں سے بھی برابر ہے اس واسطے کہ جہات حقیقت میں اطراف مکانوں کی ہیں اور عبادت اُس کی جیسے کہ ہر مکان میں مقبول ہے ایسے ہی جس طرف کو متوجہ ہو کر بجا لاوے مقبول ہے پس اس صورت میں تعیین جہت قبلہ کی نماز میں محال معلوم ہوتی ہے اسی واسطے مفسرین صحابہ نے اس لازم کے صحیح کرنے کے واسطے چند صورتیں بیان کی ہیں اول یہ کہ یہ آیت اس مقدمہ میں اتری ہے کہ بیت المقدس کی جہت منسوخ ہوئی اور کعبہ کی طرف نماز کا حکم ہوا

marfat.com

یعنی استقبال قبلہ کو اصل عبادت میں کہ وہ تولی الی اللہ ہے دخل نہیں بلکہ یہ استقبال محض واسطے درست کرنے توجہ کے عوام کے ذہنوں میں مقرر فرمائی ہے پس منسوخ کرنی استقبال ایک جہت کی طرف دوسری جہت کے تغیر اور تبدل اصل عبادت اور بندگی میں نہیں ہوتا ہے دوسرے یہ کہ جب کوئی شخص اندھیری رات میں اپنے اندازہ سے کسی سمت کو جہت کعبہ معظمہ کی جان کر استقبال کرے اور اسی سمت کو نماز پڑھے اور بعد اُس کے ظاہر ہو کہ وہ سمت کعبہ کی نہ تھی وہ نماز درست ہے اور اعادہ اس نماز کا لازم نہیں آتا ہے اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے اس حکم کا اسی آیت سے استنباط فرما کر آدمیوں کو بتلایا جس سے اکثر حاضرین اُس وقت کے نے گمان کیا کہ یہ آیت اسی مقدمہ میں نازل ہوئی چنانچہ ترمذی اور ابن ماجہ میں ساتھ روایت عبداللہ بن عامرہ ربیعہ کے وارد ہے کہ ہم لوگ ہمراہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے ایک جہاد کے سفر میں تھے اور وقت رات کا تھا اور بہت تاریکی اُس رات میں تھی کہ ستارے نہیں دکھلائی دیتے تھے اور جہت قبلہ کی معلوم نہ ہوتی تھی سب آدمیوں نے اپنی اپنی اٹکل سے نماز پڑھی اور نشان کے واسطے جس طرف نماز پڑھی خط کھینچ دیا اور اُن خطوں پر پتھر رکھ دیتے تھے جب صبح ہوئی معلوم کیا کہ قبلہ کی طرف کوئی خط نہ تھا ہم نے یہ ماجرا روبرو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے عرض کیا اور شکایت کی کہ یارسول اللہ ہم سبھوں نے خطا کی اور طرف سوائے قبلہ کے نماز پڑھی حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تمھاری نماز درست اور مقبول ہوئی اور دار قطنی نے اسی طرح جابر بن عبداللہ سے بھی روایت کی ہے تیسرے یہ کہ ایک جماعت نے قدما مفسرین میں سے کہا ہے کہ پہلے متعین ہونے قبلہ سے آدمی مخیر تھے جس سمت کو چاہتے تھے نماز پڑھ لیا کرتے تھے بعد اس کے یہ حکم منسوخ ہوا لیکن سند اس تخییر کی از روئے روایات صحیحہ کے ثابت نہیں ہوتی ہے محض احتمال ہے البتہ قتادہ اور عبدالواحد بن زید نے کہا ہے کہ بعد شب معراج کے مسلمانوں کو اختیار تھا خواہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھیں خواہ کعبہ کی طرف دونوں طرف نماز جائز تھی بعدہ تخییر منسوخ ہوئی چوتھے یہ کہ مدلول اس آیت کا خاص ہے وہ یہ کہ مسافر نوافل گذار جو وقت نماز نفل سواری کے اوپر پڑھے جس طرف سواری اُس کی متوجہ ہو نماز اُس کی درست ہے اور آں حضرت صلعم نے بھی سفروں میں ایسی نماز پڑھی ہے چنانچہ صحیحین میں اور دوسری صحاح میں مروی ہے پانچویں بیہقی اور

marfat.com

ابن ابی شیبہ نے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضؓ سے روایت کی ہے کہ کسی نے اُن کے روبرو یہ آیت پڑھی و للّٰہ المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ انھوں نے فرمایا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ ما بین المشرق والمغرب قبلۃ اذا توجھت قبل البیت یعنی درمیان مشرق اور مغرب کے قبلہ ہے جس وقت متوجہ ہو تم طرف بیت اللہ کے پس حاصل اس سے وسعت اور فراخی ہے اس بات میں کہ استقبال عین کعبہ کا تخصیص کر کے ضرور نہیں بلکہ کعبہ کی طرف کو اگر نماز پڑھ لے کفایت ہے چھٹے بعض اہل تدقیق نے کہا ہے کہ جو موضع مقاطر مکہ کا ہے اس موضع میں جس طرف منہ اپنے کو متوجہ کرے استقبال قبلہ کا حاصل ہوتا ہے اوپر دانایان فن ہیئت کے پوشیدہ نہیں ساتویں یہ کہ مضمون اس آیت کا اُس آدمی کے حق میں ہے کہ خانہ کعبہ اُس کے رُوبرو ہے جس طرف سے چاہے متوجہ کعبہ کے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے آٹھویں یہ کہ نزول اس آیت کا بیچ حق دُعا کے ہے نہ بیچ حق نماز کے چنانچہ حسن بصری اور مجاہد اور ضحاک رضؓ سے مروی ہے کہ جب آیت ادعونی استجب لکم نازل ہوئی یعنی دعا مانگو تم قبول کروں گا میں دُعا تمھاری آدمیوں نے پوچھا کہ کس طرف متوجہ ہو کر دُعا کریں اُن کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی روایت کیا اُس کو ابن جریر نے اور ابن المنذر نے مجاہد سے اور اوروں نے بھی روایت کی ہے غیر مجاہد سے نویں یہ کہ نزول اس آیت کا حق عبادت میں نہیں بلکہ بھاگنے اور گریز کرنے میں ہے اور خطاب بیچ لفظ تولوا کے واسطے اُن آدمیوں کے ہے کہ منع کرتے ہیں ذکر خدا سے اور سعی کرتے ہیں بیچ خراب کرنے مسجدوں کے اور مراد یہ ہے کہ اگر تم چاہو رسوائی دنیا کی اور عذاب آخرت کے سے گریز کر کے خلاص ہو جاؤ یہ بات تمھارے واسطے ممکن نہیں اس واسطے کہ مشرق اور مغرب زمین کا کُل خدا کے تصرف میں ہے جس طرف کو بھاگوگے رُسوائی دُنیا کی اور عذاب آخرت کا تمھارے حق میں مقدر کیا ہوا خدا کا ہے روبرو تمھارے آوے گا اس واسطے کہ تصرف اور قدرت اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے اور علم اُس کا ہر ایک مکان کو گھیرنے والا ہے اُس سے بھاگنے کی کوئی صورت متصور نہیں ہو سکتی ہے حاصل کلام یہ ہے کہ دونوں فرقہ اہل کتاب کے خواہ یہود ہوں خواہ نصاریٰ خواہ اور فرق باطلہ جیسے جہلا مکہ کے اور ہنود اور مجوس بسبب ارتکاب ایسے ظلم کے کہ تمام ظلموں سے سخت ہے استحقاق دخول بہشت کا نہیں رکھتے ہیں اور جبکہ اُنھوں

marfat.com

نے استحقاق دخول کا نہ رکھا یہ کس طرح ہو سکے کہ سوائے اُن کے کوئی بہشت میں نہ جاوے اور بہشت اُنھیں کے حصہ میں آوے اس واسطے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے حق میں سب اور شتم کا وظیفہ رکھتے ہیں اور یہ ظلم سے بھی بڑھ کر ظلم ہے وَقَالُوْا یعنی اور کہا ان سب نے خواہ یہود ہوں خواہ نصاریٰ خواہ مشرکین عرب کے کہ الّذین لا یعلمون سے مراد یہی لوگ ہیں اِتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا یعنی رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اولاد یہودی کہتے ہیں کہ عزیر بیٹا خدا کا ہے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح بیٹا خدا کا ہے اور مشرکین عرب کے کہتے ہیں کہ فرشتے بیٹیاں خدا کی ہیں اس واسطے کہ کام خدائی کے کرتے ہیں اور کسی کی نظر میں نہیں آتے ہیں اگر بیٹے ہوتے پردہ نشینی اختیار نہ کرتے اور اولاد کا ہونا جانوروں اور آدمیوں میں کچھ عیب نہیں اور آدمیوں کو اس کی طرف نسبت کرنے سے سب اور شتم نہیں ہوتا ہے لیکن باری عزّ شانہٗ کے حق میں اولاد کا ہونا بڑا سخت عیب ہے اور نہایت درجہ کی دشنام ہے جیسے کہ متفرش ہونا عورتوں کے حق میں عیب نہیں اور مردوں کے حق میں دشنام ہے اور اسی واسطے صحیح بخاری اور دوسری صحاح میں ساتھ روایت ابن عباس کے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تہمت جھوٹ کی کرتا ہے میری طرف آدمی اور ہرگز اُس کو یہ بات لائق نہیں اور دشنام دیتا ہے مجھ کو آدمی اور ہرگز اُس کو یہ بات نہ چاہیئے تہمت جھوٹ کی اس طرح ہے کہ کہتا ہے آدمی کہ اللہ تعالیٰ پھر مجھ کو زندہ نہ کرے گا گو پہلے مجھ کو پیدا کیا ہے حالانکہ دوبارہ پیدا کرنا میرے اوپر پہلے پیدا کرنے سے زیادہ دشوار نہیں تاکہ یہ شبہ اور تکذیب دل میں خطور کرتی اور دشنام اس جہت سے ہے کہ کہتا ہے آدمی کہ پروردگار میرے کو اولاد ہے مانند جانوروں اور آدمیوں کے حالانکہ میں خدائے یگانہ بے نیاز ہوں نہ کسی سے میں تولد ہوا ہوں اور نہ کوئی مجھ سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی میرا ہمسر ہو سکتا ہے اور اس حدیث قدسی میں واسطے بطلان اس قول کے پانچ دلیلیں اشارۃً نکلتی ہیں اوّل احدیت و یگانگی کہ درمیان اُس کے اور تبعیض اور تجزی کے منافات ہے اور اولاد بغیر جدا ہونے نطفہ کے والد سے نہیں ہوتی ہے دوسرے صمدیت اور بے احتیاجی کہ منافی احتیاجی کے ہے اور اولاد ہونے کے واسطے احتیاج ضرور ہے اس واسطے کہ شخص کو ضعیفی اور کبر سنی کے وقت یا بعد موت کے یا وقت مرض اور سفر کرنے کے یا واسطے کسی اور سبب کے چاہیئے کہ کوئی قائم مقام اُس کے ہو اور جس شخص کو

کچھ احتیاج نہ ہو یا موت اور فوت اور سفر اور ضعف اور عجز اور کبر سنی اس کو لاحق نہ ہو البتہ اولاد سے وہ مستغنی ہے مثل آسمان اور زمین ستارے کے تیسرے لم یلد اس واسطے کہ جب ولد پیدا ہوتا ہے تغیر ایک حال سے طرف دوسرے حال کے والد کے اندر پہنچتا ہے اور جو قدیم ہے اور مطلق تغیر سے پاک ہے اُس کے واسطے تولد ممکن نہیں چوتھے لم یولد اس واسطے کہ جس شخص کے پیٹ سے دوسرا پیدا ہوتا ہے ضرور ہے کہ آپ بھی دوسرے کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو حقیقۃً بطن سے نکلتا ہے یا حکماً جیسے کہ آدم اور حوا کہ زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور جو شخص کسی چیز سے پیدا نہ ہوا ہو اُس سے کس طرح دوسری شئے جدا ہو کر پیدا ہو جاوے پانچویں لم یکن له كفوًا احد اس واسطے کہ حقیقت اولاد کی بدون زوج یا زوجہ کے ممکن نہیں اور زوج ہمسر زوجہ کے ہے اور زوجہ ہمسر زوج کے اور ولد بھی ہمسر والد اپنے کا ہوتا ہے پس جو کوئی والد نہ رکھے ہمسر نہ رکھے ولد بھی نہ رکھے اور اگر آدمی غور تحقیق کرے اور معنی خدائی کے کہ یکتائی اُس کو لازم ہے اُس کے دل میں تصدیق آجاوے بالکل خیال توالد اور تناسل کا بہ نسبت اللہ جل شانہٗ کے جاتا رہے اور اسی واسطے جو کہ بڑے بڑے عقل والے ہیں بمجرد سُننے اس عقیدہ باطلہ کے حیرت عظیم اُن کو حاصل ہوتی ہے اور ہرگز اُن کی عقل میں یہ بات نہیں آتی کہ آدمی باوجود عقل رکھنے کے اس قسم کے لغو کلام زبان پر لاوے اسی واسطے قرآن مجید میں بعد نقل اس ہذیان کے طرف بُرائی اور تعجب اس قول کے اشارہ فرمایا ہے حتّٰی کہ سورۃ مریم میں فرمایا ہے تكاد السموات يتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا ان دعوا للرحمٰن ولدا وما ينبغي للرحمٰن ان يتخذ ولدا یعنی قریب ہے کہ آسمان پھٹ جاویں اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھ کر اس پر کہ پکارتے ہیں رحمٰن کے نام پر اولاد اور نہیں لائق ہے رحمٰن کو کہ رکھے اولاد اور صحیحین میں ساتھ روایت ابوموسیٰ اشعری کے آیا ہے کہ کوئی شخص زیادہ تر صابر اللہ تعالیٰ عزوجل سے نہیں کہ آدمی اُس کے حق میں اولاد اور بیٹے اور بیٹیاں ثابت کرتے ہیں باوجود اس کے رزق بھی ان کو دیتا ہے اور عافیت سے رکھتا ہے اور ابن ابی حاتم اور ابن المنذر ساتھ روایت ایک شخص کے اہل شام سے روایت کرتے ہیں کہ اُس کو کسی سے خبر پہنچی ہے کہ ابتداء پیدائش زمین اور مافیہا کے کوئی درخت خار دار نہ تھا اور

marfat.com

کوئی میوہ تلخ اور بدمزہ اور بدبودار نہ تھا اور کسی جگہ کھاری پانی نہیں نکلتا تھا جب سے کہ بدبخت آدمیوں نے یہ کلمہ زبان سے نکالا اور خدائے عزوجل کے حق میں یہ دشنام قبیح عمل میں لائے درخت خار دار ہونے لگے اور میوہ تلخ اور بدبودار ہوگئے اور شور پانی بھی نکلنے لگا اور واسطے کمال شناعت اس کلمہ کے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ بعد سُننے اُس کے یا نقل اُس کی کے کافروں سے فی الفور کہے سُبْحٰنَہٗ یعنی پاک جانتے ہیں ہم جناب اُس کی کو اس بات سے کہ اُس کے اولاد ہو اور یہ کلمہ ایسا ہے جیسا کہ رائج ہے کہ بعد ذکر مصیبت دنیاوی یا دینی کے معاذ اللہ اور نصیبِ دشمناں اور مانند اُس کے کہتے ہیں اور اس جگہ یہ کلمہ خدائے تعالیٰ نے واسطے تلقین مسلمانوں کے ارشاد فرمایا ہے اور معنی اس کلمہ کے موافق اُس کے کہ بیہقی اور حاکم نے روایت کی ہے تنزیہہ جناب الٰہی کی ہر چیز سے کہ لائق شان اسکی کے نہیں ہیں اخرج الحاکم والبیھقی عن طلحۃ بن عبید اللہ قال سالت رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلّم عن تفسیر سبحان اللہ فقال ھو تنزیہ اللہ من کُلِّ سُوْءٍ یعنی تخریج کیا ہے حاکم اور بیہقی نے طلحہ بیٹے عبداللہ کے سے کہا اُنھوں نے پوچھی میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم سے تفسیر سبحان اللہ کی پس فرمایا کہ وہ پاک ہے اللہ کی ہر ایک بُری شئے سے واخرج من عبد بن حمید عن یزید الاصم قال جاء رجل الی ابن عباس فقال لا الٰہ الّا اللہ نعرفھا انہ لا الٰہ غیرہ والحمد للہ نعرفھا ان النعمۃ کلھا منہ وھو المحمود علیھا واللہ اکبر نعرفھا انہ لاشئ اکبر منہ فما سبحان اللہ قال ابن عباس وما تنکر منھا ھی کلمۃ رضیھا اللہ لنفسہ وامربھا ملٰئکۃ وفزع الیھا الاخیار من خلقہ اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری رضؓ سے روایت کی ہے کہ سبحان اللہ اسم لا یستطیع الناس ان ینتحلوہ یعنی اس کلمہ کو مخلوقات اپنے حق میں استعمال نہیں کر سکتے ہیں اس واسطے کہ پاکی ہر شئے نالائق سے شان خالق کی ہے فقط بخلاف حمد اور تکبیر کے کہ مخلوقات آپس میں بھی اس کا استعمال کرتی ہیں اور دلیل پاک ہونے جناب عزّ اسمہٗ کی اس خیال خام سے یہ ہے کہ اگر اُس کے فرزند ہو پس دو حال سے خالی نہیں یا اُس کے واسطے بھی منصب خدائی کا ثابت کیا جائے پس فی ذاتہ وہ مستقل اور قائم بذاتہ ہو اور اس کو تعلق جناب باری کے ساتھ زیادہ سے

اور فرزند ہونے کے لئے ضرور ہے کہ اس کو تعلق اصل کے ساتھ ہو پس لازم ہوا کہ خدائی ثابت کرنے کے ساتھ فرزندیت ثابت نہیں ہو سکتی ہے یا اُس کو فی حد ذاتہٖ خدائے واجب الوجود کہو تو ضرور ہوا کہ جناب باری نے اُس کو پیدا کیا ہو سو اس صورت میں عبد ہونا اس کا لازم آیا اور فرزند عبد نہیں ہوتا ہے اگر اس طرح ہو تمام والد معبود ہو جاویں اور یہ بات ظاہر البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ مرتبہ خدائی کا ایسا رتبہ ہے کہ فرزندیت غیر کی اُس کے واسطے قرار دینی محال ہے اس واسطے کہ فرزند کو چاہیئے کہ ہم جنس والد اپنے کے ہو اور اگر ہم جنس نہ ہوگا فرزند نہ ہوگا اور جناب باری کسی شئے کے ساتھ ہم جنس نہیں ہو سکتا ہے بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی بلکہ اُس کے واسطے ہے جو کچھ کہ تمام آسمانوں میں اور زمین میں ہے از روئے ملکیت اور پیدائش کے اور یہ بات ظاہر ہے کہ مملوک اور مخلوق ہم جنس مالک اور خالق کے نہیں ہو سکتے شرع شریف میں مقرر ہے کہ جو شخص مالک کسی قریب اپنے کا ہو جاتا ہے وہ اس کا غلام نہیں ہو سکتا پس درمیان عبدیت اور فرزندیت کے مباینت کلّی ہے اور یہ بات بھی اولاد کے حق میں واجب ہے کہ اپنے والد کے بندے نہ ہوں اور واقع میں کوئی شخص آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں میں سے اُس کی بندگی سے خارج نہیں بلکہ كُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ یعنی تمام لوگ خواہ آسمانوں کے رہنے والے خواہ زمین کے اُس کے مطیع اور فرمانبردار ہیں بعضے برضا و رغبت جیسے کہ انبیاء اور فرشتے اور مومنین صالحین اور بعضے زور سے اطاعت کرتے ہیں جیسے کہ کفار اور شیاطین اور فاسق اور مومن گنہ گار کہ جس وقت خدائے تعالیٰ اُن کو چاہے زندہ کرے اور جس وقت چاہے مار ڈالے جب تک چاہے تندرست رکھے اور جب چاہے بیمار کر دے اور جب چاہے غنی کرے اور جب چاہے فقیر اور مفلس کر دے جیسا کہ وہ حکم کرے کوئی اُس کو دفع نہیں کر سکتا ہے اُس کے حکم کی ضرور اطاعت کرنی پڑتی ہے گو اپنے دل میں کسی بات سے ناخوش ہوویں اُن کی ناخوشی پیش نہیں چلتی ہے اور اگر سرکش لوگ کہیں کہ ہمارے نزدیک ایک دلیل ہے اس بات کی کہ بعض مخلوقات کو اس کی فرزندی کا رتبہ ہے جیسے کہ حضرت عیسٰی علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام کہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور آدمی کے واسطے ضروری ہے کہ کوئی پدر اُس کا ہو پس حضرت عیسٰیؑ کا باپ بجز خدا کے کون ہے اور ایسے ہی حضرت عزیر علیہ السلام کہ بغیر تعلیم اُستاد کے توریت کو از بر پڑھتے تھے اور آدمی کو بغیر تعلیم معلم کے اتنی بڑی کتاب از بر پڑھنی

marfat.com

ممکن نہیں پس ان کو خدائے تعالیٰ نے بلا واسطہ اس کتاب کو پڑھا دیا جیسے اپنے فرزندوں کو تعلیم کر دیتے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مرتبہ فرزندی کا حاصل تھا اور ایسے ہی فرشتے کہ اس قدر اُس کی اطاعت میں محو ہو گئے ہیں کہ اپنے ارادہ کو تابع اُس کے ارادہ کے کر دیا ہے اور اُن سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں کہ مخلوق کی قدرت سے باہر ہیں اور اتحاد ارادہ اور فعل کا اُن کے فرزند ہونے کی دلیل ہے جواب اس کا یہ ہے کہ معرفت صفات اور افعال الٰہی میں کمال قصور تمہارا ہے اس سبب سے ان شبہات میں گرفتار ہو گئے ہو اگر بہرہ افعال اور صفات باری کی معرفت کا تم کو ہوتا اس قسم کی بے ہودہ گوئی نہ کرتے اور اگر صفات اور افعال عمدہ اس کے نہیں سمجھتے ہو تو اتنا ہی سمجھو کہ اللہ تعالیٰ بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ یعنی از سرِ نو پیدا کرنے والا آسمانوں اور زمین کا ہے بغیر اس کے کہ پہلے سے مادہ اُن کی پیدائش کا موجود ہو پس اُس کے نزدیک یہ بات کیا مشکل ہے کہ آدمی کو بغیر باپ کے پیدا کر دے یا کسی شخص کو بلا واسطہ بشر کے تعلیم کتاب اپنی کی کرے یہ باتیں کچھ فرزندی پر موقوف نہیں اور اگر غور اور تامل سے نظر کرو معلوم کر لو کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے پیدا کرنے میں محتاج طرف مادہ اور اسباب کے نہیں بلکہ اِذَا قَضٰۤى اَمۡرًا یعنی جب سرانجام دیتا ہے کسی کام کو فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ یعنی پس طریق اُس کا یہی ہے کہ فرماتا ہے چیز کو کہ ہو جا تو وہ چیز اُس کے فرمانے سے توقف اور ڈھیل نہیں کرتی فَيَكُوۡنُ یعنی پس ہو جاتی ہے وہ چیز فی الفور پس اگر فرزند ہونے کسی شے کی یہی دلیل ہو کہ بغیر مادہ اور اسباب کے پیدا ہونے سے فرزند خالق کا ہو جاوے پس ہر چیز میں دعویٰ ولدیت اور فرزندی کا لازم آوے گا اور حضرت عیسےٰ اور عزیر اور فرشتوں کی خصوصیت نہ ہوگی اس واسطے کہ پیدائش سب کی امر کے ساتھ ہے نہ اسباب کی جہت سے گو نظر ظاہر بین کسی شئے کو جو بعد اُس کے شئے دوسری پیدا ہو سبب وہم کرے باقی رہیں اس مقام میں چند بحثیں کہ مفسرین تعرض اُن کا کرتے ہیں اوّل یہ کہ ان آیتوں سے یہ معلوم ہوا کہ ثبوت ولد کا واسطے جناب باری کے صریح خلاف عقل کے ہے پس اس قدر جماعت کثیر کہ بڑے بڑے عقل مند بھی ان میں تھے کس طرح اس عقیدے پر اصرار رکھتے اور اس خدشہ کے واسطے بعضے علماء محققین اس طرف گئے ہیں کہ اس فرقہ گمراہ کو یہ اعتقاد نہ تھا کہ حقیقت میں اللہ کے ولد ہے بلکہ خلاصہ کلام اُن کے کا اسی قدر تھا کہ بعضی مخلوقات میں ایک مرتبہ عبدیت

marfat.com

سے بڑھ کر ہے اور اس مرتبہ کو ولدیت کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور متبنّیٰ خدا کا جانتے ہیں لیکن اس توجیہ میں دو وجہ سے خلل ہے اوّل یہ کہ عقیدے کے رد کرنے کے واسطے جابجا قرآن میں ایسے الفاظ وارد ہوئے ہیں کہ صراحۃً دلالت اس بات پر کرتے ہیں کہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ولد رکھتا ہے جیسے کہ اس آیت میں انّٰی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبۃ یعنی کس طرح ہو اللہ کے واسطے ولد اور نہیں ہے اُس کے بی بی اور بعضی جگہ قرآن میں ایسی ہے کہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ یہ لوگ ولد ثابت کرتے ہیں اُس سے متبنّیٰ مراد نہیں جیسے کہ اس آیت میں وجعلوا بینہٗ وبین الجنّۃ نسبا یعنی اور ٹھیرایا اُنھوں نے اُس میں اور جنوں میں ناتا اس واسطے کہ تبنّی میں ناتا نہیں ہوتا ہے دوسرا خلل یہ ہے کہ اگر اعتقاد اُن کا تَبَنِّیْ کا ہوتا پس حقیقت میں خطا تعبیر لفظی میں ہوئی اور باعتبار معنی کے کچھ خطا نہ ہوئی اس واسطے کہ درجہ اصطفائی اور محبوبیت کو وہ لوگ تبنی کے ساتھ تعبیر کرتے تھے پس اس قدر عتاب شدید بابت اس خطاب لفظی کے اُن کے اُوپر کس واسطے متوجہ کیا مگر اس خلل کا جواب اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اصطفا اور محبوبیت عبدیت کے ساتھ منافی نہیں اور تبنی اور ولدیت کسی طرح سے ہو منافی عبدیت کے ہے اور وجہ فرق کی یہ ہے کہ اصطفا اور محبوبیت مصطفٰے اور محبوب کو اُس کے مرتبہ سے خارج نہیں کرتی ہے بلکہ اُس کے درجوں میں سے اعلیٰ درجہ کو پہنچاتی ہے مثلاً کوئی شخص غلاموں یا کنیزوں میں سے پسند خاطر اور مقبول اپنے مالک کا ہو جاوے سو اُس کے یہی معنی ہیں کہ حق غلامی وکنیزکی اپنی کا خوب ادا کرتا ہے بخلاف تبنّی اور ولد بنانے کے کہ اُس کے واسطے یہ بات لازم ہے کہ متبنّی کو اپنے مرتبہ سے نکالنا اور اُس کو قائم مقام اپنے کرنا ہے اور اس بات میں شرک لازم آتا ہے بخلاف اصطفا اور محبوبیت کے بحث دوسری یہ ہے کہ لفظ کل لہٗ قانتون کا دلالت اس پر کرتا ہے کہ تمام شخص خواہ زمین کے رہنے والے یا آسمان کے مطیع اور فرمانبردار جناب حضرت باری تعالیٰ کے ہیں چنانچہ ابو نعیم اور طبرانی اور ابو یعلی اور ابن حبان اور اور محدثین ساتھ روایت ابو سعید خدری کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لائے ہیں کہ کل حرف فی القراٰن یذکر فیہ القنوت ھو الطاعۃ یعنی جو حرف قرآن کا کہ اُس میں ذکر قنوت کا ہے پس مراد اس سے اطاعت ہے حالانکہ بہت مخلوقات جیسے کہ شیاطین اور کفار اصلاً مطیع اور فرمانبردار احکام الٰہی کے نہیں ہیں

marfat.com

اور اسی واسطے مجاہد نے ابن عباس رضؓ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے جواب میں فرمایا کہ قیامت کے دن مطیع اور فرمانبردار ہو جاویں گے دوبارہ اُن سے سوال کیا کہ اطاعت اور فرمانبرداری خاص مکلفین کے واسطے ہے کہ انھیں کے اوپر طاعت واجب ہے اور ما فی السمٰوٰت والارض ہر شئے کو شامل ہے خواہ مکلف ہو خواہ غیر مکلف اُنھوں نے جواب میں اور طرح معنی اس عبارت کے بیان فرمائے کہ معنی قنوت کے یہ ہیں کہ جتنی چیزیں جہان کی ہیں کل جناب باری کے وجود کے اوپر دال ہیں اس واسطے کہ خود بخود علامات حدوث اور احتیاج کی اُن کے اندر موجود ہیں اور آثار قدرت اور حکمت کے ان میں جلوہ گر ہیں یا معنی اس کے یہ ہیں کہ تمام موجودات اس کے قبضہ اور تصرف میں ہیں جس طرح چاہے اُن میں تصرف کرے تصرف سے باہر نہیں نکل سکتی ہیں چنانچہ یہی معنی تفسیر میں گزرے اور تحقیق یہ ہے کہ اس آیت میں کل له قانتون آیا نہ کہ کل لاحکامه قانتون اور کفار اور شیاطین کہ احکام شرعی کے منکر ہیں اور تابعداری نہیں کرتے ہیں اوّل اُن احکام کو احکام الٰہی نہیں جانتے ہیں اور اگرچہ دیدہ و دانستہ انکار اُس کے احکام کا کرتے ہیں لیکن انکار وجود اور صفات کمال اُس کے کا ہرگز نہیں کرتے ہیں ہر شخص خواہ اہلِ حق سے ہو خواہ اہلِ باطل سے اس کی جبلت میں یہی ہے کہ معرفت ذات کی اور اعتقاد کمال صفات کا اُس کو ہو گو طریق خطا کا اس نے اختیار کیا اور افراط اور تفریط نہ ہوتی تھا اور ہر شے کے واسطے کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں روح شاعر، اور دراک ہے کہ بسبب اُس کے اس معرفت سے محروم نہیں ہے مکلف ہو یا غیر مکلف حیوان ہو یا جماد اور دلیل اس کی یہ ہے وان من شیءٍ الا یسبح بحمده و کل قد علم صلوٰته وتسبیحه اور بحث تیسری یہ ہے کہ لفظ ما کا ما فی السمٰوٰت میں واسطے غیر ذوی العقول کے ہے اور کل له قانتون صیغہ جمع سالم مذکر ذوی العقول کا ہے اس عنوان کے بدلنے میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مملوکیت کے بیان کرنے کے واسطے لفظ غیر ذوی العقول کا ذکر کیا اور مانند عروض اور اقمشہ کے قرار دے کر کلمہ ما کا استعمال کیا کہ اس کو مناسبت اس مقام کے ساتھ بہت ہے اور مقام بیان قنوت میں کہ یہ فعل ذوی العقول کا ہے ذوی العقول کو تغلیب دی کہ اس جگہ مناسب یہی ہے پس تفنن عبارت میں کمال بلاغت پائی گئی واللہ اعلم باسرار کلامه بحث چوتھی یہ ہے کہ جملہ فیکون کا اور قرأت رفع کے کہ

جمہور قرأنے اسی کو اختیار کیا ہے معطوف یقول کے اوپر ہے یا ابتدا رکلام ہے اور تقدیر اس طرح ہے فہو یکون لیکن ابن عامر کی قرأت پر کہ فیکون کو منصوب پڑھتے ہیں بڑا اشکال لازم آتا ہے اس واسطے کہ مابعد امر کا بغیر سببیت کے منصوب نہیں ہوتا ہے اور اس جگہ سببیت معقول نہیں ہے اس واسطے کہ وجود شئے کا سبب اپنے ہی وجود کا نہیں ہوتا ہے کہ سببیت شئے کی اپنے نفس کے واسطے باطل ہے اور اسی واسطے علماء عربیت نے مقرر کیا ہے کہ جواب امر کا چاہیئے کہ کسی وجہ سے مخالف ہو جیسے کہ اذهب تنتفع یا فاعل میں مخالف ہو جیسے کہ اذهب يذهب زيدا یا دونوں چیزوں میں مخالفت ہو جیسے کہ اذهب ينفعك زيدا اور جس جگہ دونوں فعل میں بھی متحد ہوں اور فاعل میں بھی متحد ہوں اُس جگہ نصب جائز نہیں رکھا ہے اس واسطے کہ الشئ لا يكون شرطا لنفسه یعنی شئے نہیں ہوتی ہے شرط واسطے نفس اپنے کے پس معنی ان فعلت فعلت کے کہ شرط صحت جواب بالفا کی ہے مستحق نہ ہوں گے جواب اس کا یہ ہے کہ جو غرض مترتب اوپر امر کے ہے کبھی ایسی چیز ہوتی ہے کہ مغائر فعل امر کے ہو چنانچہ اکثر اوقات اسی طرح وقوع میں آتا ہے اور اسی واسطے علماء عربیت نے مخالفت فعل یا فاعل کی شرط کی ہے اور کبھی غرض مترتب امر کے اوپر بعینہ وہی فعل ہووے پس اُس فعل کو جواب امر ڈالنے میں خبردار کرنا اس بات کے اوپر ہے کہ غرض ہماری اس امر سے کوئی شئے دوسری سوائے اس فعل کے نہیں جیسے کہ اگر کوئی کہنے والا کہے کہ اذهب تذهب معنی اس کے یہ ہیں کہ غرض ہماری اس امر سے محض جانا تیرا ہے نہ چیز دوسری اور اس آیت میں ہر گاہ کہ امر کُن سے مقصود طلب کرنا نفس وجود کا ہے کان تامه کو جواب کان تامه کا کیا اسی غرض کے واسطے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علماء نحو نے نصب جواب فا کا اس طرح بھی جائز رکھا ہے کہ جواب ایسی خبر کے بعد آوے کہ بمعنی امر کے ہے یا ایسی خبر کے بعد کہ الفاظ اس کے متضمن امر کے لفظ کو ہوں چنانچہ پہلے کی مثال یہ ہے اتق الله امرا وافعل خيرا فيثاب عليه اور دوسرے کی مثال یہ ہے قلت لزيد زرني فيزورني اس واسطے صحت اس جواب کی اُوپر معنی کے ہے نہ اوپر لفظ کے پس جو خبر کہ بمعنی امر کے ہے حقیقت میں وہ امر ہے اور ایسے ہی جو خبر کہ متضمن امر کے لفظ کو ہے اُس کو مشابہت تامہ ہے ساتھ امر کے اس بات میں کہ مسبب بعد لفظ کے واقع ہوا اگرچہ وہ مسبب

marfat.com

امر کا نہیں ہے بلکہ مسبب مضمون خبر کا ہے پس اس قاعدہ کے موافق نصب فیکون کا مبنی اوپر تشبیہ اُس کی کے ساتھ جواب امر کے ہے اس واسطے کہ یہاں بھی فیکون بعد انما القول لہ کن کے واقع ہوا اور یہ خبر ہے کہ لفظ امر کو متضمن ہے اور کہنا کُنْ کا سبب ہے واسطے مدلول فیکون کے لیکن اس صورت میں فیکون تتمہ مقولہ کے سے ہوا صواب یہ تھا کہ فیکون ساتھ تاء خطاب کے ہوتا مثل اذھب فتذھب لیکن نکتہ غائب کے صیغہ لانے میں یہ ہے کہ اس امر حادث کو اس کلام میں دوبار ساتھ لفظ غیبت کے ذکر فرمایا اوّل امراً کا لفظ کہا اور دوسرے لَہٗ کا اور یکبار اوپر طریقہ خطاب کے بیچ لفظ کُن کے پس اس جگہ بھی جانب غیبت کو تغلیب دی تاکہ تلافیٔ خطاب اور غیبت کا حاصل ہو اور یہ بھی وجہ ہے کہ جب یہ جواب مشابہ جواب امر کے ہے اور حقیقۃً جواب امر کا نہیں ہے پس رعایت خطاب اور غیبت کی بہ نسبت اُن آدمیوں کے کرنی چاہیئے کہ اصل کلام ساتھ اُن کے کیا جاتا ہے اور مخاطب ساتھ اصل کلام کے کہ متضمن اس امر کو ہے وہ مکلفین ہیں کہ مدتہائے دراز سے خلعت وجود کا پہن کر لیاقت تخاطب کی اُنھوں نے حاصل کی ہے اور حوادث متجددہ کو اُس مقام سے غیبت ہے پس باعتبار اس دقیقہ کے استعمال صیغہ غائب کا متعین ہوا بحث پانچویں یہ کہ کلمہ کُن کا کنایت پیدا کرنے سے ہے اور لفظ فیکون کی دلالت اوپر سرعت وجود اشیاء کے بعد تعلق ایجاد کے ہے اس واسطے کہ فا موضوع ہے واسطے تعقیب مع الوصل کے پس حاصل کلام یہ ہوا کہ اذا قضٰی امرا فلا یحتاج الی شیٔ الّا الا یجاد فیوجد ہ فیوجد بلا مھلۃ پس وجود اشیاء کا بعد تعلق ایجاد کے ہے اس واسطے نسبت اس کی طرف کلمہ کُن کے تمثیل کے قبیل سے ہے اور حقیقۃً تخاطب نہیں گویا امر متکون کو ذہن میں مانند بندہ مامور مطیع اور فرمانبردار کے قرار دیا ہے کہ ہرگز فرمان خاوند سے ایک دم توقف نہیں کرتا ہے اور بمجرد حکم کے امتثال کرتا ہے اور اس بیان میں بڑی تاکید نکلی اس امر کی کہ جناب اُس کی پاک ہے فرزند بنانے سے اس واسطے کہ جس کو اس مرتبہ کی قدرت حاصل ہو اس کو کیا حاجت ہے کہ مانند اور جانوروں اور آدمیوں کے اُس کے فرزند ہوں اور پرورش اُن کی کرے اور حاجت جماع اور حمل اور رضاع اور فطام کی اُس کو ہو تعالٰی شانہ وعظم برھانہ اور جو لوگ کہ ان معنی تمثیل سے بے خبر ہیں اور ظاہر لفظ تک

marfat.com

نظر اُن کی محدود ہے بہت اشکالات کی تنگی میں اس مقام میں گرفتار ہوئے منجملہ ان اشکالات کے ایک یہ ہے کہ مخلوق مخاطب ساتھ کلمہ کن کے کس وقت ہوتی ہے قبل وجود کے صلاحیت خطاب کی اُس کو نہیں اور بعد وجود کے طلب وجود کی ساتھ کلمہ کُن کے کرنی تحصیل حاصل کی ہے اور ایک اشکال یہ ہے کہ کلمہ کُن کا قدیم نہیں ہوسکتا ہے اس واسطے کہ مرکب اجزاء غیر قارہ سے ہے اس سبب کہ پہلے کاف ہے اور نون اُس کے پیچھے ہے اور جس وقت کاف زبان پر تھا نون اس وقت نہ تھا اور جب یہ کلمہ حادث ہوا محتاج ہوا طرف دوسرے کن کے و ہکذا فیلزم الدور والتسلسل اور ایک اشکال یہ ہے کہ قادر مطلق قطع نظر اس کلمہ کے بھی ایجاد اشیاء کا کر سکتا ہے پس یہ کلمہ محتاج الیہ نہ رہا اور محض لغو ہوا اور اگر نہیں کر سکتا ہے پس قادر مطلق نہ رہا اور بعض اشکال یہ ہے کہ ہم اپنے حال کو قطعاً جانتے ہیں کہ اگر ہزار بار اس کلمہ کو کہیں بالکل ہیچ پیدائش کسی فعل کے فعلوں میں سے تاثیر نہیں کرتا ہے پس حال ہر قادر مرید کا یہی ہے اور ان اشکالات کے جواب دینے میں بڑی حیرت ہوتی ہے اور چپ و راست ہاتھ مارتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ یہ کہنا عام نہیں کہ یہ مخلوق میں پایا جاوے بلکہ خاص ہے ساتھ اُن شخصوں کے کہ موجود ہو چکے ہیں اور ایک حال سے طرف دوسرے حال کے انتقال کرتے ہیں مانند اُن آدمیوں کے کہ حق تعالیٰ نے اُن کو فرمایا ہے کونوا قردۃ خاسئین اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ھذا اللفظ امر للاحیاء بالموت وللموتی بالحیوٰۃ یعنی یہ لفظ امر ہے زندوں کو ساتھ مرجانے کے اور امر ہے واسطے مردوں کے ساتھ زندہ ہونے کے اور فخر الاسلام بزدوی نے کہا ہے کہ تکلم ساتھ اس کلمہ کے واسطے ایجاد کے نہیں بلکہ اوپر وجہ جریان سنّت الٰہی کے ہے واسطے اعلام ملاء اعلیٰ کے تاکہ جب اس کلمہ کو سنیں معلوم کرلیں کہ حق تعالیٰ نے کسی شئے کو پیدا کیا ہے اور اس قول کی تائید کی ہے ساتھ اس چیز کے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ ان ربنا اذا قضیٰ امرا سمعت الملٰئکۃ صوتا کانہ صلصلۃ علیٰ صفوان الیٰ اٰخر الحدیث اور آخر بھی کہتے ہیں کہ یہ امر تکلیفی نہیں تاکہ فہم خطاب کا اور وجود دوسرے شروط کا درکار ہے بلکہ امر تسخیری ہے خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ بعد تحقیق معنی تمثیلی کے یہ کلام تمام تکلفات باردہ سے بے پرواہ ہوا اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے عبدالرحمٰن بن سابط سے روایت کی ہے کہ ایک دُعا کرنے والا بیچ مسجد آنحضرت

marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم کے دُعا کرتا تھا اس طرح سے کہ اللّٰھم انی اسئالک باسمک الذی
لاالٰہ الا انت الرحمٰن الرحیم بدیع السمٰوات والارض واذا اردت
امرا فانما تقول له کن فیکون آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس دُعا کو سُن کر فرمایا
کہ اس دُعا کرنے والے کو خبر پہنچاؤ کہ دُعا اس کی ساتھ اسمِ اعظم کے واقع ہوئی اور مقبول ہوئی
اور اب تک کہ مذکور ہوئے اقوال بیہودہ اہل کتاب کے تھے کہ دانا اُس کے مثل نادانوں کے ہوئے
اور مشابہت اپنی عرب کے جاہلوں اور مشرکین سے پسند کر کے بیہودہ گوئی کرتے ہیں وَ قَالَ
الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ یعنی اور کہتے ہیں وہ لوگ کہ کچھ نہیں جانتے ہیں اہل کتاب اور مشرکین مکہ
اور دوسرے بُت پرست اور نہیں جانتے ہیں کہ قابلیت ہم کلامی کی ساتھ خدائے عزّوجل کے
کیا شرط ہے اور کس شخص میں وہ شرطیں پائی جاتی ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کو ثابت کرنا رسالت محمد
صلے اللہ علیہ وسلم کی اور تصدیق دعوے کی منظور ہے لَوْلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ یعنی کس واسطے نہیں
کلام کرتا ہے ہم سے خدائے تعالیٰ بالمشافہ کہ فلانے کو میں نے بھیجا ہے اور وہ اپنے دعوے
میں سچا ہے جھوٹ نہیں کہتا ہے جیسا کہ کلام کرتا ہے اللہ تعالیٰ ساتھ محمدؐ کے اور ساتھ فرشتوں
کے اور ساتھ موسٰی علیہ السلام کے اس واسطے کہ یہ طریق سہل ہے واسطے حصول اس مطلب کے
اور حکیم شخص جب قصد حاصل کرنے کسی مطلب کا کرے اقرب اور طریق سہل اُن کا اختیار کرتا ہے
اَوْ تَاْتِیْنَآ اٰیَةٌ یعنی کس واسطے نہیں آتی ہے روبرو ہمارے علامت کہ بسبب اُس علامت کے
ناچار ہو کر حقیقت اُس کی معلوم کریں جیسے کہ زمین مکہ میں کہ بے آب محض ہے چشمے جاری ہو جاویں
اُس زمین میں ایک دفعہ باغ پیدا ہو جاویں یا آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہم پر گرے یا فرشتوں کی
صفیں کی صفیں ہمارے سامنے نمودار ہوں یا محمدؐ کے واسطے گھر سونے اور چاندی کا پیدا ہو یا محمدؐ
آسمان پر جا کر ایک دفعہ کتاب ہمراہ اپنے لاوے کہ ہم اُس کو پڑھیں اور منشا اس گفتگو اُن کی
جاہل ہے اس واسطے کہ وہ نہیں سمجھتے ہیں کہ رتبہ ہم کلامی کا اللہ کے ساتھ بہت بڑا ہے ہم
سب یکسا اس مرتبہ کو نہیں پہنچے بلکہ پہلا پایہ کہ ایمان ہے وہ بھی حاصل نہیں اور یہ مرتبہ خاص
ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کے واسطے ثابت ہے اوروں کو میسّر نہیں ہوتا ہے پس فرمائش
ہم کلامی کی خدا کے ساتھ گویا فرمائش اس بات کی ہے کہ ہم سب کو اللہ تعالیٰ انبیا یا فرشتے

marfat.com

بنا دیوے اور یہ فرمائش ان نادانوں سے مستبعد نہیں اس واسطے کہ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ یعنی ایسے ہی کہہ کر چلے گئے وہ لوگ کہ پہلے اُن سے تھے مانند گفتار اُن کی کے بے تفاوت اس واسطے کہ اوائل اور متقدمین اُن کے نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً واجعل لنا الٰهًا كما لهم اٰلهة کہا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ کہہ کر چلے گئے ہیں اور دوسری امتوں کے جاہل لوگوں نے بھی پیغمبروں اپنے سے اس قسم کی فرمائشیں کی ہیں پس اگرچہ کفار اس زمانہ کے اور پہلے زمانہ کے کفار باعتبار زمان اور مکان اور قوت اور جسم اور طول عمر کے اختلاف بہت رکھتے ہیں لیکن تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ یعنی ہمرنگ ہیں دل اُن کے جیسے کہ پہلے کفار کے دلوں میں شبہات واہیہ اور انکار معجزات پیغمبروں کا ہوتا تھا اس زمانہ کے کفاروں کے دلوں میں بھی واقع ہوتے ہیں پس طلب ہم کلامی کی خدا کے ساتھ کہ ان میں پائی جاتی ہے صریح آثار جہل کے سے ہے حاجت جواب کی نہیں اب ہم متوجہ ہوتے ہیں طرف فرمائش علامت اور معجزہ کے پس جواب اس کا یہ ہے کہ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ یعنی تحقیق واضح اور روشن کر دیں ہم نے علامتیں اور معجزات اس پیغمبر کے جیسے کہ انشقاق قمر اور سلام اور کلام کرنے حجر کے اور آ جانا درخت کا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمانے سے اور رونا ستون کا چوب کے بسبب فراق آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور تسبیح کرنی سنگریزوں کی ہاتھ مبارک میں اور اُس کے یاروں کے ہاتھ میں اور رواں ہونے چشمے پانی کے انگلیوں مبارک سے اور شکایت اونٹنی اور ہرنی کی اور دوسرے جانوروں بے زبان کی رُوبرو آں حضرت صلعم کے اور گواہی دینی سوسمار اور گرگ کی اوپر صدق دعوے اُس کے کے اور سیر ہو جانا لشکروں کا تھوڑا کھانے سے بسبب برکت آں حضرت صلعم کے اور دُور ہو جانا سخت بیماریوں کا بسبب پہنچانے ہاتھ کے اور نزول ہر ہر آیت کا اس کلام معجز نظام سے اوپر قلب مقدس اُس کے کے باوجود اُمّی ہونے اور حرف نہ پہچاننے کے وعلیٰ ہذا القیاس لیکن یہ تمام علامتیں روشن اور معجزے ظاہر لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ یعنی واسطے ان لوگوں کے ہیں کہ ارادہ حاصل کرنے یقین کا رکھتے ہیں نہ واسطے اُن لوگوں کے کہ تعصب اور عناد میں مشغول ہیں اور ارادہ تعجیز کا کرتے ہیں اور اگر ساتھ نظر تامل کے

marfat.com

کے دیکھیں جان لیں کہ علامات اور معجزات پیغمبروں کے میں یہ شرط نہیں کہ موافق فرمائش منکروں کے آئیں یا اضطرار کی حد کو پہنچا دیں یعنی لاچاری کے سبب سے یقین کرنا پڑے بلکہ اس طرح سے ایمان کی صحت میں خلل پیدا ہوتا ہے اس واسطے کہ ایمان صحیح وہی ہے کہ اپنے اختیار سے ہو نہ اضطراً کے ساتھ البتہ بیچ علامات اور معجزات پیغمبروں کے اس قدر شرط ہے کہ قابل انذار اور تبشیر کے ہوں اور یہ بات اُن علامات اور معجزات میں کہ ہاتھ تیرے پر ظاہر ہوئے محقق ہے اس واسطے کہ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ یعنی تحقیق بھیجا ہے ہم نے تجھ کو ساتھ معجزات حقہ کے اور راہ پر وجہ صواب کے اور ساتھ اُس چیز کے کہ مقتضائے حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ تجھ کو یہ قدرت نہ دی کہ اُن کو بجبر مومن کرے اس واسطے کہ جبر کی صورت میں فائدہ ایمان کا حاصل نہ ہوگا اور اُس وقت ایمان اُن کا مثل ایمان فرعون کے اور ہامان کے ایمان یاس کا ہوگا پس چاہیئے کہ حال تیرا اُس سے تجاوز نہ کرے کہ بَشِيْرًا یعنی بشارت دینے والا ہو تو ہر شخص کو کہ اپنے اختیار سے بے جبر اور اکراہ اور بغیر معائنہ عذاب کے تیری متابعت کرے وَّنَذِيْرًا یعنی اور ڈرانے والا ہو تو اُس شخص کو کہ اپنے اختیار سے تیری متابعت نہ کرے وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ یعنی اور تجھ سے پرسش نہ ہوگی کہ منکرین تیرے کس واسطے راستے پر نہ آئے اور کس واسطے انھوں نے عناد اختیار کیا اگرچہ وہ منکرین اور معاندین داخل ہوئے درمیان اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ یعنی مصاحبان آگ جلانے والی کے ہاں اگر تجھ کو قدرت اس بات کی ہم دیتے کہ جبر سے ایمان قبول کرا دے اور پھر یہ لوگ اوپر انکار اور عناد اپنے کے باقی رہتے البتہ تجھ سے پرسش ہوتی کہ کس واسطے اُن کو ایمان پر نہ لایا تو باقی رہیں اس جگہ چند بحثیں اول یہ کہ فرق تشابہ اور تشبیہ میں کیا ہے اور اس آیت میں لفظ تشابہ کا کس واسطے اختیار فرمایا جواب اس کا یہ ہے کہ دل کفار اس زمانہ کے اور دل پہلے زمانہ کے کافروں کے یکساں تھے کچھ اُن کے درمیان میں فرق نہ تھا واسطے اثبات برابری کے لفظ تشابہ کا مناسب ہوا بخلاف تشبیہ کے کہ دلالت اوپر مخالفت مرتبہ مشبہ اور مشبہ بہ کے کرتی ہے اسی واسطے شعراء کو جس وقت بیان برابری اور مساوات کا منظور ہوتا ہے تشبیہ سے عدول کر کے لفظ تشابہ کا لاتے ہیں چنانچہ کہنے والے نے کہا ہے بیت:۔

ارق الزجاج ورقت الخمر فتشابہا وتشاکل الامر

فکانما خمر ولا قدح وکانما قدح ولا خمر

دوسری بحث یہ ہے کہ بیچ آیت قد بینا الآیات لقوم یوقنون کے ظاہر میں اشکال وارد ہوتا ہے اس واسطے کہ اہل یقین کیلئے بیان کرنے کی کیا حاجت ہے بلکہ بیان واسطے اہل تردد و شک کے چاہیئے اہل یقین کے روبرو بیان کرنا تحصیل حاصل کی ہے جواب اس کا عین تفسیر میں گزرا کہ مراد اہل یقین سے وہ آدمی ہیں کہ مستعد حصول یقین کے اور درپے تحصیل اُس کی کے ہیں نہ وہ آدمی کہ جن کو بالفعل یقین حاصل ہے تیسری یہ ہے کہ بیچ قرأت نافع اور یعقوب کے لفظ ولا تسال عن اصحاب الجحیم بصیغہ نہی حاضر کے آیا ہے اور اکثر مفسرین نے معنی اُس کے اس طرح بیان کئے ہیں کہ استفسار مت کر حال دوزخیوں کے سے کہ نہ زبان تحمل بیان اُس کے کا رکھتی ہے اور نہ گوش طاقت سُننے اُس کے کی اور مراد اس نہی سے بیان کرنا شدت عذاب دوزخیوں کا ہے لیکن عبدالرزاق اور ابن جریر نے محمد بن کعب قرظی اور داؤد بن ابی حاتم سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک دن فرماتے تھے کاش جان لوں میں کہ انجام والدین میرے کا کیا ہوا حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی انا ارسلنك بالحق بشیرا ونذیرا ولا تسال عن اصحاب الجحیم کے بعد آں حضرتؐ نے کبھی ذکر اپنے والدین کا نہ فرمایا یہاں تک کہ انتقال فرما گئے اور شیخ جلال الدین سیوطی نے بعد ذکر ان دو روایتوں کے کہا ہے کہ باوجود ارسال سند کے اسناد اُن کی ضعیف بھی ہے اور باوجود اس کے سیاق کلام کے ساتھ بھی چنداں چسپاں نہیں واللہ اعلم اور اگر کسی دل میں یہ خطرہ گزرے کہ گر علامات اور معجزات اس پیغمبر کے کہ واسطے بشارت اور انذار کے بھیجے گئے ہیں مانند علامات اور معجزوں دوسرے پیغمبروں کے صلاحیت بشارت اور انذار کی رکھتے تھے ضروری ہے کہ اُن علامات اور معجزات کو اہل علم اور کتاب اللہ کے جاننے والے پسند کرتے گو جاہل اور بے فہم انکار اور عناد کی راہ چلیں لیکن علامات اور معجزات اس پیغمبر کے اہل کتاب کہ یہود اور نصاریٰ بھی ہیں قبول اور پسند نہیں کرتے ہیں پس واسطے دفع اس وسوسہ کے جان کہ قبول نہ کرنا معجزات تیرے کا کہ یہود اور نصاریٰ سے وقوع میں آیا اس سبب سے نہیں کہ علامات اور معجزات میں کچھ قصور ہے بلکہ اس جہت سے ہے کہ یہ دونوں گروہ تجھ سے راضی نہیں ہیں

marfat.com

اور محض تعصب اور عناد کا پردہ انکی بصیرت پر آگیا اس سے اگرچہ معجزات تیرے کو سچا سمجھیں اور اگر تو چاہے کہ ان کو رضامند کرے ہرگز یہ بات راست نہیں آتی ہے وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى یعنی اور ہرگز راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہودی اور نہ نصارٰی تاکہ معجزات تیرے کو قبول کریں اس واسطے کہ یہ دونوں اپنے تئیں اہل علم جانتے ہیں اور خلائق کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ کتب الٰہیہ انھیں کے پاس ہیں پس اس سبب سے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ جو کوئی ہمارے سوائے جہان میں ہے تمام ہمارے تابعدار رہیں اور ہم سب کے متبوع ہوں پس تجھ سے کس طرح راضی ہوں گے کہ تو اُن کو اپنا تابع بناتا ہے البتہ یہ لوگ راضی نہ ہوں گے حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ یعنی یہاں تک کہ پیروی کرے تو مذہب منسوخ اُن کے کی اور دین اور آئین تراشے ہوئے اُن کے کی اور یہ امر ہرگز تجھسے وقوع میں نہ آئیگا بلکہ تو اُن کو اس خیال خام اور طمع کاذب سے نا اُمید کر قُلْ یعنی کہہ کہ پیغمبر کو لائق نہیں کہ کسی چیز کی پیروی کرے سوائے ہدایت الٰہی کے اِنَّ هُدَى اللّٰهِ یعنی تحقیق ہدایت خدا کی ہر زمانہ میں هُوَ الْهُدٰى یعنی وہی ہدایت ہے کہ پیغمبر اُس زمانہ کے لائے ہیں اور سوائے ان ہدایتوں کے اور رہنمائیں اگرچہ قبل نسخ کے ہدایت تھیں لیکن بعد نسخ کے ہدایت نہ رہیں بلکہ منجملہ خواہشات نفسانی کے ہوئیں وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ یعنی اور اگر بالفرض تبعیت کرے تو خواہشوں نفسانی اُن کی بَعْدَ الَّذِيْ جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد اُس کے کہ آیا تیرے پاس علم قطعی ساتھ اس بات کے کہ اس زمانہ میں انحصار ہدایت کا اسی میں ہے جس ہدایت کو تو لایا ہے اور سوائے اُس ہدایت کے سب منسوخ ہیں مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ یعنی نہیں ہے واسطے تیرے عذاب خدا کے سے کوئی دوست کہ بسبب سعی اور تلاش اپنی کے تجھ کو اُس سے رہائی دے وَّلَا نَصِيْرٍ یعنی اور نہ یاری دینے والا کہ زور سے اُس عذاب کو دفع کرے یہاں تک کہ عیسٰی اور موسٰی بھی بسبب متابعت ملت اپنی کے حمایت تیری نہیں کر سکتے اور معہذا تمام اہل کتاب اوپر انکار تیرے کے متفق نہیں ہیں اور معجزات تیرے کو رد نہیں کرتے ہیں بلکہ اہل کتاب خواہ یہودی ہوں خواہ نصارٰی دو قسم ہیں ایک قسم اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰھُمُ الْكِتٰبَ یعنی وہ آدمی ہیں کہ دی ہم نے اُن کو کتاب اور حقیقت میں قدر کتاب وہی جانتے ہیں اور اُس کے معنٰی کو سمجھتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ

یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ یعنی پڑھتے ہیں اُس کتاب کو حق تلاوت اسکی کا بجالا کر بغیر تحریف لفظی یا معنوی کے اور ساتھ محافظت حروف اور کلمات اور تصدیق محکمات اور متشابہات کے اور نہایت احتراز کرتے ہیں تغیر مدلولات کے سے باوجود غور اور تامل کرنے کے بیچ تقریر اور سمجھنے مرادات اور اشارات اُس کے کے اُولٰٓئِكَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ یہ گروہ اہل کتاب کا البتہ ایمان لاتا ہے ساتھ اس حق کے کہ ہمراہ تیرے ہم نے بھیجا ہے اور ساتھ اُس علم اور ہدایت کے کہ اوپر دل تیرے کے ہم نے نازل کیا ہے بلکہ ایمان اُن کا ساتھ اُس حق منزل کے عین ایمان کا ساتھ اپنی کتاب کے ہے اور انکے واسطے یہی بات کافی ہے کہ کمال معجزات تیرے کا اعتقاد کرتے ہیں اور صلاحیت بشارت اور انذار کی تیرے اندر جانتے ہیں وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِهٖ یعنی اور جو کوئی کافر ہوتا ہے ساتھ اُس حق منزل کے اور وہ دوسری قسم ہے اہل کتاب کی فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ یعنی پس وہی گروہ ہیں زیاں کار کہ ایمان بھی ساتھ اُس حق منزل کے انکے ہاتھ سے گیا اور اپنی کتاب کے ساتھ بھی اُن کو ایمان نہ ہوا اور دنیا سے بے بہرہ ہوئے اس سبب سے کہ مقتول اور مقید ہوئے اور جلا وطن ہونا اولاد کا ہمیشہ اُن کے آیا اور آخرت میں بے نصیب رہے کہ بسبب کفر اور عناد کے قعرِ دوزخ میں جائے اُن کی ہوئی پس اگر یہ لوگ باوجود کمال خسارت اپنی کے بیچ معجزات اور علامات پیغمبری تیری کے شکوک اور شبہات وارد کریں اور اُن کو قبول نہ رکھیں کچھ اندیشہ کا مقام نہیں کہ حقیقت میں اہل کتاب میں سے یہ لوگ نہیں ہیں گو ظاہر میں بمثل حمار کے حامل اُس کے ہوں مصرعہ کہ نکتہ داں نشود کر کتاب بہ خورد۔

باقی رہیں اس جگہ چند بحثیں کہ واجب التعرض ہیں اوّل یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعد ظاہر ہونے دلائل اور روشن ہونے برہانوں کے تقلید باطل[1] ہے اس واسطے کہ اتباع ہوی کا بعد

---

[1] قولہ تقلید باطل ہے یہ قول مطلقاً عدم وجوب تقلید پر دلالت کرتا ہے اور اس جگہ تقلید ہوٰی کی یا تقلید کفار۔ آیت ولئن اتبعت اھوائھم قصہ یہود و نصاریٰ کے سے ثابت ہے باطل اور حرام ہے اس واسطے ولئن اتبعت میں خطاب اعلیٰ کو اور احتراز ہے اسفل سے اعلیٰ کو اسفل کی تقلید حرام ہوئی نہ تقلید ائمہ اربعہ کہ وہ واجب ہے باتفاق علماء جیسا کہ بیچ بیان چھ گروہ کے اسی تفسیر کی ابتداء میں مولانا صاحب نے خود آیہ فسئلوا اھل الذکر سے طرف وجوب مخیر کے اشارہ کیا ہے اور دوسری آیت ان اولی الناس الخ سے وجوب ثبوت تقلید ائمہ مجتہدین کا ارشاد فرمایا اور عبارت تفسیر احمدی کی بھی وجوب پر دلالت کرتی ہے اذا التزم مذہبا یجب علیہ ان یقوم علی مذہب التزمہ ولا ینتقل الی مذہب آخر (احمدی وعزیزی)

marfat.com

علم آنے کے ہے اور اسی سبب سے ہے کہ عالم مجتہد کو تقلید غیر کی حرام ہے دوسری یہ کہ اس آیت سے یہ بھی نکلتا ہے کہ اگر معلوم ہووے کہ فلانا شخص یہ حرکت نہیں کرنے کا لیکن اس شخص کو منع کرنا اور خوف دلانا بدانجامی اُس کی سے موافق حکمت کے ہے چنانچہ اس جگہ یہ بات معلوم تھی کہ آنحضرت صلعم سے اتباع اہل ہوٰی کا وقوع میں نہ آوے گا اور باوجود اس کے وعید سخت اُس کے اُوپر فرمائی اور نہی بلیغ کی اور مانند اسی آیت کے آیت دوسری ہے لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخاسرین اور سرّ اس میں یہ ہے کہ شاید علم الٰہی میں باز رکھنے والے اُس فعل سے بھی تاکیدات بلیغہ اور تخویفات ہائلہ ہوویں یا یہ سبب ان تاکیدات کے عصمت انکی انتہائی زیادہ ہوجاوے اور یہ سبب بھی ہے کہ ایسی بڑی تاکیدیں اس واسطے کرتے ہیں کہ عصمت اُن کی قوی ہوجاوے اور یہ بھی سبب ہے کہ ایسی سخت تاکیدیں معصومین کے حق میں اس واسطے ہوتی ہیں کہ امت کے لوگوں کو زجر شدید حاصل ہو اور جان لیں کہ صاحب ان مراتب عالیہ کے اگر مصدر ان افعال کے ہوویں اُن کے واسطے یہ بدمآلی موجود ہے! در ہینے اب تک کہ وادی اوّل بھی ایمان کی طے نہیں کی کس طرح مطمئن ہوں حاصل یہ ہے کہ یہ معاملہ عکس اس معاملہ کا ہے کہ ابولہب کو کافر جانتے ہیں اور ایمان لانے میں ترغیب فرماتے ہیں اور ساتھ نیک وعدوں کے اُس کو طامع کرتے ہیں تاکہ حجت پوری ہوجاوے اور عذر کی گنجائش نہ رہے اس جگہ سے معلوم ہوا کہ علم الٰہی سببیت اسباب کی باطل نہیں کرتا ہے اس واسطے کہ اُس کے علم میں سلسلہ اسباب اور مسببات کا ترتیب وار متحقق ہے پس علم اللہ تعالیٰ کا موکد سببیت اسباب کا ہے نہ مبطل اُس کا اور لبسبب دریافت اسی سر کے علم انبیاؑ اور وارثین انبیاءؑ کا ممتاز ہے مجذوبوں کے علم سے کہ انھوں نے مسببات کو واجب الوقوع جان کر ہاتھ طلب اور تلاش مبادی اور اسباب کے سے اٹھالیا ہے اور دروازہ تسبیب کا اپنے آپ پر بند کرلیا ہے بخلاف انبیاؑ کے کہ ہمیشہ مزاولت اسباب کی کرتے ہیں اور ترک اسباب سے نہی فرماتے ہیں انھوں نے قدرت اللہ تعالیٰ کی دیکھی اور حکمت الٰہی سے کہ رابطہ ہر مسبب کے ساتھ سبب اُس کے کے ہے چشم پوشی کی اور یہ لوگ دونوں کارخانہ ملاحظہ کرتے ہیں اور رعایت دونوں جانب کی پیش نظر رکھتے ہیں تیسرے یہ کہ اس سورۃ میں اس جگہ بعد الذی جاءك من العلم واقع ہوا ہے اور سورۃ آل عمران میں فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ

ماجاءك من العلم مذکور ہوا ہے دیگر اس سورۃ میں بیچ مقدمہ نسخ قبلہ کے من بعد ماجاءك من العلم اور سورۂ رعد میں بعد ماجاءك من العلم واقع ہوا پس بیچ ادا کرنے اس مراد کے کبھی لفظ من کا لاتے ہیں اور کبھی ترک کرتے ہیں اور کبھی الّذی فرماتے ہیں اور کبھی لفظ ما کا لاتے ہیں اس تفنن میں کیا نکتہ ہے اور اقتضا ہر مقام میں ان عبارتوں کا کس اعتبار سے ہے جواب اس کا یہ ہے کہ کلمہ الّذی کا لفظ ما کی نسبت سے تعریف میں زیادہ قوی ہے اس واسطے کہ یہ کلمہ کبھی نکرہ نہیں ہوتا ہے اور صلہ اس کا واجب ہے بخلاف ما کے کہ کبھی نکرہ بھی ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ کلمہ من کا دلالت اوپر تبعیض کے کرتا ہے اور جس وقت لفظ بعد کے اوپر داخل ہو دلالت اوپر توقیت وقت اور تعیین اُس کی کے کرتا ہے اور لفظ بعد کا بدون من کے دلالت اوپر شیوع اور استیعاب اوقات کے رکھتا ہے جبکہ یہ دونوں قاعدے معلوم ہوئے مناسبت ہر مقام کی ساتھ اُس عبارت کے کہ اُس جگہ اختیار فرمائی ہے بسہولیت نکل سکتی ہے مثلاً اس جگہ علم سے مراد ہدایت الٰہی ہے کہ شامل ہے تمام امور دینیہ کو یعنی عقائد ذات اور صفات اور نبوت اور معاد اور شرائع اور احکام کو اور یہ علم دو کمال رکھتا ہے اول کمال عموم کا دوسرا کمال استمرار کا کہ ابتدائے زمانہ بعثت سے آخر تک باقی ہے بغیر تغیر اور تبدل کے پس لفظ الّذی کا کہ تعریف میں زیادہ تر ہے مناسب ہوا واسطے افادہ تعریف اُس علم کے اور لفظ مِن کا واسطے ابتدائے غایت کے ہے مناسب نہ ہوا اس واسطے کہ یہ علم موقت ساتھ کسی وقت کے نہیں تا ابتدائے غایت اُس کی بیان کی جاوے پس عبارت بعد الّذی جاءك من العلم لائق اس مقام کے ہوئی اور قبلہ کے مقدمہ میں مراد علم سے علم خاص ہے کہ متعلق ساتھ امر قبلہ کے ہے اور وہ علم سابق نہ تھا بلکہ سابق اُس سے علم دُوسرا تھا کہ استقبال بیت المقدس کو مقتضی تھا پس اُس جگہ لفظ من بعد ماجاءك من العلم چسپاں ہوا اور ایسے ہی سورۂ آل عمران میں مراد علم خاص ہے ساتھ امر تولد حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اور وہ علم بھی موقت بعد گفتگوئے وفد نجران کے نازل ہوا پس اُس جگہ بھی یہی عبارت مناسب ہوئی اور سورۂ رعد میں ہر چند مراد علم خاص ہے متعلق ساتھ نزول حکم عربی کے کہ عبارت قرآن سے ہے لیکن وہ علم بھی مانند علم ہدایت اور دین کے موقت نہیں بلکہ ابتدائے زمان بعثت سے

marfat.com

اخیر تک استمرار اور باقی ہے پس باعتبار خصوصیت علم کے لفظ ما کا لائے کہ اس کی تعریف میں قصور ہے اور ایک نوع کا ابہام اس سے ٹپکتا ہے اور باعتبار استمرار اور دوام اُس کے لفظ من کو حذف کیا تاکہ اشارہ ہو طرف اس بات کے کہ خاص مانند عام کے مستمر اور دائم ہے اس کے واسطے ابتدا نہیں واللہ اعلم باسرار کلامہ چوتھے یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قطعاً معصوم ہیں پس اتباع خواہشات کفار کا اُن سے قطعاً منتفی ہے اور جو شرط کہ مجزم العدم ہے محل استعمال لَوْ کا ہے نہ محل استعمال اِنْ کا حرف اِنْ کا اس جگہ کس واسطے لائے جواب اس کا یہ ہے کہ خطاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر وجہ تحقیق کے نہیں کہ قطعیت وقوع شرط یا انتفاء شرط کی اُس میں رعایت کی جاوے اور الفاظ شرط کے سے جو کہ مناسب ان دو شق کے ہوں لفظ لیا جاوے بلکہ جملہ شرطیہ اس جگہ واسطے فرض محال کے ہے اور مقام فرض میں وقوع شرط میں شک ہوتا ہے اور ایسی جگہ استعمال لفظ اِنْ کا کیا جاتا ہے اور اسی واسطے بیچ مثل ان کان زید حمارا فھو ناھق لفظ اِنْ کا مستعمل ہوتا ہے نہ لفظ لَوْ البتہ اگر خطاب اوپر وجہ تحقیق اور بیان واقع کے ہوتا ہے تو بسبب قطعیت انتفاء شرط کے استعمال لَوْ کا متعین ہوتا ہے مانند لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا کے اور جبکہ وہ بات نہیں ہے استعمال لَوْ کا بھی نہ کیا پانچویں یہ کہ حق تلاوت کلام اللہ کا کیا ہے جواب اس کا یہ ہے درباب ادائے حق تلاوت کے چند چیزوں کا اعتبار ہے چنانچہ عین تفسیر میں اشارہ اُس کی طرف گزرا لیکن تفصیل ان چیزوں کی روایاتِ صحیحہ میں وارد ہے منجملہ اُن کے یہ ہے کہ حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انھوں نے تفسیر حق تلاوت میں فرمایا ہے یحلون حلالہ ویحرمون حرامہ ولا یحرفونہ عن مواضعہ یعنی حلال کرتے ہیں حلال اُس کے کو اور حرام کرتے ہیں حرام اُس کے کو اور نہیں تحریف کرتے ہیں اُس کو موضع اُس کے سے اور منجملہ اُن کے یہ ہے کہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا یتلونہ حق تلاوتہ ای یتبعونہ حق اتباعہ یعنی تابع ہوویں اُس کے حق اتباع اُس کے کا ثم قرأ ابن عباسؓ والقمر اذا تلٰھا یقول تبعھا اور منجملہ اُن کے یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی حاتم نے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروقؓ سے کہ اُنھوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا اذا مر بذکر

marfat.com

الجنّۃ سال اللہ الجنّہ واذا مر بذکر النار تعوذ باللہ من النّار یعنی حق تلاوت کا یہ ہے کہ جب گزرے اوپر ذکر بہشت کے خدا سے اُس کا سوال کرے اور جب گزرے اُوپر ذکر آگ کے پناہ مانگے اُس سے ساتھ خدا کے اور خطیب نے بیچ کتاب الرواۃ کے مالک سے ساتھ روایت ابن عمرؓ کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے کہ فرمایا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حق تلاوت کلام اللہ کا یہ ہے کہ حلال اُس کے کو حلال مقرر کرے اور حرام اُس کے کو حرام جانے اور پڑھے اُس کو جیسا کہ نازل ہوا ہے اور کلام اُس کے کو تحریف نہ کرے اور معانی اُس کے کی تاویل فاسد نہ کرے اور احکام اُس کے کو بپاسِ خاطر دنیاداروں کے پوشیدہ نہ کرے اور منجملہ اُن کے ہے روایت ابن جریر اور وکیع کی حسن بصریؒ سے کہ انھوں نے کہا کہ حق تلاوت کلام اللہ کا یہ ہے کہ ساتھ محکمات اُس کے کے ایمان لاوے اور موافق اُس کے عمل کرے اور اوپر متشابہات اُس کے کے ایمان لاوے اور جس چیز کا سمجھنا اُس پر مشکل ہو اُس کو مفوض عالموں کے کرے اور بیچ رد اور قبول اور تاویل اور تمثیل کے ساتھ عقل ناقص اپنی کے دخل نہ کرے اور اس جگہ سے معلوم ہوا کہ حقیقت میں اہل کتاب وہی اشخاص ہیں جنھوں نے کتاب کے ساتھ یہ روش لازم پکڑی ہے اور نفسانیت اور تعصب خاندان اور قوم اپنی کا یا محافظت وضع اور آئین اپنے کے تئیں حجاب معرفت کتاب کا نہیں کیا ہے نہ وہ لوگ جنھوں نے کتاب کو وسیلہ نخوت اور تکبر کا کیا اور مثل سگ گزندہ کے ہر کسی سے لپٹتے ہیں اور بیچ حجاب خود بینی اور غرور کے گرفتار ہیں اور دعویٰ اس بات کا کرتے ہیں کہ ہم سب لوگوں کے متبوع ہیں پھر بار دوسری تم کو خطاب کرتے ہیں اے بنی اسرائیل جیسے ابتدا کلام میں تم کو خطاب کیا تھا اور کہتے ہیں ہم یَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ یعنی اے بنی اسرائیل تم کو ایسا زعم ہوگیا ہے کہ ہم سب متبوع ہیں اور تمام خلائق ہمارے تابع رہے یہاں تک کہ جو تمام رسولوں سے افضل رسول اور کامل سب سے ہیں اُن کو بھی تکلیف متابعت اپنی کے دیتے ہو اور یہ نہیں سمجھتے ہو کہ ایسی شان اور مرتبہ تم کو کس طرح حاصل ہوا اُذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ یعنی یاد کرو تم اُس نعمت کو جو تم کو ہم نے عطا کی اور اُسی کے سبب سے یہ دعوے لمبے چوڑے تم کو یاد آتے وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ یعنے اور یاد کرو اُس کو کہ تحقیق میں نے بزرگی دی تھی تم کو سارے

marfat.com

جہان پر اور جو چاہوں میں اُس بزرگی کو تم سے چھین لوں اور دوسروں کو بخش دوں کچھ یہ بزرگی علی اور ذاتی تمھاری نہیں کہ تم سے جدا نہ ہوسکے پس حق اُس نعمت کا اور خوبی اُس فضیلت کی نہیں کہ تم آیتوں اور رسولوں ہمارے کو نہ مانو اور بسبب انکار کے ناشکری نعمتوں میری کی کرو اِتَّقُوْا یعنی اور ڈرو تم اس مقدمہ میں یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ یعنی اُس دن سے کہ کام نہ دے گا کوئی نفس کامل کہ آیتوں اور رسولوں اُس کے فضیلت اور بزرگی حاصل ہوئی ہو خواہ نسبت ظاہری ہو مثل نفس یعقوب علیہ السلام کے اور خواہ نسبت معنوی مثل نفس موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے عَنْ نَّفْسٍ یعنی کسی نفس سے گو وہ نفس آپ کو تابع اور منسوب اُس نفس کا جانے اگر خدا اور رسولوں اُس کے کی اطاعت نہیں کی اور انکار کیا ہے شَیْئًا یعنی کچھ کام آنا کر تھوڑا سا عذاب کم کروا دے یا کچھ تخفیف حساب میں اس کی سعی سے ہو جاوے وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ یعنی اور ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اُس نفس سے کچھ عوض کہ بابت رہائی تابع اپنے کے داخل کرے اگرچہ تمام اعمال نیک اپنے فدیہ اُسکے میں دیدے وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ یعنی اور کچھ نفع نہ دے گی اُس کی شفاعت اور سفارش کرنی ایسے تابعین کے حق میں جو آیات اللہ اور رسولوں کے منکر ہیں گو اوروں کے حق میں نافع ہو وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ یعنی اور نہ وہ یاری دیئے جاویں گے اس بات میں جناب الٰہی سے مواخذہ حقوق تلفی میں کہ کسی نے حق اُن کا تلف کر لیا ہو کہ یاری دیئے جاویں بموجب اس آیت کے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ یعنی البتہ ہم مدد کریں گے رسولوں اپنے کی اور ایمان والوں کی بیچ زندگانی دُنیا کے اور دن قیامت کے اور احتمال ہے کہ ضمیر منہا اور تنفعہا اور ھُمْ کی دوسرے نفس کی طرف کو راجع ہو یعنی جو کہ گرفتار عذاب کا ہے اور معنی آیت کے موافق اُس کے ظاہر اور روشن ہیں چنانچہ پوشیدہ نہیں ہے باقی رہے اس جا چند سوال جواب طلب اوّل سوال کہ یہ آیت بعینہا بیچ ابتدائے قصہ بنی اسرائیل کے گذری اعادہ اُس کے سے اس جگہ کیا غرض واقع ہوئی جواب اُس کا یہ ہے کہ ذکر اُس مضمون کا اوّل حصہ میں واسطے یاد دلانے نعمتوں کے تھا تاکہ کفران اُن نعمتوں سے احتراز کر کے راہ شکر اور طریق حق شناسی منعم کی اختیار کریں اور ذکر اس مضمون کا بیچ تتمہ قصہ کے واسطے

marfat.com

باطل کرنے دعوے اُن کے کے ہے کہ اپنے تئیں متبوع مقرر کر کے درخواست متابعت اپنی کی فضل المرسلین سے کرتے تھے اس واسطے کہ جب نعمت الٰہی کو اپنے حق میں یاد کریں گے اور یہ بات بھی تصور کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بزرگی تمام جہان پر عطا کی سو اس سے معلوم کر لیں گے کہ منشا اس دعوے کا کوئی چیز ذاتی ہماری نہیں اور نہ یہ بزرگی ہمنے بزور نسبت اپنے بزرگوں کے سے پائی ہے اور ایک دن ہمارے لئے درپیش ہے کہ اُس دن میں کوئی نسبت اور نسب کام نہ آوے گا بدون متابعت طریقہ حق کے پس نسبت کسی کی کارگر نہیں ہوگی اور کوئی راہ نجات کی ظاہر نہ ہوگی اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ صدر قصہ میں غرض لانے اس آیت سے یہ تھی کہ اجمالاً جمیع نعمتوں الٰہی کو جو حق میں بنی اسرائیل کے ہیں یاد دلا کر شکر اُسکے کی فہمائش کریں اور اُس دن سے کہ نسبت اور نسب بزرگان سلف کا کسی کے کام نہ آوے ڈرا دیں بعد ازاں تقسیم ان نعمتوں کی بحسب اوقات اور اشخاص اس فرقہ کے ساتھ شیوع تمام کے بیان کی طریق تحریر اجمال اور تفصیل جمع وخرچ اہل حساب کے آخر اس قصہ میں بھی اعادہ کرنا اسی مضمون کا مناسب ہوا پس لانا اس آیت کا اوّل اور آخر اس قصہ طویلہ کے اُس قبیل سے ہے کہ حساب اور سیاق کہ اوّل فرد جمع اور خرچ کی بطریق یادداشت تحریر کرتے ہیں کہ جمع اس قدر تھی اور خرچ اس قدر ہوا بعد اس کے تفصیل اور تقسیم تاریخ وار اور بابت کی کرتے ہیں جب حساب سے فارغ ہوتے ہیں پھر اُسی جمع خرچ کو خلاصہ کر کے اعادہ کرتے ہیں دوسرے یہ کہ اس آیت میں بہ نسبت آیت گزشتہ کے تین چیز میں تفاوت واقع ہوا اوّل یہ کہ آیت سابقہ میں لایقبل منھا شفاعۃ فرمایا ہے اور اس آیت میں لاتنفعھا شفاعۃ دوسرے یہ کہ آیت سابقہ میں لایوخذ منھا فرمایا ہے اور اس آیت میں لایقبل منھا عدل تیسرے یہ کہ آیت سابقہ میں شفاعت مقدم فرمائی ہے اور اس آیت میں نفی فدیہ کی مقدم فرمائی نکتہ اس تفاوت کا کیا ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ بعضے نکات اس تغیر اسلوب کے آیت سابقہ کی تفسیر میں گزرے یاد کرنا چاہیئے اور جو کہ حاضر الوقت ہے یہ ہے کہ شفاعت کا سُود مند ہونا دو چیزوں پر موقوف ہے اول یہ کہ شفاعت بذات خود نافع ہو نہ مضر دوم یہ کہ وہ شفاعت جس کے روبرو لے جاویں قبول بھی ہو کیونکہ ظاہر ہے کہ اگرچہ شفاعت بذات خویش نافع ہو جیسا کہ دینا مال کا یا خلاص کرنا قید سے مگر وہ شخص اس شفاعت کو قبول کرے

کچھ فائدہ اس شفاعت میں نہ ہوگا اور لغو محض ہوگی اور ایسے ہی اگرچہ شفاعت مقبول ہو لیکن وہ بذات خود مضر ہو مثل شفاعت چور کی روبرو حاکم کے تو اُس کو سزا پہنچاوے وہ شفاعت محض بے نفع ہے پس ایک جا نفی قبول کی فرمائی اور ایک جا سلب نفع کیا تاکہ دونوں طرح کے انتفاع کی نفی ہو جاوے اور تحقیق اُس کی یہ ہے کہ انبیاء اور صلحاء کی طرف سے اُس دن میں شفاعت ہوگی لیکن شفاعت عام اُن کی کہ بمنزلہ بیان قاعدہ کلّیہ کے ہے مثل اغفر للّذین اٰمنوا وعملوا الصالحات یا ربّنا اغفر لمن تبعنی ولمن عصانی اور امثال اُس کی ہرگز کافروں کے کام نہ آوے گی اگرچہ مقبول ہوگی اور شفاعت خاصہ اُن کی حق میں ہر ہر کافر کے مثل شفاعت ابراہیم علیہ السلام کے بیچ حق آزر کے مقبول نہ ہوگی پس دونوں وجہ کی شفاعت اسلاف کی سے اُن کو ناامید کیا لیکن تخصیص آیت اولیٰ کی ساتھ نفی قبول کے اور اس آیت کی ساتھ نفی نفع کے پس اس سبب سے ہے کہ آیت اولیٰ میں ذکر کفر کا بتصریح کیا ہے ولا تکونوا اوّل کافر بہ پس نفی قبول کی اُس جا قبول ہوئی اور بیچ مضمون اس آیت کے ذکر انتساب اور اتباع کا ہے کہ اس کو وسیلہ شفاعت متبوعین اور منسوب الیہم اپنے کا جانتے ہیں پس نفی نفع کی اس جا چسپاں ہوئی گویا ایسا فرمایا کہ ہرچند شفاعت انبیاء اور اسلاف تمہارے کی حق میں تابعین اور منسوبین اپنے کے مقبول ہے لیکن باوجود کفر تمہارے کے نافع نہ ہوگی کہ تم اُن کی تبعیت سے خارج ہوئے یہ اور بھی ذکر عدل میں اخذ اور قبول میں ملازمت نہیں ہے بلکہ جدا جدا ہو سکتی ہیں کیونکہ جائز ہے کہ اخذ ہو لیکن بطریق تردد کے کہ رد کردوں یا قبول کروں اور قبول نہ ہو ایسے ہی جائز ہے کہ قبول ہو اور اخذ نہ ہو بلکہ بعد قبول کے اخذ نہ کریں اور آیت اولیٰ میں جو نفی قبول شفاعت کی سابق گذری ہے وہ غالباً دُنیا میں جو کی شفاعت ہے قبول نہیں کرتے ہیں اور غرض اس سے اخذ عوض ہوتی ہے اس کو ساتھ لفظ اخذ کے نفی فرمایا تاکہ یہ توہم بھی دُور ہو جائے اور اس آیت میں جو نفی شفاعت کی سابق نہیں ہوئی عوض کو ساتھ لفظ قبول کے نفی فرمایا کہ اُس جا دینا عوض کا مقبول بھی نہ ہوگا چہ جائے اخذ کے اس واسطے کہ اخذ بعد قبول کے ہے لیکن وجہ تقدیم و تاخیر شفاعت و عوض کی پس یہ ہے کہ ابتدائے حادثہ میں شفاعت کو عوض دینے پر مقدم کرتے ہیں اور جب حادثہ استداد قبول کرتا ہے اور استمرار پکڑتا ہے اس وقت دینے عوض کو اوپر شفاعت کے مقدم کرتے ہیں اور آیت

اولیٰ میں ابتداء حادثہ ہے اور اس آیت میں انتہا اُس کی اور اللہ دانا تر ہے ساتھ اسرار وں کمال اپنے کے اور اکثر مدار فرق کا اسلوب دونوں آیتوں پر ہے اور اس میں ایک غرض ہے جسکے لئے کلام لایا گیا ہے اس واسطے کہ آیت سابق میں غرض تحریص بنی اسرائیل کی اوپر متابعت اس پیغمبر علیہ السلام کے اور ترک افعال شنیعہ کا مثل تحریف کتاب اور حق کو ساتھ باطل کے ملا دینا اور پوشیدہ کرنا نعت پیغمبر علیہ السلام اور ترک صلوٰۃ و زکوٰۃ اور آدمیوں کو امر ساتھ نیکی کے کرنا اور آپ موافق اُس کے عمل نہ کرنا اور دام طمع اور حرص میں گرفتار رہنا اور صبر نہ کرنا اور ملاقات خدا سے بے پروا رہنا تھی اور بیچ اس آیت کے غرض دفع اُن شبہوں کا ہے کہ رسالت میں پیغمبر وقت کی کرتے تھے اور اپنے کو بالاتر اتباع اُس کے سے دیکھتے تھے بلکہ اپنے آپکو متبوع مطلق اور ناجی محض گمان کرتے تھے اور فضل اور بزرگی کو ذاتی اپنی جانتے تھے اور بہشت اور نعیم آخرت کو بالذات واسطے اپنے سمجھتے تھے اور اسی واسطے بعد اس آیت کے بیچ اس مقام کے تذکیر نعمتوں کا نہیں فرماتے ہیں بلکہ واسطے دفع خیال متبوعیت مطلقہ اور امامت اُن کی کے کہ جڑ دشمنی اور کفر اُن کے کی یہی خیال تھا ارشاد کرتے ہیں وَاِذِ ابۡتَلٰۤى اِبۡرٰهٖمَ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ بطریق آزمائش کے فرمایا ابراہیم علیہ السلام کو کہ بیٹا تارخ بن ناخور کا تھا اور تارخ کا آذر بھی لقب تھا ابراہیم علیہ السلام اُس کے گھر میں وقت سلطنت نمرود بن کنعان کے قصبہ کوتی میں کہ مضافات شہر بابل کا تھا۔

بیچ سترہ سو نو ۱۷۰۹ سال تاریخ طوفان نوح علیہ السلام سے پیدا ہوئے اور طفولیت سے آثار رُشد کے اُن میں ظاہر ہوئے کہ ساتھ باپ کے اور قوم اپنی کے بابت بت پرستی کے بحث اور حجتیں کی یہاں تک کہ بتوں کو توڑا اور قوم اُس کی نے مقام کنیکشی میں چاہا کہ اُن کو آتش میں جلاویں آتش بہت بھڑکائی اور اُن کو اُس آگ میں ڈالا پروردگار اُن کو صحیح و سالم اُس آگ سے باہر لایا پھر باپ اور قوم اُن کی نہایت دشمن ہوئی یہاں تک کہ خان و مال اپنا واسطے خدا کے ترک کر کے بسمت حران اور وہاں سے بسمت شام اور فلسطین کے ہجرت کر کے اس سرزمین کو اپنا وطن کیا حق تعالیٰ نے چاہا کہ اُن کو بعوض اُس کے کہ جان و تن اپنا واسطے میرے جلانے کو دیا اور خان و مال اور تیار شہر دیار اپنے کو بیچ راہ حق کے ترک کر کے بے وطن ہو تو منظور رب ہوا کہ وہ مرتبہ بلند آدمیوں سے وہ مرتبہ اُس وقت تک حاصل نہ تھا عطا فرماوے پس ساتھ فرماتے بعضے سخنان

حضرت ابراہیم کی آزمائش میں کامیابی اور عطائے امامت کا بیان

کے استعداد کامل اُن کی کو منصۂ ظہور پر لایا دَبُّہٗ یعنی پروردگار ابراہیمؑ نے کہ طفلی سے اُن کو طرح طرح کی تربیت فرما کر قریب مرتبہ نبوت اور خلت کے پہنچایا اور ہر وقت میں تربیت اُس کی ابراہیم علیہ السلام کا رنگ دوسرا پیدا کرتی ہے بعد ہر تربیت کے استعداد بلند اور استحقاق مرتبہ ارجمند اُن سے ظاہر ہوتا تھا یہاں تک کہ اُن کو مامور فرمایا بِکَلِمَاتٍ یعنی ساتھ سخن چند کے کہ بسبب بجا آوری اُن سخنوں کے نزدیک ملائکہ علوی اور سفلی کے ظاہر ہو کہ یہ شخص لائق اس مرتبہ کے تھا اور شان حکمت سے دینا اس منصب کا اُس شخص کو واجب اور لازم دکھلانا تھا اور بھی ہے عادت الٰہیہ مستمرہ کہ بعض علم دینے کے دینی مرتبوں اور منصبوں اور جزاؤں اور اجروں کے اکتفا نہیں فرماتا ہے جب تک کہ استحقاق اور استعداد اُس کا ظاہر نہ کرے اور اس وجہ سے ظاہر کرے کہ جمیع سکان ملک اور ملکوت کے اُس قضائے حتمی کو ساتھ زبان قالیہ اور حالیہ کے واسطے اُس کے تقاضا کریں اور یہ معاملہ از بسکہ کمال مشابہت رکھتا ہے ساتھ امتحان اور آزمائش کے تسمیہ اُس کا ساتھ لفظ ابتلا کے بہت چسپاں اور مناسب ہے ورنہ اُس تعالیٰ کو کہ علام الغیوب ہے اور مستقبلات بیچ علم اُس کے کے حکم ماضی کا رکھتے ہیں کیا حاجت امتحان اور آزمائش کی ہے اور وہ چند سخن کہ ابراہیم علیہ السلام کو بطریق امتحان کے ساتھ اُس کے مامور کیا اور انھوں نے اس مہم کو اچھی طرح سے انجام دیا اول آفتاب اور ماہتاب اور ستارہ کو بحکم حدوث اور تغیر کے ایک حال سے طرف دوسرے حال کے لیاقت معبودیت سے باہر کیا اور ثانیاً بتوں کو توڑا اور عجز ان کا نسبت قوت آدمی کے کہ اضعف و اعجز مخلوقات رب الارباب ہے مبرہن کیا اور ثالثاً واسطے الزام آتش پرستوں کے تن اپنا جلانے کو دیا اور تاثیر آتش کو بقوت الٰہیہ اپنی کے باطل فرمایا اور روح آتش کو فعل اور تاثیر طبعی اپنی سے متغیر کر کے ساتھ خنکی اور سردی کے بدلا اور ساتھ اس تربیت عجیب کے روحانیات علوی اور سفلی کو معبودیت سے معزول کیا اور اسباب جسمانیہ اور روحانیہ کو بمقابلہ ارادہ مسبب واحد قہار کے بیکار دکھلایا یہاں تک کہ زبان اُس کی سے یہ دعویٰ ظاہر کرایا انی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوات والارض حنیفا وما انا من المشرکین اور واسطے امتحان صدق اس دعوے کے اُن کو ساتھ چند چیزوں کے مبتلا کیا تاکہ روح اُن کی کو اوپر کسوٹی امتحان اور معرفت کے ماریں اول بیزاری قوم اور

قبیلہ اپنے سے حاصل ہوئی بلکہ کل ماسوی اللہ سے جیسا کہ شان دوست خالص اور خلیل صادق کی ہے کہ ماسوی المحبوب سے بیزار ہوتا ہے اس واسطے فرمایا انی بریٔ مما تشرکون اور بھی فرمایا کہ اننی براء مما تعبدون وانا براؤ منکم بلکہ یہ حالت تبری کی منجر بعداوت ہوئی کہ فانہم عدولی الارب العالمین دوسرے رفع کردینا وسائط کا اور بلا حجاب متوجہ ہونا طرف محبوب حقیقی کے یہاں تک کہ جبرئیل علیہ السلام سے بیچ وقت کمال شدت حاجت کے فرمایا اما الیك فلاحاجة لی تیسرے تسلیم کرنا امر الٰہی کی اور خوش ہونا باوجود نقصان جان اور مال اپنے کے اُس کی رضامندی میں چنانچہ وقت ہجرت کے وطن مالوف سے اور امر ذبح فرزند دلبند کے اُن سے ظہور میں آیا اور مہمانی مہمانوں اور ایثار گداؤں کا علی سبیل الدوام اُن سے ظاہر ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ عزیز ترین چیزوں دنیا کا نزدیک آدمیوں کے یہی چار چیز ہیں جان و مال و فرزند و وطن کہ مجمع اقارب و عشائر کا ہوتا ہے اور واسطے محافظت ان چیزوں کے کیا کیا بے صبریاں کی جاتی ہیں جب ان چاروں چیزوں کو رضائے مولا اپنے میں خرچ کیا صدق محبت اور خلت اسکی کا کمال مرتبہ کا ثابت ہوا اور واسطے اسی کے ابن عباس رضی نے بیچ تفسیر ان کلمات مبہمہ کے کہا ہے الکلمات التی ابتلی ابراھیم فراق قومه فی الله حین امر الله بمفارقتهم ومحاجة نمرود فی الله حین قال انا احیی وامیت وصبره علی قذفهم ایاه فی النار یحرقوه فی الله والهجرة بعد ذلك من وطنه وبلاده حین امره بالخروج عنهم وما امره به من الضیافة و الصبر علیها وما ابتلی به من ذبح ولده اور جو معاملہ کہ اُس جناب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے ساتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عین صغر سنی میں اور ساتھ مادر اُن کی یعنی حضرت ہاجرہ کے محض بحکم خدا کے کیا ہے تامل کیا جاوے طاقت بشری سے خارج دکھلائی دیتا ہے بالجملہ ان تکلیفات شاقہ سے منظور اظہار جودت حال قوت عاملہ اُن کی کا اور انقیاد جمیع لطائف اور قوائے روحیہ اُن کی کا واسطے حکم الٰہی کے تھا کہ مجملاً درجواب خطاب اسلم کے عرض کیا تھا اسلمت لرب العالمین پھر بدن اور جسد اپنے کو بھی داغدار محبت کا کیا جیسے کہ عاشق واسطے معشوق کے آگ کے داغ بدن اپنے پر لیتے ہیں اور بسبب اُس کے صدق دعوے عشق کا اُن سے ثابت

marfat.com

ہوتا ہے اور عمدہ ترین اُن داغوں کا ختنہ تھا کہ محل شہوت رذیلہ بہیمیہ جماع اور دفاع کو قطع کرنا ہے تاکہ یاد رہے کہ اس عضو کو کہ داعی رب العزت کا ہے پیچ مصرف نامرضی اُس کی کے صرف نہ کرنا چاہیئے اور واسطے اسی کے توریت میں آیا ہے کہ ختنہ داغ خدا کا ہے اوپر اولاد ابراہیم علیہ السلام کے مانند داغ گھوڑوں اور جانوروں بادشاہی کے اور منجملہ اُن داغوں کے موئے لب کا لینا اور موئے زہار کا اور ناخن کا کٹوانا اور اکھاڑنا موئے بغل کا اور پاک کرنا جائے بول و براز کا وقت استنجا کے اور مضمضہ اور استنشاق وضو میں اور مداومت اوپر مسواک کے وقت نماز اور ذکر کے اور مانگ سر کے بالوں کی ساتھ شانہ کے اور استعمال عطر اور خوشبو اور لطیف رکھنا جامہ پوشاکی کا اور دھونا بندگاہ بدن کا ہر جمعہ میں یک روز پھر واسطے لازم پکڑنے برخی عبادت اور ذکروں اور حلقوں کی اُن کو تاکید فرمائی اور وہ تمام تیس خصلتیں ہیں کہ نام اُن کا سہام الاسلام کیا دس اُن میں سورۂ براءت میں مذکور ہیں توبہ عبادت حمد سیاحت رکوع سجود امر بالمعروف نہی عن المنکر نگاہ رکھنا حدود مقرر کی ہوئی خدا کا ہر کام میں اور بشارت اہل ایمان کو اور دس انکی سورۂ احزاب میں اسلام ایمان قنوت صدق صبر خشوع صدقہ دینا روزہ رکھنا حفظ شرمگاہ کا زنا اور لواطت اور سحاق سے اور نظر کا اجنبی سے ذکر کثیر الٰہی زبان و دل سے علی الدوام اور دس اُن کی سورۂ مومنوں اور معارج میں مذکور ایمان تصدیق کرنی روز جزا کی اور خوف اور خشیت عذاب الٰہی سے دائماً خشوع نماز میں محافظت آداب و سنن اور مستحبات اُسکی کے اور لغو اور عبث اور لعب اور ہزل سے احتراز اور اعراض کرنا ادا کرنا زکوٰۃ کا بخوشی دل حفظ شرمگاہ کا غیر منکوحہ اور مملوکہ اپنی سے اور پورا کرنا عہد کا ادا کرنا امانت کا قائم ہونا واسطے شہادت کے ہر چند بعضے ان خصائل سے کہ مذکور ہیں ان صورتوں میں متداخل ہیں لیکن احتمال ہے کہ بسبب مقید ہونے اور خاص ہونے اور ملنے کے ساتھ مقارنات اپنے کے حکم خصائل متباینہ اور متفاوتہ کا پیدا کریں اور ہر جا جدا اگانہ شمار ہوں پس ان کو حکم ہوا کہ ہر سال میں ایک بار آپ کو والہ و شیدا کر کے دیوانہ روش عاشق کردار واسطے طواف خانۂ محبوب اپنے کے برہنہ سر اور برہنہ تن اور برہنہ پا ژولیدہ مو پریشان حال گرد آلود شام سے زمین حجاز میں پہنچ کر کبھی پہاڑ پر اور کبھی زمین پر منہ طرف خانۂ محبوب کے کر کے کھڑے ہوں اور کبھی دشمن اُس کے کو اپنے خیال میں تصور کر کے

marfat.com

سنگ لعن اور طرد اور بیزاری کے اُوپر اُس کے ڈالیں اور عوض جان اپنی کے جان عزیز ترین مملوکات اپنی کو واسطے اُس کے قربانی کریں اور من بعد گرد خانۂ تجلی آشیانۂ اُس کے کے طواف کریں اور بار بار کنج اُس خانہ کو بوسہ دیں تاکہ معنے عشق اور محبت کے کہ باطن میں اُن کے کامن ہیں لباس ظاہر میں جلوہ گر ہوں اور خاص و عام کے اوپر ظاہر ہوں اور اس حال میں نعرہ لبیک کو ساتھ آواز بلند کے ماریں اور آتش محبت دلی کو اس نعرہ کے ساتھ روشن کریں اور واسطے اظہار اس کیفیت کے مناسک حج واسطے اُن کے مقرر ہوئے اور طواف اور سعی درمیان صفا اور مروہ آمد ورفت مزدلفہ اور عرفات اور اقامت منیٰ میں اور ذبح اور قربانی اور تلبیہ اور احرام شروع ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تمام تکلیفات کو کہ انمیں سے بعض عقل ناقص بشری میں غیر مستحسن دکھلائی دیتی تھی اور اکثر دریافت عقل بشری سے بالاتر تھیں دل و جان سے کمال بشاشت اور خوشی کے ساتھ قبول کیا فَاَتَمَّھُنَّ پس تمام اور کمال بجالائے اُن تمام باتوں کو ابراہیم علیہ السلام بغیر کمی بیشی اور کاہلی اور تغافل کے یہاں تک کہ حق میں اُن کے جاتے دوسری فرمایا ہے وابراھیم الّذی وفّٰی اور بیچ مصنف ابن ابی شیبہ اور دوسری کتابوں حدیث میں آیا ہے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ ما ابتلی بھذا الدین احد فقام بہ کلہ الا ابراھیم یعنی نہیں مبتلا ہوا ساتھ اس دین کے کوئی پس پورا پورا اُس کو بجا لایا ہو مگر ابراہیم علیہ السلام اور ابوالشیخ کتاب عقیقہ میں ساتھ طریق موسٰی بن علی ابن رباح کے کہ اُنھوں نے باپ اپنے سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب حکم ختنہ کا فرمایا یہ اُس وقت میں اسّی برس کے تھے کمال تعجیل سے ساتھ تیشہ کے کہ گھر میں موجود تھا ختنہ کیا بعد اُس کے نہایت درد ہوا جناب الٰہی میں دُعا کی حق تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تم نے اس کام میں شتابی کی کہ ابھی تک تم کو طریق اور آلہ اُس کا تعلیم نہیں کیا تھا خود بخود آپ کو محل ہلاکت میں ڈالا اُنھوں نے عرض کیا کہ بارخدایا مکروہ جانا میں نے کہ بیچ بجالانے حکم تیرے کے ایک دم بھی توقف کروں میں اور بیہقی نے روایت کی کہ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسحاقؑ کی ساتویں روز تولد سے ختنہ کی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تیرہ برس کے سن میں اور آں حضرت علیہ السلام نے حضرت حسنینؓ کی روز ہفتم تولد سے ختنہ کی اور بیہقی نے زہری سے روایت کی ہے کہ

marfat.com

آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا جو کوئی اسلام لاوے چاہیئے کہ وہ ختنہ کرے اور حاکم اور بیہقی نے بطریق صحیحہ کے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیم اول اُن شخصوں میں سے ہیں کہ رسم ختنہ کی جاری کی اور پہلے انبیاء ختنہ کئے ہوئے پیدا ہوتے تھے اور اول اُن شخصوں میں سے جن کے بال سفید ہوئے حضرت ابراہیمؑ ہیں جب انھوں نے اپنے بالوں میں سفیدی دیکھی عرض کیا بار خدایا یہ کیا ہے حکم ہوا یہ وقار ہے عرض کی رب زدنی وقارا اور اول اُن شخصوں میں سے جنھوں نے موئے لب لئے اور ناخن کتروائے اور موئے زیر ناف دور کئے اور ان باتوں کو رواج دیا اور اپنے اوپر لازم پکڑا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اول جنھوں نے کہ ازار سی کر پہنی اور اس کا سروال نام رکھا وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں پیشتر اُن سے عادت لُنگی کی تھی اور بیچ مسند وکیع کے مروی ہے کہ اوحی اللہ تعالیٰ الی ابراهیم انك اکرم اهل الارض علی فاذا سجدت فلا تری الارض عورتك فاتخذ سروالا یعنی وحی کی اللہ تعالیٰ نے طرف ابراہیم کے کہ تو بزرگ تر اہل زمین کا ہے نزدیک میرے جس وقت سجدہ کرے تو نہ دیکھے زمین شرم گاہ تیری پس اختیار کر تو ازار کو اور دیلمی ساتھ روایت انس رضی اللہ عنہ کے لائے ہیں کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول اس شخص نے کہ خضاب حنا اور وسمہ کا کیا حضرت ابراہیمؑ ہیں اور ابن ابی شیبہ بیچ تصنیف اپنی کے لایا ہے کہ اول جس نے خطبہ منبر کے اوپر پڑھا ابراہیم خلیل اللہ ہیں اور بزار اور طبرانی ساتھ روایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لائے ہیں کہ آں حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو میں منبر واسطے اپنے بناؤں مضائقہ نہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی واسطے اپنے بنایا تھا اور جو میں عصا اپنے ہاتھ میں لوں بھی تو کچھ مضائقہ نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی لیا ہے اور ابن عساکر ساتھ روایت جابر وغیرہ کے لایا ہے کہ اول جس نے راہ خدا میں جہاد کیا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اول جس نے کہ لشکر کو لڑائی میں تعبیہ کیا اور میمنہ اور میسرہ اور قلب قرار دیا ابراہیم علیہ السلام ہیں اور یہ واقعہ اس وقت میں تھا کہ رومی لوگ حضرت لوط کو قید کر کے لے گئے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اوپر اُن کے جہاد کیا اور حضرت لوط علیہ السلام کو چھڑا لائے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اس لفظ کے ساتھ آیا ہے کہ اول من عقد الالویة ابراهیم علیه السلام اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت

کی ہے کہ حضرت ابراہیم کا سبب کثرت مہمانداری کے ابو الضیفان نام ہوگیا تھا اور اُن کے مکان کے چار دروازے تھے جس دروازے سے چاہے مہمان آوے اور جب حضرت ابراہیمؑ چاہتے کہ طعام چاشت نوشت فرماویں چہار طرف وطن اپنے کے ایک ایک کوس تک تلاش مہمان کی فرماتے تھے۔ جب تک مہمان نہیں پہنچتا تھا طعامِ چاشت تناول نہیں فرماتے تھے اس واسطے کہ وقت چاشت مہمان کے آنے کا وقت نہیں ہے اور مسند امام احمد میں وارد ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جناب الٰہی میں عرض کیا کہ بار خدایا سوا میرے زمین میں کوئی نہیں کہ عبادت تیری کرے حق تعالیٰ نے تین ہزار فرشتے نازل کئے کہ ساتھ ابراہیم علیہ السلام کے شریک عبادت ہوں حضرت ابراہیم علیہ السلام تین روز تک فرشتوں کا امامت میں مشغول رہے اور ابن ابی سعید نے روایت کی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو وسعت مال اور خادموں کی بہت دی تھی اول جس نے کہ ثرید بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں دیلمی نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اول جس کسی نے کہ شیر مال پکائی حضرتِ ابراہیمؑ ہیں کہ واسطے مہمانوں اپنے کے پکاتے تھے اور کھلاتے تھے اور خطیب اپنی تواریخ میں بروایت تمیم دارمی کے آں حضرت سے لایا کہ آدمیوں نے آنحضرت علیہ السلام سے سوال کیا معانقہ کے امر میں کہ مرد مرد کے ساتھ کرے کیا فرماتے ہو فرمایا کہ معانقہ درست ہے اور پہلے سے تھا اور علامت خلوص دوستی اور تمام تحیت اور ملاقات کی تھی اول اول جس کسی نے کہ وقت اظہارِ دوستی کے معانقہ کیا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور قصہ اس کا ایسا تھا کہ ایک روز واسطے طلب چراگاہ مواشی اپنے کے کوہستان بیت المقدس میں سیر فرماتے تھے تاکہ کوئی مکان واسطے رہنے مواشی اپنے کے تلاش کریں اس درمیان میں ایک آواز حزین اور رقیق سنی کہ ذکر کرنے والا خدا کا ذکر کرتا ہے اور اوصاف تقدیس اور پاکی اُس جناب کے بیان کر رہا ہے بمجرد سماعت اُس آواز کے مطلب اپنا فراموش کیا اور طرف اُس آواز کے متوجہ ہوتے دیکھا کہ ایک پیر دراز قامت کہ اُس کے تمام بدن پر بال ہیں کھڑا ہوا توحید جناب عزوجل کی بیان کرتا ہے۔ آگے اُس کے گئے اور دریافت کیا کہ اے شیخ خدا تیرا کون ہے کہ تو اُس کو یاد کرتا ہے کہا خدا میرا آسمانوں میں ہے پوچھا کہ زمین میں بھی وہی خدا ہے یا دُوسرا کہا زمین میں بھی وہی خدا ہے کوئی سوائے اُس کے لیاقت خدائی کی نہیں رکھتا پھر پوچھا کہ قبلہ تیرا کہاں ہے کہا طرف کعبہ کے

marfat.com

پھر پوچھا کہ کہاں سے کھاتا ہے تو کہا کہ جس وقت دانہ خودرو صحرا کا کہ آخر موسم گرما میں پکتا ہے
میں باہر آتا ہوں اور اُن دانوں کو جمع کر کے رکھتا ہوں میں کہ جاڑوں میں کام آوے اور اُسی کو
کھاتا ہوں میں پھر پوچھا کہ کوئی اہل وعیال تیرے سے باقی رہا ہے کہ خدمت تیری بجا لاوے
کہا نہیں پھر پوچھا کہ گھر تیرا کہاں ہے کہا ایک غار میں کہ جاڑے کے زمانہ میں وہاں گذر کرتا ہوں تب پھر
فرمایا کہ چل نشان اُس غار کا دے تو ہمراہ تیرے گھر چلوں اور سمت قبلہ تیری کے دیکھوں کہا درمیان
اُس مکان اور اُس غار کے ایک چشمہ ہے نہایت عمیق کہ آدمی کا اُس سے گذر ممکن نہیں حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تو کس طرح اس چشمۂ عمیق سے عبور کرتا ہے کہا کہ میں بطریق خرق عادت
کے اُس پانی پر چلا جاتا ہوں اور پانی میرا فرمانبردار ہو جاتا ہے کہ سوائے کف پا میری کے اور کچھ تر نہیں ہوتا ہے
ابراہیم نے فرمایا آؤ تمہارے گھر چلیں شاید کہ اُس پانی کو جس نے واسطے تیرے مسخر کیا ہے واسطے
ہمارے بھی مسخر کر دے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور وہ شیخ دونوں روانہ ہوئے جب کنارے آب کے
آئے دونوں پانی سے عبور کر گئے اس پیر نے تعجب کیا جو غار میں پہنچے سمت قبلہ مسجد اُس کی کو
موافق سمت کعبہ کے پایا نہایت خوش ہوتے بعد اُس کے پوچھا کہ اے شیخ بارے کہو کہ کونسا دن سخت
زیادہ دنوں کا ہے پیر نے کہا کہ وہ روز جس روز حضرت رب العزت کرسی اپنی کو واسطے حساب
خلائق کے رکھے اور دوزخ کو بھڑکا دے یہاں تک کہ کوئی فرشتہ مقرب اور پیغمبر مرسل نہیں ہوگا
مگر منہ کے بل زاری کرتا گرے گا اور حال اپنے سے سراسیمہ ہوگا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا
کہ اے نیک بخت واسطے میرے اور واسطے اپنے دعا کر کہ حق تعالیٰ ہمارے تئیں ہول اُس دن سے امن
اور اطمینان نصیب فرما دے پیر نے کہا کہ دعا میری کس کام آوے گی مجھ سے دعا کی مت خواہش
کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کس واسطے جواب دیا میں تین سال سے ہر وقت اور ہر لمحہ
دعا کرتا ہوں اور ہرگز مقرون باجابت نہیں ہوتی فرمایا کہ وہ دعا کیا ہے کہا کہ ایک دن میں اس
بیابان میں کہ تجھ سے ملاقات کی ہے کھڑا تھا کہ ایک نوجوان ساتھ مواشیوں کے یہاں آیا تھا
اور بال اُس جوان کے پریشان بکھرے ہوئے کہا میں نے کہ کہاں سے آتا ہے تو اور یہ مواشی کس کے
ہیں کہا کہ خانہ دوست خدا ابراہیم علیہ السلام سے آتا ہوں اور مواشی ملک اُس کی سے ہیں اُس
وقت سے دعا میں مشغول ہوں کہ بار خدایا جو زمین میں دوست تیرا ہے مجھ کو زیارت اُس کی کروا

marfat.com

پہلے اس سے کہ اس جہان سے کوچ کروں میں دیدار اُس کے سے مشرف ہوں میں اب تک اُس کے دیدار سے مشرف نہیں ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ دُعا تیری مستجاب ہوئی آؤ کہ ساتھ تمھارے معانقہ کریں ہم حضرت ابراہیمؑ نے اُس پیر کو طرف اپنی کھینچا اور معانقہ کیا۔ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ اُسی روز سے معانقہ رائج ہوا اور قبل اس کے رسم سجود کی تھی کہ مقام تعظیم میں ایک دوسرے کو سجدہ کرتے تھے پھر اسلام میں مصافحہ رائج ہوا بالجملہ جب حضرت ابراہیم کلیم بجمیع وجوہ کمال کہ ممکن بشر کے ہوں جہت قوت عملیہ اور نظریہ اور فکریہ و نیز جہت قوت علمیہ اور خلقیہ اور حالیہ اور جہت بدن اور ستھرائی اُس کی اور جہت صفائی فطرت روح اور سر اور دیگر لطائف کے مکمل ہوئی اور استعداد پوشیدہ اُن کی نے خوب وجہ سے ظہور کیا قَالَ یعنی فرمایا پروردگار اُن کے نے ساتھ اُن کے کہ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا یعنی میں بنانے والا ہوں تجھ کو واسطے تمام آدمیوں کے کہ بعد تیرے آویں گے امام اور پیشوا مطلق کہ ہر چیز میں تیری پیروی کریں اور متابعت تیری اوپر تمام کافہ انام کے واجب ہوئی گویا اقتداء اور اتباع تیرا دلیل حقانیت اُن کی کا ہوا اور مخالفت تیری دلیل گمراہی اور علامت بطلان کی اور یہ امامت مطلقہ خواص حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے چنانچہ خاتمیت خاصہ حضرت افضل المرسلین صلعم کا ہے اسی واسطے جس وقت اور جس جا بعد حضرت ابراہیمؑ کے حق نے ظہور کیا اور جو پیغمبر مرسل ہوئے اور کتاب نازل ہوئی ساتھ تبعیت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اقتدا اُن کے کے مقرون ہوئے یہود اور نصاریٰ اور صابئین تمام تعظیم میں اُس جناب کی اور بیچ قصد اتباع اور اقتدا اُن کی کے کوشش کرتے ہیں اور افعال اور اقوال اُن کے کو بوجہ کلی قانون تشرع اور مسطر تدین کا جانتے ہیں اگرچہ جزئیات متغیرۃ الحکم میں بحسب مصلحت وقت کے بظاہر مخالفت کرتے ہیں وہ مخالفت بھی اس قانون کلی اور مسطر جملی کے اندر داخل ہے اور حکم موافقت میں معدود ہے مشابہ اسکے ہے کہ یونانی قاطبۃً علمِ طب میں ابنِ سینا کو امام اپنا جانتے ہیں اور قاعدۂ کلیہ اُس سے لیتے ہیں اور اگر بمقتضائے وقت اُس کے مخالف چلتے ہیں بموجب قاعدہ مقررہ اُس کے کے چلتے ہیں علیٰ ہذا القیاس امام ابوحنیفہؒ کو حنفی امام اپنا جانتے ہیں اگر کسی وقت فتوٰی مطابق فعل صاحبین یا زفرؒ یا ہذیلؒ کے دیتے ہیں تو اُس کو بھی قانون حنفی اور قاعدہ مذہب امام سے خارج نہیں جانتے اور بیچ قاعدہ عامہ مقررہ اُس امام کے

مثل قول استحسانی اور اعتبار عموم بلویٰ اور امثال اُس کی کے درج کرتے ہیں اور اسی تقریر سے واضح ہوا فرق درمیان ملت ابراہیمی اور دین مصطفوی علیہما السلام کے کہ ملت ابراہیمی حال میں بوجہ کلی واجب الاتباع ہے اور دین مصطفوی بعد نسخ یہودیت اور نصرانیت کے اوپر وجہ جزئیت کے لازم القبول ہے اس سے ایک اشکال یہاں وارد ہوتا ہے بیان اشکال کا یہ ہے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام واجب الاقتدا اور لازم الاتباع ہیں عوام الناس کے حق میں پس فرق درمیان حضرت ابراہیمؑ اور جناب افضل المرسلینؐ کے عام دعوت میں نہ رہا اور یہودیت اور نصرانیت بھی اپنے وقت میں ادیان حق سے تھی حالانکہ بہت سے امور میں مخالفت ملت ابراہیمی کی اُن میں جلوہ کرتی تھی اگر امامت مطلقہ حضرت ابراہیمؑ کی مراد تھی پس یہ مخالفت کس واسطے جائز ہوئی وجہ زوال اس اشکال کی اُس مذکور سے جو اوپر بیان ہو چکا ظاہر ہے اور اثر اس امامت مطلقہ کا کہ مخصوص ساتھ ابراہیم علیہ السلام کے ہے یہ ہے کہ اُن کو دن قیامت کے پہلے تمام خلق کے ساتھ لباس اور خلعت کے نوازش فرماویں گے جیسے عادت بادشاہوں کی ہے کہ سردار اور پیشوا ہر قوم کو پہلے سب دوسرے لوگوں اس قوم سے خلعت پہناتے ہیں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح میں روایت کی گئی ہے کہ روز حشر کے تمام خلائق برہنہ سر اور برہنہ بدن اور برہنہ پا اُٹھے گی اول جس کسی کو کہ جامہ پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں اور کتاب الزہد امام احمد میں آیا ہے کہ بعد اُن کے بلا فصل جناب خاتم المرسلینؐ کو جامہ مخطط کہ اُس کو حبرہ کہتے ہیں لطور لباس پہناویں گے اور صحیح مسلم اور دیگر صحاح میں وارد ہے ایک شخص نے آں حضرت علیہ السلام کو خطاب کیا کہ یا خیر البریہ آں حضرتؐ نے فرمایا کہ لائق اس خطاب کے حضرت ابراہیمؑ ہیں اور مصنف ابن ابی شیبہ میں بطریق صحیح کے روایت کی گئی ہے کہ ایک سال سالوں کے بیچ بلاد حضرت ابراہیمؑ کے قحط غلہ کا ہوا حضرت ابراہیمؑ واسطے طلب غلہ کے دوسرے شہر کو گئے ہر چند تلاش کیا نہ پایا مایوس ہو کر پھرے اور راہ میں درمیان ایک میدان کے پہنچے ریگ سرخ اُس میدان میں بہت تھی غلاموں اپنے کو فرمایا کہ اس ریگ سے گون اور جوالوں کو پُر کرو تاکہ آدمی ہم کو خفیف اور حقیر نہ جانیں کہ جوالوں کو خالی لائے اُس ریگ کو لدوا کر لائے جس وقت آدمی دریافت کرتے تھے ان جوالوں میں کیا غلہ بھرا ہوا ہے جو لائے ہو تم حضرت ابراہیمؑ فرماتے تھے کہ گندم سُرخ غلاموں نے

جو اُن جوالوں کو گھر میں کھولا وہ رنگ گندم سُرخ ہو گئی تھی حق تعالیٰ نے نہ چاہا کہ کلام حبیب اپنے کا دروغ کرے اور خاصیت اُس گندم سُرخ کی یہ تھی کہ جس وقت اس گندم کو بوتے تھے سر سے قدم تک درخت اُس کے سے دانے گندم کے جمتے تھے امام احمد بیچ کتاب الزہد کے اور ابو نعیم حلیۃ الاولیا میں اور ابن ابی شیبہ بروایت سلمان فارسی کے لائے ہیں کہ کافروں نے ایک بار اوپر ابراہیم علیہ السلام کے دو شیر گرسنوں کو چھوڑ دیا اُن دونوں شیروں نے جب حضرت ابراہیم کو دیکھا سر اپنا واسطے سجدہ کے ڈالا اور چاٹنا قدم مبارک خلیل اللہ کا شروع کیا اور منجملہ آثار اس امامت مطلقہ سے وہ ہے کہ حضرت ابراہیم ع کو پدر تمام مسلمین کا کیا ہے باعتبار ملت کے جیسا فرمایا ہے ملۃ ابیکم ابراھیم فھو ابو الملۃ کما ان محمدا علیہ السلام ابو الشفقۃ والرحمۃ قال علیہ السلام انما انا لکم مثل الوالد لولدہ وقال اللہ وازواجہ امھاتھم اور اسی سے ہے کہ مسند امام احمد میں اور حاکم اور بیہقی اور دوسرے محدثین معتبرین میں وارد ہوا ہے کہ اولاد المومنین فی الجبل فی الجنۃ یکفلھم ابراھیم وسارۃ علیھما السلام حتی یردھم الیٰ آبآئھم یوم القیامۃ اور مسند سعید بن منصور میں بروایت مکحول شامی کے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان ذراری المسلمین کعصافیر خضر فی شجر الجنۃ یکفلھم ابراھیم علیہ السلام بالجملہ اس قصہ سے واضح ہوا کہ قابل امامت اور متبوعیت مطلقہ کے وہی آدمی ہوتا ہے کہ بوتہ امتحان الٰہی میں درست نکلے اور لیاقت قبول کرنے فرمان الٰہی کی اُس میں ہو کہ عند الامتحان یکرم الرجل او یھان بیت

نابردہ رنج گنج میسر نمی شود	مزد او گرفت جان برادر کہ کار کرد
بے رنج کے اٹھائے خزانہ نہ ہاتھ آئے	مزدوری پاتا وہ ہے جو کرتا ہے کام کو

یہودیوں اور نصرانیوں کو دعوے امامت اور متبوعیت مطلقہ کا کیا لائق ہے کہ اب تک قید خود بینی اور خود آرائی میں گرفتار ہیں اور پایۂ اولین ایمان کا کہ اطاعت حکم پیغمبر وقت اپنے کی ہے بجا نہیں لاتے اور دلیل صریح بے لیاقتی اُن کی اس منصب بزرگ سے وہ ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ اس منصب عظیم کے نوازا چاہا کہ یہ منصب خاندان پر

marfat.com

میں موروثی ہو قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ یعنی عرض کیا ابراہیم علیہ السلام نے جناب میں پروردگار اپنے کی کہ کر تو اولاد میری سے بھی امام ہر زمانہ میں تاکہ کسی وقت زمین سلسلۂ امامت میری سے خالی نہ رہے اور یہ عرض اُن کی واسطے اس کے تھی کہ مجھ کو امام تمام آدمیوں کا کیا ہے اور بقا میری تا قیام قیامت ممکن اور عادی نہیں پس صورت بقا اس امامت کی ساتھ اس رنگ کے قرار پائے کہ ہمیشہ نسل میری سے امام زمین میں موجود ہو کہ کار امامت اور اس منصب عظیم میں قیام کرے حق تعالیٰ نے جواب میں اُن کے قَالَ یعنی فرمایا کہ بعضے زمانہ میں تمام نسل تیری ظالم ہوگی اور کوئی اُن میں سوائے ظالم کے نہ ہوگا پس قابل دینے امامت کے اولاد تیری سے ایک بھی نہ ہوگا اس واسطے کو لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ یعنی نہیں پہنچتا عہدہ خدمت اور منصب میرا ظالموں کو خواہ نبوت ہو خواہ امامت خواہ خلافت خواہ ولایت بلکہ قضا اور افتا اور احتساب اور بادشاہت اور امارت اور حکومت بھی بموجب حکم شرع شریف کے ظالموں اور فاسقوں کو نہ دینا چاہیئے اس واسطے کہ اس خدمت کو اور ان مناصب میں عدالت اور تقویٰ شرط ہے اور ظاہر ہے کہ یہودی اور نصرانی اسوقت شدید ترین انواع ظلم کے مرتکب تھے کہ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ وقالوا اتخذ اللہ ولدا سبحانہ وغیرہا من الادیان اوپر اُس کے دلالت کرتی ہیں پس کس طور لیاقت اس منصب کی رکھتے ہیں پس جو کہ اُن کو باوجود ظالم ہونے کے امام اپنا پکڑے وہ بھی ظالم ہوتا ہے اور مضمون ولئن اتبعت اهوآءهم من بعد ما جآءك من العلم انك اذا لمن الظّٰلمین اس قصہ سے بوجہ احسن ثابت ہوتا ہے کہ اس آیت میں دلیل صریح ہے اوپر اس کے جو شخص حجب ثلثہ میں کہ حجاب رسم اور حجاب طبع اور حجاب غلط فہمی سوء المعرفت ہے گرفتار ہو اور لذت نفسانیہ میں مثل حب جاہ و مال کے منہمک ہو یا ہمت اس کی مقصود مصالح خیر یہ نہ ہو اور مصالح کلیہ کو کہ حق تعالیٰ نے شرع کے اندر ان کی رعایت فرمائی نظر نہ کر کر یا اصل فطرت اُس کی میں استقامت نہ ہو بلکہ کجرو اور کج فہم ہو ہرگز لیاقت نبوت اور وصائب نبوت کی کہ عبارت امامت اور پیشوائی سے ہے نہ رکھے اور جو کہ مدعی پیشوائی کا بیچ کسی امر کے امور دین سے ہو اور ساتھ امراض روحانیہ کے مبتلا ہو یقین کر نا چاہیئے کہ دعویٰ اس کا باطل ہے اور وہ نالائق ہے اور یہ معنی یہود اور نصاریٰ میں پیغمبر ہمارے کے زمانہ میں مثل آفتاب کے روشن تھے پس حقیقت میں

یہ لوگ اوصاف مخالف مرتبۂ امامت سا تھ موصوف تھے اور جمیع موانع اُس منصب عالی کے بیچ اپنے جمع کئے دوسرے توقع اس منصب کی اُن کی نادانی محض اور جہل صرف تھا چنانچہ درخواست ہمکلامی کی ساتھ خدا کے جاہلوں اُن کے کی کہ آیت لولا یکلمنا اللہ میں گذر چکا باقی رہی اسجگہ میں تفتیش چند امور کہ اکثر اوقات سامع منتظر اُس کا رہتا ہے اول یہ کہ اول سورۃ سے اس جگہ تک خطاب ساتھ بنی اسرائیل کے چلا آتا ہے اور آخر سیپارہ تک بھی خطاب ساتھ اُن کے ہے کہ ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت سے درمیان خطاب بنی اسرائیل کے قصہ امامت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور بنائے خانہ کعبہ کا کہ اُن سے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے واقع ہوا کس واسطے توسیط فرمایا یہ خطاب لائق بہ قریش تھا کہ مجاور ان خانہ کعبہ کے ہیں اور اولاد حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اور نعمتیں کہ متعلق ساتھ بنائے کعبہ اور تفضیل اسمٰعیل علیہ السلام کے ہیں اُن کے حق میں قدر اور وقعت رکھتی ہیں نہ حق میں بنی اسرائیل کے جواب اس کا یہ ہے کہ منظور اس قصہ کے بیان سے شمار نعمتوں کا نہیں ہے جیسا کہ درمیان قصۂ سابقہ کے واقع ہے بلکہ ثابت کرنا نبوت خاتم المرسلین ؐ کا ہے اور وجوب القیاد اس دین مبین کا اوپر بنی اسرائیل کے اس واسطے کہ یہ ہر چند اولاد سے حضرت اسمٰعیلؑ کے نہ تھے لیکن ولدیت حضرت ابراہیمؑ کو فخر اپنا جانتے تھے اور معتقد تھے کہ بنائے کعبہ معظمہ کی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے کی ہے اور اس وقت میں کہ واسطے اولاد اپنی کے دعائیں کیں اور وہ دعائیں مقرون باجابت ہوئیں ان میں ہم بھی شامل ہیں پس ذکر کرنے آگے ان کے یعنی بنی اسرائیل کے چار غرض عمدہ منظور ہیں کہ وہ چاروں غرض تعلق ساتھ بنی اسرائیل کے رکھتی ہیں اول یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اول ساتھ تکلیفات شاقہ کے آزمایا جو عہدہ اُس تکلیف کے سے تمام و کمال بوجہ احسن برآئے پیشوائی اور منصب اور امامت کا اُن کو عطا فرمایا پس معلوم ہوا کہ مناصب دینیہ حاصل نہیں ہوتے ہیں مگر بہ ترک تمرد اور عناد کے اور قبول احکام الٰہیہ کے ہر وقت میں کہ پیغمبر اُس زمانہ کا ارشاد کرے گو اسکا قبول کرنا بسبب نخوت اور تکبر اور ریاست اپنی کے اوپر نفس کے شاق اور گراں ہو دوم یہ کہ جو حضرت ابراہیم نے منصب امامت کی اپنی اولاد کے لئے چاہا تو فرمان بھیجا کہ ظالموں کو اولاد تمھارے سے یہ منصب نہ پہنچے گا پس جو کہ طالب منصب امامت یا کسی منصب کا منصبوں دینیہ سے ہو مثل ولایت اور ارشاد اور افتا اور احتساب اُس کو ضروری ہے کہ تعصب بے محل اور مجادلہ اور

marfat.com

سخن پروری اور کج بحثی کو چھوڑے اور در پے شکست و ضرر بلند کردہ ہائے خدا کے نہ ہو تاکہ لیاقت اس منصب مطلوب اپنے کی سے دور نہ پڑے اور تم کو یہ معنی میسر نہیں ہوتے تا آنکہ بدل و جان ناصر اور معین اور محب اور خیر خواہ ہیں پیغمبر علیہ السلام کے ہو تم سوئم یہ کہ اگر قبلہ کو بیت المقدس سے تحویل فرما کر طرف کعبہ کے قرار دیا میں نے تم کو حق نہیں پہنچتا کہ زبان طعن کی کھولو اور نبوت میں اس پیغمبر علیہ السلام کے شبہات واہیہ القا کرو اس واسطے کہ کعبہ بھی قدیم الایام سے مکان تعظیم اور معبد ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام کا ہوا ہے کہ امام جمیع ملل اور جائے فخر تھا رہے اور حق میں اس شہر اور اس مقام کے ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں کیں ہیں چہارم یہ کہ ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے وقت بناء اس کعبہ معظمہ کے موافق دانست تمھاری کے بھی دعا کی ہے کہ اولاد ہماری سے امت پیدا ہو تابعدار حکم الٰہی کی اور ان میں آوے صاحب کتاب اور تعلیم کنندہ دین اور رشد اور طریق یقین کے اور یہ دعا دو پیغمبروں عالی قدر کی کہ اس وقت میں بنا کعبہ کی ہوتی ہوگی کی ہو یقین ہے کہ مقرون باجابت ہوئی ہے پس وجود کس امت اور کسی پیغمبر کا نسل میں اسمٰعیل علیہ السلام کے ضرور ٹھہرا تمھارے زعم میں بھی پس اگر تم انکار اس پیغمبر اور اس امت کا کرو اس صورت میں اعتقاد عظمت ابراہیم اور اجابت دعا اس کی سے دست بردار ہو گے اور فخر اپنا ہاتھ سے دو گے اور اسی تقریر سے واضح ہوا کہ اول ذکر امامت حضرت ابراہیم ؑ کا کس واسطے لائے اور بعد اس کے ساتھ مقرر کرنے خانۂ کعبہ کے واسطے اس کے کہ عبادت گاہ جہانیوں کا ہو کس واسطے انتقال فرمایا اور اس کے بعد ذکر دعاؤں حضرت ابراہیم کا اس شہر کی آبادی کے حق میں اور بیان اس کا کہ ایک وقت میں وقتوں سے کفر اس شہر میں شائع ہوگا کس واسطے لائے اور ختم سخن کا اوپر دعائے وجود امت اور بعدہٗ رسول کے کس واسطے کیا اور اللہ دانا تر ہے ساتھ مقصدوں کلام قدیم اپنے کے تفتیش دوسری یہ ہے کہ حاصل دعائے حضرت ابراہیم ؑ کا وہ تھا کہ بعضی اولاد میری کو بھی امامت حاصل ہو بدلیل من تبعیضیہ کے پس ارشاد الٰہی اس کے جواب میں کہ لا ینال عہدی الظالمین کون سے قبیل سے ہے رد ہے یا قبول اگر رد ہے پس خلاف واقع ہے اس واسطے کہ اولاد اور احفاد حضرت ابراہیم ؑ کے انبیاء اور اصفیا بہت گذرے ہیں مثل حضرت اسمٰعیل ؑ اور حضرت اسحاق ؑ اور حضرت یعقوب ؑ اور حضرت یوسف ؑ اور حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت داؤد ؑ اور حضرت سلیمان ؑ

marfat.com

اور حضرت ایوبؑ اور حضرت یونسؑ اور حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ اور حضرت الیاسؑ مع مہر اشرف
اور افضل ان میں حضرت محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم اور جو قبول ہے پس طریق اس کا وہ تھا کہ یوں
فرماتے کہ نعم ینال عہدی المومنین الصالحین جواب اس کا وہ ہے کہ عین تفسیر
میں گزرا کہ مدعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ تھا کہ ہر وقت میں اولاد میری سے کوئی امام او
روئے زمین کے موجود ہو یہ معنی قبول جناب الٰہی کے نہ ہوئے لیکن اُس کو بطریق بُرہان کے فرمایا
ساتھ اس وضع کے کہ امامت عہد میرا ہے اور عہد میرا ظالموں کو نہیں پہنچتا پس اگر اولاد تیری
تمام ایک وقت میں وقتوں سے ظلم اختیار کرے اور کوئی اُن میں سے اوپر طریقہ عدالت اور تقویٰ
کے قائم نہ رہے لیاقت اُس منصب کے سے دُور پڑے اور جمہور مفسرین نے کہا ہے کہ یہ جواب دلالت
اوپر قبول دعا کے کرتا ہے اس واسطے یہ ارشاد فرمایا پس وجہ اُس کی وہ ہے کہ جو لفظ نعم فرماتے حضرت
معلوم نہ ہوتا کہ وہ بعض کہ لیاقت امامت کی رکھتے ہیں صالح ہوں گے یا فاسق عادل ہوں گے
یا ظالم واسطے تصریح اس کے کہ ظالم لائق امامت کے نہیں یہ عبارت ارشاد ہوئی اور ایسے ہی اگر
ینال عہد المومنین الصالحین فرماتے یہ معنی صراحۃً واضح نہ ہوتے اس واسطے کہ مدلو
اُس عبارت کا سلب لیاقت کی ظالم سے نہ ہوتی لیکن بطریق مفہوم مخالف کے نہ بطریق منطوق
کلام کے اور بعضے مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ یہ عبارت سراسر ہدایت تاکید مطلب حضرت ابراہیم
کی ہے اس واسطے کہ غرض ان کی نہ تھی مگر طلب امامت کی واسطے تصلہ اولاد اپنی کے اس واسطے
کہ بعد پہنچنے اس مرتبہ عالیہ کے کہ امامت مطلقہ ہے کس طرح اس مسئلہ کو نہ جانتے ہوں کہ کافر اور
ظالم لائق امامت کے نہ تھے پس یہ جواب مانند اسکے کے ہے کہ کوئی آدمی شخص قریب الموت کو کہے کہ
واسطے بیٹے اپنے کے وصیت کر وہ جواب میں کہے لا یرث منی اجنبی یعنی جو کچھ مجھ سے باقی
رہے گا ملک میرے پسر کی ہے اجنبی کو نہیں پہنچے گا پس حاجت وصیت کی نہیں تفتیش سوم وہ کہ
لفظ من ذریتی ظاہر ہے کہ عطف اوپر محذوف کے ہے یعنی قال ابراھیم اجعلنی
اماما و بعضا من ذریتی ائمۃ جیسا امام کرنا ابراہیمؑ کا نص صریح انی جاعلك للناس
اماما میں موعود تھا پس دُعا امامت اپنی کی کیا درکار تھی جواب اس کا یہ ہے کہ واؤ عطف
کا واسطے جمع کے ہے پس حقیقت میں یہ دُعا واسطے جمع امامت اپنی اور امامت ذریت اپنی کے

نہ کرواسطے فقط امامت اپنی کے اور جو کہ موعود تھی امامت حضرت ابراہیمؑ کی تھی فقط نہ جمیع اماتیں
اور کشاف میں مذکور ہے کہ ومن ذریتی عطف ہے اوپر کاف جاعلک کے کی مانند اُس کے کہ
کوئی کہے ساکرمك اور سامع جواب میں اُس کے کہے وزیدا یعنی تکرمنی وزیدا
لیکن اس توجیہ میں اشکال ہے قوی پس واسطے کہ جب اس صورت میں لفظ ومن ذریتی مفعول
جاعلك کا ہوگا تو تقدیر کلام کی اس طرح ہوگی کہ انی جاعلك وجاعل بعض ذریتك
اور یہ کلام صریح الفساد ہے اور اگر کہیں کہ حاصل تقریر کا یہ ہے کہ انك جاعل بعض ذریتی
ائمۃ اور عطف اوپر جملہ انی جاعلك للناس اماما کے قرار دیں اور وہ جملہ مقول قال اللہ
کا ہے پس یہ جملہ بھی مقول اُسی قال کا ہوگا نہ مقولہ حضرت ابراہیمؑ کا حالانکہ یہ جملہ بلاشبہ مقولہ
حضرت ابراہیمؑ کا ہے پس وجہ صحیح وہی ہے کہ عطف اوپر محذوف کے رکھیں اور منتہائے توجیہ
کلام صاحب کشاف کا یہ ہے کہ اس جا حکایت عطف کی ہے نہ ایقاع عطف کا اور حکایت میں
ومن ذریتی ساتھ واؤ عطف کے واقع ہوا ولیکن حقیقت میں عطف صدور کلام کا ہے
اوپر وجہ تلقین کے جیسا کہ کوئی کہے ساکرمك اور مخاطب کہے وزیدا بروجہ تلقین کے کہ معنی
اُس کے وہ ہیں کہ کہہ ساکرمك وزیدا پس عامل زید میں وہی اکرمک ہو کر کلام قائل میں
تھا لاکن ساتھ تغیر کلام کے اسواسطے کہ کلام قائل کا بروجہ صلہ کے ہے اور کلام مخاطب کا اوپر وجہ
طلب کے اور بیچ انتفا عمل عامل کے معطوف علیہ اور معطوف میں تعلق اصل عامل کا شرط ہے
نہ بقائے کیفیت کا جیسا کہ قامت ھند وزید وقام زید لاعمرو وما قام زید
لکن عمرو کہ کلام اوّل میں کیفیت تانیث عامل کی اور کلام دوم میں کیفیت اثبات کی اور کلام
سوم میں کیفیت نفی کی باقی نہ رہی اور شاید کہ یہ استعمال مثل استعمال اسکن انت وزوجك الجنۃ
کے ہے جیسا کہ سابق میں گزرا اس واسطے کہ معنی اُس کے اسکن انت ولتسکن زوجك
الجنۃ مقرر ہے تفتیش چہارم یہ کہ حضرت یونسؑ اور حضرت آدمؑ بموجب نص قرآنی کے موصوف
ساتھ ظلم کے تھے قال اللہ تعالیٰ حکایۃ عن یونس لا الہ الا انت سبحانك انی
کنت من الظالمین وقال اللہ تعالیٰ حکایۃ عن آدم ربنا ظلمنا انفسنا الخ
حالانکہ اعلیٰ مرتبہ امامت کا کہ نبوت ہے اُن کو حاصل تھا پس کلمہ لا ینال عھدی الظالمین

کا بر ہم ہوا جواب اُس کا اوپر مذاق جمہور اہل تفسیر کے یہ ہے کہ وہ ظلم کہ ان دونوں بزرگوں نے طرف اپنی نسبت کیا ظلم حقیقی نہ تھا بلکہ ترک اولیٰ تھا اور اس آیت میں مراد ظلم حقیقی ہے کہ فسق ہے اور وہ عبارت ارتکاب گناہ سے ہے اور اوپر مذاق اہل تحقیق کے یہ ہے کہ ظالم اور جمیع مشتقات افعال اختیاریہ سے مثل ضارب اور قاتل وغیرہا کے حقیقۃً حق میں اُس شخص کے مستعمل ہوتے ہیں کہ قصد اُن افعال کا کرے اور حالات انبیاء میں اصلا مقرر معصیت کا نہیں ہوتا بلکہ قصد کسی مباح یا طاعت کا کرتے ہیں اور بسبب مجاورت اور قرب کے وہ طاعت معصیت میں پڑتی ہے پس اتنے ارتکاب اس معصیت کا حق میں اُن کے معصیت نہیں ہوتا بسبب پائے جانے قصد کے لیکن بسبب مشاکلت صوری اُس کی کے اُس زلت کو بنا بر ہضم نفس اور تواضع اور انکسار کے ظلم اور معصیت کہتے ہیں اور لفظ زلت کا کہ معنی اُس کے لغزش پا ہے اس تحقیق سے خبر دیتا ہے تفتیش پنجم یہ ہے کہ بموجب اس نص صریح کے عدالت اور تقویٰ واسطے ہر منصب کے مناصب شرعیہ سے شرط ہے اور اسی واسطے فقہا نے اجماع کیا ہے اوپر اُس کے کہ بادشاہت اور حکومت اپنے اختیار سے کسی فاسق کو نہ دینا چاہیئے البتہ جو کوئی فاسق تغلب سے سلطنت اور حکومت پر مستولی ہو خروج اُس پر جائز نہیں اس واسطے کہ موجب برپا ہونے مفسدہ کا ہے بالیقین اور عزل اُس کا موہوم ہے پس واسطے مصلحت موہومہ کے مفسدۂ یقینی کو اختیار نہ کرنا چاہیئے اور ایسے ہی قاضی اور محتسب اور امام نماز ہونیکے لئے مناسب ہے کہ فاسق اور فاجر نہ ہو لیکن باوجود اس کے جو کوئی نماز میں فاسق کی اقتدا کرے نماز اُس کی فاسد نہیں ہوتی ہے یہ ہے مذہب اکثر علمائے اسلام کا اور ابن مردویہ بروایت حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے لایا ہے کہ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تفسیر لاینال عھدی الظالمین کی میں فرمایا ہے کہ لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ اللہ لاطاعۃ الا فی المعروف اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی قال قال اللہ لابراھیم انی جاعلك للناس اماما قال ومن ذریتی فابی ان یفعل قال لاینال عھدی الظالمین اور روایت میں ابن اسحاق اور ابن جریر کی ابن عباس رضؓ سے ساتھ اس لفظ کے ہے کہ یخبرہ انہ کائن فی ذریتہ ظالم لاینال عھدی ولا ینبغی ان یولیہ شیئاً من امرہ لیکن اس جا فرقہ امامیہ نے راستہ افراط کا طے کیا ہے اور کہا ہے کہ صحف امامت میں عصمت کہ بمعنی امتناع خطا اور امتناع

marfat.com

صدور گناہ عمل میں ہے اور یہ عصمت ظاہری اور باطنی خلق کو معلوم نہیں ہوسکتی پس ناچار مقرر کرنا امام کا چاہیئے کہ طرفِ خدا سے ہو نہ طرفِ خلق سے لیکن یہ ظاہر ہے کہ مقابلہ ظلم کا عدالت اور تقوٰی ہے نہ عصمت البتہ جو آیت شریفہ لاینال عهدی من کان ممکن الظلم و محتمل المعصية واقع ہوتی تو یہ فہمید گنجائش رکھتی حالانکہ لفظ ظالمین واقع ہے لہٰذا امامت غیر ظالم کی خواہ معصوم ہو خواہ متقی درست رہی اور یہ اگر عہد کو عام رکھیں پس چاہیئے کہ قاضی اور مفتی اور محتسب اور امیر اور حاکم میں بھی عصمت شرط جانیں اور جو عہد کو خاص کرتے ہیں ساتھ کسی قسم کے قسموں سے پس دوسری بھی شرط کرنے عصمت کے بعضے اقسام عہد میں شریک ہیں اس واسطے کہ نبوت میں بالاجماع عصمت شرط ہے اور جو کہ اُن کی خاطر میں پہنچتا ہے کہ عصمت امامت میں شرط نہ ہو اور مرد متقی کو امامت کے ساتھ منسوب کریں اور طاعت اس کی اوپر کافہ خلق کے فرض ہو محتمل ہے کہ وہ چونکہ متقی مثل معصوم کے نہیں یا طریقہ تقوٰی سے عدول کریگا اور راہ ظلم کی آگے پکڑیگا اور آدمی بسبب اطاعت اسکی کے کہ فرض ہے ممکن ہے کہ ظلم میں گرفتار ہو۔ اور غرض امامت سے حاصل نہ ہو پس نہایت سخن دقیق ہے اس واسطے کہ احتمال معصیت امام کا اُس وقت امت کو ضرر کرتا ہے کہ طاعت اُس کی بے قید اور بے شرط کے اوپر اُن کے فرض ہو اور ایسا نہیں بلکہ اطاعت امام کی مشروط اور مقید ہے ساتھ اُن چیزوں کے کہ معصیت ہونا اُن کا شرع سے معلوم نہ ہو والا اطاعت امام کی فرض نہ ہے اور رجوع ساتھ احکام قرآن اور اوامر اور نواہی پیغمبر کی چاہیئے بدلیل یاایها الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیٔ فردوه الی الله والرسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الاٰخر وبدلیل حدیث لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق پس طاعت امام کی حق رعایا میں مانند طاعت مالک کے حق میں مملوک کے اور طاعت شوہر کی بیچ حق زوجہ کے اور طاعت والدین کی اولاد کے حق میں اور طاعت امیر اور حاکم اور قاضی اور مفتی اور محتسب کی بیچ حق زیردستوں اپنے کے مقید اور مشروط ہے نہ مطلق البتہ انبیاء علیہم السلام کی اطاعت مطلق ثابت ہے اور اس جا عصمت شرط ہے بسبب اس کے کہ وہ مبداء سلسلہ تبلیغ کا واقع ہوئے ہیں اگر عصمت ان میں شرط نہ ہو تو تدارک خطا اُن کی کا کہ ساتھ رجوع احکام شرعیہ کے ہے نہیں کر سکتے اس واسطے کہ طریق معرفت احکام شرعیہ کا بدون توسط و توسط

کے ممکن نہیں بخلاف امام اور اور اشخاص واجب الاطاعت کے کہ مذکور ہوئے اس واسطے کہ یہ لوگ مبداءِ تبلیغ کے واقع میں نہیں ہیں تاکہ طریق معرفت احکام کا بدون وساطت انہی کے حاصل نہ ہو پس فیما بین تفرقہ حاصل ہوا اور کتاب نہج البلاغۃ میں کہ معتبرات امامیہ سے ہے نص صریح حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے موجود ہے کہ لابد للناس من امیر برا وفاجر یعمل فی امارته المومن ویستمتع الکافر ویامن فیه السبیل الی آخرہ عجب تر اس افراط سے وہ ہے کہ انھوں نے واسطے رد خلافت خلفاء ثلثہ کے اس آیت سے یہ بات نکالی ہے کہ امام کو چاہیئے کہ کسی وقت کفر نہ کیا ہو اور ابتداء سن بلوغ سے اوپر روش اسلام کے ہو حالانکہ جو کافر مسلمان ہوا اور اس نے کفر سے توبہ کی ہرگز اس کو کافر اور ظالم نہیں کہہ سکتے ظالم وہی ہے کہ اپنے ظلم میں آلودہ ہو التائب من الذنب کمن لا ذنب له قاعدہ مقررہ شرع کا ہے اور جو کوئی کافر سالہا سال سے مسلمان ہوا ہو اور توحید میں قدم راسخ پیدا کیا ہو اس کو ہرگز کافر نہ کہنا چاہیئے اور جو کہ بعضے نافہم واسطے تائید مذہب امامیہ کے کہتے ہیں کہ حالت خواب میں مرد با ایمان کو مومن کہتے ہیں حالانکہ اس حالت میں اس کو ایمان کہ بمعنی تصدیق کے ہے بالیقین حاصل نہیں باعتبار اسی تصدیق سابق اس کی کے یہ استعمال صحیح ہے پس ظالم باعتبار ظلم سابق کے صحیح الاستعمال ہوا اور یہ کہ متکلم اور ماشئے کہ حصول مبادی اُن کی کا دفعۃً ممکن نہیں لکونها امورا غیر قارة استعمال ان کا بھی بوجہ حصول مصادر کے صحیح ہے پس جواب اس کا وہ کہ مرد با ایمان کو مومن کہتے ہیں حالانکہ اُس حالت میں اُس کا ایمان کہ بمعنی تصدیق سابق اسی شرعاً حاصل معتبر ہے اور ساتھ اسی اعتبار کے لفظ مومن کا حق میں اُس کے موافق اصطلاح شرعی کے صحیح الاستعمال ہے اس واسطے کہ استعمال لفظوں شرعیہ میں تحقق معانی شرعیہ کا ہے بخلاف اس ظالم یا کافر کے کہ ظلم اور کفر اپنے سے توبہ کی ہو اور مزیل کفر اور ظلم اُس کے کا شرعاً ثابت ہوا استعمال لفظ ظالم اور کافر کا اُس کے حق میں کس طرح کر سکتے ہیں کہ نہ لغت مجوز اُس کی ہے اور نہ شرع اور باوجود اس کے حالت خواب میں غفلت اور بے التفاتی ہے تصدیق سے نہ زوال تصدیق کا خزانہ اور حافظہ سے اور وہ حصول کہ صحت استعمال مومن کی تین شرطوں میں سے ہے حاصل خزانہ اور حافظہ میں ہے نہ ادراک اس کا بالفعل والا عالم کو وقت اشتغال نماز کے جاہل کہنا صحیح ہو اور اُس مالدار کو کہ ہاتھ میں اُس کے مال بہت نہیں اور اُس کے خزانہ میں مال بہت موجود ہے

marfat.com

مفلس کہنا صحیح ہو اور یہ باطل بالاجماع ہے اور ایسے ہی مشتقات غیر قارہ بسبب اُس کے حصول مبادی ان کا دفعۃً محال ہے قصد اور ارادہ تحصیل اُن مبادی کا استعمال اُن مشتقات میں قائم مقام حصول مبادی اُن کے کا عرفاً اور لغۃً اور شرعاً کہا جاتا ہے بخلاف مشتقات ممکنۃ الحصول کہ قائم کرنا بدل کا بیچ استعمال اُن کے کے جائز نہیں ہے واسطے ممکن ہونے اصل کے مانند اُس کے کہ حق میں مریض کے تیمم جائز ہے اور حق میں صحیح مقیم کے غیر جائز و نیز حصول کہ استعمال مشتقات میں شرط ہے عام اس سے کہ حصول تدریجی ہو یا حصول دفعی اور امور غیر قارہ میں حصول تدریجی متحقق ہے بیچ ازمنہ اس کے کے گو دفعی نہیں تفتیش ششم یہ ہے کہ اس آیت میں تحذیر سخت اور تخویف بلیغ ہے بد مآلی ظلم سے اس واسطے کہ یہ خصلت شنیعہ اولاً شخص کو رتبہ نبوت اور امامت اور ریاست شرعیہ سے دور ڈالے کہ لاینال عھدی الظالمین اور ثانیاً درجہ ولایت سے دور ڈالے کہ الا لعنۃ اللہ علی الظالمین اور ثالثاً نظر خلائق اور دلوں اُن کے سے کہ جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا و بغض من اساء الیھا اور رابعاً حظ نفس اپنے سے کہ وما ظلمونا ولاکن کانوا انفسھم یظلمون اور خامساً ذکر خیر اور برکت سے متروکات اُس کے میں کہ دار الظالم خراب ولو بعد حین اور سادساً شفاعت حمایت اسلاف اور نسب کریم سے کہ انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح والعیاذ باللہ من جمیع ما کرہ اللہ اور جو اہل کتاب کہیں کہ ہم واسطے اپنے دعوٰی متبوعیت مطلقہ اور امامت عامہ کا نہیں کرتے ہیں تاکہ بسبب لیاقت امامت کے ہم کو ملزم کریں بلکہ غرض ہماری یہ ہے کہ حکم الٰہی متبدل نہیں ہوتا ہے پس ہر پیغمبر کو اور ہر اُمت کو چاہیئے ہے کہ ساتھ احکام کتابوں سابق کے رجوع کریں اور عمدہ ان کتابوں کی توریت اور انجیل ہیں کہ ہمارے پاس موجود ہیں پس اس پیغمبر اور امت اس کی کو چاہیئے کہ احکام ان دونوں کتابوں کے تحقیق کریں واسطے کہ یہ امی محض ہیں کتاب کو نہیں جانتے اور نیز کہ دعوی نسخ ان احکام کا نہ کریں جیسا کہ انبیاء سابق کہ بنی اسرائیل میں گذرے ہیں انہوں نے اسی طور تبعیت احکام توریت کی کی ہے جواب میں اُن کے کہہ کہ دعوٰی تمھارا بھی غلط ہے اس واسطے کہ حکم الٰہی موافق ہر زمانہ کے بیچ رنگ دوسرے کے آتا ہے اور خود تم اقرار رکھتے ہو اس میں کہ توریت میں بعضے احکام ملت ابراہیمی کو نسخ کیا گیا پس جو پیغمبر دوسرا اور کتاب دوسری

marfat.com

ناسخ احکام توریت کی آوے کیا جائے استبعاد اور تعجب ہے اور واسطے اسی اقرار کے تم یاد کرو
قصہ دوسرا کو وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ یعنی یاد کرو تم اُس وقت کو کہ کردیا ہم نے خانہ کعبہ کو کہ
اس وقت تک شہر مکہ میں موجود ہے اور بہت خلائق واسطے تعظیم اور احرام اور طواف اور اسلام
اُس کے کے مشغول ہے مَثَابَةً لِّلنَّاسِ یعنی جائے جمع ہونے کی واسطے آدمیوں کے تاکہ ہر سال
میں واسطے ادائے حج اور طواف کے نزدیک اُس خزانہ معظمہ کے جمع ہوں اور اس جمع ہونے میں
وہ فائدہ دین اور دنیا کا اور روحانی اور جسمانی حاصل کریں اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے نوع انسان
کو ساتھ ایسی وضع کے پیدا کیا ہے کہ علوم اور کمالات انسانیہ ان کے ساتھ اختلاط اور ہم صحبتی
نوع اپنی کے زیادہ ہوتے ہیں اور اسی واسطے بادیہ نشین اور صحرا کے بسنے والے اکثر کمالات انسانیہ
سے عاری رہتے ہیں پس عین حکمت ہے کہ تمام جہان کے لوگوں کو حکم اجتماع کا ایک مکان اور ایک
زمان میں فرمادیں تاکہ ہر ایک کمال دوسرے کے سے فائدہ حاصل کرے اور جو کہ سکان ایک اقلیم کے
صنعتوں اور پیشوں اور علموں اور عبادتوں کو اپنی فکر سے یا الہام الٰہی سے برلائے ہوں سکان اقلیم
دوسری کے بسبب اجتماع کے اُس مکان میں اُس پر مطلع ہوں اور حسن و قبح اس فکر تازہ کا ساتھ
اجتماع رائیوں اور عقلوں کے مشخص اور معین ہو اور جو قابل اخذ ہے تمام اس کو سیکھیں اور یہ کہ ارواح
انسانیہ مثل شیشوں متقابلہ کے ہیں کہ عکس ایک کا دوسرے میں پڑتا ہے اور استعداد ایک کی دوسرے
میں سرایت کرتی ہے پس عبادات اور کیفیات مکسوبہ ہر ایک کو دوسری بھی ساتھ حکم اجتماع کے حاصل
ہوگی نورانیت عظیم بہم پہنچاویں مانند بہت سے چراغوں کے کہ بہیئت اجتماعیہ نور ہر ایک کو اضعاف
ومضاعف کرتے ہیں اور واسطے اس نکتہ کے جمعہ اور جماعت مشروع ہوئی لیکن جماعت پنجگانہ
جامع اہل ایک محلہ کی ہوتی ہے اور بس اور جمعہ جامع اہل ایک شہر کی اور یہ جماعت جامع اہل ہفت
اقلیم کی ہے اور محتمل ہے کہ لفظ مَثَابَةً مشتق ثواب سے ہو یعنی جائے تحصیل ثواب کی واسطے
آدمیوں کے اور ظاہر ہے کہ یہ گھر واسطے تحصیل ثواب کے ایک نسخہ عجیب ہے اس واسطے حج اس
گھر کا موجب کفارہ جمیع گناہوں کا ہے بحکم حدیث شریف کے من حج للہ فلم یرفث ولم
یفسق رجع کیوم ولدتہ امہ اور عمرہ اس گھر کا بھی کفارہ ہے بحکم العمرۃ الی العمرۃ
کفارۃ لما بینھما اور نماز کہ بہترین اسباب تحصیل ثواب کثیر کا ہے صحت اس کی شرط ساتھ

marfat.com

استقبال اس گھر کے ہے اور طواف اور قربانی کہ وہ بھی عمدہ اسباب تحصیل ثواب سے ہیں خصوصیات اسی گھر کے سے ہیں اور تمام نیکیاں خواہ جنس روزہ یا صدقہ یا دوسرے وجوہ خیر کی ہوں حوالی اس گھر کے ادا کرنے میں ثواب مضاعف ہے بحدیکہ ایک ایک نیکی اُس جگہ میں برابر لاکھ نیکی کے ہے جگہ دوسری میں چنانچہ تاریخ ارزقی اور اور کتب حدیث میں بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مروی ہے اور قطع نظر شغل عبادت سے اُس جا میں محض مجاورت اُس مقام متبرک اور نظر طرف اُس خانۂ تجلی آشیانہ کے سے ثواب بے حد حاصل ہوتا ہے چنانچہ اسی کتاب متبرک میں مروی ہے کہ حضرت حق تعالےٰ ہر روز اس گھر پر ایک سو بیس رحمت نازل فرماتا ہے ساٹھ واسطے طواف کرنیوالوں کے اور چالیس واسطے نماز گذاروں کے اور بیس واسطے دیکھنے والوں کے اور یہ بھی حدیث شریف میں وارد ہے النظر الی الکعبۃ حسنۃ اور جو یہ خانہ مکان حصول ثواب کا ہوا لابد محل اجتماع اور اژدحام کا بھی ہوگا اس واسطے کہ عقلائے بنی آدم تحصیل ثواب میں رغبت کرتے ہیں اور جس جا کو مرغوب اپنا پاتے ہیں اژدحام کرتے ہیں اسی لئے کہا ہے ؎

ہر کجا چشمۂ بود شیریں ! مردم و مرغ و مور گرد آیند

اور اسی واسطے ہم نے اُس گھر کو اَمْنًا یعنی جائے امن کی تاکہ جو مرد کہ واسطے تحصیل فائدوں دینی اور دنیوی اور کسب ثواب کے اُس کے حوالی میں جمع ہوں خوف سے امن میں ہو ورنہ اجتماع اور اختلاط ممکن نہ ہو اس واسطے کہ صورت خوف میں آدمی عادی اور مجبول ہے فرار اور گریز پر اور دفع مضر کو جلب نفع پر مقدم جانتا ہے اور ہر چند امن ہر جگہ روئے زمین پر از روئے شریعت کے واجب ہے اور تعرض بے موجب آپس میں خواہ جانی ہو یا مالی یا عرضی حرام ہے لیکن اس جگہ نفع کو وہ خصوصیت ہے کہ کسی جائے دوسری کو نہیں مانند قلعہ بادشاہی کے بہ نسبت ممالک محروسہ کے اور اسی واسطے شکار کرنا حد حرم میں موجب گناہ اور کفارہ کا ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ ان اللہ حرم مکۃ وانہا لم تحل لاحد قبلی ولا تحل لاحد بعدی وانما احلت لی ساعۃ من نہار وقد عادت حرمتہا الیوم کحرمتہا بالامس فہی حرام بحرمۃ اللہ الی یوم القیامۃ اور اسی واسطے نزدیک امام اعظم کے جو کوئی مرتکب جرم موجب حد یا قاتل نفس کا مکہ میں داخل ہو اس سے اُس مقام میں تعرض نہ کرنا چاہیئے بلکہ کار کو اور پر اس کے تنگ کرنا چاہیئے اور آدمیوں کو معا

اس کے سے منع کرنا چاہیئے حتیٰ کہ اس کے ساتھ بات نہ کریں اور اس کے ہاتھ کوئی چیز فروخت نہ کریں وہ تنگ ہو کر حرم سے باہر آوے اس وقت اس سے قصاص لیویں اور حد جاری کریں اور ظاہر ہے کہ یہ احکام مذکورہ شریعت یہود میں اصلاً موجود نہیں اور توریت ناسخ اس احکام کی ہوئی تھی البتہ یہ احکام ذریت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور اتباع ان کے میں باقی تھے یہاں تک کہ ان پر فرض کیا تھا ہم نے کہ ہر سال واسطے حج اس گھر کے آؤ تم اور آپس میں حوالی اسکے میں تعرض ساتھ قتل اور نہب کے نہ کرو تم وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى یعنی پکڑو تم جگہ کھڑے ہونے ابراہیمؑ کو کہ ایک سنگ پر حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہو کر بنائے کعبہ فرماتے تھے بعد اس کے اسی سنگ پر کھڑے ہو کر اذان حج دی اور ہر دو قدم مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سنگ میں منقش ہوئے اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ سنگ اسود اور یہ سنگ دونوں بہشت سے آئے ہیں ہمراہ آدمؑ کے اور دن قیامت کے دونوں کو آنکھیں اور زبان اور لب دیں گے تو ساتھ آواز بلند کے واسطے اس شخص کے کہ برضامندی حق کے زیارت ان کی گواہی دیں گے مُصَلًّى یعنی نماز گاہ کہ پیچھے طواف خانہ کعبہ کے دو رکعت تحیۃ الطواف عقب اس سنگ کے ایستادہ ہو کر گزارنا مقرر ہے تاکہ امامت حضرت ابراہیمؑ کی قیام قیامت تک جاری ہو اور آئے کہ جب ابراہیمؑ نے اس سنگ پر کھڑے ہو کر اذان حج کی دی تھی پس بعد رحلت حضرت ابراہیمؑ کے نزدیک اس سنگ کے کھڑا ہونا اور عبادت خدا کی بجالانا گویا نزدیک ان کے حاضر ہونا ہے اور بحضور ان کے عبادت خدا کی بجالانا ہے اور یہ حکم بھی بیچ بنی اسرائیل کے نہ تھا پس عجب ہے کہ بعد انبیائے بنی اسرائیل کے بنی اسمٰعیل سے کوئی پیغمبر پیدا ہوا اور احکام خاص بنی اسرائیل کے نسخ کرے جیسا کہ توریت اور انبیائے بنی اسرائیل نے کیا تھا پس عجب ہے کہ بعد انبیائے بنی اسرائیل کے بنی اسمٰعیل کو نسخ کیا تھا اور جو کہیں کہ تقرر خانہ کعبہ کا واسطے حج اور وجوب اجتماع کے اس مکان متبرک میں ہر سال اور استقبال اس خانہ کا ہر نماز میں اور ادائے نماز طواف عقب مقام ابراہیمؑ احکام الٰہی سے نہ تھا بلکہ آدمیوں نے باجتماع رائیوں اپنی سے یہ احکام مقرر کئے تھے البتہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے اس مکان کو واسطے عبادت کے مانند اور مسجدوں اور معابد کے بنا کیا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے اس واسطے کہ جس طرح ہم نے اول آدمیوں کے دلوں میں شوق زیارت اس مکان اور اجتماع اس مقام کا ڈالا ہے ایسے ہی حضرت ابراہیمؑ اور

حضرت اسمٰعیل کو جینے واسطے حج اور نماز کے تاکید فرمائی ہے وَعَهِدْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ یعنی بھیجی ہم نے طرف ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ کے وحی کہ مشابہ لینے عہد کے تھی تاکید اور مبالغہ میں أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ یعنی یہ کہ پاک رکھو تم گھر میرے کو ناپاکیوں سے اور اس چیز سے کہ طبع سلیم اُس کے دیکھنے سے نفرت کرتی ہے مثل آب دہن اور آب بینی اور خس و خاشاک کے لِلطَّآئِفِينَ یعنی واسطے طواف کرنے والوں کے کہ گرد اُس کے پھرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ طواف دین تمہارے میں نہیں اس واسطے کہ طواف واجب یا ضمن میں حج کے ہوتا ہے یا ضمن میں عمرہ کے اور ان دونوں کو تم مشروع نہیں جانتے ہو..... وَالْعَاكِفِينَ یعنی واسطے اعتکاف کرنے والوں کے اس مکان میں اور تم اعتکاف کو اس مکان میں بہتر اعتکاف مسجدوں دوسری سے نہیں جانتے ہو وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ یعنی اور واسطے نمازیوں کے کہ رکوع اور سجود کرتے ہیں اور دین تمہارے میں اصلاً رکوع نہیں اور سجدہ تمہارا بھی سکا مقتضی نہیں یا کہ پیشانی کو تمام زمین پر پہنچاؤ تم بلکہ یک کلہ اپنے کو اوپر زمین کے رکھتے ہو تم پس قائل ہو کہ دین حضرت ابراہیمؑ اور اولاد اُن کی سے ساتھ آنے توریت کے یہ احکام منسوخ ہوتے ہیں پس جو ساتھ آنے کسی کتاب دوسری کے بعضے احکام توریت کے منسوخ ہوں کس واسطے تعجب کرتے ہو تم باقی رہیں اس جا پر چند بحثیں اوّل یہ کہ مدلول وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ کا یہ ہے کہ اس خانہ مبارک کو مجمع قرار دینا خدا کی طرف سے ہے لیکن وقت اس حکم کا کونسا تھا ظاہر سیاق اور سباق اس آیت سے یہ ہے کہ ابتدا اس حکم کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے تھی لیکن تاریخ کی رُو سے ثابت ہے کہ ابتدائی بناء اس خانہ معظم کی حضرت آدمؑ کے عہد میں وقوع میں آئی اور اُس وقت سے ہمیشہ یہ مقام معبد انبیا اور صلحا کا اور محل استجابت دعا کا رہا اور تاریخ ارزقی اور کتاب العظمہ مصنفہ ابو الشیخ اور تاریخ ابن عساکر اور دوسری کتابوں اس فن کی میں مذکور ہے کہ جب حضرت آدمؑ بہشت سے اوپر زمین کے پڑے جناب الٰہی میں عرض کی کہ بار خدایا میں تسبیح اور تکبیر اور تہلیل ملائکہ کو زمین پر نہیں سنتا ہوں جیسا کہ آسمان پر سنتا تھا اور نہ کوئی طواف گاہ رکھتا ہوں جیسا کہ فرشتوں کا آسمان میں طواف گاہ دیکھتا تھا کہ بیت المعمور ہے حکم ہوا کہ جاؤ اور جس مکان میں کہ نشان دیں ہم خانہ کعبہ کو بنا کر اور گرد اُس کے طواف کر اور طرف اُس کے نماز گذار اور حضرت جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ ہمراہ حضرت آدمؑ کے جاویں اور اُن کو نشان دیں حضرت جبرئیلؑ حضرت آدمؑ کو مکانِ کعبہ معظمہ میں لائے اور اُس زمین پر اپنا پر مارا

marfat.com

کہ ساتویں زمین کے نیچے سے اوپر تک بنیاد اس کی پڑ گئی اور اس بنیاد کو فرشتوں نے ایسے بڑے بڑے پتھروں سے کہ ایک پتھر تیس مردوں سے بھی نہ اُٹھے پُر کر دیا اور یہ سنگ پانچ پہاڑ کے تھے کوہ لبنان اور طور سینا اور جودی اور حرا یہاں تک کہ وہ بنیاد برابر روئے زمین کے پہنچی اُس وقت حق تعالیٰ نے بیت المعمور کو آسمان سے نازل فرمایا اور اوپر اُس بنیاد کے اُس کو رکھا اور حکم ہوا کہ حضرت آدمؑ اور اولاد اُن کی گرد اس کے طواف کریں اور طرف اس کے نماز گزاریں اور یہ خانہ زمانہ طوفان نوح علیہ السلام تک موجود تھا اور وقت طوفان کے اس خانہ کو پھر آسمان پر لے گئے پیچھے اُس کے مکان کعبہ معظمہ مثل ٹیلہ بلند کے تمام زمین سے جدا معلوم ہوتا تھا لیکن اوپر اُس کے کوئی بنا نہ تھی اور اہل آفاق اُسی کا قصد کرتے تھے اور محل اجابت دعا جانتے تھے یہاں تک کہ ابراہیمؑ کو واسطے بنائے کعبہ کے حکم ہوا اور ہمراہ اُن کے سکینہ نے بصورت ابر کے سایہ ڈالا اور بسبب اُس سایہ کے حد کعبہ معظمہ کی معین ہوئی اور حضرت جبرئیلؑ نے مقدار دور سایہ کے خط کھینچا اور اُسی خط سے حضرت ابراہیمؑ واسطے کھودنے زمین کے مشغول ہوئے یہاں تک کہ بنیاد حضرت آدمؑ کی نمودار ہوئی اوپر اُس کے بنیاد بنائے خانہ کی عمل میں لائے اور بیچ اُس وقت کے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس گھر کو عمارت فرماتے تھے ارتفاع اُس کی نو گز کی اور دور اُس کا حجر اسود سے رکن شامی تک تینتیس گز اور رکن شامی سے رکن غربی تک بائیس گز اور رکن غربی سے رکن یمانی تک اکتیس گز اور رکن یمانی سے حجر اسود تک بیس گز پس شکل کعبہ معظمہ کی اُس وقت میں شکل مستطیل تھی کہ طول اُس کا عرض اُس کے سے زیادتی ظاہر رکھتا تھا اور باہم طول طرفین میں کہ شرقی اور غربی ہے نیز اختلاف تھا لیکن غیر محسوس اور ایسے ہی ہر دو جانب عرض کہ شمالی اور جنوبی ہے اختلاف تھا لیکن غیر محسوس اور دروازہ اس خانہ کا اُس وقت میں ساتھ زمین کے چسپاں تھا نہ بلند اور فضائے محض تھا کواڑ وغیرہ نہ تھے یہاں تک کہ تبع حمیری نے واسطے اُس دروازہ کے کواڑ اور زنجیر اور قفل بنایا تھا اور یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اندرون اُس خانہ کے جانب راست در آئندہ کے ایک حفرہ بنا چھوٹا سا تھا جو بمنزلہ خزانہ اُس گھر کے ہوا اور جو کچھ نذر اور تحائف واسطے اُس خانہ کے آوے اُس خزانہ میں رکھیں اور بانی اُس خانہ کے حضرت ابراہیمؑ تھے اور مزدور حضرت اسمٰعیل کہ گلابہ کرتے تھے اور سنگ کو کوہ ابوقبیس اور حرا اور ورقان سے لاتے تھے یہاں تک کہ عمارت اُس خانہ کی قد آدم سے بلند ہوئی اور احتیاج اُس چیز کی ہوئی کہ اُس پر کھڑے

marfat.com

ہو کر بنا اُٹھائیں حضرت اسمٰعیلؑ کو فرمایا کہ واسطے میرے کوئی سنگ لا تاکہ اس پر کھڑا ہو کر کار عمارت میں مشغول ہوں حضرت اسمٰعیل کوہ ابوقبیس پر واسطے تلاش سنگ کے گئے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے راہ میں اُن سے ملاقات کی اور کہا کہ آؤ کہ تم کو نشان دوں میں دو سنگ کلاں کا کہ ہمراہ حضرت آدم علیہ السلام کے بہشت سے دُنیا میں آئے ہیں اور برکت عظیم رکھتے ہیں حضرت ادریسؑ نے اُن دونوں سنگ کو بخوف آنے طوفان کے اُس کوہ میں مخفی کرکے دفن کیا ہے ایک کو واسطے کھڑا ہونے ابراہیمؑ کے لے جا اور دوسرے کو کنج خانہ کعبہ جانب راست دروازہ سے تاکہ جو کہ طواف اُس خانہ کا کرے اوّل اُس سنگ کو بوسہ دے اور طواف شروع کرے حضرت اسمٰعیلؑ مطابق فرمان حضرت جبرئیلؑ کے آئے اور اُن دونوں سنگ کو پیچھے ایک دوسرے کے لائے اور حضرت جبرئیلؑ بھی ہمراہ حضرت اسمٰعیلؑ کے آگے ابراہیم علیہ السلام کے آئے اور واسطے رکھنے سنگ سیاہ کے کنج خانہ کعبہ میں حکم کیا جب حضرت ابراہیمؑ ایک سنگ پر کھڑے ہو کر بنائے عمارت کرتے تھے وہ سنگ بقدر بلندی عمارت کے بلند ہوتا جاتا تھا تا تمام ہونے عمارت کے حاجت طرف سنگ دوسرے کے نہ پڑی اور اثر انگلیوں ہر دو قدم حضرت ابراہیمؑ کا اُس سنگ میں منقش ہوا اور سنگ دوسرا کہ کنج خانہ کعبہ میں رکھا ایک نور عظیم اُس سے منتشر ہوا اور ہر چہار طرف خانہ کعبہ معظمہ کے نُور اُس کے نے سرایت کی جتنی مسافت تک وہ نور پہنچا تھا ہر چہار طرف سے حد حرم کی مقرر ہوئی کہ بعد فراغ بنائے کعبہ سے اُس حد کا نشان مقرر کر دیا اور حدیث صحیح میں بروایت عبداللہ بن عمرؓ کے آیا ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے الركن والمقام یاقوتتان من یاقوت الجنة طمس الله نورهما ولولا ذلك لاضاء ما بين المشرق والمغرب یعنی رکن اور مقام دو یاقوت ہیں جنّت کے یاقوتوں سے محو کر دیا اللہ نے نُور ان کا اور اگر ایسا نہ ہوتا روشن کر دیتے مابین مشرق اور مغرب لوا ورلاضاء حدیث صحیح میں وارد ہے کہ رنگ سنگ سیاہ کا کہ ساتھ حجر اسود کے معروف ہے ابتدا میں نہایت سفید اُور نورانی تھا ہاتھ لگنے گنہ گاروں بنی آدم کے ساتھ اس مرتبہ کے سیاہ ہوا اور قتادہ سے مروی ہے کہ قبل اسلام کہ یہ عبادت نہ تھی کہ مقام ابراہیم کو کوئی ہاتھ پہنچاوے اور مسح کرے اس اُمت میں یہ امر رائج ہوا اور اُن آدمیوں نے کہ قبل اسلام اُس نیک سنگ کو دیکھا تھا نقل کرتے تھے کہ اثر ہر دو پاشنہ حضرت ابراہیمؑ اور انگلیوں اُن کی کا اس پتھر میں ظاہر اور نمودار تھا اب بسبب

marfat.com

ہاتھ پہنچانے آدمیوں کے وہ امر بخوبی ظاہر نہیں اور ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن زبیر سے نقل کی ہے کہ انھوں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ مقام ابراہیم کو مسح کرتی تھی کہا تم کو خدائے تعالےٰ نے ساتھ مسح کرنے اس سنگ کے نہیں فرمایا بلکہ یہ حکم دیا ہے کہ متصل اُس کے نماز گذارو تم اور بیہقی نے سنن اپنی میں روایت کی ہے کہ یہ سنگ زمانہ میں آں حضرتؐ اور زمانہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متصل خانہ کعبہ کے تھا اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں متصل نہ رہا اور سبب اس کا آنا سیل عظیم کا تھا کہ اس کو سیل ام نہشل کہتے ہیں اور یہ سنگ زور آب سیل میں مکان اپنے سے بہا ہوا اور دُور پڑا تھا حضرت عمرؓ خود وہاں تشریف لائے ایک مکان واسطے اُس سنگ کے تجویز کیا گرداگرد اس سنگ کے سنگ لبت کر کے درمیان میں اُس سنگ کو رکھا اور اُس وقت سے اسی مقام میں ہے اور یہی بات اہل تاریخ روایت کرتے ہیں پس اول بناء خانہ کعبہ حضرت آدم علیہ السلام سے واقع ہوئی اور جو یہ مشہور ہے کہ اول بناء خانہ معظمہ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی ہے پس بنا بریں اُس کے ہے کہ اس موضع کو بصورت خانہ کے کہ چہار دیوار اور سقف رکھتا ہو انھوں نے بنایا ہے اور عہد میں حضرت آدمؑ کے سوائے بنیاد اس کی کے کچھ نہ تھا اور اوپر اس بنیاد کے بیت المعمور کو رکھا تھا کہ بصورت خیمہ کے تھا یا قوت مجوف سے اور عمارت گل اور سنگ کی نہ تھی لیکن قبل آدمؑ سے بھی یہ مقام محل تعظیم و احترام کا تھا حتیٰ کہ قبل خلقت زمین اور ما فیہا سے بھی چنانچہ فاکہی اوّل تاریخ مکہ میں کہتا ہے حدثنی عبد اللہ بن ابی سلمۃ قال حدثنی الواقدی قال حدثنا ابن جریج عن بشیر بن عاصم الثقفی عن سعید بن المسیب قال قال علی بن ابی طالب خلق اللہ البیت قبل الارض والسموٰت باربعین سنۃ فکان غشاء علی الماء یعنی پیدا کیا اللہ نے بیت اللہ کو پہلے زمین اور آسمانوں سے چالیس برس پس تھا مثل کف کے اوپر پانی کے اور بھی فاکہی نے اپنی مسند میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کی الکعبۃ خلقت قبل الارض بالفی عام قیل وکیف خلقت قبل الارض وھی من الارض فقال انہ کان علیھا ملکان یسبحان باللیل والنھار الفی سنۃ فلما اراد اللہ ان یخلق الارض دحاھا من تحت الکعبۃ وجعل الکعبۃ وسط الارض اور جو کہ بعضے اہل تواریخ نے کہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام

marfat.com

کے بیٹوں نے کعبہ کو گلِ اور سنگ سے تعمیر کیا ہے بعد وفات حضرت آدمؑ کے اور ہونا بیت المعمور کا اُس مقام میں حیات آدم علیہ السلام تک تھا ؛ چنداں قابلِ اعتماد نہیں اس واسطے کہ انتہا سند اس روایت کی وہب بن منبہ تک ہے کہ بیشتر امور و قصے اسرائیلیوں سے نقل کرتے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ قبل حضرت ابراہیمؑ کے کسی نے اس کو بطور خانہ نہیں بنایا اور ساز روئے کتاب اور سنت صحیحہ مشہور کے یہی بات ثابت ہے اور اسی واسطے شیخ عماد الدین ابن کثیر تفسیر اپنی میں کہتے ہیں کہ لم یرو عن معصوم ان البیت کان مبنیا قبل الخلیلؑ یعنی نہیں روایت کی گئی کسی معصوم سے کہ تحقیق بیت تھا بنایا ہوا قبل خلیل علیہ السلام کے لیکن بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک اہل تاریخ کے ایسا مقرر ہے کہ عمالقہ اور جرہم نے بھی اُس کو بنا کیا ہے اور پھر قصی بن کلاب نے بھی اس کو بنا کیا اور سقف اُس کی کو چوب دوم سے کہ درخت مقل کو کہتے ہیں پوشش کی اور چوب خرما کو بجائے تختوں کے رکھ دیا پس جس وقت کہ آں حضرت پچیس سال کے تھے قریش نے پھر اس خانہ کو بنا کیا اور سبب اُس کا یہ تھا کہ ایک عورت دھواں خوشبو کا پوشش کعبہ کو دیتی تھی شرارہ آتش سے اُٹھا اور اکثر چوب سقف خانہ کو جلایا اور پہلے اس سے سیل عظیم آئے تھے اور اس کے صدمہ سے دیواریں کعبہ کی بھی شق ہوئی تھیں سرداران قریش جمع ہوئے ولید بن مغیرہ کو میر عمارت قرار دیا اور کعبہ کو ہدم کر کے از سر نو بنا کی اور آپس میں ایسا قرار دیا گیا کہ سوائے مال حلال کے اس میں خرچ نہ کریں اور جو اُس وقت میں اکثر مالدار تھے سود خوار تھے مال حلال بہت کم بہم پہنچا اور اس بنا میں تغیر اور تبدل بہت واقع ہوا اول یہ کہ عرض کعبہ سے چند گز زمین کو چھوڑا اور حطیم میں داخل کیا دوم یہ کہ دروازہ اُس کے کو زمین سے بہت بلند کیا تاکہ جس کو چاہیں آنے دیں جس کو چاہیں نہ آنے دیں سوئم یہ کہ اندرون خانہ کعبہ ستون چوبیں اور وصف استادہ کئے اور ہر صف میں تین تین ستون چہارم یہ کہ ارتفاع خانہ کو باہر سے دو چند کیا اٹھارہ گز نو گز اوپر ارتفاع حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زیادہ کیا پنجم یہ کہ اندرون خانہ کعبہ کے متصل رکن شامی کے زینہ قائم کیا کہ اوپر بام کعبہ کے اُس سے پہنچ سکیں اور یہ بھی سابق میں نہ تھا پھر اسلام میں عبد اللہ بن زبیر نے اُس خانہ کو بنا کیا اور بدعات جاہلیت کو موقوف کیا مطابق اُس حدیث کے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے سُنی تھی اور بجائے گلابہ کے ارس کہ گل خوشبودار ہے یمن میں ساتھ گچ محکم کے مخلوط کر کے صرف کیا اور حطیم کو خانہ کعبہ میں داخل کیا اور اُس خانہ کے دو دروازے بنائے

marfat.com

ایک جانب غرب اور ایک جانب شرق اور جب بنا سے فارغ ہوئے مکمل باہر اور اندر مشک اور عنبر سے کہگل کی اور دیبا کی پوشش چڑھائی اور فراغت اس عمارت سے ستائیس رجب ۶۴ھ چونسٹھ کو واقع ہوئی پھر بیچ وقت حجاج کے بنا اس خانہ معظم کی واقع ہوئی لیکن اسی قدر کہ جانب شامی کعبہ کو ہدم کرکے بنیاد قریش کو بلند کیا اور زمین کعبہ کو بڑے بڑے پتھروں سے پُر کرکے دروازہ شرقی اُس کا بلند کیا اور دروازہ غربی اُس کا بند کیا اور دوسری جانب کعبہ کے متعرض نہ ہوئے اور یہ بنا ۷۴ھ میں واقع ہوئی اور پھر عہد سلطان مراد ابن احمد خان تک تجدید بناء واقع نہ ہوئی مگر ملوک اور سلاطین ترمیم اور اصلاح بنائے حجاج کی کرتے تھے یہاں تک کہ سلطان مراد نے پھر تجدید بنا کی سوائے حجر اسود اور اس کنج کے تمام کعبہ کو ہدم کرکے عمارت بنائی اور یہ عمارت بیچ ۱۰۴۰ھ ایک ہزار چالیس کے واقع ہوئی اب تک وہی عمارت باقی ہے لیکن اوپر وضع بنائے حجاج کے ہے بحث دوسری یہ کہ لفظ **مثابة** سے بحسب لغت عرب کے دو چیزیں مفہوم ہوتی ہیں اوّل یہ کہ مجمع ہو دوم یہ کہ بار بار آدمی اُس جا آویں اور ایک بار آنے میں سیر نہ ہوں اسی جا سے ہے کہ حضرت ابن عباس اور مجاہد اور دیگر مفسرین نے کہا ہے کہ شوق زیارت اُس خانہ کا دل میں آدمیوں کے ڈالا ہے تاکہ دیکھنے اور طواف اُس کے سے سیر نہ ہوں اور جس وقت اُس گھر سے جاویں دِل اُن کے مشتاق زیارت اس گھر کے ہوں جیسا کہ ساتھ تجربہ کے پہنچا ہے کہ جو ایکبار حج اس خانہ کا کرتا ہے اور اُس گھر کو دیکھ آتا ہے پھر مدت العمر مشتاق مراجعت کا طرف اُس خانہ کے رہتا ہے ہر چند راہ میں سختیاں کھینچی ہوں اور تکلیفات بے شمار چکھی ہوں اور تعظیم اُس خانہ کی بعد دیکھنے اُس کے سے گویا بے اختیار دل سے جوش کرتی ہے اور وہ تعظیم مانند امور جبلیہ غریزیہ کے محسوس ہوتی ہے کہ اسکا کسی جلب نفع یا دفع ضرر کے اوپر موقوف نہیں اور اسی سے ہے کہ حیوانات نے بھی واسطے تعظیم اس جا کے قیام کیا ہے اُزرقی بروایت مطلق بن حبیب کے لایا کہ ایک دن ہم ہمراہ عبداللہ بن عمرؓ کے سایہ کعبہ میں بیٹھے تھے یہاں تک کہ سایہ بسبب بلند ہونے آفتاب کے معدوم ہوا اور آدمی مجلس سے اُٹھے ناگاہ ایک براق شدید جانب ایک دروازہ مسجد الحرام سے ظاہر ہوا دیکھا ہم نے کہ ایک سانپ آتا ہے تمام حضار مجلس نے چشم اپنی کو طرف اُس سانپ کے متوجہ کیا وہ سانپ سیدھا طرف خانہ کعبہ کے آیا اور سانپ نے سات مرتبہ طواف ادا کیا بعد اس کے عقب مقام ابراہیم کے گیا دو رکعت نماز گذاری اور عبداللہ ابن عمرؓ اور دوسرے

marfat.com

بزرگان مجلس نزدیک اُس سانپ کے گئے اور کہا اے عزیز طواف تیرا ادا ہوا لیکن اس شہر میں آدمی ناواقف اور غلام اور خدمت گار بہت ہیں بہتر یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو نظر آدمیوں سے پوشیدہ رکھے کہ مبادا تجھ کو ایذا پہنچاویں بمجرد سُننے اس کلام کے سر اپنا اپنی دُم سے لپیٹ کر طرف آسمان کے اُڑ گیا یہاں تک کہ نظر ہماری سے غائب ہوا و نیز ابو الطفیل سے روایت ہے کہ ایک نوجوان صالح جنوں میں سے کہ موضع ذی طوی میں رہتا تھا اکثر اپنے آپ کو بصورت سانپ بنا کر واسطے طواف خانہ کعبہ کے آتا تھا اور عقب مقام ابراہیم علیہ السلام کے نماز گزارتا اور مادر اس کی کہ جنات سے تھی اُس کو اس کار سے منع کرتی تھی اور ڈراتی تھی کہ مبادا تجھ کو آدمی سانپ جان کر مار ڈالیں وہ باز نہیں آتا تھا یہاں تک کہ ایک جماعت بنو سہم نے اُس کو مارا بمجرد مارنے اُس کے کے مکہ میں ایک غبار عظیم برپا ہوا اور ایک گرد باد شدید آیا اور لوگوں نے اُس جماعت بنو سہم کو اپنے گھروں میں مردہ پایا علاوہ ازیں تواریخ مکہ میں حکایت جمل طائف مشہور ہے خلاصہ اُس حکایت کا یہ ہے کہ سنہ آٹھ سو پندرہ ہجرت شریفہ سے ماہ جمادی الثانی میں ایک شتر شتروں جمال فاروقی سے مالک کے اپنے سے بھاگا اور قصد مکہ معظمہ کا کیا اور مسجد الحرام میں داخل ہوا آدمی بہت گرداگرد اُس کے دوڑتے تھے اور چاہتے تھے کہ اس کو پکڑیں وہ ہرگز التفات طرف کسی کے نہیں کرتا تھا یہاں تک کہ سات مرتبہ طواف بجالایا اور دو تین اسبوع تمام کئے اُس وقت طرف حجر اسود کے گیا اور اُس کو بوسہ دیا اور بعد اُس کے مقام حنیفہ کی طرف متوجہ ہوا اور مقابل میزاب الرحمۃ کے کھڑا ہوا اور رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آنسو بہت چشم اُس کی سے رواں ہوئے اور اس حالت میں اپنے آپ کو زمین پر ڈالا اور جان کو اپنی جان کے پیدا کرنے والے کو دیا اور آدمی اس کو اس حالت میں تماشا کرتے تھے بعد مرنے کے اُس کو اٹھایا اور درمیان صفا اور مروہ کے لے گئے اور دفن کیا اور ایک سبب منجملہ اسباب رجوع خلائق بسوئے طرف اُس خانہ کے یہ ہے کہ دُعا چند جا اُس مقام کے مستجاب ہوتی ہے اور آدمیوں نے تجربہ کیا ہے اور واسطے حصول مطالب دینی اور دنیوی اپنے کے دُعا اُس مقامات کی قوی ترین وسائل کا جانتے ہیں چنانچہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بروایت صحیح ثابت ہوا کہ مکہ معظمہ میں پندرہ مکان ہیں کہ دُعا اس جا مستجاب ہوتی ہے نزدیک ملتزم اور زیر میزاب اور نزدیک رکن یمانی اور اوپر صفا اور مروہ کے اور درمیان رکن اور مقام اور جوف کعبہ میں اور منیٰ اور مزدلفہ میں اور عرفات میں اور نزدیک ثلثہ

marfat.com

اور نزدیک مبنی آب زمزم کے اور مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے کہ ان کانت الامۃ من بنی
اسرائیل لتقدم مکۃ فاذا بلغت ذا طوی خلعت نعالھا تعظیما للحرم اور
بھی مذکور ہے کانت الانبیاء اذا توا عند الحرم نزعوا نعالھم اور ابونعیم نے
حلیۃ الاولیاء میں مجاہد سے روایت کی کہ بعضے اوقات لاکھ لاکھ آدمی بنی اسرائیل سے واسطے
حج کے آتے تھے اور جب حد حرم میں پہنچتے تھے برہنہ پا ہوتے تھے اور ازرقی اور ابن عساکر نے
ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حواریوں نے بھی حج اُس جا کا کیا ہے جب حرم میں داخل ہوئے
سواریوں سے نیچے اُتر کر پیادہ روی اختیار کی اور ازرقی نے حویطب بن عبد العزیٰ سے روایت
کی ہے کہ ہم ایک روز ایام جاہلیت میں کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے ناگاہ ایک عورت آئی پردہ کعبہ کا
پکڑا فریاد کی بار خدایا میں ہاتھ شوہر اپنے کے سے نالاں ہوں کہ مجھ کو بیچ حرم کے مارتا ہے بمجرد اس دعا
کے ہاتھ شوہر اُس کے کا خشک ہوا میں اُس کو ایام اسلام میں خشک دیکھتا تھا اور تواریخ میں مقرر
ہے کہ آساف اور نائلہ مرد و زن تھے وقت داخل ہونے کعبہ کے مرد نے زن کو بوسہ دیا دونوں بصورت
سنگ مسخ ہوئے آدمی اُن دونوں کو کعبہ سے باہر لائے واسطے عبرت آدمیوں کے باہر کعبہ کے کھڑا کیا
اور ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمٰن بن سابط سے روایت کی ہے کہ آدمی مکہ کے موسم حج میں گھروں باہر آئے تھے
ایک وزد نے مکان کو خالی دیکھ کر زر گھر سے کسی کے لے کر اندر کعبہ کے رکھا وقت مراجعت
کے کعبہ میں واسطے لینے اُس قطعۂ زر کے داخل ہوا اور ہنوز سر اُس کا اندرون کعبہ کے تھا اور
باقی اعضا اُس کے باہر کہ خانہ کعبہ نے اُس کو بزور دبایا سر اُس کا تن سے جُدا ہوا آدمیوں نے اس
واقعۂ عجب کو دیکھا سر اور تن اُس کا باہر لا کر آگے کتوں کے ڈالا و نیز ازرقی تاریخ اپنی میں
ساتھ سند صحیح کے لایا ہے کہ ایک عورت تھی جاہلیت میں کہ ایک لڑکے کو قرابتیوں اپنے سے پرورش
کی تھی اور وہ عورت واسطے کسب معاش کے گھر سے باپ کے جاتی تھی اور وہ طفل تنہا رہتا تھا
ایک دن اُس طفل نے شکایت تنہائی اپنی کی اُس زن نے کہا اے پسر جو کوئی ظالم تجھ پر حالت
تنہائی میں تعدی کرے پس جان کہ مکہ میں ایک خانہ ہے آپ کو اس گھر میں پہنچا اور فریاد کر کہ
اُس خانہ کا ایک صاحب ہے کہ فریاد رس ہے اتفاقاً اُس طفل کو ایک ظالم تنہا پا کر قید کر کے
لے گیا اور ایک مدت ساتھ اپنے رکھا اور بغرض تجارت مکہ معظمہ میں پہنچا اور وہ طفل

marfat.com

ہمراہ اُس کے تھا جو اُس خانہ کو دیکھا آدمیوں سے دریافت کیا کہ یہ گھر کس کا ہے کہا خدا کا گھر ہے
اُس کو سخن مادر کی یاد آئی اور اُس ظالم کے ہاتھ سے بھاگ کر نزدیک خانہ کعبہ کے آیا اور پردوں اُس
خانہ کو محکم پکڑا عقب اُس کے مالک اُس کا پہنچا چاہا کہ اُس کو کھینچ کرلے جاوے پہلے سیدھا ہاتھ اپنا
دراز کیا تاکہ اُس لڑکے کو پکڑے دست راست اس کا خشک ہوا پھر دست چپ کو دراز کیا وہ
بھی خشک ہوا جب اپنا حال اس طریق پر دیکھا آگے سرداران قریش کے گیا اور کہا کہ میں اس آفت میں گرفتار
ہوا اب تم گواہ رہو کہ میں نے اس طفل کو چھوڑا اور ساتھ اُس کے متعرض نہ ہوں جس جا چاہے چلا
جاتے لیکن علاج دونوں ہاتھ میرے کا فرماؤ تم بزرگان قریش نے فرمایا کہ ہر ہاتھ اپنے سے ایک ایک
شتر قربانی کر اُس نے ایسا ہی کیا دونوں ہاتھ اُس کے اچھے ہوئے اسکے علاوہ ازرقی نے عبد المطلب
بن ربیعہ بن حارث سے روایت کی ہے کہ ایک شخص بنی کنانہ سے اوپر عمزادہ اپنے کے ظلم بہت کرتا
تھا وہ ہر چند واسطہ خدا اور قرابت کا دیکر پناہ چاہتا تھا وہ ظالم ایذا اُس کی سے باز نہیں رہتا تھا
ناچار ہو کر خانہ کعبہ میں پناہ نے لی اور دُعا کی کہ بار خدایا فلاں شخص میرے اوپر ظلم کرتا ہے اور میں نے گھر
تیرے کے پناہ لی ہے اُس کو ایسے درد میں مبتلا کر کہ لادوا ہو یہ دُعا کی اور اپنے گھر گیا دیکھا شکم ظالم
کا مدور ہو گیا اور مانند مشک کے ہوا ہر چند دُعا کرتا تھا کچھ فائدہ نہ ہوتا یہاں تک کہ شکم اُس کا شق ہوا
اور مر گیا اور عبد المطلب کہتے ہیں کہ میں نے اس قصہ کو روبرو حضرت ابن عباسؓ کے نقل کیا فرمایا کہ میں
نے بھی ایک شخص کو دیکھا کہ روبرو خانہ کعبہ کے کھڑا ہو کر ظالم پر اپنے بد دعا کی کہ اندھا
ہو فی الفور اندھا ہو گیا اور اُس کو آدمی کھینچ کرلے گئے اور ایسے ہی کرشمے
واسطے کے آدمی بخوف عقوبت لیگئے اور ایسے ہی کرشمے ظاہر ہوتے تھے کہ یہ مکان ہمیشہ جائے امن رہا ہے اُس
عاجلہ کے تعرض سے ساتھ آدمیوں اس شہر کے اور ہتک حرمت اس شہر کی سے اجتناب اور احتراز
کرتے تھے اور آپس میں بیچ اس مکان کے مناقشہ نہیں کرتے تھے اور دوسرے اسباب اس شہر کے
سے یہ ہے کہ ہمیشہ قلمرو بادشاہوں سے خارج رہا یہاں تک کہ نوبت اسلام کی پہنچی اور وہ آدمی کہ تعظیم
اُس مکان کی زیادہ کرتے تھے مرتبہ سلطنت کو پہنچے اُس وقت سے امن دو چند اس جا میں متحقق
ہوا بحث سوم یہ کہ اس خانہ کی نسبت خدا کی طرف کرنا جیسا کہ اس آیت میں واقع ہے کہ طھرا
بیتی کیا معنی رکھتا ہے اگر نسبت خالقیت اس بیت کی صحیح کرنے والی اس اضافت کی ہے پس ہر

marfat.com

بقعہ زمین کا یہی حکم رکھتا ہے اور اگر نسبت سکونت اور بود و باش کی ہے پس ذات باری تعالیٰ منزہ ہے مکان سے اور اُس کو ساتھ کسی مکان کے یہ نسبت حاصل نہیں اور جو نسبت اُس کی ہے کہ اس مکان میں اُس کی عبادت کرتے ہیں اور شان معبودیت اُس کی نے اس جگہ میں ظہور فرمایا ہے پس خانہ کعبہ اور معابد کفار مثل ہر دوار وغیرہ یکساں ہوئے کہ سب میں شان معبودیت کی ظاہر ہے اس واسطے کہ ہر جا میں طالبانِ سوق شوق اپنے کو لباس صورت میں ظاہر کرتے ہیں جواب اُس کا یہ ہے کہ اختصاص اُس خانہ کا بجناب الٰہی بہ سبب اُس کے ہے کہ بحکم اُس تعالیٰ کے واسطے عبادت اُس کی کے اور قضائے شوق طلب اُس کی کے بنایا گیا ہے اور کسی طرح کا علاقہ ساتھ مخلوقات کے نہیں رکھتا ہے اور معابد کفار مثل ہر دوار وغیرہ نہ بحکم اُس تعالیٰ کے واسطے اس کار کے بنا کئے گئے ہیں اور نہ علاقہ مخلوقات سے خالی ہیں اس واسطے کہ تمام اُن معابد میں نسبت رام یا کشن یا دوسری روحوں کی ملحوظ نظر قصد کرنے والوں اُس جا کے رہتی ہے پس فرق ان دو جہتوں کا واضح ہوا اور تحقیق یہ ہے کہ قید پکڑنے کو یہ دو چیزیں لازم ہیں اول یہ کہ بحکم اس تعالےٰ کے ہو اس واسطے کہ نسبت ظہور الٰہی ہر جا ہے لیکن یہ ظہور عام صحیح یہ توجہ کا عبادت میں نہیں ہوتا یا باجماع عقلا کے پس لابد اس امر میں ظہور خاص چاہیے اور میزان معرفت اُس ظہور کی حد عقل تیری سے خارج ہے بغیر توقیف شرعی سمجھا نہیں جاتا پس نص شارع کی اسباب میں ضروری ہے دوم یہ کہ اس مکان کو ساتھ کسی وجہ کے وجوہ سے علاقہ ساتھ کسی مخلوق کے نہ ہو والا وقت توجہ میں طرف اس مکان کے شائبہ شرک کا لازم آوے گا توحید صرف اُس عبادت میں نہ رہے گی اس واسطے قبلہ پکڑنے قبور اور انبیاء اور ستارہ اور آتش اور آب اور درخت سے ممانعت سخت آئی ہے اور معابد کفار وقت تفتیش کے یہ دونوں صفتیں نہیں رکھتے مثلاً ہر دوار اس جہت سے نزدیک اُن کے واجب التعظیم ہے کہ کشن اس راہ سے اُتر گیا اور اجودھیا اس جہت سے کہ مسکن رام چندر کا ہے اور مقام رسوئی سیتا کا اور اسی قیاس پر کہ یہ فرقہ حلولی المذہب ہے اُن شخصوں کو مظاہر ذات مقدس الٰہی کا جانتے ہیں اور منسوبات اُن اشخاص کو حکم میں منسوبات الٰہی کے جانتے ہیں لیکن جو حلول کی نسبت طرف اس جناب عالی کے ہے باطل ہے اور یہ خیال از قبیل بناء فاسد کے ہے اور یہ فاسد کے ولو بالفرض معابد کفار کو اصل میں شعائر الٰہی سے اعتقاد کریں اور کہیں ہم کہ ان مقامات کی نسبت طرف مخلوقات کے کرنا تحریفوں اس فرقوں کے سے ہے اور ابتدا میں نسبت

marfat.com

اُن کی خدا ہی کی طرف تھی اور کوئی نص صریح بھی واسطے تعین اُس موضع کے شرائع قدیمہ میں آئی ہو تو پھر بھی فرق درمیان خانہ کعبہ اور اُن مکانات کے ظاہر ہے اس واسطے کہ تعبد اُن مکانات میں منسوخ ہوا اور حکم منسوخ کی تبعیت کرنا مخالفت صریح خدا کی ہے اور سر اُس کا یہ ہے کہ مدار قبلہ کرنے کا اور قبول عبادت کے ہے اور جب قبول عبادت کو منحصر کسی مکان یا کسی سمت میں کیا پھر غیر اُس مکان اور سمت میں عبادت بجالانا سعی اپنی کو رائگاں کرنا ہے بلا تشبیہ مانند اُس کے کہ ایک بادشاہ نے ایک مکان کو ولایت اپنی سے دار الخلافت قرار دیا اور رعایا پر فرض کر دیا کہ حوائج اپنی کو طرف اُس مکان کے رفع کریں اور نذریں اور ہدایا کو اسی مکان میں لے جاویں پھر بعد چندے مکان دوسرے کو دار الخلافت کیا اور بہ نسبت اُس مکان کے اسی قسم کا حکم ناطق کیا پس مکان اوّل کو کچھ حرمت سلطنت کی نہیں رہتی اور آمد و رفت اُس جا کی بے حاصل ہوتی ہے اور نذور اور ہدایا کہ اُس جا میں لیجاویں مقبول نہیں ہوتے بلکہ اگر کوئی رعایا سے اسپر اصرار کرے اور کہے کہ دار الخلافت وہی مکان ہے نہ یہ مکان دوسرا البتہ سزاوار تنبیہ اور عقوبت کا ہوتا ہے کہ مخالفت حکم بادشاہی کی کی اور جو کوئی کفاروں سے کہ معابد اپنے میں پرستش کرتے ہیں تفتیش کرے کہ تم کس واسطے اور کس کے لئے ان معابد میں جاتے ہو البتہ واضح ہوگا کہ یہ ساتھ جانے ان مکانات کے تقرب ساتھ کسی مخلوق کے مخلوقات سے خواہ روحانیہ ہوں خواہ جسمانیہ طلب کرتے ہیں اور توجہ سے طرف ذات خالق کے محض غافل ہیں اس قسم کا مکان کہ محض واسطے توجہ الی اللہ کے مقرر اور معین ہو کسی جگہ سوائے خانہ کعبہ اور صخرہ بیت المقدس کے پایا نہیں جاتا اور واسطے اُسی کے اُنھیں دونوں مکانوں کو لیاقت قبلہ ہونے کی حاصل ہوئی البتہ معابد کفار کی اگر مشابہت ساتھ قبور اولیا اور صلحا یا چلہ اُن کے رکھیں ممکن ہے نہ ساتھ کعبہ اور صخرہ کے کہ ان میں بہت فرق ہے اور اسی جا سے واضح ہوا سر تاکیدات بلیغہ کا کہ حدیث شریف میں بیچ نہی کے زیارت قبور سے اور شد رحال سے طرف کسی موضع کے سوائے مساجد ثلثہ کے اور یہ کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قبور انبیاء کو مساجد نہ کریں مدعا یہ ہے کہ بیچ اس عمل کے اکثر جاہلوں کو وہ اعتقاد کہ مشرکین کو بیچ بزرگوں اپنے کے ہم پہنچا ہے حاصل ہوتا ہے اور صرف توجہ الی اللہ باقی نہیں رہتی مگر پردہ میں اُن رُوحوں کے اور اس قدر توجہ آخرت میں کہ وقت ظہور صلاح و فساد نفس انسانیہ کا ہے کام نہیں آتی اب آئے ہم طرف اُس کے کہ خاص

marfat.com

کرنے میں اس مکان کے ساتھ بنائے اُس خانہ کے کہ منسوب بجناب خداوندی ہو اور قبلۂ عبادت
اور مرجع خلائق ہو کیا حکمت ہے اس واسطے کہ شارع حکیم علی الاطلاق ہے بے کسی حکمت کے تخصیص
جزافی نہیں فرماتا ہے کہتے ہیں کہ ہم حکمت اس تخصیص کی تین وجہ وجیہ ہیں کہ خاطر ناقص افراد بشر
میں پہنچی ہیں اول یہ کہ اصل نوع انسان کی خاک سے ہے اور اصل کرۂ خاک کا یہی نقطہ ہے جیسا
کہ روایت سابق میں گزرا کہ قبل خلقت زمین کے اُس مکان نے روئے آب پر مانند کف کے ایک
جرم پیدا کیا من بعد زمین بتمامہا زیر اس کف سے منبسط اور فراخ ہوئی پس اصل جسم آدمی کا رجوع
طرف اُس نقطہ کے ہوا اور اُس کو چاہتا ہے کہ جب جسم اپنے کو مشغول عبادت میں پروردگار اپنے کے
کرے طرف اصل ترابی اپنی کے رجوع لاوے اور جیسا کہ اوپر اصل قریب اپنی کے کہ جس جا میسر ہے
سجدہ کرتا ہے طرف اصل بعید اپنی کے بیچ وقت عبادت کے متوجہ ہو اور عمر میں ایک بار ساتھ زیارت
اُس مقام کے معنیٰ توجہ الی اللہ اور اشتیاق الی لقاء اللہ کو جلوہ دے اور حق شوق کا ادا کرے اور
گرد اُس کے پھرے اور واسطے رضائے مرلی اپنے کے فرمان بجالاوے دوسرے یہ کہ وقت عبادت
میں آدمی خلیفہ ملائکہ کا ہے کہ اصل میں یہ شغل شریف کار اُن کا ہے جیسا کہ بیچ وقت غضب کے
خلیفہ سباع کا ہے اور بیچ وقت شہوت کے خلیفہ بہائم کا اور بیچ وقت مکر اور فریب کے خلیفہ شیطان
کا اور عبادت گاہ ملائکہ کی آسمان میں بیت المعمور ہے اور یہ مقام زمین پر محاذی بیت المعمور کے
جیسا کہ ازرقی حسن بصری رضؓ اور دیگر تابعین سے روایت لائے ہیں کہ البیت بحذاء البیت المعمور وما بینھما
بحذائه الی السماء السابعة وما اسفل منه بحذائه الی الارض السابعة
حرم کله یعنی بیت اللہ مقابل بیت المعمور کے ہے اور درمیان ان دونوں کے ساتویں آسمان
تک اور نیچے اُس کے مقابل میں ساتویں زمین تک کل حرم ہے اور ساتھ طریق دوسرے کے اس
مضمون کو بروایت ابن عباسؓ کے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لایا ہے موم یہ کہ اس مکان عظیم الشان
میں ربوبیت الٰہی کے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی ولادت کی صورت میں کہ اکبر اولاد حضرت آدمؑ اور مبدأ
نسب حضرت خاتم المرسلین علیہ الف الف صلوٰۃ کے تھے برنگ عجیب کے ظہور کیا اور متصل اُس مکان
کے پانی غیبی کے کہ مسمّٰی بہ زمزم ہے ساتھ پر مارنے حضرت جبرئیلؑ کے جوشش کیا اور اب تک جاری
ہے پس جس وقت اولاد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور تابعان اُن کے چاہیں کہ طرف حضرت

marfat.com

ربّ العزّت کے متوجہ ہوں اُس مکان کو واسطے توجہ کے اختیار کریں کہ ربوبیت اُس تعالیٰ کی اُس جا میں بے پردہ اسباب کے اسلاف کرام اُن کے حق میں کہ ساتھ نسبت کرنے کے ساتھ اُن کے مفخر اور مباہی ہیں جلوہ گر ہوئی اور آثار اُس ربوبیت کے اب تک ظاہر اور ہویدا ہیں اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے حق میں بھی ادائے شکر اس نعمت نے تقاضا فرمایا کہ اُس جا میں واسطے عبادت خدا کے ایک مکان مقرر کریں تاکہ جس وقت اُس مکان میں عبادت میں مشغول ہوں ربوبیت اُس تعالیٰ کی بے پردہ وعیاں کے ملحوظ اُن کے ہو کہ دیکھنا مکان کا تذکیر وقائع گذشتہ میں دخل عظیم رکھے یہ تین چیزیں ہیں کہ بیچ ابتدائے تخصیص اس مکان کے واسطے خانۂ خدا ہونے کے وجوہ حکمت سے معلوم بشر کے ہیں لیکن بعد اُس سے کہ یہ مکان معبد خلائق اور قبلۂ عبادات اور مرجع عاشقاں صادق اور مطاف محبان خالص کا ہوا پس عمدہ وجہ خاص کرنے اس مکان کی ظہور تجلّی الٰہی کا ہے اُس مقام میں کہ یہ تمام تعظیمات اور محبّتیں اُس پر واقع ہوتی ہیں اور سہام دُعاؤں گوناگوں اور ذکر دل رنگا رنگ کا اُس پر پڑتا ہے اور وہ تجلّی ہے ساتھ کمال رُست کے کہ حوالی اُس بقعہ کو ساتھ نُور عظیم کے پکڑا ہے اور ساتھ افواج ملائکہ کا استخدام اور استتباع کیا اور اشارہ طرف اُس تجلّی کے ہے کہ کلام میں بعضے انبیاؤں پیشین کے کہ اُس کو کتب میں بنی اسرائیل کے روایت کرتے ہیں قوله سبحان الّذی تجلّی علی طور سیناء واشرق نوره من الساعیر واستعین من جبال فاران اور فاران نام مکہ معظمہ کا ہے جیسا کہ ساعیر نام بیت المقدس کا ہے اور معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ پاک ہے وہ خداوند کہ تجلّی فرمائی کوہ طور پر اور چمکا نور اُس کا ساعیر سے بے پردہ اور ظاہر ہوا کوہستان فاران سے اور بسبب اُس تجلّی الٰہی کے جو کہ زائران اُس خانۂ معظمہ سے اُس خانہ میں غور سے نظر کرتا ہے سکینت اور وقار اور عظمت کو مقرون بہ جلال پاتا ہے خواہ زکی ہو خواہ بلید اور سمجھتا ہے کہ اس جگہ میں ایک شان عظیم ہے کہ کسی مکان میں یہ شان نمودار نہیں اور محبوب ہونا اُس خانہ کا دلوں میں اور انجذاب قلوب کا طرف اُس کے آثار اُسی تجلّی کے سے ہے رزقنا اللّٰه الفوز بمشاهدته ظاهرا وباطنا اور جس وقت وہ تجلّیات خاصہ اللہ کے حق میں کہ قلوب اولیا پر واقع ہوتی ہیں اور ہنوز شان معبودیت اور مسجودیت کی اُن میں موجود نہیں آدمیوں نے عجیب عجیب طرح کے کام کیے ہیں جو ملاحظہ طلب ہیں مثل قول حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے لمجلس من عمر خیر من عبادة ستین سنة اور مثل قول مولانا کے

رُوم کے مثنوی:۔

ہر کہ بر تبریزیافت یک نظر از شمس دیں   طعنہ زند بردہ سخرہ کند از جبل

پیچ حق اس تجلی عام وسیع کے کہ مرتبہ مسجودیت اور معبودیت کے پہنچی ہے کیا سمجھنا چاہیئے البتہ ابن ابی شیبہ اور ارزقی اور جندی اور بیہقی شعب الایمان میں عطا ابن لیسار سے لائے ہیں النظر الی البیت عبادۃ والناظر الی البیت بمنزلۃ القائم الصائم المخبت المجاھد فی سبیل اللہ اور جندی نے عطا سے نقل کی ہے کہ ان نظرۃ الی البیت فی غیر طواف ولا صلوۃ تعدل عبادۃ سنۃ قیامھا و رکوعھا وسجودھا اور ابن ابی شیبہ اور جندی نے طاؤس سے نقل کی ہے کہ النظر الی البیت افضل من عبادۃ الصائم القائم الدائم المجاھد فی سبیل اللہ یعنی نظر کرنی طرف بیت اللہ کے افضل ہے عبادت روزہ دار کی سے کہ ہمیشہ قائم اللیل رہتا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور ابن ابی عدی اور بیہقی شعب الایمان میں مع التضعیف بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے آں حضرت سے لائے ہیں کہ ان اللہ تعالیٰ فی کل یوم ولیلۃ مائۃ وعشرین رحمۃ ینزلھا لھذا البیت ستون منھا للطائفین وارلعون للمصلین وعشرون للناظرین یعنی تحقیق ہر رات دن میں ایک سو بیس رحمتیں الٰہی اس بیت کے واسطے نازل ہوتی ہیں ساٹھ اُن میں سے واسطے طواف کرنے والوں کے اور چالیس واسطے نماز پڑھنے والوں کے اور بیس واسطے دیکھنے والوں کے ہیں اور ارزقی نے آں حضرت علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ جس وقت اُمت کسی پیغمبر کی پیغمبروں سابق سے ساتھ عذاب الٰہی کے ہلاک ہوتی تھی وہ پیغمبر بیچ مکہ کے رجوع کرتے اور مشغول عبادت میں ہوتے جیسا کہ عہدہ دار اور ارباب خدمات بادشاہی کے جب کار اپنے سے معطل ہوتے ہیں حضور بادشاہ میں رجوع کرتے ہیں اور مجرا اور سلام میں حاضر رہتے ہیں اور اسی جائے سے ہے کہ جس شخص کا دل دُنیا سے سیر ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ رجوع بخدا کرے کہتا ہے کہ میں ارادہ بیت اللہ کا رکھتا ہوں گویا رجوع بخدا ساتھ اسی طریق کے جانتا ہے اور اس جلے معنی دوسرے لفظ مثابۃ للناس کے ظاہر ہوئے اور ارزقی نے مجاہد سے روایت کی کہ حضرت موسیٰ نے خانہ کعبہ کا اس طرح قصد کیا کہ اوپر شتر سرخ کے سوار ہوئے اور روحاسے احرام باندھا اور دو گلیم قسطوانی پہنی ایک کا لنگ کیا اور دوسرے کو چادر اور طواف خانہ کعبہ کا کیا اور درمیان صفا

marfat.com

اور مردہ کے لبیک لبیک کہتے ہوئے دوڑتے تھے کہ ایک آواز غیب سے کان میں اُن کے پہنچی کہ لبیك عبدی انا معك یعنی حاضر ہوں میں اے میرے بندے تحقیق میں تیرے ساتھ ہوں حضرت موسٰی اس آواز سے بے اختیار زمین پر سجدہ کرتے ہوئے گرے اور ابن مردویہ اور اصبہانی ترغیب اور ترہیب میں اور دیلمی بروایت ابن جابر بن عبداللہؓ لائے ہیں کہ آں حضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جب دن قیامت کا ہوگا کعبہ کو فرشتے مانند عرش کے ساتھ زیب اور زینت کے آراستہ کرکے حشر گاہ میں لے جاویں گے اثنائے راہ میں میری قبر سے گذر ہوگا پس کعبہ بزبان فصیح کہیگا کہ السلام علیك یا محمد میں جواب میں کہوں گا وعلیك السلام یا بیت اللہ ساتھ تیرے اُمت میری نے کیا سلوک کیا اور تو ساتھ اُن کے کیا سلوک کرے گا کعبہ کہے گا کہ اے محمدؐ جو کوئی اُمت تیری سے واسطے زیارت میری کے آیا پس میں اُس کو کفایت کرتا ہوں اور شفیع اُس کا ہوں گا اُس کی طرف سے خاطر اپنی کو فارغ رکھو اور جو کہ زیارت واسطے میری کے نہیں پہنچا پس اُس کو کفایت کر اور شفیع اُس کا ہو بحث چہارم یہ ہے کہ لفظ واتخذوا میں دو قرأت متواتر ہیں نافع اور ابن عامر ساتھ فتح خا کے پڑھتے تھے اور معنی اُس کے ظاہر ہیں کہ عطف جعلنا پر ہے یعنی ہم نے خانہ کو مرجع خلائق اور جائے امن واسطے اُن کے کیا اور انھوں نے مقام ابراہیم سے نماز گاہ پکڑی تا کہ مطابق فرمان ہمارے کے بجالاویں اور دوسرے قراء کرساتھ کسرۂ خا کے پڑھتے ہیں اُس کو صیغہ امر کا جانتے ہیں عطف اس کا اوپر جملہ جعلنا کے خبریہ ہے انقبیل عطف انشاء سے اخبار پر ہوگا لہٰذا جمہور مفسرین کہتے ہیں کہ لفظ قلنا بعد واو عطف کے مقدر ہے یعنی وقلنا اتخذ وا من مقام ابراھیم تو عطف خبر کا خبر پر ہوا پھر تقدیر معنی اس آیت کے معمول بہ نہیں اس واسطے کہ نہ آدمی اُس سنگ پر نماز گذارتے ہیں اور نہ حکم شرع کا اُس پر آیا کہ اُس سنگ خاص کو نماز گاہ کرنا اور واسطے اسی اشکال کے مجاہد نے کہا ہے کہ مراد مقام ابراہیم سے تمام حرم ہے اور مصلّے سے جائے دُعا کہ معنی اصلی صلوٰۃ کے دُعا ہیں اور عطا نے کہا کہ مقام ابراہیم عرفات اور مزدلفہ اور منیٰ ہے اس واسطے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس موضع میں کھڑے ہوکر دُعا فرمائی ہے لیکن ان دونوں قولوں میں حمل لفظ مقام ابراہیم کا غیر متعارف پر ہے اور اُس سنگ کو ایک اختصاص ہے ظاہر ساتھ مقام ابراہیم ہونے کے اس واسطے کہ اس اعجاز روشن نے اُس سنگ میں ظہور کیا ہے اور یہ کہ حمل لفظ مصلّے کا معنی شرعی پر نہیں ہے اس

کہ استعمال صلوٰۃ کا دُعا میں نزدیک اہل شرع کے رائج نہیں گو لغت میں ہو اور حمل الفاظ قرآنیہ کا معانی شرعیہ پر کرنا چاہیئے نہ معانی لغویہ پر پس اولیٰ وہی ہے کہ تفسیر میں گزرا اور مراد یہ ہے کہ نماز طواف کو بطریق استحباب مؤکد متصل اُس سنگ کے ساتھ ادا کیا کرو وہ سنگ بجائے امام کے اور نماز گذار بمنزلہ مقتدی کے ہو نماز گذارے اور قریب مکان کو وہ مکان کہنا مجاز متعارف ہے قریب حقیقت کے پس ظاہر نزدیک یہ آیت معمول بہ ہے ہر چند اصل میں یہ نماز واجب ہے اور مذہب امام اعظمؒ کے اور نزدیک شافعیؒ کے دونوں میں ایک یہ کہ سنت ہے دوسرے فرض میں ہے لیکن گذارنا اس نماز کا ساتھ اس وضع کے کہ عقب اس سنگ کے ہو بالاجماع مستحب ہے ساتھ استحباب مؤکد کے حتی المقدور ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور جواز دحام خلق مانع ہو موضع دوسرے میں مسجد الحرام سے چاہیئے گذارے اور سنن ابن ماجہ اور دیگر کتب محدثین میں بروایت جابرؓ کے آیا لما وقف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم فتح مکۃ عند مقام ابراھیم قال لہ عمر یا رسول اللہ ھذا مقام ابراھیم الذی قال اللہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی قال نعم اور دیگر صحاح میں موجود ہے کہ ان النبی علیہ السلام رمل ثلث اشواط ومشٰی اربعۃ حتی اذا فرغ عمد الی مقام ابراھیم فصلی خلفہ رکعتین ثم قرأ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّی اور جمیع صحاح میں موجود ہے کہ نزول اس آیت کا موافقات حضرت عمرؓ سے ہے اور انھوں نے پیچ سنگ کے عرض کی تھی کہ نماز طواف کو عقب اُس کے مقرر فرمانا چاہیئے یہ حق میں تمام حرم یا عرفات وغیرہ کے اور بعضے ظریفوں شافعیہ سے سُنا گیا کہ کہتے تھے کہ عمل اس آیت پر نصیب ہمارے ہے جمیع خلائق سے کہ مصلّے ہمارا جانب مقام ابراہیم کے ہے اور مصلّے اہل ہدایت دوسروں کا جانب دوسرے ہیں حنفی نے جواب میں اس ظرافت اُس کی کے کہا کہ سمت قبلہ ہمارے کی موافق سمت قبلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہے اس واسطے کہ بالقطع ثابت ہے کہ قبلہ حضرت ابراہیمؑ کا اور جمیع بلدان شامی کا طرف میزاب کے ہے اور بیچ اُسی جانب کے مصلائے حنفی ہے لیکن وہ مقام کہ بالفعل مصلّے حنفی بیچ اُس جا کے ہے اصل میں مسجد الحرام سے خارج تھا اور دار الندوہ قریش کا تھا لیکن بعد زیادہ ہونے مسجد الحرام کے اُس جگہ نے بھی حکم مسجد الحرام کا پکڑا ہے بدلیل اس حدیث کے کہ آنحضرتؐ نے حق میں مسجد اپنی کے فرمائی ہے اور حکم مسجد الحرام کا وہی ہے وھو قولہ لو بنی مسجدی ھذا الٰی صنعاء لکان مسجدی بحث پنجم یہ کہ تقدیم طائفین سے عاکفین اور مصلین پر بعض مفسرین نے استنباط کیا ہے کہ مجاور مکہ کو طواف نماز سے بہتر ہے اخرج جندی وابن البخاری

marfat.com

عن جابر بن عبد اللہ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طاف بالبیت اسبوعا وصلی خلف مقام ابراھیم رکعتین وشرب من ماء زمزم غفر اللہ لہ ذنوبہ کلھا بالغۃ ما بلغت اور ازرقی نے عمرو بن شعیب سے بواسطہ ان کے والد اور دادا کے روایت کی کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت کوئی شخص بارادۂ حج اپنے گھر سے نکلتا ہے ایسا ہے کہ دریائے رحمت میں داخل ہو کر جاتا ہے اور جو مطاف میں داخل ہوا ایسا ہے کہ دریائے رحمت میں اُس نے غوطہ کھایا اور جس وقت طواف شروع کیا ہر قدم اُس کے میں دو خیر اُس کو حاصل ہوتی ہیں اور جس وقت قدم اُٹھاتا ہے پانسو نیکیاں واسطے اُس کے لکھتے ہیں اور جس وقت رکھتا ہے پانسو گناہ اُس سے دُور ہوتے ہیں اور جب طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم میں پہنچتا ہے اور دو رکعت طواف کے اُس جا گذارتا ہے ایسا ہوتا ہے کہ گویا شکم مادر سے امروز پیدا ہوا ہے کہ کوئی گناہ نہیں رکھتا اور فرشتہ مقابل آ کر اُس کو کہتا ہے کہ از سر نو عمل کر باقی عمر اپنی میں کہ عمر گذری ہوئی اپنی سے فارغ ہوا تو اور اُس کو مرتبہ شفاعت، ستر آدمیوں کا اقارب اُس کے سے دیتے ہیں بحث ششم کہ حرف عطف کہ واؤ ہے میان رکوع اور سجود کے کس واسطے حذف کیا حالانکہ سابق سے یہ کلام بطریق عطف کے ہے للطائفین والعاکفین کے جواب اُس کا ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ طواف اور اعتکاف ہر دو عمل جدا گانہ ہیں ایک دوسرے پر موقوف نہیں بخلاف رکوع اور سجود کے بدون انضمام باہمدیگر کے عبادت نہیں ہوتی ہے اور اعتبار میں نہیں آتی ہے بنا بر اُس کے کہ مجموع ان دونوں فعل کا ایک عمل ہوتا ہے کہ وہ نماز ہے پس توسیط عاطف کی درمیان دونوں کے مناسب نہ تھی بحث ہفتم یہ کہ اس جگہ میں اوپر محض رکوع اور سجود نماز کے اکتفا کیا اور سورۃ حج میں قیام کو بھی ذکر فرمایا ہے سبب اختلاف اس اسلوب کا کیا ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ حقیقت میں سبب اسکا کہ نماز غیر نماز سے امتیاز پیدا کرے یہی دو فعل ہیں رکوع اور سجود اور قیام اختصاص ساتھ نماز کے بلکہ ساتھ عبادت کے بھی نہیں رکھتا ہے اس واسطے کہ قیام اکثر اوقات بنا بر عبادت کے نہیں ہوتا ہے جیسا کہ قعود اور اضطجاع بخلاف رکوع اور سجود کے کہ بدون قصد تعظیم مفرد بلکہ قصد عبادت کے متحقق نہیں ہوتا ہے پس ذکر رکوع اور سجود کا گویا ذکر مابہ الامتیاز کا ہے اور ساتھ ذکر ان دونوں کے نماز کی حقیقت کی طرف اشارہ متحقق ہوا اور ذکر قیام چنداں درکار نہ رہا البتہ سورۃ حج میں مناسک

حج کا ذکر منظور ہے لہٰذا اشباع کلام اور استیفائے ارکان نماز بھی مناسب روش خطاب اُس جا کے ہے
اور بھی کہہ سکتے ہیں کہ خطاب سورۂ حج میں ساتھ مشرکین مکّہ کے ہے کہ اصلاً نماز سے آشنا نہ تھے
بدلیل ان الّذین کفروا ویصدون عن سبیل اللّٰہ والمسجد الحرام الخ پس ذکر قیام
اور رکوع اور سجود تمام اُس جا مناسب ہوا اس واسطے کہ یہ نہ واسطے خدا کے قیام کرتے تھے اور نہ رکوع
اور سجود اور خطاب بیچ اس جا کے ساتھ اہل کتاب کے ہے یعنی یہود اور نصاریٰ سے اور یہ نماز کو جانتے
تھے اور ارکان نماز میں سے اسی قیام کو بخوبی بے کم و کاست ادا کرتے تھے اور جو کوئی نماز میں خلل کرتا تھا
انھیں دو رکن میں یعنی رکوع اور سجود میں کرتا اس واسطے کہ رکوع کو اصلاً نہیں کرتے تھے اور سجود
اور پر وجہ مشروع کے ادا نہیں کرتے تھے پس ذکر قیام کا انکے لئے اصلاً درکار نہ تھا بحث ہشتم یہ ہے کہ اس
جا میں عاکفان کو بھی ہمراہ طائفین کے مذکور فرمایا ہے اور سورۂ حج میں عاکفان کو موقوف کیا اور
ذکر طائفین اور مصلین کے اکتفا کیا سبب اس اختلاف کا کیا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ سورۂ حج میں
تھوڑا سا پہلے اس لفظ کے مسجد الحرام کے حق میں گزرا ہے کہ جعلناہ للنّاس سواء العاکف فیہ
والباد اور اس جا میں ذکر عاکفون کا مکرر تھا بخلاف طائفوں کے اور نمازیوں کے کہ یہ ہر دو ابتداً
مذکور ہیں یہ کہ سورۂ حج میں اوّل سے مذکور تمام مسجد حرام کا ہے اور اعتکاف تعلق ساتھ تمام مسجد
کے رکھتا ہے عاکفین کو متصل ذکر مسجد کے لانا مناسب تھا اور ذکر طواف اور نماز کا کہ متعلق ساتھ
خانۂ کعبہ کے ہے باعتبار دوران اور استقبال کے متصل ذکر خانۂ کعبہ کے لانا معلوم ہوا اور
اس سورۃ میں سابق میں ذکر مسجد الحرام کا نہیں گذرا ہے بلکہ ذکر خانۂ کعبہ کا ہے کہ واذ جعلنا البیت
مثابۃ للنّاس پس ذکر عاکفین کا کہ ایک نوع تعلق ساتھ اُس خانہ کے رکھے اگرچہ وہ تعلق بعید ہے
ضروری ہوا البحث نہم یہ ہے کہ محققین نے کہا ہے کہ مقام حضرت آدم علیہ السلام کا مقام قلب تھا اور
احکام لطیفۂ قلب کے اُن پر غالب تھے اور بیت المعمور بمثال قلب کے ہے شخص اکبر میں اور اسی
واسطے موافق بعضی روایات کے آسمان چہارم میں جائے اُس کی ہے کہ وسط عالم کبیر کا ہے پس فرمایا
آدم کو واسطے طواف اُس بیت کے اور تیار کرنے اُس کے کے صورت دوران اُن کی کے اُوپر کامل کرنے
قلب کے تھی کہ اُس نے ساتھ اُس رنگ کے ظہور کیا اور عہد میں ادریس کے لطیفہ عقل کا بروئے کار
کے آیا اور احکام اُس کے غالب ہوئے اور عہد حضرت نوح علیہ السلام میں لطیفۂ روح نے استیلا

marfat.com

اور واسطے اُسی کے طواف بیت المعمور اور مناسک اس جناب کی دو طرف اختفا کے لائے اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر متوجہ اصلاح اس لطیفہ کے ہوتے اور احکام اُس کے کو غالب کیا عہد میں اُن کے احکام حج اور اقامت مناسک کے کہ تمام جوش محبت اور شوق اور دوسرے صفات قلبی سے نشان دیتے تھے ساتھ ظہور تمام کے جلوہ گر ہوتے اور رکن اسود کہ بمنزلہ دست شیخ کے ہے مصافحہ میں بیعت کے اور مقام ابراہیم صورت اتباع شیخ کی اور وہ ہر وقت وارث منصب ابراہیمی کا حق ہے حق میں مرید کے اور سیاہی رنگ رکن اسود کی دلیل اُس کی ہے کہ احکام بشریت کو شیخ میں دیکھ کر گریز نہ کرے اور بے اعتقاد نہ ہو بلکہ دست اُس کے کو دست خدا پہچانے اور دستگیر طریقت کا جانے اور جبکہ بنی اسرائیل راہ محبت اور شوق سے بے خبر تھے غیر راہ طمع اور خوف سے کوئی راہ دوسر نہیں جانتے تھے خوبی افعال حج کی نہیں سمجھتے تھے اور کنہ اُن افعال کی کو اُنھوں نے نہ پایا تھا جیسا کہ علماً امتحا نشرادر ارباب ظواہر کیفیت وجد اور شوق سے بے خبر رہتے ہیں اور اُس کا انکار کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے اُن کو اس امور سے آگاہ کیا اور فرمایا کہ یہ امور ملت ابراہیمی کے اندر داخل تھے نہ کہ از تبیل بدعات مشرکین اگر یہ پیغمبر اور اُمت اس کی احیا اس سنت سنیہ ابراہیم علیہ السلام کا کریں کیا جائے اعتراض ہے اور کیا محل انکار ہے اور اگر تعظیم اس خانہ کی اور طواف اُس کا اور اعتکاف نزدیک اُس کے اور نماز طرف اُس کے اصل میں ملت ابراہیمی میں داخل نہ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام بعد بنا اس خانہ کے کس واسطے بار بار القائے اس خانہ اور حرمت اُس کی کے دعائیں کرتے تھے وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ یعنی اور یاد کرو اس وقت کو کہ کہا ابراہیم نے جس وقت کہ واسطے بنا کرنے خانہ کعبہ کے مامور ہوتے اور عزم مصمم اُوپر اُس کے کیا رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا یعنی اے پروردگار میرے کر اس صحرائے لق و دق کو کہ زیادہ چند خانہ دار سے اس جا میں سکونت کسی کی نہ تھی بَلَدًا یعنی شہر آباد تا کہ فائدہ بنائے اس خانہ کا حاصل ہو اس واسطے کہ جب حوالی اُس کے میں کوئی شہر آباد نہ ہو طواف اس خانہ کا کون کریں اور اعتکاف کون بجا لاوے اور نماز کون گذارے اٰمِنًا یعنی با امن اس واسطے کہ جس وقت دردا اور آفتیں شہر میں ہو دیں ویران ہو جاوے اور بباعث خوف کے قافلے بھی دُور دُور سے نہ آ سکیں موجب ویرانی اُس کی کا ہوتا ہے پس معنی مثابۃ للناس کے کیونکر متحقق ہوں گے اور یہ کہ یہ صحرا قابل پیدا ہونے گیاہ کا نہیں ہے تا کہ مواشی اُس جا زندگانی کر سکیں اور نہ قابل زراعت کے ہے

marfat.com

بسبب خشکی اور سنگ لاخی کے تاکہ آدمی اس جا میں ساتھ معاش کے بسر لے جاویں پس اس مکان میں امن وافر چاہیئے تاکہ تجار ہر طرف سے حبوب اور غلات اور امتعہ اور اقمشہ کو لاویں اور کار معیشت سکان اس جا پر فراخ ہو اور حق تعالیٰ نے اس دُعا حضرت ابراہیمؑ کو ساتھ اُس کے مستجاب فرمایا کہ کوئی ظالم بسبب آزار اوپر اس مکان کے دستیاب نہ ہو جس کسی نے ظالموں سے قصد اس مکان کا کیا فی الفور ہلاک ہوا جیسا کہ قصہ میں اصحاب فیل کے واقع ہوا اور جو کوئی کہے کہ حجاج ثقفی نے کو ظلم اور ستم اور خون ناحق میں ضرب المثل ہے کیونکر اُس شہر پر قبضہ پایا اور اُس عہد میں اُس وقت عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کیا اور قتل کیا کہتے ہیں ہم کہ غرض حجاج کی تخریب اس شہر اور ایذائے ساکنان اُس جا کے نہ تھی لہٰذا ساتھ آدمیوں اُس شہر کے تعرض نہ کیا وہ ظلم اور ستم کہ اُس سے واقع ہوا ابن زبیر اور اُس کے رفیقوں پر واقع ہوا اور جو کچھ عمارت سے اُس خانہ معظمہ کی اُس صدمہ میں شکست و ریخت پائی تھی ساتھ مرمت اور اصلاح اُس کی کے کوشش کی اور لباس کعبہ اور زیب و زینت اُس کی بہ نسبت سابق کے زیادہ کی بالجملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واسطے بقائے رسم حج کے آبادی اس شہر کی چاہی اور واسطے آبادی کے امن اُس واسطے کہ در صورت بے امنی اور ویرانی شہر کے کم ہونا و قعت کا ہے دینی واسطے بقائے آبادی کے دُعا دوسری فرمائی وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ یعنی اور روزی دے ساکنان اس شہر کو میووں گوناگوں اقلیم مختلف سے تو بسبب شوق میوہ کھانے کے اس جنگل خشک سے آوارہ ہو کر طرف ولایت میوہ دار کے نہ جاویں اور اس دُعا کو ان کی حق تعالیٰ نے ساتھ اس صورت کے اجابت فرمایا کہ شہر طائف کو حضرت جبرئیل علیہ السلام زمین فلسطین اور شام سے پروں پر اپنے اُٹھا لائے اور اوّل اُس کو گرد اگرد خانہ کعبہ کے سات بار طواف کرایا اس واسطے مسمی بطائف ہوا بعد اُس کے بمسافت سہ روزہ راہ کے مکہ سے بالائے کوہ رکھا اور آب و ہوا اسکی کو اُوپر اصل وضع اپنی کے باقی رکھا اور یہ قصہ عجائبوں قدرت الٰہی سے ہے اس واسطے کہ مکہ معظمہ میں ایام تابستان میں ساتھ چلنے ہوا گرم اور سوزش سنگ ہائے کوہستان کے ایک حالت سخت معلوم ہوتی ہے جو اُس جا سے کوہ پر طائف کے آتے ہیں بعینہٖ ہوا اُس جا کی ہوائے ولایت سردسیر کی کھوتی ہے اور مویز طائف کی بے دانہ اور دوسرے میوے ولایت سردسیر کے بہت موجود رہتے ہیں علاوہ اس طریق دوسرا واسطے استجابت اس دُعا کے یہ ہوا کہ قلوب رومیوں کو کشش عظیم طرف اُس شہر اور سکان اُس شہر کے

پیدا کی، تو ہر طرف سے سبب ارزانی غلات اور فواکہ و ثمار کھینچ کر لاتے اور پہنچاتے ہیں مصر سے ہند سے سندھ سے اور فارس اور بصرہ سے جہاز کے جہاز بھر کر آتے ہیں اور خالی جاتے ہیں اس واسطے اس شہر میں نفائس ہر ملک کے پائے جاتے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ نے وقت اس دعا کرنے کے یاد فرمایا کہ میں نے واسطے اولاد اپنی کے طلب امامت کی کی تھی اور حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ظالموں کو تیری اولاد سے امامت نہ پہنچے گی ناچار طلب رزق میں موافقت اسی کی فرما کر تخصیص اور تقیید چاہیئے کرنی اس واسطے کہا کہ میں خاص کرتا ہوں طلب رزق میں مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی اس کسی کو کہ ایمان لایا ہے اہل اس شہر سے خدا پر اور آخرت پر تاکہ غیر ان سے اس شہر میں بسبب بے معاشی کے سکونت نہ کریں اور کوئی کافر اس شہر میں اقامت نہ کر سکے تاکہ یہ شہر آلودگی کفر اور بت پرستی سے خالی ہو قَالَ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ روزی کو امامت پہ قیاس مت کر اس واسطے کہ امامت نیابت نبوت کی ہے پس چاہیئے کہ صاحب اس کا ظالم اور ستمگار نہ ہو اور روزی قبیل پرورش الٰہی سے ہے اور وہ رب العالمین ہے مومن اور کافر اور ظالم اور عادل اور صالح اور فاسق کو پرورش کرتا ہے البتہ رزق آدمیوں ایمان دار کا دنیا میں موصول ساتھ رزق آخرت کے ہے پس گویا ابتدائے تولد اپنے سے ابدالابدین تک مرزوق ہیں وَمَنْ كَفَرَ یعنی جو کہ کافر ہوا اس کو مومن سے حصول رزق دنیاوی میں امتیاز نہیں دیتا ہوں میں بلکہ وجہ امتیاز اس کے کی وہ ہے کہ رزق اس کا مدت العمر ہے فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا یعنی پس بہرہ مند کرتا ہوں میں اس کو مال اندک سے گو رزق بہت اور نعمت بے شمار دی جاوے لیکن یہ تمام اس کی زندگی تک ہے ثُمَّ اَضْطَرُّهٗ یعنی پھر اس کو بے چارہ کر کے لیجاؤں گا میں اِلٰى عَذَابِ النَّارِ یعنی طرف عذاب آتش کے کہ ابتدا اس کی مفارقت روح کی بدن سے ہوتی ہے اور انتہا اس کی ابد ہے کہ نہایت نہ رکھے اور بسبب اس کے کہ مجاور خانہ کعبہ کا تھا اور اس شہر میں رہتا تھا کچھ تخفیف عذاب سے اس کو حاصل نہ ہوگی بلکہ نسبت دوسروں کے عذاب اس کو مضاعف ہوگا اس واسطے کہ قرب میں میرے گھر کے الحاد اختیار کیا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ یعنی بد جائے بازگشت ہے دوزخ اس واسطے کہ دنیا میں جو کوئی مکان بہ نسبت مکان دوسرے کے ایک جہت سے بد ہوتا ہے دوسری جہت سے خوب بھی ہوتا ہے اور وہ مکان ہر جہت سے بد ہے ساتھ کسی وجہ کے خوبی نہیں رکھتا اور باقی رہے اس جا میں فائدے چند کہ اطلاع ان فائدوں پر ضروری ہے اول یہ کہ بیچ بیان ان

قصوں کے ترتیب زمانی مرعی نہیں اس واسطے کہ بحسب زمان اول بنائے کعبہ تھی بعد اُس کے یہ دُعا بعد اُس کے کردینا خانۂ کعبہ کو مرجع خلائق پس کیا نکتہ ہے کہ اس ترتیب کو معکوس فرمایا ہے جواب اسکا وہ ہے کہ اولاً بطریق اجمال واذ ابتلیٰ ابراھیم میں اشارہ ساتھ اس قصہ کے فرمایا ہے بعد اُس کے تفصیل اُس کی شروع کی اوّل ذکر امامت حضرت ابراہیمؑ کا لائے زیرا کہ دینا اس منصب کا جہت شرافتوں سے اوپر تمام نعمتوں کے مقدم ہے بعد اُس کے مذکور ہے مرجعیت خانہ کعبہ اور امین ہونا اُس شہر کا اس واسطے کہ مقصود بنائے کعبہ سے یہی تھا اور مقصد کو اوپر وسیلوں کے تقدم ہے بعد اس کے بیان فرمایا کہ امین ہونا اس شہر کا محض بسبب دُعا حضرت ابراہیمؑ کے ہے اور وہ بالیقین مقبول ہوئی پس دُعا دوسری کہ وقت بنا اس خانہ کی تھی وہ بھی متبرک ہوئی اور ضمن میں اُس دُعا کے بعثت حضرت خاتم المرسلینؐ کی بھی تھی پس ساتھ اس ترتیب کے شاہد مقصود کا ساتھ احسن وجوہ کے جلوہ گر ہوا فائدہ دوسرا یہ ہے کہ اس سورت میں بلداً آمنا واقع ہوا اور سورۃ ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ھذا البلد آمنا تفادت ان دو عبارت کا کسواسطے ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ دُعا کہ اس سورۃ میں ہے قبل اُس کے تھی کہ وہ مکان آباد ہو کر صورت شہر کی پیدا کرے پس گویا ولیا عرض کیا کہ بار خدایا اس صحرائے بے گیاہ کو اوّل شہر کر دے پھر شہر با امن اور وہ دُعا کہ بیچ سورۃ ابراہیم کے ہے بعد آبادی شہر کے تھی پس گویا ایسی دُعا کی کہ بار خدایا اس شہر آباد کو حوادث سے مامون رکھ فائدہ تیسرا یہ ہے کہ اس دعا سے حضرت ابراہیمؑ کو معلوم ہوا کہ کاملین بعضے اوقات میں امور دُنیا کو مثل امن اور روزی اور کھلانے میووں مانند کو اُن چیزوں کو جو امور ہیں خدا سے چاہتے ہیں کہ یہ چیزیں باعث ازدیادِ فروغ دین اور رونق شریعت ہوتی ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ امن اور فراغ خاطر کا روزی سے بہت ہے اور جمعیت خاطروں کی طاعت میں ہے اور یہ کہ وہ شہر کہ خوف سے ایمن ہے اور روزی آدمیوں اُس جا کی واسع ہے بیشتر محل اجتماع خلائق کا ہوتا ہے اور آمد و رفت مردم کی ہر طرف سے ہوتی ہے پس درحقیقت یہ طلب دنیا نہیں بلکہ طلب دین ہے اور طلب دنیا واسطے دین کے منافی کمال کے نہیں ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح فائدہ چہارم یہ ہے کہ سابق سے ضمائر متکلم مع الغیر کی جعلنا اور عہدنا میں مستعمل ہوتی آئیں اور اس جا میں کس واسطے صیغہ متکلم واحد کا میں استعمال فرمایا جواب اسکا یہ ہے کہ درمیان اس تغیر اسلوب کے ایک نکتہ ہے دقیق

marfat.com

اور ایک اشارہ ہے باریک گویا ایسا فرماتے ہیں کہ بیچ دینے روزی کافرین اور فاجرین کے اور ایسے ہی عذاب دینے اُس کے کے بعد مرنے کے ، ہر چند بندگان صالح میرے فرشتوں سے اور انبیاؤں سے ساتھ میرے رفیق نہ ہوں اور روادار اُس کے نہ ہوں کہ میں تنہا ان دو کار کو کروں اور سر اُس کا یہ ہے کہ مخلوق ہر چند کہ ساتھ اعلائے کمال کے پہنچی ہو ملاحظہ جمیع وجوہ حکمت سے عاجز ہے اور حکم میں قوائے متجاوبہ کے مجبور اگر کسی کو بر سر تمرد اور عناد دیکھتا ہے چاہتا ہے کہ فی الفور ہلاک ہو اور فرصت ایک دم لینے کی نہ پاوے اور جو کسی کو شدت الم اور عذاب میں گرفتار دیکھتا ہے رقت کرتا ہے اور برم سابقہ اُس کے سے غافل ہو جاتا ہے اور ساتھ شفاعت اور سفارش اُس کی کے اُٹھتا ہے شان حکیم علی الاطلاق کی ہے اور بس کہ مراعات ہر وجہ کو دیوہوں حکمت سے بیچ وقت اپنے کے فرماتا ہے وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرَاهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ یعنی اور یاد کرو تم اُس وقت کو کہ بلند کرتا تھا ابراہیم ؑ دیواروں کو اُس خانے کی ساتھ ہاتھ اپنے کے اور حوالے اُس کے کار کو اُوپر کسی گل کار اور معمار کے نہیں کرتا تھا تاکہ اس اجر اور ثواب میں دوسرا شریک اُس کے نہ ہو وَاِسْمٰعِيْلُ یعنی اور اسمٰعیل بھی اس طرح مشغول تھے ساتھ بلند کرنے دیواروں کے ہمراہ ابراہیم علیہ السلام کے حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ بجائے گل کار کے مشغول ساتھ بنانے کعبہ معظمہ کے تھے اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام بجائے مزدور کے گلاوہ کرتے تھے اور پتھروں کو اٹھا کر لاتے تھے اور یہ دونوں بزرگ اُس وقت میں یہ دُعا کرتے تھے رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا یعنی اے پروردگار ہمارے ساتھ فضل اپنے کے قبول کر ہم سے اس محنت اور اس خدمت کو اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ یعنی تحقیق تو سُننے والا ہے دُعا ہماری کو الْعَلِيْمُ یعنی جاننے والا نیت ہماری کو اور فرق قبول اور تقبل میں یہ ہے کہ جو چیز لیاقت قبول کی رکھتی ہے اُس جا کہتے ہیں کہ اُس چیز کو قبول کر اگر وہ چیز ناقص ہوتی ہے اور قابل اس کے نہیں ہوتی کہ اُس کو قبول کرے یوں کہتے ہیں اس چیز کو تقبل کر بنا بر اس کے کہ تقبل عبارت تکلف قبول سے ہے اور تکلف قبول اُس جا ہوتا ہے کہ وہ چیز لیاقت قبول کی نہ رکھتی ہو لیس اس لفظ میں کمال ہضم نفس اور تواضع اور کوتاہ بینی عمل اپنے کی ہے گویا قابل اُس کے نہیں کہ مقبول ہو مگر یہ کہ راہ عنایت اور فضل اپنے سے اُس کو قبول کر لے تو اور مانند اس ہضم نفس اور تواضع کے آں حضرت سے بھی منقول ہے دار قطنی بروایت ابن عباس رضؓ کے لایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو افطار روزہ کا فرماتے تھے کہتے تھے اللّٰھم لک صمنا وعلی

marfat.com

رزقك افطرنا فتقبّل منّا انّك انت السّميع العليم باقی رہے اس جا فائدے چند اوّل یہ کہ اس لفظ سے کہ یرفع ابراهیم القواعد من البیت ہے اکثر مورخین نے ایسا استنباط کیا ہے کہ بنیاد خانہ کعبہ کی قبل زمانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے موجود تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُسی بنیاد پر دیواروں کو بلند کیا چنانچہ بیہقی نے شعب الایمان میں اور ازرقی نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت آدمؑ اوپر زمین کے پڑے اُن کو بسبب تنہائی کے وحشت عظیم بہم پہنچی اور یہ کہ زمین میں کوئی مکان اور سقف نہیں دیکھتے تھے عرض کی کہ بار خدایا میں زمین میں تنہا واقع ہوا ہوں کوئی نہیں کہ ہمراہ میرے تیری عبادت کرے اور یہ کہ بھی زمین میں کوئی مکان مسقف نہیں دیکھتا ہوں میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ عنقریب اولاد تیری سے آدمی بہت پیدا ہوں گے اور ساتھ تسبیح اور تقدیس میری کے مشغول ہوں اور خانے بنا کریں گے چاہیے کہ اوّل خانہ بنام میرے بنا کرے تو اور اُس کو مانند عرش اور بیت المعمور کے قبلہ اور طواف گاہ بنا دے تو من بعد واسطے اپنے اور واسطے اولاد اپنی کے گھر بنا کرے تو حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ بار خدایا اُس گھر کو کہاں بنا کروں میں فرمایا اس جا میں کہ خاک بدن تیری کی خمیر کی تھی ہم نے اور چالیس برس تک وہ خاک اُسی جا پڑی رہی اور تمام زمین کو اُسی جا سے پہن اور فراخ کیا ہے ہم نے حضرت آدمؑ نے عرض کیا کہ مجھ کو نشان اُس جا کا دینا چاہیے حضرت جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ ہمراہ آدمؑ کے جائے اور اس مکان کا نشان دے انھوں نے ایسا ہی کیا اور فرشتوں کو حکم کیا کہ تہ زمین سے بنیاد اُس خانہ کی پُر کرلادیں جب وہ بنیاد روئے زمین تک پہنچی بیت المعمور کو کہ آسمان میں طواف گاہ ملائکہ کا تھا نازل فرمایا اور اُوپر اسی بنیاد کے رکھا اور حضرت آدمؑ کو حکم ہوا کہ گرد اُس کے طواف کریں اور طرف اُس کے نماز گزاریں اور بنائے خانہ کعبہ کی ایام طوفان تک اوپر اسی طریق کے تھی اور وقت طوفان کے بیت المعمور اٹھا لیا گیا اور محاذی خانہ کعبہ کے آسمان ساتویں پر رکھا گیا اور فرشتے ساتھ طواف اور زیارت اُس کی کے مشغول ہیں چنانچہ حدیث معراج میں ذکر اُس کا آیا اور بعد طوفان کے مقام کعبہ میں ٹیلا رنگ سُرخ رنگ بلند زمین سے نمودار تھا اور وہ بنیاد حضرت آدمؑ کی زیر زمین برقرار تھی لیکن آدمی واسطے طلب حاجات اپنی کے اور دعائے مہمات اپنی کے اُسی مکان کا قصد کرتے تھے اور نذریں اور ہدایا لاتے تھے یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام واسطے بنائے کعبہ کے مامور ہوئے اور اُسی بنیاد پر دیواروں کو اُٹھایا اور واسطے تعین اُس مکان کے حضرت جبرئیل ایک ابر کو لائے ساتھ

marfat.com

سایہ اُس کے کے تشخیص اُس موضع کی کی اور قصہ بنائے حضرت ابراہیمؑ موافق اُس کے کہ حدیث میں آیا ہے یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آتشِ نمرود سے نجات پائی اور ایمان قوم اور پدر اپنے سے مایوس ہوئے ترک وطن کر کے سمت حراں کے نزدیک عم اپنے کے کہ ہاران نام رکھتے تھے پہنچے اور اُسنے دختر اپنی کو کہ حضرت سارہ نام رکھتی تھی ساتھ ان کے نکاح کر دیا اور اُن کو ساتھ استمالت اور دلجوئی کے پاس اپنے نگاہ رکھا غرض اُس کی یہ تھی کہ وہ ساتھ طمع مال و متاع دنیا اور زن و فرزند کے دین اپنے سے پھیریں جب حضرت ابراہیمؑ نے توحید پر اصرار کیا اور حضرت سارہ بھی ساتھ حضرت ابراہیمؑ کے متفق ہوئیں اور بُت پرستوں کے دین کا عیب کرنا پکڑا ہاران غصہ ہوا اور دونوں کو اثاث اور متاع اور لباس اور زیب و زینت سے برہنہ کر کے نکال دیا انھوں نے حضرت سارہ کو ہمراہ اپنے لیا اور حضرت سارہ نے ساتھ اُن کے عہد باندھا کہ میں ہرگز نافرمانی تمھاری نہ کروں گی بشرطیکہ تم بھی نافرمانی میری نہ کرو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس باب میں ساتھ اُن کے عہد کیا اور باہر آئے سوا حضرت لوط علیہ السلام کے کہ برادر زادہ اُن دونوں کے ہوتے تھے کوئی دوسرا ہمراہ نہ ہوا اوّل قصد مصر کا کیا اتفاقاً اُس جا ایک بادشاہ جبار سرکش کافر مسلط تھا اور عادت اسکی ایسی تھی کہ ہر زن خوش رُو کو مالک اُس کے سے غصب کرتا تھا اگر شوہر اُس کا ہوتا تھا اُس کو قتل کرتا تھا اور جو بھائی یا وارث اُس کے ہوتے تھے قتل نہیں کرتا تھا جب حضرت ابراہیمؑ اُس شہر میں داخل ہوئے اور یہ ماجرا سُنا ڈرے اس واسطے کہ حضرت سارہؑ حُسن و جمال میں عورتوں اس وقت کی سے ممتاز تھیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ حُسن کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دیا تھا نصف اُس کا حضرت یوسفؑ کا دیا ہے اور سُشم حصہ حضرت سارہؑ کو دیا اور باقی بیچ جمیع آدمیوں کے تقسیم ہوا القصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہؑ سے کہا کہ عادت بادشاہ اس جا کی یہ ہے تو جو پیادے واسطے لیجانے تمھارے کے آویں تم اظہار نہ کیجیو کہ میں شوہر تمھارا ہوں بلکہ کہو تم کہ میں برادر تمھارا ہوں سو واسطے کہ میں باعتبار دین و اسلام کے برادر تمھارا ہوتا ہوں اور حق تعالیٰ تم کو ہاتھ اس ظالم کے سے محفوظ رکھے گا اور ناموس کو ضائع نہ کرے گا ناگاہ آدمیوں نے اُس بادشاہ کے حسن و جمال حضرت سارہؑ کا سُن کر رُوبرو بادشاہ کے عرض کیا کہ اس شہر میں ایک عورت وارد ہوئی ہے کہ حُسن میں بے نظیر ہے اُس ظالم نے کہا کہ لاؤ تم اور جو شوہر رکھتی ہو اُس کو قتل کرو تم پیادے رُوبرو حضرت ابراہیمؑ کے آئے اور دریافت کیا کہ یہ عورت کہ ہمراہ تمھارے ہے

marfat.com

تمھارے ساتھ کیا علاقہ رکھتی ہے کہا کہ خواہر دینی میری ہے اُنھوں نے حضرت ابراہیمؑ کو چھوڑا اور حضرت سارہؓ کو بزور لے گئے جو حضرت ابراہیمؑ نے حال اس طریق پر دیکھا واسطے نماز کے کھڑے ہوئے اور مشغول بہ دُعا ہوتے اور جس وقت حضرت سارہؓ رُوبرو اس ظالم کے پہنچیں بمجرد دیکھنے کے فریفتہ حُسن و جمال اُن کا ہوا اور چاہا کہ بے ادبی کرے حضرت سارہؓ نے کہا کہ مجھ کو مہلت دے کہ ہنوز غبار راہ اوپر میرے لگا ہوا ہے شست وشو کروں میں اور رسم عبادت اپنی کی بجالاؤں بعد اُس کے تو جو چاہے کر اُس ظالم نے فرمایا کہ آفتابہ اور طشت لاویں اور اسی مکان میں شست وشو کرادیں حضرت سارہؓ نے وضو کیا اور واسطے نماز کے کھڑی ہوئی اور نماز کو دراز کیا اور مشغول بہ دُعا ہوئی اُس ظالم نے جو دیکھا کہ نماز سے فارغ نہیں ہوتیں چاہا کہ عین نماز میں اُوپر اُن کے دست درازی کرے اور مکان کو خلوت کیا جس وقت کہ ارادہ ہاتھ پہنچانے کا طرف اُن کے کیا دونوں ہاتھ اس کے بند ہوئے اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور نفس اُس کا بند ہوا اور کف دہن اُس سے رواں ہوا جو حضرت سارہؓ نے دیکھا کہ اس ظالم کو یہ حالت بہم پہنچی ڈریں کہ مبادا اس سبب آواز اُس کی کے چوکیدار خبردار ہو کر آویں اور مجھ کو ساتھ قتل اُس کے تہمت کریں اور مار ڈالیں جناب الٰہی میں دُعا کی کہ بار خدایا اس ظالم کو چھوڑ کہ عبرت گرفتہ ہے جو ساتھ افاقت کے آیا پھر وہی ارادہ کیا پھر ویسا ہی ہو گیا پھر ارادہ کیا پھر اسی قسم سے ہوا بعد تیسری بار کے کہا کہ اس عورت کو لے جاؤ کہ یہ آدمی نہیں جنیہ ہے یا ساحرہ ہے اور شہر میرے سے باہر کرو تم اُس کو ہمیں اسی قسم کی ایک عورت دوسری رکھتا ہوں کہ اُس کو قبطیوں سے طلب کیا تھا میں نے اور اُس پر بھی دستیاب نہ ہوا میں اُس زن کو ساتھ اس زن کے حوالہ کرو تم حضرت سارہؓ حضرت ہاجرہؓ کو لے آئیں اور حضرت ابراہیمؑ اُس وقت میں مشغول نماز تھے حضرت سارہؓ کو دیکھا سلام دیا پوچھا کہ مہیم یعنی کیا حال ہے حضرت سارہؓ نے کہا کہ خیر ہے حق تعالیٰ نے دست اُس ظالم کو کوتاہ کیا اور ایک خادمہ ساتھ ہمارے دی کہ نام اس کا ہاجرہ ہے حضرت ابراہیمؑ خوش ہوئے اور اُس جا سے بھی کوچ فرمایا زمین فلسطین میں کہ میان شام کے ہے اقامت قبول کی اور آدمیوں نے اُس جا کے آنے اُن کے کو غنیمت جانا زمین بہت نیاز کی کہ محصولات زمین کے اُن کے پاس پہنچتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کو اُس زمین میں فراخی بہت حاصل ہوئی اور غلام بہت خریدے اور کھیتی کرنے والے بہت آباد کئے اور مواشی بہت نگاہ رکھے اور رسم ضیافت اور لنگرخانہ کی برپا کی اور حضرت لوط علیہ السلام کو برسم رسالت طرف شہر

marfat.com

سدوم اور دوسرے شہروں اُس ضلع کے بھیجا اس درمیان میں حضرت سارہ علیہا السلام کو اشتیاق ولاد کا غلبہ ہوا حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا کہ ہاجرہ کو میں تم کو ہبہ کرتی ہوں شاید شکم اُس کے سے کوئی فرزند آوے تو ساتھ اس کے مشغول ہو دیں ہم حضرت ابراہیمؑ نے کہا کہ مزاج میں تمھارے غیرت ورشک غالب ہے مبادا اس خادمہ سے کوئی فرزند متولد ہوا اور یہ بات اوپر تمھارے گراں گذرے اور تم اُس پر ظلم اور ستم کرو حضرت سارہؑ نے اس مدعا پر اصرار کیا یہاں تک کہ شکم ہاجرہ علیہا السلام سے حضرت اسمٰعیل علی نبینا وعلیہ السلام متولد ہوئے اور کنار میں حضرت سارہؑ کے پرورش ہوتے تھے اور حضرت ہاجرہؑ اُن کو شیر دیتی تھیں لیکن حضرت ابراہیمؑ بخوف حضرت سارہؑ کے نظر نہیں کرتے تھے اور اجنبی کی مانند رہتے تھے ایک روز ساتھ حکم جبلت بشری کے مکان تنہا میں حضرت اسمٰعیلؑ کو کنار میں حضرت ہاجرہ کے دیکھ کر محبت پدری نے غلبہ کیا اور کنار میں اپنے لیکر چند بوسے انکے اوپر دیئے ناگاہ حضرت سارہؑ اس امر پر مطلع ہوئیں اور رشک نے اُن پر غلبہ کیا اور کہا کہ اسی وقت اس لڑکے کو اور اس کی ماں کو میرے گھر سے نکال کر اُس جنگل میں کہ آب اور سایہ اور گیاہ نہ رکھتا ہو چھوڑ آؤ تم حضرت ابراہیمؑ نے ہر چند سمجھایا کچھ پیش نہ گئی جناب الٰہی میں التجا کی حکم ہوا کہ موافق کہے ہوتے سارہؑ کے کرو تم حضرت ابراہیمؑ نے دونوں کو سوار کیا اور رواں ہوتے منزل بمنزل طے کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ اُس میدان میں کہ خانہ کعبہ بیچ اُس کے واقع ہے پہنچے حکم الٰہی پہنچا کہ ان دونوں کو اسی مکان میں چھوڑ جاؤ تم حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسمٰعیلؑ اور ماں اُن کی کو نزدیک خانہ کعبہ کے زیر تہ ایک درخت کے کہ مقام زمزم پر تھا چھوڑا اور اُس وقت میں بیچ زمین مکہ کے کوئی متنفس نہ تھا اور نہ آب موجود تھا حضرت ابراہیمؑ ایک انبان پُر خرما اور چند کاک نان اور ایک مشک پُر آب نزدیک مادر حضرت اسمٰعیلؑ کے چھوڑ گئے اور فرمایا کہ اس لڑکے کو شیر دے اور اسی مقام میں رہ بعد اُس کے حضرت ابراہیمؑ پھرے مادر حضرت اسمٰعیلؑ عقب اُن کے جاتی تھی اور کہتی تھی کہ مجھ کو کہاں چھوڑے جاتے ہو تم اس صحرا میں نہ آب ہے نہ گیاہ ہے نہ انیس نہ مکان سایہ دار حضرت ابراہیمؑ پشت دیئے ہوئے جاتے تھے اور طرف سخن اُس کے کے ملتفت نہیں ہوتے تھے آخر مادر حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ آیا تم کو ساتھ اس کام کے کہ کیا تم نے خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے حضرت ابراہیمؑ نے اس قدر فرمایا کہ ہاں مادر حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ بس مجھ کو پروا کسی چیز کی نہیں وہ خدائے تعالیٰ مجھ کو ضائع نہ کرے گا فراغ خاطر کے ساتھ پھر کر نزدیک پسر اپنے کے آئی

اور شیر دینا شروع کیا حضرت ابراہیم جب پشتہ کوہ سے گذر گئے اور جانا کہ اب مجھ کو حضرت ہاجرہ نہیں دیکھتی متوجہ سمت کعبہ کے ہوئے ہاتھ اپنے بلند کئے اور یہ چند دعائیہ کلمات جناب الٰہی میں عرض کئے ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتك المحرم تا یشکرون اور حضرت ہاجرہ اُس وقت تک کہ پانی مشک میں موجود اور خرما اور نان باقی تھے پیتی تھی اور کھاتی تھی اور لڑکے اپنے کو شیر دیتی تھی اور پانی پلاتی تھی جب پانی تمام ہوا تشنگی ان پر غالب آئی اور اُن کے لڑکے پر بھی یہاں تک کہ اپنے ایکو زمین پر پٹکتی تھی اور پیچ و تاب کھاتی تھی یہ حالت ان پر دشوار گذری اور اُٹھی طرف کوہ صفا کے کہ نزدیک تر ساتھ اُس مقام کے تھا متوجہ ہوئیں اور اس کوہ پر چڑھیں کہ دیکھیں کہ جو کسی جگہ آدمی یا کوئی جانور نظر انکی میں آوے سُراغ پانی کا اُس سے ڈھونڈھیں لیکن اُس کوہ پر اس قدر بالا گئیں کہ طفل نظر سے غائب نہ ہوا ہر چند چپ و راست دیکھا اور نظر ڈالی کچھ نظر نہیں آیا مایوس ہو کر اس کوہ سے اُتر آئیں اور طرف مروہ کے متوجہ ہوئیں اور درمیان میدان کے اُن کی خاطر میں گذرا کہ مبادا اُس وقت میں کہ پسر سے غائب ہوں درندہ آوے اور میرے لڑکے کو لے جاوے بسبب اس خیال کے نشیب اُس میدان میں کہ اس کو بطن وادی کہتے ہیں دوڑنا شروع کیا اور دامن اپنا اُٹھا کر دوڑ سخت کی یہاں تک کہ نشیب میدان سے زمین ہموار پر آئیں دوڑنا موقوف کیا اس واسطے کہ مکان پسر اُن کے کا اُس زمین سے چنداں مستور نہ تھا اور جب متصل مروہ کے پہنچیں اُسی قدر بالائے اُس کوہ کے بھی آ کر چپ و راست نظر ڈالی کسی چیز کو نہ دیکھا پھر طرف صفا کے متوجہ ہوئیں اور بیچ نشیب میدان کے دوڑیں اور زمین ہموار میں آہستہ جا کر بالا گئیں اسی قسم سے سات بار اُن کو صفا سے مروہ اور مروہ سے صفا کی طرف اتفاق آمد و شد کا پڑا حضرت ابن عباسؓ درمیان روایت اس قصہ کے آں حضرت سے نقل کرتے تھے کہ سعی درمیان صفا اور مروہ کے اسی واسطے مقرر ہے تا آدمی حالت بیکسی اور بیچارگی اُن کی کو اور فریادرسی حضرت حق عز و علا کو یاد کریں اور آپ کو بصورت بے چارگی اور بے کسی حضور میں اُس تعالیٰ کے پیش کریں تا کہ مورد رحمت اُس تعالیٰ کے ہوں القصہ جو آخر بار مروہ پہنچی ایک آواز اُن کے کان میں پہنچی اپنے ایکو خطاب کر کے کہا صہ یعنی اندیشہ سے باز رہ اور طرف آواز کے گوش رکھ بعد اس کے پھر وہی آواز سُنی کہا کہ آواز کے سنانیوالے کاش نزدیک تیرے چارۂ کار ہمارے کا ہو اتنا یہ کہا اور دوڑتی ہوئی نزدیک پسر اپنے کے آئی دیکھا کہ فرشتہ نزدیک موضع زم زم کے پَر اپنے کو یا پاشنہ اپنے کو مارتا ہے اور آب

marfat.com

مین سے جاری ہے انھوں نے اُس آب جاری کو چاہا کر ایک حوض میں جمع کریں خاک سے تودہ تودہ
انی تھیں اور گرداگرد پانی کے مانند حوض کے بناتی تھیں اور مشک اپنی کو اُس آب سے پُر کرتی تھیں اور
رتی تھیں کہ مبادا کہ یہ آب تمام ہو اور ہم تشنہ رہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد اس ذکر کے فرماتے
ھے کہ خدائے تعالیٰ بخشے مادر اسمٰعیلؑ کو اگر جلدی نہ کرتی اور اس پانی کو بطور اپنے مخلّٰی بالطبع چھوڑتی
م زم چشمہ جاری ہو جاتا القصہ اُس پانی کو آپ بھی پیتی تھی اور پسر اپنے کو بھی پلاتی تھی اور اس فرشتہ
نے ان کو تسلی اور تشفی دے کر کہا کہ تم نہ ڈرو کہ حق تعالیٰ تم کو اس مکان میں ضائع نہ کرے گا اس واسطے
کہ اس مکان میں خانہ خدا ہے کہ اُس کو یہ طفل جوان ہو کر ہمراہ باپ اپنے کے بنا کرے گا حق تعالیٰ ساکنان
س مکان کو کسی وقت ضائع نہ کرے گا اور اُس وقت میں موضع کعبہ کا زمین سے بلند اور ممتاز مانند
یلے کے نمودار تھا اور سیل آتا تھا چپ و راست اُس کے سے گذر جاتا تھا مادر حضرت اسمٰعیلؑ اور
حضرت اسمٰعیلؑ اُس جا تنہا گزارتے تھے اتفاقاً ایک جماعت قوم جرہم کی نواح یمن سے کسی طرح
وارہ دشت غربت کی ہو کر اس نواح میں پہنچی اور جانب کدا سے عبور کر کے پائیں مکہ میں فروکش
وتی تھی اور دیکھتی تھی کہ مرغ بہت محاذی کعبہ کے اُڑتے ہیں باہم گفتگو کی کہ مُرغ اُس جا رہتے
یں کہ آبادی اور پانی ہو اور ہم ہمیشہ اس سفر میں اس مکان سے گذرے ہیں کسی وقت اس جگہ
یں پانی کا نشان نہیں دیکھا ہم نے ایک پیک واسطے تحقیق اس امر کے بھیجا پیک دیکھ گیا کہ اس
کان میں ایک پانی نے غیب سے جوشش کیا اور ایک عورت اور بچہ اُس کا حوالی اُس پانی کے سکونت
رکھتے ہیں جماعت مذکور نے اس قصہ کو سُن کر بیچ سکونت اُس مکان کے رغبت کی اور نزدیک
مادر اسمٰعیلؑ کے آئی اور اُن سے اجازت سکونت کی اس مکان میں چاہی مادر حضرت اسمٰعیلؑ
کی بھی مجاورت اُن کی میں راغب ہوئیں اور چاہا کہ اس تنہائی میں کوئی انیس بہم پہنچے ان کو اجازت
سکونت دی لیکن اس شرط پر کہ کوئی حق پانی میں نہ رکھتا ہو انھوں نے اس شرط کو قبول کر کے سکونت
اس مکان کی اختیار کی اور اہالی اور موالی اپنے کو بھی طلب کر کے چند خانہ دار آباد ہوئے اور حضرت
سمٰعیلؑ نے اُن سے زبان عربی سیکھی نہایت ذکی اور قابل اور تیز فہم جوان ہوئے یہاں تک کہ سردار
س جماعت جرہم نے اپنی دختر کا نکاح کمال آرزو سے اُن کے ساتھ کیا اس درمیان میں مادر حضرت
سمٰعیلؑ نے وفات کی اتفاقاً جب حضرت اسمٰعیلؑ چودہ سال کے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے حضرت

marfat.com

سارہؓ کے شکم سے بھی ایک فرزند پیدا ہوا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں اور حضرت سارہؓ پرورش میں اُس فرزند کے مشغول ہوئیں اور فی الجملہ رشک ان کا کم ہوا حضرت ابراہیمؑ نے اُن سے اجازت چاہی کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دیکھ آویں انھوں نے اجازت دی لیکن ساتھ اس شرط کے گھوڑے سے نہ اُتریں اور گھر اسمٰعیلؑ کے میں شب باش نہ ہوں اور توقف زائد نہ کریں حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتھ ایسی شرط کے روانہ ہوئے جو اس مقام میں پہنچے تفحص کیا معلوم ہوا کہ وہ پسر جوان ہوا خانہ دار ہوا ہے اور مادر اُس کی نے وفات کی خانہ اسمٰعیلؑ کا تلاش کیا دروازہ پر اُن کے آئے اتفاقاً حضرت اسمٰعیلؑ اُس وقت واسطے شکار کے طرف جنگل کے گئے تھے اور معیشت اُن کی یہی تھی کہ ساتھ تیر و کمان کے جانوروں حلال کو شکار کر کے لاتے تھے اور آب زم زم میں پکا کر کھاتے تھے اور حق تعالیٰ اُن کو اوپر اسی قدر کے قناعت دیتا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ نے جو اسمٰعیلؑ کو نہ دیکھا اُن کی بی بی کو دروازہ پر طلب کیا اور دریافت فرمایا کہ تیرا شوہر کہاں گیا ہے اور کب آئے گا اُس نے کہا کہ جنگل کی طرف گیا ہے واسطے تلاش معاش کے وہ شام تک آئے گا حضرت ابراہیمؑ نے اندیشہ کیا کہ جو میں شام تک یہاں توقف کروں گا حضرت اسمٰعیلؑ البتہ مجھ کو نہ چھوڑیں گے اور اُن کے گھر شب باش ہوں گا میں پس خلاف شرط اور وعدہ کا لازم آوے گا اور مدعا احوال پرسی سے ہے بہتر یہ ہے کہ ان کی عورت سے احوال دریافت کر کے مراجعت کروں اوپر دروازے کے گھوڑے پر سوار ہوئے ان کی عورت سے پرسشِ احوال کی شروع کی یہاں تک کہ گذران اور معیشت اُن کی سے دریافت کیا اس عورت نے کہا کہ حال معاش ہماری کا بہت تباہ اور خراب ہے اور ساتھ کمال تنگی اور مشقت کے گذران کرتے ہیں ہم اور شکایت بہت کی حضرت ابراہیمؑ نے اس کو سُن کر فرمایا جو شوہر تمھارا آوے میری طرف سے سلام کہو اور کہو کہ چوب سرِدل دروازہ اپنے کو تبدیل کرے کہ یہ سرِدل لائق اُس کے نہیں یہ فرمایا اور مراجعت کی شام کے وقت کہ حضرت اسمٰعیلؑ آئے کچھ نور اور برکات نبوت کے اُن کو محسوس ہوتے تھے اپنی عورت سے دریافت کیا کہ کوئی یہاں آیا تھا کہا کہ البتہ ایک پیر مرد سوار کہ شکل اُس کی ایسی تھی اور رنگ اُس کا ایسا تھا اُس دروازہ پر کھڑا ہوا مجھ کو طلب کیا اور احوال سے تمھارے پُرساں ہوا انھوں نے اپنے دل میں جانا کہ یہ پیر مرد حضرت ابراہیمؑ تھے اس واسطے کہ مادر اپنی سے حلیہ اور شمائل ان کے سُنے تھے القصہ حضرت اسمٰعیلؑ کی بی بی نے تمام

marfat.com

ماجرا بیان کیا اور کہا کر مجھ سے حال وجہ معیشت ہماری کا دریافت کیا تھا مینے کہا کہ ہم کمال تنگی اور فقر و فاقہ میں گرفتار ہیں حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ پھر وہ پیر کیا فرما گئے عورت نے کہا کہ یہ ہی فرما گئے ہیں کہ شوہر اپنے کو میری طرف سے سلام کہو اور کہو کہ سر دل خانہ اپنے کو تبدیل کرے حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ وہ پیر مرد پدر میرا تھا مجھ کو فرما گیا کہ تجھ کو جدا اپنے سے کروں میں جا اپنے باپ کے گھر رہ ساتھ میرے سروکار مت رکھ جو حضرت اسماعیلؑ نے اُس عورت کو جُدا کیا دُوسرے نے فرقہ جرہم سے دختر اپنی کا نکاح کر دیا اور گھر میں اُن کے وہ دختر کتخدائی کرتی تھی یہاں تک کہ بعد ایک مدت دراز کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہؓ سے پھر اجازت دیکھنے حضرت اسمٰعیلؑ کے چاہی اور کہا کہ میں نے بار اول اسمٰعیلؑ کو نہیں دیکھا خاطر میری نے تسلی نہیں پائی حضرت سارہؓ نے ساتھ اُسی شرط کے اجازت دی حضرت ابراہیمؑ پھر واسطے دیکھنے حضرت اسمٰعیلؑ کے روانہ ہوئے جب اُن کے گھر پہنچے اُن کو نہ پایا دریافت کیا کہ اسمٰعیلؑ کہاں ہے عورت جدید اُن کی نے بر سر دروازہ آن کر کہا کہ مرحبا اے حضرت آؤ تم اور فروکش ہو تم اور فرماؤ تم کہ میں سر مبارک کو دھوؤں کہ غبار راہ سے بہت گرد آلودہ ہے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھ کو حکم اترنے کا نہیں ہے وہ عورت ایک سنگ کلاں لائی متصل رکاب اُن کی کے رکھا اور اُس سنگ پر کھڑی ہوئی اور حضرت ابراہیمؑ نے پاؤں اپنا اُس سنگ پر ٹھیرا کر سر اپنا خم کیا اُس عورت نے سر اُن کے کو خوب دھو کر پاک کیا اور شانہ کیا اور حضرت ابراہیمؑ اس درمیان میں اس عورت سے احوال پُرسی حضرت اسمٰعیلؑ کی و سوال فرماتے تھے اور وہ شکر گزاری اخلاق اور اوضاع اُسکے کی کرتی تھی یہاں تک کہ حرف معیشت اور گذران کا درمیان آیا اُس زن نے بہت شکر حق تعالیٰ کا کیا اور کہا کہ الحمد للہ ہم کمال رفاہیت اور فراخی معیشت میں گذران کرتے ہیں ہم کو حق تعالیٰ نے محتاج کسی مخلوق کا نہیں کیا ہے حضرت اسمٰعیلؑ شکار صحرا سے گوشت لاتے ہیں اور آب زم زم نزدیک ہمارے موجود ہے اُس گوشت اور اس پانی سے معیشت ہماری بخوبی گزرتی ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق میں اُس کے دُعا فرمائی کہ حق تعالیٰ تمہارے گوشت اور پانی میں برکت عطا فرمائے حدیث شریف میں ہے کہ خاصیت اُن کی دُعا کی یہ ہوئی کہ جو شخص مکہ معظمہ میں گوشت اور پانی پر اکتفا کرے اُس کو حاجت طرف حبوب اور غلوں کے نہ رہے اور قوت اس کی برقرار رہتی ہے اور شہروں میں یہ خاصیت نہیں ہے القصہ حضرت ابراہیمؑ نے پھر بسبب خوف شب باشی کے توقف زائد نہ فرما کر قصد مراجعت کا کیا اور عورت

marfat.com

کو کہا کہ جو شوہر تیرا آوے اس کو میری طرف سے سلام پہنچا اور کہہ کہ یہ سرول دروازہ تیرے کی بہت خوب واقع ہوئی اس کو غنیمت جان اور بخوبی نگاہ رکھ حضرت اسمٰعیلؑ کہ وقت شام کے آتے تھے آپہنچے ان کو انوار اور برکتیں معلوم ہوئیں اپنی عورت سے دریافت کیا کہ آج کوئی یہاں آیا تھا اُن کی عورت نے کہا کہ البتہ ایک پیر مرد ایسا اور ایسا آیا تھا میں نے اس کا سر دھویا اور تواضع اُس کی کی لیکن وہ پشت اسپ سے نیچے نہ آئے اور کہا کہ مجھ کو حکم اُترنے کا نہیں اور احوال ہمارے اور معیشت ہماری کے بہت سے دریافت کئے اور واسطے ہمارے دُعائے خیر کر کے تشریف لے گئے حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ اور کیا فرما گئے عورت نے کہا کہ یہ فرمایا کہ شوہر اپنے کو سلام پہنچا میرا اور کہہ کہ سرول دردازہ اپنے کو غنیمت جان کر بخوبی نگاہ رکھ حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ وہ پیر مرد پدر میرے حضرت ابراہیمؑ تھے اور تیرے حق میں سفارش کر گئے سرول دروازہ خانہ میرے کے تو ہی لائق ہے کہ تجھ کو ساتھ نیک سلوک کے نگاہ رکھوں میں جب اس ماجرا پر ایک مدت دراز گذری پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اشتیاق دیکھنے حضرت اسمٰعیلؑ کا غالب ہوا حضرت سارہؑ کو کہا کہ میں دوبارہ دیکھنے اسمٰعیلؑ کے گیا اور اُن کو نہ دیکھا اگر اجازت دو تم اُس کو دیکھوں میں اور چند روز اس کے پاس رہوں میں کہ تسلی خاطر میری ہو حضرت سارہ نے بخوشی اجازت دی اور حضرت ابراہیمؑ روانہ ہو کر پہنچے اور دیکھا کہ حضرت اسماعیلؑ نیچے ایک درخت کے کہ متصل زم زم کے تھا بیٹھے ہوئے تیروں کو درست کرتے تھے بمجرد دیکھنے کے حضرت اسمٰعیلؑ نے حضرت ابراہیم کو پہچانا اور بے اختیار اُٹھے اور باہم معانقہ فرمایا جو کچھ پسر سعادت مند کو ساتھ پدر بزرگوار عالی مقدار اپنے کے کرنا چاہئے تھا کیا معمر بن راشد مِنی ذکر اس قصہ کے میں کہتے تھے سمعت رجلا یذکر انہما بکیا حین التقیا حتی اجابہما الطیر یعنی ان دونوں نے جو باہم ملاقات کی اس قدر روئے اور آواز اُنکی اسقدر بلند ہوئی کہ پرندوں نے بیچ ہوا کے گریہ اور فغان شروع کی اور بعد ملاقات کے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس مکان میں خانہ واسطے خدا کے بنا کروں میں اور یہ کام اپنے ہاتھ سے کروں گا میں جو تو میری مدد کرے تو بہتر ہو کہ کارکرنا تیرا گویا کارکرنا میرا ہے حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ کہاں حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اس تودہ بزرگ بلند پر حضرت اسمٰعیلؑ نے کہا کہ حکم تمھارا اور حکم خدا کا دونوں اوپر سر اور آنکھ میری کے البتہ اعانت تمھاری بیچ اس کام کے کروں گا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلی ذیقعدہ کو بنائے خانہ کعبہ شروع فرمائی اور پچیسویں ماہ مذکور کو

marfat.com

وہ بنا تمام ہوئی اس درمیان میں حضرت اسمٰعیلؑ پتھروں کو پہاڑوں سے اٹھا کر لاتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ بنا فرماتے تھے حاکم نے بطریق صحیح اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اُن سے دریافت کیا کہ خبر دو تم مجھ کو خانہ کعبہ سے کہ یہ اوّل خانہ ہے زمین میں بنا ہوا فرمایا ایسا نہیں پہلے بنا۔ اس خانہ کے گھر بہت آدمیوں کے تھے اور آدمی واسطے اپنی سکونت کے بناتے تھے لیکن یہ خانہ اوّل اُس خانہ کا ہے کہ واسطے عبادت خدا کے زمین میں مقرر کیا گیا اور برکت اور نور اُس پر القا ہوا پھر قصہ بنائے کعبہ کا شروع فرمایا ارشاد کیا جب حضرت ابراہیمؑ کو حضورِ خداوندی سے حکم ہوا کہ اس خانہ کو بنا کرو تم مکان اُس کا شخصاً نہیں جانتے تھے اور متردّد تھے کہ مبادا مجھ سے اس بنا میں زیادتی یا کمی واقع ہو حق تعالیٰ نے سکینہ کو بصورت باد پیچیدہ اور کرۂ خورد کے بھیجا اور اس قطعہ ہوا کے دو سر تھے اُس ہوا نے مانند ابر کے زمین خانہ کعبہ پر سایہ ڈالا اور مثل سپر کے ہوا میں معلق کھڑا ہوا بعد اس کے حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا کہ بقدر سایۂ سکینہ کے زمین کعبہ کو مقرر کریں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے موافق اس کے بنا فرمایا اور بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مدت دراز تک وہ بنا قائم تھی یہاں تک کہ بسبب سیلوں کے منہدم ہوئی اور عمالقہ نے اس کو اوپر طریقہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنا کیا پھر منہدم ہوا فرقہ جرہم نے بنا کیا پھر منہدم ہوا قریش نے بنا کیا اور جس وقت کہ قریش بنا کرتے تھے جو نوبت رکھنے حجر اسود کی پہنچی باہم مناقشہ اور منازعت شروع کی ہر فرقہ فرقوں قریش سے چاہتا تھا کہ اس سنگ کو ہم اپنے ہاتھ سے رکھیں واسطے قطع اس نزاع کے ایسا قرار دیا کہ اول جو کوئی کہ مسجد میں آوے اُس کو حکم کریں کہ موافق حکم اُس کے کے عمل میں لاویں ناگاہ اوّل جو کوئی کہ آیا آں حضرتؐ تھے کہ راہ دروازہ بنی شیب سے آئے اور موافق قرار داد اپنے کے اُن کو حکم کیا اُنھوں نے فرمایا کہ ایک چادر لاؤ تم اُس چادر کو بچھا کر اور حجر اسود کو اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر بیچ اس موضع کے رکھا اور ساتھ اُس سنگ کے وصل کیا اور ارزقی نے ابن اسحاق سے روایت کی کہ بنی ابراھیم البیت وجعل طولہ فی السماء تسع اذرع وعرضہ فی الارض اثنین وثلاثین ذراعا من الرکن الاسود الی الرکن الشامی الذی عند الحجر من وجھہ وجعل عرض ما بین الرکن الشامی الی الرکن الغربی الذی فیہ الحجر اثنین وعشرین ذراعا وجعل طول ظھرھا من الرکن

marfat.com

الغربی الی الرکن الیمانی ثلثین ذراعا وجعل عرض ما بین الرکن الیمانی الی الرکن الاسود عشرین ذراعا قال فلذلک سمیت الکعبۃ لانھا علی حلقۃ الکعب قال وکذلک بنیان اساس آدم وجعل بابھا بالارض غیر مبوب حتی کان تبع بن سعد الحمیری وھو الذی جعل لھا بابا وجعل لھا غلقا فارسیا وکساھا کسوۃ تامۃ ونحر عندھا وجعل ابراھیم الحجر الی جنب البیت عریشا من اراک لتقحمۃ العنز فکان دربا لغنم اسمٰعیل وحفر ابراھیم جبا فی بطن البیت علی یمین من دخل یکون خزانۃ للبیت یلقی فیہ ما یھدی للکعبۃ وکان استودع الرکن ابا قبیس حین غرق اللہ الارض زمن نوح و قال انا رایت خلیلی یبنی بیتی فاخرجہ فجاء بہ جبرئیل فوضعہ مکانہ وبنا علیہ ابراھیم وحینئذ یتلالا نورا من بیاضہ وکان نورہ یضئی الی منتھی انصاب الحرم من کل ناحیۃ صحیح بخاری اور دوسری صحاح معتبرہ میں مروی ہے کہ آں حضرت ایک دن حضرت عائشہ رض کو متصل خانہ کعبہ کے لے گئے اور فرمایا کہ دیکھ قوم تیری نے کہ قریش تھی وقت میں بنائے کعبہ کے قاعدوں ابراہیم سے اختصار کیا انھوں نے عرض کیا یارسول اللہ اب تم اُس کو تمام کر دو فرمایا کہ ابھی قوم تیری تازہ اسلام میں آئی ہے جو میں کعبہ کو ہدم کروں اور اوپر قاعدوں ابراہیم کے تمام کروں میں طعن کریں گے اور کہیں گے کہ اس شخص نے اپنی طرف سے اور زمین کو کعبہ میں زیادہ کیا جو یہ خوف نہ ہوتا البتہ اس کو اوپر قاعدوں ابراہیم کے تمام کرتا میں اور دروازہ اُس کا زمین پر چسپاں کرتا اور اس خانہ کو دو دروازہ کرتا میں ایک دروازہ بجانب شرق اور دوسرا بجانب غرب چھوڑتا یہاں جاننا چاہیے کہ خانہ کعبہ کے چار گوشے ہیں دو گوشوں کو یمانی کہتے ہیں اور ایک ان میں کنج حجر اسود ہے کہ جانب شرق کے واقع ہے اور ایک ان سے ملقب بہ کنج یمانی ہے کہ جانب غرب واقع ہے اور دو رکن کو رکن شامی کہتے ہیں ایک اُن میں سے کہ جانب شرق کے ہے ملقب بہ رکن عراقی ہے اور دوم کہ بجانب غرب ہے معروف ساتھ رکن غربی کے ہے پس قریشیوں نے بیچ وقت بنائے کعبہ کے ہر دو رکن شامی کو قاعدوں حضرت ابراہیم سے ہٹا کر قدرے زمین کعبہ باہر چھوڑ دیا اور اُس زمین کو داخل حجر کیا اور ایک دیوار کہ کنج حجر اسود سے رکن عراقی تک ہے آثار اُسکے کو بھی قدر آثار حضرت ابراہیم سے کوتاہ کیا اس وجہ سے اس جانب میں بھی قدرے بنیاد حضرت ابراہیم مانند چبوترہ دوکان زمین سے بلند ہی

اور اس کو شادروان کعبہ کہتے ہیں اور جو عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی ولایت میں خانہ کعبہ کو ہدم کر کے بنا کیا موافق اُس کے کہ آں حضرتؐ نے ذہن اپنے میں قرار دیا تھا اور ساتھ حضرت عائشہؓ سے اٹھا کیا تھا عمل میں لائے لیکن حجاج نے بعد غلبہ اپنے کے پھر اُسی صورت جاہلیت کا اعادہ کیا تواریخ میں مذکور ہے کہ ہارون رشید نے اپنی سلطنت میں حضرت امام مالکؒ سے استفسار کیا تھا کہ جو فرماؤ تم میں خانہ کعبہ کو پھر بطور ابن زبیرؓ کے موافق خواہش دلی آں حضرتؐ کے بنا کروں انھوں نے فرمایا کہ ہر چند یہ حدیث صحیح ہے اور موافق اس کے عمل میں لانا اتباع مرضی آں حضرتؐ کے ہے لیکن مصلحت نہیں کہ بار بار کعبہ کو منہدم کریں اور بنا میں اُس کے تغیر اور تبدل کریں کس واسطے کہ اس صورت میں بنا کعبہ کی بازیچہ بادشاہوں کا ہوگا تمام بادشاہ بطور خود بنانے اس کے کو رسوم بادشاہت کی جان کر اُس پر اقدام کریں گے اور مفسدہ عظیم پیدا ہوگا اور جس جا کہ مصلحت ساتھ مفسدہ کے تقابل پیدا کرے رعایت دفع مفسدہ کو مقدم کرنا چاہیئے اور مصلحت سے دست بردار ہونا لازم ہے فائدہ دوم یہ کہ تفسیر میں قواعد کی آدمیوں کو تحیر پیدا ہوا ہے اکثر مفسرین نے قاعدہ کو ساتھ اساس اور بنیاد کے تفسیر کیا ہے اس صورت میں رفع قواعد معقول نہیں ہوتا اس واسطے کہ بنا کنندہ اساس کا بنیاد کو محل اپنے سے بلند نہیں کرتا ہے بلکہ دیواروں کو اُس پر چُنتا ہے مگر یہ کہ مخالفت روایات کا ارتکاب کیا جاوے اور کہا جاوے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تہ زمین سے بھی بنیاد اس خانہ کو اٹھا کر روئے زمین تک بلند کیا ہے یا کہا جاوے کہ معنی مجازی بلند کرنے بنیاد کے یہ ہیں کہ بالا اُس کے دیواریں بنائی جاویں اور بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ مراد قواعد سے سطریں سنگ اور خشت کی ہیں کہ ہر سطر تحتانی مانند بنیاد سطر فوقانی کے ہے اور اسی واسطے لغت عرب میں اُن سطروں کو ساقات البنا کہتے ہیں اور لغت ہندی میں اس کو رَدَّہ بولتے ہیں ہر چند ان سطروں کیلئے رفع حقیقی مکانات اپنے سے متصور نہیں لیکن نسبت ساتھ بنیاد کے تمام کو رفع حقیقی واقع ہے اور اصح یہ ہے کہ مراد قواعد سے دیواریں ہیں اس واسطے کہ لفظ قاعدہ کا لغت عربی میں بیشتر بمعنی ستون کے مستعمل ہے اور دیواریں بمنزلہ ستون سقف کے ہوتی ہیں۔ علی الخصوص جو درمیان اُن دیواروں کے کوئی دروازہ کھولیں اس صورت میں کمال مشابہت ساتھ ستونوں کے پیدا کرتی ہے فائدہ سوم یہ کہ ظاہر عبارت ایسی تھی کہ فرماتے واذ یوفع ابراھیم القواعد من البیت اس عبارت میں کہ القواعد من البیت ہے کیا لطف بلاغت کا ہے جواب اُس کا

marfat.com

یہ ہے کہ اگر لفظ من کا واسطے بیان کے ہے پس مدلول اس عبارت کا تبیین بعد ابہام ہوا اس واسطے کہ حاصل معنی اس کلام کے یہ ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام بلند کرتے تھے دیواروں کو اور وہ دیواریں خانہ کعبہ کی تھیں پس اس سے تعظیم آستان خانہ کعبہ کی مستفاد ہوئی کہ عبارت قواعد البیت سے مستفاد نہیں ہوتی تھی اور جو لفظ من واسطے تبعیض کے ہے پس لانا اس عبارت کا واسطے اشعار کے ہے ساتھ اس کے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تمام خانہ کو بنیاد اس کی سے بنا نہیں کیا بلکہ اجزا اور بالجملہ اس کے سے فقط دیواروں کو بلند کیا اور بنیاد اس کی سابق سے موجود تھی اور ساتھ اسی اعتبار سے پہلے اس کے بھی بنا اس بیت کی مشخص ہوئی تھی چنانچہ موافق روایات کے گذرا اور عبارت سے قواعد البیت کی یہ فائدہ ظاہر نہیں ہوتا ہے فائدہ چہارم آنکہ ذکر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا بعد اتمام کلام کے کس واسطے لاتے اور درمیان کلام کے کس واسطے درج نہیں فرمایا کہ عبارت ایسی ہوتی کہ واذ یرفع ابراھیم واسمٰعیل القواعد من البیت جواب اس کا یہ ہے کہ شرکت حضرت اسمٰعیل کی بنا اس خانہ میں برابری کی نہ تھی بلکہ شرکت تابع کی ساتھ متبوع کے اور خادم کی ساتھ مخدوم کے تھی دو وجہ سے اوّل یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بالاصالت مامور ہوئے تھے واسطے بنائے خانہ کعبہ کے بخلاف حضرت اسمٰعیلؑ کے البتہ حضرت اسمٰعیلؑ کو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا تھا اور خود آمر تھے دوم یہ کہ مباشرت رفع کی حضرت ابراہیمؑ سے واقع ہوئی نہ حضرت اسمٰعیلؑ سے اس واسطے کہ حضرت اسمٰعیلؑ بمنزلہ مزدور کے سنگ کشی فرماتے تھے اور بنا کو عرف میں ساتھ آمر کے نسبت کرتے ہیں یا ساتھ مباشر بنا کے مثلاً کہتے ہیں کہ اس قلعہ کو فلانے بادشاہ نے بنا کیا ہے یا اس دیوار کو فلانے معمار نے اور گل کار نے بنایا ہے اور نسبت بنا کی طرف مزدور کے رائج نہیں واسطے اظہار اس تفاوت کے حضرت اسمٰعیلؑ کو درمیان کلام کے ہمراہ ذکر حضرت ابراہیمؑ کے درج نہ فرمایا تا شرکت مساوات کی سمجھی نہ جاوے البتہ دعا میں دونوں شرکت مساوات کی رکھتے تھے اس واسطے کہ دونوں برابر آرزومند قبول سعی اور محنت اپنی کے تھے اور واسطے اولاد اپنی کے خواہاں عنایت ربانی کے تھے اور اسی واسطے حکایات دعا میں صیغہ متکلم مع الغیر کا اظہار تفاوت تابعیت اور متبوعیت کی غرض سے ارشاد فرمایا ہے فائدہ پنجم یہ ہے کہ دعا قبل عمل سے کہ ان دونوں بزرگوں سے واقع ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ مرتب ثواب اور تعلق رضا اس فعل پر کہ مقرون ساتھ اخلاص اور دوسری شرطوں قبول کے ہو واجب اور لازم نہیں والا طلب قبول میں باوصف

جاننے اخلاص نیت اپنی کے کچھ حاصل نہ تھا اور یہ ہے مذہب اہل سنت اور جماعت کا اور معتزلہ کہ قبول کو اس صورت میں ذمہ باری تعالےٰ کے واجب جانتے ہیں توجیہ اس دُعا اور طلب کی ساتھ اس وضع کے کرتے ہیں کہ غرض ان دونوں بزرگوں کی طلب کرنے قبول اس عمل سے وہ ہے کہ اُس کو جُملہ افعال مقرونہ با خلاص اور مستجمع شرائط قبول کے کرے بلکہ طلب کرنا قبول کا کنایت طلب تصحیح عمل سے ہے ساتھ اُس وجہ کے مثمر قبول اور منتج ثواب کا ہو لیکن عاقل پر تو پوشیدہ نہیں کہ اصل پر معتزلہ کے کہ افعال عباد کو مخلوق عباد اور وابستہ اختیار اُن کے کا جانتے ہیں تصحیح عمل اور اس کو شایان قبول کے کرنا اُن کے ہاتھوں میں تھا اُس کی جناب الٰہی سے درخواست کرنا کچھ حاصل نہیں رکھتا ہو بہر تقدیر ان دونوں بزرگوں نے جو ساتھ فراست صادقہ نبوت کے جانا کہ جس وقت ہم کو حق تعالیٰ نے واسطے بنانے خانہ اپنے کے حکم فرمایا ہے البتہ اس تقریب کا رنگ دوسرے عالم میں ظہور کرے گا اور وضع تازہ واسطے عبادت کے کہ شبیہ ساتھ صورت پرستی اور عشق مجازی کے ہو قرار پاوے گی اور ساتھ اُس وسیلہ کے معنی باطنی لباس صورت ظاہری کا پہنے گا اور آدمی مانند ملائکہ کے حکم ساتھ مشاہدہ کے بکڑیں گے اور اکثر احکام در وضع جدید غیر معقول المعنی حضور خداوندی سے بھیجیں گے اور اسرار اور حکمتیں ان احکام کی ظاہر نظر عقل بشری میں جلوہ گر نہ ہوں گی مبادا جہت عدم اطلاع سے اوپر ان اسرار اور علم کے یا بسبب مشابہت افعال صورت پرستوں کے فرمانبرداری اُس احکام کی ہے ہم سے یا اولاد ہماری سے تھاون کسی طرح کا یا توقف پیدا ہو دُعا دوسری جناب الٰہی میں عرض کی اور کہا کہ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ یعنی اے پروردگار ہمارے کر دے ہم دونوں کو منقاد احکام اپنے کا بلکہ ساتھ جس رنگ اور ساتھ جس وضع کے وہ احکام آویں ہم اُن کو قبول کریں اور طلب اسرار کی کا نہ کریں اور یہ کہ حج میں اس خانہ کی عبادت اور بندگی تیری کا قصد کریں ہم نہ عبادت اُس خانہ کا اور یہ بھی کہا مِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ یعنی اور اولاد ہم دونوں کی سے ایک امت اور گروہ کو منقاد احکام تیرے کے تاکہ ادا کرنے مناسک حج میں کہ بیشتر اُن کا متضمن ذلت و خواری اپنی کا اور اختیار وضع مجنونانہ اور بے تابانہ کا اور منافی وقار اور حشمت کے اور حفظ وضع اور خود داری کے ہے مثل برہنہ سر اور برہنہ بدن ہونا اور ترک خوشبو کرنا اور نعرہ تلبیہ کو اوپر ہر مکان بلند کے تند اور تیز کہنا اور اپنے تئیں والہ و شیدا کرنا اور گرد چند سنگ اور چوب کے پھرنا اور ایک سنگ کو بوسہ دینا اور بلا سبب ظاہری کے کبھی دوڑنا اور کبھی آہستہ چلنا اور کبھی کھڑا ہونا اور بے مشاہدہ کسی حریف کے محض اور پر خیال کے نظر سے مستور دشمن پر پتھر مارنا اور جاندار کو

بلا تقصیر جان کرنا اور قربان کرنا ہے تکاسل نہ کریں اور پابند وقار اور حشمت کے نہ ہوں اور زبان حال اُن کی مترنم ساتھ اس مقال کے ہو۔

گر طمع خواہد زمن سلطانِ دیں ! خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

اور انقیاد اور اطاعت احکام اُس عبادت کے کہ متعلق ساتھ اس خانہ کے ہے بدون معرفت احکام کے ممکن نہیں پس معرفت ان احکام کی بھی اول ساتھ ہمارے نصیب فرما اور بواسطہ ہمارے اولاد ہماری کو وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا یعنی اور دکھلا ہم کو مکان عبادت ہماری کے کہ متعلق ساتھ اُس گھر کے ہو اور وقت اس عبادت کا اور کیفیات اُس عبادات کے اور وہ اسرار کہ ضمن میں اُس کے مخفی اور مستور ہیں گویا اُن چیزوں کو بعیان بصر ہماری کے نمودار کر تاکہ مطابق اُس کے عمل کریں ہم اور اولاد اپنی کو بھی ساتھ اُس کے امر کریں ہم تفسیر ابن جریر اور دیگر کتب محدثین میں بطریق متعددہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا جناب الٰہی میں عرض کی حضرت جبرئیلؑ کو حکم ہوا کہ صورت حج کی حضرت ابراہیمؑ کو دکھلاؤ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حج کرایا اور احرام سے لے کر حلق سر تک جو کچھ ارکان حج اور سنن اور آداب اسکے بجالانے ضروری ہیں اس سے انکو نشان دیا اول احرام بعد اس کے طواف قدوم بعد اُس کے دوڑنا درمیان صفا اور مروہ کے بعد اُس کے منیٰ میں مقام کرنا روز ہشتم ذی الحجہ سے بعد اُس کے عرفات میں کھڑا ہونا اور تلبیہ کہنا روز نہم اُس ماہ کے بعد اُس کے طرف مزدلفہ کے پھرنا اور شب گزارنا اور وقت صبح روز دہم وقوف کرنا بعد اس کے مراجعت طرف منیٰ کے اور ذبح اور نحر قربانی اور موئے سر کو تراش کر احرام سے باہر آنا اور بعد اس کے لباس پہن کر واسطے طواف زیارت کے جانا اور اس درمیان میں حضرت ابراہیمؑ کے سامنے شیطان متصل جمرہ عقبہ کے کہ حد منیٰ میں ہے نمودار ہوا اور سر راہ پکڑا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ طرف اُس کے سات سنگریزے تکبیر کہہ کر پھینکیں تاکہ دفع ہو جاوے اور روز دوسرے اور تیسرے اور چوتھے تینوں جمرے میں شیطان نمودار ہوا حضرت جبرئیلؑ نے اُن کو پھر واسطے سنگ اندازی شیطان کے تینوں جگہ میں فرمایا اور حضرت اسمٰعیلؑ بھی اس حج میں شریک تھے اور اس قصہ کو بیہقی شعب الایمان میں بھی لایا اور سعید بن منصور نے بھی مجاہد سے نقل کی کہ حج ابراھیم و اسمٰعیل علیہما السلام وھما ماشیان اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حج سے فارغ ہوئے اُن کو جناب الٰہی سے حکم ہوا کہ اذان

marfat.com

حج کی تمام آدمیوں روئے زمین کے واسطے تو حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ بار خدایا آواز میری کس کس کے کان میں پہنچے گی آدمی اطراف جہان میں منتشر ہیں حکم ہوا کہ آواز دینا ذمہ تمہارا ہے اور پہنچانا اُس آواز کا ہم پر ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُس سنگ پر کہ معروف بمقام ابراہیم ہے اور بناء کعبہ کی بھی اُس سنگ پر کھڑے ہو کر کی تھی اور وہ سنگ ایسا بلند ہوا کہ کوہ ابو القبیس اور اور پہاڑوں سے بھی بلند ہوا امیر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے بآواز بلند تین بار کہا کہ اے آدمیو تمہارے خدا نے زمین میں واسطے ایک خانہ بنایا ہے اور تم کو فرمایا ہے کہ واسطے حج خانہ اس کے آؤ تم خواہ سوار ہو خواہ پیادہ حق تعالیٰ نے اُس آواز کو کان میں تمام جہان کے لوگوں کے کہ موجود تھے پہنچایا اور کان میں اُن ارواحوں کے کہ شکم مادروں اور پشت پدروں میں تھیں بھی پہنچائی کسی نے ایک بار لبیک کہی اور کسی نے دو بار اور کسی نے زیادہ اور کسی نے اجابت نہ کی جس نے اجابت نہ کی اُس کو حج خانہ کا میسر نہیں ہوا اور جس نے ایک بار کہا ایک بار حج کرتا ہے اور اسی قیاس پر سمجھنا چاہیے ایسے ہی روایت کیا اُس کو سعید بن منصور نے اپنی سنن میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ارزقی نے اپنی تاریخ میں مجاہد سے اور جب حضرت ابراہیم اور حضرت علیہما السلام نے اندیشہ کیا کہ مناسک اس خانہ کے احرام سے حلق سر تک مشتمل بر افعال کثیرِ شاقِ طویلۃ المدۃ ہوں گے اور درمیان اشتغال کے ساتھ اُن افعال کے لابد کوئی سہو اور کوئی تقصیر ہو گی دُعا دوسری عرض کی اور کہا وَتُبْ عَلَيْنَا یعنی اور توبہ فرما ہمارے اوپر جو مناسک میں اس خانہ کے ہم سے اور اولاد ہماری سے کوئی تقصیر واقع ہو اور کفارت اُس تقصیر سے بھی ہم کو آگاہ کر کہ تدارک اُس کا کریں ہم مثلاً جو حالت احرام میں جامہ پہنیں ہم یا ناخن تراشیں یا خوشبو کو استعمال کریں یا موئے سر تراشیں یا شکار کریں ہم کیا کرنا چاہیے اور جو دوڑنا صفا اور مروہ کا فراموش کریں ہم یا طواف خانہ کا بے طہارت کریں کیا کرنا چاہیے تاکہ بار اس جنایات سے خلاص ہو ویں ہم إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ یعنی بتحقیق تو ہی ہے کہ بار بار توبہ قبول فرماتا ہے اور مہربانی کرتا ہے بندوں گنہگار اپنے پر اور اس دُعا اپنی سے طریق تدارک خطا مناسک میں جنایات احرام وغیرہ سے واسطے مسلمانوں اور اولاد اُنکی کے مشروع ہوا چنانچہ کتب فقہ میں مشرح ہے اور اس سورۃ میں بھی تھوڑا سا حال ان کا مذکور ہو گا سیپارہ دوسرے میں انشاء اللہ باقی رہی یہاں چند بحثیں کہ مفسرین تعرض اُس کا کرتے ہیں اگرچہ حل اُن ابحاث کا عین تفسیر میں گذرا اول یہ کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اس دُعا میں جناب الٰہی سے چاہا کہ

ہم دونوں کو مسلمان کر حالانکہ مسلمانی ان دونوں کی بالیقین ثابت تھی پس تحصیل حاصل کی لازم آئی جواب اس کا یہ ہے کہ مراد اسلام سے دین مسلمانی اور اعتقاد اُس کا ہے پس غرض اُن کی اس دُعا سے ثبات اور استقرار اُس دین اور اعتقاد کا ہے واسطے اپنے اور اکثر اوقات عرف میں دوام شے کو ساتھ لفظ اُس شے کے طلب کرتے ہیں اور اگر مراد اسلام سے انقیاد تام واسطے تکالیف الٰہی کے اور اذعان کلی اور خضوع ساتھ جمیع جوارح اور قوی کے اور راضی رہنا ساتھ قسمت اُس تعالیٰ کے ہے پس طلب اُن چیزوں کی البتہ بہ نسبت ہر شخص کے مفید ہے خواہ نبی ہو خواہ غیر نبی اس واسطے کہ یہ چیزیں خارج ضبط سے ہیں اور بدون اعانت دائمی الٰہی اور توفیق شامل اُس کی کے میسر نہیں ہوتیں بخلاف اعتقاد دین کے کہ چیز مضبوط اور محدود ہے اور توفیق الٰہی یکبار حصول اُس کے میں کفایت کرتی ہے بحث دوم یہ کہ لفظ من کا ومن ذریتنا میں واسطے تبعیض کے ہے پس حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے بعض ذریت اپنی کو کس واسطے چاہا حالانکہ دُعائے خیر میں عموم اور شمول کو منظور رکھنا چاہیئے نہ کہ خاص کرنا لہٰذا آں حضرت ؐ نے اعرابی کو کہ خاص واسطے اپنے اور واسطے آں حضرت ؐ کے رحمت الٰہی کی درخواست کرتا تھا اور کہتا تھا اللّٰھم ارحمنی ومحمدا ولا ترحم معنا احدا یعنی اے بار خدایا رحم کر مجھ پر اور محمد پر اور نہ رحم کر تو ساتھ ہمارے اور کسی فرمایا تھا لقد حجرت واسعا یعنی بند کیا تُو نے شے فراخ کو بیچ آداب امامت کے حدیث میں وارد ہے لا یخص نفسا بالدعاء جواب اس کا یہ ہے کہ اُنھوں نے ایک بار دعائے امامت میں حق تعالیٰ سے سُنا تھا کہ بعضے ذریت میری سے ظالم اور فاسق ہوں گے اور بار دوسری دعا رزق میں سُنا تھا کہ بعض اُن سے کافر ہوں گے پس نزدیک اُن کے بالیقین ثابت ہوا تھا کہ ارادۂ الٰہی ساتھ کافر ہونے بعض اولاد میری کے متعلق ہوا ہے اور دُعا کرنے والے کو چاہیئے کہ بخلاف ارادۂ الٰہی کے دُعا نہ کرے اس جہت سے اس دُعا میں تخصیص فرمائی بحث سوم یہ کہ جب دُعا امامت کی حق میں بعض اولاد اُن کی کے مقبول ہوئی تھی پھر دُعا اسلام کی واسطے اُن کے کیا درکار تھی کہ مرتبہ امامت کا بالاتر مرتبہ اسلام سے ہے اور موقوف اوپر حصول اسلام کے اور جو امامت اولاد اُن کی کو حاصل ہوتی اسلام بالاولی حاصل ہو گا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ مقصود اُن کا اس دُعا سے یہ ہے کہ جماعت کثیر کہ اس کو اُمّت کہہ سکیں مدت دراز تک مسلمانی پر قائم ہو اور اجابت دُعا اُمّت کی اگر دلالت کرتی ہے اوپر اسی قدر کے دلالت کرتی ہے کہ بعض اولاد اُن کی اگرچہ ایک دو کس ہوں منصب امامت کا پاویں گے گو تابع اُنکے ایک دو کس اجنبی ہوں

نہ اولاد ان کی سے پس دعا امامت کی اس دعا سے کفایت نہیں رکھتی تھی۔
بحث چہارم یہ ہے کہ مصداق اس امت مسلمہ کا کون جماعت اولاد سے ان ہر دو بزرگ کے گزرا ہے۔ بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ پسران حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور نسل ان کی ہے کہ مدت دراز تک اوپر توحید اور اسلام کے قائم رہے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ بعض بعض ان سے ہر وقت میں آدمی ایماندار گزرے ہیں مثل زید بن عمرو بن نفیل و عبدالمطلب جد آنحضرت لیکن صحیح یہ ہے کہ مصداق اُس اُمت مسلمہ کا اصحاب آنحضرت کے ہیں قریش وغیرہ اُن کے اور اولاد اُن کی اس واسطے کہ دعا آئندہ میں واقع ہے وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتک اور یہ صفت اوپر پسران حضرت اسمٰعیل اور نسل قریب اُن کی کے اور ایسے ہی زید بن عمرو بن نفیل اور قیس بن ساعدہ اور امثال اُن کی کے صادق نہیں آتی بلکہ ان الفاظ سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول کتاب منزل کو اُوپر ان کے پڑھے اور اُن کو تعلیم کتاب اور حکمت فرمائے اور باطن اُن کے کو غفلت اور حجاب سے پاک کرے اور یہ صفات سوائے اصحاب پیغمبر ہمارے کہ اولاد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کے ہیں نہ متحقق ہوئی ہے اور نہ ہوگی اور واسطے اسی کے آخر سورۃ حج میں خطاب ساتھ اصحاب کے فرما کر ارشاد کیا ہے ملۃ ابیکم ابراھیم ھو سماکم المسلمین من قبل پس یہ دعا حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل کی نص صریح ہے بیچ اُس کے کہ پیغمبر آخر الزمان اللہ کی طرف سے مبعوث ہیں اور اُمت ان کی اُمت مسلمہ مقبولہ اور اسی نص کے ساتھ الزام یہود اور نصاریٰ کو ہو سکتا ہے اور تنقیص بالصفات قوی تر تخصیص بالاسماء والالقاب سے ہے نزدیک محققین کے البتہ اس قدر شرط ہے کہ سیاق ان صفات کا ساتھ ایسی وجہ کے واقع ہو کہ کلی منحصر فرد واحد میں ہو تو احتمال شرکت کا نہ رہے اور اسی واسطے اہل تحقیق اُس پر ہیں کہ خلافت خلفاء اربعہ مانند اس نصوص کے منصوص ہے جبکہ تفصیل اس کی آیت استخلاف میں کہ اندر سورۂ نور کے ہے اور آیت قتال مرتدین میں کہ اندر سورۂ مائدہ کے ہے اور آیت مخلفین عزوۂ حدیبیہ میں کہ اندر سورۃ فتح کے ہے مذکور ہے بحث پنجم یہ ہے کہ توبہ انبیاء کے کیا معنی باوجودیکہ گناہ سے معصوم ہیں اور توبہ بے گناہ کے متصور نہیں ہے جواب یہ ہے کہ بحکم حسنات الابرار سیأت المقربین بہت سی چیزیں ہیں کہ حق میں انبیاء کے حکم گناہ کا رکھتی ہیں اور حقیقت میں گناہ نہیں اور یہ مقتضاء علو منصب اُن کے کا ہے جیسا کہ مضمون اس

بیت کا ہے۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی ! ہم بیشتر عنایت وہم بیشتر عنا

اور واسطے اُسی کے حدیث شریف میں آیا ہے کہ یا ایہا الناس توبوا الی اللہ فانی اتوب الیہ فی الیوم مائۃ مرۃ کہ اے آدمیو توبہ کرو تم طرف اللہ کے پس تحقیق میں بھی توبہ کرتا ہوں طرف اس کے ایک دن میں سو مرتبہ اور بعضے مفسرین نے یہ جواب دیا ہے کہ جب دعائے اسلام میں ذریت اپنی کو ساتھ اپنے ضم کیا طلب توبہ کو بھی ساتھ متکلم مع الغیر کے لائے واسطے اشارہ کے طرف ذریت اپنی کے اگرچہ بعض گناہ سے معصوم ہوں جیسا کہ اکثر اشخاص جماعت کے مرتکب اُس فعل کے ہوں کہ محتاج توبہ ہوں درخواست توبہ واسطے کل اُس جماعت کے صحیح ہے حقیقتاً اور جس وقت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے اندیشہ کیا کہ قیام اسلام امت کثیرہ کا کہ رائیں مختلف اور عقول متفاوت رکھتے ہیں اور اتفاق تمام کا التزام ایک وتیرہ اور ایک طریقہ پر بدون کسی جامع اور کسی قاسر کے محالات عادت سے ہے واسطے حصول اُس اتفاق اور بقاء اُس اتفاق کے مدت دراز تک دُعا دوسری جناب الٰہی میں عرض کی اور کہا کہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا یعنی اے پروردگار ہمارے اور برپا کر درمیان اُس اُمت کے کوئی پیغمبر لیکن وہ پیغمبر بھی خارج اولاد ہماری سے نہ ہو بلکہ مِنْهُمْ یعنی اُس اُمت سے ہو تا کہ رسول اور اُمت مقبولہ اُس کی دونوں ذریت ہماری میں شمار ہوں اور شرف عظیم اور مرتبہ فخیم ہم کو حاصل ہووے کیونکہ اگر اُمت اولاد ہماری سے ہو اور محتاج طرف کسی ایسے رسول کے ہوں تو وہ کہ اولاد ہماری سے نہیں ہے پس ہم کو کیا شرف اور مرتبہ باقی رہے اور یہ کہ جب رسُول اُسی امت سے ہو مولد اور منشا اور نسب اور حسب اور اخلاق اور اوضاع اور صدق اور دیانت اور عہد اور امامت اُس کی سے خوب واقف ہوں اور اقتدا اور اتباع میں اُس کے سرگرم رہیں اور متابعت اُس کی سے عار نہ کریں کہ ریاست ایک کی کہ اپنے فرقہ سے ہو سرکش آدمیوں کو چنداں ثقیل نہیں ہوتی ہے بخلاف ریاست اجنبی کے اور یہ کہ بحکم قرابت اور عمومت اور خولت اور مصاہرت کے بہت طریق نصرت اور اعانت اُس کی کے بہم پہنچاتے ہیں اور بیچ جاری کرنے شریعت اُس کی کے اور تمشیت امر اُس کے کے نہایت درجہ کی کوشش اور سعی کرتے ہیں اور یہ بھی کہ جب رسول اُسی اُمت سے ہو تو شفقت اُس کی اُن پر زیادہ ہو اور تعلیم اور تفہیم میں اُن کی مبالغہ کرے کہ تربیت اقارب اور عشائر اپنے کی اہم ہے نزدیک آدمیوں کے تربیت اجانب سے اور حرص اور شفقت آدمی کی اوپر قوم اور قبیلہ اپنے کے زیادہ تر ہے حرص اور شفقت اجانب سے بمقتضائے جبلت بشری کے لہٰذا حدیث شریف

marfat.com

بن وارد ہے کہ اول من اشفع لہ من اُمتی اھل بیتی ثم بنوھاشم ثم الاقرب فالاقرب من القریش یعنی پیشتر تمام اُمت اپنی کے میں شفاعت اہل بیت کی کروں گا پھر بنوہاشم کی پھر جو قریب تر ہیں پھر جو اقرب ہیں قریش میں سے اور امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے تھے قسم خدا کی اگر کلید بہشت کی میرے ہاتھ میں دیں کسی کو بنی امیہ سے باہر بہشت سے نہ چھوڑوں میں اور شک نہیں کہ اس قسم کا رسول کہ مجموع اولاد حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ سے مبعوث ہوا ہو غیر ذات عالی صفات حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہے اور ہوا ہے اس واسطے کہ بیچ اولاد حضرت اسمٰعیلؑ کے اُس زمانہ تک کوئی رسُول مبعوث نہ ہوا تھا اور اگر کوئی حق میں زید بن عمرو بن نفیل اور قیس بن ساعدہ کے احتمال نبوت کا رکھے احتمال رسالت البتہ نہ رکھے اور اگر بالفرض رسُول ہی ہوتے ان کی اُمتِ مسلمہ البتہ نہ ہوتی اور اگر اُمت مسلمہ بھی اُن کی ہوتی یہ اوصاف خود البتہ ان میں متحقق نہ تھے کہ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ یعنی پڑھتا ہے اُن پر آیات تیری اور پڑھنا آیات الٰہی کا بدون نزول کسی کتاب کے اُس پر نہیں ہوسکتا پس چاہیئے کہ اُس پر کوئی کتاب بھی نازل ہو ہر چند ساتھ تلاوت آیتوں اس کتاب کے الفاظ اُس کتاب کے زبان پر شاگردوں کے جاری ہوں لیکن نعمت تمام نہ ہوگی تا آنکہ معانی اُس کتاب سے بھی ان کو مطلع کریں۔

وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ یعنی اور سکھلاوے اُن کو معانی کتاب کے کہ مدلول ظاہر عبارت اُس کی کا ہے گویا جاننا اُن معانی کا جاننا نفس کتاب کا ہے زیرا کہ وہ معانی بسبب کمال وضوح اور انجلا کے الفاظ سے انفکاک نہیں رکھتے اور بمجرد سُننے اُن الفاظوں کے ذہن میں آتے ہیں بے احتیاج کے طرف تامل و تعمق نظر کے لیکن جاننا معانی اُس کتاب کا اسراروں پر اُس کتاب کے خبردار نہیں کرتا تا کہ لذت احکام کتاب کی پاویں اور ساتھ نشاط تمام کے فرمانبرداری امر اُس کتاب کی میں سرگرم ہوں پس چاہیئے کہ اُن کو اوپر اسرار اس کتاب کے بھی آگاہ کریں وَالْحِکْمَۃَ یعنی اور سکھلاتا ہے اُن کو وہ سر اور حکمت کہ درمیان ہر ہر حکم اور ہر ہر لفظ اُس کتاب کے ودیعت شدہ اور مستور ہیں تا کہ علم ظاہر اور علم باطن دونوں کو جامع ہوں کیونکہ علم باطن بغیر علم ظاہر کے موجب زندقہ اور الحاد کا ہوجاتا ہے اور علم ظاہر بے علم باطن کے طرف تقشف باردہ اور حیلہ سازی کے کھینچتا ہے اور چونکہ تعلیم اور تعلم ایک حد منقطع رکھتا ہے اس واسطے کہ نہ قوت معلم کی تعلیم میں ہر چیز کے کفایت کرتی ہے اور نہ قوت متعلم کی بیچ حفظ ہر ہر

marfat.com

نکتہ کے وفا کرتی ہے پس چاہیئے کہ واسطے تحصیل بلکہ اخذ علوم غیب کے اُن کو بہیج مرتبہ نبوت سے
کے کہ عبارت ولایت سے ہے پہنچادے وَیُزَکِّیْھِمْ یعنی اور لوح نفوس اور ارواح ان کی کو پاک کرے
اُس کدورت سے کہ حجاب معرفت ایمانی کا ہوا ہے اور آئینہ استعدادات اُن کی کو خوب صاف کرے
تاکہ خود بخود تعلیم و تعلّم اُس جا سے کہ القائے غیبیہ لوح مدرکہ اُس پیغمبر پر ہوتی تھی اُن پر بھی ہوا رہے
ساتھ اس ترتیب کے کہ نہایت کو پہنچے مانند اپنے کرے انکشاف حقائق الٰہیہ میں مگر اسی قدر کہ نبوت
اصلی نہ رکھے گویا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے جانا کہ یہ پیغمبر خاتم المرسلین ہوگا اور بعد اُس
سے رسُول نہ آوے گا پس ناچار اُمت میں اُس کی نبوت کا اثر کہ ولایت ہے مدتوں تک باقی رہے
تاکہ وہ اُمت بقدر امکان فیض نبوت سے بے بہرہ نہ رہے بیت:۔

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب   بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب

اور ہم اس دُعا کو تجھ سے اُس سبب سے چاہتے ہیں کہ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ یعنی تحقیق
تو نہایت صاحب عزت اور نہایت صاحب حکمت ہے تو عزت تیری تقاضا نہیں کرتی کہ ہر کسی
کو بلا واسطہ تعلیم علوم کی فرمادے تو اور ساتھ اُس کے ہم کلام ہو تو اور آیت اپنی کو اُس پر نازل
کرے تو اور حکمت تیری تقاضا کرتی ہے کہ کسی کو افراد بشر سے خالی معرفت ذات اور صفات اپنی سے
اور شناخت نظام صالح معاش اور معاد سے محروم نہ چھوڑے تو پس اجتماع ان دونوں مقتضا کا سوائے
اسی صورت کے میسر ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی کو درمیان سے اُن کے خاص کرے تو ساتھ رسالت
اپنی کے اور بواسطہ اُس کے اس فیض کو طرف دوسروں کے پہنچادے تا کہ عزت تیری بجا رہے
اور حکمت تیری معطل نہ ہو۔

حکمت محض است اگر لطف جہاں آفریں   خاص کند بندۂ مصلحت عام را !!

باقی رہے اس جگہ میں فائدے چند اوّل یہ کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ نے حالت بنائے
کعبہ میں تین دعائیں فرمائیں اور ہر دُعا کو مصدر بکلمہ ربنا و مذیل بدو اسم اسمائے حسنیٰ کے کیا
وجہ مناسبت سمیع اور علیم کی ساتھ دُعائے قبول کے ظاہر ہے اور ایسی ہی مناسبت تواب اور
رحیم کے ساتھ دُعائے توبہ اور ثبات اسلام اور توفیق ادائے مناسک کی بھی روشن ہے لیکن
مناسبت عزیز اور حکیم کی ساتھ دعائے بعثت رسولؐ کے خوب ظاہر نہیں اور اسی واسطے اکثر

marfat.com

مفسرین نے بیان مناسبت سے اس جا میں سکوت کیا ہے اور وجہ مناسبت کی اس تفسیر میں گذری دوم یہ کہ دعا میں رسول کے تلاوت آیات کو اور پر تعلیم کتاب کے اور تعلیم کتاب کو اوپر تعلیم حکمت کے اور تعلیم حکمت اور اس کے ساتھ کو تزکیہ پر مقدم فرمایا مراعات اس ترتیب میں کیا نکتہ ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس ترتیب میں ترقی ہے ادنیٰ سے طرف اعلیٰ کے اس واسطے کہ انتفاع اُمت کا ساتھ پیغمبر اپنے کے چار مرتبہ پر رکھا ہے بعض اُس کا فوق اوپر بعض کے ہے اوّل یہ کہ الفاظ منزل من اللہ کو اُس سے یاد کریں تا کہ ساتھ تواتر کے منقول ہو اور حفظ اُن الفاظ کے اور تجوید اور ترتیل اُسی کے بیں سعی بلیغ بیچ کار کے لے جاویں یہ ادنیٰ مراتب انتفاع ہے کہ حفاظ اور قاریان اُمت کو میتسر ہے اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ نسبت تحصیل اس مرتبہ کی سے تشبیہ ساتھ پیغمبروں کے اور وراثت انکی کے حاصل ہوتی ہے لہذا احدیث شریف میں اس کے متعلق جسکے سینہ میں قران ہو وارد ہے لقد ادرجت النبوۃ بین کتفیہ الا انہ لا یوحی الیہ البتہ تحقیق داخل ہوئی نبوت درمیان سینہ اُس کے کے مگر فرق یہ ہے کہ نہیں وحی کی گئی طرف اُس کے مرتبہ دُوسرا یہ ہے کہ ہمراہ الفاظ کے ساتھ معانی ظاہر اُس کے کے بھی آشنا ہو اور معانی اولیہ کو پیغمبر ع سے لے اور تحقیق احکام اور قصص و وعدہ اور وعید کی بوجہ احسن کرے اور یہ مرتبہ نصیب علماءِ ظاہر کا ہے اور اس مرتبہ میں تشبیہ ساتھ پیغمبروں کے اور وراثت انکی کے زیادہ تر اور قوی تر ہے اور مرتبہ تیسرا یہ ہے کہ ہمراہ اس دو مرتبہ کے اسرار اور حکمت الٰہی کو احکام اور معاملات اُس کے میں کہ دُنیا اور آخرت میں ساتھ نیکوں اور بدوں کے فرمایا ہے اور فرماوے گا پاوے اور ہر حکم اور ہر قصہ اور ہر وعدہ اور ہر وعید کو بنشا اور راصل اُس کی کے عالموں غیبیہ الٰہیہ اور نظامات کارخانوں اُس کے کے وابستہ جانے اور شیون ظاہرہ کو اُن احکام اور معاملات میں ملاحظہ کرے اور یہ مرتبہ اعلیٰ مراتب کسبیہ وراثت انبیاء علیہم السّلام کا ہے مرتبہ چوتھا یہ ہے کہ جو ہر روح اُس کی مزکی اور مصفا ہو اور اس سبے کہ پیغمبر علیہ السّلام نے کہا یا ہے اُس کو بھی ساتھ تبعیت کے نصیباً حاصل ہو اور یہ آدمی قائم مقام نبی کے ہے اور وارث کامل امت کا کر گویا ظل پیغمبر اور نمونہ اُس کا بعد اُس کے باقی ہے اور مقام لائق خلافت اور وصایت پیغمبر علیہ السلام بعد انتقال اسکے کے پر فائز ہے اور یہ مرتبہ اعلیٰ مرتبوں اُمتیوں کا ہے مطلقاً لیکن وہبی ہے کسب کو حصول میں اُس کے دخل نہیں لیکن بطریق اعداد اور تقریب کے واسطے اشعار کے ساتھ تفاوت اس مرتبوں کے پستی سے طرف بلندی کے اس ترتیب کو

اختیار فرمایا ہے فائدہ سوم یہ ہے کہ لفظ اجعلنا مسلمین لک کے ساتھ حرف عطف کے واقع ہے معطوف علیہ اُس کا کیسا ہے۔ اگر لفظ تقبل ہے جملہ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ العليم اور جملہ ندائیہ رَبَّنَا دونوں معترضہ ہوں گے لیک واسطے تعلیل کے دوم واسطے تاکید دُعا کے اور معطوف علیہ اُس کا محذوف ہے پس تقدیر کلام کی ایسی ہوگی ربّنا افعل هذا واجعلنا مسلمین لك اور ترکیب ربنا وابعث فیهم کو بھی ساتھ اسی دستور کے سمجھنا چاہیئے آئے ہم طرف اُس کے کہ لانا حرف عطف کا اسی صورت کیسے ساتھ محوج ساتھ تقید معطوف علیہ کے ہوا کیا ضرور تھا نکتہ اس میں وہ ہے کہ اشعار ہو ساتھ اُس کے کہ غرض ہماری ان دُعاؤں سے جمع درمیان حصول مطالب سہ گانہ کے ہے نہ حصول یک مطلب تنہا چہارم یہ ہے کہ تفسیر میں حکمت کی علماء کو اختلاف ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مراد حکمت سے صواب پر ہونا قول اور فعل کا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حقیقت حکمت کی تشبیہ ساتھ جناب حضرت حق کے ہے بقدر طاقت بشری کے اور مناسب اسی قول کے ہے جو کہ حدیث صحیح میں واقع ہوا تخلقوا باخلاق اللہ متصف ہو تم ساتھ صفات اللہ تعالیٰ کے قتادہ اور امام شافعیؒ سے مروی ہے کہ مراد حکمت سے اس جا سنّت نبویؐ ہے کہ رکن دوسرا ارکان شرع میں ہے اور اصل عمدہ اصول دین میں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مراد کتاب سے آیات محکمات ہیں اور حکمت سے آیات متشابہات اور پر ہر تقدیر کے تزکیہ بعد تعلیم حکمت اور کتاب کے چاہیئے پس وہ کیا چیز ہے اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مراد تزکیہ سے وعظ اور تذکیر اور وعد اور وعید ہے کہ آں حضرتؐ بعد تلاوت اور تعلیم کتاب اور حکمت کے فرماتے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ مراد تزکیہ سے شہادت بعدالت اور معتبری ہے کہ آں حضرت دن قیامت کے واسطے امت اپنی کے دیں گے اور دنیا میں بھی فضائل اور مناقب صحابہ اور اہل بیت اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اور بعضے تابعین سے دی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ شہادت بعد تلاوت اور تعلیم کتاب اور حکمت کے ہے یہ ہیں اقوال مفسرین کے اس مقام میں اور جو کہ ساتھ سیاق و سباق اس آیت کے مناسب ہے تفسیر میں گزرا بالجملہ اس قصہ سے نص صریح حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی ہے صحت پر نبوت پیغمبر آخر الزمان اور مقبولیت اُمت اس کی کے اور یہ مبعوث ہونا اس پیغمبرؐ کا اور پیدا ہونا اس اُمت کا ایک چیز ہے کہ ان ہر دو بزرگ عالی قدر نے ساتھ کمال آرزو کے جناب الٰہی سے بیچ وقت مشغولی بنائے خانہ اُس کے کے کہ بلاشبہ وقت استجابت دُعا کا تھا چاہا ہے لہٰذا امام احمد اور بیہقی بروایت

marfat.com

صحابۂ معتمد سے لائے ہیں کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی عند اللہ فی ام الکتٰب لخاتم النبیین وان اٰدم لمنجدل فی طینتہ وساءخبرکم عن بدءِ امری انا دعوۃ ابراھیم علیہ السلام وھو یرفع القواعد من البیت والبعث فیھم رسولاً منھم وبشری عیسٰی ورؤیا امی التی رأت حین وضعتنی رات انہ یخرج منھا نور اضاءت لہ قصور الشام ببصریٰ اور ظاہر ہے کہ جب آں حضرتؐ حامل سر ابراہیمؑ اور اسمٰعیل ہوئے تو لازم آیا کہ ملت اُن کی ملت ابراہیمی ہو اور جو اکثر احکام اس ملت کے مانند مناسک حج اور قربانی کی حق میں یہودیوں کے منسوخ ہوئی تھی پس جہت قصور استعداد یہودیوں سے تھا کہ وہ اہل ظاہر محض تھے اور اسرار باطنی سے بے بہرہ خصوصاً راہ محبت اور فنا کو اصلاً نہیں جانتے تھے سوائے طمع اور خوف کے ان کو کوئی باعث امتثال احکام الٰہی کا نہ تھا بالضرور احکام الٰہی نے حق میں اُن کے ساتھ اسی رنگ کے صدور پایا پھر جو اہل کمال پیدا ہوئے کہ جامع ہوئے درمیان ظاہر اور باطن کے اور قلوب اُن کے مستعد محبت اور وجد اور شوق کے ہوئے لاجرم اُن احکام منسوخ کا عود فرمایا اور ملت ابراہیمی از سر نو قائم ہوئی۔ پس اس وقت میں انحراف اور عدول ملت اس پیغمبرؐ سے درحقیقت انحراف اور عدول ملت ابراہیم علیہ السلام سے ہے وَمَنْ يَّرْغَبُ یعنی وہ کون ہے کہ رغبت کرے یعنی ملت دوسری کے انحراف اور عدول کر کے عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ یعنی ملت ابراہیم سے کہ اقدم ملتوں کا اور اکمل اُن کی ہے اور ابراہیم علیہ السلام وہ ہیں کہ تمام فرقوں بنی اسمٰعیلؑ اور اسباط بنی اسرائیل کو فخر اور فضیلت ساتھ انتساب اُن کے کے ہے خصوصاً اُس وقت میں کہ استعداد تعبد نے ساتھ اُس ملت کے بکمال مرتبہ کے جلوہ کیا اور وہ پیغمبر کہ جس کو ابراہیمؑ نے نہایت تضرع اور آرزو سے چاہا تھا مبعوث ہوئے اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ یعنی مگر وہ کوئی کہ راہ بے وقوفی سے جاہل ہوا حال نفس اپنے سے نہ سمجھا کہ نفس میرے میں کس کس لطیفہ کو تعبیہ کیا ہے اور کمال ہر ہر لطیفہ کا ساتھ کس رنگ کے حاصل ہوتا ہے اور وہ ملت کہ جامع اقسام کمالات نفس میرے کی ہے اور ایفائے حق جمیع لطائف نفس میرے کے کرتی ہے کون ہے اور راہ محبت اور شوق اور فنائے قلب کی کہ سرحد مقام خلت تک پہنچاتی ہے کونسی ملت میں مفتوح ہے اور کونسی ملت میں مسدود اور کیونکر انحراف ملت ابراہیمؑ سے دلیل شقاوت اور بے خبری حال نفس کے ہم پہنچی ہے وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا یعنے اور تحقیق برگزیدہ کیا ہم نے ابراہیمؑ کو دنیا میں

ملتِ ابراہیم سے اعراض کے دلیلِ سفاہت ہونے کا بیان

ساتھ عطا کرنے جمیع کمالات نفسانیہ کے یعنی نبوت اور رسالت اور امامت اور ولایت اور سرایت نور نبوت
اولاد اور اتباع اُن کے میں قیام قیامت تک اور پہنچانا مقام خلت میں اور اظہار مناسک حج کہ نمونہ
وصال جناب حق تبارک وتعالیٰ ہے اور کشف اسرار اُن مناسک کا اُس پر اور باقی رہنا خانہ کا کہ اُس نے
بنایا ہے واسطے عبادت ہماری کے ساتھ امن وعزت کے قیام قیامت تک اور پیدا ہونا حاملان سر نبوت
اور ولایت مختلفۃ المذاق کا اولاد اور اتباع میں اُس کے دن قیامت تک یہ ہیں اسباب بزرگیوں اُس کی
کے دُنیا میں اور جو کسی کو لئے باعث اتباع ملت کے اُمید شفاعت صاحب ملت سے ہو آخرت میں پس
ابراہیمؑ شایان اس اُمید کا بھی ہے وَاِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ یعنی تحقیق وہ آخرت میں اگرچہ بیچ اُس وقت
کے نبوت اور رسالت اور امامت اُس کی منقطع ہوگی لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ یعنی البتہ صالحوں میں سے ہے ساتھ
ولایت خاصہ اپنی کے کہ افضل نبوت اور رسالت اُس کی سے ہے اگرچہ نبوت اور رسالت اُس کی افضل
ولایات مختلفہ سے ہو ہر چند یہ تمام کمالات اُس کے تدریجاً تمام کرنے میں حاصل ہوتے اور دائم ترقی
میں تھے لیکن اصل اور تخم اِن کمالات کا اُس میں بمجرد اسلام کے بویا گیا وَاِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗ یعنی جس
وقت کہ فرمایا اُس کو رب اُس کے نے ساتھ وحی خفی کے کیونکہ تا ہنوز وحی ظاہر اُس پر نہیں آئی تھی اور
پیغمبر نہ ہوئے تھے اَسْلِمْ یعنی منقاد ہو جمیع اسماء الٰہیہ اور احکام اُس کے کا ہر زمانہ میں بواسطہ جس کے کر
بھیجے اور عین اس فرمانے میں اُس کو پروردگار اُس کے نے ساتھ جمیع اسماء اپنے کے جذب فرمایا اور
حضرت ابراہیمؑ نے بسبب اُس جذب قوی کے بے اختیار قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی کہا منقاد
ہوا میں ساتھ جمیع قوٰی اور لطائف اور جوارح اور اعضا اپنے کے واسطے رب العالمین کے ہر عالم میں
حضرت ابراہیمؑ نے ایک کا جو اسماؤں اُسکے سے ظہور فرما کر ربوبیت اُس عالم کی کرتا ہے ذکر کیا پس طالب ہر کمال کو توسل ساتھ
اُس کے حصول مطلب اپنے میں کافی ہے اور روح ابراہیمی میں وسعت جمیع کمالات مطلوبہ کی ودیعت
ہے اتباع ملت اُس کی کے اور اقتدا مشرب اُس کی کے بغیر کسی آدمی کو طالبان حق سے کوئی چارہ نہیں
اور اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ معنی اسلام کے کہ حضرت ابراہیمؑ ساتھ اُس کے مامور ہوتے علاوہ اسلام
عرفی کے ہے جو منتہا کمالات انسانی کا ہے پس وہ اشکال کہ جس نے مفسرین کو اس آیت میں متحیر
کیا ہے زائل ہوا اور تحریر اُس اشکال کی یہ ہے کہ امر با سلام حضرت ابراہیمؑ کو نہ قبل نبوت کے نہ بعد
اُس کے صحیح ہوتا ہے کیونکہ انبیاء ہمیشہ مسلمان ہوتے ہیں اور کفر تبعی کا بہ تبعیت مادر اور پدر کے

marfat.com

حکم ساتھ کفران کے کے جائز نہیں جیسا کہ اور کافروں کیلئے جائز ہے اور انبیاء ایسے ہر اعتقاد سے معصوم ہیں پس امر
ساتھ اسلام کے اُن کو قبیل تحصیل حاصل اور اثبات ثابت کے سے ہے اور جواب اس اشکال کا تفاسیر
میں بچند وجوہ مذکور ہے اول یہ کہ مراد اس اسلام سے اسلام متعارف نہیں بلکہ اذعان ساتھ انقیاد
امر الٰہی کے ہے پیچ تحمل جفائے کفار کے دوم یہ کہ یہ کلام بروجہ تمثیل ہے نہ بر وجہ تحقیق کیونکہ ظاہر
کرنا علامات قدرت اپنی کا اور دلائل وحدانیت اپنی کا دل میں حضرت ابراہیمؑ کے بمنزلہ اُس کے تھا
کہ کہیں اَسْلِمْ اور عارف ہونا حضرت ابراہیمؑ کا ساتھ ذات اور صفات الٰہی کے بمنزلہ کہنے اسلمت
کے تھا محققین نے اہل اصول سے وجہ دوسری کہی ہے کہ وہ وجہ تیسری ہے اور حاصل اُس کا یہ ہے
کہ انبیاء علیہم السلام ہر چند کفر تبعی اور اعتقادی سے حالت صغر اور کبر میں معصوم رہتے ہیں اور ساتھ
اسلام خلقی کے موصوف لیکن ایمان تکلیفی اور ابتلائی کہ بسبب ورود امر اور نواہی کے متحقق ہوتا ہے
موقوف اوپر ورود ان اوامر و نواہی کے ہے پس مراد اَسْلِمْ سے یہ اسلام تکلیفی اور ابتلائی ہے کہ
موقوف اوپر توجہ اس امر کے تھا جواز قبیل تحصیل حاصل نہیں ہے اور جو کچھ اس تفسیر میں گذرا اس سے اشکال
دوسرا بھی زائل ہوا کہ جمہور مفسرین جواب میں اُس کے بھی اضطراب رکھیں اور وجہ اُس کی وہ کلمہ
اذ ظرف ہے اور تعلق اُس کا ساتھ اصطفا کے ازروئے معنی کے راست نہیں آتا ہے کیونکہ اصطفا مقید
ساتھ کسی وقت کے نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو مقید ساتھ اُس وقت کے نہیں ہو سکتا حاصل جواب
اشکال کا یہ ہے کہ اصطفا ہر چند ہمیشہ ہے لیکن بیچ بعض اوقات کے تمام آدمیوں پر آثار اُس کے ظاہر
ہوتے ہیں پس تقیید اُس کا ساتھ اسی وقت کے ابتداء ظہور اُس کے کی اُس وقت میں ہوئی ہو مخالف
دوام اُس کے نہیں چنانچہ کہتے ہیں زید شجاع فی المحرکۃ وعمرو تبحر فی المدرسۃ وبشر
جواد عند المسئلۃ وبکر کریم فی وقت المعاملۃ اور جو کلمہ اذ کو ظرف فعل محذوف کا رکھیں
یا متعلق ساتھ قال کے کریں یہ اشکال وارد نہیں ہوتا اور احتیاج جواب اُس کے کی نہیں رہتی۔
بالجملہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ملت ابراہیمی اس قبیل سے نہیں کہ کوئی اُس سے اعراض
اور عدول کرے اور وجہ منکران اس ملت کے خصوصاً یہود اور نصاریٰ کہیں کہ نزدیک ہمارے بھی مسلّم ہے
کہ ملت ابراہیمی اکمل ملتوں اور افضل اُن ہے اور جامع ترین ملتوں کمالات انسانیہ کی ہے
لیکن یہ ملت خاص تھی ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہ طرف اوج کمال کے پہنچے تھے اور مقام

خلت سے مشرف ہوئے یا خاص ہے ساتھ انبیائے عالی قدر کے اولاد اُن کی سے عوام کو نہیں پہنچا کہ اتباع اُس ملت کی کرے اسواسطے کہ وہ نوع ایسی ہے کہ اجتماع کمالات کا دائرہ استعداد اُن کی سے خارج ہے مثل اُس کے عوام اُمت کو نہیں پہنچتی کہ ساتھ مخصوصات انبیاء علیہم السلام کے اقتدا کرے مثل نکاح مافوق الاربعہ زنان سے اور مانند اُس کے پس حق میں دوسروں کے وہ ملت لازم العمل نہیں جواب میں اس حرف اُن کے کے کہنا چاہیئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا خود ساتھ اُس ملت کے عمل فرماتے تھے دوسروں کو اتباع اور اولاد اپنی سے بھی ساتھ اُس بات کے تکلیف دیتے تھے پس معلوم ہوا کہ وہ ملت مخصوصات اُن کے سے نہ تھی بلکہ جیسا کہ حیات میں اپنی ساتھ اُس ملت کے تکلیف دی ہے بعد وفات کے بھی ساتھ اُسی ملت کے امر فرمایا ہے وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ اور وصیّت فرماگئے ہیں ساتھ اسی ملت کے ابراہیم علیہ السلام پسران اپنے کو کہ آٹھ نفر تھے کلاں تر اُن کے حضرت اسمٰعیل ؑ ہیں مادر اُن کی حضرت ہاجرہ قبطیہ اور حضرت اسحٰق مادر اُن کی حضرت سارہ دختر عم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کہ ہاران نام رکھتے تھے اور یہ ہر دو پیغمبران عالی قدر تھے اور چھ دوسرے بطن قنطورا دختر یقطن کنعانیہ کہ نسل عرب عاربہ سے تھی اور وہ چھ مدین اور مدّان اور یفشان اور زمران اور اسبق اور شوخ ہیں کہ پیغمبر نہ ہوئے پس معلوم ہوا کہ وہ ملت بھی حضرت ابراہیم ؑ پراور غیر اُن کے پر بھی اُن کی حیات میں اور بھی بعد وفات اُن کی کے واجب العمل تھی اور ابن سعد نے کلبی سے روایت کی کہ حضرت ابراہیم ؑ نے حضرت اسمٰعیل ؑ کو مکہ معظمہ میں ساکن فرمایا اور نسل اُنکی وہاں جاری رہی اور حضرت اسحٰق ؑ کو کنعان میں ہمراہ اپنے ساکن فرمایا اور مدین کو شہر مدین میں کہ بنام اُس کے ملقب ہے اور اولاد اُس کی وہاں تھی حضرت شعیب علیہ السلام اولاد اُنکی سے ہیں اور مدّان اور دوسرے پسران کو شہروں شام اور روم میں متفرق کیا ہے پسران دیگر نے خدمت میں حضرت ابراہیم ؑ کے عرض کیا کہ تم نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو جوار میں خانۂ خدا کے جگہ دی اور حضرت اسحٰق کو ہمراہ اپنے رکھا تم نے اور ہم سب کو جدا کر کے زمین وحشت اور غربت میں ڈالا تم نے حضرت ابراہیم ؑ نے فرمایا کہ مجھ کو جناب الٰہی سے اسی قسم کا حکم ہوا ہے ناچار ہوں میں لیکن میں ہر ایک کو تم میں سے ایک اسم الٰہی سے تعلیم کروں گا کہ حل مشکلات اور طلب حاجات میں کفایت کرے گا پس ہر ایک کو اُن سے ایک اسم اسمائے الٰہی سے تعلیم فرمایا کہ وقت قحط کے ساتھ اُس اسم کے دُعا کرتے تھے اور باران

marfat.com

اور وقت مقابلہ دشمنوں کے ساتھ اس اسم کے توسل ڈھونڈتے تھے اور نصرت پاتے تھے اور اتباع اس ملت کی مخصوص ساتھ اولاد صلبی حضرت ابراہیمؑ ہی کے نہ تھی بلکہ وَیَعْقُوْبُ یعنی اور یعقوب بھی کہ پسر حضرت اسحٰقؑ کے دختر حضرت لوطؑ سے تھے اور نبیرۂ حضرت ابراہیمؑ کے تھے اسی طرح بارہ پسر اپنے کو کہ روبین اور روبیل اور شمعون اور لاوی اور یہودا تھے شکم لیاہ دختر لایان سے کہ خالہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ہوتی تھی اور یوسفؑ اور بنیامین شکم سے راحیل دختر دوم لایان کی کے اور زبولون اور یشاخر اور دان اور نفتالی اور کادا اور اشر کہ شکم سے کنیزکوں کے تھے سب کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جمع کیا وقت وفات اپنی کے سر پر اور کہا یَابَنِیَّ یعنی اے لڑکو میرے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی لَکُمُ الدِّیْنَ یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے واسطے تمہارے چنا اور برگزیدہ کیا ہے اس دین کو کہ اسلام ہے اور غیر اسکے اور کوئی دین نہیں اور کوئی اعتقاد اور کوئی عمل کہ مخالف اس کے ہو مقبول نہیں فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یعنی پس چاہیے کہ نہ مرو تم مگر اس حالت میں کہ تم اوپر دین اور اسلام کے قائم ہو اور ظاہر ہے کہ حضرت یعقوب جد بنی اسرائیل کے تھے اور اولاد اپنی کو ساتھ یہودیت اور نصرانیت کے وصیت نہیں فرمائی بلکہ ساتھ اسلام اور انقیاد احکام الٰہی کے جس طرح کہ زمانہ میں اوپر زمان کہ پیغمبر کے باوریں باقی رہا یہاں ایک سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ موت امور اضطراریہ سے ہے اور نہی کو چاہیے کہ متعلق ساتھ امور اختیاری کے ہو اس کلام میں نہی موت سے کیونکر واقع ہوئی جواب اُس کا یہ ہے کہ نہی مطلق موت سے نہیں بلکہ نہی موت سے بیچ غیر حالت اسلام پر ہے اور گویا در حقیقت یہ بھی امر ہے دوام کا اوپر حالت اسلام کے تاکہ موت غیر اُس حالت میں نہ آوے جیسا کہ کہتے ہیں۔ لاتصل الاوانت خاشع کہ نہی نماز سے نہیں بلکہ امر ہے ساتھ خشوع کے نماز میں اور صحاح میں بروایت جابر بن عبد اللہ کے آیا کہ میں نے آں حضرت علیہ السلام سے سُنا کہ قبل تین دن وفات اپنی سے فرماتے تھے لا یموتن احدکم الّا وھو یحسن الظن بربّہ یعنی نہ چاہیے کہ مرے تم سے کوئی مگر اس حالت میں کہ گمان نیک رکھتا ہو ساتھ پروردگار اپنے کے اور عفو اور رحمت اُس کی کو نصب العین کرے تفاسیر میں مرقوم ہے کہ یہودیان زمان پیغمبر علیہ السلام نے قصہ وصیت حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ وعلیٰ نبینا وعلیہ السلام اور حضرت یعقوبؑ کا سنا کہا کہ وصیت حضرت ابراہیمؑ کی ہم نہیں جانتے ہیں کہ ساتھ کس چیز کے تھی لیکن حضرت یعقوبؑ خود جہان سے گئے نہیں ہیں جب تک کہ

یعقوب علیہ السلام کی اپنی اولاد کو وصیت کا بیان

وصیت دین یہودیت کی پسران اپنے کو نہیں کی ہے حق تعالیٰ نے جواب میں اُن کے فرمایا کہ آیا تم دعویٰ کرتے ہو یعقوبؑ پر کہ پیغمبر تھے اُس خبر کا کہ بے سند وناد رست ہو اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ یعنی تھے تم حاضر اور گواہ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ یعنی جس وقت کہ نزدیک آئی یعقوبؑ کو موت خصوصاً اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ یعنی جس وقت کہ کہا لڑکوں اپنے کو مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ یعنی کس چیز کی عبادت کرو گے میرے بعد غرض اُن کی اس پوچھنے سے یہ تھی کہ لڑکے رُوبرو اُن کے اقرار ساتھ توحید کے کریں اور یہ اُن سے اس اقرار پر عہد وپیمان مضبوط بنالیں چنانچہ لڑکوں نے اُن کی اس غرض کو سمجھا قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ یعنی اور کہا ہم عبادت کریں گے معبود تیرے کی کہ اوصاف اُس کے زبان تیری سے سُنے ہیں ہم نے اور دلائل قطعیہ ان اوصاف کے پہچانے ہیں ہم نے اور وہ معبود تیرا محض مصنوع خیال اور منحوت وہم تیرے کا نہیں بلکہ وہ معبود معبود جمیع اہل حق کا ہے اور اسی واسطے کہتے ہیں ہم وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ یعنی اور عبادت کریں گے ہم معبود پدروں تیرے کی لیکن نہ وہ پدر کہ مشرک گزرے ہیں اور معرفت اُس ذات کی سے دُور پڑے ہیں بلکہ ابراهیم واسمٰعیل واسحاق کہ جب لڑکے حضرت یعقوبؑ کے ڈرے کہ مبادا التعدد اضافت سے توہم تعدد مضاف کا پیدا ہو کہا اِلٰهًا وَّاحِدًا یعنے عبادت کریں گے ہم اُس یگانہ کی کہ ساتھ کسی وجہ کے تعدد نہ رکھے اور عبادت کا بھی ایک طور پر اور ایک وضع پر التزام نہ کریں گے ہم بلکہ اس امر میں بھی تابع حکم الٰہی کے ہوں گے ہم وَنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ یعنی اور ہم تمام محض واسطے اُس کے انقیاد کرتے ہیں حکم اُسی کا ہر زمانہ میں کہ زبان پر جس پیغمبر علیہ السلام کے آوے واجب القبول جانتے ہیں ہم مقابلہ میں اُس کے اصرار والحاج ہر وضع پر مالوف اپنے کے نہیں کرتے ہیں اور تم اے اہل کتاب اگرچہ اولاد اُن بزرگوں کی ہو لیکن درمیان تمہارے انقیاد اُن کے سے کچھ نصیبہ نہیں تم کو پہنچتا ہے کہ ساتھ انقیاد اُن کے کے فخر اور مباہات کرو تم اور اپنی بزرگی اور فضیلت ساتھ نسبت کرنے اُن کے کے ثابت کرو تم اس واسطے کہ تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ یعنی یہ گروہ ایک جماعت تھی کہ گزری اور اثر وصیت اُن کی کا درمیان تمہارے کچھ باقی نہیں لَهَا مَا كَسَبَتۡ یعنے واسطے اُس جماعت کے ہے جو کچھ کہ کسب کر گئی اعتقادات اور اعمال اور اخلاق سے وَلَكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ یعنے واسطے تمہارے ہے جو کچھ کہ کسب کرتے ہو تم اور تم کو انتساب اُن کے ساتھ کچھ فائدہ نہیں کرتا کیونکہ وَلَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ یعنے اور سوال نہ کئے جاؤ گے تم اُس چیز سے کہ وہ عمل کرتے تھے اگر

marfat.com

بالفرض گناہ کیا ہو پس ایسی ہی نیکیاں اُن کی بھی تم کو نفع نہ کریں گی جو تم وصیت پر اُن کی قائم نہ رہے تفاسیر میں مروی ہے کہ جب حضرت یعقوبؑ مصر میں داخل ہوئے دیکھا کہ آدمی وہاں کے اختلاف مذہب کا رکھتے ہیں بعضے بُت پرست اور بعضے ستارہ پرست اور بعضے آتش پرست ڈرے کہ مبادا اولاد میری بھی صحبت میں ان آدمیوں کے گمراہ ہو - اس جہت سے وقت وفات اپنی کے سب کو جمع کر کے اس طرح پر اقرار کرایا اور حاصل اقرار اُن کے کا یہ ہی تھا کہ معبود اپنے کو حلول سے مخلوقات میں پاک جان کر وضع عبادت کو موافق حکم اس تعالیٰ کے ہر زمانہ میں جس طرح سے کہ آدے بجا لاویں گے ہم اور یہی ہے خلاصہ ملت حنفیہ کا کہ تعصب یہودیت اور نصرانیت سے منزلوں دُور ہے اور یہی ہے مسمّیٰ باسلام پس دعویٰ کرنا اس کا کہ حضرت یعقوبؑ نے پسران اپنے کو ساتھ یہودیت کے وصیت فرمائی ہے افترا محض ہے انبیاء پر باقی رہے یہاں فائدے چند اوّل کہ حضرت اسمٰعیلؑ پدران حضرت یعقوبؑ میں سے نہ تھے کس لیے نہیں [illegible] حضرت یعقوبؑ میں شمار کیا بلکہ مقدم حضرت اسحٰقؑ پر لاتے جواب یہ ہے اُسکا یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہر چند پدر حقیقی نہ تھے لیکن چچا حضرت یعقوبؑ کے ہوتے تھے عم کو منجملہ پدران شمار کرنا مجاز متعارف ہے جیسے خالہ کو بمنزلہ مادر کے اور اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ الخالۃ بمنزلۃ الام اور بھی حدیث میں وارد ہے کہ اکرموا العباس فانہ بقیۃ ابائی یعنی تعظیم کرو تم حضرت عباسؓ کی اس لئے کہ وہ [illegible] واجد کا بقیہ ہے یعنی [illegible] اور بھی حدیث میں وارد ہے کہ عم الرجل صنو ابیہ یعنی عم شخص کا ہم دوش پدر اُس کے کا ہے وہ سلوک کہ ساتھ پدر کے کرتا ہے ساتھ اُس کے بھی کرنا چاہئے۔

فائدہ دوسرا یہ کہ جد کو پدر کہنا حقیقت ہے یا مجاز نزدیک امام شافعیؒ کے مجاز ہے اور اسی واسطے کہتے ہیں کہ برادران اور خواہران عینی ہمراہ جد کے وارث ہوتے ہیں اور مذہب امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بھی یہی ہے اور دلیل اُن کی قول حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ اور عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابتؓ کا ہے اور نزدیک امام اعظم علیہ الرحمۃ کے حقیقت ہے اور اسی واسطے نزدیک اُن کے برادران اور خواہران عینی باوجود جد کے وارث نہیں ہوتے اور تمام مال کو جد لیتا ہے مانند پدر کے اور دلیل اُنکی قول حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق اور حضرت عائشہ اور ابن عباس اور حسن بصری اور طاؤس

marfat.com

یہود و نصاریٰ کے مسلمانوں سے اپنا دین اختیار کرنے کے مطالبہ کا بیان

اور عطاؒ کا ہے لیکن اس آیت سے حقیقت ہونا لفظ اَبْ کا جد میں ثابت نہیں کر سکتے جیسا کہ بعض حنفیہ اثبات کرتے ہیں اس واسطے کہ اطلاق اٰبآء کا یہاں بلاشبہ مجاز ہے بدلیل ذکر حضرت اسمٰعیلؑ کے سیوم وہ کہ فرقہ تعلیمیہ نے کہا کہ معرفت الٰہی میں تقلید رسُول اور امام کی بھی کفایت کرتی ہے کیونکہ پسران حضرت یعقوبؑ نے بیچ اوصاف ذات پاک الٰہی کے سوا اس کے نہ کہا کہ معبود تیرا معبود پدروں تیرے کا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ معرفت ذات الٰہی ان کو راہِ دلائل سے حاصل تھی لیکن جو اس مقام میں تسلی خاطر حضرت یعقوبؑ کی مقصود تھی اور اسی صفت پر اکتفا کیا تا کہ خاطر اُن کی اطمینان قبول کرے کہ میرے طریقہ پر اور پدروں میرے کے طریقہ پر قائم رہیگا اور بعض نے اہل کلام سے کہا ہے کہ معنی اس عبارت کے وہ ہیں کہ نعبد الالٰه الّذی دل علیه وجودك ووجود اٰبائك کقولهٖ تعالیٰ اعبدوا ربّکم الّذی خلقکم والّذین من قبلکم کہ عبادت کریں گے ہم اُس اللہ کی کہ دلالت کرتا ہے اوپر اُس کے وجود تیرا یہ اور وجود تیرے کا مثل قول اللہ تعالیٰ کے کہ عبادت کرو تم رب اپنے کی وہ رب کہ پیدا کیا تم کو اور اُن لوگوں کو کہ پہلے تم سے ہیں اور تحقیق یہ ہے کہ دلیل معرفت الٰہی نسبت ساتھ ہر آدمی کے جدی ہے چنانچہ حق میں کسی شخص کے کہ ساتھ دیکھنے اوضاع اور اطوار اور کمال صدق اور راستی اور وفور عقل و کیاست اور تجربہ اور اصابت رائے اُس کی کے اعتقاد بہم پہنچاوے کہ بمجرد کہنے کے اس کو دلیل قوی جانے اور مراد تعلیم کی یہی ہے پس نزاع ساتھ اُن کے نزاع لفظی ہے کیونکہ یہ تقلید درحقیقت تحقیق ہے تقلید وہ ہے کہ بے دلیل کسی کا اتباع کرے والاحق میں انبیاء کے کہ دلائل صدق ان کے معجزات اور خوارق اور راستی اوضاع اور اخلاق اور اجتناب خطا اور کذب سے اظہر من الشمس ہوتے ہیں اتباع فرض ہے اور باب تقلید سے نہیں اور تعجب اس پر ہے کہ اہل کتاب باوجود اعتراف اور اقرار کے بہ کمال ملت ابراہیمؑ اور ساتھ فضائل اُس جناب کے ہرگز اتباع اس ملت کو ہدایت نہیں گنتے بلکہ ضلالت جانتے ہیں کیونکہ انھوں نے ہدایت کو منحصر غیر میں اُس ملت کے کیا ہے وَقَالُوْا یعنی اور کہا اہل کتاب نے یہودی اور نصاریٰ میں سے بطریق توزیع کے کہ کُوْنُوْا هُوْدًا یعنی ہو تم مذہب یہود پر اور یہ مقولہ یہود کا ہے اَوْ یعنی یا کہا کہ ہو تم نصاریٰ اور یہ مقولہ

نصاریٰ کا ہے پس ہر فرقہ اُن سے کہتا ہے کہ راہ ہماری اختیار کرو تم کہ تَهْتَدُوْا تو راہ پاؤ تم اور ہدایت حاصل کرو تم کیونکہ ہدایت منحصر ہے ہماری راہ میں قُلْ یعنی اے محمد تم کہو جواب میں انکے کہ ہدایت منحصر تمہاری راہ میں نہیں بَلْ یعنی اتباع کروں گا میں ملۃ ابراھیم ملت براہیمؑ کی کہ یہودیت اور نصرانیت سے کامل تر ہے اور انواع ہدایت کو جامع تر خصوصًا یہ صفت ابراہیمؑ کی کہ تھا حَنِيْفًا یعنی مائل طرف خدا کے کل ماسوا سے ہٹ کر اور یہودیت اور نصرانیت تمہاری میں میلان طرف غیر خدا کے بہت ہے کبھی طرف عزیر کے میل کرتے ہو تم اور کبھی طرف مسیح کے اور کبھی طرف پیشواؤں اپنے کے بے تحقیق صدق اور راستی ان کی کے میل کرتے ہو تم اور احکام ان کے کو مانند احکام خدا کے جانتے ہو جیسا کہ دوسری آیت میں مصرح ہے اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله والمسيح ابن مريم وما امروا الا ليعبدوا الها واحدا لا اله الا هو سبحانه عما يشركون ٥ یعنی پکڑا انھوں نے رب او رمالک عالموں اور عابدوں اپنے کو سوائے اللہ کے اور مسیح بیٹے مریم کو اور نہیں امر کئے گئے وہ مگر یہ کہ عبادت کریں ایک معبود کی نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے پاک ہے وہ اس چیز سے کہ شریک کرتے ہیں حالانکہ ابراہیمؑ ان تمام وجوہ شرک اور کفر سے مبرا تھے وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہ تھے ابراہیمؑ مشرکوں سے نہ عبادت میں اور نہ خلق اور تدبیر میں اور تحلیل اور تحریم میں اور تم سب عبادت میں عزیر اور مسیح کو شریک اس کا کرتے ہو اور بھی خلق اور تدبیر میں اسلاف اپنے کو شریک کرتے ہو تم اور جانتے ہو کہ تم وہ بخلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے ہم کو فتح اور نصرت دیتے، اور روزی پہنچاتے ہیں اور اولاد دیتے ہیں اور آخرت میں ساتھ زور کے عذاب سے خلاص کریں گے اور بھی سحر میں استعانت ساتھ ارواح خبیثہ جنوں کے کرتے ہو اور ارواح کواکب کو مدبر جانتے ہو اور تحلیل اور تحریم میں پیشواؤں اپنے کو احبار اور رہبان میں سے ساتھ اس کے شریک کرتے ہو تم اور حلال اور حرام کئے ان کے کو مانند حلال اور حرام کئے ہوئے خدا کے جانتے ہو تم اور باوجود پانے نصوص کتاب کے برخلاف اس کے تقلید ان کی نہیں چھوڑتے باقی رہیں یہاں چند بحثیں اوّل یہ کہ ملت ابراہیمؑ میں عین ملت پیغمبر آخر الزماں کی ہے اصول اور فروع میں یا ہر دو اصول میں متفق ہیں مثل توحید اور نبوت اور معاد اور غسلِ جنابت اور ختنہ اور اصول مکارم اخلاق یعنی صبر اور رضا بقضا اور تسلیم لامر اللہ اور مانند ان

marfat.com

امور کے اور فروع میں مختلف ہیں جو شق اول کو اختیار کریں لازم آتا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں صاحب شریعت جدیدہ کا نہ ہو اور مانند انبیائے بنی اسرائیل کہ مروج دین موسوی تھے وہ بھی مروج دین سابق کا ہو اور یہ امر صریح البطلان ہے اور جو شق ثانی کو اختیار کریں پس اجماع ملت ابراہیمی کہ جابجا قرآن مجید میں ساتھ اس کے حکم فرماتے ہیں کیا معنیٰ رکھے اس واسطے کہ تینوں یہودیت اور نصرانیت اور اسلام سب ان اصول میں متفق ہیں بلکہ اصول میں جمیع شرائع اور ملل اتفاق رکھتے ہیں بدلیل شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه اور یہ کہ اسی صورت میں لازم آتا ہے کہ یہ پیغمبر اور یہ امت بھی بیچ فروع کے ملت ابراہیمی سے منحرف ہو اس واسطے کہ اعتراف ساتھ اصول کسی ملت کے موجب اعتراف ساتھ تمام اس ملت کے نہیں ہوتا ورنہ یہودی اور نصرانی بھی تابع ملت ابراہیمی ہوں جواب میں اس بحث کے علمائے محققین نے دو مسلک اختیار کئے ہیں اکثر محققین نے کہا ہے کہ اتفاق اس ہر دو ملت کا اصول میں ہے فقط لیکن اصول جیسا عقائد کو کہتے ہیں۔ ایسے ہی قواعد کلیہ شریعت کہ مسائل جزئیہ اس سے متخرج ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں اصول ملت ابراہیمی ساتھ اس معنیٰ کے شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ محفوظ ہیں کچھ تفاوت نہیں جو فروع متخرجہ ہیں ان سے بحسب مصلحت زمانہ کوئی تفاوت ہو مضائقہ نہ رکھے مثلاً سہولت اور سماحت اور سلوک راہ اعتدال کا تہذیب نفس کی بے افراط وتفریط اور رعایت مصالح نظام معاش اور معاد ہر دو معاً اور عدم تقیید عبادات اور عادات اور اعیاد اور رسوم منزلی اور بدنی ساتھ قیود دشوار کے اور احتراز و ابطال کسی قوت کا قوائے طبعیہ سے اور خرق کسی عادت کا عادات مستمرہ نوع سے بیچ ہر حکم اس شریعت کے مرعی ہے اور معنی اتباع ملت کے یہی ہیں نہ وہ کہ فروع جزئیہ کو بعینہا باقی رکھیں بلکہ وقت تحقیق کے ملت نام انھیں قواعد مرعیہ کا ہے نہ نام فروع جزئیہ کا لہٰذا ہم کہتے ہیں کہ ملت ہم لوگوں کی ملت ابراہیم کی ہے اور نہیں کہتے ہیں ہم کہ دین اور آئین اور شریعت ہم لوگوں کی شریعت اور دین اور آئین ابراہیم کا ہے اس واسطے کہ شریعت اور دین اور آئین میں ملاحظہ ان فروع کا بھی ہوتا ہے اور فروع بعینہا محفوظ نہیں اور مثال عام فہم اس اتباع کی وہ ہے کہ ہر دو شاگرد حضرت امام اعظمؒ کے صاحبین ہیں یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد بلاشبہ روشن اجتہاد اور استنباط میں تابع امام اپنے

کے ہیں اور قواعد اُن کے وقت استخراج مسائل کے مرعی رکھتے ہیں لہذا اجتہاد انکا اجتہاد امام شافعیؒ کے متابع ہے امام شافعیؒ کو تابع امام اعظمؒ نہیں کہتے اور باوجود اس کے صاحبین فروع متخرجہ میں مخالفت امام ابی کی کرتے ہیں ایسے ہی شارع شریعت مصطفویہ نے مسطر ابراہیمی اور قانون حنفی کو بیچ وقت القاء اس شریعت کے مرعی رکھ کر اوپر اسی قانون کے بنا فرمایا ہے کہ بیچ بعضے مقاموں کے فروع متخرجہ اس وقت کی مخالفت فروع متخرجہ اس وقت کے واقع ہوئی ہولیلا اور اسی واسطے

دوسری آیت میں ارشاد ہوا اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اور حاصل اس جواب کا فرق ہے ملت اور شریعت میں پس ملت ہماری ملت ابراہیمی ہے اور شریعت ہماری شریعت محمدی ہے۔ اور ہم مامور ساتھ اتباع شریعت اس کی ہیں۔ اور یہود اور نصاری کو شرائع دوسری بحسب استعداد ان کی کے حضور خداوندی سے عنایت ہوئیں کہ اس ملت ابراہیمی پر نہ تھیں اور قواعد ابراہیمی بسبب قصور استعداد ان کی کے جریان سے موافق اس قاعدہ کے ان شرائع میں مرعی نہ تھے گو اصول عقائد میں موافق ہوں پس توافق جمیع ملل اور ادیان کا باہم اصول عقائد میں مانند توافق جمیع مجتہدین کے ہے تمسک کے ساتھ اصول اربعہ کے کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس کے اور اجماع اور قیاس اور توافق اس شریعت کا ساتھ ملت ابراہیمی کے مانند توافق امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کے ہے قواعد استنباط میں مثل الزیادۃ علی الکتاب نسخ فلا یثبت الا بالخبر المشہور مثل اعتبار عموم بلوی اور استحسان اور مانند اس کے اور جب فرق ملت اور شریعت میں واضح ہوا اور معنی اتباع ملت کے بھی منکشف ہوئے ظاہر ہوا کہ اختلاف شریعت کو انحراف ملت ابراہیمی سے نہ کہنا چاہیے انحراف وہ ہے کہ اصول اور قواعد اس کے سے تجاوز کیا جاوے چند محققین طرف اس کے گئے ہیں کہ شریعت خاتم المرسلینؐ کی بعینہا شریعت ابراہیمی ہے اور فرق ملت اور شریعت میں نہیں کیا ہے اور کہا ہے کہ اصول اور فروع اس شریعت کے موافق اصول اور فروع شریعت ابراہیمی کے ہیں بلا تفاوت لیکن ساتھ اس معنی کے کہ احکام ملت ابراہیمی بتمامہا اس شریعت میں محفوظ ہیں گو بہت چیزیں اس پر زیادہ کی ہوں اور وہ چیزیں بھی مخالف ان احکام کے نہیں بلکہ شرح اور بسط اور تتمیم اور تکمیل انہی احکام کی ہیں پس ملت ابراہیمی حکم متن کا رکھے اور شریعت مصطفویؐ حکم شرح اس متن کا ہے اور ساتھ اس معنی کے

marfat.com

شارح کو تابع متن کہا جاتا ہے صاحب مشکوٰۃ کو مثلاً تابع صاحب مصابیح کے جانا جاتا ہے البتہ ہم کو تفصیلاً احکام ابراہیمی راہ دوسری سے سوائے اس شریعت کے معلوم نہ ہوتے اور اس شریعت میں وہ احکام ساتھ احکام زائد کے مخلوط ہوئے اس سبب سے تمیز فیما بین ان دونوں کے دشوار ہوئی لیکن اس قدر از روئے نصوص صریحہ کتاب اور سنت کے کہ آیات بہت اور احادیث بیشمار ہیں تیقن ہے کہ آنحضرتؐ اسی شریعت کو لائے ہیں پس ان آیتوں میں سے یہ آیت ہے مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ اور قول اللہ تعالیٰ کا ہے ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا اسکے علاوہ اور بھی اور احادیث رسولؐ میں سے ایک یہ ہے۔ اتیتکم بالحنیفۃ السمحۃ البیضاء اور یہ کہ از روئے احادیث اور سیر کے کہ بیان اس کا اس مقام میں طول طویل ہو جاتا ہے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد اعدام اللہ سے اور توڑنا بتوں کا اور ختنہ اور عقیقہ اور آداب ضیافت اور لبس ثیاب اور اتخاذِ زینت وقت عبادت کے اور رفع یدین نماز میں اور تکبیر وقت پستی اور بلندی کے اور نماز چاشت چہار رکعت اور تحریم مہینوں حرام کی اور حرمت محرمات کے نکاح میں اور ایجاب شہود اور مہر کا اس میں اور رکوع قبل سجود کے نماز میں اور جدا کرنا حصہ کا مالوں سے واسطے خدا کے کہ عبادت زکوٰۃ سے ہے اور وجوب ستر عورت اور حرمتِ زنا اور لواطت اور سحاق اور دوسرے کبائر کے اور کعبہ کو قبلہ پکڑنا اور مناسک حج تمامہا اور خصال فطرت جمیعًا اور آداب قربانی اور ہدی اور احکام نجوم کے معتقد نہ ہونا اور منجموں سے ساعت نہ پوچھنا اور تفحصِ سعد اور نحس ساعات اور ایام اور شہود اور تواریخ میں نہ پڑنا اور شگون بد نہ پکڑنا اور کہانت کا معتقد نہ ہونا اور نذر بنام جنوں اور دیووں اور پریوں کے نہ باندھنا اور ذبح واسطے ان کے نہ کرنا اور رزق اور شفا اور موت اور حیات کو بلا واسطہ مسبب الاسباب کے جاننا اور صبر بیچ وقت مصیبت کے اور ترک جزع اور فزع اور نوحہ اور شیون کا وقتِ موت اقارب اور دوستوں کے اور جان اپنی کو راہ میں خدا کے دینا اور پدر کو بدلے گناہ پسر کے اور پسر کو بدلے گناہ پدر کے نہ پکڑنا اور جامہ اور بدن اور خانہ اور مسکن کو پاک اور لطیف رکھنا اور معطر کرنا اور لہو و لعب سے احتراز کرنا اور تصویر بنانے اور نگاہ رکھنے اس کے سے اجتناب کرنا اور ترک نکاح اور ترک لذائذ اطعمہ اور نفائس لباس کا اور گوشہ گیری آدمیوں سے معتبر نہ جاننا اور ریاضت مفرط کو کہ موجب تلف حق نفس کا یا حق اہل و عیال

اپنے کا ہو محمود نہ جاننا اور کسب معاش کرنا اور سوال سے بلا ضرورت احتراز کرنا اور امثال اس کے احکام ملت ابراہیمی سے ہیں کہ اس شریعت میں بعینہا باقی ہیں بلکہ انہی امور میں کہ اصل اس شریعت اور قاعدے اس دین کے ہیں اور ہر ایک ان امور مذکورہ سے فروع بہت مستخرج ہوتے ہیں کہ شاید احاطہ تمام شریعت کا کریں البتہ احکام ملت ابراہیمی بسبب مٹنے آثار اس کے کے اور عدم تدوین اس کی کے کتابوں میں اور پڑنے ان احکام کے ہاتھ میں جاہلوں کے اور نسخ ہونا اکثر ان احکام کا زمانہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰؑ اور فیمابین ان دونوں کے کہ مدت طویلہ تھی عالم سے ایسے پوشیدہ ہو گئے تھے کہ اطلاع ان احکام پر بدون وحی جدید کے بشر کیلیے ممکن الحصول نہ تھی خاتم المرسلینؐ نے ان احکام کو بواسطہ وحی کے تلقی فرمایا تھا اور اس مقام سے کہ حضرت ابراہیمؑ پر نزول پایا تھا آنحضرت پر بھی بہ تجدید نزول پایا تھا پس آنحضرت ساتھ اس معنی کے صاحب شریعت جدیدہ ہوئے کس واسطے کہ جدید ہونے میں شریعت کے یہ امر ضروری نہیں کہ احکام اس شریعت کے کبھی کسی وقت میں وقتوں سے عالم میں ظاہر نہ ہوئے ہوں بلکہ احکام شریعت مندرسہ کو از سر نو عالم غیب سے تلقی کرنا بھی تجدید شریعت سے کفایت کرتا ہے ساتھ اسی معنی کے آنحضرتؐ ناسخ دوسرے ادیان کے ہوئے کہ ناسخات اس شریعت منسوخہ کو پھر ساتھ اس شریعت منسوخہ کے نسخ فرمایا البتہ جدید ہونے کتاب میں یہ بھی ضروری ہے کہ قبل اس کے وہ کتاب دوسرے پر نازل نہ ہوئی ہو اور اسی واسطے حضرت عزیرؑ کو نہ کہنا چاہیئے کہ صاحب کتاب جدید کے تھے یا تورات اوپر اُن کے نازل ہوئی تھی اس فرق کو اچھی طرح سمجھنا چاہیے اور ظواہر آیات بسیار اور احادیث بے شمار کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے کہ صراحۃً اتحاد پر دونوں شریعت کے دلالت کرتی ہیں اور انبیائے بنی اسرائیل کہ مروج شریعت موسویہ ہوئے ہیں اس شریعت مدونہ کو از روئے کتب اور محفوظات بشر سے پکڑتے تھے نہ راہ وحی الٰہی کے علام غیب سے پس وہ بھی صاحب شریعت جدیدہ کے نہ ہوئے۔ و نیز وجہ دوسری شریعت جدید ہونے آنحضرتؐ کی یہ تھی کہ آنحضرتؐ نے احکام ملت ابراہیمی پر قدر کثیر زیادہ کیا ہے مثل تجدیدات صلوٰۃ اور صوم اور زکوٰۃ اور مسائل جہاد اور خلافت کبریٰ یعنی نصب قضاۃ اور محتسبین اور عمال جزیہ اور خراج اور قسمت فے اور غنائم اور مسائل کہ متعلق ساتھ اقامت جمعہ اور جماعات اور اعیاد کے ہیں اور فرائض اور ترکات اور

marfat.com

معاملات میں تعمق عظیم فرمایا ہے اور آداب قضا اور فصل قضا کو بھی ساتھ شرح اور بسط تمام کے لائے ہیں ساتھ اس جہت کے بھی یہ صاحب شریعت جدیدہ کے ہوئے اور ظاہر ہے کہ انبیاء پر بنی اسرائیل کے غیر احکام توریت سے کوئی حکم دوسرا تانہ وحی نہیں ہوتا تھا پس فرق درمیان خاتم المرسلین اور دوسرے انبیائے بنی اسرائیلؑ کے کمال انجلا کے ساتھ واضح ہوا بلکہ یہ لانے میں اس شریعت کے مانند حضرت موسیٰؑ کے ہیں یہ بھی فی الجملہ قواعد ملت ابراہیمی کو منظور رکھتے ہیں اور ان قاعدوں پر تفریع کرتے ہیں پس عند التحقیق امروز شریعت مستقلہ یہی دو شریعت ہیں موسویؑ اور مصطفویؐ لیکن شریعت موسوی مشتمل اوپر رعایت جمیع قاعدوں ملت ابراہیمی کے نہیں اور شریعت مصطفویؐ مستوفی احکام ملت ابراہیمی کے ہے تمامہا اور اس پر کچھ اور زیادہ کر کے اس کو تتمیم اور تکمیل کیا اور شریعت عیسوی وہی شریعت موسوی ہے لیکن ساتھ تخفیف اور تیسیر اور رفع قیود کے فی الجملہ اور گویا نزول شریعت عیسوی کا ارہاص نزول شریعت مصطفویؐ اور ابتدائے رجوع بشریعت ابراہیمی تھا لیکن من وجہ دون وجہ جیسا کہ شان ارہاصات و تمہیدات کی ہے کہ قبل مطلب کے نشان اس مطلب کا دیتے ہیں اور راہ اس طرف کھولتے ہیں یہ ہے مذاق اہل تحقیق کا جواب میں اس بحث کے بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ مراد اتباع ملت ابراہیمی سے کہ جا بجا قرآن مجید میں مذکور ہے اعتقاد کو موافق عقائد اس ملت کے کرنا ہے اور بس اس واسطے عقائد اس ملت کے عقائد جمیع طوائف امم سے مثل ہنود اور یونانین اور صابئین اور مجوس کے امتیاز تمام رکھتے ہیں اور وہ عقائد یہ ہیں مثلاً ان المعبود واحد وانہ لا یجوز اتخاذ الکواکب والعناصر والموالید قبلۃ ولا یجوز اتخاذ الھیاکل والارواح والتوجہ الیھا حین العبادۃ وان اللہ تعالی یرسل الرسل ویظھر المعجزات علی ایدیھم وان الملائکۃ رسل اللہ الی الخلق وانھم وسائط بینہ وبین مخلوقاتہ وانھم عباد اللہ معصومون عن الکذب والخیانۃ فی تبلیغ الاحکام. وان اللہ تعالی احکاما تکلیفیۃ علی عبادہ یجازی بھا علیھا یوم البعث والنشور بالجنۃ والنار وان الساعۃ اٰتیۃ لاریب فیھا وانہ لا یعود الارواح الی ابدان غیر ابدانھا بطریق التناسخ وان السجدۃ لغیر اللہ تعالی حرام والذبح لغیر اللہ حرام وتعظیم الصور المصنوعۃ باسماء الصالحین واتخاذھا قبلۃ حرام.

marfat.com

تحقیق معبود ایک ہے اور تحقیق نہیں جائز ہے مقرر کرنا کواکب اور عناصر اور موالید کو قبلہ اور نہیں
جائز ہے ٹھیرانا اشکال اور ارواح کا اور متوجہ ہونا طرف ان کے وقت عبادت کے اور تحقیق اللہ
تعالیٰ بھیجتا ہے رسولوں کو اور ظاہر کرتا ہے معجزے ان کے ہاتھوں پر اور تحقیق فرشتے رسول ہیں
طرف خلق کے اور تحقیق وہ رسول وسیلے ہیں درمیان اس کے اور درمیان مخلوقات اس کی کے
اور تحقیق وہ بندے اللہ کے ہیں پاک ہیں کذب سے اور خیانت سے بیچ پہنچانے احکام
کے اور تحقیق واسطے اللہ تعالیٰ کے احکام تکلیفی ہیں اوپر بندوں اس کے کے جزا دے گا ساتھ
ان کے اور اوپر ان کے دن قیامت کے ساتھ جنت اور آگ کے اور تحقیق قیامت آنے والی
ہے بیشک اور تحقیق نہیں داخل ہوتی ہیں روحیں اور بدنوں میں سوائے بدن اپنے کے بطریق تناسخ
کے اور تحقیق سجدہ واسطے غیر اللہ کے حرام ہے اور ذبح لغیر اللہ حرام ہے اور تعظیم صورتوں کی کہ
صالحین کے نام پر بناتے ہیں اور مقرر کرنا ان کو قبلہ حرام ہے اور اصول ملت ابراہیمی سے یہ بھی
ہے کہ حق تعالیٰ آخر زمانہ میں ایک رسول کو مبعوث فرما دے گا اور دین اس کا واجب القبول ہوگا
اوپر کافہ خلائق کے اور اتباع اور نصرت اس کی اوپر سب کے فرض ہوگی پس اعتقاد نبوت اس پیغمبر
کا اور اتباع دین اس کے کا بھی جملہ اصول عقائد ملت ابراہیمی سے ہوا مانند اعتقاد نزول عیسیٰ علیہ السلام
اور خروج مہدی اور وجوب اتباع ان دونوں کا واسطے شریعت مصطفویہ کے لہذا ان دونوں
امر کو کتب عقائد میں لاتے ہیں اور ساتھ دلیلوں کے ثابت کرتے ہیں اور مؤید اس قول کا ہے جو
کہ تفاسیر میں بیچ سبب نزول آیت وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ کے
مرقوم ہے کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے ساتھ ہر دو برادر زادہ اپنے کے کہ سلمہ اور مہاجر
تھے کہا قد علمتما ان اللہ تعالیٰ قال لابراهيم عليه السلام انی باعث من ولد اسمعیل نبیا
اسمه احمد فمن آمن به اهتدی ورشد ومن لم يومن به فهو ملعون ۔ اور سلمہ بمجرد سننے
اس حکم کے ایمان لایا اور مہاجر نے ابا کیا اس کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی لیکن اس تقریر میں یہ خدشہ
آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ نبوت انبیا قاطبۃ جمیع شرائع اور ادیان میں اصول عقائد سے ہے جیسا کہ متاخرین
پر ایمان ساتھ نبوت انبیائے سابق کے فرض ہے ویسے ہی متقدمین پر ایمان ساتھ نبوت انبیائے
لاحق کے فرض ہے تفصیلا فیما علم تفصیلا واجمالا فیما علم اجمالا پس یہ معنی خاص ساتھ ملت ابراہیمی کے

marfat.com

نہیں پس جمیع انبیائے ماتقدم نے ساتھ وجود باوجود آنحضرتؐ کے اخبار فرمایا ہے اور امت اپنی کو ساتھ نصرت اور اعانت ان کی کے تاکید کی اور اس پر عہد اور مواثیق لیے پس ساتھ اس اعتبار کے اعتقاد نبوت خاتم المرسلین صلعم اصول جمیع ملل اور ادیان سے ہوگا نہ اصل ملت ابراہیمی سے فقط بیچ جواب اس خدشہ کے کہہ سکتے ہیں کہ طلب بعثت رسول آخر الزمان کا اور پیدا کرنا امت آں حضرت کا اور نزول کتاب کا ان پر داخل صلب میں ملت ابراہیمی کے تھا، ایک طرح کا کمال ابراہیمی موقوف اوپر اس کے تھا۔ پس رسول آخر الزمان گویا خلیفۂ منصوص حضرت ابراہیمؑ کے ہوئے اور امامت حضرت ابراہیمؑ کی ساتھ رسالت ان کی کے تمام ہوئی اور احکام دین ان کے گویا احکام دین حضرت ابراہیمؑ کے تھے، اس زمانہ میں بخلاف انبیاء دوسروں کے کہ طالب اس امر کے نہ ہوئے ہیں اور صلب ملت ان کی میں یہ درخواست نہ تھی البتہ ساتھ کمال اس موعود کے حضرت ابراہیمؑ امتوں اپنی کو بشارت دیتے تھے اور تاکید نصرت اور اتباع آنجناب کی کرتے تھے پس فرق واضح ہوا لیکن اب تک بھی الفاظ آیات قرآنی میں مثل اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ وَمِلَّةَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ اور الفاظ حدیث مثل اتیتکم بالحنفیۃ السمحۃ البیضاء۔ اس تقریر سے ایک منافرت باقی ہے اس واسطے کہ عقائد اپنے کو موافق عقائد اس ملت کے کرنا داخل اتباع میں اس امت کے نہیں اور باوجود اس کے اگر معنی اتباع کے یہ ہی ہیں پس امر فرمانا پیغمبر آخر الزماں کا ساتھ اس اتباع کے خالی تکلف سے نہیں نیز یہ کہ ساتھ اس اتباع کے جمیع انبیاء بھی مامور تھے، خصوصیت کچھ ساتھ جناب خاتم المرسلین کے نہ رکھے خلاصہ کلام کا یہ ہے کہ ہر شریعت مشتمل ہوتی ہے تین چیزوں پر اول اصول عقائد یعنی توحید اور نبوت اور معاد اور یہ چیز بیچ جمیع ملل اور ادیان حقہ کے مشترک ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام اس پر اتفاق رکھتے ہیں اس واسطے کہ یہ خبر ایک امر ہے کہ مختلف نہیں ہوتا ساتھ اختلاف اعصار اور ازمان کے اور ساتھ اس معنی کے ہر ملت متاخرہ کو تابع ملت متقدمہ کہہ سکتے ہیں خصوصیت ساتھ ایک نبی اور ساتھ ایک امت کے نہ رکھے، دوم قواعد کلیہ شریعت کے استنباط جزئیات احکام وفروع مسائل کا ساتھ اس کے ہوتا ہے اور ہر حکم میں اس کے کلیات کی رعایت اور لحاظ رہتا ہے اور حقیقت میں ملت نام اسی قاعدہ کلیہ کا ہے اور اتباع اس امت اور اس پیغمبر کی ساتھ ملت ابراہیمی کے ساتھ اس معنی کے خاص ہے کہ لا یوجد فی غیر ھذا النبی والامۃ بالنسبۃ الی ملۃ ابراھیم۔ سوم تمام اوضاع مقررہ شرع کلیات اور جزئیات سے اور قواعد و فروع سے ساتھ اسی

marfat.com

معنی کے آنحضرتؐ صاحب شریعت جدیدہ کے ہیں اور انبیائے بنی اسرائیل ساتھ اس معنی کے تابع شریعت موسویہ تھے، بحث دوسری یہ کہ بل حرف عطف ہے واتبعوا ملة ابراھیم یا نتبع ملة ابراھیم کہ بعد بل سے مقدر ہے عطف اس کا اوپر کونوا ھودًا او نصارٰی کے صحیح نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ یہ مقولہ یہود اور نصارٰی کا ہے واتبعوا یا نتبع مقولہ پیغمبر کا ہے درعطف اوپر کلام غیر کے صحیح نہیں، جواب یہ کہ عطف اوپر کلام غیر کے اوپر وجہ تلقین کے جائز ہے جیسا کہ کوئی مخاطب کو کہے اکرمک مخاطب جواب میں اس کو کہے وزیدا ای اقل وزیدا۔ اور جیسا کوئی کہے اضرب زیدا۔ جواب میں اس کو کہے تو بل اکوھر ای قل بل اکوم زیدا بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ یہ کلام من قبیل عطف کے اوپر کلام غیر کے ہے لیکن اوپر وجہ رد اور انکار کے یعنی لاتقولوا لنا ذلك واتبعوا انتم ملة ابراھیم یا لانکون ھودا او نصارٰی بل نتبع ملة ابراھیم۔ صاحب کشاف نے اس عطف کو مانند عطف ومن ذریتی کے جاعلك پہ کیا ہے جیسا کہ تحت میں اس آیت کے گذرا اور تحقیق لف اور نشر کی کونوا ھودا او نصارٰی کے اوپر قیاس وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی کے سمجھنا چاہیے اور کلام کو اوپر توزیع دو قول کے اوپر ہر دو فرقہ اہل کتاب کے محمول رکھنا چاہیے نہ اوپر لف ونشر کے اس واسطے کہ حرف او اس سے ابا رکھتا ہے، بحث سویم یہ کہ جملہ وما کان من المشرکین کہ دلالت اوپر نفی شرک کے حضرت ابراہیمؑ سے کرتا ہے بظاہر مستدرک معلوم ہوتا ہے کیونکہ مخاطبین کلھم اوپر اعتقاد کمال ابراہیمؑ کے متفق تھے احتمال شرک کا حضرت ابراہیمؑ میں ہو محظور کسی کا نہ تھا لانا اس جملہ کا واسطے کس غرض کے ہے جواب اس کا یہ کہ لانا اس جملہ کا واسطے تعریض کے ہے اوپر حال ان لوگوں کے کہ آپ کو تابع حضرت ابراہیمؑ کہتے تھے اور شرک کرتے تھے مثل یہود کے کہ ساتھ تشبیہ کے قائل تھے اور عزیرؑ کو ابن اللہ کہتے تھے اور مثل نصارٰی کے کہ قائل بہ تثلیث تھے اور حضرت مسیحؑ کو ابن اللہ کہتے تھے۔ اور مثل جاہلین مکہ کے قریش سے کہ صریح بُت پرستی کرتے تھے گویا ایسا فرماتے ہیں کہ تم اتباع ابراہیمؑ سے نہایت دور پڑے ہو اس واسطے کہ اول مستحق انکے سے کہ توحید محض اور اسلام خالص ہے منکر ہوتے ہو تم ساتھ عقائد دوسرے کے اور عملوں اور اخلاق دوسرے ان کے کو کیا پہنچے، بحث چہارم یہ کہ بعضے مفسرین نے لفظ بل ملة ابراھیم کو اوپر رد اور ابطال کلام یہود اور نصارٰی کے حمل کیا ہے ساتھ اس تقریر کے کہ بیچ مقدمہ دین کے جو مدار نظر اور استدلال پر ہے بس دلائل قویہ کو اوپر صحت اس دین

کے قائم کیا ہم نے جو مدار اوپر تقلید کے ہے پس متفق علیہ باب تقلید میں اولیٰ اور بہتر ہے مختلف فیہ سے اور جمیع اہل ملل یہود اور نصاریٰ سے بلکہ مشرکین عرب بھی اوپر صحت دین ابراہیمؑ کے متفق ہیں، اور صحت میں دین یہود کے نصاریٰ کے حرف کرتے ہیں اور صحت میں دین نصاریٰ کے یہود اور صحت میں ان ہر دو دین کے مشرکین عرب۔ پس اتباع دین ابراہیم کہ حق ہونا اس کا نزدیک جمیع طوائف کے مسلم ہے اولیٰ اور بہتر ہوا اور اگر یہود اور نصاریٰ ساتھ سننے اس تعریف اور اس رد اور ابطال کے کہیں کہ تم نے یہودیت اور نصرانیت کو دائرہ ہدایت سے خارج کیا اور تعریض ساتھ مشرک ہونے ان دونوں کے کی تم نے پس اوپر تمھارے لازم آیا کہ ساتھ شریعت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے کافر ہو تم پس بیچ جواب ان کے کے قُوْلُوْا یعنی کہو تم کو ہم ہرگز کفر نہیں کرتے ساتھ کسی چیز کے ارکان ایمان سے اس واسطے کہ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ یعنی ہم ایمان لائے ساتھ خدا کے مستلزم ایمان ساتھ جمیع آیات اور احکام اس کے کے اور ساتھ جمیع پیغمبروں اس کے کے ہے لیکن اس ایمان تفصیلی میں مقدم کرتے ہیں ہم اُس چیز کو جو افضل اور اولیٰ ہے پھر اس کو کہ وہ افضل اور اولیٰ تابع اس کی ہوئی ہے اس واسطے کہ متبوع کا افضل ہونا ہی موجب افضلیت کا ہے پس اس جہت سے مقدم کرتے ہیں ایمان میں کتاب اپنی کو اور کہتے ہیں ہم وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا یعنی اور ایمان لائے ہیں ہم ساتھ جمیع اس کے کے کہ نازل کی گئی ہیں طرف ہمارے آیات اور ان احکام سے کہ بیچ نہایت احکام کے آئے ہیں وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ یعنی جو کہ نازل کیا گیا ہے طرف ابراہیمؑ کے کہ کمال مشابہت ساتھ اس شریعت کاملہ ہماری کے رکھے اور پیغمبر ہمارے مامور ساتھ اتباع اس کی کے ہیں وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ یعنی اور جو کہ نازل کیا گیا طرف اسمٰعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ کے کہ دوازدہ کس تھے اور پیغمبر قطعی ان سے یوسفؑ تھے اور پیغمبری میں دوسروں کی اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ پیغمبر نہ تھے لیکن جب ایک آدمی پر ان کے نازل ہوا گو یا اوپر تمام ان کے کے نازل ہوا۔ اور طبرانی اور ابو نعیم آنحضرتؐ سے روایت لائے ہیں کہ فرماتے تھے کہ جو میں قسم کھاؤں جانتا ہوں میں اوپر اس کے کہ قبل پیشد ستوں امت میری سے کوئی بہشت میں نہ جائیگا مگر چند کس کہ کم بیس سے اور زیادہ دس سے ہوں، ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوبؑ اور اسباط اور موسٰی اور عیسیٰ اور مریم بہرحال یہ جماعت مذکورہ کہ تابع شریعت ابراہیم کے تھی اور جو کہ ان پر وحی ہوتی تھی، متمم اور مکمل شریعت ابراہیمی تھی پس اس جہت سے وحی ان کی کو ایمان میں مقدم

marfat.com

کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں ہم وَمَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی یعنی اور جو کہ دیا گیا ہے موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو توریت اور انجیل اور احکام شریعت سے اور ہر چند یہ دونوں بزرگ بعض من تقدم سے افضل ہیں لیکن جو کہ ان کو دیا گیا ہے موافق مقدار اور استعداد امتوں ان کی کے دیا گیا ہے پس شریعت ان کی پست تر شریعت سابقین سے ہے اور اسی واسطے ان کو مؤخر کیا ہم نے، البتہ نظر ساتھ کمال ان کے کے اور تفصیل شرائع ان کی کے ایمان مستقل مفصل اوپر اس کے لائے ہیں ہم اور اجمال میں داخل نہ کیا وَ اور ایسے ہی بطریق اجمال کے ایمان لائے ہیں ہم بجمیع مَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ یعنی جو کہ دیا گیا ہے تمام پیغمبروں کو پروردگار اپنے سے صحیفے اور احکام اور شرائع اگرچہ ان میں تفاوت ساتھ فاضلیت اور مفضولیت کے ہے لیکن لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ یعنی ہم فرق نہیں کرتے درمیان کسی ایک کے ان سے کہ ساتھ بعضے کے ایمان لاویں ہم اور ساتھ بعضے کے کفر کریں ہم اور کس طرح یہ فعل شنیع ہم سے ہو سکے گا وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ یعنی اور ہم خاص واسطے خدا کے منقاد ہیں۔ ہر حکم اس کا ہر زمانہ میں ساتھ زبان جس پیغمبر کے کہ آوے سر اور آنکھوں ہماری پر ہے اگرچہ وہ احکام بسبب تفاوت امتوں کے فضیلت اور کمال میں متفاوت ہوں. باقی رہے اس جا فائدے چند اول یہ کہ ذکر ایمان میں ساتھ کتابوں اور شرائع منزلہ کے جو ترتیب زمانی منظور رکھیں پس ذکر ما انزل الینا مقدم سب پر کس واسطے لائے اس لیے کہ سب سے مؤخر ہے اور جو ترتیب شرافت اور بزرگی منظور ہے پس ذکر ما اوتی موسیٰ و عیسیٰ اوپر ذکر ما انزل الی اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط مقدم چاہیے تھا لاناً اس واسطے کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ اولوا العزم رسل ہیں اور کتابیں ان کی کہ توریت اور انجیل ہے وحی ان انبیائے مذکورین سے بالاجماع افضل اور اشرف ہے. جواب اس کا یہ ہے کہ حین تفسیر میں گذرا کہ تقدیم ذکر ان انبیائے مذکورین، اوپر ذکر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کے نہ جہت سے افضل ہونے انکے کے ہر دونوں سے ہے اور نہ جہت افضل ہونے وحی ان کی کے کتابوں سے ان ہر دونوں کے بلکہ بوجہ اس کے ہے کہ وحی ان کی تاکید وحی ابراہیمی کی تھی اور وحی ابراہیمی وحی موسوی اور عیسوی سے افضل اور اشرف ہے اور مؤکد افضل کا بھی بہ تبعیت افضل ہوتا ہے گو بالاستقلال افضل نہ ہو مانند اس کے کہ رفقا کسی امیر کے بیچ دخل پانے دربار حضور بادشاہی کے بہ تبعیت اس امیر کے مقدم ہوتے ہیں اوپر امیر دوسرے کے گو مرتبہ میں اس امیر سے پست تر ہوتے ہیں، امام احمد اور بخاریؒ نے کتب ادب میں بروایت ابن عباس کے ذکر کیا کہ آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ

marfat.com

ای الادیان احب الی اللہ فرمایا الحنیفۃ السمحۃ اور قرآن میں ابی بن کعب کے سورۃ لم یکن میں یہ آیت تھی کہ منسوخ التلاوۃ ہوئی ہے اور اکثر صحابہ سے ساتھ شہرت کے ہونا اس آیت کا قرآن میں اسی صورت میں ثابت ہوا کہ ان ذات الدین عند اللہ الحنیفۃ السمحۃ لا الیہودیۃ ولا النصرانیۃ ومن یعمل خیرا فلن یکفرہ اور بعضے محققین نے کہا ہے کہ ایمان ساتھ خدا کے اس سبب سے مقدم لائے ہیں کہ معرفت پیغمبر کی اور وحی اور کتاب کی تمام موقوف اوپر معرفت اس کی کے ہے اور اسی لیے وہ معرفت عقلی ہے موقوف سمع پر نہیں اور بہر طریق معرفت انبیائے ماتقدم کی کہ معنی محض ہے تعلق ساتھ ہمارے معرفت پیغمبر اپنے کے اور وحی اور کتاب اپنی کے ہے اور یہ معرفت حکم دلیل کا رکھتی ہے اور معرفت نبوت انبیائے ماتقدم کی حکم مدلول کا۔ اور دلیل کو اوپر مدلول کے تقدم ہے اس جہت سے ذکر ما انزل الینا کو مقدم اوپر تمام کے فرمایا بعد اس کے تفصیل انبیاء میں تقدم زمانی ملحوظ ہے اور اجمال میں لازم ہے کہ بعد اس کے تفصیل واقع ہو تو متوعب مابقی کا ہو پس یہ ترتیب باحسن وجوہ ذکر ایمان تفصیلی اور اجمالی ہے۔ فائدہ دوم یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان ساتھ شرائع جمیع انبیاء کے فرض ہے جیسا کہ ایمان بہ پیغمبر اور کتاب اپنی کے فرض ہے بلا تفاوت فرق یہ ہے کہ اتباع پیغمبر اور کتاب اپنی کا ہی فرض ہے اور اتباع پیغمبروں اور کتابوں دوسری کا فرض نہیں کہ ابن ابی حاتم نے معقل بن یسار سے روایت کی کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے۔ 'امنوا بالتورٰیۃ والزبور والانجیل ولیحکم القرآن. یعنی ایمان ساتھ تمام ان کتابوں کے لاؤ تم لیکن متابعت قرآن کی تم کو کفایت کرتی ہے اسی سبب سے ضحاک اور دوسرے علماء کہتے ہیں کہ زنان اور اولاد اور غلاموں اور کنیزوں اور خادموں اپنے کو نام ان پیغمبروں کے کہ کتاب مجید میں مذکور ہیں تعلیم کرو تم تاکہ ان پر ایمان لاویں اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے اس ایمان کو فرض کیا ہے جس جا کہ فرماتا ہے قولوا امنا باللہ و ما انزل الینا تا نحن لہ مسلمون تک اور اسی سے ہے کہ امام احمد اور مسلم اور دوسرے محدثین نے بروایت ابن عباسؓ کہا ہے کہ آنحضرتؐ دو رکعت سنت فجر میں ان دو آیتوں کو پڑھتے تھے اول میں قولوا امنا باللہ اور دوسری میں قل یا اھل الکتاب تعالوا، تا کہ امت اپنی کو کھلادیں کہ ہر صبح ایمان اپنے کو ساتھ ان پیغمبرؑ کے تازہ کریں۔ فائدہ سوم یہ کہ سبط لغت میں بمعنی قبیلہ کے ہے اور اولاد حضرت یعقوبؑ کو کس واسطے اسباط فرمایا کہ ہر یک ان سے قبیلہ نہ تھا، جواب اس کا یہ ہے کہ جو یک یک کس سے ان میں سے یک یک قبیلہ کلاں بہم پہنچا ہر ہر آدمی کو ان سے قبیلہ نام کیا جیسا کہ ابن جریر نے تفسیر میں اپنی ابن عباسؓ سے

marfat.com

روایت کی کہ الاسباط بنو یعقوبؑ کانوا اثنا عشر رجلا کلواحد منہم ولد سبطا وامۃ من الناس۔ اور ساتھ اسی معنی کے حضرات حسنینؓ کو بھی سبطین کہتے ہیں اس لیے کہ دو قبیلہ کلاں حسنی اور حسینی ان سے پیدا ہوئے اور بعضی روایات حدیث سے حضرت امام حسینؓ کو بالتخصیص ساتھ اس لقب کے ملقب فرمایا ہے بنا بر اس کے کثرت اولاد ان کی بہت ہے جیسا کہ صحاح میں وارد ہے کہ انا من حسین وحسین منی حسین سبط من الاسباط اور گویا اس حدیث میں اشارہ ہے ساتھ اس کے کہ شرافت اور طہارت اور علم اور تقوی اولاد میں ان کی بہت رہیگا چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا اور معنی لفظ سبط کے شرافت اور کرم اخلاق اور صلاح اور تقوی اولاد میں انبیاء کے نہ ہوا تب بھی موافق عرف شرع کے معتبر ہے گم کردگان اس شرط کو سبط نہیں کہہ سکتے   یہاں انبیاء جیسا کہ لائق اور سزاوار ہو درست کیا تم نے فَاِنْ اٰمَنُوْا یعنی پس جو ایمان لاویں یہ یہود اور نصاریٰ کہ ہدایت کو دین اپنے میں حصر کرتے ہیں بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِہٖ یعنی مانند اس کے جیسا کہ ایمان لائے ہو تم ساتھ اس کے استیعاب جمیع انبیاء اور رسل اور کتب بے تفریق اور بے تفاوت کے فَقَدِ اهْتَدَوْا یعنی پس تحقیق انھوں نے بھی ہدایت پائی اور لفظ مہتدی ان پر صادق آیا اگرچہ منحصر بیچ ان کے نہ ہو وَاِنْ تَوَلَّوْا یعنی اور جو روگرداں ہوئے ہو اس مثل ایمان سے پس اگرچہ بظاہر دعوی اتباع موسیٰ اور عیسیٰ کا کرتے ہیں لیکن فی الواقع تابع ہر دو کے نہیں ہیں فَاِنَّمَا هُمْ فِیْ شِقَاقٍ یعنی پس نہیں ہیں یہ مگر بیچ مخالفت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے اس لیے کہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ نے ساتھ ایسے ایمان کے فرمایا ہے پس اگر ساتھ تیرے رسول مجادلہ کریں فَسَیَكْفِیْكَهُمُ اللّٰهُ یعنی پس عنقریب کفایت کرے گا تجھ کو شران کے سے اللہ وَهُوَ السَّمِیْعُ اور وہ ہے سننے والا کہ اقوال انکے کو سنتا ہے الْعَلِیْمُ یعنی دانا کہ نیت ان کی کو جانتا ہے اور جو کچھ کہ کید او مکر حق میں تیرے پوشیدہ کرتے ہیں نزدیک اس کے معلوم ہے و نیز دعا تیری سنتا ہے اور نیت تیری اعلائے کلمۂ حق میں جانتا ہے پس تجھ کو ساتھ تمام جہت کے اوپر ان کے مظفر اور منصور کریگا اور ان کو مغلوب اور منکوب، آئے ہم طرف اس کے کہ لفظ مثل کا بمثل ما اٰمنتم بہ میں کیا معنی رکھتا ہے اس واسطے کہ ایمان مقبول واحد ہے تعدد نہیں رکھتا ہے تا کہ لفظ مثل اس میں استعمال کیا جاوے۔ جواب میں اس سوال کے مفسرین نے چند وجوہ بیان کیے ہیں اول یہ کہ یہ کلام مبنی اوپر فرائض اور تقدیر کے ہے یعنی اگر یہ کوئی ایمان دوسرا مثل اس ایمان کے حاصل کریں پھر بھی راہ ہدایت کی پاویں لیکن سخن اس میں ہے کہ ایمان دوسرا سوائے اس ایمان کے عالم میں موجود نہیں مانند اس کے کہ مقام

مشورت میں کہتے ہیں کہ جو تدبیر کوئی دوسری مانند اس تدبیر کی خاطر میں تمھاری پہنچے موافق اس کے عمل کرو تم اور غرض یہ ہوتی ہے کہ کوئی تدبیر سوائے اس تدبیر کے راست نہ آوے گی۔ دوم یہ کہ ما بیچ ما آمنتم کے مصدریہ ہے نہ موصولہ اور لفظ با واسطے استعانت کے ہے یعنی اگر یہ بھی ایمان مثل ایمان تمھارے کے لادیں اخلاص اور بے نفاقی میں اور ثبات اور استقرار میں البتہ راہ یاب ہوں۔ سوم یہ کہ لفظ مثل کا اس جا واسطے تعظیم اور تفخیم کے زائد واقع ہوا جیسا کہ مثلك لا يبخل میں کہا ہے کہ معنی اس کے انت لا تبخل ہیں اور مؤید اس توجیہ کے ہے وہ کہ بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ کہتے تھے لا تقولوا فان آمنوا بمثل ما آمنتم به فان الله لا مثل له ولكن قولوا فان آمنوا بالذي آمنتم به۔ یعنی معنی اس آیت کے ایسے نہ سمجھو تم بلکہ ایسا سمجھو کہ لفظ مثل زائد ہے چہارم یہ کہ ایمان عبارت ہے معنی قضیہ سے کہ متعلق حکم اور تصدیق کے ہے اور معنی قضیہ کے باعتبار قیام کے ساتھ ذہنوں تصدیق کرنے والوں کے متعدد اور متغایر ہوتے ہیں کیونکہ تشخص اعراض کا تابع تشخص موضوعات ان کے ہے پس جو معنی قضیہ کے قائم ساتھ ذہنوں مومنین کے ہے غیر اس معنی کا ہے کہ قائم ساتھ ذہنوں اہل کتاب کے ہوگا نہایت کار یہ کہ باعتبار اتحاد طرفین اور نسبت فیما بینہما کے مماثلت کے محقق ہے پس استعمال لفظ مثل کا ساتھ نظر اس مغایرت کے محل صحیح ظاہر ہوا گو عرف میں مغایر نہ جانیں لکن الحقائق لا تتنقض من العرضيات۔ پنجم یہ کہ حرف با بیچ لفظ بمثل اور ایسے ہی لفظ بہ میں واسطے ترتیب کے ہے نہ صلہ ایمان کا اس صورت میں معنی کلام کے ایسے ہوئے کہ جو اہل کتاب ایمان لادیں بمانند ان دلائل کے کہ تم ساتھ ان دلائل کے ایمان لائے البتہ راہ یاب ہوں اور شبہ نہیں کہ ایمان ہر چند بمعنی مومن بہ کے واحد ہے لیکن دلائل اس کے بیشمار ہیں جیسا کہ مومنین کو دیکھنا اور سننا احوال پیغمبر اپنے کا اور معجزات اس کے کا دلیل ایمان کی بجمیع سمعیات ہے ایسے ہی یہودیوں کو دیکھنا اور سننا احوال اور اوضاع پیغمبر اپنے کا اور کتاب اپنی کا دلیل ہو سکتا ہے اور ایسے ہی نصاریٰ کو اور منظور تحصیل ایمان ہے ساتھ ان چیزوں کے کہ مذکور ہوئیں نہ تعین طریق اور دلیل کا بنا بر اس کے لفظ مثل کا لانا ضروری تھا۔ ششم یہ کہ مراد مثل سے ایک ترتیب دوسری ہے علاوہ اس ترتیب کے اور حاصل کلام کا یہ ہے کہ ایمان ساتھ جمیع ان چیزوں کے ضروری ہے خواہ ساتھ اس ترتیب کے ہو خواہ ساتھ ترتیب دوسری کے، مثلاً اگر یہود اول ساتھ توریت اور حضرت موسیٰؑ کے ایمان لاویں بعد اس کے ساتھ انبیاء دوسروں کے

marfat.com

اور شریعت ان کی کے بھی جائز ہے اور ایسے ہی نصاریٰ اگر اول ساتھ عیسیٰؑ کے ایمان لاویں اور بعد اس کے ساتھ انبیاء دوسروں اور شریعت ان کی کے بھی جائز ہے، اس جگہ جاننا چاہیے کہ آیت میں فسیکفیکہم اللہ کے وعدہ کفایت عاجلہ کا فرمایا ہے اور بعد نزول اس سورۃ کے بیچ چند سال کے موافق اس وعدہ کے متحقق ہوا بنو قریظہ کو یہودیوں میں سے آنحضرتؐ نے قتل فرمایا اور بنو نضیر کو جلا وطن فرمایا اور اہل خیبر کو بھی مقہور کیا اور وہ آدمی کہ وہاں رہے ساتھ کمال ذلت اور خواری جزیہ کے مبتلا ہوئے یہی حال ہے یہودیوں کا لیکن نصاریٰ پس بیچ اس وقت کے مصدر کسی کید اور شر کے نہ ہوئے تھے بلکہ بادشاہ حبش نجاشی نام مسلمان ہوا اور اہل نجران نے ساتھ صلح اور قبول جزیہ کے تن کو ساتھ اطاعت کے دیا اور قیصر بادشاہ روم نے بھی تکبر اور عناد نہ قبول کیا اس جہت سے صدمۂ قہر الٰہی میں گرفتار نہ ہوئے اور حاکم نے مستدرک میں ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ میں ایک روز روبرو آنحضرتؐ کے بیٹھا تھا کہ ناگاہ حضرت عثمانؓ آئے، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عثمانؓ تو مارا جائیگا اس حالت میں کہ سورۂ بقرہ پڑھتا ہوگا، تو اور ایک قطرہ خون تیرے سے اس آیت پہ پڑیگا۔ فسیکفیکہم اللہ اور ابن ابی داؤد کتاب المصاحف میں اور دوسرے محدثین معتبر نے روایت کی ہے کہ جب مصری لوگ گھر میں حضرت عثمانؓ کے واسطے قتل کے آئے مصحف مجید روبرو ان کے تھا اور پڑھتے تھے اول ان اشقیاء نے اوپر سر دو دست ان کے کے شمشیر ماری اور خون ان کے جاری ہوا اور اسی آیت پر پڑا، ساتھ ایک ہاتھ اپنے کے اس خون کو مصحف سے دور کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ قسم بخدا کہ یہ ہاتھ اول اس ہاتھ کا ہے کہ لکھا ہے مفصل قرآن کو اور ابن ابی حاتم نے نافع بن ابی نعیم سے نقل کیا کہ ایک روز مصحف عثمانؓ روبرو ایک خلیفہ کے واسطے زیارت کے لائے تھے میں اس وقت میں حاضر تھا ساتھ خلیفہ کے کہا میں نے کہ آدمی کہتے تھے کہ مصحف کنار میں ان کی تھا بیچ وقت شہادت کے اور خون ان کا اوپر آیت فسیکفیکہم اللہ کے پڑا ہے، اس خلیفہ نے اس آیت کو کھولا۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ اثر خون کا اوپر اس آیت کے تھا اور عبداللہ بن احمد نے زوائد میں زید کے عمرو ابن ارطاۃ عدویہ سے لایا کہ میں ہمراہ حضرت عائشہؓ کے واسطے حج کے اس سال میں کہ حضرت عثمانؓ شہید ہوئے گیا تھا جو مکہ سے مدینہ میں مراجعت کی میں نے اس مصحف کو کہ بیچ وقت شہادت کے بغل میں ان کی تھا اور اول قطرہ خون کا اس پہ پڑا تھا دیکھا میں نے کہ اسی آیت پر پڑا تھا، عمرہ کہتا ہے کہ اثر اس

ف:۔ بیان خبر شہادت حضرت عثمان رضؓ کہ حضرت رسالتؐ فرمودہ بودند ۱۲۔

واقعہ کا ایسا ہوا کہ کوئی قافلوں ان کے سے ساتھ موت صحیح کے نہ مرا تمام بدمرگ ہوئے، باقی رہا یہاں سوال جواب طلب اور وہ یہ ہے کہ اسی آیت کا آخر سیپارہ سوم سورۂ آل عمران میں اعادہ فرمایا ہے اور دو جا میں تغیر اسلوب کا کیا ہے، اول یہ کہ بجائے الینا علینا لائے ہیں، دوم یہ کہ لفظ و ما اوتی ما قبل النبیون سے حذف کیا فقط اس تغیر اسلوب کا کیا ہے اور مناسبت ہر کلام کی ساتھ مقام اپنے کے ساتھ کس نوع کے سمجھ سکیں، جواب اس کا یہ ہے کہ مخاطب اس آیت میں جمیع مومنین ہیں بدلیل قولوا اور مخاطب اُس آیت میں فقط پیغمبر ہیں بدلیل قل اٰمنا باللہ اور نزول کو جو متعدی ساتھ الی کے کرتے ہیں معنی اس کے وصول اور انتہا کے ہوتے ہیں اور جو متعدی ساتھ علی کے کرتے ہیں معنی اس کے وقوع بلا واسطہ ہوتے ہیں اور مومنین کو قرآن نازل ہو کر بواسطہ پیغمبر پہنچا ہے نہ بلا واسطہ اوپران کے واقع ہوا اور اوپر قلب پیغمبرؐ کے بلا واسطہ وارد ہے اس جہت سے اس آیت میں صلۂ نزول حرف الی کا کیا اور اُس آیت میں حرف علیٰ لیکن جو اول میں تعدیۂ نزول میں اس آیت میں حرف الی کو اختیار کیا واسطے توافق نظم کلام کے ذکر میں پیغمبروںؑ کے بھی ساتھ اسی حرف کے متعدی کیا تا نسق کلام مختلف نہ ہو باوجود صحت معنی کے اس واسطے کہ وصول اور انتہا عام ہے اس سے کہ بے واسطہ ہو یا بواسطہ کوئی نص بیچ ثبوت واسطہ کے نہیں اور یہ کہ بعضے اہل عربیت اوپر اس وجہ کے ایراد کرتے ہیں کہ جو یہ فرق صحیح ہوتا آیت میں واذا قیل لھم اٰمنوا بما انزل اللہ قالوا نؤمن بما انزل علینا استعمال علی کا صحیح نہیں ہوتا ہے اس واسطے کہ یہ کلام حکایت یہود سے ہے کہ انبیاء نہ تھے اور بلا واسطہ اوپران کے نزول نہ ہوا تھا پس جواب اس کا یہ ہے کہ یہودی اس کلام کو بیچ مقام افتخار، اور مباہات اور تعصب کے کہتے تھے، پس مراد ان کی اس کلام میں نزول بلا واسطہ تھا یعنی علی انبیاءنا وآبائنا بیچ مثال اس مقام کے مناسب آبا اور اسلاف اپنے کو طرف اپنے نسبت کرنا مجاز متعارف ہے جیسا کہ بیچ قول بعضے کے سادات سے واقع ہے ع فینا النبوۃ والمعراج والکرم۔ اور جو مخاطب آیت سورۂ آل عمران میں پیغمبر ہیں پس حاجت تفصیل اور اشباع کی نہ تھی اس واسطے کہ قوت ایمان ان کی اور استیعاب اعتقاد ان کے ساتھ جمیع معتقدات ایمانی کے معلوم ہے ناچار کلام کو اس جا بمعنی اختصار پر کیا اور لفظ ما اوتی کو بار دگر نہیں لائے اور اوپر حرف عطف کے اکتفا کیا بخلاف اس آیت کے کہ منظور اس میں تلقین ایمان تفصیلی ساتھ مومنوں کے ہے اور ہنوز یہ طفل نو آموز اس دبستان کے ہیں

marfat.com

اشباع اور اطناب مناسب حال ان کے ہے اور بھی ماسبق سورۂ آل عمران میں واذاخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ گذرا ہے اور جو ساتھ جمیع انبیائؑ کے دیا گیا ہے اجمالاً اس سے معلوم ہوا کہ پس اعادہ اس مطلب کا پھر بیچ مقام اجمال کے تکرار محض ہوتا تھا بیچ مقام تفصیل اور تخصیص بعضے انبیاءؑ کے ذکر اس کا مفید ہے بخلاف اس آیت کے کہ سباق میں اس کے وہ چیز کہ شعر ساتھ دینے کتاب اور حکمت جمیع انبیاءؑ کے اجمالاً ہو مذکور نہیں پس اجمال اور تفصیل میں ہر دو کے ذکر ما اوتی میں ذکر کیا ہوا آئے ہم اوپر اس کے کہ ذکر میں آنحضرتؐ اور حضرت ابراہیمؑ اور اولاد ان کی کے لفظ نزول کا ورود فرمایا ہے اور ذکر میں موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے لفظ ما اوتی لائے، یہ فرق کس راہ سے ہے، جواب اس کا یہ کہ اوپر حضرت ابراہیم اور اولاد ان کی کے طریق القائے احکام غیب سے نزول ملک حامل وحی کے تھا جیسا کہ اوپر آنحضرتؐ کے بھی ساتھ اسی طریق کے القائے علوم ہوتا تھا جیسا کہ سیر سے معلوم ہے اور ساتھ موسیٰؑ کے دو طریق اسباب مسلوک تھے اول دینا الواح منقوشہ زبرجد سے کہ اوپر اس کے توریت لکھی ہوئی تھی دوم کلام شفاہی بلا واسطہ ملک کے نازل ہوتا تھا جنار المحضر میں کہ خیمہ اور بارگاہ تجلی الٰہی تھا ان دونوں طریق میں نزول و عروج نہ تھا اور ایسے ہی ساتھ حضرت عیسیٰؑ کے بھی دو طریق مسلوک تھے اول دینا انجیل کا دوسرے نفث روح القدس کا ان کے سینے میں اور تکلم ساتھ زبان ان کی کے اور ان دو طریق میں بھی نزول محسوس نہیں ہوتا تھا بلکہ یہ معاملہ قبیل داد و ستد سے تھا، بنا بر تفاوت اس طریق کے ذکر میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے لفظ ما اوتی کو لائے ہیں اور جو اس لفظ کو ذکر میں ان کے استعمال کیا اجمال انبیاءؑ میں بھی اسی لفظ کو استعمال کیا تا کہ رجوع ساتھ لفظ متروک کے نہ ہو اور انتشار نظم کلام ظاہر نہ ہو ساتھ صحت معنی کے اس جا تک کہ مذکور ہوا ارکان ایمان اور واجبات اعتقادی تھا اب فرماتے ہیں کہ مومنین کو چاہیے ، کہ اوپر اسیقدر کے قناعت نہ کریں اور اس مرتبے سے بالاتر ترقی ڈھونڈیں اور کہیں کہ ہم نے اختیار کیا صِبْغَةَ اللّٰهِ یعنی رنگ خدا کو اور اپنے کو ساتھ رنگ اس کے کے رنگین کیا ہم نے جیسا کہ رنگ ظاہر اور باطن جامہ میں نفوذ کرتا ہے اور بسبب اس کے وہ جامہ دوسروں سے ممتاز ہوتا ہے اور ایسے ہی توحید الٰہی رگ اور پوست ہمارے میں بیٹھ گئی ، اور جوارح اور اعضاء ہمارے کو اس نے پکڑ لیا پس ظاہر اور باطن اور قلب اور قالب ہمارا ملک اس کی سے ہوا جیسا کہ نصاریٰ جو کسی کو اپنے دین میں داخل کرتے تھے یا کوئی فرزند نو پیدا ہوتا تھا اس کو نصرانی کرنے

صبغۃ اللہ کی تشریح شاہ عبدالعزیز کی زبانی

marfat.com

تھے رنگ زرد کہ اس کو معمودیہ نام کرتے ہیں ایک ظرف میں ڈالتے تھے اور اس نو آموز کو اس میں غوطہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اب یہ شخص نصرانی ہوا اور ادیان دوسرے سے پاک ہوا لیکن رنگ ان کا دو تین روز میں بسبب غسل اور شست وشو کے زائل ہوجاتا ہے کیونکہ ظاہر جلد پر ہے فقط اور رنگ ہمارا رنگ خدا ہے کہ تہ دل سے جوش کرتا ہے اور درون اور بیرون کو رنگین کرتا ہے وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً اور کون ہے خوب تر خدا سے رنگ کرنے میں اس واسطے کہ رنگ مخلوقات کو نہ احاطہ ہے نہ بقا اس واسطے کہ جو رنگ ظاہری ہے محض پوست بدن پر ہے اور جو رنگ باطنی ہے وہ مخصوص ساتھ ایک قوت کے ہے باطنی قوتوں میں سے مگر رنگ فلسفہ محض اوپر قوت عقلیہ کے ہے اور رنگ بدعت محض اوپر قوت بہیمیہ کے ہے کہ مرکب شیطان ہے اور رنگ ملل منسوخہ محض اوپر عادت اور رسم کے ہے اور رنگ محبت دنیا کا محض اوپر قوت شہویہ کے ہے اور رنگ حکومت اور سلطنت کا محض اوپر قوت عصبیہ کے ہے اور یہ تمام رنگ ساتھ ادنیٰ صدمہ کے کہ اوپر ان قویٰ کے پہنچتا ہے زوال قبول کرتے ہیں اور ساتھ غلبہ رنگ دوسرے کے مغلوب ہوجاتے ہیں بخلاف اُس خدائی رنگ کے کہ نہ ساتھ پانی شبہوں اور حوادث، اور مصائب کے تغیر قبول کرتا ہے اور نہ رنگ دوسرا اوپر اس کے غالب ہوتا ہے مانند اس کے کہ رنگ صناعی رنگریزوں کا ساتھ آب اور آفتاب کے اور دود اور غبار کے متغیر ہوتا ہے اور رنگ دوسرے بھی تبدیل ان کا کرسکتے ہیں اور رنگ خلقی کہ جانب خدا سے ہے مثل حمرت یاقوت اور صفرت مرجان، اور سواد سنگ موسیٰ اور بیاض سنگ مرمر اور علی ہذا القیاس رنگتیں نباتات اور فواکہ اور ریاحین اور حیوانات چرندہ اور پرندہ کی تغیر اور تبدیل نہیں قبول کرتی ہیں جیسا کہ ضیاء مختار میں بروایت ابن عباسؓ آنحضرتؐ سے لائے ہیں کہ بنی اسرائیل تالوا یاموسیٰ ھل یصبغ ربك فقال اتقوا الله فناداہ ربہ یاموسیٰ سالوك ھل یصبغ ربك فقل نعم انا اصبغ الالوان الاحمر والابیض والاسود والالوان کلھا فی صبغتی وانزل الله علی نبیه صبغة الله ومن احسن من الله صبغة پس کس طرح یہ رنگ ہمارا باطنی کہ رنگ خدا ہے زائل ہوسکے گا۔ حال آنکہ ہم ہمیشہ فکر میں ثبات اور دوام اس رنگ کے ہیں اور دائماً پیچ علاج بقا ء اس کے کے اور جلا اس کی کے کوشش کرتے ہیں ہم وَنَحْنُ لَهٗ عَابِدُوْنَ یعنی اور ہم محض اس کی عبادت کرنے والے ہیں اور عبادت زنگ باطن کو دور کرتی ہے اور قلب اور جوارح کی تصقیل اور تصفیہ کرتی ہے پس وہ رنگ ہمیشہ بارونق رہتا ہے

marfat.com

بلکہ روز بروز ترقی پر ہے علی الخصوص جو عبادت بروجہ اخلاص ہو بے آمیزش ریا اور عجب اور تعصب قومیت اور محافظت رسم کے کہ چھیلنے میں زنگ کے آئینۂ باطن سے تریاق مجرب ہے، آئے ہم اوپر تحقیق اس کے کہ یہ رنگ خدا کہ مومنین کو ساتھ اختیار اس کے کے فرمایا ہے کیا چیز ہے اصح یہ ہے کہ وہ رنگ ملکہ انقیاد اور اطاعت اور اطمینان ساتھ اوامر اور نواہی اس کے کے ہے عزشانہ کہ بیچ ہر حکم اس کے کے باعث اوپر امتثال کے ساتھ کمال نشاط اور رغبت کے ہوتا ہے اور تعصب اور سخن پروری اور حفظ وضع اور آئین اپنے کے ساتھ رسم اور آئین آبا اور اجداد اپنے کے یا سُستی یا تحمل مشقت سے ساتھ قبول خلاف طبع اور گرانی غیر مالوف باقی نہیں چھوڑتا ہے اور یہ ملکہ غیر ایمان سے ہے بسبب ورزش اور کمال ایمان کے حاصل ہوتا ہے اور طاعات اور عبادات اور حالات محمودہ خوف اور رجا اور محبت اور شوق اور انکسار اور تواضع اور دوام حضور اور نگرانی اور تورع اور تقوای تمام آثار اس کے سے ہے اور قلب سے قالب تک محیط ہوتا ہے اور واسطے اسی کے اس کو تشبیہ ساتھ رنگ کے دی ہے اور اسی سے ہے جو کوئی ساتھ اس حد کے تابع مرضی کسی کا ہوتا ہے کہتے ہیں کہ فلانا ساتھ رنگ فلانے کے رنگین ہوا ہے اور دوسرے مفسرین نے اس رنگ کی تفسیر بیچ رنگار رنگ گوناگوں کی ہیں بعضے نے کہا ہے کہ قبول دین اسلام کو بنا بر مشاکلت فعل نصاریٰ کہ لڑکوں اور اولاد اپنی کو ساتھ آب زرد کے رنگین کر کے کہتے تھے الآن صار نصرانیا حقا - اس عبارت میں رنگ خدا نام کیا ہے اور بعضے نے کہا ہے کہ مراد صبغۃ اللہ سے فطرۃ اللہ ہے کہ ہر فرد انسانی کو اوپر اس کے پیدا کیا ہے جیسا کہ جائے دوسری میں ارشاد ہوا فطرت اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ اور وہ فطرت جو مقرر کی ہوئی خدا کی ہے بے صنع آدمیوں کے مشابہت ساتھ رنگ طبع کے رکھتی ہے اور مذہب اور ملل متفرقہ مثل یہودیت اور نصرانیت اور مجوسیت یا ساتھ القائے شیطانی کے بیچ نفس کے جا پکڑتی ہے یا ساتھ اغوائے مادر اور پدر کے اور قوم اور قبیلہ کے، حدیث شریف میں وارد ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد اس سے ختنہ ہے کہ اثر ظاہر انقیاد دین الٰہی کا بدن پر بمنزلہ رنگ کے اوپر جامہ کے ہے اور بعضے نے کہا ہے صبغۃ اللہ عبارت ہے کیفیت نفسانیہ سے کہ بندہ کو ساتھ خالق کے بہم پہنچتی ہے اور بسبب دوام مزاولت کے حکم رنگ کا پکڑتی ہے باطن اور ظاہر میں سرایت کرتی ہے مثل دوام حضور ساتھ شوق کے اور وجد کے نہایت صفا اور طہارت کے ساتھ انکسار اور فنائے نفس کے اور عرف صوفیہ میں اس

marfat.com

کیفیت نفسانیہ کو نسبت الی اللہ کا نام دیتے ہیں بلکہ ایک جماعت نے ان سے نسبت ہر لطیفہ کو رنگ جداگانہ یعنی بیاض اور حمرۃ اور سواد اور صفرۃ اور خضرۃ سے ثابت کیا ہے اور جو اہل کتاب کہیں کہ جو تم فی الحال اپنے کو برنگ خدا رنگین کرتے ہو اور ساتھ عبادت اس کی کے مشغول ہوئے ہو تم ہم سالہا سال اور قرنوں سے ساتھ رنگ خدا کے رنگین ہیں اور ساتھ عبادت اس کی کے مشغول ہیں اور دین ہمارا اقدم دین تمہارے سے ہے اور کتاب ہماری قبل کتاب تمہاری سے آئی اور درمیان ہمارے نبوت اور رسالت مستمرہ رہی اور مرتبۂ نبوت اور محبوبیتِ خدا واسطے ہمارے ہے نہ تمہارے۔ نحن ابناء اللہ واحباؤہ جس طرح کہ ہم واقف مرضی اسکی کے ہیں تم نہیں ہو سکتے پس جواب میں ان کے قُلْ یعنی کہہ اَتُحَاجُّوْنَنَا فِی اللّٰہِ، آیا تم مکابرہ اور مجادلہ کرتے ہو ساتھ ہمارے بیچ مقدمہ خدا کے کہ وہ تعالیٰ ملک کس کی سے ہے ہماری سے ہے یا تمہاری سے مانند مکابرہ اہل دنیا کے بیچ کسی باغ یا کسی زمین کے پس یہ مکابرہ اور مجادلہ محض بے جا ہے کس واسطے کہ وہ تعالیٰ جیسا کہ تمہارا ہے ویسا ہی ہمارا بھی ہے وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ یعنی اور وہ تعالیٰ پروردگار ہمارا اور تمہارا ہے برابر اس واسطے کہ ربوبیت اس کی عام ہے تمام مخلوقات کے ساتھ ہر ذرہ ذرات سے عالم پیدا کیا ہوا اور پروردہ اس کا ہے اور جو کہیں کہ عبادات اور طاعات ہماری اس کی درگاہ میں مقبول ہے اور عبادات اور طاعات تمہاری درگاہ میں اس کی مقبول نہیں پس یہ نزاع بھی محض بے معنی ہے اس واسطے کہ جو عبادت اور طاعت موافق فرمودہ اس کے کی جاتی ہے درگاہ اس کی میں مقبول ہے وَلَنَآ اَعْمَالُنَا اور واسطے ہمارے ہیں اعمال ہمارے کہ بموجب فرمودہ اس کے کے اس وقت میں کرتے ہیں ہم وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ اور واسطے تمہارے ہیں اعمال تمہارے کہ موافق فرمودہ اس کے اس وقت میں کہ منسوخ ہوئے تھے عمل میں لائے ہو تم، اس قدر فرق ہے کہ اعمال تمہارے بنا بر حفظ رسم آبا اور اجداد اور مقرون ساتھ تعصب اور نفسانیت اور اغراض دنیوی کے تھے اور خالص واسطے خدا کے نہ تھے وَنَحْنُ لَہٗ مُخْلِصُوْنَ یعنی اور ہم واسطے اس کے خالص کرنے والے عبادت کے ہیں کہ اصلاً رسم آبا اور اجداد اور تعصب اور نفسانیت اور اغراض دنیوی کو اس میں دخل نہیں دیتے ہیں ہم لہٰذا یہ ہر دو مکابرہ تمہارے بے اصل ثابت ہوئے پس اب تم کیا کہتے ہو تم کہ دین اور آئین ہمارا بہتر دین اور آئین ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد ان کی سے تھا کیونکہ ظاہر ہے کہ وہ یہودی اور نصرانی نہ ہوئے ہیں اور یہودیت اور نصرانیت بعد ان سے اوپر حضرت موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے مقرر ہوئی اَمْ تَقُوْلُوْنَ یعنی راہ کمال جہل اور سخن پروری سے کہتے ہو تم اِنَّ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطَ یعنی بہ تحقیق

marfat.com

ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد اس کی باوجود اس کے قبل نزول توریت اور انجیل اور قبل تقرر یہودیت اور نصرانیت کے گذرے ہیں کَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصَارٰی۔ یعنی تھے یہودی یا نصرانی اور یہ ہر دو شق باطل ہیں اور جو اہل کتاب بنا بر سخن پروری اور تعصب اپنے کے اسی شق کو باوجود ظاہر البطلان ہونے اس کے اختیار کریں اور کہیں کہ البتہ یہ جماعت یہودی اور نصرانی تھی ساتھ اس معنی کے کہ شریعت معمولہ ان کی موافق شریعت یہودیت اور نصرانیت کے تھی گو قبل توریت اور انجیل اور تقرر یہودیت اور نصرانیت کے گذری ہیں پس جواب میں ان کے قُلْ یعنی کہہ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ۔ یعنی آیا تم دانا تر ہو یا خدا؟ خدا نے خود ہم کو خبر دی ہے کہ ما کان ابراہیم یهودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما وما کان من المشرکین ونیز بیچ قصۂ بنائے کعبہ کے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے دعا کی ہے و ارنا مناسکنا اور نیز خدا تعالیٰ نے ان کو فرمایا ہے والرکع السجود اور شریعت میں یہودیوں اور نصرانیوں کی مناسک حج خانہ کعبہ کے کہاں ہیں اور رکوع نماز میں کہاں بلکہ توریت اور انجیل میں نصوص جلیہ موجود ہیں اس مضمون پر کہ حضرت ابراہیمؑ اور اولاد ان کی اوپر محض حقیقت حنفیت کے تھی اور حرمت سبط اور دیگر خواص یہودیت کے اوپر ان کے مقرر نہ تھے اور علیٰ ہذا القیاس لوازمِ نصرانیت مثل تعظیم یوم احد شریعت میں ان کی نہ تھی لیکن تم اس نصوص واضحہ کو بیچ وقت مناظرہ اور مجادلہ کے بنا بر تعصب اور سخن پروری اپنی کے چھپاتے ہو۔ اور ظاہر نہیں کرتے تو خفیف اور ملزم نہ ہو تم وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً اور کون ہے ظالم تر اس شخص سے کہ مخفی رکھے اور چھپاوے ایک شہادت کو جو کہ ثابت ہو عِنْدَهٗ یعنی نزدیک اس کے کہ وہ شہادت مِنَ اللّٰهِ طرف سے خدا کے ہے اور تم ان تمام واضح شہادتوں کو چھپاتے ہو تم اور اوپر اسی قدر کے بھی اکتفا نہیں کرتے ہو تم بلکہ تحریف اور تغییر اور تبدیل ان نصوص میں کرتے ہو تم وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ یعنی اور نہیں ہے خدا غافل اس چیز سے کہ کرتے ہو تم اس کتمان اور تحریف اور تغییر میں اور اگر ہرکارہ بادشاہ ذی اقتدار کا تم پر نگہبان ہو اس سے ڈر کر ہرگز فرمان میں اس کے جعل اور تلبیس نہیں کرتے ہو اور بادشاہ بادشاہوں کے سے کہ اقتدار بادشاہوں کا اس کے اقتدار کی نسبت کچھ نہیں اور وہ خود اوپر تمہارے نگہبان اور مطلع ہے، نہیں ڈرتے ہو تم اور بے دھڑک اس کے کلام میں جعل اور تلبیس کرتے ہو تم اور اوپر اس کے غرہ کرتے ہو تم کہ ہم اولاد انبیاء کی ہیں ہمارے اسلاف میں مقبولانِ بارگاہ ایزدی ہوئے ہیں اور ہمارے فرقہ میں نبوت اور رسالت مستمر رہی ہے اور ان کو خدا محبوب

یہ بیان کہ "تھے نصرانی یا یہودی" ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق یعقوب اور اسباط یہود و نصاریٰ کا ہے

رکھتا تھا پس یہ خیال تمھارا کچھ فائدہ نہ کریگا تمھیں چاہیے کہ اعمال اپنے کو موافق اعمال ان اسلاف کے کرو تاکہ رستگار ہو تم تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ۔ یعنی وہ گروہ ایک جماعت تھی کہ گذری اور اعمال اپنے ہمراہ لے گئی۔ اور واسطے تمھارے ان اعمال کو ذخیرہ چھوڑ کر نہ گئے ہیں کہ تمھارے کام آوے مانند مال ومتاع دنیوی کے کہ پدران واسطے پسروں کے چھوڑ جاتے ہیں اور بیچ وقت افلاس اور احتیاج کے کام آتا ہے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ یعنی واسطے اس جماعت گذری ہوئی کے جزا ہے کہ جو کسب کیا ہے اور جو واسطے تمھارے اس عمل کو چھوڑ کر جاتے جزاء ان اعمال کی ان کو نہ پہنچتی بلکہ تم کو پہنچتی وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ یعنی اور واسطے تمھارے ہے جزاء اس کی کہ کسب کرتے ہو اور جو گناہ تمھارے وہ اٹھاتے جزاء ان گناہوں کی انکو پہنچتی نہ تم کو۔ اور جزاء عمل بغیر عامل اس عمل کے دینا نزدیک تمھارے بھی خلاف عدل اور منافی حکمت کے ہے۔ کس طرح تم متوقع جزاء اعمال ان کے کے رہتے ہو تم وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ یعنی اور نہ سوال کیے جاؤ گے تم اس چیز سے کہ وہ جماعت گذشتہ عمل کرتی تھی اور جزاء اعمال کی نہیں ہوتی مگر بعد سوال سے اور سوال شخص کا عمل غیر سے غیر معقول ہے اس واسطے کہ ہر شخص اوپر اعمال غیر اپنے کے اطلاع نہیں رکھتا ہے تاکہ عہدہ جواب اس کے سے برآوے پس یہ خیال تمھارا محض سفاہت اور بے عقلی ہے اور اس تقریر سے معلوم ہوا کہ تکرار اس آیت کی اس مقام میں باوجود اس کے کہ نزدیک گذری ہے۔ تکرار معنوی نہیں کہ مخل بلاغت ہو اس لیے کہ مقام اول میں غرض اس آیت سے یہ تھی کہ اعمال اور افعال تمھارے ساتھ کسی وجہ کے مناسبت ساتھ اعمال اور افعال سلف گذشتہ کے نہیں رکھتے اور وصیتیں ان کی بیچ تمھارے معمول بہا نہیں ہیں اور اس مقام میں کہ جو اقدام اوپر کتمان شہادت اور پوشیدہ کرنے حق واضح کے اور ایسے ہی ارتکاب کرتے تھے دوسرے اعمال قبیحہ کا بباعث بھروسہ کرنے اپنے اسلاف کی بزرگی اور صلاحیت پر نہایت درجہ کی بیوقوفی ہے جو تم سے سرزد ہو رہی ہے اور تم سے زیادہ بیوقوف ایک اور جماعت تم میں سے ہے جس کی بیوقوفی عنقریب تمھارے سامنے ظاہر کی جاتی ہے۔

تمت

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

پارۂ سیقول سورۃ البقرہ ترجمہ تفسیر عزیزی

تحویل قبلہ پر سفہاء کے اعتراض کا بیان

جیسا کہ چھپانا امر حق کا اور اعتماد کرنا اوپر اعمال صالحہ اپنے بزرگوں کے تم میں بسبب بیوقوفی کے ہے ایسے ہی منجملہ تمھارے ایک ایسا گروہ ہے کہ اس کی حماقت قریب تر ظاہر ہوگی۔ سَیَقُوۡلُ السُّفَهَآءُ کہ عنقریب کہیں گے چند ایسے بیوقوف اور بے عقل کہ صرف باعتبار صورت ظاہر کے مِنَ النَّاسِ آدمیوں میں سے ہیں ورنہ بلحاظ بے عقلی اور بیوقوفی کے آدمیت ان میں نہیں ہے جبکہ دیکھیں گے مسلمانوں کو کہ ایک قبلہ سے دوسرے قبلہ کی طرف نماز میں پھر گئے مَا وَلّٰهُمۡ عَنۡ قِبۡلَتِهِمُ الَّتِیۡ کَانُوۡا عَلَیۡهَا کہ ان کو کس چیز نے پھیر دیا اس قبلہ سے کہ جس پر اب تک وہ تھے کیا اس قبلہ میں کچھ نقصان پایا ہے، کیا اس دوسرے قبلہ کی ان پر بزرگی اور خوبی ظاہر ہوئی ہے کہ اس کو چھوڑ کر ادھر مڑ گئے اگر وہ قبلہ ناقص تھا اور یہ کامل تو پہلے ہی کامل کو کیوں نہ پکڑا اور ناقص کو کیوں نہ چھوڑ دیا، سو یہ باتیں انکی ناعاقبت اندیشی کی ہیں کیونکہ اگر یہاں عداوت یہود کے قبلۂ اول کو چھوڑتے اور صرف جمعیت اپنی قوم کے کہ مکہ کے ہیں مکہ کو قبلہ بناتے تو دین میں تعصب اور جانبداری ثابت ہوتی نہ طلب حق اور جب ان سے یہ کلام سنو تو قُلۡ کہہ دیجیو کہ قبلۂ اول سے منہ موڑنے کے لیے ان میں سے کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ہم تابع حکم خدائے تعالٰی کے ہیں نہ اپنی عقل ناقص کی پسند کے اور نہ تعصب اور جانبداری کے، سبب اس کا حکم خدا تعالٰی کا ہے کہ اتنی مدت تک اس کے استقبال کا حکم تھا اور اب اس قبلہ کا حکم ہوا ہے۔ اور چونکہ اصل عبادت ہماری صرف خدا تعالٰی کے لیے ہے نہ کسی مکان کے لیے اور خدا تعالٰی کے لیے ایک جہت یا ایک مکان مقرر نہیں ہے لِلّٰهِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ بلکہ سب زمین مشرق و مغرب خدا کی ہے جدھر چاہے ادھر ہم سے اپنے تئیں سجدہ کروائے اور جس جگہ کو چاہے قبلہ کر دے اور جس قبلہ کو چاہے موقوف کر دے پس ہم سے سبب اس کا پوچھنا کمال بیوقوفی تمھاری ہے، جیسا کہ بیوقوف پوچھتے ہیں غلام سے کہ جو کام پہلے کرتا تھا اب کیوں نہیں کرتا ہے اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ

marfat.com

غلام اپنے مولیٰ کا تابع ہے جب تک چاہے جو کام لیوے اور جس کام کو چاہے اس سے لینا موقوف کردے اور اگر تم اسرار اور حکم ان احکام مختلف کے پوچھا چاہتے ہو تو اگرچہ ہم بخوبی واقف نہیں ہیں مگر اس کے سمجھنے کو حوصلہ چاہیے کہ وہ تم میں نہیں ہے پر واضح ہو کہ قبلہ کا مقرر کرنا صرف ظاہر کرنا راہ عبادت کا ہے نہ یہ کہ قبلہ داخل اصل عبادت ہے اور راہنمائی خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں کو مختلف ہے کسی کو کسی راہ سے اور کسی کو کسی طور سے راہنمائی ہوتی ہے یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے ہدایت کرتا ہے اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ راہ راست کیطرف کہ عبادت معرفت کے لیے بہت قریب راستہ ہے، چنانچہ ہم کو بہترین قبلہ کی طرف متوجہ کیا ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے قوت عقلیہ کے کہ ذریعہ ادراک مجردات کا ہے قوت خیالیہ بھی عنایت فرمائی عالم اجسام ہیں بذریعہ اس کے فکر اور سوچ کرتا ہے تاکہ بمدد قوت خیالیہ کے قوت عقلیہ کو قوت اور استحکام بہت حاصل ہوئے جیسا کہ مہندس جب تک کہ صورت اور شکل اپنے خیال میں مرتب نہ کرے گا تب تک مقادیر کا ادراک بخوبی نہ ہو سکے گا اور ایسے ہی جب تک کہ امیر اور بادشاہ کے چہرہ کا خیال سامنے نہ ہو گا تب تک قدرت کاملہ اس کی ثنا وصفت پر نہ ہو سکے گی اس کا استقبال کر کے ثنا و صفت میں مشغول ہوتا ہے اور ایسے ہی اصل عبادت کہ خشوع اور نیاز ہے جب تک کہ سکون یعنی اطمینان از جنبش اس کے بدن کو نہ ہوا اور دائیں اور بائیں التفات اس کو نہ ہو تب تک حاصل نہیں ہو سکتا ہے اسی لیے ایک طرف کا التزام ضرور ہے کہ سوائے اس کے اور طرف توجہ اور التفات نہ ہوتا بتوجہ باطراف دیگر انتشار نہ ہو کہ متلف خشوع ہووے اور ظاہر ہے کہ ظاہر اور باطن میں ایسا لگاؤ ہے کہ ایک طرف عزیمت توجہ ظاہر ہیں موجب اتحاد عزیمت توجہ باطنی میں ہوتی ہے اسی لیے ظاہر میں ایک طرف متوجہ ہونا نماز میں موجب توجہ باطنی و ظاہری کا ہے اور یہ بھی چاہیے کہ تمام خلقت کا ایک قبلہ ہووے کہ جیسا ان کا ظاہر ایک چیز پر متفق ہو ویسا ہی ان کا باطن بھی متفق ہو جاوے تاکہ موجب باہمی اتفاق ظاہراً و باطناً ہووے اور تاکہ حصول انوار و برکات عبادت پر ان کا باطن متفق ہووے۔ تو ایک روشنی کامل اس عبادت سے دل پر پیدا ہووے جیسا کہ ایک مکان میں ایک طرف ہجوم چراغوں کا موجب ازدیاد روشنی کا ہوتا ہے اور یہ ہی حکمت ہے جمعہ اور جماعت کے مقرر کرنے میں کہ پنجگانہ نماز میں اہل محلہ جمع ہوتے ہیں اور جمعہ کی نماز میں اہل شہر جمع ہوتے ہیں اور حج میں تمام جہان جمع ہوتا

marfat.com

ہے اور چونکہ ہر وقت نماز میں جمع ہونا سب خلقت کا ایک مکان میں ممکن نہیں ہے اس لیے مقرر کرنا
اس مکان کا استقبال کے لیے نماز میں بجائے اس مکان کے فرضاً یا مستحباً کمال مصلحت ہے، اور
اس مکان اور اس جہت میں کوئی ایسی خوبی نہ ہو کہ جیسا اور مخلوقات میں خوبیاں محسوس یا معقول ہوتی
ہیں مثلاً قبریں کہ انبیاء اور اولیاء ہوں اور سورج اور چاند اور دریا اور آگ تاکہ عبادت عوام کی بجانب
اس مخلوق یا اس کمال محسوس و معقول کے واقع نہ ہووے اور توجہ جناب باری کی نہ ہو مانند عینک
بے رنگ کے کہ نظر اس کی رنگت پر نہیں پڑتی بلکہ فوراً شخص مقصود پر بے اس کے رکاؤ کے جا پڑتی ہے
اور ایسے ہی قبلہ کا ہونا موقوف اوپر حکم سماوی وغیبی کے ہے عقل کو اس میں مداخلت نہیں اور چونکہ
یہ حق خدا تعالیٰ کا ہے اور کسی کا حق بدون اس کے حکم کے اور کسی کام میں نہیں لاسکتے ہیں، جیسا کہ
تنخواہ بے اجازت مالک کے کسی کو نہیں مل سکتی ہے اور مکہ کو کہ سب مکانات میں افضل ہے اور
تمام جہات میں اکمل ہے واسطے حضرت آدمؑ کے کہ نوع انسان کے باپ ہیں اور واسطے حضرت ابراہیمؑ
کے کہ سب مذاہب اور ملتیں ان کی ملت کے تابع ہیں علیہما وعلی سیدنا الصلوۃ والسلام قبلہ گردانا گیا
کیونکہ کعبۂ معظمہ مبدأ و خاک پیدائشی انسان کا ہے کہ اس سے زیادہ کسی اور مبدأ کا حسن معلوم نہیں
ہوتا ہے اور یہ کار عبادت بھی کارِ حسن ہے اس لیے مبدءِ حسن کو قبلہ کارِ حسن کا کیا گیا اور یہ بھی ظاہر
ہے کہ زمین تمام عناصر انسانی میں اصل ہے اور اس لیے اس کو نیچے پھیلایا گیا اور قاعدہ ہے کہ ظاہر
میں سب عالم اپنے مبدء پر ظہور کے لیے متوجہ ہوئے ہیں پس اس حکمت سے کہ قبلہ اس طرف مقرر ہوا باطن
عالم بھی ساتھ مبدء باطن کے متوجہ ہوا اور دونوں طرف مطابق ہوئے یعنی ظاہر ظاہر کے اور باطن باطن
کے اور یہ بھی روایات سے ثابت ہے کہ جب حکم خداوندی آسمان وزمین پر نازل ہوا کہ ائتیا طوعاً وَ
کرھاً، آدمؑ خوشی سے یا لاچاری سے تب خاص اس جائے سے ذرۂ حضرت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اجابت حاضری کی عرض کی اور اس جائے کے مقابل جو پارۂ ہفت آسمان ہے وہ بھی شریک اس
اجابت کے ہو کر بولا کہ اتینا طائعین، حاضر ہوئے ہم خوشی سے پس جبکہ اس جگہ فرمان خداوندی کے
قبول میں سب پر سبقت کی ہے تو اس کو قبلہ نہ کرنا عبادت میں خلاف قدردانی اور جوہر شناسی کے
ہے اسی لیے یہ جگہ قبول ہوئی مگر چند دن کے لیے یعنی از زمانِ حضرت موسیٰ تا بزمان حضرت عیسیٰ علیہما
الصلوۃ والسلام بیت المقدس اس لیے قبلہ کیا گیا تھا کہ وہاں ایک پتھر معلق زمین سے ہے نہایت

marfat.com

ہولناک کہ منحرفوں کے لیے گویا جلاّد ہے کہ چارونا چار اس کے نیچے سر جھکا دیتے ہیں اور راست موسوی شوق اور محبت الٰہی سے ایسی بے خبر تھی کہ بدون اس وجاہت ظاہری کے عبادت نہ کرتی تھی، اس لیے پیغمبروں کو کہ مقتدا ان کے تھے اس پتھر کے استقبال کا حکم ہوا اور بیت المقدس ایسا مکان بزرگ ہے کہ قیامت میں تجلی عرش الٰہی کی اس پر ہوگی اور اس کے گرد حشر ہوگا اور اس کے سامنے باز پرس روز حساب و وزن اعمال کا ہوگا اور اسی لیے حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو اس پتھر پر قبہ بنایا اور اس کے گرد مسجد بنائی تو باہر مسجد کے بہشت اور دوزخ کی تصویر بنائی تاکہ میدان قیامت کی ہولناکی یاد رہے کہ یہی وہ میدان ہے اور حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم شروع رسالت سے ساتھ اوصاف اور خوبی ہائے حضرت آدمؑ و ابراہیمؑ کے موصوف تھے علیہم الصلوۃ والسلام اور کعبۂ معظمہ کے اندر نشو و نما پائی اور اسی کی تعظیم صغر سنی سے دل میں بیٹھی اس لیے اول اسی کے استقبال کا حکم ہوا کہ وہ سب میں افضل اور اکمل قبلہ ہے یہاں تک کہ شب معراج میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس گئے اور اس کے جوار میں ارواح انبیاء علیہم الصلوۃ سے ملاقات ہوئی اور انوار و برکات ان کی نبوت کے ساتھ کمال آدمی اور ابراہیمی کے شامل ہوگئے اور وہاں سے آسمان پر گئے اس لیے چند دن کے لیے ضرور ہوا کہ واسطہ کامل کرنے آثار و برکات مرتبوں ان پیغمبروں کے کہ ان کو حاصل ہوئے اور نیز واسطے شکر اس بات کے کہ وہاں معراج ہوئی بیت المقدس کا استقبال کیا جائے۔ اور اس کے بعد جب تک کہ مکہ میں رہے کعبہ کا استقبال کر کے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے رہے اور مدینہ میں آکر سولہ مہینے بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی پھر کعبہ کی طرف پڑھنے لگے کہ یہ حدیث بیہقی اور ابوداؤد اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی تاکہ انوار اور کمالات انبیاء بنی اسرائیل کے بھی حضرت میں کامل ہو جاویں کہ شب معراج میں حاصل ہوئے تھے کہ اس شب کے سبب ایک بزرگی اور زیادتی حاصل ہوئی تھی اور اسی لیے حضرتؐ ذوالقبلتین یعنی صاحب دو قبلہ کے ہوئے کہ یہ خوبی حضرت کے لیے خاص ہے، اوروں کے لیے نہ ہوئی اور ابتدائے رسالت میں تو حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے خلیفہ ہوئے تھے اب بعد معراج انبیاء بنی اسرائیل کی بھی خلافت حاصل ہوئی۔ ف اور مدینہ میں استقبالِ مکہ باوجود استقبال بیت المقدس کے ممکن نہ تھا اس لیے لاچار حکم استقبال بیت المقدس روز اول ماہِ ربیع الاول سے

ف:۔ اسی لیے کافۃ الناس اور بنی اسرائیل پر نبوت آپ کی جاری ہوئی ؛

کہ وہ روز خروج تھا تا نصف رجب سال دوم ہجرت کے کچھ اوپر سولہ مہینے ہوتے ہیں اور اسی لیے بعض نے ستره ۱۷ مہینے بھی کہے ہیں بجا لائے اور جبکہ کمال محمدی اپنی اوج پر پہنچا کہ سب انبیاء کے کمالات مجتمع ہوئے اور غزوہ بدر بھی قریب آیا کہ یہ موجب خلافت کبری کا ہے اور انجام کا رجوع ابتدا پر ہوتا ہے تو استقبال کعبہ کا حکم پھر گیا کہ اس سے کمال کا پورا ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ توجہ ظاہری ساتھ توجہ باطنی کے موجب توجہ بخدا ہے کہ اوپر ثابت ہوا اور ذکر معراج بوقت استقبال و عبادت سبب یاد دہی سفر کا ہے کہ وہ موجب یاد جدائی اور مسافت کا ہوتا ہے، اب یہاں چند سوال ضروری الجواب تحریر ہوتے ہیں اول یہ کہ ابھی تک تبدیل قبلہ نہ ہوا تھا اور یہ آیت قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ کہ جس سے قبلہ ہونا بیت المقدس کا موقوف ہونا نازل نہ ہوئی تھی اور گفتگو چند بیوقوفوں کی بھی درباب تبدیل کعبہ بھی ابھی نہیں ہوئی تھی تو کس لیے یہ فرمایا گیا کہ عنقریب چند بیوقوف ایسا ایسا کہیں گے سو اس کا جواب یہ ہے کہ اکثر مفسرین نے پہلے نازل ہونا وَقَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ کا سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ سے لکھا ہے اور یہ آیت سبب ان کی گفتگو کا ہے، اگرچہ گفتگو ظاہر نہ ہوئی تھی اور لبظور ظہور سبب دانا پر تدبیر دفع ضروری ہے اور اگر نزول بھی موافق قرائت کے ہو تو بھی اس پیش بندی میں چند عمدہ فائدے ہیں مثلاً خبر بالغیب کہ جب تبدیل کعبہ ہوگی تب یہ امر پیش ہوگا کہ یہ معجزہ اس کلام کا ہے اور یکایک ایک کام کا آن پڑنا کہ جس کے ساتھ طبع کو بظاہر اُنس ہو، بہت ناگوار ہوتا ہے اور جبکہ پہلے سے اس کا ذکر ہو لے تو وقوع اس کا چنداں ناگوار نہیں ہوتا ہے کہ بسبب ذکر سابق کہ اس کے خیال اور تصور کے ساتھ طبع کو الفت ہو جاتی ہے پس اسی کے موافق تجربہ ہوا، کہ پہلے سے معلوم ہوگیا کہ تبدیل قبلہ ہوگی اور بیوقوف لوگ یہ باتیں بنائیں گے، جب یہ سب واقعہ ہوا، تو کچھ ناگوار نہ ہوا اور جبکہ پہلے سے دشمن کی تدبیر سے واقف ہو جاوے تو تدبیر اس کے دفع کی کر کے آمادہ رہے گا تاکہ بروقت فوراً دفع کر سکے اور محتاج اس وقت کا نہ ہو، کہ باعث ہرج اور مضرت کا ہے اور عرب میں یہ مثل مشہور ہے کہ تیر اندازی سے پہلے تیر کی ریش لگانی چاہیے کہ اگر وقت پر ریش نہ ہوگی تو دھوکا ہوگا، دوئم کونسا امر ان کی بیوقوفی پر دلالت کرتا ہے جواب جانتے تھے کہ مسلمان بے حکم خدا کے کوئی کام نہیں کرتے پھر سبب تبدیل قبلہ کا پوچھنا دلیل ان کی بے عقلی کی ہے اور سفیہ اس شخص کو کہتے ہیں کہ مال اپنا بے فائدہ آخرت کے خرچ کرے کہ اس آیت سے مفہوم ہوا

marfat.com

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا. کہ تم بیوقوفوں کو اپنے مال نہ دے دو۔
پس ایسا آدمی کہ پیغمبر پر اعتراض کرکے اپنی آخرت کی مضرت کا ساماں کرے بالا ولی بیوقوف ہوگا۔ سوئم یہ کہ مِنَ النَّاسِ سے کیا فائدہ ہے کہ بیوقوف اور باوقوف دونوں آدمی جدا ہوتے ہیں جواب کچھ بیان تو تفسیر میں گذرا اور یہاں اتنا بیان کافی ہے کہ صفت لفظ من الناس صفت کاشفہ ہے یعنی وہ لوگ بے وقوف بجز اس کے کہ آدمی ہیں اور کوئی علامت ان کی شناخت کی نہیں ہے اور جب کہ بیوقوفوں کے سوال کے جواب کی تعلیم حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو کی گئی تو مسلمانوں کو خطاب ہوا کہ جیسا ہم نے تمھارے لیے قبلہ بہت بہتر کیا ہے ایسے ہی تمھاری ملت بھی سب ملتوں سے بہتر کی گئی ہے اور ایسے ہی تمھارا پیمبر بھی سب پیمبروں سے بہتر اور افضل کیا گیا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا۔ وسط چیز میانہ کو کہتے ہیں جیسا کہ تمام شہر کے بیچ میں ایک حویلی ہو یا درمیان حویلی کے ایک جلائے ہووے یا مجلس کی بیچ میں مسند ہو یا حلقہ میں ایک سردار ہو کہ سب اس کی طرف متوجہ ہوں پس بیچ کی چیز سب اطراف کی چیزوں سے بہتر ہوتی ہے ایسے ہی ہم نے کر دیا ہے تم کو امت میانہ کہ پیمبر اور قبلہ اور امت تمھاری سب پیغمبروں اور قبلہ اور ملتوں سے افضل ہے تاکہ لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ اس خوبی اور فضیلت کے سبب تم گواہ ہو کر سب خلقت پر حکم خدا جاری کیا گیا۔ یہود و نصارٰی وغیرہ تابعین پیمبران پر اور مجوس غیر تابعین پیمبران پر اور ایسے ہی دنیا میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایسی ظاہری قوت عنایت فرمائی ہے کہ اور سب بنی آدم پر حکومت کرتے ہیں اور اپنے احکام شرعیہ سے ان کے مقدمات فیصلہ کرتے ہیں چنانچہ نصارٰی وغیرہ باوجود کمال سلطنت اپنی کے چونکہ دستور القضا ان کے یہاں مرتب نہیں ہے فصل خصومات میں مدد سائقہ احکام شرعیہ اسلام کے لیتے ہیں، اور ان گروہوں نے جب وسعت ذہن اور زیادتی علم اہل اسلام کی دیکھی کہ انھوں نے ان کے علوم کی حقیقت یا بطلان پر گواہی دی تو وہ اپنی خطا پر متنبہ ہوئے اور اس کے تغیر میں لگے مثلاً نصارٰی کو تین کہنا خدا کا اور یہود کو اعتقاد تشبیہ کا اور ہنود کو اعتقاد حلول کا اور فلاسفہ کو اعتقاد توسیط عقول اور نفی علم جزئیات کا اور قدیم ہونا عالم کا اور فنا ہونا عالم کا بعد مفارقت کے اور مجوس کو اعتقاد حلال ہونا محرمات کا غلط ظاہر ہوا۔ و نیز جودت طبع بیچ نکالنے صنعتوں کے اور الوان طعام کے اور استعمال لذیذ چیزوں کے اور ترتیب مکانات بافضا اور آسائش اور رفاہت بوجہ حلال کے اللہ تعالیٰ نے ان کو

marfat.com

الیسی دی ہے کہ پیشوا ہو سب گروہوں کے ہوئے اور زیج عبادت اور ریاضت اور صفائی نفس اور روشنی باطن اور حصولِ ثمرہ مجاہدات اور کشفِ امور آیندہ کے ایسا رتبہ ان کو حاصل ہوا ہے کہ وہ لوگ بھی ان کی پیروی کر کے فخر کرتے ہیں کہ ہم نے بھی یہ رتبہ حاصل کیا ہے۔ **شعر**۔ آدمی کرتا ہے جیسی حرکتیں ؎ سب کی سب وہ حرکتیں بندر میں ہیں ؎ و نیز حکم شرعی اجماعی اس امت کا ایک ایسی حجت ہے کہ تمام خلقت کا مقبول ہوتا ہے مثلاً گواہوں سے مقدمہ کا مدعا علیہ پر ثابت ہو جانا، پس یہ امت اتباع کے لیے سب خلقت میں ایسی ہے کہ جیسے پیغمبرِ معصوم اپنی امت میں واجب الاتباع ہوتا ہے اور آخرت میں جبکہ پیغمبروں اور ان کی امتوں میں مخاصمت ہوگی اور امتیں ان کی تبلیغ کا انکار کریں گی تو یہ امت پیغمبروں کے لیے گواہی دے گی اور یہ گواہی اس لیے قبول ہوگی کہ بہ نسبت اور امتوں کے اس امت نے بہت جلد خدائے تعالیٰ اور سب انبیاء کی تصدیق کی اس کو بہ نسبت اوروں کے متقی اور عادل کیا گیا اور اوروں کو فاسق و دروغ گو پس گواہی عدول کی مقبول ہوتی ہے نہ فاسق اور دروغ گو کی اور یہ امت سب کے بعد ہے اس لیے بلحاظ خبر دہی خدائے تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سب احوال گذشتہ کا ان کو علم حاصل ہوا اور گذشتگان کو حال آئندہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے ان کی شہادت تو سلف پر ممکن ہے اور شہادت سلف کی خلف پر ناممکن اور جبکہ سلف ان پر اعتراض کریں گے کہ تم اس وقت پر نہ تھے کہ جس وقت کی گواہی دیتے ہو تو یہ جواب دیں گے کہ گواہی معائنہ پر ہی موقوف نہیں ہے، بلکہ جب کسی وجہ سے علم اس امر کا حاصل ہو تو گواہی کے لیے کافی ہوگا۔ ہم کو باعلام خداوندی بذریعہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم حاصل ہو گیا اس لیے گواہ ہیں کہ تمھارے انبیاء نے تبلیغ کی ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ بروز قیامت حضرت نوح علیہ السلام بلائے جائیں گے کہ تم نے تبلیغ کی تھی وہ کہیں گے کہ ہاں، پھر ان کی امت سے پوچھا جائیگا تو وہ کہیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، پھر حضرت نوح سے کہیں گے کہ تمھارا گواہ کون ہے وہ عرض کریں گے کہ محمدؐ اور ان کی امت علیہم الصلوۃ والسلام، تب یہ لوگ بلائے جائیں گے تو یہ گواہی دیں گے کہ حضرت نوحؑ نے اس امت پر تبلیغ کی تھی اور یہ معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کے کہ کیا ہم نے تم کو امتِ وسطہ یعنی صاحب عدل، اور احمد اور نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ ان سے پوچھا جاوے گا کہ تم کو کیونکر علم ہوا کہ تم گواہی دیتے ہو تو یہ عرض کریں گے کہ ہمارے پیغمبرؐ نے آن کر ہم کو خبر دی تھی کہ سب پیغمبروں نے

marfat.com

تبلیغ کی ہے اور منجملہ اس شہادت کے ایک شہادت یہ ہے جیساکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ بخاری و مسلم حضرت انس رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کسی کا جنازہ لیے جاتے تھے کہ اس کی خوبیاں بیان کرتے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ واجب ہوئی، پھر دوسرا جنازہ گذرا کہ اس کی بُرائی کرتے جاتے تھے حضرت نے فرمایا کہ واجب ہوئی، حضرت عمر نے عرض کیا کہ کیا واجب ہوئی حضرت نے ارشاد کیا کہ اول کے لیے بہشت اور دوسرے کے لیے دوزخ کہ تم خدائیتعالی کے گواہ ہو جیسی تم گواہی دیتے ہو ویسا ہی عمل میں آتا ہے اور حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر کسی مُردہ پر اس کے چار آدمی ہمسایہ ذکر خیر و نکوئی کرتے ہیں کہ ہماری دانست میں تو نیک تھا تو خدائیتعالی فرماتا ہے کہ ہم نے تمھاری گواہی قبول کی اور اس کو بخش دیا اور جو کچھ کہ تم کو اس کے حال کی خبر نہیں ہے وہ معاف کیا اور یہ گواہی ان لوگوں کی مقبول ہوگی کہ محفوظ اللسان ہوں گے اور تین امر خاص اس امت کے لیے ہیں کہ اور امتوں میں نہیں ہیں جیساکہ انبیاء کے لیے تبلیغ میں حرج نہیں ہے ایسے ہی ہمارے دین میں بھی حرج نہیں ہے اور جیساکہ انبیاء شاہد ہیں ویسے ہی یہ امت بھی گواہ ہے اور جیساکہ انبیاء کو حکم عام دعا کا ہے کہ وہ کریں تو وہ قبول ہوگی ویسے ہی اس امت کو حکم عام ہے کہ دعا کرتی رہے تو قبول ہوتی رہے گی اور جب امتہائے سلف تمھاری عدالت کا انکار کریں گی تو وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا اور ہووے گا یہ رسول تمھارے لیے گواہ کہ تم عادل ہو کہ گواہی تمھاری قبول کی جاوے کیونکہ رسول بسبب نور نبوت کے ہر شخص کی دیانت اور امانت کا درجہ بخوبی جانتا ہے کہ کس درجہ تک نور ایمان ان کا پہنچا ہے اور کونسا امر یعنی پردہ ترقی سے مانع ہوا ہے اسی لیے کہ جو مناقب کہ صحابہ کرام اور بعض تابعین اور امام مہدی وغیرہ حاضرین و غائبین کے بیان فرمائے ہیں اور جو معائب بعضے حاضرین و غائبین کے فرمائے ہیں وہ سب واجب الیقین ہیں اور یہی سبب ہے کہ ہر فرد امت کے اعمال حضرتؐ پر پیش ہوتے ہیں کہ فلاں نے آج یہ کیا اور فلاں نے آج وہ کیا تاکہ حضرت گواہی دے سکیں پس جبکہ ایسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری عدالت پر گواہی دیں تو تم کو ان کے انکار سے کیا ڈر ہے اور یہاں چند امور واجب الاظہار ہیں اول یہ کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، یہ امت باعتبار درجہ اور رتبہ کے سب سے بہتر ہے اور باعتبار پیدائش کے سب سے پیچھے پس متوسط ہونا کیا معنی، سو جواب یہ ہے کہ توسط لمبع یا توسط زمانہ یہاں مراد نہیں ہے بلکہ مراد توسط وضع ہے اور توسط وضعی بہتری اور برتری کیلیے

marfat.com

ضروری ہے کہ یہ عین خیریت ہے کہ اس کا بیان گذرا کہ جو سب سے عمدہ ہے وہ بیچ میں ہوتا ہے اور باقی اِدھر اُدھر تاکہ عمدہ محفوظ رہے کہ مثل مشہور ہے بہتر بیچ میں ہے اور اطراف میں بدتر۔ اور واضح ہو کہ بہتری اور برتری وسط کو لازم ہے اسی لیے کنایۃً معنی لیے گئے ہیں اور معنی صراحۃً ترک کہ وہ یہ سبب اس کے فصیح ہوتے ہیں اور بعض مفسرین نے وسط کے یہ معنی لیے ہیں کہ یہ امت بہ سبب عقائد اور اعمال کے اور اخلاق کے میانہ رو ہے کہ صفات کمال میں نہ اس قدر زیادتی ہے کہ افراط ہو جاوے نہ اس قدر کمی ہے کہ تفریط ہو جاوے بخلاف یہود کے کہ اس قدر بیباکی کی کہ حضرات انبیاء کو مرتکب گناہ کا جانا اور عصمت کو ان سے منتفی بلکہ ان کو قتل کیا اور برخلاف نصاریٰ کے کہ انھوں نے اپنے پیغمبر کو مرتبۂ بندگی سے بدرجہ فرزندی پہنچایا پس یہ توسط خاص قسمت اسی امت کے ہے اب یہ شبہ ہے کہ کمال کے لیے علو درجہ ہے تو صفت ساتھ علو اور برتری کے چاہیے نہ ساتھ توسط اور درمیانگی کے۔ جواب یہ ہے کہ علو درجہ اور کمال صفت توسط اور میانگی کو لازم ہے مثلاً شجاعت کہ درجہ متوسط ہے گویا یہ ہے اور جرأت درجہ ادنیٰ ہے اور تہور درجۂ اعلیٰ ہے پس تہور میں کمال نہیں ہے جیسا کہ شجاعت میں ہے اور مثلاً پیغمبر کا درجۂ توسط یہ ہے کہ بندگی معہ کمال رسالت کے ہو نہ یہ کہ اس قدر اس کو برتری ہے کہ خدا کا فرزند کیا جاوے اور نہ یہ کہ اس قدر ذلت ہو کہ قتل کیا جاوے۔ اور بعض نے وسط کے معنی عدالت کے لیے ہیں کہ حاکم اور بیچ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی رعایت کیا کرتے ہیں۔ تو ایک امر درمیانہ نکال کر فیصلہ کیا جاتا ہے جیسا کہ ایلچی اور وکیل کہلاتا ہے۔ بحث دوم یہ ہے کہ روایت حضرت عبداللہ بن المبارک سے اور روایات صحیحہ میں یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روز قیامت جب سب جمع ہونگے اول حضرت اسرافیل بلائے جاویں گے اور ان سے خطاب ہوگا کہ تم نے ہمارے فرمان کو کیا کیا پہنچایا یا نہیں، وہ عرض کریں گے کہ ہاں پہنچا دیا جبریل پر، پھر جبریل بلائے جائیں گے اور پوچھے جائیں گے کہ تم کو اسرافیل نے ہمارا حکم پہنچایا وہ کہیں گے کہ ہاں پہنچایا تھا، تب رہائی اسرافیل کی ہوگی، پھر ان سے خطاب ہوگا کہ تم نے ہمارا فرمان کیا کیا وہ عرض کریں گے کہ آپ کے پیغمبروں کو پہنچایا، پھر پیغمبر بلائے جائیں گے اور پوچھے جائیں گے کہ تم کو ہمارا فرمان جبریل نے پہنچایا یا نہیں وہ سب عرض کریں گے کہ ہاں پہنچایا اور ہم نے اپنی امتوں کو پہنچایا، تب امتیں بلائی جائیں گی اور پوچھی جائیں گی کہ تم کو حکم ہمارا ہمارے پیغمبروں نے پہنچایا یا نہیں۔ پس بعضی جھوٹ بولیں گی کہ نہیں پہنچایا اور بعض سچ کہیں گی کہ ہاں

marfat.com

پہنچایا، پھر سب پیغمبر کہیں گے کہ ہمارے پہنچانے کے گواہ ہیں حکم ہوگا کہ وہ کون ہیں، عرض کریں گے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت، پس یہ امت طلب ہوگی اور پوچھی جاویگی کہ تم گواہ ہو کہ ان پیغمبروں نے ہمارا حکم اپنی امتوں کو پہنچایا وہ عرض کریں گے کہ ہاں ہم گواہ ہیں تب وہ امتیں کہیں گی کہ یہ لوگ ہمارے بعد تھے انھوں نے ہم کو نہیں دیکھا یہ کیونکر گواہ ہیں یہ عرض کریں گے کہ آپ کا رسول ہمارے پاس آیا اور آپ کی وحی ہم پر اتری کہ جس میں لکھا ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی امت پر حکم خدا پہنچایا اسلیے ہم گواہ ہیں، پھر ارشاد ہوگا کہ یہ لوگ سچے ہیں اور یہی معنی وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ کے ہیں پس گواہی اگلی سابقہ امتوں کے حق میں صحیح ہوئی اور بسبب اس کے کہ یہ امت اس شہادت کی مستحق بموجب ذکر قرآن شریف کے ہوئی ہے، اب کیا حاجت ہے کہ رسول ان پر گواہ ہو اور یہ سب مخصوص بروز قیامت ہے اگر دنیا میں بھی مقصود ہو تو کیونکر ہو سکتا ہے اس لیے کہ انھوں نے نہ سلف کو دیکھا اور نہ ان کے رسول نے اپنی سب امت کو دیکھا جواب دنیا اور آخرت میں دونوں جگہ گواہی مراد ہے، آخرت میں بواسطہ جناب حضرت رسالت مآب کے کہ ان کے ذریعہ سے علم حاصل ہوا۔ اور ان کے روبرو گواہی دیں گے کہ اول کا سننا ان کی صداقت پر دلیل کامل ہوگا اور دنیا میں یہ معنی ہیں کہ سب امتوں کے احوال اور عقائد اور رسوم دیکھ کر جس پر غلطی کا حکم لگا دیا وہ غلط ہے۔ بحث سوم یہ کہ بموجب آیۂ کریمہ کے ثابت ہوا کہ یہ امت برتر ہے کہ سب پر گواہ ہوگی اور رسول ان پر گواہ ہوگا، ان کا گواہ ہونا تو موجب ان کی برتری اور بہتری کا ہو سکتا ہے اور رسول کا گواہ ہونا ان کے لیے موجب ان کی برتری اور بہتری کا کیونکر ہو سکتا ہے اس لیے کہ گواہ کو برتر اور بہتر ہونا چاہیے کہ اس کی گواہی مقبول ہوتی بنے اسکو جسکے متعلق گواہی ہو۔ جواب ظاہر ہے کہ اگر یہ برتر اور بہتر نہ ہوں اور گواہی ان کے حق میں بخوبی نہ بیان کریں تو رسول معصوم ان کی تصدیق کیونکر کریگا اور جبکہ رسول نے ان کی تصدیق کی تو برتر اور بہتر ہونا ان کا بخوبی ظاہر ہوا، اور ایک بیان دلچسپ یہ ہے کہ حکم اس آیت کا خاص ان کیلیے ہے کہ جو صاحب قبلتین ہیں یعنی مہاجرین اولین اور انصار بالیقین ان پر رسول گواہ ہے کہ ان کے احوال و مناقب کی خبر دی ہے اور یہ لوگ اپنے تابعین پر واقف ہوئے اور ان کے تابعین اپنے تابعین پر واقف ہوئے اس لیے درجہ بدرجہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہا پس ان کا گواہ ہونا سب لوگوں پر بدرجات ثابت ہو کر موجب ان کی برتری اور بہتری کا ہوا۔ پس گواہی رسول کی ان کے لیے اور ان کی گواہی اور وں

کے لیے موجب ان کی برتری کی ہوئی بحث چہارم واضح ہو کہ لفظ علی عرب میں مضرت کی جگہ استعمال ہوتا ہے تو اس آیت کے یہ معنی ہونے چاہئیں کہ تم اوروں کی مضرت پر اور رسول تمھاری مضرت پر گواہ ہوگا یعنی اس گواہی سے ان کا نقصان ہوگا فائدہ نہ ہوگا اور حقیقت یہ ہے کہ جیساکہ روایت سے ثابت ہے کہ بعض کو منفعت اور بعض کو مضرت اس گواہی سے ہوگی تو صرف مضرت کا لفظ کہنا کیا فائدہ دیتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ گواہی اس امت کی اور لوگوں کے حق میں تو صرف مضرت کی ہے کیونکہ وہ بمقابلہ انبیاء کے جھوٹے کیے جاویں گے اس لیے علی کا لفظ وہاں ظاہر ہے۔ اگرچہ ضمناً منفعت انبیاء کی حاصل ہوتی ہے مگر اصل مقصود یہ ہے کہ امتیں بمقابلہ انبیاء کے جھوٹ کہتی ہیں اس لیے باعتباً غلبہ کے علی کا لفظ لایا گیا اور وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا میں علی بمعنی لام کے ہے کہ اس کے معنی منفعت کے ہیں اور یا یہ کہ معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ رسول گواہ ہے تمھارے لیے اس طور پر کہ واقف ہے تمھارے احوال پر، یا یہ کہ رسول تمھارے احوال پر مطلع ہے کہ اول میں رقیباً اور دوم میں عَلَيْكُمْ شَهِيدًا کے ساتھ لگتا ہے کہ دونوں کے معنی ایک ہیں (ف) مترجم کہتا ہے کہ علیکم متعلق الرسول کے ہے اور سیاق کا کلام ظاہر اور صاف اس کی دلیل ہے اب بلا تکلف یہ معنی درست ہیں کہ جو شخص تمھارے اوپر رسول ہوکر آیا ہے وہ تمھارا گواہ ہوگا فقط بحث پنجم عَلَى النَّاسِ کو شہداء سے کیوں مؤخر کیا ہے اور علیکم کو شہیدا پر کیوں مقدم کیا ہے، جواب مقدم ہونا ایسی چیزوں کا تخصیص پر دلالت کرتا ہے یعنی تم گواہ ہو سب پر بے تخصیص کسی خاص قوم کے اور رسول تمھارا خاص تم پر ہی گواہ ہے نہ اوروں پر، بحث ششم اس حکم سے کہ ہم نے تم کو امت وسط کیا تاتم گواہ ہو لوگوں پر مراد تمام امت ابتدائے اسلام سے تا بروز حشر نہیں ہے ورنہ اگر ایسا ہو تو حکم کس پر نازل ہو کیونکہ یہ سب امت تو عادل ہوئی، تکلیف با حکام لغو ہوئی۔ تو صاف ظاہر ہوا کہ مراد سب امت نہیں ہے بلکہ بعض امت معصوم ہے کہ وہ عادل ہیں یعنی منجملہ مسلماناں ہر وقت چند ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی دلالت پر اتباع کیا جاویگا کہ وہ علمائے مجتہدین مہتدین ہیں کہ ان کا فرمانا عوام میں ایسا مقبول ہوگا جیساکہ ارشاد حضرت رسول کا ان سب کے لیے اور اس سے ثابت ہوا کہ اجماع مجتہدین ہر زمانہ کا خطا پر ممکن نہیں ہے ورنہ عادل نہ ہوں گے، اب واضح ہو کہ اس تمام تقریر سے کامل ہونا اس امت کا ثابت ہوا اور مسلمانوں کو بشارت ہوئی کہ وے کامل ہیں کیونکہ ان کے لیے ان کا قبلہ کامل

marfat.com

کیا گیا۔ اور یہ بھی خطاب حضرت کو ہوا کہ تمھارا اور تمھاری امت کا کامل ہونا دلالت اس پر کرتا ہے کہ کعبہ تمھارا قبلہ کامل ہووے کہ ایک فائدۂ خاص کے لیے چند دن کو بیت المقدس تمھارے لیے قبلہ کیا گیا تھا، جب وہ فائدہ حاصل ہوا تو پھر وہ کعبہ کہ قبلۂ اصلی تمھارا ہے تمھارا قبلہ کیا گیا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا۔ اور نہیں کیا تھا ہم نے قبلہ تمھارے لیے وہ قبلہ یعنی بیت المقدس کہ جس طرف تم چند روز نماز ادا کرتے تھے اِلَّا لِنَعْلَمَ مگر اس لیے کہ جان لیں ہم کہ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ کون تابع اور پیرو رسول کا ہے اور کون کامل سے بطرف ناقص کے رجوع کرنا معقول جانتا ہے مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ۔ جدا اس شخص سے کہ متوجہ جانب رسول ہو کر الٹے قدموں پھرے یعنی اصل اسلام اور ایمان پر قائم رہے اور صدق حضرت رسول سے برگشتہ نہ ہو مگر کچھ شبہ اس کو پیدا ہو کہ چند یہود کی خاطر کے لیے کعبہ چھوڑا گیا تاکہ وہ دین اسلام میں اس لحاظ سے داخل ہوں یہ بات دانائی سے بعید ہے رسول کہ نہایت اعلیٰ درجہ کے دانا ہیں کیوں ایسا کرتے ہیں اور خدائے تعالیٰ بھی اس رسول کو ان کی متابعت سے کیوں مانع نہیں آتا ہے کہ اس پر چند مہینے گذرے اور ایسے شبہات صرف جہالت کا سبب ہوتے ہیں کفر تک نوبت نہیں پہنچتی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ بسبب بندگی خدائے تعالیٰ کے اور پیروی رسول کے لازم یہ تھا کہ شبہ دل میں نہ گذرے اور ہرگز خدائے تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے سبب اس کا نہ پوچھیں اور اس قدر جان لیں کہ جو کچھ ارشاد خداوندی ہے یا جو کچھ کہ رسول اپنی رائے سے کرتا ہے اور خدائے تعالیٰ سے اس پر کچھ عتاب اور باز پرس نہیں ہوا بلا شبہ موافق حکمت کے ہے اگرچہ تم کو اس کی حکمت معلوم نہیں اور واضح ہو کہ اگرچہ مسلمانوں کے نزدیک چند یہود کے مسلمان ہونے کی کچھ حقیقت نہیں ہے مگر رسول کو ان کی دلداری کرنی نہایت عبادت ہے اور یہ بھی بڑا کمال ہے کیونکہ ان کا تو کام یہ ہے پس فائدہ یہ ہی تھا کہ کعبہ کا قبلہ ہونا ترک کر کے جانب بیت المقدس کیا گیا تاکہ معلوم ہووے کہ از جملہ مسلمانان مخلص کون ہے اور متردد کون ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تابعان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اکثر عرب قریشی یعنی حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد تھے کہ نسلاً بعد نسل تعظیم کعبۃ اللہ کے خوگر تھے اور اس کو حضرت ابراہیمؑ کا قبلہ کہتے تھے اور اس کی مجاورت اور خدمت گذاری پہ فخر کرتے تھے اور اور عرب سوائے قریش کے بھی معتقد اس ہی قبلہ کے تھے اور بسبب اپنے حسد کے بیت المقدس کو قبلۂ بنی اسرائیل کہتے تھے، اسی لیے

marfat.com

بیت المقدس کے قبلہ ہونے سے نہایت نفرت ان کو تھی پس اس لیے بیت المقدس قبلہ کر کے امتحان
ان مسلمانانِ قریش کا کیا گیا تا معلوم ہووے کہ صرف باخلاص مسلمان کون ہوا ہے اور بپاسِ جمعیت
اپنی قوم کے کون اور بغرض ترقیِ دولت وجاہ کے کون اسلام لایا ہے اور اگرچہ باری تعالےٰ کو
سب علم حاصل ہے حاجت امتحان کی نہیں ہے مگر سب کار پردازانِ ملک وملکوت محتاج اس امتحان
کے ہیں کہ بعد امتحان کے جیسا درجہ امتحان کا متحقق ہوگا ویسا اس کے موافق اس کے ساتھ عمل میں لایا
جاویگا اور صرف علم الٰہی موجب جزا اور سزا کا نہیں ہے اس لیے ظاہر میں بھی موجب امتحان کا موجود ہونا
ضروری ہے اور قاعدہ ہے کہ امتحان اس چیز سے کیا جاتا ہے کہ طبیعت کو ناگوار ہوتی ہے۔ وَاِنْ
كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اور حقیقت یہ ہے کہ قبلۂ بیت المقدس بھاری اور ناگوار دلوں پر قریش کے تھا،
کہ وہ اپنے کو اور اپنے رسول کو اولاد اسمٰعیل ابن ابراہیم علیہما السلام سے جان کر ان کے مکہ کو اپنا
قبلہ گردانتے تھے کہ بیت المقدس قبلۂ موسیٰؑ وعیسیٰؑ اور انبیاء بنی اسرائیل کا ہے اور اہل دانش یہ کہتے
تھے کہ مکہ بیت المقدس سے افضل ہے اور افضل کو چھوڑ کر غیر افضل کا قبلہ بنانا موجب تنزل کا ہے
اور بعد ترقی کے تنزل سے سب پناہ مانگتے ہیں اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ مگر ان لوگوں پر ناگوار
نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمت اور راز سے آگاہ کر دیا کہ کیوں مکہ سے بیت المقدس کی طرف رجوع
کیا گیا کہ اس کا بیان اوپر گذرا اور جبکہ ہجرت ہوئی تو ناچار پشت بمکہ اور رو بمدینہ ہوئی اسی لیے نماز
میں بھی یہ ہی کیا گیا تاکہ مضمون ہجرت ہر وقت پیش نظر رہے، جب تک کہ اللہ تعالیٰ بسبب فتح کے پھر اس
طرف ان کا چہرہ کر دے یہ اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے کہ دوام مضمون فتح اور غلبۂ اسلام اور دفعِ
نجاست مشرکین پیش نظر رہے، ترمذی شریف میں حدیث ہے کہ بعد تحویل قبلہ بسوئے مکہ صحابہ نے عرض
کیا کہ ہم جو زندہ ہیں تدارک اپنے کار گذشتہ کا کر سکیں گے کہ بقیہ عمر جانب مکہ نماز پڑھیں گے مگر جو مر
گئے ہیں ان کی عبادت رائگاں گئی کہ وہ تدارک کرنے سے عاجز ہیں حکم ہوا کہ اس زمانہ تک قبلہ
بیت المقدس حق تھا اس طرف نماز مقبول ہوئی رائگاں نہیں ہو سکتی ہے، اب وہ منسوخ قبلہ بجانب مکہ
ہوا، اب اس طرف مقبول ہوگی وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ کہ اللہ جل شانہ کی یہ شان
نہیں ہے کہ تمھارا ایمان ضائع کرے بلکہ زیادہ تر قابل قبول ہوئی کیونکہ عمل اس کام پر کہ خلاف
طبع ہو اور موافق عقل نہ ہو نہایت ناگوار ہوتا ہے اس سے کہ موافق عقل اور طبع کے ہو، اس لیے نمازیں جو

جانب بیت المقدس ہوئیں سب قابل قبول ہیں اور نقصان قبلہ کا بھی موجب خوف نہیں ہے کہ متابعت تمھاری بمقابلہ اُس تفضل کے کافی ہے اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ اور ضائع کرنا عمل کا کیونکر ممکن ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سب آدمیوں پر نیک ہوں یا بد مسلمان ہوں یا کافر، بہت مہربان ہے اور نہایت رحم کرنے والا ہے کہ سب کی پرورش کرتا ہے اور سب کو روزی دیتا ہے اور سب کو آفتوں سے بچاتا ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ باوجود اتباع حکم کے نمازیں جو بیت المقدس کی طرف ہوئیں برباد ہو ویں یا ان میں نقصان ہووے، اب یہاں چند امر بحث طلب ہیں، اول جَعَلْنَا کے لفظ کے دو مفعول ضرور ہی ہیں مگر اس کے معنی ایسے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے مقرر نہیں کیا یہ قبلہ کہ تم اس پر ہو یا معنیٰ اول ہوں یعنی ہم نے کیا قبلہ اس قبلہ کو کہ تھے تم اس پر چند روز اور یہی معنی صاحبِ کشاف نے کہے ہیں لیکن سیاق وسباق آیت کا اس کو قبول نہیں کرتا ہے کیونکہ وہ قبلہ کہ جس پر تھے مراد کعبہ ہوگا اور یہ خلاف مراد ہے کیونکہ امتحان ساتھ استقبال بیت المقدس کے کیا گیا ہے نہ ساتھ استقبال کعبہ کے اور یہود کہ معاندین اور منسوخ الملۃ ہیں ان کا طعن درباب استقبال کعبہ قابل قبول اور توجہ کے نہیں ہے، اور ان کو وجہ حکمت سمجھانی ضروری نہیں ہے اور کنت کو انت کی جگہ تصور کرکے یہ معنی کرنا کہ نہیں کیا ہم نے وہ قبلہ اب ہے تو اس پر تو یہ بھی درست نہیں موافق اسی بیان کے، اب رہی یہ بات کہ آیت سَیَقُوْلُ السُّفَہَآءُ آیۃ کُنْتَ عَلَیْھَا وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً پر مقدم ہے حالانکہ آیت دوم اس پر دلالت کرتی ہے کہ زمانہ استقبال بیت المقدس کا گذر کر کعبہ کا استقبال کیا گیا تو آیت اول کا مقدم ہونا کیونکر درست ہوسکتا ہے، جواب اس کا یہ ہے کہ فصیحان عرب قریب الوقوع کو واقعہ تصور کرکے وہ ہی حکم جاری کر دیتے ہیں کہ بحالت وقوع کے ہوتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آیت اول مقدم ہے اور تمہید ہے واسطے تبدیل قبلہ کے جیسا کہ تمہید حکم آخر فرمان اول میں کی جاتی ہے اور لکھا جاتا ہے کہ تو نے اس طرح کی خطا ایام تعہد میں کی تھی اس لیے موقوف کیا گیا۔ دوم علم الٰہی قدیمی ہے پھر لِنَعْلَمَ کہنا کہ اب جان لیں ہم، کیا معنی! جواب علمِ الٰہی دو قسم ہے اوّل اصل تقدیر کا علم کہ زید کا یہ حال ہوگا اس علم میں تغیر اور تجدد نہیں ہوسکتا ، دوم وہ علم ہے کہ اشیاء کے موجود ہونے سے اور معدوم ہونے پر بعد وجود کے متعلق ہو تو ظاہر ہے کہ بوجود اور عدم اشیاء تغیر علم الٰہی میں ہوتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ مراد علم سے تمیز اور وجود اور تحقق فی الخارج ہے اور اس سے بھی بہتر معنی یہ ہیں کہ تاکہ رسول اور مومنین

marfat.com

جان لیں، چنانچہ خدمت لشکر کو بادشاہ اپنی طرف منسوب کرتا ہے کہ ہم نے فلاں شہر فتح کیا سوم استقبال بیت المقدس کا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد سے ہوا تھا جیساکہ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ اور کُنْتَ عَلَیْهَاۤ سے مفہوم ہوتا ہے ورنہ حکم اس طور ہوتا کہ کون تابع خدا کا ہے اور وہ قبلہ کہ ہم نے اس کے استقبال کا حکم کیا تھا اور جب اس استقبال پر انکار نہ ہوا تو بمنزلہ وحی صریح کے ہوگیا گو وحی صریح نازل نہ ہوئی تھی، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے بلحاظ امامت انبیاء کہ مشیر جانب معجزہ کے تھی اور بحکم ہجرت ... اس طرف استقبال فرمایا تھا، چہارم یہ کہ لفظ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ سے موافق قرار دینے مفسرین کے کہ یہ لفظ واسطے کفر اور ارتداد کے عاریت ہے اس سے مفہوم ہوا کہ جماعت وقت استقبال بیت المقدس کے مرتد ہوئی ہو تاکہ امتیاز درمیان مخلصان اور مترددین کے بوضوح متحقق ہووے، کوئی روایت صحیحہ مؤید اور معاون اوپر اس مفہوم کے نہیں ہے جو ابن جریر نے تفسیر اپنی میں ابن جریج کی سے روایت کی ہے کہ بلغنی ان اناس ممن اسلم رجعوا فقالوا مرة ھھنا و مرة بیت المقدس۔

پس یہ روایت صحیح السند نہیں ہے اور تمام صحاح خلاف اس کے نقل کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت تک ارتداد اور نفاق اصلا نہ تھا، جواب اس کا تفسیر میں گذرا کہ انقلاب علی العقبین سے استعارہ کفر و ارتداد سے نہیں بلکہ تغیر اور بقاء ایمان کے ہے لیکن مع الشبہات کے اور وہ قسم ایمان ضعیف سے ہے اور اسی واسطے بیہقی نے سنن اپنی میں علاوہ ازیں معتبر راویوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ممن ینقلب علی عقبیہ سے مفسرین نے شک اور ریب فرمایا ہے چنانچہ عطا کہتا ہے لتمیز من یسلم الامر وھن لا یسلم پنجم یہ کہ موافق نظم کلام کے ایسا سمجھا جاتا ہے کہ جملہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ واسطے تشفی ان شخصوں کے ہو کہ استقبال بیت المقدس کا اوپر ان کے شاق اور دشوار تھا گویا فرماتے ہیں کہ ہر چند قبلہ کرنا بیت المقدس کا فہم اور طبع تمہارے میں گراں پڑا تھا گمان مت لے جاؤ کہ تمام نمازیں ایام گذشتہ کی طرف بیت المقدس کے باوجود کراہت طبع کے گذاری ہیں ضائع ہوئیں اور مستوجب اجر کی نہ ہوئیں بلکہ انقیاد امر الٰہی باوصف کراہت طبع کے مقتضی ایمان کا ہے قابل ضائع ہونے کے نہیں ہے جیساکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عبادت کرنی وقت مکروہ طبع کے میں کفارہ گناہوں کا ہے کراہت طبع کے ساتھ اس حد کو پہنچے کہ عمل نیک مورث ملال کا بخوشی خاطر ہو ورنہ پاس رسم و رالتزام اپنے سے ادا کرے موجب نقصان اجر کا ہوگا اور ضمیر ایمانکم سے صرف خطاب مومنین کو ہوا ہے

کہ جو عمل نیک باوجود عدم رغبت کے بخوشی خاطر کیا جاوے وہ موجب ثواب کامل کا ہوتا ہے، جیسا کہ سردی کی شدت میں وضو اور غسل کرنا موجب ثواب کا ہے کہ باوجود نہایت ناگوار ہونے کے خوشی سے کیا جاتا ہے اور جبکہ خوشی دل کی نہ رہیگی تو البتہ نقصان ثواب ہوگا کیونکہ صحابہ کرام کا یہ کلام آپس میں ہوا کہ ایمان مُردگان کا بسبب اس کے کہ ان کو یہ قبلہ ناپسند تھا موجب اضاعتِ ایمان کا ہوا اور بعض نے ایمان کے معنی نماز کے کیے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرق درمیان مسلمان کے اور مشرک کے نماز ہے اور آیۂ کریمہ واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین کے بھی یہی معنی ہیں، کہ نماز قائم کرو ورنہ مشرک ہوگے اور واضح ہو کہ بسبب رأفت اور رحمت کے اجر توجہ بیت المقدس کا کامل کیا گیا مگر بسبب توجہِ اس طرف کے بہ نسبت مکہ کے ناقص ہے اور چونکہ حضرت کی طبیعت میں استعداد کامل بالذات تھی اور یہ مقتضی اس کی ہے کہ وصف کامل بالذات کی طالب ہو اور مقتضائے رأفت و رحمت کا یہ ہے کہ کامل بالذات کو کامل بالوصف کرنا چاہیے، پس ارشاد ہوا کہ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ہم دیکھتے ہیں بار بار تکنا تمھارا آسمان کی طرف کہ شاید جبریل علیہ السلام وہ وحی لائیں کہ جس میں توجہِ مکہ کا ارشاد ہو، پس یہ آرزو قابل پورا کرنے کے ہے فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ تو ہم بیشک پھیر دیتے ہیں اب تم کو اس قبلہ کی طرف کہ پسند کرتے ہو کمال استعداد ذاتی تمھارا قبلہ کا طالب ہے اور ملت تمھاری ابراہیمی ہے تا قبلہ بھی ابراہیمی ہووے اور پیغمبر تمھارے اولاعرب جو ہوئے، کہ وہ سب خادم اور متوجہ اور طائف کعبہ کے رہے ہیں اگر یہ نہ ہوگا تو ان کو نفرت ہوگی اور کامل تابعدار نہ ہوں گے اور مکہ تمھارا وطن ہے اور ہر شخص اپنے وطن کی خوبی اور ناموری چاہتا ہے اور یہودی یہ کہتے تھے کہ یہ پیغمبر باوجود ادعائے ملت ابراہیمی کے اس کے قبلہ کے چھوڑ کر ہمارے قبلہ پر متوجہ ہوا ہے اگر ملت وہ ہے تو قبلہ بھی وہ ہو اور اگر قبلہ یہ ہے تو ملت بھی یہ ہو اپنے کام میں یہ حیران ہے چاہیے کہ ایک وضع اختیار کرے پس اس لیے حکم ہوا کہ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ پھیر لو چہرہ اپنا طرف مسجد حرام کے کہ اس کی سیدھ میں یہ قبلہ بنا ہے اور اہل خدا کیلیے سوا خدا کے دوسری طرف نظر اس میں کرنی حرام ہے اور حرمت اس مسجد کی ایسی ہے کہ کسی اور مسجد کی نہیں ہے اور اگرچہ درخواست اس قبلہ کی تمھاری ہی تھی مگر چونکہ یہ قبلہ اس دین اسلام کے لیے کیا گیا ہے اس لیے تم کو اور تمھاری سب امت کو حکم ہے کہ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ، تم جہاں کہیں ہو اس طرف متوجہ رہو

marfat.com

رباتباع اپنے پیغمبر کے تم کو وہ کمال ہووے کہ اگلے انبیاء کو نہ تھا اور یہ گمان نہ کرنا کہ بیت المقدس بلہ اہل کتاب کا ہی افضل ہوگا کہ قبلہ جاہلیت کا ہے کیونکہ تم کو تو دونوں خوبیاں حاصل ہوئیں اور اسی یے تمہارا پیغمبر ذوالقبلتین ملقب ہوا۔ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ اور سچ بہ ہے کہ جو کتاب والے ہیں وے بخوبی جانتے ہیں کہ یہ قبلہ حق ہے کہ ان کی کتاب میں خود لکھا ہے کہ خر زمانہ کا جو نبی ہوگا وہ ملت ابراہیمی پر ہوگا اور اسی لیے اس کا قبلہ قبلۂ ابراہیمی ہوگا اور یہ بھی خوب علوم رہے کہ پیغمبر اور اس کی امت نے اپنی رائے سے یہ قبلہ نہیں کھڑا کر لیا ہے بلکہ مِنْ رَبِّهِمْ۔ ان کے رب کا حکم یہ ہی ہوا ہے اور یہ کتاب والے یہ حکم اور یہ خوبی اس پیغمبر اور اس کی امت کی اپنی کتابوں ں سے چھپاتے ہیں اور وہ مطلب یا وہ حرف اور طور پر کر دیتے ہیں وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ور اللہ غافل نہیں اس سے جو تم کیا کرتے ہو بحکم خدا کرتے ہو یا اپنی عقل سے اور اہل کتاب پر بھی بخوبی ظاہر ہے کہ ان کا قبلہ یعنی پتھر ہوا میں معلق ہے اور وہ بحکم ہوا اور آسمان کے ہے اور قبلہ ایسا چاہیے، کہ جس کی طرف سجدہ کریں اور اس کو قرار ایک جائے پر ہو اور یہ وصف کعبہ میں ہے اور آسمان اور یہ پتھر قبلۂ دعا ہے کہ اس کے نیچے دعا کریں تو امید قبول ہے نہ قبلۂ نماز اور چونکہ ان میں استعداد کامل نہ تھی س لیے قبلۂ دعا کو قبلۂ نماز کیا گیا کہ ان کی نظر صرف خوف اور طمع پر تھی نہ عبادت پر اس لیے ان کی عبادت بشکل دعا کی گئی بخلاف اس پیغمبر اور اس امت کے کہ ان کی استعداد اوپر عبادت کے متوجہ تھی اور دعا ان کی عبادت سے جدا ہے کہ بناً اس کی خوف و طمع پر ہے نہ عبادت کے کہ اس کا قبلہ جدا مقرر کیا گیا کہ کعبہ ایک گھر بنام خدائے تعالیٰ مستقل بنایا گیا ہے بخلاف پتھر معلق کے کہ وہ تمام بیت المقدس میں سے ایک جزو ہی غیر مستقل ہے اگرچہ بہت بڑا ہے، اب یہاں چند سوال ہیں، اوّل یہ کہ اوپر گذرا کہ حضرت نے اپنی رائے سے استقبال بیت المقدس کیا اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اس سے راضی نہ تھے کعبہ کا استقبال چاہتے تھے، سو جواب یہ ہے اولا بامید اس کے کہ علماء یہود کی تالیف قلوب ہو اور ہم کو کمال انبیاء بنی اسرائیل کا حاصل ہو جاوے، اپنے اجتہاد سے بیت المقدس کا استقبال کیا تھا، جب یہود کو کچھ اثر نہ ہوا اور کمال انبیاء بنی اسرائیل حاصل ہو چکا تو اصل استقبال بسوئے مکہ پسند آیا اور یا یہ کہ باوجود استقبال بیت المقدس کے اصل مقصود مکہ تھا۔ مگر بضرورت مذکورہ بیت المقدس اختیار کیا گیا تھا۔ دوم اس آیۂ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ

marfat.com

استقبال بسوئے کعبہ ہے کہ یہ روئے زمین پر ہے اور اسی پر تمام امت کا اجماع اور عمل ہے اور استقبال سوئے مسجد الحرام مطابق اسی استقبال کے ہے نہ بسوئے پتھر معلق اندر بیت المقدس کے ہے جواب، حکم اس آیۂ کریمہ کا یہ ہے کہ ہم متوجہ کردیں گے تم کو اس قبلہ پر کہ جس کو تم چاہتے ہو، پس متوجہ ہو جاؤ طرف مسجد حرام کے پس معلوم ہوا کہ مسجد الحرام کی طرف متوجہ ہونا بعینہٖ کعبہ کا استقبال ہے اور حقیقت میں کعبہ اسی جانب اور اسی سیدھ میں ہے کہ جہاں مسجد حرام ہے اور مسجد میں نماز کسی اور طرف کی جاتی ہے نہ مسجد کی طرف پس مسجد حرام میں نماز پڑھنا بطرف کعبہ کے تعلیم ہوا اور بعض نے جو کہا ہے کہ حرم قبلہ اہلِ شرق وغرب کا ہے تو یہ درست معلوم نہیں ہوتا ہے کہ حضرت نے بعد تحویل مدینہ منورہ میں قبلہ حرم کو نہ کیا ہو بلکہ بیت کو گردانا، اور اوروں نے کہا ہے کہ مسجد حرام کعبہ ہی کو کہتے ہیں یا تو مجازاً یا اس لیے کہ معنی مسجد کی طرف سجدہ کے ہے نہ جائے سجدہ کے اور فائدہ اس مجاز کا یہ ہے کہ جانب کعبہ ثابت ہوتی ہے اور اگر کعبہ نہ ہو تو یہ جانب کافی ہوگی اور یہ ہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور ایک قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے۔ چنانچہ بروقت تحویل کعبہ کے سب جانب کعبہ متوجہ ہوں گے عین کعبہ پر متوجہ ہونا سب اہل شرق وغرب کا محال ہے چنانچہ وے لوگ کہ نماز فجر پڑھتے ہوئے کعبہ کی طرف پھر گئے اور تاریکی میں بخوبی توجہ بعین کعبہ کی نہ ہوسکی اور ان کی نماز حضرت نے جائز رکھی اور ایسا ہی بلاحظہ احوال غزوات اور سفر اصحاب کرام وتابعین عظام سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف اس جانب استقبال کافی تھا عین کعبہ کی طرف ضروری نہ تھا اور دریافت کرنا عین کعبہ کا موقوف اوپر دلائل ہندسہ کے ہے اور یہ علم نہ اس وقت تھا اور نہ اس کا تعلم ان کے نزدیک ضروری تھا کہ عین کعبہ کی تشخیص کیا کریں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مصلی کے قدم سے ایک قوس کھینچی جائے اس کے سر پر گذرتی ہوئی کہ عین کعبہ پر تمام ہووے اور وہ قوس نصف دائرہ سے کمی ہو اور نہ اس کی تعلیم پر کسی کو حکم کیا گیا تا کہ شناخت عین کعبہ ہوسکے آور یا اگر معلوم ہو کہ فلانا پہاڑ و شہر کعبہ سے فلاں طرف ہے اور ہم اس پہاڑ یا شہر سے فلاں طرف ہیں تو یہ موجب دریافت جانب کعبہ کی ہوسکتی ہے اور یہ معلوم ہو کہ یہ پہاڑ جو اس طرف مکہ کے ہے اور یہ ہوا جو اوپر چل رہی ہے فلاں طرف سے فلاں طرف جاتی ہے تو بھی جانب کعبہ معلوم ہوتی ہے اور یا حرکت آفتاب سے دن کو معلوم ہوسکتا ہے کہ فلاں ملک اور فلاں شہر سے کعبہ شمال یا جنوب کو ہے اور بسبب نکلنے اور چھپنے آفتاب کے مشرق اور مغرب کا تحقق

marfat.com

ہو سکتا ہے اس لیے کہ آفتاب ذریعہ جانبِ دریافتِ کعبہ کا ہو سکتا ہے اور شفق کے وجود سے وقتِ عشاء اور وقتِ فجر متحقق ہوتا ہے اور رات کے وقت حرکت سیارگان کی جانب کعبہ پر دلالت کرتی ہیں، جیسا کہ قطب تارہ دلیل کامل جانب کعبہ کی مقرر ہے. سوال سوم قَدْ کے معنی تقلیل ہیں یعنی کبھی دیکھتے ہیں ہم اور یہ صحیح نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا ہمیشہ ہوتا ہے نہ کبھی جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت کی توجہ خاطر طرفِ استقبالِ کعبہ دائمی نہ تھی گاہے گاہے ہوتی تھی اس لیے قَدْ بمعنی تقلیل درست ہے اور یا یہ کہ قد بمعنی تحقیق بھی بہت وارد ہے تو اب معنی اس کے ماضی کے درست ہوئے. سوال چہارم واضح ہو کہ استقبال تمام بدن کا شرط ہے یہاں تک کہ قدم کی انگلیاں بھی اور اس آیت میں حکم ہے کہ صرف چہرہ کعبہ کی طرف کیا جاوے، جواب یہ ہے کہ چہرے کا استقبال بدیں شرط جائز ہوا ہے کہ سارا بدن متوجہ ہووے اور چہرہ کہ سارے بدن میں اشرف ہے اور آدمیت کا اعتبار صرف چہرہ سے ہے اس کا متوجہ ہونا کل آدمیت اور کل بدن کے متوجہ ہونے کو لازم ہے اور پشت وغیرہ کا استقبال باوجود استقبال چہرہ کے ممکن نہ تھا، اس لیے اس کا استقبال ساقط کیا گیا بلکہ متوجہ ہونا اصل چہرہ ہی کے ساتھ عقلاً اور عرفاً ہے، پنجم اس آیت سے معلوم نہیں ہوتا ہے کہ کس کس حالت میں متوجہ ہونا مقرر ہوا ہے جواب بحث استقبال نماز کی ہے اس لیے وہ ہی حالت مقصود ہے اور اور حالات میں مستحب اور مندوب ہے خواب یا ذبح یا نشست میں اور نماز فرض میں سوائے حالت خوف کے استقبال فرض ہے اور ایسے ہی نوافل میں بھی مگر سفر میں جبکہ گھوڑے وغیرہ پر سوار ہو تو استقبال ضروری نہیں ہے اور پیادہ کو درست نہیں ہے اور جس جگہ کہ قبلہ محقق نہ ہو سکے چاہیے کہ کسی معتبر سے پوچھے اور اگر کوئی ایسا نہ ہو تو اپنی عقل سے اٹکل کر کے اس طرف نماز پڑھے اور پھر اگر غلطی معلوم ہووے تو اعادہ اس کا لازم نہیں ہے، اور یہ اہل کتاب باجود حقیت کعبہ کے اس کو اپنی کتابوں میں چھپاتے ہیں تو ان سے توقع اس کی کہ یہ تمہارے اسلام کو تسلیم کریں گے ہرگز نہ رکھنی چاہیے وَلَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ بِکُلِّ اٰیَةٍ اور اگر تم لا دو کتاب والوں کو سب طرح کی آیتیں اور نشانیاں اور دلیلیں کہ حقیت اس قبلہ کی ان پر جیسی کہ وے جانتے ہیں ان پر کھل جاوے تو باوجود اس معجزہ کے مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ وے تمہارے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے کہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے تابع ہو جاؤ اور اب حقیقت یہ ہے کہ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ تم ہرگز ان کے قبلہ کی پیروی نہ کرو گے کہ یہ پھر منسوخ نہ ہوگا اور بیت المقدس منسوخ ہوا

marfat.com

کہ پھر مامور نہ ہوگا اور اہل کتاب کا ایک قبلہ ہو تو اتباع بھی ہو سکے مگر جب مختلف ہو کہ یہود نے پتھر کو، جو بیت المقدس میں معلق ہے قبلہ کیا ہے اور نصاری نے اس جائے کو کہ بیت المقدس میں کہ جانب شرق ہے اور اس میں حضرت عیسیٰ کی روح حضرت مریم میں پڑی قبلہ کیا ہے کیونکہ وے وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ آپس میں بھی اور وہ قبلہ ایک دوسرے قبلہ کے تابع نہیں ہیں پس متابعت اہل کتاب کے قبلہ کی محال ہوئی اور نصاریٰ کہتے ہیں ہمارے قبلہ کی پیروی سہل ہے کہ شہر کا استقبال جو پہلے مامور ہوا تھا وہ بعد تولد حضرت عیسیٰؑ کے منسوخ ہو کر جائے نفخ روح مقرر ہوا، تو منسوخ ہونا قبلہ کا جب انھوں نے تسلیم کیا تو ممکن ہے کہ یہ دونوں قبلے منسوخ ہو کر کعبہ پر مقرر ہوا پس جب کعبہ مقرر ہوا تو پھر اہل کتاب کا اپنے پہلے قبلہ پر قائم رہنا بجز ہوائے نفسانی کے اور کچھ نہیں ہو سکتی ہے اسی لیے وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ إِنَّكَ إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ اگر تم ان کی خواہش نفسانی کی باوجود اس علم اور اس حقیقت کے پیروی کرو گے تو ظالم یعنی گنہگار بمخالفت اس حکم کے ہو گے اور یہ بات کہ تم حکم خدائے تعالیٰ پر ان کی خواہش کو ترجیح دو محال ہے تو تمہارا گنہگار ہونا بھی محال ہے اب یہاں دو سوال ہیں، اوّل اہل کتاب کے متعلق کہ عبداللہ بن سلام اور نجاشی تابع قبلۂ اہل اسلام کے ہوئے، کیونکر درست ہوئی۔ یہ بات کہ اہل کتاب تابع تمھارے قبلہ کے نہ ہوں گے جواب یا مراد تمام اہل کتاب ہیں اور ظاہر ہے کہ سب نے اسلام قبول نہیں کیا اور ایک دو کا اسلام لانا اس کا مخالف نہیں ہے اور یا مراد اہل علم ہیں سو علمائے یہود اور نصاریٰ سے کوئی اسلام نہیں لایا کیونکہ عبداللہ بن سلام وغیرہ جو ایمان لائے تھے وہ قبل اس آیت کے لائے تھے نہ بعد اس آیت کے اور صحیح تر جواب یہ ہے کہ مقصود اس آیت سے یہ ہے کہ اہل کتاب باوجود اس کے کہ وہ حقیقت اس قبلہ کی بخوبی جانتے ہیں کہ یہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ اور اسمعیلؑ کا ہے اور ان سے پہلے پیغمبروں کا ہے شاید کبھی اپنی نماز میں ادھر بھی متوجہ ہو جاویں یہ ہرگز نہ ہوگا۔ دوم غرض اہل کتاب کی یہ ہے کہ تم ان کے قبلہ کے تابع ہو جاؤ سو یہ ایک خواہش ہے جمع کا لفظ کیا ضروری تھا جواب جمع کا لفظ اکثر دو پر بھی بولتے ہیں تو یہود کی خواہش متابعت پتھر معلق کی اور نصاریٰ کی متابعت جائے پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ معہذا ہر شخص کی یہ تمنا تھی اس لیے جمع کا لفظ آیا کہ خواہشیں بہت ہوئیں اور اس پیروی میں ان کی بہت خواہشیں تھیں، ایک یہ کہ قبلہ کا مل ترک ہوگا دوم شناخت قبلہ میں ہم مقتدا اور مدار اہل اسلام کے ہوں گے:

marfat.com

سوم نماز ان کے قبلہ کی طرف ہوئی، چہارم اہل کتاب کا یہ طعنہ اس دین اسلام پر تھا کہ نماز جو افضل عبادت ہے بے ہمارے دین اور ہمارے قبلہ کی پیروی کے درست نہ ہو سکی، سو یہ دین اسلام ناقص ہے اور ہمارا دین کامل اور کچھ خصوصیت درباب نماز بھی نہیں ہے جبکہ مطلق قبلہ ہونے سے غرض ہے کہ مراد ہمیشہ عام ہوتی ہے لفظ مخصوص کے اوپر مدار نہیں ہے اور زیادہ تر بیان آیت وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي ... جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ میں گذرا.

اب تمہاری یہ غرض ہے کہ یہ اہل کتاب بھی سچ جان لیں کہ قبلہ ان کا منسوخ ہوا اب آرزو نہ کریں کہ یہ قبلہ پھر مامور ہوگا اور قبلہ کامل منسوخ ہوگا اور یہ نہ کہیں کہ ہمارا قبلہ اگر اختیار ہوگا تو جان لیں گے کہ ہماری کتابوں میں جو پیغمبر آخری موعود اور مذکور ہے یہ ہی ہے ورنہ نہیں پس واضح ہوا کہ اَلَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ، جن کو ہم نے کتاب دی ہے خوب پہچانتے ہیں کہ قبلہ کامل اس دین کامل کے لیے چاہیے کہ وہ کعبہ ہے اور یہ اسلام ہے اور خوب پہچانتے ہیں کامل کامل سے موقوف نہیں ہوگا اور خوب پہچانتے ہیں کہ پیغمبر آخری موعود و مذکور کتاب سماوی میں یہ ہی شخص شریف ہے اور یہ شناخت ان کی بسبب معجزوں کے نہیں ہے بلکہ ایسی ہے کہ گویا آدمی کو پہچانتے ہیں باعتبار اس کے حلیہ اور صورت اور شکل اور شمائل اور اخلاق اور نسب اور قبیلہ اور قوم کے اور باعتبار اس کے گھر اور وطن کے کیونکہ یہ سب ان کی کتابوں میں درج ہے كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ جیسا کہ منجملہ بہت لڑکوں کے اپنے لڑکوں کو پہچان لیتے ہیں کہ اس قدر قد و قامت اور اس رنگ وغیرہ کے ہیں اور بعض ان میں سے کچھ اس کا اظہار بھی کر دیتے ہیں اور بعض وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔ تو خوب چھپاتے ہیں اس حق کو اور خوب جانتے ہیں کہ حق یہ ہے اور خوب جانتے ہیں کہ ہم ناحق اس حق کو چھپاتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ ہم حق کو چھپاتے ہیں اور یہ نہیں جانتے ہیں کہ اَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ حق اور سچ وہ ہے کہ نازل ہوا ہے تیرے رب کے پاس سے خواہ علمائے کتاب اس کی تصدیق کریں یا نہ کریں اور بذریعہ اپنی کتابوں کے خوب جانتے ہیں حق ہونا تمہارا نہ بذریعہ امر عقلی اور معجزوں کے فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ۔ پس لازم ہے کہ تم ہرگز اپنے امر میں شک نہ کرو کہ ان کتاب والوں نے جو تصدیق نہ کی تو ہمارا اعتبار نہیں ہے بلکہ حق ہونا تمہارا وحی پر موقوف ہے، جب وحی نازل ہوئی تو کیا شک رہا اگرچہ یہ لوگ شک کریں یا تصدیق نہ کریں کیونکہ بعد وحی کے کسی کی

marfat.com

تائید کی حاجت نہیں ہے بخلاف الہام اور کشف اولیاء اور صلحاء کے کہ وہ حجت قاطعہ نہیں ہے ظنی ہے اس لیے تائید اور تصدیق کی حاجت ہوتی ہے اب یہاں چند سوال ہیں جواب طلب، اول یہ کہ لفظ معرفت در باب شناخت اشخاص شخص معین کے بولتے ہیں کہ پہلے سے اس کو جانتے ہوں اور بسبب چند عوارض کے ناآشنا سا ہو گیا ہوا اور پھر بعلامات اور نشان ہائے سابقہ شناخت کرلیں اور علم واسطے شناخت معانی کے بولتے ہیں یعنی اہل کتاب باعتبار علامات اور نشان ہائے مندرجہ اپنی کتاب کے پہچانتے ہیں کہ یہ وہ ہی پیغمبر ہے جو موعود ہے اور علم پیغمبر کے منکر نہ تھے اور علم پیغمبری کہ موقوف او پر معجزوں کے ہے سب اہل کتاب اور غیر اہل کتاب کیلئے برابر ہے خاص اہل کتاب کے لیے حجت نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سلام سے پوچھا کہ تم ہمارے رسول کو کیونکر جانتے ہو، کہا میں ان کی رسالت اور پیغمبری کو اس طور پر جانتا ہوں کہ اپنے پسر کی فرزند سے زیادہ، یعنی باوجودیکہ اس کی فرزندی کا مجھ کو اقرار ہے مگر احتمال ہے کہ اس کی مادر نے اور کسی سے نطفہ لے کر یا کسی کا ولد لے کر میرے ساتھ منسوب کیا ہو اور اس حضرت کی رسالت اور پیغمبری میں مجھ کو کچھ شک اور احتمال نہیں ہے حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضہ کو آفرین کہا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ پس آیت کریمہ سے شناخت شخص مراد ہے اور اس حدیث میں علم پیغمبری وجہ مطابقت کیا، جواب وجہ مطابقت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ نے یہ کہا کہ بہ نسبت شناخت شخص اپنے پسر کی ان کی زیادہ تر شناخت مجھ کو حاصل ہے کہ اس میں تو احتمال بھی ہے اور ان میں احتمال نہیں ہے کیونکہ علم پیغمبری تو ان کو بخوبی حاصل تھا، مطابقت اس علم کی ساتھ شناخت شخص پیغمبر کی خوبی ہے کیونکہ پیغمبری میں تو کسی اہل کتاب کو انکار نہ تھا بلکہ شخص میں تکرار تھی کہ یہ ہے یا اور کوئی، دوم معرفت پسران اور دختران دونوں برابر ہے کیوں پسران کو خاص کیا، جواب بسبب شرافت کے کہ پسر کو دختر پر ہے اور یا یہ کہ پسر کو بہ نسبت اوروں کے پدر جب شناخت کرتا ہے تو اور سب لوگ اس کی شناخت کو ترجیح دیتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اور لوگ بھی اپنے اپنے پسران کو اور اس کے پسر کو جدا جدا پہچانتے ہیں بخلاف دختران کے کہ بسبب عدم ملاقات اور قلت اختلاط کے کہ ایک دعوٰی مرجح اور مسلم نہیں ہو سکتا ہے، سوم پیغمبر معصوم ہیں محل شک نہیں ہیں نہی کرنا ان کو کیا معنی، جواب پیغمبر مطلق احکام کرنے اور نہ کرنے کا مکلف مثل اور بنی آدم کے ہوتا ہے مخالف عصمت ذاتی کے نہیں ہے اور احکام بالامر اور

marfat.com

بالنہی موقوف اس پر نہیں ہے کہ مادۂ عصیان کا ہو ورنہ نہیں ہونگے اب واضح ہو کہ خلقت انسان میں باعتبار صورت اور سیرت کے اختلاف ہے اس لیے اوروں کا متفق ہونا ایک امر پر یا ایک قبلہ پر ممکن نہیں ہے وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا اور سب آدمی اور ہر گروہ اور ہر ملک اور ہر ولایت کے لیے جہت ہے کہ اس کی طرف وہ متوجہ ہوتے ہیں. کوئی کفر پر جاتا ہے کسی نے اسلام قبول کیا ہے کوئی بتخانہ میں جاتا ہے اور کوئی مسجد میں کوئی عشق زن میں گرفتار ہے کوئی زر کا طلبگار ہے. **شعر** (کسی کا دل خدا سے لگ رہا ہے ٭ کوئی روئے پری وش تک رہا ہے ٭ کوئی بتہائے سنگیں پوجتا ہے ٭ کوئی بیہودہ قصہ بک رہا ہے ٭) پس اس اختلاف باہمی کے درپے نہ ہو اور یہ نہ جانو کہ یہ اختلاف ظاہری واسطے اتفاق اور جمع باطنی کے کیا مفید ہو سکتا ہے. بلکہ یہ حصول جمع باطنی موقوف اوپر عبادات اور نکوئی ہائے اصل کے ہے نہ اس قبلہ پر کہ یہ اصل عبادت نہیں ہے فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ پس دوڑو تم نیکیوں پر کہ اصل نیکیاں ہیں مثل نماز اور زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ نہ قبلہ پر کہ وہ اصل عبادت نہیں ہے بلکہ ذریعہ عبادت کا ہے جیسا کہ بدن وغیرہ کی طہارت ذریعہ نماز کا اور زیارت قبور ذریعہ یاد گور و خدا کا ہے اور مناقب اور مدائح اولیاء اور صلحاء ذریعہ حصول ان کی روش کے ہیں اور اچھی طرح پڑھنا قرآن شریف کا ذریعہ حصول شوق کا ہے اور یہ خیال نہ کرو کہ بسبب اختلاف کے جو روشنی حاصل نہ ہوگی تو عبادت قابل قبول نہ ہوگی کہ یہ ہی اصل غرض اتحاد قبلہ سے ہے کیونکہ مقصود اصل عبادت ہے اور اس کا مقبول ہونا بارگاہ ایزدی میں اور بروز حشر سرخرو ہونا اتحاد قبلہ پر موقوف نہیں ہے اس لیے کہ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. تم جہاں ہو مشرق یا مغرب، اور خوشی یا غم اور عبادت یا بے ہودگی اور اسلام یا کفر میں اور اطاعت یا گنہگاری میں تم سب کو خدا تعالیٰ جمع کر دیگا قیامت میں، اور عبادت اور نکوئی ایک کی دوسرے کے لیے مفید ہوگی اور ایک کا نور عبادت دوسرے سے روشن ہوگا اور ناقص کو ایسے ہی کامل کیساتھ کمال حاصل ہو جاویگا و علی ہذا القیاس کفر ایک دوسرے کے سے باعث مزید عذاب اور رسوائی کا ہوگا، اور یہ سب کام خدائیتعالیٰ پر بہت آسان ہے کہ وہ سب پر قدرت کامل رکھتا ہے کہ سب کو ایسا جمع کرے کہ ایک کو دوسرے سے فائدہ حاصل ہو اور کامل کو ترقی اور ناقص کو کمال پہنچے، اب یہاں چند بحثیں ہیں اول یہ کہ واو جو اول میں

(ف) بیان استحباب تاخیر وقت و تعجیل کا ٭

marfat.com

ہوتی ہے موافق قاعدۂ عرب کے گرجاتی ہے وجہ میں سے کیوں نہ گری، جواب واو فعل یا اس کے توابع میں سے گرتا ہے اور وجہۃ نہ فعل ہے اور نہ مصدر وغیرہ بلکہ تام ہے اور تام میں تعلیل نہیں ہوتی ہے دوم فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ سے امام شافعی نے یہ دلیل لی ہے کہ نمازیں اول وقت ادا ہوں تاکہ معنی سبقت اور پیشی کے متحقق ہوں اور یہ معنی اس حدیث شریف کے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ نماز میں دیر نہ کرنا جب وقت ہو جاوے اور جنازہ پر نماز میں دیر نہ کرنا اور بیوہ کے نکاح میں دیر نہ کرنا جب اس کا کفو ملے مگر ظہر گرما کی تاخیر اور عشا کی تاخیر ثلث شب تک۔ حدیث سے ثابت ہے اور امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر جماعت زیادہ ہو جاوے تو تاخیر کرنی بہتر ہے کہ اس میں انتظار کا بھی ثواب ہوتا ہے مگر مغرب میں جلدی کرنا بہتر ہے اور جاڑے کی ظہر میں جلدی کرنا بہتر ہے اور اجماع امت اس پر ہے کہ نماز کے وقت میں اور کاموں میں مشغول رہنا اور اس کی تیاری نہ کرنا ممنوع ہے اور معنی استباق کے یہ ہیں اور انتظار میں نماز کے بیٹھے رہنا موجب ثواب ہے۔

سوم وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ کے معنی اکثر مفسرین نے یہ لکھے ہیں کہ قبلۂ مقربین عرش ہے، اور قبلہ روحانیین کرسی ہے، اور قبلۂ کروبیین بیت المعمور ہے اور قبلۂ دعا آسمان ہے اور قبلۂ ملائکہ زمین کا بدن آدم کا ہے اور قبلۂ انبیا بنی اسرائیل کا بیت المقدس ہے اور قبلۂ آدم حضرت نوح اور ابراہیم اور محمد علیہم الصلوۃ والسلام کعبہ ہے اور قبلہ ارواح کا سدرۃ المنتہیٰ ہے مگر اب معنی فاستبقوا الخیرات کے موزوں نہیں ہوتے ہیں مگر اس طرح کہ مراد مطلق نیکیوں کا حاصل کرنا ہے کہ اپنے اپنے دین پر نیکیاں حاصل کریں، نہ خاص ایک طرح پر بلکہ رضامندی خدا کی بندہ کو معلوم ہو کسی طرح بھی وحی سے یا غیر وحی سے پس جیسے کہ ایک طریق تمام گروہوں کے لیے ممکن نہیں ہے ویسے ہی ہر ہر فرد کے لیے اتفاق ایک امر پر ممکن نہیں ہے پس اسی واسطے لازم ہے کہ ہر شہر کی جانب قبلہ جدا ہو اور اصرار اپنے شہر کی سمت پر درست نہیں ہے وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ اور جبکہ نکلو تم سفر کو تو اپنے شہر سے سمت قبلہ پر متوجہ نہ ہو بلکہ نفس قبلہ پر متوجہ ہونا چاہیے کہ جانب مسجد حرام کے اپنا منہ موڑتے رہو کہ گرداگرد کعبہ کے بنی ہوئی ہے اسی لیے کعبہ کے حکم میں ہے مگر اس طور پر کہ توجہ کعبہ کی زائل نہ ہونے پاوے ورنہ نماز نہ ہوگی کہ صرف مسجد حرام کا استقبال بے استقبال کعبہ کے محقق اور کافی نہ ہوگا وَإِنَّهُ لَلْحَقُّ مِن رَّبِّكَ وَمَا

(ف) بیان قبلہ ہر عبادت کرنے والے کا ؏

marfat.com

اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ اور یہ تعین قبلہ کا بجانب کعبہ کے بے تعین جہات کے حق ہے خاص تمھارے رب کا حکم ہے اور تعین جہات اس کی طرف سے نہیں ہوسکتی۔ کہ یہ اوپر اختلاف اماکنہ کے موقوف ہے اور جو کچھ تم کرتے رہتے ہو تمھارا اللہ اس سے غافل نہیں ہے بلکہ جو نماز کہ باستقبال کعبہ اس کے حکم سے ہوتی ہے سب صحیح ہے اور موافق وعدہ کے ثواب ملے گا یہ نہیں ہے کہ وہ غافل ہے، اور اس کی غفلت میں محنت کی ہوئی رائیگاں جانے کا خوف ہے مثلاً حنفیہ جنوب میں کھڑے ہوتے ہیں اور امام ان کا شمال میں اور فخراً کہتے ہیں کہ ہم بمقام ابراہیم علیہ السلام قائم ہیں اور شافعیہ غرب کعبہ میں کھڑے ہوتے ہیں اور فخراً کہتے ہیں کہ قبلہ ہمارا وہ جگہ ہے کہ آیت اس پر لازم ہے وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى۔ اور یہ سب استقبال کعبہ پر مستقل اور قائم ہیں اور اس سے پہلے جب مکہ سے نکلے تھے، تو بیت المقدس کو قبلہ کیا تھا، اب اگر وہاں سے نکلو تو ایسا نہ کرو وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کہ جہاں سے نکلو بلکہ مکہ سے تو اپنا استقبال مسجد حرام پر رکھو اور یہ حکم خاص تم کو نہیں ہے بلکہ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ط اور جس جگہ کہ تم ہو اور تمھاری امت ہو اور تم سب اپنے گھر پر یا سفر پر ہو تو تم سب توجہ کرو جانب مسجد حرام کے لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ۔ تاکہ نہ ہو تم پر اور لوگوں پر عرب یا یہود یا نصاریٰ کو غلبہ اور حجت کہ بعض عرب یہ کہیں گے کہ باوجود اتباع ملت ابراہیمی کے قبلہ ابراہیمی کو ترک کر رکھا ہے اور بعض یہ کہیں گے کہ بسبب مخالفت قریش کے قبلہ ابراہیم اور اسماعیل کو ترک کیا باوجودیکہ ان کی اولاد ہے اور ان کی نبوت اور ملت کا اتباع اور اعتقاد ہے اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ۔ مگر جو لوگ کہ ظالم ہیں یعنی حق پر اپنے تعصب اور عناد سے طعن کرتے ہیں کہ استقبال کعبہ از راہ حق پرستی نہیں ہے بلکہ بمحبت اپنے وطن کے یا اپنی قوم کے، اور بعض یہ طعنہ دیتے ہیں کہ یہ رسول اپنے کام میں حیران ہے پہلے کعبہ کو قبلہ کیا پھر بیت المقدس کو پھر کعبہ کو تو اب اس پر بھی اعتماد نہیں ہے کہ شاید پھر پھر جاوے پس ایسے ظالم دشمنوں کے طعنہ سے فَلَا تَخْشَوْهُمْ نہ خوف کرو تم کہ دشمن کا قول صرف عداوت پر مبنی ہے نہ تحقیق پر اور اُنسے کہہ دو کہ مجھ کو یاد نہ کیا کریں ورنہ مجھ کو ساتھ لعنت کے یاد کرنا پڑے گا، اور عبداللہ بن حمید اور ابن ابی حاتم نے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ تم دیکھتے ہو کہ قاتل نفس اور شارب خمر اور چور اور زناکار بھی تو خدا کی یاد کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کرونگا، حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ جب یہ لوگ یاد

کرتے ہیں تو خدائے تعالیٰ ان کو لعنت سے یاد کرتا ہے جب تک کہ وے چپ ہوویں، الغرض یہ ذکر مطلق نہیں بلکہ مقید ہے یعنی جبکہ موافق رضامندیِ خدا کے ذکر کروگے تو باعث ذکر خدا کا ہے۔ چنانچہ مفسرین متقدمین نے یہ تفسیر اس آیت کی کی ہے یاد کرو میری ساتھ طاعت کے کر یاد کروں گا میں تم کو اپنی مغفرت و رحمت کے ساتھ، یاد کرو مجھ کو ساتھ معاہدہ کے میں تم کو یاد کرونگا ساتھ مشاہدہ کے، مجھ کو یاد کرو تم ساتھ دعا کے میں یاد کروں گا تم کو قبول کے ساتھ، یاد کرو مجھ کو ذلیل ہو کر میں یاد کروں گا تم کو فضیلت دے کر، یاد کرو مجھ کو آدمیوں کی بھری مجلس میں میں یاد کرونگا تم کو فرشتوں کی مجلس میں، یاد کرو مجھ کو فراغت میں، میں یاد کرونگا تم کو تنگی میں، یاد کرو مجھ کو اپنی زندگی میں میں یاد کروں گا تم کو تمھاری موت کے بعد، یاد کرو مجھ کو دنیا میں یاد کرونگا میں تم کو آخرت میں، یاد کرو مجھ کو بندگی کے ساتھ میں یاد کروں گا تم کو پرورش کے ساتھ، یاد کرو مجھ کو صدق اور اخلاص کے ساتھ یاد کرونگا میں تم کو زیادتِ اختصاص کے ساتھ۔ از مترجم۔ احادیث جو مذکور ہوئیں اور جن پر تفاسیر کی بنا ہے سب اخبار احاد ہیں موافق اصول حنفیہ کے مفید اطلاق نہیں ہیں خصوصاً کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ و رحمتی سبقت علی کل شیٔ و علی غضبی معارض ان احادیث کی ہیں، کفر، بے ادبی، بے تعظیمی، غفلت، معصیت کیونکر مانع رحمت و عنایت عامۂ خداوندی کا ہوسکتی ہیں مشاہدہ دلیل قوی ہے نعمت دنیوی سے کس قدر یہ لوگ محظوظ ہیں تکلیف فقر و فاقہ سے محفوظ اور اہل اسلام اور اہل تقویٰ باوجود اس اختصاص کے ان سب مراتب میں ان کے ساتھ برابر ہیں۔ مگر وہاں کے الطاف کی قابلیت ہم میں ہی نہیں ہے ورنہ ان کے عموم میں تو کچھ شبہ نہیں شعر۔ عام ہیں اس کے تو الطاف شہیدی سب پر ٭ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا ٭ ہم یہ کہیں گے داورِ محشر کے رُوبرو ٭ کیا کیا گناہ کیسے تیری رحمت کے زور پر ٭ اور قاعدہ مسلم حنفیہ کا یہ ہے کہ مطلق جبکہ معمول باطلاقہ ہوسکے تو اس کا مقید ہونا جائز نہیں ہے۔ بحث چہارم اپنے مقام اجابت دعا میں ثابت ہے کہ ذکر مستلزم شکر خدا کا ہے اور یہ ہی بات احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، طبرانی نے اوسط میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم جو تو میرا ذکر کرے گا تو یہی میرا شکر ہے اور جب مجھ کو تو بھول جائیگا تو یہ کفران نعمت ہے اور بیہقی نے شعب الایمان میں زید بن اسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جنابِ باری میں عرض کیا کہ تیرا شکر کیونکر ادا ہوسکے کہ ہر وقت نعمت زیادہ ہوتی ہے فرمایا کہ مجھ کو یاد رکھو بھولو نہیں

marfat.com

کیونکہ میرا ذکر میرا شکر ہے اور میرا نسیان میرا کفران ہے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو توفیق یاد الٰہی میسر ہووے، اللہ تعالیٰ بیشک اس کو یاد کرے گا کیونکہ فرمایا ہے باری تعالیٰ نے مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا اور جس نے توفیق دعا کی پائی، قبول بھی اس کو حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مجھ سے مانگو میں تمھاری درخواست قبول کرونگا، اور جن کو توفیق شکر کی ہوئی نعمت زیادہ حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا شکر کرو گے میں تم کو نعمت زیادہ دیتا رہوں گا اور جس کو استغفار کی توفیق ہوئی اس کو مغفرت حاصل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اپنے رب سے مغفرت مانگتے رہو کہ وہ غفار ہے اور خالد بن ابی عمر سے روایت کی ہے کہ جو حکم خداوندی کا فرمانبردار ہوگا بالضرور خدا تعالیٰ کو یاد کرنیوالا ہوگا اگرچہ اور عبادت نماز و روزہ کم کرے اور جو کہ نافرمانبردار ہو وہ خدا تعالیٰ کو فراموش کیے ہوئے ہے اگرچہ نماز و روزہ وغیرہ بہت کرے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یاد الٰہی کیلئے پرہیزگاری اور نگہبانی احکام الٰہی کی بہت ضروری ہے اور صحیح بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ اے ابن آدم اگر تو مجھ کو اپنے دل میں یاد کریگا، میں بھی تجھ کو اپنے دل میں یاد کروں گا اور جو تو مجھ کو بھری مجلس میں یاد کریگا تو میں تجھ کو ملائکہ اور انبیاء اور اولیاء کی محفل میں یاد کروں گا اور جان لے کہ تیری مجلس سے یہ گروہ میرا بہت بہتر ہے اور تو ایک بالشت میری طرف آئے گا تو میں ایک گز تیری طرف آؤں گا اور اگر تو میری طرف قدم قدم آئے گا تو میں تیری طرف دوڑ کر آؤں گا۔

اور سنن ابن ماجہ اور معتبر کتابوں میں وارد ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے نام سے اس کے ہونٹ ہلتے ہیں۔ تو میں اس کے ساتھ رہتا ہوں اور جامع ترمذی اور صحاح میں وارد ہے کہ کسی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام میں عبادات بہت ہیں، مجھ کو سب سے عمدہ عبادت تعلیم فرمائیے کہ ہمہ تن اس ہی میں متوجہ ہوجاؤں کہ سب عبادات ادا نہیں ہو سکتی ہیں ارشاد ہوا کہ زبان بذکر الٰہی تر رہے اور بیہقی وغیرہ محدثین نے روایت کی ہے کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن روانہ کیا تو انھوں نے بہت سی باتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیں، آخر یہ بات پوچھی کہ اعمال خیر میں سے کونسا عمل خدا تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر ہے ارشاد ہوا کہ تا وقت موت بذکر الٰہی تر زبان رہنا، اور ابوبکر بن ابی الدنیا ابوالمخارق کی روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بشب معراج ہمارا گذر ایک شخص پر ہوا کہ وہ ہمہ تن

marfat.com

نورعرش میں غائب تھا، ہم نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے کیا فرشتہ ہے سب نے عرض کیا کہ یہ شخص فرشتہ نہیں ہے بلکہ آدمی ہے کہ دنیا میں بذکر الٰہی ترزبان تھا اور دل اس کا مسجد کے ساتھ متعلق رہتا تھا اور اپنے ماں باپ کو کسی سے برا نہیں کہلوایا، اور امام احمد کی کتاب الزہد میں اور کتابوں معتبر میں وارد ہے کہ حضرت ابوالدرداء کے روبرو یہ ذکر ہوا کہ فلاں شخص نے سو غلام خدا کے لیے آزاد کیے ہیں انھوں نے فرمایا کہ البتہ اس قدر دینا بہت ہے مگر اس سے بہتر دو کام ہیں ایک ایمان کہ رات دن اس کو انسان نے اپنے اوپر لازم کیا ہو دوسرے زبان کہ ہمیشہ بیاد خداوندی تر رہے یہ کہہ کر پھر یہ کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ میں بتلاتا ہوں تم کو بہتر عبادت اور بہتر عمل کہ جس سے خدا کے یہاں تمھارے درجے بلند ہوں اور بہ نسبت صدقہ زر وسیم کے بھی بہتر ہے اور بہ نسبت جہاد کے بھی بہتر ہے کہ جس میں دشمن تمھاری اور تم ان کی گردنیں کاٹو، لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں فرمایئے، ارشاد ہوا کہ وہ ذکر خداوندی ہے اور بیہقی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر خدائے تعالیٰ دل کو اور ہر چیز کو صیقل کرتا ہے اور بہ نسبت ذکر الٰہی اور کوئی عمل زیادہ تر نجات دینے والا عذاب سے نہیں ہے اور یہ مضمون دو بار فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جہاد بھی ذکر الٰہی کے برابر نہیں ہے حکم ہوا کہ ہاں برابر نہیں ہے اگرچہ جہاد میں ایسی کوشش کرے کہ تلوار ٹوٹ جاوے اور طبرانی اور بزاز اور بیہقی عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو نہ جاگ سکے اور بسبب محبت اور بخل کے مال خرچ نہ کر سکے اور بسبب نامردی کے دشمنانِ خدا سے جہاد نہ کر سکے پس اس کو لازم ہے کہ ذکر خدا بہت کرے کہ ان سب نقصانوں کا تدارک ہو سکے گا اور یہی محدثین عبداللہ بن عباس سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جس کو چار چیزیں دنیا میں اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائیں پس اس کو دنیا و دین کی بھلائی حاصل ہوئی، دلِ شاکر اور زبانِ ذاکر اور مرض پر بدنِ صابر اور زوجہ کہ خاوند کی عزت اور مال کی نگہبان اور خیر خواہ ہووے اور ابن حبان ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو لوگ اونچی مسندوں پر بیٹھ کر اور نرم تکیہ لگا کر بذکر الٰہی مشغول ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ ان کو برکت اس ذکر کی سے بہشت میں درجات عالی عطا فرماویگا اور صحیح بخاری و مسلم میں یہ آیا ہے کہ یادِ خدا کرنیوالا زندہ ہے اور نہ یاد کرنیوالا مردہ ہے اور طبرانی نے ابوموسیٰ اشعری سے یہ روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ

marfat.com

علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص اپنی بغل میں روپیہ لے کر تقسیم کرنا شروع کرے اور دوسرا شخص یادِ خدا کرنی شروع کرے تو بلاشبہ یاد کرنے والا اس سے بہتر ہے اور طبرانی اور بیہقی نے کئی روایتیں بیان کی ہیں کہ اہل بہشت کسی بات پر حسرت نہ کریں گے مگر اس ساعت کے تلف ہونے پر کہ بے یادِ خدا دنیا میں گذری۔ اور صحیح مسلم اور صحاح میں وارد ہے کہ جب کوئی جماعت ذکرِ خدا کے لیے بیٹھتی ہے تو ملائک ان کے گرداگرد پھرتے ہیں اور رحمت الٰہی ان کو ڈھانپتی ہے اور اطمینان دل ان کو ملتا ہے اور حق تعالیٰ اپنے مقربوں میں یاد فرماتا ہے اور یہی مضمون ابن ابی الدنیا نے ابوہریرہ اور ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے اور صحیحین میں وارد ہے کہ بہت فرشتے گلی گلی پھرتے ہیں کہ کہیں اہل ذکر پاویں پس جہاں دیکھتے ہیں، اور فرشتوں کو آواز دیتے ہیں کہ یہاں آؤ یہاں تمہارا مدعا و مطلب موجود ہے پس فرشتوں کے پرے کے پرے وہاں آن کر موجود ہوتے ہیں اور ذاکرین کے گرداگرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور تہ بر تہ آسمان تک جم جاتے ہیں جب اہل ذکر فراغت پاتے ہیں تو یہ فرشتے بھی چلے جاتے ہیں، جناب باری سے ارشاد ہوتا ہے کہ تم کہاں سے آئے وے عرض کرتے ہیں تیرے بندوں کے پاس سے کہ تیرا ذکر کرتے ہیں اور تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انھوں نے مجھ کو دیکھا ہے یہ عرض کرتے ہیں کہ نہیں، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر مجھ کو دیکھ لیں گے تو کیا کریں گے یہ عرض کرتے ہیں کہ زیادہ تر فریفتہ اور شیفتہ اور جان دادہ و دل باختہ ہو جاویں گے اور اس سے بھی زیادہ یاد کریں گے، پھر حکم ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں یہ عرض کرتے ہیں کہ بہشت چاہتے ہیں اور دوزخ سے پناہ چاہتے ہیں، پھر ارشاد ہوتا ہے کیا انھوں نے ان دونوں کو دیکھا ہے یہ عرض کرتے ہیں کہ بے دیکھے یہ حال ہے اگر دیکھ پائیں گے تو بہشت کے زیادہ تر خواہاں ہوں گے اور دوزخ سے زیادہ تر پناہ جویاں، اب ارشاد ہوتا ہے کہ تم گواہ ہو اس بات پر کہ میں نے ان لوگوں کو بخش دیا اور ان کا مطلوب ان کو دیدیا، منجملہ ان ملائک کے ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ ایک شخص شامل ذکر اگرچہ نہ تھا مگر کسی کام کے لیے آن کر ان میں شامل ہو کر بیٹھ گیا تھا، وہاں سے حکم ہوتا ہے کہ اس کو بھی میں نے بخش دیا، یہ ذاکرین ایسا رتبہ رکھتے ہیں کہ ان کا ہم نشین بھی بخشا جاتا ہے اور صحیح مسلم اور اور کتابوں صحیح میں وارد ہے کہ ایک دن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے باہر تشریف لائے اور ایک محفل پر کھڑے ہو کر پوچھا کہ تم یہاں کیوں اکٹھے ہو عرض کیا کہ ہم یادِ خدا کرتے ہیں اور اس کا شکر کرتے ہیں کہ ہم کو طرف اسلام کے ہدایت فرمائی، حضرت نے ان سے فرمایا کہ تم قسم کھاؤ کہ اسی لیے یہاں بیٹھے ہو

marfat.com

انھوں نے قسم کھائی پھر ارشاد ہوا کہ میں نے تم کو اس لیے قسم نہ دی تھی کہ تمھارا کہنا جھوٹ جانا تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اس گروہ پر اللہ تعالی فرشتوں کے روبرو فخر کرتا ہے تو باعث اس فخر کا میں نے تم سے بقسم تصدیق کیا اور امام احمد اور بیہقی حضرت ابوسعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالی بروز حشر فرمائے گا کہ آج تمام خلقت کو جو یہاں اکٹھی ہے معلوم ہوگا کہ بزرگی کیا ہے اور اس کے لائق کون ہے، لوگوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم کو ارشاد ہو کہ وہ کون لوگ ہیں تاکہ ان کے سوائے اور کسی کو ہم بزرگ نہ جانیں ارشاد ہوا کہ جو لوگ مجالس ذکر خدا میں بیٹھتے ہیں اور یہ ہی محدثین مذکورین روایت کرتے ہیں کہ جب ذاکرین خدا کے ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان میں پکارتے ہیں کہ تم بخشے گئے، جاؤ کہ تمھاری برائیاں نیکیوں سے بدل گئیں اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر خدا سے زیادہ کوئی عمل عذاب قبر کے لیے مفید نہیں ہے اور اور محدثین نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداؓ اور ابی بن کعبؓ اور عبادۃ بن الصامتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور معاذ بن جبلؓ اور سلمان فارسیؓ للہ مال دینے اور جہاد کرنے اور عبادات عمدہ سے ذکر خدا کو بہتر اور خوب جانتے تھے کہ کسی کا ان میں سے یہ قول ہے کہ ایک بار اللہ اکبر کہنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور کسی کا یہ مقولہ ہے کہ سو بار اللہ اکبر اگر کہوں تو بہتر ہے اس سے کہ سو دینار للہ دوں اور کسی نے یہ فرمایا کہ نماز فجر سے طلوع شمس تک ذکر خدا اگر کیا جاوے تو بہتر ہے اس سے کہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر جہاد کروں اور ایسے ہی نماز عصر سے غروب آفتاب تک اور کوئی یہ کہتا ہے کہ ایک شخص مشرق سے چلا اور دوسرا مغرب سے اور اس کے پاس زر ہے کہ اس میں سے کچھ خرچ نہیں کرتا ہے مگر موافق حق کے اور وہ دوسرا ذکر خدا کرتا ہے یہاں تک کہ دونوں راستہ میں ملے تو ذکر خدا والا اس سے بہتر ہے اور ایک صاحب نے یہ کہا کہ ذاکر خدا اور قرآن پڑھنے والا جب مرا تو بہتر ہوگا اس سے جو روپیہ خرچ کرتا ہوا اور یاروں کو کھلاتا ہوا مرا بلکہ وَاخْشَوْنِیْ مجھ سے ڈرتے رہو ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی طعنہ زنی سے میرا حکم چھوڑ دو کیونکہ ہمارا حکم نہ ماننا موجب عذاب اور خسران ابدی کا ہے اور ان کے طعنہ پر صبر کرنا چند دن کے لیے موجب ثواب دائمی ہے اور جبکہ ہماری عظمت تمھارے دلوں میں بیٹھ گئی تو اور مخلوقات کی کیا حقیقت ہے کہ ان کا کچھ کہنا تم پر اثر کر سکے کہ حضرت علی نے فرمایا ہے رضی اللہ عنہ کہ تو اپنے خالق کی تعظیم کیا کر کہ تمام

marfat.com

مخلوق تیری آنکھوں میں کمتر معلوم ہوگی، اب یہاں چند سوال ہیں اوّل یہ کہ حکم استقبال مسجد حرام تین آیات میں ہے اس کا کیا سبب ہے، جواب بعض نے یہ دیا کہ اول آیت ساکنان حرم کیلئے ہے اور دوسری ساکنانِ جزیرۂ عرب کیلئے ہے اور سوم کافۂ اہل زمین کیلئے مگر یہ ضمائر آیات سے ثابت نہیں ہیں بے قرینہ اس طرح مراد لینا بلاغت سے بعید ہے اور خطاب جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا تو حضرت مدینہ میں تھے نہ از جملہ ساکنانِ مکہ معظمہ اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ اس مضمون پر یہ تین دلیلیں آئی ہیں اسی لیے ہر دلیل کے ساتھ دعوٰی کی تجدید کی گئی تاکہ دلیل کو دعوٰی کے ساتھ اور دعوٰی کو دلیل کے ساتھ ربط کامل حاصل ہووے۔ بار اول میں یہ دعوٰی ثابت کیا گیا کہ اہل کتاب اس کو حق جانتے ہیں اور توریت اور انجیل اس کی گواہ ہیں اور بار دوم میں ثابت کیا گیا کہ یہ امر حق ہے، اور تمھارے رب کی طرف سے مامور ہوا ہے اور بار سوم میں دفع الزام مردم کیا گیا جیسا کہ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ، اور وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ. کو ہر دعوٰی کے ساتھ مکرر کیا گیا ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ یہ آیتیں نتیجہ میں بعد استدلال دلائل کے اور وہ آیات استقبال قبلہ کے دلائل سے پہلے مذکور ہیں وجہ سوم چونکہ اول آیت میں قِبْلَةً تَرْضٰهَا سے یگمان ہوتا ہے کہ یہ قبلہ بسبب پسندیدگی رسول کے بدلا گیا اور آیت دوم میں یہ مضمون نہیں ہے اور سوم میں اس کی تاکید ہے کہ جس سے تشفی تام حاصل ہوئی ہے وجہ چہارم یہ کہ اول آیت میں حکم قبلہ کرنے کعبہ کا مطلق اور عام سب حال میں ہے اور آیت دوم میں شامل ہے سب مکانات کو اور آیت سوم میں عام سب وقتوں کے لیے کہ اب احتمال خصوص اور قید کا نہیں ہے، وجہ پنجم ہماری شریعت میں اول سب سے یہ ہی حکم منسوخ ہوا ہے اس لیے تاکید تین بار کی گئی تاکہ جو امر کہ کبھی نہ ہوا ہو اس میں کچھ ناگواری اور شک نہ رہے مگر اس وجہ میں شبہ یہ ہے کہ درمیان تاکید اور مؤکد کے حرف عطف واو نہیں ہوتا ہے اور یہاں موجود ہے سو جواب یہ ہے کہ جملہ اول مؤکد اگر کسی جملۂ سابقہ پر عطف ہو۔ اور اس پر حرف عطف ہو تو یہ جملہ مع حرف عطف کے مکرر ہوگا تاکہ تاکید تمام ہووے اور واضح ہو کہ تاکید اور مؤکد میں اتحاد یہ مضمون شرط ہے سو اول وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ تاکید اپنے کلام سابق کی نہیں ہوسکتا ہے کہ وہاں حکم استقبال کرنے کعبہ کا مدینہ منورہ میں ہے اور یہاں حکم استقبال ہے حالت سفر میں اور وَمِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ دوم بیشک تاکید اس کی ہے کہ تفسیر میں گذرا، اب یہاں ایک شبہ ہے کہ قول کفار اور انکی

marfat.com

طعنہ زنی سب بے اصل ہے سو اس کو حجت کیوں فرمایا کہ حجت اور دلیل کلام ثابت الاصل کو کہتے ہیں۔ جواب یہ اصطلاح خاص متکلمین کی ہے جس دلیل کے مقدمات مسلمہ اور مصدقہ ہوں وہی حجت اور دلیل ہوسکتی ہے ورنہ نہیں ہوسکتی ہے اور قرآن شریف میں صرف عرف پر مدار ہے اور دشمن اپنے کلام کو حجت اور دلیل غلبہ کی جانتا ہے اور معنی لغت کے مطابق ہیں کہ معنی اس کے غالب ہونے کے ہیں جیساکہ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ قرآن شریف میں وارد ہے اور ان کو صرف باطل کرنا کلام حق کا بذریعہ اپنے کلام کے مقصود ہے، ان کو اتنی فرصت کہاں کہ مقدمات اپنے دلائل کے درست اور صحیح کر کے حجت لاویں اور اس کے اس کلام بے اصل کو حجت کہنا ان کے ساتھ ہنسی کرنا ہے اور علاوہ اسکے یہ ہے کہ مخالفین کا شبہ دفع ہوا اور لوگوں کو تم پر جائے طعنہ کی نہ رہے اس قبلہ میں وارد بھی قاعدہ یہ ہے کہ لِأُتِمَّ نِعْمَتِي عَلَيْكُمْ تاکہ تمام کروں میں اپنی نعمت تم پر کہ تم جو نماز میں متوجہ اعلیٰ و افضل قبلہ پر ہوئے تو زیادہ ترقی نعمت اور برکات اور انوار کے ہوئے کہ بہ نسبت اور قبلہ کے زیادہ تر برکت حاصل ہوگی وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ۔ اور چونکہ یہ تحویل قبلہ جسم سے طرف مبدء خاک کے ہوا ہے تو موجب ہدایت کا حقیقت کی طرف ہوگا کہ روح کی توجہ ہوگی اپنی حقیقت کیطرف اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سنا کہ کہتا ہے اللھم انی اسئلک تمام النعمۃ اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ سے تمام نعمت تو دریافت فرمایا کہ تمام نعمت کیا ہے پھر خود ہی فرمایا بہشت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تمام نعمت موت بر اسلام ہے، اب ایک بات یہ ہے کہ اتمام نعمت اس آیت میں تحویل قبلہ سے ثابت ہوتا ہے اور دوسری آیت جو سورۂ مائدہ میں ہے۔ اس سے اتمام نعمت حجۃ الوداع میں ثابت ہوا ہے سو جواب یہ کہ یہاں اتمام نعمت قبلہ کا ہے اور وہ ایک امر خاص ہے اور وہاں اتمام نعمت جملہ ارکان دین کا اور ہر نعمت علیحدہ تو اس کا اتمام علیحدہ اور یا یہ کہا جاوے کہ درباب عبادت اور ادا، حج کہ یہ دونوں متعلق کعبہ سے ہیں، اتمام نعمت نماز کا بسبب تحویل جہت کامل اور فاضل کی ایک قسم ہے کہ اس میں اتمام نعمت بہ توجہ اس طرف ہے اور اس میں اتمام نعمت بہ طواف اور زیارتِ مکانِ متبرکہ کے ہے اور یہ ہدایت اور اتمام نعمت تم پر ایسا ہے۔ كَمَا جیساکہ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا بھیجا ہم نے تم میں ایک پیغامبر کہ ہدایت کرے تم کو کہ ہماری ہدایت متحقق ہوتی ہے مِنْكُمْ کہ وہ تمھاری قوم سے ہے کہ عربی قریشی ہے اور جب تمھاری قوم سے ایسا پیغمبر ہو کہ اولین و آخرین کا سردار ہو کس قدر عزت اور

رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور اس کے مقاصد کا بیان

marfat.com

نعمت اور فخر اس قوم کو حاصل ہوگا۔ **شعر**:۔ ہوا ہے فخر عرب بلکہ فخر عالم کا ٭ کہ ایسا کون ہے فرزند جنابِ آدم کا ٭ تمھارے حُسن پہ قرباں ہے حُسن عالم کا ٭ کہ یاں ظہور ہے حُسن خدائے دو عالم کا ٭ اور مشہور ہے کہ عرب دوسرے کی متابعت سے نہایت غیرت کرتے تھے اس لیے نعمت کا تحقق ہوا کہ تم کسی اور کے بجز اپنی قوم کے تابع نہ ہوئے اور سارا عالم تمھارا تابع کیا گیا اور اشرف کی متابعت سے سب کو فخر ہوگا نہ عار کہ یہ رسول سب سے اشرف ہے اور یہ رسول صرف ربانی احکام پہنچانے کے لیے نہیں ہے بلکہ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِنَا پڑھتا ہے تمھارے اوپر ہماری آیتیں کہ وہ اس کے لیے معجزہ ہیں تمھاری زبان میں کہ لطائف اور وجوہ اعجاز کی تم پر بخوبی ظاہر ہوں تاکہ اس کی پیغمبری کے لیے نہایت کامل سند ہووے اور یہ ذریعہ معرفت ذات و صفات اور اسرار و احکام کا روشن ہووے اور جان لو کہ مرضی خدا کس میں ہے اور کس میں نہیں ہے اور یہ کلام جب تم میں موجود ہے تو اتفاقاً تم کو جدائی اور بُعد خدمت رسول سے ہو جاوے تو بھی ہدایت میں نقصان نہ ہوگا اور یہ آیات نماز میں اور نماز کے باہر پڑھتے رہو گے تو موجب ثواب کلی ہوگا اور سب علوم اور تمام خوبی ہائے دنیا اور عقبیٰ کی اس کے ذریعہ سے تم کو اب ملیں گی، کہ یہ سب امور نہایت ہدایت اور نعمت ہیں اور یہ رسول صرف آیات کے سنانے پر نہیں ہے بلکہ تم پر بتوجہ تمام متوجہ ہے تاکہ وَیُزَکِّیْکُمْ اور صفائی تمھارے دل کی کرتا ہے کہ جس پر درستی اعتقادات اور حُسن اخلاق اور نکوئی عادات موقوف ہے کہ یہ عمدہ نعمت ہے۔ اور دوسری نعمت یہ ہے کہ وَیُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ بتاتا ہے یہ رسول تم کو معنی کتاب کے اور اسرار اور لطائف اس کے کہ صرف معنی ظاہری مقصود نہیں ہے بلکہ ہر ہر کلمہ سے معنی اور حکم ظاہری جیسا مستفاد ہوتا ہے ویسے ہی اس سے حکمت اور اسرار بھی متعلق ہے کہ دونوں عالم ظاہر و باطن کے مالک ہو کر وراثت نبوت کی تم کو حاصل ہوگی اور ایک پر اکتفا کرنے سے نقصان رہے گا کہ شاید صرف اباحت اور بے قیدی اختیار کرو کہ یہ ہدایت اور اس کے بعد نعمت ہر دو کامل ہونگی اور کیسا ہی ہوشیار اور صاحب زبان اور واقف اسرار ہو مگر محتاج ہے کہ مرشد اس کو تعلیم اسرار و رموز کی کرے وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ اس لیے تم کو تعلیم کریگا یہ رسول وے باتیں کہ تم ہرگز نہیں جان سکتے ہو اور نہ جان سکتے تھے۔ جیسا کہ کیفیت نماز اور کمیت زکوٰۃ اور مناسک حج کہ کیونکر کریں اور کیا کریں اور جو باتیں کہ کتاب میں نہیں ہیں سب کی تعلیم تم کو کریگا اور واضح ہو کہ جب ایسی نعمت اور ایسی ہدایت میں نے تم کو دی تو میرا احسان سراسر تم پر ثابت ہوا فَا

اس کے بدلے میں: فَاذْكُرُوْنِیْ مجھ کو یاد کرتے رہو تم ہر رنگ میں اور ہر زبان میں اور ہر زمانہ میں اور ہر حلقہ میں میرا کلام پڑھتے رہو اور میرا نام لیتے رہو اور میری حمد اور تسبیح اور تہلیل کرتے رہو اور ہر کام پر میرا نام لیتے رہو اور توجہ اور استغراق میرے حضور میں کرو کہ جس طرح اہل سلوک کرتے رہتے ہیں یا فکر کرتے رہو میری توحید میں اور میری ذات و صفات کے دلائل میں اور ہمارے اسرار و معاملات میں کہ ہر ذرہ میری حکمت ہائے مخفیہ پر دلالت کرتا ہے کہ یہ سب کام علمائے راسخ الاقدام کا ہے اور کوشش میں رہو کہ موافق وعدہ و وعید کے عمل جاری رہے تا خوف قہر سے امید رحمت کی حاصل ہووے، کہ یہ کام اہل تقویٰ ظاہری کا ہے اور یہ کام صرف اعضاء کا ہے اور وہ کام دل کا۔ اور یہ کام دو طرح پر ہے۔
اوّل یہ کہ ہر عضو کو ان کاموں سے جو ممنوع ہیں اور اس عضو سے متعلق ہیں باتباع میرے حکم کے اور مجھ سے ڈر کر باز رکھنا چاہیے یعنی آنکھ کو روکنا چاہیے کہ اجنبی عورت پر نہ پڑے خوبرو مرد کو نہ دیکھے من مترجم۔ اور ان سب کو حُسنِ غیر سمجھ کر آنکھ بند کرنی چاہیے ورنہ جلوہ گری حُسنِ خدا کو تو آنکھ کھول کر دیکھنا چاہیے۔ شعر:۔ دیکھ لینے دے ذرا دیدۂ گریاں مجھ کو؛ پھر کہاں پائیگا یہ حُسن کا ساماں مجھ کو؛ برائے دیدنِ تو آدم بوجود؛ وگرنہ آمدنم از عدم برائے چہ بود؛ ورنہ حکم فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ وقیاس کارگراز کار بوکار مہمل ہوتا ہے وحصر بیچ آخرت کے بیچ احوال سلف کے موجہ نہیں ہے کہ لفظ ابصار اس پر خوب دلالت کرتا ہے اور زبان سے کسیکو بُرا نہ کہے اور جھوٹ نہ بولے اور ہاتھوں سے کسی کا مال بے وجہ نہ تلف کرے اور کانوں سے کسی کی برائی نہ سنے اور کہانیاں بیہودہ نہ سنے اور مزامیر[ف] و ملاہی کہ متعلق ساتھ گوش کے ہیں نہ سنے کہ سننا ان کا حرام ہے اور پیروں سے بارادۂ فاسد کسی فعل بد کے لیے یا شراب خانہ اور چکلہ وغیرہ میں نہ جاوے اور حاکم سے جا کر کسی کی چغلی نہ کھاوے اور فرج سے زنا اور لواطت اور سحاق نہ کرے اور اپنے لب و دندان اور دہن اور گلو سے مال غیر و حرام نہ کھاوے اور معدہ کو تر نہ کرے اور علیٰ ہذا القیاس، دوم ہر عضو کو اس کام پر متوجہ کرنا چاہیے کہ جس پر اس کو مامور کیا ہے، میرا خیال اور میرا ڈر کر کے۔ غرض کہ یہ سب اسباب ذکر کے ہیں اور تحقق ذکر بلا توجہ ان اسباب کے نہیں ہوتا ہے اس لیے ان اعضاء کی توجہ کا نام ذکر رکھا گیا اور جب تم میرا ذکر کرتے ....

ف:۔ بیان گناہ کبیرہ کا اور ممانعت اس کی [ف] مزامیر اور ملاہی اکبر کبائر سے ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ اس حدیث کے فرمایا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاهی معصية والجلوس عليها فسق وتلذذ بها كفر ۱۲

رہو گے تو اَذْکُرْکُمْ میں تمہارا ذکر کرتا ہوں گا یعنی ایسا متوجہ تم پر ہر وقت رہوں گا کہ سب امور دینی و دنیوی تمہارے درست اور صلاح پذیر ہوتے رہیں گے اور کسی میں خلل نہ آویگا اور گناہ زائل ہوتے جائیں گے اور درجے قربت کے بڑھتے جائیں گے اور ہر امر پر استحقاق تمہارا بہ نسبت اوروں کے زیادہ تر ہوگا اور ہر امر پر تم بہ نسبت اوروں کے زیادہ ثواب کے مستحق ہو گے اور یہ ذکر اگرچہ ضمناً مؤدی شکر کا ہے مگر قصداً ابھی وَاشْکُرُوْا لِیْ شکر میرا کرتے رہو کہ میں نے تم کو یہ نعمت دی ہے کہ یہ اعضاء سامان ذکر کے ہیں کیونکہ صرف ذکر بے نیتِ شکر موجب حصولِ مراتب کا ہے مگر جبکہ شکر بھی قصداً ہووے تو باعثِ حصول اور ترقیات کا ہوگا کہ شکرِ نعمت سے مزید نعمت ہوتی ہے وَلَا تَکْفُرُوْنِ۔ اور ایسا کام اس ذکر اور شکر میں نہ ہو کر باعث کفرانِ نعمت میرے کا ہو جاوے کہ اس سے نعمت کا نقصان ہے اور مانع ترقیِ درجات اور حصولِ قربت کا ہے مثلاً باوجود ذکر اور شکر کے مال للہ دینے سے روکا جاوے یا بحضور بادشاہ کے کسی حاجت مند یا بے گناہ کی سفارش نہ کی جاوے تو ذکر و شکر خالص نہ ہوگا، اب یہاں کئی امر بحث طلب ہیں اول اُس مقام میں کہ ظہور اجابت دعائے حضرت ابراہیمؑ ہے تزکیہ مقدم ہے تعلیم کتاب و حکمت پر اور دعائے حضرت ابراہیمؑ میں مقدم ہے اس پر جواب ترتیب الفاظ دعا اور اس کی اجابت میں شرط نہیں ہے بلکہ مقصود حصولِ اجابت تمام مضمونِ دعا کا ہے بلکہ بلاغت یہ ہے کہ موافق محل کے کلام چاہیے دعا میں تعلیم اس سے مقدم ہے کہ بعد تعلیم تزکیہ حاصل ہوگا کہ وہ سبب اور ذریعہ تزکیہ کا ہے ورنہ بدون تزکیہ تعلیم سے کیا فائدہ اور تعلیم اصل مقصود نہیں ہے اس لیے دعا میں مبادی و وسائل کو مقدم کیا تا ان کے حصول کے بعد اصل مقصود کے حصول میں کچھ تامل و دریغ نہ ہو اور یہاں مقام اجابت میں تزکیہ کہ اصل مقصود ہے مقدم کیا گیا ہے تاکہ دلالت کرے حصول مقصود پر وَلَا تَکْفُرُوْنِ کے اور وَاشْکُرُوْا لِیْ کے ایک معنی ہیں۔ اس لیے وہ اس کی تاکید ہوئی اور تاکید اور مؤکد میں حرف عطف واو نہیں آتا ہے کیونکہ معطوف و معطوف علیہ دونوں مغایر ہوتے ہیں اور یہاں مغایرت نہیں ہے پھر واو کیوں آئی ہے (جواب) یہ دونوں جملے علیحدہ ہیں ایک دوسرے کی تاکید نہیں ہے امر شکر گذاری اور نہی از کفران نعمت دونوں جدا جدا مقصود ہیں اگر اول مؤکد ہو اور دوم تاکید تو اول ہی مقصود ہوگا ورنہ دوم اگر اول مبدل منہ یا بیان ہو تو دوم بدل ہو کر وہ ہی مقصود ہوگا نہ اول، سوم اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق ذکر بندگان موجب ذکرِ خداوندی ہوتا ہے حالانکہ بعض وقت زیج ذکر الٰہی کے بے ادبی اور بے تعظیمی بھی کرتے ہیں اور یا ذکر الٰہی

ف:۔ بیان فضیلت ذکر اللہ کا۔

marfat.com

بغفلت کرتے ہیں اور یاد کرالٰہی حالتِ گنہگاری میں کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس طرح کا ذکر موجب ذکر خداوندی بعنایت و برحمت نہ ہوگا (جواب) ابن عساکر اور دیلمی نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں یہ روایت کی ہے کہ مجھ کو یاد کرو میری طاعت کے ساتھ میں تم کو یاد کرونگا اپنی مغفرت کے ساتھ اور جو مطیع ہو کر مجھ کو یاد کرتا ہے تو لائق ہے مجھ کو کہ یاد کروں اس کو ساتھ اپنی مغفرت کے اور جو گنہگاری کی حالت میں مجھ کو یاد کرے تو لائق ہے کہ میں غصہ سے یاد کروں اسکو اور عبد بن حمید نے عبداللہ بن عباس سے یہ تفسیر روایت کی ہے کہ میرا ذکر موافق تمھارے ذکر کے ہے اگر تم بوجہ نیک یاد کروگے تو میں بھی بوجہ نیک تم کو یاد کروں گا اور جو حالت بدی میں یاد کروگے تو میں بھی بدی سے یاد کرونگا اور ابن جریر نے سدی سے یہ روایت کی ہے کہ بندہ خدا کو یاد نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ خدا بھی اس کو یاد کرتا ہے اگر ایمان والا ہے تو اس کی مغفرت اور رحمت سے یاد ہوتی ہے اور جو کافر ہے تو اس کی عذاب اور لعنت سے یاد ہوتی ہے اور امام احمد نے کتاب الزہد میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی کہ ظالموں اور تحقیق اس مقام پر یہ ہے کہ ہر عمل اپنے موقع پر باعث کثرت ثواب ہوتا ہے نفس کے آراستہ کرنے میں حجاب اور غفلت کے دور کرنے میں ذکر خداوندی نہایت مفید اور باعث ثواب ہے اور خرچ کرنا مال کا اور جہاد کرنا اپنے موقع ضرورت یعنی بیوگان اور یتیموں کی خبرگیری میں اور جہاد کرنا دفع شر کفار کے لیے نہایت موجب ثواب ہے ذکر اس مقام میں اور خرچ و جہاد اس کام میں مفید نہیں ہوگا اور ابن ابی شیبہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل ذکر ملائکہ کو ایسے روشن نظر آتے ہیں کہ جیسے تم کو ستارہ اور طبرانی نے کئی روایات اس مضمون کی روایت کی ہیں کہ ایک جماعت تجلی ذات الٰہی کے داہنی طرف منبروں پر بیٹھی ہوگی کہ انبیاء اور شہداء ان پر رشک کریں گے لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وے کون لوگ ہیں فرمایا کہ ایک قوم یا ایک قبیلہ سے نہیں ہیں کہ ان کا نام بتایا جاوے کیونکہ مختلف قوم اور مختلف شہروں کے ہیں مگر صرف خدا کے لیے آپس میں دوستی کرکے ذکر الٰہی کے لیے ایک جا اکٹھے ہوکر بیٹھتے ہیں اور ابن ابی شیبہ نے حضرت امام باقر سے نقل کیا ہے کہ ذکر اور شکر سے بہتر خدا کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں ہے اس لیے اس مقام اجابت میں ذکر اور شکر کا ذکر فرمایا ہے اور صحاح میں یہ بھی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

بعد ہر نماز فرض کے یہ دعا مانگتے تھے اللّٰھمّ اَعِنّی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك کہ اے میرے اللہ میری مدد کر تا رہ اپنا ذکر کرنے پر اور اپنا شکر کرنے پر اور اپنی حسن عبادت پر، اور حقیقت شکر کی یہ ہے کہ ہر نعمت خداوندی اس کی مرضی میں صرف کی جاوے اور ناپسند سے باز رہا جاوے اور یہ بہت دشوار ہے اور شریعت میں اس عبادت کی ادائیگی کے لیے یہ طریقہ مقرر ہوا ہے کہ ہر نعمت کو حس کی طرف ملتفت ہووے محض لطف و انعام خداوندی سمجھے اور اپنی قابلیت اور استحقاق کو کچھ دخل نہ دے اور اپنے عمل کو ادائے حق نعمت سے کمتر اور قاصر جانے اور ایسا لفظ بولے کہ سب اقسام نعمت کی عام ہووے اور بروقت برتنے کسی نعمت کے اگرچہ ظاہر اُوہ نعمت معلوم نہ ہو لغو راس کا نعمت ہونا ملاحظہ کر کے اس پر زبانی تعریف خدا کی یا خرچ کرنا مال کا یا عبادت بدنی یا قربانی کرے، حاکم اور بیہقی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی نعمت بندہ پر نازل ہوتی ہے اور وہ یہ جانتا ہے کہ محض عنایت ایزدی سے یہ نعمت مجھ کو میسر ہوئی ہے میرا کچھ استحقاق اس پر نہ تھا تو یہ ہی بمنزلہ ادائے شکر کے متصور ہوتا ہے گو زبان پر کلمہ شکر جاری نہ کیا ہو اور انگرکھا جب پہننا شروع کیا اور شکر ادا کیا ابھی کہ پہن نہیں چکا ہے شکر گذار اس نعمت کا شمار کیا گیا اور ایسا ہی جب کوئی گناہ کرے اور پھر پشیمان ہووے تو یہ اس کے اعمال میں لکھی جاتی ہے گو کلمۂ توبہ اور استغفار زبان پر بھی نہ لایا ہو اور امام احمد کتاب الزہد میں اور بیہقی ابو مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں جس میں سوالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درج ہیں پڑھا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ میں تیری شکر گذاری کیونکر کر سکوں کہ میرا بہت بڑا عمل تیری نہایت چھوٹی نعمت کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے ارشاد ہوا کہ تو نے جو ادائے شکر میں اپنے کو عاجز جانا یہ ہی شکر گذاری ہے اور بیہقی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ جو شخص صبح کو کہے الحمد للہ علی حسن المساء والحمد علی حسن المبیت والحمد للہ علی حسن الصباح تو شکر شب و روز کا ادا کیا گیا اور بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے عبداللہ بن سلام سے روایت کیا ہے کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ شکر قابل تیری جناب کے کونسا ہے فرمایا کہ زبان تیری ہمارے ذکر سے تر رہے، پھر عرض کیا کہ بعض اوقات ہم قابل ذکر نہیں ہوتے ہیں کہ بسبب حاجت غسل بے استنجا کے ذکر بے ادبی ہے حکم ہوا کہ میرا ذکر کسی طور پر مت چھوڑو، پھر عرض کیا کہ کیونکر کہوں میں،

marfat.com

ارشاد ہوا کہ سبحانک اللّٰھم لا الٰہ الا انت .... سبحانك وبحمدك لا الٰہ الا انت کہتے رہو اور بیہقی کہتا ہے کہ ایک شخص حضرت کے دربار میں روز حاضر ہو کر سلام عرض کرتا، حضرت اس سے دریافت فرماتے کہ کیونکر رات گذری عرض کرتا کہ حضور! آپ کے خدا کا شکر ہے، ایک روز جو حاضر ہوا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ آج کیونکر گذری عرض کیا کہ ساتھ خیریت کے گذری اور شکر گذار ہوا، یہ سن کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اس نے عرض کیا کہ پہلے ہر بار آپ دعا فرمایا کرتے تھے اور آج دعا نہ فرمائی ارشاد ہوا کہ ہمیشہ تو شکر کرتا تھا اس لیے دعا ہوتی تھی اور آج تو نے شکر ادا نہ کیا اس میں شک کیا اس لیے دعا نہ ہوئی اور بیہقی نے ابو حازم سے روایت کی ہے کہ تمام اعضاء کا شکر جدا جدا ہونا چاہیے آنکھ کا جدا زبان کا جدا ہاتھ کا جدا، ادائے شکر صرف زبان ہی پر موقوف نہیں ہے اگر صرف زبان سے شکر ادا کرے تو کچھ فائدہ نہ ہوگا مثلاً ایک شخص ایک کنارہ اپنے کمبل کا اوڑھ لے اور باقی چھوڑ دے تو ہرگز گرمی اور سردی اور بارش میں کچھ حفاظت اسکی نہ ہوگی اور ترمذی اور ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ نعمت والا جب شکر کرے تو اس کو ویسا ہی ثواب ہے جیسا کہ روزہ دار صابر کا اور بیہقی اور ابن ابی الدنیا چند روایتیں لائے ہیں، کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو خصلتیں جس میں ہیں وہ صابر شاکر ہے اور جس میں نہیں ہے، وہ نہیں ہے ایک یہ کہ معاملات دین میں اپنے سے بڑے کی پیروی کرے دوم یہ کہ معاملات دنیا میں اپنے سے کمتر کو دیکھے اور شکر خدا کرے کہ میں اس سے بہتر ہوں اور جو اس کے خلاف دیکھے وہ نہ شاکر ہے نہ صابر اور ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو صبح کو یہ دعا پڑھے اللّٰھم ما اصبح بی او باحد من خلقك من نعمۃ فمنك وحدك لاشریك لك فلك الحمد ولك الشکر تو تمام دن کا شکر ادا ہوا اور جو شام کو پڑھے تو تمام رات کا شکر ادا ہوا اور ابن ابی الدنیا نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب کوئی کسی صاحب بلا کو مبتلا دیکھے، اور کہے کہ شکر اور ثنا اس خدا کو ہے کہ جس نے مجھ کو اس سے بچایا تو شکر ادا ہوا مگر اس طور کہے کہ صاحب بلا نہ سُنے کہ اس کا دل شکستہ ہوگا اور ابوداؤد و ترمذی کہتے ہیں کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوشی ہوتی تو شکر کا سجدہ ادا کرتے اور ابن ابی الدنیا نے عبدالرحمن بن عوف سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج حضرت جبرئیل آئے اور مجھ کو یہ بشارت دی کہ حضرت باری تعالیٰ

ف بیان ادائے شکر اور چند نعمت کے ۔

marfat.com

سے حکم ہوا کہ جو کوئی تم پر درود ایک بار پڑھے تو میں دس بار درود اس پر پڑھوں گا اور ایک بار جو کوئی سلام تم پر بھیجے تو میں دس بار سلام اس پر بھیجوں گا تو یہ بشارت سنکر میں نے سجدۂ شکر کیا اور خرائطی نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم افضل الذکر لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور افضل الشکر الحمد للہ کہنا ہے اور ابن ابی شیبہ اور ابن سعد اور دو اور محدثین نے شداد بن اوس سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم اہلِ دنیا کو مصروف ان کے سیم و زر میں دیکھو تو یہ دعا کیا کرو اللھم انی اسئالك الثبات فی الامر والعزیمۃ علی الرشد واسئلك قلبًا سلیمًا ولسانًا صادقًا واسئلك خیر ما تعلم واعوذ بك من شر ما تعلم واستغفرك بما تعلم انك انت علام الغیوب۔ اور شرع شریف میں فرزند کے تولد کا شکر عقیقہ کرنا ہے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی دینی ہے اور نکاح کا شکر ولیمہ ہے اور نئے کپڑے پہننے کا شکر یہ ہے کہ پرانا کپڑا فقیر کو دیا جاوے اور اداءِ روزۂ رمضان کا شکر یہ ہے کہ عید کے روز صدقہ دیویں اور زینت کریں اور تکلف کریں اور اداءِ حج کا شکر یہ ہے کہ قربانی عید الاضحیٰ کریں اور تکلف اور زینت کریں، کھانے اور پینے اور خواب سے اٹھنے کا شکر ذکرِ زبانی ہے اُن دعاؤں سے ادا ہوتا ہے جو احادیث میں ان وقتوں کے لیے وارد ہوئی ہیں اور شکر مالداری یہ ہے کہ لباس وغیرہ میں اپنے اوپر اس کا اثر ظاہر کرے اور فقیروں کو بھی دیوے اور شکر سواری کا یہ ہے کہ محتاجوں کو بھی عاریۃً دیا کرے اور شکرِ مواشی یہ ہے کہ دودھ اس کا کبھی فقیروں کو دیا کرے اور کھیتی اور میوہ کا شکر یہ ہے کہ کسی کو اس کے کھانے سے منع نہ کرے لیکن لے جانے سے منع کرنیکا حق ہے کہ اس میں نقصانِ سرمایہ ہے اور شکر ہر کاریگری کا یہ ہے کہ اس کا فیض جاری رکھے، صاحبِ حاجت کا خط لکھ دے اور طالب علم کو پڑھا دیوے غریب کے کپڑے سی دیوے اور چونکہ ذکر اور شکر خداوندی شامل جملہ احکام شرعیہ کو ہے اور ایسے ہی کفران نعمت تمام منہیات کو پس ادا کرنا جملہ احکام شرعیہ کا اور بچنا تمام منہیات سے بنظر ظاہری دشوار ہے اس لیے اس کے واسطے ایک طریقہ مسلمانوں کو بتایا جاتا ہے کہ جب اس کو اختیار کریں گے تو گویا عامل جملہ احکام شرعیہ اور محفوظ جملہ منہیات سے ہونگے یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ۔ اے ایمان والو اگر ذکر اور شکر میرا اور بچنا میری منہیات سے تم کو دشوار پڑے تو مدد مانگا کرو اللہ سے بواسطہ صبر کے کہ ہمارے لشکروں میں سے یہ

ف بیان تخصیص صبر کا ساتھ انسان کے ۔

marfat.com

بہت بڑا لشکر ہے اور خاص کیا گیا ہے ساتھ آدمی کے کہ یہ تمہاری مشکلات میں مددگار رہے گا، اور اور حیوانات کو کہ صرف شہوت ہے عقل نہیں اور ملائکہ کو کہ صرف عقل ہے شہوت نہیں صبر نہیں دیا گیا پس صبر کہ واسطے روکنے شہوت اور غضب کے ہے اور کو نہیں دیا گیا سوائے تمہارے کیونکہ ابتداءً اگرچہ انسان بطور اور حیوان کے پیدا ہوتا ہے اور سوائے کھانے کے اور کچھ اس کو مطلوب نہیں ہوتا ہے، اور پھر سوائے کھیل کے اس کو اور کچھ مرغوب نہیں ہوتا ہے اور پھر جوانی میں سوائے جماع کے اور کچھ خوب نہیں معلوم ہوتا ہے مگر اس وقت میں عقل بھی اس کو ملتی ہے کہ بذریعہ اس کے اس لذت موجود کو چھوڑ کر بسعادتِ انجام رجوع کرتا ہے پس جبکہ عقل غالب آئے اور شہوت زائل ہو تو اس کو صبر کہتے ہیں، صبر کی دو قسمیں ہیں بدنی کہ متعلق بدن سے ہے اور نفسانی کہ متعلق نفس سے ہے، صبر بدن کا یہ ہے کہ مشقت اور عمل سخت اختیار کرے اور یا امراض بدنی پر صبر کرے اور نفس کا صبر یہ ہے کہ نفس کو خواہش ہائے طبع سے باز رکھے پس اگر خواہش شکم اور فرج سے محفوظ رہے تو عفت حاصل ہوگی اور طلبِ زیادتی اور کثرت سے اگر باز رہے تو صاحب صبر و قناعت ہوگا اور بروقت مصیبت اگر شیون اور ماتم سے بچے تو صبر عرفی ہوگا اور تونگری میں اگر غرور و نخوت سے باز رہا اس کو بلند حوصلہ کہتے ہیں اور لڑائی میں اگر بھاگنے اور تزلزل پر صبر کیا اس کو شجاعت کہتے ہیں اور غصہ میں اگر بدگوئی سے بچا تو وہ حلم ہے اور ایسے ہی اگر مہمات امور میں اضطراب نہ ہو تو بھی بلند حوصلہ ہے اور اگر زبان کو اظہار راز سے روکا تو راز دار ہوگا پس یہ شکرِ خداوندی جملہ امورِ دین و دنیا میں مددگار رہتا ہے اور حقیقت صبر کی یہ ہے کہ آدمی کسی کار سخت کی کدورت اپنے اوپر نہ آنے دیوے اور اگر آ بھی جاوے تو اس کو سخت نہ جانے اور کسی کار سخت کا نہ آنے دینا اور اس کی کدورت کا اثر نہ ہونے دینا اپنا اختیار نہیں ہے تو اب صبر کی حقیقت یہ ہے کہ باوجود اس کے اپنے کو ان باتوں سے باز رکھنا کہ خلاف عقل اور خلاف شرع ہوں اور گلہ اور بے صبری سے باز رکھنا اور آنسو بہنا اور رنگِ چہرہ بدل جانا خلاف صبر نہیں ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کا فرزند مرا تھا روتے تھے اور اظہار غم کا اس طرح کیا تھا کہ ہم تیری جُدائی سے اے ابراہیم بہت غمگین ہیں، لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیا حال ہے فرمایا کہ ایسا غم کرنا اور اس طرح رونا سبب رحمت کا ہے اور جس کے دل میں رحم ہوتا ہے وہ رحم بھی کرتا ہے اور فرمایا کہ ہماری آنکھ اشک ریز ہے اور دل اندوہ گیں مگر ہم کہتے ہیں کہ ایسی بات کہ

ف بیان اقسام صبر کا۔

marfat.com

راضی ہووے اللہ تعالیٰ اور یہ اشک ریزی اور اندوہ گینی اپنے اختیار میں نہیں ہے اس پر گُنہ نہیں ہوگا اور زبان ناپسند باتوں سے بند رکھنی چاہیے اور صبر یہ ہے کہ بروقت آنے مصیبت کے کیا جاوے اور بعد بے صبری اور بیقراری کے جب تھک جاتا ہے تو صبر خود بخود ہو جاتا ہے اس کو صبر نہیں کہتے ہیں کہ یہ تسلی ہے اس لیے کہ مصیبت پر ہمیشہ بیقراری نہیں رہ سکتی ہے اور صبر ایسا اچھا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن شریف میں ستّر یا چھتّر جگہ فرمایا ہے کہ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر طاعت پر جزا مقرر ہے اور صبر پر بے اندازہ ہے چنانچہ روزہ کہ کھانے اور پینے اور صحبت پر صبر ہے بہت عمدہ عبادت ہے کہ خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم صبر کروگے تو میں تمھاری مدد کرونگا پانچ ہزار فرشتے بھیج کر اور صبر والوں کو میں نے خاص کیا کہ ان پر میری رحمت خاص ہے اور حدیث میں ہے کہ صبر نصف ایمان ہے کیونکہ منہیات کو چھوڑنا اور مامورات کا بجالانا موافق حکمِ خداوندی کے برخلاف اپنی خواہش کے بدون صبر کے نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ صبر ہی ایمان ہے مگر بعض منہیات اور بعض مامورات خواہش نہیں ہوتی ہیں اس لیے صبر کو نصف ایمان فرمایا پس تکلیفات شرعیہ جو شاق معلوم ہو دیں ان کے آسان ہونے کا علاج صبر ہے کہ اس سے ذکر اور شکر اور ترکِ کفران نعمت حاصل ہوتا ہے اور اگر باوجود اس عادت صبر کے بھی تکلیفات شرعیہ گراں معلوم ہوں یا حوائج ضروریہ معاش میں لاچار ہو کہ جو ذکر اور شکر اور ترکِ کفرانِ نعمت کا مانع ہووے تو ایک ذریعہ ہم اور بتلاتے ہیں وَالصَّلٰوۃِ کہ اب مدد مانگتے رہو ساتھ نماز کے کہ ایک تریاق مجرب ہے مرکب چند چیزوں سے جزو اعظم اور خلاصہ اس کا دعا ہے کہ تمام جزو کل کی گرہ کشائی اور ہر محتاج کی کارروائی اسپر موقوف ہے اور باوجود اس کے نماز ایک عبادت ہے مستقل اور ایک ہیئت ہے کہ اس میں ذکر اور شکر بھی موجود ہیں کہ اس شغل میں جان اور طبیعت کو تسلی ہوتی ہے کہ ہم اپنی حاجات اور معاش کی تحصیل میں لگے ہوئے ہیں اور ذکر اور شکر بھی کہ اصل مقصود ہے جاری رہتا ہے اور طریق استمداد اپنی حاجات اور معاش وغیرہ کا اوپر گذرا کہ منجملہ اس کے صلوٰۃ الحاجات ہے تمام مطالب کے لیے اور صلوٰۃ الاستسقاء ہے بارش کے لیے اور مطلق نوافل دفع اضطرار کے لیے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی غم ہوتا تو نماز میں مشغول ہوتے تھے اور حاکم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو ایک روز غش اس قدر غالب ہوا کہ گمان ہوا کہ یہ مرگئے اور مایوس ہو کر سب لوگ وہاں سے

ف بیچ فضائل صابرین اور فضیلت صبر کی ۔

marfat.com

چلے آئے اور مکان خالی کر دیا اس وقت اضطرار میں ام کلثوم بنت عقبہ مسجد میں آئیں اور یہ آیت یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا الخ پڑھ کر نماز میں مشغول ہوئیں، ایک ساعت نہ گذری تھی کہ ان کو آرام ہو گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نماز پڑھنا اس وقت کہ بموجب حکم بادشاہ جابر کے اس کے ملازم حضرت سارہ کو لے گئے تھے اوپر ذکر ہو چکا ہے اور مشغول ہونا جریج راہب کا جبکہ ان پر تہمت زنا کی لگی تھی بخاری و مسلم میں مذکور ہے، الغرض نماز کہ ذکر و شکر بھی اس میں ہے خاص دعا کے لیے نہایت عمدہ صورت ہے کہ اس سے بہتر اور ممکن نہیں ہے اور قدیم اور جدید اہل ایمان سب بذریعہ دعا کے مدد مانگتے رہے ہیں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ تم صبر سے غافل رہو گے کہ اِنَّ اللّٰہَ اللہ تعالیٰ یقیناً مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ ساتھ صبر والوں کے ہے کہ صبر والے ساتھ خلق باری تعالیٰ کے کہ صبور و حلیم ہے خوگر اور عادت پذیر ہوتے ہیں سوائے اس معیت کے کہ حق تعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ باعتبار علم اور قدرت کے ثابت ہے صابر کو معیت باری تعالیٰ کی بذریعہ صبر کے بھی ثابت ہوتی ہے اور علامات اس معیت کی یہ ہیں کہ اس کو توفیق کار خیر کی حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنے نفس اور شیطان پر کہ مانع ذکر و شکر کے ہیں اور باعث کفران نعمت کے مدد اور غلبہ پاتا ہے اور اس سب سے مقصود تمہارا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہو سو وہ بذریعہ اس صبر کے ہوتی ہے اور یہ معیت صبر کے ذریعہ سے حاصل ہوئی تو نماز کے ذریعہ سے بھی حاصل ہوگی بلکہ وہ تو ایک ایسی چیز ہے کہ معیت حق تعالیٰ اس کا خاصہ ہے اور معراج مومنین ہے اسی لیے کچھ ضرورت نہ تھی کہ یہ فرمایا جاتا کہ اللہ صبر والوں کے اور نمازیوں کے ساتھ ہے اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ جامع جملہ کمالات کا ہے تو معیت والے بھی جامع جملہ کمالات کے بخوبی ہو دیں گے اور بہت کامل صبر جان بنام خدائے تعالیٰ دینا ہے کسی دوسرے کام مر جانا اور اپنے مال کا جاتا رہنا اس درجہ کو نہیں پہنچتا ہے پس بسبب حصول اس معیت کے کمال حیات جیسا کہ باری تعالیٰ کو حاصل ہے صبر والوں کو بھی حاصل ہونا چاہیے پس ایسے صابرین کہ جنھوں نے جان نثاری کی ہو ان کی کمال حیات میں کیا تردد ہے۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ اور نہ کہو تم ان صابروں کو کہ جان نثار ہوئے راہ خدا میں کہ مردے ہیں کیونکہ مرنے سے جدائی روح کی منظور ہے اور اسی لیے بدن کی قوت حس و حرکت زائل ہو جاتی ہے اور روح میں کچھ فرق نہیں آتا ہے ویسی کار رہتی ہے بلکہ بہ نسبت اس کے زیادہ روشن ہو جاتی ہے کیونکہ کدورت بدن جو اس کو مانع ادراک امور سے تھی زائل ہو جاتی ہے، اسی لیے

marfat.com

روح کسی کی نہیں مرتی شہید ہو یا مومن ہو یا کافر، کیونکہ مرنا صرف بدن کے لیے ہے مگر روح کو بھی دو وجہ سے موت ہوتی ہے اوّل جب تک کہ بدن کے ساتھ ہوتی ہے ترقی مراتب اس کیلئے ممکن ہے اور اس کے بدون غیر ممکن ہے اور دوم بہت فوائد اور لذائذ جو بدن سے اس کو حاصل ہوتے تھے اب ممکن نہیں ہیں اس لیے اس کو شرع شریف میں حکم موت دیا گیا کہ سب عمل اس کے نیک و بد تمام ہوئے اور خاتمہ اس کا سعادت پر یا شقاوت پر ہوا اور جو کہ نقصان رہا اس کا تدارک اس سے ممکن نہیں اور اسی لیے مال اس کا وارثوں کیلیے ہے کہ اس کو لذت اور فائدہ کہ مال سے متعلق ہے اس کے لیے ممکن نہیں ہے اور بیوی اس کی بھی فارغ ہے اس لیے بعد عدت نکاح اس کا کسی اور سے جائز ہے مثلاً سوار نے کہ اپنا گھوڑا بیچ دیا تو اب حاجت اس کے سامان کی نہیں ہے لگام کیا کریگا زین کس پر دھریگا اور جبکہ سوداگر نے دکان تجارت موقوف کر دی تو اب زیادتی سامان کی کیا حاجت ہے پہلا اندوختہ کیا کچھ کم ہے اور اس طرح کا مرنا کہ مانع ترقی اور مانع استلذاذ ہو غیر شہیدوں کے لیے ہے نہ شہیدوں کے لیے بَلْ اَحْیَآءٌ بلکہ جان نثاران براہ خدا زندہ ہیں کہ ان کا ثواب ہمیشہ زیادتی میں ہے اور جس عمل میں جان دی ہے اس کا اجر جاری ہے گویا اب کیے جاتے ہیں اور صحیح مسلم اور بخاری میں ہے کہ عمل آدمی کا ختم ہو جاتا ہے جب وہ مرتا ہے مگر مجاہد فی سبیل اللہ کہ اس کا عمل قیامت تک بڑھتا جاوے گا۔

اور تلذذ اور فائدہ برداریِ بدن بھی ان کی موقوف نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ان کے بدن میں ایسی کیفیتیں دیتا ہے کہ ان کو لذات حاصل ہوتی رہتی ہیں اور امام مالک اور امام احمد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے کعب بن مالک سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شہیدوں کی ارواح جانورانِ سبز رنگ کے شکم میں رکھی جاتی ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ بہشت کے میوے کھاویں اور بہشت کی نہروں میں سے شراب اور دودھ اور شہد پیویں اور قندیلیں کہ عرش کے ساتھ لٹکتی ہوئی ہیں، ان کے گھونسلے ہیں کہ ان میں وہ آرام کرتی ہیں اور یہ حدیث باعتبار اصل کے متواتر ہے اور یہ سب لذتیں کہ ان کو حاصل ہوتی ہیں بے تکلف اور بے محنت حاصل ہوتی ہیں اور ان کو کچھ غم والم نہیں ہوتا ہے تو یہ حیات ان کی بہ نسبت حیات دنیا کے اور قسم کی ہے وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ مگر تم نہیں جانتے ہو کہ وہ زندگی اور ہے اور یہ اور ہے کیونکہ ان کا عیش اور خوش معاشی تم کو نظر نہیں آتی ہے ونیز احوال ان کے تلذذ کا اس بدن ظاہری سے متعلق نہیں ہے، سوال یہ ہے کہ ارواح شہداء کا منتقل ہونا جانوران

سبز رنگ میں تناسخ ہے اور یہ اسلام میں ثابت نہیں ہے، جواب یہ ہے کہ دنیا میں ایک روح کو کہ بدن عنصری سے تعلق حاصل ہوا ہے اس کے لیے نشوونما ہوتا ہے بعد تمام ہونے اس مدت کے روح کو اس بدن سے جدائی ہوتی ہے تو دوسرے بدن عنصری میں اس کو تعلق ہو کر نشوونما ہوتا ہے اور یہ امر ارواح شہداء سے متعلق نہیں ہے کہ یہ جانور عالم عنصری نہیں ہیں اور ان کو ساتھ اس روح کے ترقی اور نشوونما نہیں ہوتا ہے بلکہ ان کی روح اور ہے کہ یہ روح ان میں رہتی ہے اور جزا موافق عمل کے ہوتی ہے اس لیے عمل جاں نثاری کہ موجب جدائی بدن ہوا ہے سبب عطائے بدن ہو جاتا ہے بدلے اس بدن کے کہ یہ زندگی اور یہ بدن انکے لیے جزا ان کے عمل کی ہے نہ حیات ابتدائی اور دوبارہ اور ہم نے جو تم کو یہ طریق ذکر و شکر و ترک کفران نعمت بتلایا کہ صبر اور نماز سے کیا کرو تو نہ جانو کہ صرف اسی پر اکتفا ہوگا بلکہ اس صبر پر وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ تمھارا امتحان لیں گے پر نہ ایسا کہ تم اس کے متحمل نہ ہو سکو بلکہ بِشَيْءٍ کچھ ایسا کہ تم پر ناگوار نہ ہو کبھی دشمنوں کے مِّنَ الْخَوْفِ خوف سے اور یہ امتحان جب ہوا کہ تم اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ میں چلے آئے۔ اور کنبے والوں سے جدائی اور برائی ہوئی کہ جن سے امید بھلائی کی تھی صرف بسبب تمھارے اسلام کے سب قبائل عرب اور یہود وغیرہ تمھارے دشمن ہوئے چنانکہ جبتک احزاب میں خوف ہوا اور ھنالك ابتلی المؤمنون و زلزلوا زلزالاً شدیداً۔ اسی باب میں نازل ہوئی وَ۔ اور آزمایش کریں گے ہم تمھاری ساتھ الْجُوعِ بھوک کے کہ بسبب عداوت اور خوف کے تم حصول معاش سے عاجز رہو گے اور جو اسباب کہ موجود ہے سب جہاد میں صرف ہوگا کہ یہ امر بعد از ہجرت کے متحقق ہوا یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغلبۂ بھوک باہر تشریف لائے، راستہ میں حضرت ابوبکرؓ ملے انھوں نے عرض کیا کہ ایسے وقت میں حضرت کیوں باہر تشریف لائے فرمایا کہ بسبب بھوک کے، انھوں نے بھی عرض کیا کہ میں بھی بھوک کے مارے نکل آیا ہوں اور پیٹ پر پتھر کا باندھنا بسبب بھوک کے تو مشہور ہے اور روزہ بھی کہ بھوک اختیاری ہے بعد از ہجرت سال دوم میں فرض ہوا۔ وَ۔ اور آزمائیں گے ہم تم کو ساتھ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ نقصان ہونے مال کے کہ کچھ جہاد میں صرف ہوگا اور کچھ کفار لوٹ لیں گے اور کچھ صدقہ اور زکوٰۃ و خبرگیری مساکین و فقراء اور ایتام میں صرف ہوگا چنانچہ بازدحام کفار زراعت تلف ہوئی۔ وَ۔ اور آزمائیں گے ہم تم کو الْاَنْفُسِ۔ ساتھ نقصان جانوں کے کہ بعض عزیز و قریب جہادوں میں قتل ہوں گے اور بعض بسبب بھوک اور پیاس اور شدت سفر و گرمی

مومنوں کے انواع مصائب سے ابتلاء کا بیان

marfat.com

ے مریں گے، مہاجرین اور انصار میں ہر سال نقصان ہوتا گیا، جنگ احد میں ستر آدمی انصار مارے گئے اور جنگ بیر معونہ میں بھی ستر انصاری شہید ہوئے، جنگ اُحد کے بعد مدینہ منورہ میں کوئی گھر نہ تھا کہ جس میں ماتم نہ تھا اور جس میں صدائے گریہ وزاری بلند نہ تھی اور جو کوئی زندہ رہا وہ یا اندھا ہا یا بہرہ ہا یا لنگڑا تھا یا لُولا تھا، کچھ نہ کچھ آفت رسیدہ تھا، ہاتھ حضرت طلحہ کے شل ہو گئے تھے. وَ. اور آزمائیں گے ہم تم کو الثَّمَرٰتِ ساتھ کم ہونے پھلوں کے یعنی اولاد کا مرنا اپنی جان جانے سے زیادہ غمناک کرتا ہے اور اسی لیے اس مصیبت کو سب کے بعد فرمایا اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب مرد مسلمان کا بچہ مرتا ہے تو باری تعالیٰ فرشتگان قابض الارواح سے دریافت فرماتا ہے کہ جب تم نے اس کی روح نکالی تو میرے بندے نے کیا کہا وہ عرض کرتے ہیں کہ آپ کا شکر کیا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہا، تب حکم ہوتا ہے کہ اس بندہ کے لیے بہشت میں گھر بناؤ کہ اس کا نام بیت الحمد یعنی گھر شکر کا رکھا ہے اور پھلوں سے مراد میوہائے درخت نہیں ہے کہ وہ مال میں داخل ہے اس کا دوبارہ ذکر کیا ضرور ہی ہے اور جان کی مصیبت پر اس کو کیا فوقیت تھی کہ اسکے بعد اسکا ذکر ہو، چنانچہ امام شافعیؒ سے بھی ترتیب منقول ہے کہ خوف اور بھوک کہ وہ روزہ رمضان کا پھر نقصانِ مال زکوٰۃ اور صدقہ ہے اور نقصانِ جان مرض اور جان نثاری براہ خدا ہے اور نقصانِ ثمرات مرنا اولاد کا اور باوجود سب سامان عیش کے اگر خوف ہو تو سب عیش تلف ہوتا ہے اس لیے اس کو مقدم کیا گیا کہ اس سے فی الفور آرام جاتا رہتا ہے، پھر بھوک سے عیش مکدر ہوتا ہے اور خوفِ ہلاکت ہے پھر نقصانِ مال کہ اس سے بھوک کا خوف ہے پھر جہاد کہ غالب الحال قتل ہے، پھر مرنا اولاد کا کہ اپنے مرنے سے اتنا غم نہیں ہوتا ہے کہ نسل کو باقی جانتا ہے اور اولاد کے مرنے سے نسل کو منقطع جانتا ہے. وَ. اور جبکہ ان آزمائشوں میں پورے نکلے اور صبر اور ذکر اور شکر ثابت ہوا اور معیت خدائے تعالیٰ کی ان کے لیے متحقق ہوئی تو ان کے حال سے سکوت مت کرو بلکہ اے محمد صلعم وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ. بشارت دو ان صابروں کو کہ اللہ ساتھ ان کے ہے اور جب ان پر مصیبت آتی ہے تو صبر اور ترک شکایت ہی پر کفایت نہیں ہے بلکہ اس کو وسیلہ اپنی بہبودی کا جان کر قَالُوْٓا کہتے ہیں کہ اس مصیبت سے کیوں بیقرار اور بیکل ہوویں کہ اِنَّا لِلّٰهِ ہم خود اپنی جان و مال کے مالک نہیں ہیں بلکہ ہم بندے اور ملک اللہ تعالیٰ کی ہیں. کہ حفاظتِ ملک مالک کا ذمہ ہے اور ہمارا خدا سب پر غالب ہے تو ہم کسی سے نہ ڈریں نہ کسی ظالم سے

marfat.com

اور نہ کافر سے اور نہ شریر سے اور نہ درندہ اور گزندہ جانوروں سے اور ہم کہ ملک اپنے خدا کی ہیں اور رزق ملک ذمہ مالک کے ہوتا ہے اور ہمارا مالک مالک سب خزانوں کا ہے تو ہم کو نہ چاہیے کہ بھوک سے خوف کریں اور اگر ایک وقت ہم بھوکے رہیں اور رزق نہ ملے تو عین حکمت اور مصلحت ہوگی جیسا کہ طبیب مشفق بد ہضمی والے کو ایک وقت کے کھانے سے روکتا ہے اور دوسرے وقت بالضرور دیتا ہے اور ایسے ہی ہماری جان اور ہماری اولاد اور ہمارا مال خاص اس کی ملک ہے ہم کو اس پر عاریۃً قبضہ ہے اگر مالک نے اپنی عاریت ہم سے لے لی تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور باوجود اس کے ہم کو مستحق ثواب بھی اس صبر پر کیا ہے وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَٰجِعُونَ ۔ اور ہم اس کی طرف ضرور رجوع کریں گے، کہ وہاں جو جو وعدے فرمائے ہیں سب ہم کو ملیں اور وہاں کی بخشش ایسی ہے کہ نقصان یہاں کا کچھ حقیقت اس کے سامنے نہیں رکھتا ہے اور حدیث شریف میں ہے کہ ایک شب حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ کا چراغ گل ہوگیا فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ کیا یہ بھی مصیبت ہے فرمایا کہ ہاں جو چیز باعث قلق ہو اور اس سے دل کو کچھ تعلق ہو اس کا جاتا رہنا مصیبت ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو ہر وقت مصیبت بے صبری اور بیقراری نہ کرے اور یہ کلمہ پڑھے تو اس مصیبت کا بدلہ نیک ملتا ہے اور ثواب اس کا اس کے لیے جمع ہوتا ہے۔ حضرت ام المومنین ام سلمہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند ابوسلمہ جب مرے تو میں نے کہا کہ ان کا بدلہ کون ہوگا کہ یہ تو بہت نیک تھے مگر میں نے بموجب فرمانے حضرت رسول مقبول کے پڑھا تو حضرت صلعم سے میرا نکاح ہوا اب معلوم ہوا کہ یہ بدلہ ان سے بہتر مجھ کو عنایت ہوا۔ و نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مسلمان کو مصیبت کسی نوع کی پہنچتی ہے اور وہ یہ کلمہ بار بار پڑھتا ہے تو عوض اس مصیبت کے نیکی ملتی ہے اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ کلمہ خاص ہماری امت کو ملا ہے۔ اگلی امتوں کو عنایت نہیں ہوا تھا اور بیہقی نے شعب الایمان میں سعید بن جبیر سے یہ روایت کی ہے کہ یہ کلمہ اگلے پیغمبروں کو بھی نہ ملا تھا ان کی امتوں کا تو کیا ذکر ہے چنانچہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے غم مفارقت میں یا اسفا علی یوسف کہا اور یہ کلمہ نہ کہا اور بیہقی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ چار عادتیں جس میں جمع ہو جاویں اس کے لیے بہشت میں گھر بنتا ہے اوّل یہ کہ اپنے سب کاموں میں التجا بخدا ہو۔ دوم یہ کہ مصیبت میں انا للہ وانا الیہ راجعون کہے سوم یہ

کہ نعمت الٰہی پر الحمد للہ کہے، چہارم یہ کہ جب کوئی گناہ اس سے ہو جاوے تو استغفر اللہ کہے۔
اور امام احمد و ابن ماجہ اور بیہقی بروایت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حدیث بیان کرتے ہیں کہ بعد گذر جانے مصیبت کے اگر پھر یاد کرے اور اس پر یہ کلمہ کہے تو خدائے تعالیٰ ثواب اس مصیبت کا دوبارہ دیتا ہے گویا آج یہ مصیبت واقع ہوئی اور حکیم ترمذی نے روایت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ بیچ حق نعمت کہنے کے اور اوپر جزع فزع کے کہ عادت مسلمانوں کی جبلی ہے۔ ترک عادت کرنا اور آیت استرجاع پڑھنا اور اس کے اوپر حمد و صبر کرنا باعث اجر کامل اور ثوابِ تازہ کا ہے گویا کہ وہ نعمت آج ملی ہے اور طبرانی نے حدیث عبد اللہ بن عباس کی روایت کی ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ خبر موت کی سنکر انسان بیقرار ہوتا ہے پس چاہیے کہ جب خبرِ مرگ مسلمان سُنے چاہیے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون وانا الی ربنا لمنقلبون کہے اور اپنی موت سامنے دیکھے۔ **شعر**۔ موت کا جب کسی کی ہووے ذکر۔ چاہیے اپنا بندوبست کیا۔ یہ ہی مضمون شیخ جامی نے فارسی میں درست کیا اور حضرت ابوامامہ باہلی کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت سرورِ عالم کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی، اور فرمایا کہ یہ بھی مصیبت ہے اور اسی کے مطابق بزاز و بیہقی نے ابوہریرہ کی حدیث نقل کی ہے کہ ایک تسمہ جوتی پر بھی استرجاع چاہیے کہ وہ بھی مصیبت ہے اور اس استرجاع پر مستحق ثواب ہوں گے۔ بلکہ ابن ابی الدنیا اور دیلمی انسؓ کی حدیث نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے بجائے تسمہ چرمہ کے لوہے کی کیلیں لگائی تھیں حضرت صلعم نے اس کو ملاحظہ کر کر فرمایا تو بہت دراز امید رکھتا ہے اور ثواب اس ادنےٰ مصیبت سے بھی محروم رہیگا کیونکہ نہ ٹوٹے گا اور نہ یہ کلمہ کہے گا اور نہ اس کے ٹوٹنے پر صبر ہوگا اور نہ اس صبر پر مستحق صلوٰۃ اور رحمت کا ہوگا اور یہ صلوٰۃ اور رحمت دنیا اور دلذائذ دنیا سے کیسی کچھ بہتر اور زائد ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک روز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے تشریف لائے اور انگوٹھے میں کانٹا چُبھا تھا تو اس کے درد سے بار بار استرجاع فرماتے تھے اور انگوٹھے کو ملتے تھے جب میں نے یہ دیکھا تو پاس جا کر کچھ اثر اس کا دیکھا اور عرض کیا کہ میرے ماں اور باپ آپ پر فدا ہوں اس قدر خفیف زخم سے اس قدر استرجاع اور دردمندی، حضرت نے یہ سنکر تبسم کیا اور میرے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ اس خفیف سے اس لیے استرجاع ہے کہ کبھی چھوٹی مصیبت بھی بڑی ہو جاتی ہے اس واسطے ڈرنا چاہیے اور سعید بن المسیب اور حسن بصری کی جماعت اگر فوت ہو جاتی

marfat.com

تو ایسی بلند آواز سے استرجاع فرماتے کہ لوگ حیران ہوتے کہ یہ کیا مصیبت پڑی اور پوچھنے کو آتے۔ الغرض جیساکہ نماز ذریعہ صلوات اور رحمت کا ہے ویسا ہی صبر اور ذکر اور شکر بھی ذریعہ قربت بدربار باری تعالیٰ ہوتا ہے۔ اسی لیے أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ ان صابرین وذاکرین ومعیبت زدہ لوگوں پر صلوات ان کے رب کے پاس سے اترتی ہیں کہ پھر ان کے اوپر کوئی گناہ دنیا یا عقبیٰ میں مؤثر نہ ہو سکے گا جیساکہ نماز تمام اسباب اور موجبات گناہ سے محفوظ رکھتی ہے اور اصالتاً یہ عنایتِ خداوندی ساتھ انبیاء کے ہے مگر ان کے لیے عصمت اصلاً ہے اور ان کے لیے اصلاً تو نہیں ہے پر گناہ کردہ وناکردہ سب برابر ہو جاتا ہے اور اسی لیے ترمذی اور ابن ماجہ میں وارد ہے کہ جس کے تین فرزند مرجاویں اور وہ باحکام بالا صبر کرے تو اس کو کبھی بہشت کی اور ڈھال حفاظت کی دوزخ سے عنایت ہوتی ہے اور بعض مردوزن نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اگر کسی کے دو یا ایک بچہ مرے تو بھی یہ مرتبہ حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ ہاں قسم خدا کی حمل جو ناقص گر پڑے وہ بھی اپنی ماں کو بہشت میں لے جاویگا اگر وہ صبر کریگی اور امام مالک موطا میں اور بیہقی شعب الایمان میں یہ حدیث ابوہریرہ رض کی لائے ہیں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد با ایمان پر پے درپے مصیبتیں پڑتی رہتی ہیں، کبھی صدمہ جان پر ہے کبھی مال میں نقصان ہے کہ یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ خدائیتعالیٰ کے پاس گناہوں سے پاک جاتا ہے اور امام احمد اور نسائی اور بیہقی اور حاکم قرہ مزنی سے یہ حدیث لائے ہیں کہ حضرت صلعم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا کرتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا رہتا تھا، حضرت نے فرمایا کہ تو اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتا ہے کہ اس کو جدا نہیں کرتا ہے اس نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ کو اللہ تعالیٰ اتنا دوست رکھتا ہے جتنا میں اپنے بیٹے سے محبت رکھتا ہوں، بعد چند روز کے اس کا حاضر ہونا موقوف ہوا تو حضرت نے لوگوں سے پوچھا کہ کہاں ہے کیوں نہیں آتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا بیٹا مر گیا اس کو نہایت غم ہے اس لیے نہیں آتا ہے، یہ سنکر آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بروز قیامت جس دروازہ سے بہشت میں تم جانا چاہو گے تمہارا لڑکا دوڑ کر اس کو کھول دیگا اور دوسری روایت میں اس کے علاوہ یہ بھی آیا ہے کہ دوزخ کے ہر دروازہ پر کھڑا ہو گا کہ تم کو اس میں نہ جانے دیوے ایسے ہی ابن ابی الدنیا نے کتاب العزی میں لکھا ہے اور بیہقی نے انس کی اور حاکم نے بریدہ اسلمی کی حدیث نقل کی ہے کہ ہم ایک روز خدمتِ والا

marfat.com

میں حاضر تھے کہ کسی نے یہ خبر دی کہ ایک انصاری کی بیوی کا بیٹا مر گیا ہے وہ بہت بیقرار ہے، یہ سنکر حضرت مع حاضرین وقت کے گھر اس کے تشریف لے گئے اور تسلی اور دلاسا دیا اور پوچھا کہ اس قدر گریہ وزاری کیوں کرتی ہے عرض کیا کہ میرا کوئی فرزند زندہ نہیں رہتا کیونکہ گریہ وزاری نہ کروں پس میں رقوب ہوں، حضرت صلعم نے فرمایا کہ غلط رقوب وہ ہوتا ہے کہ اس کی تمام اولاد زندہ ہو اور ذخیرہ آخرت نہ ہوئی ہو جس مسلمان عورت کے تین فرزند مر جاویں اور وہ طالب اجر ہو تو اس کے واسطے بہشت واجب ہے حضرت امیر المومنین عمرؓ نے عرض کیا کہ اگر دو فرزند وفات پاویں فرمایا تب بھی یہی حکم ہے، پھر ابی بن کعب قاریوں کے سردار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا ایک فرزند مر چکا ہے فرمایا اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن مصیبت کے اول صدمہ میں صبر چاہیے اور باوجود ان عنایات خاصہ کے کہ صبر کرنے والوں کو خوف معصیت اور گناہ سے مامون کیا اور ہمرنگ انبیاء کے کر دیا اور عنایات عامہ بھی کہ موجب گوناگوں ثواب آخرت کی ہوں عطا ہوں گی چنانچہ فرماتے ہیں وَرَحْمَةٌ یعنی ان پر خدا کی مہربانی ہے جان اور مال کی ہلاکی کے عوض میں جیسے وہ عنایات خاصہ صبر اور ترکِ گریہ وزاری کے عوض تھیں وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔ اور یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں کہ عین مصیبت میں کہ باعث دوری اور ناخوشنودی و شکایت جناب باری سے ہو دروازہ طرف قرب اور تحصیل رضامندی کے کھولا اور سبب دوری اور حرمان کو عین سبب قرب اور وصال کا کیا اور کمال ہدایت یہی ہے کہ ہر طرف سے اپنے مطلب کا کھوج پیدا کریں اور ہر گوشہ سے اپنا مدعا نکالیں چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حال مومن سے تعجب ہے کہ اس کے ہر کام میں خیر ہے اگر کوئی حالت خوشی کی پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہے اور اس وسیلہ سے قرب خداوندی اور استحقاق اجر و ثواب کا حاصل کرتا ہے اور اگر کوئی حالت ناخوش ظاہر ہوتی ہے تو استرجاع کرتا ہے اور صبر کرتا ہے اور اس راہ سے بھی نزدیکی الٰہی اور استحقاق ثواب اور اجر پیدا کرتا ہے، گویا ہر طرف سے اس کے واسطے دروازے قرب کے کھلے ہوئے ہیں، اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ صلوٰۃ میں صیغہ جمع اور رحمت میں صیغہ مفرد اختیار کرنے میں کیا نکتہ ہے، اس میں یہ نکتہ ہے کہ صلوات عبارت عنایات خاصۂ حق سے ہے کہ یہ قسم صابروں کو کئی طرح عنایت ہوتی ہے اول یہ کہ جب وہ وقت مصیبت کے یہ عمل کریں تو اور لوگ بھی ان کی پیروی کر کے یہی طریق اختیار کریں پس ان صابروں کو کارخانہ نبوت میں

marfat.com

اس طرح شرکت حاصل ہوئی کہ باعث نیک رسم کے ہوئے کہ اور لوگوں نے ان کی پیروی سے راہ قرب پائی دوسرے یہ کہ دشمن اور اہل طعنہ کہ اکثر شیاطین انس وجن اور حاسد اور منافق ہوتے ہیں ان کلمات کے سننے سے ذلیل اور خاسر ہوتے ہیں اور وسوسہ سے باز رہتے ہیں اس راہ سے بھی منصب پیغمبری میں شرکت حاصل ہوئی کہ کام پیغمبروں کا ہمیشہ شیاطین اور حاسد اور منافقوں کو ذلیل کرنا ہے اور حقیقت میں اصل جہاد یہی ہے تیسرے یہ کہ بسبب ثابت رہنے اس ارادے پر اور کوشش اور اجتہاد کرنے دین الٰہی میں وہ رضا بالقضا میں بمرتبۂ اعلیٰ پہنچے اور یہ بھی میراث نبوت ہے پس گویا تینوں راہوں سے قرب الٰہی سے کہ مخصوص بہ پیغمبران ہے استفاضہ کرتے ہیں اور واسطے اشارہ تعدد اس راہ کے لفظ صلوات جمع فرمایا بخلاف لفظ رحمت کے کہ مدلول اس کا تمام اہل طاعت پر عام ہے اور اس میں اختلاف نہیں ہے جو بندہ جس راہ سے طاعت اللہ کی کرے مستحق اس کا ہو اور حدیث صحیح میں حضرت امیرالمومنین عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ نعمة العدلان ونعمة العلاوة، یعنی اس آیت میں صابروں کے واسطے تین چیزیں موجود ہوئی ہیں صلوات اور رحمت کہ قرین یکدگر ہیں اور اہتدا اور راہ یابی اسکے علاوہ اور غرض حضرت امیرالمومنین کی اس تفسیر سے یہ ہے کہ صلوات اور رحمت اس فرقہ کی کسبی ہے کہ بزور صبر اور استقامت اور ملاحظہ معنی استرجاع کے اپنے واسطے مستوجب کرلیا ہے اور اہتدا فقط وہبی ہے قسم جذب سے ہے ان کے فعل پر موقوف نہیں ہے اور عدلین لغت میں ان دو بار شتر کو کہتے ہیں کہ دونوں جانب سے برابر کرکے شتر پر ڈالتے ہیں اور علاوہ وہ بچہ خورد ہے جو کہ ان دونوں بار پر رکھا جاتا ہے اور اسی مضمون کا اشارہ آیت میں ہے۔ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ مَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ یَهْدِ قَلْبَهٗ۔ یعنی جو کوئی بمقتضائے ایمان کے مصیبت میں ثابت رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے واسطے راہ معرفت کی کھول دیتا ہے اور اپنی طرف جذب کرتا ہے اور اسی واسطے محققین نے کہا ہے کہ رضا بالقضا کے دو طریقے ہیں، صرف اور جذب۔ صرف وہ ہے کہ جس وقت آدمی کا دل کسی چیز سے متعلق ہو اور خاطر اس کی طرف کمال التفات کرے حق تعالیٰ اس چیز کو باعث کلفت اور اندوہ وملال کا کردے، چنانچہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسفؑ سے کمال محبت ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے برادران کو ان سے دشمنی پیدا کردی کہ انھوں نے حضرت یعقوبؑ سے ان کو جدا کردیا اور حضرت یعقوبؑ کمال رنج وملال اٹھا کر متضرع واسطے ذکر خدا کے ہوئے اور ایسے ہی

marfat.com

حضرت آدم علیہ السلام کو جب بہشت سے کمال تعلق ہوا ان پر شیطان کو مسلط کیا، یہانتک کہ بہشت سے باہر کیا اور آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام کو جب اپنے عشائر اور قبائل سے کہ اہل مکہ تھے زیادہ میل ہوا انھیں قبائل کو آنحضرت صلعم کی عداوت اور بغض میں قائم کیا، یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالاضطرار مکہ سے باہر تشریف لے گئے اور جب مدینہ منورہ میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے التفات کلی پیدا ہوا تو منافقوں کو ورغلا کر بسبب تہمت دروغ بے فروغ کے صفائی اس محبت کو مکدر کیا اور علی ہذا القیاس تمام بندوں برگزیدوں کے ساتھ یہی معاملات واقع ہوئے، اور جذب یہ ہے کہ آدمی کو اپنے خیال میں اس قدر مغلوب کرے کہ وہ اپنے سے بیخبر ہو جاوے چہ جائے حفظ نفس جیسے کہ بادشاہ کا کمترین نوکر جس وقت اس کے روبرو ہوتا ہے عظمتِ بادشاہ سے اپنے تمام لذائذ فراموش کر دیتا ہے۔ اسطرح خود بخود رضا بالقضا حاصل ہو جاتی ہے اور راہ اول میں صرف کو دشوار و مشکل سمجھتے ہیں اور جذب کو ہمیشہ سہل جانتے ہیں اور اسی واسطے کہا ہے کہ شعر:۔ ہمیں زیبا ہے رندی چھوڑ کر تقوٰی ۔ کہ یہ منزل ہمارے حوصلہ سے دورتر ہے۔ جب بیان فضائل صابروں سے فارغ ہوئے اب بطریق استشہاد کے فرماتے ہیں کہ اگر تم کو معیت خاصہ ہماری میں کہ ہم صابروں اور اہل بلا کے ساتھ رہتے ہیں اور ان پر صلوات اور رحمتیں نازل کرتے ہیں اور پیشوا خلائق اور ہمرنگ انبیاء علیہم السلام کے کرتے ہیں شک ہے پس دلیل اس مدعا کی اپنے فہم کے موافق سنو اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ تحقیق صفا اور مروہ کہ دو چھوٹے چھوٹے پہاڑ ہیں، صفا مقابل کعبہ معظمہ کے جانب شرق مائل بہ جنوب ہے اور مروہ مائل بشمال ہے اور صفا ایک بڑے پہاڑ کی جڑ ہے کہ اس کو ابو قبیس کہتے ہیں اور مروہ کوہ قعیقعان کی ناک ہے اور حجر اسود سے صفا تک دوسو باسٹھ ۲۶۲ گز اور اٹھارہ انگل مسافت ہے اور صفا سے مروہ تک سات سو ستر ۷۷۰ گز مسافت ہے اور اصل میں یہ دونوں پہاڑ خورد تھے اور پہاڑوں کے تھے ان کو کچھ بزرگی نہ تھی بلکہ کلانی وجودت میں کہ جوہر سنگ ہے اور پہاڑوں سے کمتر ہیں، لیکن دو آدمیوں صابروں راضی بقضائے خدا نے کہ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ ہیں یہ دو مقام پائے کہ جہاں فی الحال چاہ زمزم ہے اپنے تئیں بحکم خدا ابلا میں ڈال کر قیام کیا۔ اور اس جنگل کوہستان میں کہ نہ پانی و نہ گھاس نہ آدمی نہ انیس تھا، تن بخوف دشمنوں اور جانوروں درندوں کے دیا اور گرسنگی و تشنگی کو فقط فرمانبرداریِ حکمِ الٰہی کے واسطے کہ زبانی پیغمبر وقت حضرت ابراہیمؑ کے سنا تھا گوارا کر کے سکونت اختیار کی اور حضرت

ہاجرہ کو خیال اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل کی موت کا بلکہ اپنی موت کا بھی اس حالت میں یقین تھا باوجود
ان مصیبتوں کے خدا کی مرضی کے واسطے صبر اختیار کیا، جب حضرت اسمٰعیل بسبب تشنگی کے قریب
بہلاکت ہوئے، حضرت ہاجرہ بیتاب ہوکر اول کوہ صفا پر کہ قریب تھا آئی اور پھر جب وہاں مقصد
حاصل نہ ہوا تو میدان میں ہوکر مروہ پر بھاگ کر آئیں اسی طرح سات دفعہ گردش کی، حق تعالےٰ نے
معیت خاصہ اپنی کو ظاہر فرمایا اور پانی زمزم غیب سے جوش کر آیا اور اثر اس معیت کا یہ ہوا کہ جو کوئی
مصیبت والوں کی پیروی کر کے ان دو پہاڑوں کے درمیان انھیں کے طور آکر بھاگے مقبول جناب
الٰہی ہو اور اس وقت سے یہ دونوں پہاڑ محل اجابت دعا ہوئے یہاں تک کہ یہ دونوں پہاڑ اب
مِنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ خدا کے نزدیک علامات دینداری سے ہیں اور شعائر اصل میں جمع شعیرہ یا شعارہ
کی بمعنی علامت ہے اور عرف دین میں شعائر اللہ مکانات اور زمانوں اور علامات اور اوقات عبادت
کو کہتے ہیں لیکن مکانات عبادت جیسے کعبہ اور عرفات و مزدلفہ و جمار ثلثہ و صفا و مروہ اور تمام مساجد ہیں
اور زمانے عبادت کے جیسے رمضان اور ماہ ہائے حرام اور عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور جمعہ اور ایام تشریق
ہیں اور علامات عبادت جیسے اذان و اقامت و ختنہ و نماز بجماعت و نماز جمعہ و نماز عیدین ہیں اور
ان سب چیزوں میں علامت کے معنی متحقق ہیں اس واسطے کہ مکان اور زمان عبادت سے
کیا بلکہ معبود کی یاد دلاتے ہیں بالجملہ صفا اور مروہ کا شعائر اللہ سے ہونا فقط بسبب برکت صبر حضرت
ہاجرہ کے ہے کہ معیت خاصہ حضرت حق جل وعلی کی ان دو پہاڑوں کی ان کے حق میں جلوہ گر ہوئی اور
سبب حل مشکل ہوئی اور اس وقت سے ان دونوں پہاڑوں میں معنی شعائر اللہ کے بمنزلہ جوہر ذاتی کے
ہو گئے اور یہ معنی ان دونوں سے بسبب کسی عارضہ کے جدا نہیں ہوتے جیسے خانہ کعبہ بسبب غلبہ کفار
کے چند روز بیت الاصنام اور بت خانہ ہونے سے قبلہ اور مطاف ہونے اہل جہان سے ساقط نہ
ہوا اس واسطے کہ جو چیز بالذات ہے اس چیز سے کہ بالعوارض ہے زائل نہیں ہوتی ایسے ہی کوہ صفا و مروہ
اس سبب سے کہ جاہلان مکہ ان پر اپنے بت اساف اور نائلہ رکھ کر پوجا کیا کرتے تھے، شعائر اللہ
ہونے سے معزول نہ ہوں گے اور اساف اور نائلہ اصل میں مرد اور عورت تھے کہ شہوت کے
سبب عین مکہ میں ایک نے دوسرے پر ہاتھ چلایا اور ارادہ زنا کا کیا اس سبب سے وہ دونوں پتھر
ہو گئے اور اس زمانہ کے عقلاء نے عبرت کے واسطے اساف کو صفا پر اور نائلہ کو مروہ پر رکھ دیا تھا

ف بیان معنی شعائر

marfat.com

جاہلوں نے ان پتھروں تراشیدہ کو بت خیال کر کے اپنا معبود قرار دیا اور گمراہی میں اس قدر گرفتار ہوئے کہ بت منسوخ کو بت مصنوعی سے پہچانا اور ہر سال میں پرستش کے واسطے جمع ہوتے تھے۔ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ پس جو کوئی خانہ کعبہ کا عرفات سے حج کرے اَوِ اعْتَمَرَ یا اپنے گھر یا حرم کے باہر سے عمرہ کرے۔ حج اور عمرہ میں یہ فرق ہے کہ حج میں عرفات پر جانا اور پھر اس جگہ سے طواف خانہ کعبہ کے واسطے آنا شرط ہے اور عمرہ میں عرفات پر جانا شرط نہیں ہے اگر کوئی عمرہ بیرون مکہ والا کرے تو چاہیے کہ سیدھا مکہ میں آجاوے اور طواف کرے اور اگر مکہ کا رہنے والا ہے تو چاہیے کہ حرم کے باہر سے احرام باندھ کر آوے اور طواف خانہ کعبہ کرے اور نیز حج سال بھر میں ایک دفعہ ہے کہ عرفات میں بروز عرفہ نویں ذی الحجہ کو جانا شرط حج ہے اور یہ روز سال بھر میں مکرر نہیں آتا اور عمرہ ہر روز ہو سکتا ہے کوئی وقت اس کے واسطے مقرر نہیں ہے اور بہر حال صفا مروہ پر بھاگنا ان دونوں صورتوں میں ضروری ہے پس جو کوئی قصد حج و عمرہ کرے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اس پر بسبب مشابہت کفار اور بت پرستوں کے کچھ گناہ نہیں ہے اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ کہ ان دونوں پہاڑوں کا خانہ کعبہ کے طواف کی تاکید اور تمامی کے واسطے طواف کرے اس واسطے کہ خطرہ اور گناہ بسبب مشابہت کفار اور بت پرستوں کے اس جگہ معتبر ہے کہ جہاں حکم شرع وارد نہ ہوا ہو اور یہ دونوں پہاڑ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے وقت سے جائے طواف اور سعی ہیں اور بتوں کے رکھے رہنے سے مطاف ہونے سے خارج نہیں ہوئے ہیں جیسے کہ خانہ کعبہ بتوں کے رہنے سے مطاف ہونے سے خارج نہ ہوا پس حج و عمرہ اس خانہ کا اس حالت میں کرتے ہو تو طواف ان دونوں پہاڑوں کا کیوں نہیں کر سکتے اور اگر یہودی اور نصاریٰ تم پر طعن کریں اور کہیں کہ تم بتوں کے مکانات کی تعظیم کرتے ہو اور طواف کرتے ہو اور مشابہت کفار اور بت پرستوں کی گوارا رکھتے ہو اور یہ سب مذہبوں کے مخالف ہے پس ان کے اس طعن کی پرواہ مت کرو و تنگدل مت ہو اس واسطے کہ معاملہ خدا سے ہے اور تمہاری نیت حج اور عمرہ کرنے کی ہے نہ کہ بتوں کی تعظیم اور حج و عمرہ کرنا بلا شبہ امر نیک اور طاعت ہے وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا۔ اور جو شخص کہ بقصد امر نیک کے طاعت بجالایا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ پس تحقیق اللہ تعالیٰ قدرداں ہے اور اس کے عمل کو ضائع نہ کریگا اگرچہ ظاہراً کفاروں سے ایک طرح کی مشابہت ہو جیسا روز عاشورہ کا روزہ عَلَيْهِ یعنی عمل کرنے والوں کی نیت کو جانتا ہے پس جو کوئی ان مکانات

ف بیان فرق حج و عمرہ میں ۱۲

میں، بتوں کی تعظیم کے واسطے جاتا ہے اس کا عمل رد کردیتا ہے اور جو کوئی شعائر اللہ ادا کرنے کو جاتا ہے اسے قبول کرتا ہے، سعید بن منصور اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور اور محدث شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ کوہ صفا پر ایک بُت تھا کہ اس کا نام اساف تھا اور کوہ مروہ پر بھی ایک بُت تھا کہ اس کو نائلہ کہتے تھے اور جاہل لوگ جب خانۂ کعبہ کے طواف کے بعد ان دونوں کوہ میں سعی کرتے تب ان دونوں بتوں کو بوسہ دیتے۔ جب آنحضرت صلعم مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور سورۂ حج میں امر بطواف خانہ کعبہ ہوا اور سعی درمیان صفا اور مروہ کے مذکور نہ ہوئی تب آدمیوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صفا اور مروہ میں ان دو بت کے واسطے اہل جاہلیت دوڑتے تھے ان میں دوڑنا شعائر اللہ سے نہیں ہے پس ہمارے لیے کیا ضروری ہے کہ ان میں دوڑیں اور سعی کریں۔ بلکہ خوف اس بات کا ہے کہ اگر ہم بھی اسی طرح دوڑیں، تو مشابہت جاہلوں سے ہو جاوے، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرماکر خطرہ گناہ کا ان کے دل سے دفع کیا اور نیز یہی محدثین مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ نصاریٰ طعن کرتے تھے کہ ان دونوں پتھروں میں سعی کرنا امر جاہلیت سے ہے مذہب احکام ابراہیمؑ سے نہیں ہے تب یہ آیت نازل ہوئی اور صحیح بخاری و مسلم میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایسا وارد ہوا ہے کہ انصاری لوگ جاہلیت میں منات کو پوجتے تھے اور جب یہ قاعدہ تھا کہ دوسرے مکان بُت پرستی میں نہیں جایا کرتے تھے، جب عمل اسلام ہوا تو انصاری لوگ بسبب اپنی عادت کے متردد ہوئے اس سبب سے یہ آیت نازل فرمائی اور بالجملہ مدلول اس آیت کا یہ ہے کہ صفا اور مروہ متعبداتِ خدا اور شعائر اللہ سے ہیں اور جب کوئی چیز بدلیل قطعی منجملۂ شعائر اللہ ثابت ہو تو مشابہتِ کفار اس چیز میں مُؤثر نہیں ہوتی۔ اور نیت اپنی خالص خدا کی عبادت کے واسطے کر کے اس امر کو بجالاوے اور شابہتِ کفار اس وقت موجب حرمت ہوتی ہے کہ وہ فعل بدلیل قطعی ثابت نہ ہوا ہو جیسے تعظیم نوروز اور مہرجان اور اعیاد ہنود جیسے ہولی دیوالی بسنت دوسہرہ وغیرہ یا ان کے لباس سے مشابہت کرنا اور ان کے معابد میں جانا اور ڈاڑھی مونچھ کو وقت مصیبت صاف کرنا اور زنار گلے میں ڈالنا اور کھانے پینے کے وقت قصداً سر اور بدن کو برہنہ کرنا اور اگر فقط مشابہت کفار افعال مرضیۂ الٰہی میں موجب حرمت ہوتی تو لازم آتا کہ حج و عمرہ اور ختنہ اور عقیقہ و روزۂ عاشوراء اور قربانی اور تعظیم ماہ ہائے حرام اور ہدی شتر اور قلائد وغیرہ احکام مذہب ابراہیمی کہ کفاروں کے وقت میں رائج تھے یا نماز کسوف و خسوف اور صدقہ دینا اور آزاد کرنا

marfat.com

غلام کا اور ضیافت مہمان کی اور راہ پر پانی تیار رکھنا مسافروں کے واسطے کہ معمول ہنود ہے سب حرام ہوتے اب ہم یہاں بیان کرتے ہیں کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ہماری شریعت میں کیا حکم رکھتا ہے، ہر چند ظاہر اس لفظ سے کہ فلا جناح علیہ ان یطوف بھما. متبادر ہوتا ہے کہ یہ عمل ضروری نہیں ہے اور کرنا نہ کرنا اس کا برابر ہے لیکن لفظ شعائر اللہ صریح دلالت کرتا ہے کہ یہ عمل ضروری ہے اور شارع کے نزدیک مطلوب اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع توہم کے واسطے کہ اول لفظ سے پیدا ہوتا ہے ارشاد فرمایا ان اللہ کتب علیکم السعی فاسعوا یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ نے .... تم پر سعی صفا اور مروہ کے درمیان فرض کی ہے پس سعی کرو تم شافعیہ ظاہر لفظ کتب سے کہ قرآن شریف میں اکثر ایجاب کے واسطے ہے جیسے کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ، وکتب علیکم الصیام وغیرہ سے تمسک کرکے فرضیت اس سعی کے قائل ہیں اور اسکے ترک سے حج اور عمرہ کو باطل کرتے ہیں اور اس کا تدارک قربانی وغیرہ دینے سے ممکن نہیں گنتے جیسے کہ شان ارکان ہے اور حنفیہ کہتے ہیں کہ یہ خبر آحاد ہے اور قرآن شریف میں جو لفظ کہ اس سعی کی طلب پر دلالت کرتا ہے فقط لفظ شعائر اللہ ہے اور شعائر اللہ کا فرض ہونا لازم نہیں ہے جیسے اذان اور جماعت اور نماز عیدین و قربانی وغیرہ، پس احتیاط اس میں یہ ہے کہ اس کا ترک عمل میں جائز نہ کیا جائے لیکن اعتقاد میں فرضیت ہونے میں جرأت نہ کرنی چاہیے اور ان کے نزدیک یہی معنی واجب کے ہیں اور جس صورت میں کہ ترک ہو جاوے تو اس کا تدارک ذبح ہدی سے ممکن ہے اور امام مالک مؤطا میں اور بخاری و مسلم و دیگر اصحاب صحاح عروہ ابن الزبیر سے کہ خواہرزادہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہیں روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت ام المومنین کی خدمت میں عرض کیا کہ اس آیت میں غور فرمائیے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص ان دونوں پہاڑوں کا طواف نہ کرے تو کچھ خوف نہیں، حضرت ام المومنین نے فرمایا کہ بد کہا تونے اور بُرا سمجھا، اگر یہ معنی مراد الٰہی ہوتے تو یوں ارشاد ہوتا کہ فلا جناح علیہ ان لا یطوف بھما اور اب کہ نفی گناہ طواف سے فرمائی تو امکان عام شرعی ثابت ہوا کہ محتمل وجوب اور ندب اور اباحت کا ہے، لیکن جب ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فرمایا اور آنحضرت صلعم نے بھی مداومت طواف ان دونوں

کوہ کی حج اور عمرہ میں کی تو معلوم ہوا کہ یہ طواف واجب ہے اور نفی گناہ طواف سے اس واسطے ہے کہ انصاری منات کو پوجتے تھے اور وہ ایک بُت ہے کوہ مشلل پر کہ مقابل موضع قدید کے ہے اور اسکی زیارت کے واسطے مدینہ سے احرام باندھتے تھے اور صفا اور مروہ پر جانے سے بسبب اساف اور نائلہ کے احتراز کرتے تھے، حق تعالیٰ نے اس شبہ کے دفع کے واسطے نفی گناہ فرمائی۔ پس حقیقت میں جو اباحت کہ اس لفظ سے متبادر ہوتی ہے راجع بوجود ان دونوں بُت کے حالت طواف میں ہے نہ نفس طواف کے ساتھ، مثلاً اگر کسی کے کپڑے پر درہم شرعی سے کم نجاست پڑ جاوے اور فقیہ حنفی کہے کہ لاجناح علیك ان تصلی فیه صلوة الظهر تو اس سے اباحت نماز نہیں سمجھی جاتی بلکہ مباح ہونا نجاست کا حالت نماز میں سمجھا جاتا ہے، ہاں اگر ترک طواف کو صریح مباح کرتے تو البتہ ایسا سمجھنا درست ہوتا، ابن جریر قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ کان من سنة ابراهیم و اسمٰعیل علیهما السلام الطواف بینهما۔ یعنی طوافِ صفا و مروہ سنتِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ سے ہے اور حاکم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپنے لوگوں کو صفا اور مروہ کے درمیان طواف کرتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ میراث مادرِ حضرت اسمٰعیل کی ہے کہ تمہارے واسطے چھوڑی ہے اور خطیب ابن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ اقبل ابراهیم ومعه هاجرة و اسمٰعیل علیهم السلام فوضعهما عند البیت فقالت الله امرك بهذا قال نعم فعطش الصبی فنظرت فاذا اقرب الجبال الیها الصفا فسعت فرقت علیه فنظرت فلم تر شیئا ثم نظرت فاذا اقرب الجبال الیها المروة فنظرت فلم تر شیئا ثم اقبلت الی الصفا قال فهی الاول من سعی بین الصفا والمروة الی اٰخر القصة۔ یعنی آئے حضرت ابراہیمؑ مع ہاجرہؑ اسمٰعیلؑ کے اور رکھا ان کو بیت اللہ کے پاس، ہاجرہ نے کہا کہ خدا نے یہ حکم دیا ہے کہا ہاں، پھر پیاسا ہوا لڑکا، پھر دیکھا کہ پہاڑی صفا کی بہت پاس ہے، دوڑ کر اس پر چڑھ گئی اور دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا، پھر دیکھا کہ مروہ بہت پاس ہے اس پر جا کر دیکھا تو کچھ نہ دیکھا، پھر آئی صفا پر تو کہا حضرت نے کہ ہاجرہ نے سب سے پہلے صفا و مروہ میں سعی کی اور ابوداؤد و ترمذی بروایت حضرت عائشہ رضؓ کے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما جعل الطواف بالبیت والسعی بین الصفا والمروة ورمی الجمار لاقامة ذکر الله لا لغیرہ یعنی طوافِ کعبہ

marfat.com

اور سعی درمیان صفا اور مروہ کے اور پتھروں کا پھینکنا فقط ذکر اللہ قائم رکھنے کے واسطے مقرر کیا گیا ہے
نہ اور بات کے لیے اور ابن ابی شیبہ حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جو کوئی
خانہ کعبہ کے حج کا قصد کر کے آوے تو چاہیے کہ اول خانہ کعبہ کے پاس آوے اور گرد اگرد سات دفعہ
پھرے پھر مقام ابراہیم پاس آوے اور دو رکعت نماز طواف اس کے پیچھے ادا کرے اور پھر صفا
کی طرف متوجہ ہووے اور اس قدر بلندی پر چڑھے کہ خانہ کعبہ دکھلائی دیوے اس وقت خانہ کعبہ کی طرف
متوجہ کھڑا ہو کر سات دفعہ تکبیر کہے اور دونوں تکبیروں کے درمیان حمد و ثنا خدا تعالیٰ کی کرے اور درود پیغمبر
صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجتا رہے اور پھر مروہ پر جا کر یہی عمل کرے اور نیز بروایت ابن عباس مروی ہے کہ
سات جگہ کانوں تک ہاتھ اٹھانا چاہیے اول جب نماز کے واسطے کھڑا ہووے دوسرے جبکہ خانہ کعبہ کو
دیکھے تیسرے صفا پر چوتھے مروہ پر پانچویں عرفات میں وقت وقوف چھٹے مزدلفہ میں وقت
وقوف ساتویں وقت رمی الجمار کے، اور ارزقی بروایت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں، طواف صفا
اور مروہ میں سنت یہ ہے کہ صفا سے نیچے اکثر نشیب سیل گاہ تک آہستہ آہستہ چلے اور یہاں سے
جبتک کہ نیچے آوے دوڑ کر چلے اور پھر آہستہ آہستہ روانہ ہو یہاں تک کہ مروہ پر پہنچ جاوے اور
پھر مروہ سے صفا تک یہی عمل کرے اور بروایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ جب حضرت
موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام حج ادا کر چکے اسی مقام پر لبیک کرتے ہوئے دوڑے اور جناب
الٰہی سے لبیک عبدی جواب سنا اور حضرت کی دعا اس مقام پر یہ تھی کہ رب اغفر وارحم انک
انت الاعز الاکرم۔ اور عبداللہ ابن عمر اور اور صحابیوں سے اس مقام پر بڑی بڑی دعائیں منقول و
ماثور ہیں اور اس جگہ اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ اس مقام پر ظاہر ہیں فقہاء کے واسطے اعتراض عظیم
ہے اور منشاء اعتراض کا یہ ہے کہ ۱۶۴ھ میں جب مہدی عباسی حج ادا کر چکے، حکم فرمایا کہ جس جگہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سعی کیا کرتے تھے وہ داخل مسجد حرام ہو اور ... خانہ محمد بن عباد ابن جعفر کا
کہ متصل مسجد حرام کے ہے سعی کے واسطے مقرر ہوا پس ظاہر بین فقہاء کو اس سبب سے شبہ عظیم پیدا
ہوا اور کہا کہ سعی درمیان صفا اور مروہ کے امور تعبدیہ سے ہے کہ متعلق مکان معین سے ہے اور
اس سے عدول جائز نہیں ہے، جیسا کہ طواف خانہ کعبہ کا اور وقوف عرفات میں ہے اور چونکہ اس قسم
کی عبادت مکان غیر معین میں معتبر نہیں پس اب سعی ان لوگوں کی ضائع جاتی ہے اس واسطے کہ جائے سعی

marfat.com

آنحضرتؐ کی معلوم نہیں اور وہ جگہ داخل مسجد ہوئی اور مسجد میں سعی ممکن نہیں ہے اس کا جواب اہلِ تقلید کے حق میں یہ ہے کہ اس وقت امام مالک و امام ابو یوسف و امام احمد اور امام شافعی موجود تھے اور اسی زمانہ کے قریب مرتبۂ اجتہاد کو پہنچے تھے اور کسی نے تبدیل اور تحویل سعی پر انکار نہ کیا، پس اجماع متحقق ہو گیا اور اہل تحقیق کے حق میں یہ جواب ہے کہ مطلوب شارع کا صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا ہے اور اس وقت راہ راست ان دونوں پہاڑوں میں مسلوک تھی اس میں سعی کرتے تھے۔ من بعد راہ دوسری ان کے درمیان مسلوک ہوئی تو یہ راہ قائم مقام راہ سابق کے ہوئی چنانچہ جیسے مسجد میں احتیاج کے واسطے زمینِ شارع عام داخل کر لیں تو وہ زمین حکم مسجد میں ہو جاتی ہے اور اس میں اعتکاف صحیح ہے اور علاوہ اس کے بعض محققین اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں سعی کی جگہ بہت فراخ تھی بعد زمانہ آنحضرت صلعم کے لوگوں نے اس فراخی میں مکانات بنا لیے اور راہ بقدر سعی چھوڑ دی۔ گھر محمد بن عباد بن جعفر کا بھی اسی قسم کے احداث سے تھا، پس مہدی نے خانہ کو چھوڑ کر کچھ زمین مسجد الحرام میں داخل کر لی اور کچھ سعی کے واسطے چھوڑ دی پس تبدیل کلی سعی کی جگہ میں واقع نہ ہوئی۔ یہ حال صفا اور مروہ کا ہے اور جگہ یاد آنے عنایت الٰہی کی ہے کہ حضرت ہاجرہؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ پر ان کے صبر کے باعث واقع ہوئی اور اگر یہودی اور نصاریٰ دیدہ و دانستہ۔ ۔ ۔ ۔ تم پر بسبب بتوں کے رہنے کے طعن کریں اور کہیں کہ تم بھی مثل بت پرستوں کے بتوں کے مکانات کی تعظیم کرتے ہو اور مانند اہل جاہلیت کے عمل کرتے ہو پس ان کے اس طعن سے دل تنگ مت ہوؤ، اس واسطے کہ وہ جانتے ہیں کہ صفا اور مروہ کے درمیان سعی زمانۂ حضرت ہاجرہؑ سے پے درپے ہوتی ہے اور اس زمانہ میں بتوں کا نام و نشان بھی نہ تھا لیکن وہ تم پر طعن کرنے کے واسطے اپنی ان معلومات کو چھپاتے ہیں اور کم بخت اتنا نہیں سمجھتے کہ اس حق پوشی میں خود ملعون ہوتے ہیں اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ۔ تحقیق جو لوگ چھپاتے ہیں مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ اس چیز کو کہ ہم نے علامات کے واسطے نازل کیا ہے اور شعائر اللہ کیا ہے وَالْھُدٰی اور اس چیز کو کہ عقل کی معرفتِ شعائر اللہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰہُ بعد اس کے کہ ہم نے اس کو خوب واضح کر دیا ہے اور کوئی وجہ مشابہت درمیان شعائر اللہ اور معابد کفار کے نہ رہی اور یہ واضح کرنا مخصوص اہل مطالعہ اور تدقیق کے ساتھ بھی نہیں ہے بلکہ

marfat.com

عام ہے لِلنَّاسِ سب لوگوں کے واسطے خواہ ذکی ہوں خواہ پلید اور خواہ طالب علم ہو یا جاہل شخص اور اس کو مثل خبر آحاد کے بھی نہیں کیا ہے کہ کسی کو پہنچے اور کسی کو نہ پہنچے بلکہ اس کو داخل کیا ہے فِی الْكِتٰبِ یعنی کتاب میں کہ متواتر ہے اور پوشیدہ رہنا متواتر کا ممکن نہیں ہے لیکن یہ لوگ بسبب کمال دشمنی کے متواترات کے پوشیدہ کرنے میں بھی کوشش کرتے ہیں، بلاشبہ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ ان لوگوں پر اللہ تعالی لعنت کرتا ہے اس واسطے کہ مقابل اللہ تعالی کے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالی ہدایت اور رفع جہل چاہتا ہے اور یہ گمراہی اور بقائے جہل چاہتے ہیں وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ. اور نیز لعنت کرتے ہیں لعنت کرنیوالے ملائکہ اور ارواحِ انبیاء وصلحاء اس واسطے لعنت کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے ان کی کوششوں کو برباد کیا اس لیے کہ مدتِ دراز تک کتب الٰہی کے لانے اور خلق خدا کو ہدایت کرنے اور احکام الٰہی کے پہنچانے میں مصروف رہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کی کوششوں کو ضائع کریں اور فاسق اور فاجر جن وانسان اور کفار اس واسطے لعنت کرتے ہیں کہ ہر ایک ان میں سے اپنی غرض کے وقت کہتا ہے کہ حق چھپانے والے پر لعنت ہو جیو اور یہ لعنت ان پر پڑتی ہے بلکہ اس معنی سے وہ لوگ خود اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں اور حیوانات اور جمادات اس سبب سے کہ بسبب شامت حق پوشی کے عالم میں ویرانی ہوتی ہے اور قحط پڑتا ہے اور بلائیں نازل ہوتی ہیں اور روح ملکوتی ہر تر وخشک کی فریاد اور نالہ کرتی ہے اور ان لوگوں پر کہ جن کے باعث یہ بلا میں گرفتار ہوئی ہیں لعنت کرتی ہیں، ہر چند کہ مورد اس آیت کا فقط یہودیوں اور نصاریٰ کے حق میں ہے کہ مسلمانوں پر طعن کرنے کے واسطے عظمت خانۂ کعبہ اور صفا ومروہ کی چھپاتے تھے لیکن مضمون عام ہے ہر ایک اس شخص کے حق میں کہ دیدہ ودانستہ امر واقعی کو احتیاج کے وقت ظاہر نہ کرے جیسے کا فر معاند کہ دلائل ایمان بدل جانتا ہے اور زبان پر نہیں لاتا یا وہ گواہ جو . . . قضیہ سے خبردار ہے اور اپنی گواہی چھپاتا ہے تاکہ کسی کا حق جاتا رہے اور وہ علما کہ دیدہ ودانستہ ازراہ تعصب حق کو چھپاویں اور امرائے ظالم کہ ان کے نزدیک کسی کا حق ثابت ہو اور طمع اور پاس داری کے سبب حکم نہ کریں اور اس کا نام مصلحت ملکی رکھیں اور قاضی رشوت لینے والے کہ حق کو باطل اور باطل کو حق کرتے ہیں اور مشیر بے امانت کہ مصلحت معلومہ ملک اور دین کو چھپاتے ہیں اور اس کے خلاف مشورہ دیتے ہیں اور ابن ماجہ اور اور محدثین بروایت براء بن عازب بیان کرتے ہیں کہ ہم

ف بیان ملعونان خدا کا ہ

marfat.com

ایک روز ہمراہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شامل جنازہ تھے، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کافر کی دونوں چشموں کے درمیان قبر میں ایسے گرز مارتے ہیں کہ اس کی آواز ہر جانور سنتا ہے اور اس کافر پر لعنت کرتا ہے اور یہی معنی اس آیت کے ہیں ویلعنھم اللاعنون۔ اور بیہقی اس آیت کی تفسیر میں عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ جب دو آدمی باہم تلاعن کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو لعنت کرتا ہے، اس لعنت کو فرشتے آسمان پر لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اس کے ڈالنے کی اجازت چاہتے ہیں اگر وہ شخص قابل لعنت ہو تو اسی پر ڈالتے ہیں اور اگر وہ شخص قابل لعنت نہیں ہے تو کہنے والے پر اور اگر وہ بھی اس کے قابل نہیں ہے تو یہودیوں پر اور مستحقین لعنت پر۔ بیت: جیسے کوئی دوست پر پھینکے ہے تیر ؛ سینۂ دشمن پہ ناکہ جان کے ؛ اور ترمذی اور ابن ماجہ اور اور معتبرات حدیث میں بروایت ابوہریرہ اور ابن عباس و ابن عمر و ابن مسعود و ابی سعید خدری اور اور صحابہ کے ثابت ہوا ہے کہ جس کسی کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو اور کوئی اس سے پوچھے اور یہ شخص اس علم کو پوشیدہ رکھے اور نہ کہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ کی لگام اس کے منہ میں ڈالے گا اور روایت ابن ماجہ میں ابوسعید سے یہ قید بھی وارد ہوئی ہے کہ من کتم علما ینفع الناس فی امر الدین۔ یعنی جو شخص چھپائے اس علم کو کہ امر دین میں مفید ہے اور اس حدیث بلکہ اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ تعلیم علوم دینی پر مزدوری اور اجرت لینا حرام ہے اس واسطے کہ اس حدیث اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم علم دین کی فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے پر اجرت لینی درست نہیں ہے جیسے نماز اور روزہ اور اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ خبر واحد واجب القبول والعمل ہے اس واسطے کہ فرض کا اظہار کرنا عمل کے فرض کرنے کے واسطے ہے ہاں وہ علوم کہ دین سے متعلق نہیں اور تکالیف شرعیہ کے ادا کرنے میں ان کے محتاج نہیں ہیں جیسے طب، ہندسہ اور اکثر فنون ریاضی و طبیعیات اور علم تواریخ و نظم و شعر و انشاء ان کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے لیکن اس جگہ ایک باریکی سمجھنے کے لائق ہے کہ اجرت نفس تعلیم پر حرام ہے لیکن کسی کے گھر پر قطع مسافت کر کے تعلیم کے واسطے جانا یا اطفال کو صبح سے شام تک قید میں رکھنا ایک عمل ہے علاوہ تعلیم کے اور اس عمل کے مقابلہ میں بلاشبہ اجرت لینی حلال ہے اور ایسے ہی تعلیم کے واسطے مدرسہ میں بیٹھے رہنا کسی مدت تک مقابل اجرت کے ہوسکتا ہے اور ابن ماجہ بروایت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ف بیان اجرت لینا علم پر جواز اور عدم جواز کا ؛

marfat.com

ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وقت آخر اس امت کے اول اس امت پر لعنت کرنا شروع کریں (چنانچہ اس زمانہ میں فرقۂ روافض میں یہ عمل مروج ہوا ہے) پس جو کوئی ایک حدیث چھپاویگا تو اس نے گویا تمام کتب منزلہ الٰہی کو پوشیدہ کیا اور طبرانی اوسط میں بروایت ابوہریرہ رض بیان کرتے ہیں کہ مثال اس شخص کی کہ علم سیکھتا ہے اور پھر اس کو ظاہر نہیں کرتا اور پوشیدہ رکھتا ہے مثل اس آدمی کے ہے کہ خزانہ بیشمار جمع کیا اور خرچ نہیں کرتا ہے۔ اور بخاری اور ابن ماجہ بروایت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ اگر ایک آیت کلام اللہ میں نہ ہوتی تو میں کسی کو حدیث روایت نہ کرتا اور یہ آیت ان الذین یکتمون سے لاعنون تک پڑھی۔ لیکن یہ غضب اور لعنت خاص اس آدمی پر ہے کہ آخر عمر تک حق پوشی میں اصرار کرے وگرنہ اس وعید سے خارج ہے اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا۔ مگر جن لوگوں نے حق پوشی سے توبہ کی، اور توبہ صحیح یہ ہے کہ ندامت اس کام پر فقط خوف خدا اور اندیشۂ عذاب سے دل میں پیدا ہو، نہ مثل اس کے کہ کسی کی امانت کا منکر ہوا اور جب لوگوں نے ملامت کی تو اظہار کیا یا جس کسی کی حاکم نے گواہی رد کر دی اور اس نے پھر بسبب عار کے اظہار واقعہ کیا تو یہ بات توبہ سے نہیں ہے اور فقط توبہ پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ اس فساد کے تدارک میں کہ حق پوشی کے باعث پہنچا ہے کوشش کی وَاَصْلَحُوْا یعنی اصلاح کی اس چیز کی کہ بسبب حق پوشی کے فاسد کی تھی جیسے کہ عقائد اور اعمال اور اموال لوگوں کے تلف ہوگئے وَبَیَّنُوْا اور حق معلوم کا بیان کرنا شروع کیا فَاُولٰٓئِکَ پس یہ گروہ ہر چند بسبب حق پوشی کے شامت نفس اور گمراہی میں گرفتار ہوگئے تھے لیکن جب انھوں نے اپنی طرف سے اظہار حق میں کوشش کی اَتُوْبُ عَلَیْھِمْ تو ان پر رجوع برحمت کرتے ہیں ہم اور ان کی توبہ کو ہم قبول کر لیتے ہیں اور ان کو لعنت سے کہ اس کے مستحق تھے باہر نکال لیتے ہیں وَاَنَا التَّوَّابُ اور میں بار بار توبہ قبول کرنے والا ہوں بلکہ لعنت کے عوض ثواب اور صلہ عطا کرتا ہوں اس واسطے کہ میں اَلرَّحِیْمُ اپنے بندوں پر مہربانی کرنے والا ہوں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ تحقیق جو لوگ کہ بسبب حق پوشی کے کافر ہوگئے اور باوجود بیان حق کے پہنچنے کے کفر سے باہر نہ آئے وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ اور حالت کفر ہی میں مر گئے اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَۃُ اللّٰہِ اس گروہ پر لعنت خدا کی ہے اس واسطے کہ حق پوشوں کے تابعدار رہے۔ باوجودیکہ بیان حق پہنچ گیا۔ وَ۔ اور ایسے ہی ان پر لعنت ہے اَلْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔

marfat.com

فرشتوں اور سب لوگوں کی، یہاں تک کہ خود کی بھی اس واسطے کہ بعض وقت اپنے پر آپ لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کوئی دیدہ و دانستہ حق کا انکار کرے اس پر لعنت ہے اور یہ لعنت ان سے منقطع نہ ہوگی جیسے کہ توبہ کرنے والوں سے ہوگئی تھی، اس واسطے کہ بعد مرگ کے وقت توبہ نہ رہا اور انھوں نے قبل موت توبہ نہ کی۔ پس وہ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ہمیشہ لعنت میں رہیں گے اور قطع نظر اثر لعنت کے ان کے حق میں کمی بھی نہیں ہوگی لَا یُخَفَّفُ عَنْھُمُ الْعَذَابُ تخفیف عذاب ان پر سے نہ ہوگی بلکہ دم بدم تکلیف زیادہ ہوگی بسبب تبدیل چمڑے بدن کے وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ۔ اور ان کو مہلت بھی نہ دی جاویگی تاکہ کچھ دیر آرام کریں اور قوت تازہ عذاب سہنے کے واسطے ہو جاوے اس واسطے کہ تخفیف اور مہلت بھی ایک طرح کا لعنت سے نکالنا ہے اور یہ ان کے حق میں محال ہے اور جبکہ حال ان لوگوں کا کہ دوسروں کی حق پوشی میں کفر اور گمراہی پر اصرار کرتے ہوئے مر گئے ایسا ہوا تو حال ان لوگوں کا کہ حق پوشی میں اصرار کرتے ہیں اور توبہ نہیں کرتے خیال کرنا چاہیئے کہ کیا کچھ ہوگا اور یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جو کافر کفر پر مر جاوے تو اس پر لعنت کرنی جائز ہے اگرچہ موت کے باعث حد تکلیف سے نکل گیا ہے جیسے کہ کافر دیوانہ ہو جاوے اور جنون کے سبب تکلیف ساقط ہو جاوے اور یہی حال اہل ایمان کا ہے حال استغفار اور ترحم میں بعد موت اور جنون کے، اس واسطے کہ تکلیف کا زائل ہو جانا ایسے امور یعنی رحمت اور استغفار کو متغیر نہیں کرتا اور نیز اس آیت سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ جبتک کسی کا مرنا حالت کفر میں بیقین معلوم نہ ہو تو اس پر لعنت جائز نہیں ہے اس واسطے کہ جب شرط جاتی رہی تو مشروط بھی فوت ہوا اور کافروں پر لعنت ہمیشہ کیونکر نہ رہے کہ وہ وقت موت تک کفر پر اصرار کرتے رہے وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اور معبود حقیقی تمھارا ایک ہے پس جو کوئی اس کے فرمان میں نہ رہا اور غیر کی عبادت اختیار کی اسکی رحمت سے دور ہوا اور تمام خاص بندوں اور فرشتوں کی لعنت اور سرزنش پائی ہاں اگر فی الواقع تمھارے معبود کئی ہوتے تو تل تھا کہ جب ایک نے بسبب قصور اور نافرمانبرداری کے دربار سے نکال دیا تو دوسرا اس پر رحمت کرتا اور لعنت سے نکال لیتا جیسے کہ نوکری اور رعیت بادشاہ ہونے میں اس قسم کے احتمال ممکن ہیں اور واقع ہوتے ہیں اس واسطے کہ بادشاہ اور استاد اور پیر وغیرہ خلقت میں کئی جگہ پائے جاتے ہیں اور ایک پر منحصر نہیں اور اس جگہ یعنی منصب خدائی

marfat.com

اور معبودیت میں یہ احتمال ممکن نہیں اس واسطے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کوئی معبود حقیقی سوائے اس کے نہیں ہے اور چنانچہ معبودیت اسی میں ہے ایسے ہی وہ الرَّحْمٰنُ صاحب رحمتِ عامہ ہے کہ اس نے ہر ایک کو منافع اس کی معاش کے وجود سے صفات اور آثار تک بخشے ہیں اور ایسے ہی وہ الرَّحِيْمُ صاحب رحمت خاصہ ہے کہ اپنی بعض مخلوق کو کرم و فضل سے راہ ہدایت دکھلاتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشتا ہے اور آخرت کے ثواب کا مستحق کرتا ہے پس جس کسی نے اس کا کفر کیا، اور منہ فرمانبرداری سے موڑا تو اس نے رحمت سے اپنی دور ڈالا اور چونکہ اور کوئی رحمٰن اور رحیم نہیں ہے تو ضرور خدا کی رحمت یعنی لعنت میں گرفتار ہوا اور اس رحمٰن و رحیم کی رحمت سے مایوس ہوا۔ پس توقع تخفیفِ عذاب اور امید مہلت و فرصت کی کیونکر ہو کہ یہ دونوں آثار رحمت سے ہیں اور اس نے دروازۂ رحمت کو کہ سوائے اس کے اور در نہیں ہے اپنے اوپر بند کر لیا اور اگر کافر کہیں کہ معبودیت و رحمانیت و رحیمیت ایک ذاتِ واحد میں منحصر ہونا فقط دعویٰ تمہارا ہے اس کی دلیل کیا ہے جو ہمارے تئیں لعنت ابدی میں سمجھتے ہو ہرگز ہمارے ذہن میں نہیں آتا کہ ایک ذات واحد اس قدر نعمت ہائے بے انتہا کے افاضہ کی گنجایش رکھے، چنانچہ ابن جریر اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت والٰھکم الہ واحد مدینہ میں نازل ہوئی، کافران مکہ نے سنکر تعجب کیا اور کہا کیف یسمع الناس الہ واحد وان محمدا یقول الٰھکم الہ واحد فلیاتنا بایۃ ان کان من الصادقین، یعنی آدمی کیونکر سنتے ہیں کہ اللہ واحد ہے اور تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ واحد ہے پس کوئی دلیل بیان کریں اگر وہ صادقین سے ہیں۔

ہم جواب دیتے ہیں کہ دلائل اس دعوے کے بہت ہیں علاوہ علویات اور سفلیات، ونیز عوارض ان دونوں سے اور متوسطات سے اس واسطے کہ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ یعنی تحقیق آسمان ہفتگانہ کی پیدائش میں کہ حرکات مختلفہ ساتوں سیاروں کی نئی نئی شان اور رنگ ہیں اور ان کا وقوف اور رجوع و استقامت کرنا اور حرکتیں گاہے پے در پے بروج پر اور گاہے غیر بروج پر اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہر ایک آسمان ہائے ہفتگانہ سے حال عجیب اور گوناگوں رکھتا ہے کہ واقفان اہل ہیئت نے بعض عجائبات کو دریافت کیا ہے اور پیغمبروں نے بھی بیان فرمایا ہے مثلاً ہر آسمان علٰحدہ علٰحدہ فرشتوں کا مسکن ہے اور ہر آسمان میں کارخانۂ قضا و قدر رنگ دیگر رکھتا ہے

marfat.com

اور ہر ایک کے ساتھ ارواحِ انبیاء اور اولیاء کو خصوصیت ہے اور عابدوں کی عبادت اور دعا کرنے والوں کی دعا ہر آسمان سے گذرتی ہے اور قوت دیگر پیدا کرتی ہے اور ہر ایک آسمان پر ظہور شان الٰہی اور تجلی ذات پاک کی برنگ دیگر ہے اور ہر آسمان پر رنگ برنگ کی قندیلیں یعنی ستارے معلّق ہیں اور روشنی ان ستاروں کی ہر آسمان میں نئی نئی طرح کی ہے اور حرکت ہر آسمان کی علٰحدہ علٰحدہ ہے مثلاً حرکتِ آسمان آفتاب تین سو پینسٹھ دن میں اور حرکت آسمان ماہتاب اٹھائیس روز میں اور اور آسمان عطارد اور آسمان زہرہ مثل حرکت اول آسمان کے دورہ تمام کرتے ہیں اور آسمان زحل تیس برس میں اور آسمان مشتری بارہ سال میں اور آسمان مریخ دو سال میں اور آسمان ثوابت چھتیس ہزار سال یا پچیس ہزار سال میں دورہ تمام کرتے ہیں اور آسمان محیط ایک شب و روز میں اور ایسی ہی حرکتیں ہیں جب شرق یا غرب کی طرف متوجہ ہوتی ہیں و یا شمال و یا جنوب کیطرف میل کرتی ہیں ایسے ہی تمام ستارے طرح طرح کی مقدار رکھتے ہیں کوئی چھوٹا کوئی بڑا اور طرح طرح کے رنگ رکھتے ہیں مثلاً زہرہ سفید ہے اور زحل سیاہ ہے اور مشتری چمک اور مریخ سرخی اور قمر تاریکی اور عطارد زردی رکھتا ہے اور ایسے ہی ترکیب افلاک اور ربط ایک کی حرکت کا دوسری کے ساتھ اور ستاروں کی مختلف اوضاع کہ مستلزم حدوث اتصالات کی ہیں اور تاثیرات گوناگوں عالم سفلی میں ان سے ظاہر ہوتی ہیں اور تمام موافق حکمت اور بروجہ صواب ہیں وَالْاَرْضِ یعنی پیدائش زمین میں کہ بشکل مدور ہے اور عین وسط عالم میں ایک چیز ایسے طور پر رکھتی ہے کہ جب آفتاب اس پر واقع ہوتا ہے بسبب کثافت جسم مخروطی ظلی کے مقابلہ آفتاب میں ظاہر ہو جاتی ہے اور ہر رنگ آفتاب کے حرکت کرتی ہے اور نور اور روشنی عالم میں متحقق ہوتی ہے یہاں تک کہ ماہتاب جسوقت اس مخروط ظلی میں آتا ہے خسوف یعنی چاند گہن ہو جاتا ہے اور نیز زمین کو کرۂ پانی سے خالی کیا ہے کہ جگہ استقرار جانور و درخت بخوبی ہو جاوے اور وضع قطعات زمین کی آسمان سے مختلف بنائی تاکہ گذرنا آسمان اور ستاروں کا سر دل ساکنان شہروں سے مختلف ہوا اور اس اختلاف کے باعث فصلیں مختلف اور مزاج گوناگوں اور اخلاق رنگا رنگ آدمیوں میں ظاہر ہوتے ہیں اور اُفق کے اختلاف سے روشنی مختلف ہوتی ہے اور باوجود اس کے زمین جگہ اگنے اشجار اور نباتات اور اناج و غلات و میوے و ثمرات کے بنائی ہے کسی جگہ درخت بسبب کثرت کے بصورتِ جنگل ہو گئے

ف بیان مقدار گردش آسمان اور ستاروں کا ۱۲

marfat.com

اور کسی جگہ دریا اور نہر جاری ہے، کہیں کان سونے چاندی ہیرے موتی وغیرہ کی ہے گویا خزانۂ جواہرات ہے اور کہیں چشمہ نکلا ہوا کہیں پہاڑوں نے سر پر آسمان بلند کیا، کہیں غاروں اور نشیب نے رگ و ریشہ تحت الثریٰ تک پہنچایا اور زمین باوجود ان عجائبات کے بوجھ عالم اٹھائے ہوئے ہے، اور طرح طرح کی جفا مخلوقات سے قبول کیے ہوئے، شاہ و گدا کو روٹی دیتی ہے اور کسی پر احسان نہیں رکھتی نیز مادۂ پیدائش آدم ہے اور نیز جائے معاش اور نیز جائے سجدہ و عبادت، کوئی ٹکڑا بہ بیت اللہ منسوب، کوئی ٹکڑا مدفن جسم مبارک محبوب انوار آسمانی ان ٹکڑوں نورانی کے مقابلہ میں نیست و نابود ہیں اور معابد ملائکہ آسمان میں اس آشیانۂ منور کا رشک دل میں رکھتے ہیں وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور اختلاف شب و روز میں کہ عوارض علویات اور سفلیات سے ہیں جب شعاع آفتابِ آسمانی بصورت مخروطی ہوا اور اس کا سر مرکز آفتاب میں چسپاں ہوا اور قاعدہ اس کا کسی افق زمین پر منطبق ہو تو یہ حقیقت روز ہے اور جب سایۂ تاریک زمین کہ قاعدہ اس کا کسی افق پر منطبق اور سر اس کا نقطۂ مقابل آفتاب میں چسپاں ہو تو یہ حقیقتِ شب ہے اور ان دونوں میں باہم کمال نزاع اور اختلاف ہے یہ تاریک وہ نورانی یہ سرد وہ گرم، یہ سیاہ وہ سفید یہ بسمت دیگر اور وہ بجانب دیگر اور یہ اور ملک میں اور وہ ملک دیگر میں یہ وقت آرام و خواب وہ وقت تلاش اور کسب اسباب یہ وقت خلوت اور وہ وقت جلوت، یہ وقت پوشیدگی وہ وقت ظہور، اگر ہر شب کو دوسری شب سے اور ہر روز کو دوسرے روز سے، ایسے ہی تمام سال کے شب و روز کو قیاس کریں تو اس قدر اختلافات نمودار ہوں کہ ان کا بھید معلوم نہ ہوا اور رنگ و درازی حد ایک دوسرے کی ہے۔ مصرعہ: رات میں جو گھٹے وہ دن میں بڑھ جائے ؛ مجموعہ دورہ شب و روز کا چوبیس ساعت ہے، چھ ماہ شب بڑی رہتی ہے اور دن چھوٹا اور چھ مہینے برعکس، اور جہاں کہیں کہ قطب بہت بلندی پر ہوتا ہے، بعض اوقات تمام دورہ روز کا رہتا ہے بلکہ بعضی جا کہ قطب فلک محیط مقابلہ سر کے ہوتا ہے شش ماہ روز اور شش ماہ شب رہتی ہے اور رات دن میں روز شادی و روز غم اور شب تولد و شب وفات اور روز جنگ و لڑائی و روز عیش و محفل آرائی اور روز بیماری و روز شفا اور شب رنج و شب راحت اور شب افلاس و فاقہ اور شب دولتمندی و دشمنی اور شب عابدان اور شب دزدان باہم کس قدر اختلاف ہے، حالانکہ دونوں بحرکت آفتاب مربوط ہیں اور بندوبست معاش حیوان و انسان بلکہ نباتات کا باتفاق دونوں کے ہونا

marfat.com

باوجودیکہ متضاد ہیں کارخانۂ عجائبات سے ہے اور نیز اول شب غلبہ خواب کا نمونہ موت نفخۂ اولی کا ہے
اور وقت طلوع فجر کے بیدار ہونا نمونہ حیات بعد الموت کا نفخۂ دومی ہے اور رات کی تاریکی کا بسبب
ظہور فجر مستطیل کے جاتا رہنا نوادرات سے ہے گویا ایک جدول پانی صاف سے دریائے پُر کدورت
میں رواں ہے اور اس میں ہرگز ملتی نہیں وَالْفُلْكِ اور کشتیوں کا جاری ہونا اور یہ صنعت اور ترکیب
فقط جناب الٰہی سے حضرت نوح پر القا ہوئی تھی کہ اس کے سبب غرق طوفان سے امن میں رہے
بعد ازاں لوگوں میں جاری اور رائج ہوئی بخلاف صنعتوں اور اور ترکیبوں کے جیسے عمارات اور پل وغیرہ
کہ انسان نے اپنی فکر سے کی ہیں اور نیز کشتی کا پانی پر جاری ہونا فقط بقدرتِ الٰہی ہے اس واسطے
کہ اول موقوف پانی کے رقیق ہونے پر ہے اور اسی واسطے دریائے شمالی میں کہ بسبب زیادتی سردی کے
اکثر سال جما رہتا ہے جاری نہیں ہو سکتی، دوسرے موقوف ہلکا اور سبک ہونے مادۂ کشتی پر ہے کہ بسبب
تخلل اور کثرت مسام کشادہ کے جسم خفیف اور ہلکا رہتا ہے وگرنہ بقدر ایک فلوس کے لوہا
یا تانبا پانی پر نہیں ٹھہر سکتا اور ہزارہا من لوہا اور تانبا کشتی پر لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک کو
لیجاتے ہیں، تیسرے ہوا کا ارسال کرنا کشتی کے رواں ہونے میں مددگار ہوا اور بقدر اعتدال چلے تاکہ
صدموں پیچ و تاب بھنور اور تلاطم امواج سے سالم رہے خصوصاً الَّتِیْ وہ کشتی کہ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ
دریائے شور میں جاری ہوتی ہے کہ کنارہ زمین پیدا نہیں اور زمین ہرگز نظر نہیں آتی ہے اور علامات
پہاڑ و مینار اور طریقے معرفت کے گم اور راہ فریادرسی کی مطلقاً بند اور آفتاب پانی ہی سے طلوع
کرتا ہے اور پانی ہی میں غروب ہو جاتا ہے اور سوائے آفتاب و ستاروں اور پانی کے کوئی چیز
نمودار نہیں ہے۔ اگر جناب الٰہی سے ان کشتیوں کے سوار ہونے والوں کو تقویت نہ ہو تو ان مصیبتوں
پر کیونکر صبر کر سکتے ہیں اور پھر یہ بھی تدبیر الٰہی ہے کہ ہر ملک اور ہر ولایت کو عجیب اجناس اور تحائف
سے مخصوص کیا، کہیں روپیہ بہت اور میوہ نایاب اور کہیں گھوڑے بسیار اور خوراک کم اور کہیں غلّہ
اور میوہ بافراط اور روپیہ بتفریط اور کہیں کوئی شے ہے اور کہیں کوئی، اگر یہ خصوصیات نہ ہوتیں
تو کون اپنے تئیں اس سفر پُر خطر اور دریائے ہولناک میں ڈالتا، پھر آدمیوں میں خواہش نقل کرنے
اسباب ایک مکان کا دوسرے میں ڈالدی۔ اور شوقِ نفعِ تجارت دلوں میں مضبوط کر دیا تاکہ اس خیال
سے سختیوں میں مصروف ہوں اور بعضوں کو شوق حج و زیارت انبیاء و اولیاء نے اس قدر بیتاب کیا

ف تحقیق لغت بحر کی اور معنی اس کے یہ

marfat.com

کہ وہ بھی ایسی مصیبتوں کو خیال میں نہیں لاتے، بحر لغت عرب میں دریائے شور کا نام ہے دریائے شیریں کو بحر نہیں کہتے مگر کبھی بطریق استعارہ کے مجاز کے اور اصل دریائے شور کہ اکثر جوانب محیطِ معمورۂ زمین اس کے قابل نہیں ہے کہ کشتیاں جاری ہوں اور آمد و رفت بخوبی ہو اس واسطے کہ جزائر اور کنارے آباد نہیں ہیں لیکن چند ٹکڑے اس محیط سے وسطِ زمین میں آگئے ہیں اور سبب نقل کرنے اسباب کے ایک ملک سے دوسرے میں ہوئے ہیں اور ان میں کشتیوں کا جاری ہونا مروج ہے اس میں سے جو ٹکڑا جانب جنوب سے آگیا ہے اور محیط شرقی کے متصل ہے اور محیط غربی سے منقطع چار شاخیں ہیں، جب ان چاروں کا جانب غرب سے شمار کریں تو اول خلیج بربری ہے، اس واسطے کہ حدود بربر میں ہو کر ملکِ حبش میں گذرتی ہے اور طول اس خلیج کا جنوب سے شمال تک ایک سو ساٹھ فرسنگ ہے اور عرض پینتیس فرسنگ ہے اور ضلع غربی پر حبشی کافروں کے شہر ہیں دوسری خلیج احمر ہے کہ اس کا طول جنوب سے شمال تک چار سو ساٹھ فرسنگ ہے اور عرض ساٹھ فرسنگ اور جس جگہ سے کہ یہ خلیج تمام ہوئی ہے فسطاۃ دار الخلافہ سے مصر تک تین دن کی راہ ہے اور یہ شہر دریائے نیل کے شرقی کنارے پر واقع ہے اور اس خلیج کے غربی ضلع پر بربر کے اور حبشیوں کے شہر واقع ہیں اور اس کے شرقی ضلع پر اہل حجاز کے کنارے اور بندر ہیں ان میں سے ایک فرضہ بندر مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور اس میں قافلے اہل مصر و حبشیوں کے ملک حجاز میں آتے ہیں اور ایک ان میں سے جدّہ ہے کہ بندر مکہ معظمہ کا ہے سواحل اہل یمن اسی خلیج پر ہیں، اور کنارہ شرقیہ پر شہر عون آباد ہے تیسرے خلیج فارس ہے اس کا طول بھی جنوب سے شمال تک چار سو ساٹھ فرسنگ ہے اور عرض ایک سو اسی فرسنگ ہے اور اس کے مغربی کنارے پر ملک عمان ہے اور اسی واسطے اس خلیج کو بحر عمان بھی کہتے ہیں اور تمام ولایت عرب و حجاز و یمن درمیان ضلع غربی اس خلیج اور شرق احمر کے واقع ہے اور اسی واسطے اس ولایت کو جزیرۂ عرب کہتے ہیں اور مکہ معظمہ اور مدینۂ منورہ اسی ولایت میں ہیں اور اس خلیج کے شرقی کنارہ پر شہر فارس ہیں۔

چوتھی خلیج اخضر ہے اور یہ خلیج جنوب سے شمال کو آتی ہے اور بصورت مثلث ہے اس کا ضلع شرقی متصل محیط شرقی ہے اور ضلع غربی پانچسو فرسنگ ہے اور اس کے کنارے پر ولایت چین آباد ہے اور اسی واسطے اس کو بحر چین بھی کہتے ہیں اور گوشۂ غربیہ اس بحر کا گوشۂ شرقیہ بحر فارس تک

marfat.com

مسمّٰی بہ بحرِ ہند ہے اس واسطے کہ ولایت دکن و گجرات و کچھ اس کے کناروں پر واقع ہے اور جو ٹکڑا کہ جانب غرب سے شرق کو آتا ہے ایک بڑی خلیج ہے کہ اکثر شہروں مغرب پر گذرتا ہے اور شہروں مصر و شام تک پہنچتا ہے اور یہ تمام شہر اس کے ضلع جنوبی پر ہیں لیکن ضلع شمالی شہروں اندلس اور صقالیہ پر گذرتا ہے اس میں سے ایک شاخ نکل کر ملک شمالی صقالیہ میں گذرتی ہے اور طول اس خلیج کا ایک سو فرسنگ ہے اور عرض تراسی فرسنگ، اور پھر اس طرف سے نکل کر بسمت مشرق جاتا ہے اور اکثر کوہستان غیر مسلوک اور زمین غیر مسکون میں بہتا ہے اس سبب سے اس کی انتہا معلوم نہیں کہ کہاں ہے، یہ حال بحار متصلہ بمحیط کا ہے لیکن جو کہ متصل بمحیط نہیں ہے پس بحر طبرستان اور جیلان اور باب الابواب اور خرادامن ہیں اس واسطے کہ یہ ولایت سب ان کے کناروں پر ہیں اور بحر مستطیل الشکل ہے مشرق سے مغرب تک دو سو پچاس فرسنگ سے زیادہ ہے اور شمال سے جنوب تک قریب دو سو فرسنگ کے ہے اور اگر اس بحر کو ابحار متصلہ بمحیط سے جمع کریں تو سات بحر عظیم سوائے محیط اور ربع مسکون کے ہیں اور لفظ سبعۃ ابحر کہ قرآن مجید میں وارد ہے اس کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے اور ان ابحار مہلکہ عظیمہ سے نجات بذریعہ کشتی کہ الہام غیبی سے بشر کو معلوم ہوئی ہے اور ہو سکتی ہے اور اس تدبیر میں فقط بحروں مہالک سے نجات ہی مرعی نہیں ہے بلکہ ایسے دریاؤں میں کشتیاں جاری ہوتی ہیں بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ اس چیز کے واسطے کہ آدمیوں کو نفع پہنچاوے جیسے ایک ملک سے دوسرے ملک کو عبور کرنا اور اسباب و اموال تجارت کا لانا اور لیجانا اور بوجھ و بار عمارت وغیرہ اور مسافت طویلہ کا مدت قلیلہ میں قطع ہونا اور سواری جانوروں کی کہ ان کا باندھنا کھولنا اور فکر گھاس دانہ حلاوت زندگی کو خصوصاً بوقت پہنچنے منزل بعیدہ کے برباد کر دیتا ہے نیز سواران کشتی کو بسبب تجارت یا مقصد پر پہنچنے سے نفع ہے اور نیز ان آدمیوں کو جن کے ملک میں یہ کشتی ٹھہرتی ہے بسبب پانے اشیاءِ مرغوب کے اور نایاب کے نفع ہے اور اسی واسطے بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ فرمایا، اور تخصیص سواران کشتی کی نہ کی اور اس لفظ سے دلیل جواز سواری کشتی و جہاز اور تجارت سے فائدہ لینے کی ہے وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ اور وہ چیز کہ نازل کی آسمان سے، پانی کی آسمان اصلاً جائے قرار اور معدن پانی کا نہیں ہے اس واسطے کہ پانی بالطبع تقاضۂ قرار بر زمین کرتا ہے، پس یہ فقط اثرِ قدرت اور رحمت ہے کہ جانب آسمان سے پانی کے دریا کے دریا نازل فرماتا ہے اور یہ

پانی مختلف پانی دریا کے ہے مزہ میں بھی اور اثر میں بھی اس واسطے کہ آبِ دریائے شور کڑوا ہے اور وہ شیریں، اور آب دریا زراعت اور جلد حیوانات کو جلا دیتا ہے اور وہ کھیتی کی نشوونما میں مدد دیتا ہے، اور حیوانات کے اجسام کو نفع بخشتا ہے اور آب دریا ہرگز دافعِ تشنگی نہیں ہے اور وہ پیاس کو بخوبی دور کر دیتا ہے اور آبِ دریا سیاہ اور مکدر و غلیظ ہے اور وہ شفاف و صاف و رقیق القوام ہے، اور اس میں منافع مشترکہ جیسے اشیاء کا پاک کرنا اور ہر صنعت میں کام آنا بھی ہیں بلکہ بسبب جودت جوہر کے بہ نسبت آب دریا کے، یہ منافع اس میں زیادہ ہوتے ہیں، بعض صنعتیں تو اسی پانی پر موقوف ہیں، آب شور کام میں نہیں آتا اور بعضی چیزوں کو خراب کر دیتا ہے جیسے کھانا پکانے میں اور عمل کچ میں اور ترکیب حلاوت وغیرہ میں، اور پھر اس پانی نازل کردہ کو ضائع نہ کیا اگر وقت نزول کے انتفاع اٹھایا فبہا ورنہ اس سے پھر اس وقت نفع حاصل نہیں ہوتا بلکہ بعضے ٹکڑوں زمین کو ایسی خاصیت دی کہ پانی ان کے اندر جا کر اور راہ سے فوارہ اور چشمہ ہائے گوناگوں ہو کر نکلتا ہے اور بعضے ٹکڑوں کو ایسی خاصیت دی کہ وہ پانی کو کھینچ کر نگاہ رکھتے ہیں تاکہ جب کنواں وغیرہ کھودیں تو ظاہر ہو جاوے اور کام میں آوے اور اس قدر قوت جذب تمام زمین میں مشترک ہے اگر اس پانی کو کسی گڑھے میں نہ لیجاوے یا راہ دیگر سے جاری ہو تو قوت نامیہ اپنی کو اس سے زیادہ کرتی ہے فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا یعنی اس پانی سے زمین کو بعد موت کے زندہ کیا کہ ایک قوت زمین کی جو معطل ہو گئی تھی بسبب پانی کے پھر لائق کام ہو جاوے، جیسے کہ مردہ زوال حرکت و حس سے پھر زندہ ہوتا ہے اور گوناگوں نباتات اور گیاہ اور درخت، سوار و پیادہ اور پھول اور میوے وغیرہ نکلتے ہیں گویا کہ خون خشک ہو کر مردہ کا از سر نو رگوں میں جاری ہوا اور گوشت اور چمڑا اور بال و ناخن گرے ہوئے دوبارہ استخوان پر اگ آئے اور رونق اور تازگی پھر آگئی، اور حیوانات کا رزق بخوبی پیدا ہوا اور مادہ تولد کا بہت سے اقسامِ حیوانات کو حاصل ہوا وَبَثَّ فِيهَا اور پراگندہ کیا زمین میں مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ہر جنس کے حیوان کو اس واسطے کہ حیوان دو قسم ہیں ایک وہ قسم کہ خود بخود پیدا ہوتے ہیں جیسے ٹڈی سانپ بچھو مینڈک اور پروانہ کی قسمیں اور تمام حشرات الارض وجود اس قسم کے جانوروں کا باران آنے اور جوش کرنے حرارت زمین پر موقوف ہے۔ یا بسبب اجتماع حرارت اور رطوبت کے تعفن معتدل ہو کر قبولِ حیثیت حیوانی کرتا ہے اور دوسری

marfat.com

قسم توالد کی جیسے گائے شتر آدمی اور تمام چرندے پرندے اور باقی رہنا اس قسم کا نباتات اور غلہ اور میووں کے ہونے پر ہے اور ان کی قوت بھی اشیاء میں اور وجود ان چیزوں کا مینہ کے برسنے پر ہے اور اگر کوئی خوب تامل کرے تو معلوم ہو جاوے کہ جیسے شروع ربیع سے درختوں اور نباتات کا بڑھنا شروع ہوتا ہے اور آخر سرما میں انتہا کو پہنچتا ہے اور پختگی پیدا کرتا ہے ایسے ہی حیوانات کے جسم ابتدائی موسم بارش و باراں سے نشوونما پکڑتے ہیں اور موٹا ہونا شروع کرتے ہیں اول خریف میں بہت خوبصورت اور موٹے تازے رہتے ہیں اور دودھ ان کا پختہ ہوتا ہے اور بدن میں قوت ہو جاتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ جیسا کہ درختوں میں بے برگی اور کم ہونا سایہ اور میوہ کا شروع ہوتا ہے ایسے ہی حیوانات کے جسموں میں گوشت اور دودھ کم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ قرب ربیع میں بالکل دُبلاپن اور قلت گوشت و دودھ بہم پہنچتا ہے اور پھر جب بارش و باراں شروع ہوتی ہے، بحالتِ سابق رجوع کرتے ہیں، ہاں البتہ آدمی کہ اپنے واسطے قوت جمع کر لیتے ہیں اور درندے کہ اور جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں ظاہر میں اس تغیر و تبدل سے محفوظ دکھلائی دیتے ہیں لیکن بالانتہا مدار ان کا بھی زیادتی کھانے اور پینے اور تازگی و نضارت کا فصل باراں پر ہے اور چونکہ اس مقام میں ذکر جنگلی جانوروں کا ہے جو کہ زمین پر منتشر ہیں اور دلیل اس کی و بث فیہا من کل دابۃ ہے پس دریائی جانوروں کا پانی پینے سے بے پروا ہونا کچھ خوف نہ رکھے اور باوجود اس کے اہلِ علم حیوانات نے لکھا ہے کہ اگر ایک سال مینہ نہ برسے تو دریائی جانور اندھے ہو جاتے ہیں اور ان کی بینائی میں قصور ہو جاتا ہے پس وہ بھی مینہ کے پانی کے محتاج ہیں اور محتمل ہے کہ جملہ و بث فیہا من کل دابۃ انزال پر معطوف ہو تو اس صورت میں یہ دلیل باران سے سوا ہے لیکن اس صورت میں ضمیر فیہا کا مرجع خاطر خواہ میسر نہ ہو گا الا بتکلف اور بہر تقدیر جس کسی نے کتاب حیٰوۃ الحیوان اور تشریح حیوانات کی کتابیں اور عجائب المخلوقات کا مطالعہ کیا ہے کچھ کارخانہ وسیع سے پا سکتا ہے وما یعلم جنود ربك الا ھو۔ اور نہیں جانتا کوئی خدا کے لشکر کو مگر وہی اور عجائبات حیوانات سے ایک یہ ہے کہ صورتیں رنگا رنگ اور اشکال بیشمار رکھتے ہیں خصوصاً تمام حیوانوں میں سے صورتوں اور شکلوں میں مختلف ہونے میں آدمی مخصوص ہے، حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی سے منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ سے از راہ تعجب کہا کہ مقدمہ شطرنج کا بہت عجیب ہے کہ شطرنج باوجودیکہ چنداں طول و عرض نہیں رکھتی ہے ایسی بنائی

marfat.com

گئی ہے کہ اگر ایک آدمی ہزار دفعہ کھیلے اور بازی اس کے موافق نہ پڑے تب بھی ہر بار اور بازی ظاہر ہوگی حضرت نے جواب دیا کہ میں تجھ کو اس سے بھی زیادہ متعجب شئے بتلاتا ہوں کہ کمالِ قدرتِ الٰہی کی دلیل ہے دیکھ کہ چہرہ انسان کا ایک بالشت طول وعرض میں نہیں ہے، پھر ہر مقام میں ہر عضو اس طرح سے مقرر ہے کہ تغیر و تبدل قبول نہیں کرتا اور ابرو وآنکھ وکان وناک ومنہ کو اس کی جگہ مقررہ سے بیجا نہیں کرسکتے اور باوجود اس کے اگر ہر فردِ بشر کو تو ڈھونڈے ہرگز دو آدمی ایک صورت میں مشابہ نہ ہوں، ہر ایک میں تمیز کی وجہ رکھی ہے اور اگر یہ تدبیر الٰہی نہ ہوتی تو آدمی باہم ممتاز نہ ہوتے اور شبہِ عظیم پیدا ہوتا اور بندوبستِ معاش اور حاجتوں میں خلل ظاہر ہوتا اور ہر چند جاری ہونا کشتیوں کا، اور آسمان کی طرف سے پانی کا برسنا اور زمین میں جانوروں کا پراگندہ ہونا دلائلِ مستقلہ وحدت، اور رحمت الٰہی پر ہیں لیکن اگر غور کیا جاوے تو یہ دلیلیں ایک اور دلیل کی شاخ ہیں اور وَتَصۡرِيفِ الرِّيَاحِ اور ہواؤں کا مختلف طرفوں سے گردش دینا ہے مثلاً شرق وغرب وجنوب وشمال سے اور ان کے درمیان کی طرفوں سے اور ہوا کا سردی سے بگرمی اور گرمی سے بسردی بدلنا ہے اور تری سے خشکی کو اور بالعکس اور تیزی سے نرمی کی طرف اور اس کے خلاف اس واسطے کہ گردشِ ہوا اور اس کے چلنے سے کشتیوں کا چلنا اور مینہ کا برسنا اور منقطع ہوجانا تعلق رکھتا ہے اور زندگی ہر جانور کی ہوا کے لینے سے ہے اور وہ ہوا کو ہر نفس کی راہ سے لیتے ہیں تاکہ حرارت اندرونی کو تسکین رہے اور دمبدم ہوائے دیگر چاہیے کہ وہ دل سے ہوائے گرم کھینچے اور وہ ہوائے گرم کو نکالے اور اگر ہوا کا چلنا بروجہ مناسب نہ ہو تو ہوائے وبا کے اصلاح قبول نہ کریں اور باعثِ فسادِ جوہرِ روح اور تعفنِ اخلاط، اور تغیرِ ارواح کے ہوں اور ہلاک ہوجاویں اور منافع ہوا کے مقدمۂ مینہ میں احاطۂ بیان سے باہر ہیں کھیتی والے تغیر و تبدیل زراعت اور میوؤں میں ہوا کے محتاج ہیں اور بول وبراز کے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے اور میوؤں کے پکانے میں اس کی تاثیریں ظاہر ہیں اور ایسے ہی بادلوں کو جدا کرنے اور ملانے میں اور بندوبست عالم میں یہ سب چیزیں درکار ہیں کبھی مینہ کا برسنا مفید ہوتا ہے اور کبھی اس کا نہ برسنا ایک وقت ابر کا ہونا نافع ہوتا ہے اور گاہے مضر، پس کمال رحمت الٰہی ہے کہ اسباب ضروریہ بروقت حاجت کے تیار کر رکھے ہیں اور ایک نادر الاثر آثار ہوا سے فتح اور شکست لشکر ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ فتح مند ہوا میں بسبب صبا کے اور ہلاک ہوئی قوم عاد

marfat.com

کی بسبب ہوائے دبور کے اور نیز ہوا کبھی باعثِ مرض ہوتی ہے اور گاہے سبب صحت کی اور گاہے ابر جمع کرتی ہے اور مینہ برساتی ہے اور گاہے ابر کو پارہ پارہ کرتی ہے اور زمین کو خشک اور کبھی درختوں کو پھلوں سے بھر دیتی ہے اور کبھی پھلوں کو بلکہ پتوں کو بھی گرا دیتی ہے اور اسی واسطے حدیث شریف میں بروایت مسلم اور معتبر کتابوں کے وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نقصانات ہوا سے ڈرو تو ہوا کو بُرا مت کہو اس واسطے کہ ہوا خود بخود نہیں چلتی ہے بلکہ مامور ہے، کیا تم نے قول اللہ تعالیٰ کا وتصریف الریاح نہیں سنا ولیکن اس طور پر کہنا چاہیے کہ یا الٰہی ہم اس ہوا سے خیر چاہتے ہیں اور اس چیز سے جو اس میں ہے اور اس کے شر سے پناہ مانگتے ہیں اور اس چیز سے جو اس میں ہے اور ابن ابی حاتم ابی بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ جس جگہ قرآن شریف میں لفظ ریاح بلفظ جمع واقع ہوا ہے اس سے باد ہائے رحمت مراد ہیں اور جس جگہ کہ ریح بصیغۂ مفرد وارد ہوا ہے اس سے مراد بادِ عذاب ہے جیسا کہ ومن اٰیاته ان یرسل الریاح مبشرات اور قصہ عاد میں ارسلنا علیھم الریح العقیم یعنی اور نشانی اس کی سے یہ ہے کہ ہوائیں خوشخبری دینے والی بھیجتا ہے، اور بھیجتے ہیں ہم ان پر بادِ بُری اور اسی طرف اشارہ ہے حدیث شریف میں جو کہ بروایت حضرت عائشہ رض صحاح میں وارد ہے کہ جب ہوا چلتی تھی تو حضرت فرماتے تھے اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحا۔ یعنی یا الٰہی اس ہوا کو باد ہائے رحمت کر دے اور بادِ عذاب مت کر اور ابو عبید اور ابن ابی الدنیا اور اور محدثین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہواؤں کو آٹھ قسم پر تخلیق فرمایا ہے، چار ان میں سے آثارِ رحمت سے ہیں اور چار آثارِ عذاب سے لیکن آثار رحمت پس وہ ناشرات اور مبشرات اور مرسلات اور ذاریات ہیں اور چار جو کہ آثارِ عذاب سے ہیں پس وہ عقیم و صرصر جنگل کے ہیں اور عاصف و قاصف دریا کے۔ اور ابو الشیخ ابن عباس رض سے بھی روایت کرتے ہیں اور نیز عیسیٰ ابن ابی عیسیٰ خیاط بیان کرتے ہیں کہ ہوا سات قسم ہے، صَبا اور دَبور و جنوب و شمال و اخروق و نکیا اور ہوائے قائم صبا مشرق سے آتی ہے اور دبور مغرب سے اور جنوب جنوب سے اور شمال شمال سے اور نکیا ما بین صبا اور جنوب ہے اور خروق ما بین شمال اور دبور سے اور ہوائے قائم مادہ نفسوں حلق کا ہے اور ابو الشیخ بروایت انس رض اور ابن ابی الدنیا، اور ابن جریر براویت ابو ہریرہ رض روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ باد جنوب بہشت سے ہے اور یہ وہی باد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لواقح فرمایا ہے اور آدمیوں

ف بیان ممانعت بُرا کہنے ہوا کا ۔ بیان اقسام ہوا کا ؛

marfat.com

کے واسطے اس میں منافع رکھے ہیں اور باد شمال اصل میں دوزخ سے نکلتی ہے لیکن راہ میں بہشت پر ہو کر گذرتی ہے پس اس کو بہشت سے اثر حاصل ہو جاتا ہے اور اس میں سردی اسی سبب سے ہے لیکن جائے ورود اس ہوا کی شہرہائے حجاز اور اطراف شہر اس ضلع کے ہیں اس واسطے کہ دریائے شور جانب جنوب ان شہروں کے واقع ہے جو ہوا کہ اس طرف سے اٹھتی ہے رطوبت سے بھری ہوئی ہوتی ہے، اور زراعت کو تر کر دیتی ہے اور باد شمال پہاڑوں میں سے خشک ہو کر آتی ہے جیسا کہ صبا، اور دبور ہندوستان میں، اور بخاری اپنی تاریخ میں بروایت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہشت میں ایک ہوا پیدا کرتا ہے اور ایک دروازہ مضبوط اس کے منہ پر باندھ دیتا ہے کہ اس کی دراڑ میں سے نکل کر تم پر پہنچتی ہے، اگر وہ دروازہ کھولدیا جاوے تو تیزی کے باعث مابین زمین و آسمان متاثر ہو جاوے اور نیز ابو الشیخ بعض صحابہ سے نقل کرتے ہیں کہ اگر ہوا تین دن تک بند رہے تو مابین آسمان و زمین بدبودار ہو جاوے اور تعفن پیدا کرے اور ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کو رات و دن و یا مہتاب و آفتاب اور ہوا سے کچھ نقصان پہنچے تو ان چیزوں کو بُرا مت کہو کہ یہ خود بخود کچھ نہیں کرتیں اللہ تعالیٰ ان کو کسی قوم پر باعث رنج و عذاب کا کر دیتا ہے اور کسی قوم پر باعث رحمت و راحت کا اور بیہقی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت کے روبرو ہوا کو لعنت کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہوا کو لعنت مت کر اس واسطے کہ وہ مامور ہے اور جو کوئی کسی پر لعنت کرے اور وہ لائق لعنت نہ ہو تو لعنت اسی پر لوٹ آتی ہے اور نیز بروایت ابن عباس مروی ہے کہ جس وقت تیز ہوا چلتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں زانو پر کھڑے ہو جاتے اور اسی نشست پر یہ دعا فرماتے اللھم اجعلھا رحمۃ لا تجعلھا عذابا اللھم اجعلھا ریاحا ولا تجعلھا ریحا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تفسیر اس دعا آنحضرت صلعم کی کتاب اللہ میں ہے ارسلنا علیھم ریحا صرصرا + ... فارسلنا علیھم الریح العقیم، وارسلنا الریاح لواقح، و یرسل الریاح المبشرات وَ السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ۔ یعنی اس ابر میں کہ فقط تسخیر الٰہی پر معلق رہتا ہے بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، آسمان اور زمین کے درمیان، حالانکہ طبیعت پانی کی تقاضا نزول کا کرتی ہے پس ہوا میں گھر کے درمیان اس کا معلق رہنا برخلاف اس کی طبیعت کے نہیں ہے مگر بسبب تاثیر تاثری اور مسخری کے کہ اسکو

ف بیان ادعیہ ہوا کا۔

marfat.com

مقتضائے طبیعت سے باز رکھتی ہے اور نیز اگر ہمیشہ رہے تو نقصانِ عظیم بندوں پر لاحق ہو اس واسطے کہ شعاع آفتاب بالکل پوشیدہ ہو جاوے اور رطوبت زیادہ ہو جاوے اور آمد و رفت اور حوائج کی تکمیل مشکل ہو جاوے اور اگر بالکل ہوا نہ چلے اور ابر نہ ہو تو قحط اور خشکی ہو جاوے پس مادۂ ابر کو بقدر معلوم مقدر فرمانا اور وقت حاجت کے لانا اور بعد حاجت کے ایسا نیست و نابود کر دینا کہ اس کا نام و نشان نہ رہے تدبیر مدبر حکیم پر موقوف ہے اور اگر کوئی جرم ابر میں تامل کرے نیز بزرگی اور تراکم میں اور نیز پست و بلند ہونے میں اور انبساط اور تخلل میں کہ ایک لحظہ میں تمام افق کو گھیر لیتا ہے اور نیز پارہ پارہ ہو کر ایک لمحہ میں گر پڑتا ہے اور نیز گرج اور بجلی اور صاعقہ اور قوس قزح کے اس کے رنگوں میں خصوصاً بوقت طلوع و غروب آفتاب اور نیز سایہ ڈالنے گرمی زدوں پر اور تشنہ کاموں صحرا نوردوں پر اور نیز اس کے پیدا ہونے اور حدوث میں کہ اول پارہ پارہ پیدا ہوتا ہے اور آخر مثل کوہ ہو جاتا ہے اور روئے آسمان کو ڈھانپ لیتا ہے اور مثل شیر ببر کے دھاڑتا ہے اور مانند ہاتھی بلکہ گھوڑے کے دوڑنے میں شتابی کرتا ہے لَاٰیٰتٍ یعنی وحدانیت معبود اور نیز رحمانیت اور رحیمیت اس کی دلیلیں ہیں لیکن ان نتائج ثلثہ کا دلائل ہشت گانہ سے نتیجہ نکالنا کچھ سلیقہ کی معقول دانی پر موقوف ہے اور اسی واسطے باوجودیکہ دلائل ہشت گانہ مشہور خاص عام اور نظر تمام گروہ تمام میں جلوہ گر ہیں تب بھی کہہ سکتے ہیں کہ مخصوص ہیں لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ۔ اس قوم کے واسطے کہ اپنی عقل کو فکر و نظر میں استعمال کرتے ہیں اور اسی واسطے اسی آیت باعظمت کے حق میں حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ ویل لمن لاکھا بین لحییہ ولم یتفکر فیھا یعنی افسوس ہے اس شخص کے واسطے کہ اس آیت کو اپنے دو کلوں میں چبانے پر اکتفا کرے اور دلائل اس آیت میں فکر و تامل نہ کرے اور بعض روایات میں وارد ہے ویل من قرء ھذہ الاٰیۃ فمج بھا۔ یعنی افسوس ہے واسطے اس کے کہ اس آیت کو پڑھ کر مثل پانی مضمضہ کے منہ سے نکال ڈالے اور ان دلائل کو دل میں جگہ نہ دے اور تطبیق ان دلائل ہشت گانہ کی ان تین مطالب پر بطریق عام فہم کے یہ ہے کہ منافع آسمانوں کو منافع زمین کے ساتھ مربوط کرنا بدون جاری کرنے تدبیر واحد کے ان دونوں میں متصور نہیں ہے بلکہ تمام آسمانوں اور تمام ولایتوں مختلفہ زمین میں وہی ایک تدبیر جاری ہے اور اگر ہر آسمان میں ایک روح اس کی مدبر اور ہر زمین میں دوسری روح مدبر ہوتی تو بے تعلق اور ارتباط باہمی کے منافع ایک دوسرے کے مربوط نہ ہوتے پس اگر ہر آسمان اور ایسے ہی ولایات مختلفہ زمین میں ارواحِ مدبرہ موجود

marfat.com

ہوں، ضرور مقہور ایک حاکم اور مسخر ایک حاکم کی نہ ہوں گی اور لائق معبودیت کے کہ مقتضی تفرد اور استغناء و قہر علی کل من اعدار کی ہے وہی ایک ذات ہوگی نہ ارواح مقہورہ کہ اپنی خاصیتوں کے صادر کرنے میں محتاج ہیں اور تفرد نہیں رکھتے یہ طریقہ اثباتِ وحدت کا اس راہ سے ہے لیکن اثبات رحمت عامہ اور خاصہ کا بخوبی ظاہر ہے اس واسطے کہ زمین میں مادے قبول کرنیوالی صورتیں گوناگوں موجود ہیں اور وہ صورتیں گوناگوں ساتھ وصفوں مختلف سماوات کے بسبب تحریک ان کی کے ایک بعد دوسرے کے ان مادوں پر قابض ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ مدبر رحمٰن اور رحیم ہے اور ایسے ہی اختلافِ روز و شب دلیل صریح وحدتِ معبود اور اس کی رحمت پر ہے اس واسطے کہ اگر ظلمت اور تاریکی کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی اور روشنی اور تابش کسی دوسرے کے ہاتھ میں تو محتمل تھا کہ ہر ایک ان میں سے روشنی کو بوقت تاریکی یا تاریکی کو بوقت روشنی کے ظہور میں لاتا۔ تو اجتماع دو متنافی کا لازم آتا اور اگر ہر ایک ان میں سے کار اپنے سے بسبب کار دوسرے کے معطل ہوتا اور اس کو ممکن نہ ہوتا کہ اپنے مقتضا، کو ظاہر کر سکے تو عاجز اور زبون ہے اور قابل عبودیت کے نہ رہا اور کم سے کم کبھی آثار تنازع اور کشاکش کے اس کارخانہ میں ظاہر ہوتے حالانکہ تعقب شب و روز اور زیادتی اور نقصان ان کا ایک طریقہ اور ایک بندوبست پر ہمیشہ جاری ہے اور نیز تبادل ان دونوں رنگ کا عالم میں سبب حصول اعتدال اور انتظام امر جانوراں کا ہے کہ ہمیشہ ظلمت عالم پر رہتی ہے نہ نہایت مرتبہ اور ہمیشہ نور و شعاع رہتے ہیں بنہایت مرتبہ، پس معلوم ہوا کہ مدبر اس کارخانہ کا اس وجہِ معتدل پر کمالِ رحمت رکھتا ہے خلق پر، اور ایسے ہی دلالت کشتیوں کی وجود وحدت معبود پر بہت روشن ہے اس واسطے کہ کشتیاں جواہر زمینی زیادہ رکھتی ہیں اور جواہر ارضی بلاشبہ پانی سے زیادہ ثقیل ہوتی ہیں پس چاہیے تھا کہ کشتی غرق ہو جاتی اور پانی پر نہ ٹھہرتی اور اگر کہیں کہ ہوا اس کے اجزائے جسم خشبی میں داخل ہو جاتی ہے اور اس کو ہلکا کر دیتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ سبب بھی ضرور کسی اور کے ہاتھ میں ہے اور ہوا وجود اس کے بصورت پُر کرنے لوہے اور پتھروں سے کفایت نہیں کرتی اس واسطے کہ ہوا اس وقت بغایت قلیل ہوتی ہے اثر اس کا ان اجسام ثقیلہ کثیرہ کے ہلکا کرنے میں پیش نہیں جاتا۔ اور اس کی مانند لوہے کا کرہ اندر سے خالی بہت ہلکا اور سبک بنا دیں اور اس میں ہوا ہی پھونک دیں، البتہ پانی کی تہ میں بیٹھ جاویگا پس بہتر یہی ہے کہ قطع دریافتِ اسباب کریں اور بلا واسطہ ساتھ ارادہ قیوم مطلق کے سونپ دیں اور نیز اگر روحِ مدبر دریائے شور کی مقہورِ حکم مدبرِ جسم خشبی کشتیوں کے اور مدبر جسم

marfat.com

ہوائی کہ درمیان مسام اس کے کے نفوذ کر کے اس کو پانی پر استادہ رکھتی ہوتی تو قابل عبادت نہ ہوتی اور اس واسطے کہ مدبر مقہور لائق عبادت کے نہیں ہے اور اگر مقہور نہ ہوتی پس کس واسطے آب دریا پر تمام انتقال کو گردش دیتی اور کس واسطے مزاحمت نہیں کرتی پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں مقہور بحکم دیگر ہیں کہ ہر ایک کو دوسرے سے صلح میں کر رکھا ہے اور تابعدار کیا ہے ایسے ہی دلالت اس تدبیر کی رحمت پر نہایت ظاہر ہے اول الہام ہونا اس تدبیر کا غیب سے نہایت رحمت ہے، دوم رحمت حق میں مسافروں اور تاجروں اور ان آدمیوں کے ہونا کہ اسباب نفیس دور دراز کے شہروں کے لیکر زیادہ جلدی پہنچتے ہیں اظہر من الشمس ہے اور ایسے ہی نزول پانی کا تاثیر ہوا سے حالانکہ پانی ثقیل و یا وہ ہوا سے ہے اس چیز مخالف میں کس طرح ٹھہرتا ہے، پھر اگر ارواح مدبر جسم مائی کی سوائے جسم ہوائی کے ہے پس کس واسطے ملک غیر میں متصرف ہوتا ہے اور وہ غیر کس واسطے تصرف ملک اپنی میں مزاحمت نہیں کرتا اگر مقہور اور مغلوب ہے قابل عبادت کے نہیں اور اگر تابعدار اور مسخر ہے پس مقہور کسی اور کا ہے کہ ایک کو دوسرے کا تابعدار کر رکھا ہے اور اس کارخانہ میں اثبات رحمت اسقدر ظاہر ہے کہ بیان سے باہر ہے اس واسطے کہ زمین کو بسبب نباتات اور درختوں اور میووں اور پھلوں کے زندہ کرنا نیز انتظام معاش حیوانوں کا کرتا ہے اور نیز باعث خوبی ان کے حال کا اور گردش باد میں وحدت اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اگر ہر جہت کا مالک کسی جہات عالم کا شخص دیگر ہوتا ایک کام میں بادہائے مختلفۃ الجہات مصروف نہ ہوتیں، حالانکہ مقدمۂ باراں تجربہ ہوا ہے کہ ہوا خدمت کرتی ہے اور نیز جب ایک جہت سے چلتی تو چاہیے تھا کہ دوسری طرف سے بھی چلتی وگرنہ ایک آدمی مالکان جہات اربعہ سے ناقص اور عاجز ہوتا اور لازم آتا کہ بادہائے مختلفۃ الجہات ایک وقت میں جمع ہو جاتیں اور کام عالم کو ابتر کر دیتیں اور ثبوت رحمت اس گردش میں ظاہر ہے چنانچہ اثنائے تفسیر میں شمہ گزر چکا ہے بلکہ بنائے کارخانۂ باران اور ابر اور کشتی ہوا ہی پر ہے اور درخت اور میوے ہوا سے مدد چاہتے ہیں اور انفاس حیوانات کی ہوا پر موقوف اور اسی واسطے کہا ہے کہ زندگی ہوا پر ہے۔ استادہ رہنا ابر کثیف کا کہ اس میں کروڑہا من پانی موجود ہے اور معلق رہنا درمیان زمین و آسمان کے دلیل صریح اوپر تدبیر ایک قیوم کے ہے کہ نہ بمقتضائے طبع ہوا کے اس کو اوپر جانے دیتا ہے۔ اور نہ بمقتضائے طبع پانی کے اس کو نیچے آنے دیتا ہے اور دونوں کو طبع مقتضائی سے بند کر کے اپنے زیر حکم رکھتا ہے اور اگر ارواح مدبرہ اس کارخانہ کی مختلف ہوتیں تو ہر ایک چاہتا کہ میں اپنے ابر کو

marfat.com

اس مکان میں استادہ کروں تاکہ میرا ابر نہ برسے اور دوسرے کا برسے پس خلل عظیم اس کارخانہ میں راہ پاتا اور وجہ رحمت کی اس کارخانہ میں اظہر من الشمس ہے اب یہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث شریف میں بروایت اسماء بنت یزید بن السکن انصاریہ جیسا کہ ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ بھی بیان کرتے ہیں وارد ہے کہ اسم اعظم الٰہی انھیں دو آیات قرآن شریف میں ہے والٰھکم الٰہ واحد لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم، و، الٓمٓ اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم۔ اور نیز دیلمی انس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ سرکش جنوں کے دفع کیواسطے اس سے زیادہ کوئی شے نہیں ہے کہ سورۂ بقرہ میں ہے والٰھکم الٰہ واحد سے آخر آیت تک اور ابن عساکر ابراہیم ابن رشمہ سے روایت کرتے ہیں کہ چند آیات ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے آسیب اور جن اور جنون کو دفع کرتا ہے جو کوئی ان کو ہر روز پڑھے تو جو کچھ اس قسم سے ہو بالکل دور ہو جاوے اور وہ یہ آیات ہیں والٰھکم الٰہ واحد اور آیۃ الکرسی اور آخر سورۂ بقرہ اور ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض... محسنین تک اور آخر سورۂ حشر اور نیز کہتے تھے کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ یہ آیات گوشہ ہائے عرش پر مکتوب ہیں اور نیز فرماتے تھے کہ ان آیات کو لکھ کر اپنے اطفال کو دیں تاکہ خوف سے امان میں رہیں، مناسبت ان آیات کی ان مطالب کے واسطے کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آثار خواص ان آیات میں ہیں، تجسس مناسبت کے خواص میں درکار نہیں ہوتا۔ اور باوجود اس کے کہہ سکتے ہیں کہ اسم اعظم عبارت ہے ایک شان شیون الٰہی سے کہ عموم اور اطلاق اس کا ہمرنگ عموم اور اطلاق ذات مقدس کے ہو اور اس قسم کے شیون بہت ہیں اور جو عارف اس شان میں ساتھ عموم اور اطلاق کے کہ رکھی ہے غور کرے حکم ہوتا ہے کہ اسم اعظم وہی ہے اور اسی باعث حدیث شریف میں کئی جگہ وارد ہے کہ اسم اعظم یہ ہے کہ ما نحن فیہ میں اگر از راہ انعام اور احسان اور کاربرآری اور حاجت روائی مخلوقات میں تامل و غور کیا جاوے تو شان رحمت مستوعبہ خواہ ابتدائی ہو خواہ انتہائی، یہ صفت رکھتی ہے کہ مدلول آیت کا یہی ہے اور اگر از راہ قیومیت مطلقہ اور اظہار وجود اور ہستی مستکن میں غور و تامل کیا جاوے شان حی اور قیوم کی یہ صفت رکھتی کہ مدلول آیت آل عمران کا ہے اور فرق ان دونوں نظروں میں یہ ہے کہ نظر اول مبنی برملاحظۂ ماہیات اصالۃ اور استدعائے ان کی اپنی مقتضیات کو اور فیضان کمالات باستعداد اور استحقاق ان کے کا اُمید ہے اور وہ فیضان کہ ظاہر میں اس کا استحقاق اور استعداد نہ رکھیں محض تفضل اور انعام ہی ہوا۔ اور نظر ثانی مبنی بر تقویم حقیقی ذات مقدس کے ہر چیز کو

ف بیان اسمائے اعظم و دفع جن وغیرہ کا۔

marfat.com

اس وجہ پر کہ فی نفسہ اس کو کچھ ہست و بود نہیں ہے جو کچھ کہ ہے اظہار کمالات اپنے کا ہی ہوئی اور ہر نظر ہر تبہ اپنے مصیب ہے اور کنہ حقیقت کو پہنچ گئی اور ایسے ہی یہ دو آیات اجمالاً اور تفصیلاً اشعار کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ معبود اور رحمٰن اور رحیم واحد ہے اور مرجع حاجتوں اور دافع بلاؤں اور حافظ آیتوں کا وہی ہے اور جو کچھ کہ غیر اس کے ہے محض نمود بے بود ہے اور یہ معنی کہ شان سرکشوں جن کی مثل تیر کے جگر میں لگتی ہے یہ ہے کہ بناء تمرد کی خود بینی پر ہے خصوصاً آیت دوم میں تصریح ہے کہ جگہ سیر جنوں کی کہ آسمان و زمین ہے اور وقت شورش ان کی کا اکثر وقت تاریکی اور شب ہے اور ان کے عمل کا آلہ کہ ہوا اندر اور باہر بدن کے ہے تمام مخلوق اور مقہور حکم ایک معبود کی ہے کہ حاکم تمام خلائق پر ہے۔ اور چنانچہ شیاطین کو قدرت بخشی ہے کہ اس کے سبب ایذا پہنچا سکتے ہیں تمام مخلوق کو ایسی قدرت عنایت کر سکتا ہے کہ ان کے شر کو دفع کرے اور رحمت اسکی عام ہے اور اسی رحمت سے نگہبانی تمام مخلوق کی فرماتا ہے اور یہی چیزیں ہیں کہ باعث شکست لشکروں شیاطین کی ہوتی ہیں، اس جگہ ایک سوال جواب طلب ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ دلائل وحدانیت معبود حقیقی کی اور اس کی رحمت کی خارج حد اور شمار سے ہیں چنانچہ کہا بیت:۔ ساری چیزیں نشان ہیں اس پر؛ وہ اکیلا ہے ذات میں اپنی؛ بیت:۔ جو زمیں و آسماں میں رہتا ہے؛ وحدہ لاشریک کہتا ہے؛ پس آیت میں تخصیص ان آٹھ دلیل کی کا کیا باعث ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو چیزیں کہ اس آیت میں مذکور ہوئی ہیں وہ مشہور خاص و عام ہیں اور ہر آدمی کے نزدیک موجود اور باوجود اس کے دلالت ان چیزوں کی وحدانیت اور رحمت خداوندی پر اور دلائل مخلوقات سے کئی وجہ سے اوضح اور اقوی ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ معبود کو چاہیے کہ اس درجہ تعظیم کا مستحق ہو کہ اس سے زیادہ درجۂ تعظیم نہ ہو اور عالم میں اگر کوئی کسی کی تعظیم کرتا ہے تو بسبب چند چیز کے کرتا ہے اول یہ کہ اس کی زمین میں رہتا ہو جیسے رعایا، دوسرے یہ کہ اس کے سایہ اور روشنی میں گزارتا ہو جیسے سپاہی کہ آرام کے واسطے خیمہ میں جگہ لینے اور روشنی حاصل کرنے کے واسطے کسی سردار کی خوشامد کرتے تیسرے یہ کہ اپنی اوقات گذاری کا محتاج ہو اس کے سبب تعظیم کرے، چوتھے یہ کہ سفر پُر خطر میں نگہبانی کا محتاج ہو جیسے کہ شہر والے گاؤں والوں سے اسی واسطے آمد و رفت کرتے ہیں اور ان کی خوشامد کرتے ہیں پانچویں یہ کہ روزی اس کے ہاتھ سے یا اس کے خزانہ سے پاتا ہو اور کھاتا ہو جیسے نوکر اپنے آقا کی تعظیم میں پست ہوتے ہیں، چھٹے یہ کہ مواشی اور سواری اور حیوانات کی پرورش کرتا ہے اور بوقت احتیاج

marfat.com

عاریت دیتا ہے اور دودھ گھی چھاچھ سے اسکو سیر کرتا ہے جیسے کہ آدمی بامید عاریت سواری و دہار کشی اور دودھ چھاچھ یعنی اس کے واسطے اہل شتر اور اسپ اور مواشی کی خوشامد کرتے ہیں، ساتویں یہ کہ صحت اور مرض اس کے ہاتھ میں ہے اور اصلاح اور فساد اخلاط بدنی کا اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اور یہی باعث ہے کہ عامۂ خلائق طبیبوں اور اہل تجربہ کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور افسوں گروں کو کہ معتقد مُدِّ آسیب و جن و دیوی پری میں ان کے محتاج ہوتے ہیں مثل خدا کے پوجتے ہیں، آٹھویں یہ کہ صاحبِ عجائب و غرائب ہے اور طلسمات جانتا ہے اور جو چیزیں کہ عقل انکی دریافت کو نہ پہنچ سکے دریافت کرتا ہے چنانچہ عوام ایسے اسباب پر اکثر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اس آدمی کی تعظیم کے واسطے سر جھکاتے ہیں، پس آیت میں واسطے ثبوت وحدانیت معبود کے انھیں آٹھ چیزوں کو ذکر کیا گویا ایسا ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم دوسرے کی تعظیم اس سبب سے کرتے ہو کہ اس کے مکان میں رہتے ہو پس آسمان اور زمین میرا ہے اور مرجع تمام مکانات کا انھیں دو مکان کی طرف ہے پس اس لیے غایت تعظیم میرے واسطے منحصر ہے اور ایسے ہی زمانہ کہ عبارت شب و روز سے ہے مجھ سے ہے اور جو کوئی کہ زمانہ کو اپنے ساتھ نسبت دیتا ہے اور یا اور نام سے مسمّیٰ کرتا ہے جیسے روز کالیکا و روز تابو نوروز یا ہولی دیوالی وغیرہ پس یہ سب داخل روز و شب ہیں اور مجھ سے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس انتہا تمھاری معاش کا ان تین چیزوں میں سے ایک چیز ہے تجارت کہ عمدہ تجارت دریا اور جہاز کی ہے اور اسیواسطے مقامِ عمدگی تاجر میں مثل لاتے ہیں کہ فلانا مال کے جہاز روانہ کرتا ہے اور اس سفرِ پُرخطر میں رفیق اور نگہبان میری ہی عنایت ہے اور جہاز اور کشتی فقط میرے الہام غیبی سے بنی ہیں بخلاف اور ترکیبات کے جیسے کہ ہل وغیرہ کہ آدمی نے اپنی فکر سے استخراج کیے ہیں اور کھیتی کو بنا اس کی فقط مینہ پر ہے اور وہ فقط ارادۂ قدرت میری سے ہے اور پرورشِ مواشی اور کثرتِ نسل اور دودھ و صوف و پشم و پوست اور حیوانات کی بقا اور زندگی محض اثر میری قدرت کا ہے کسیکو موتِ حیوانات میں دخل نہیں ہے اور اگر جسموں کے بیمار رہنے اور اچھے ہونے میں محتاج معبود کے ہوتے ہو اور اس سبب سے خوشامد کرتے ہو تو ہوا کا چلانا اور بدنوں کا بیمار اور اچھا کرنا محض میرا کام ہے اگر ہزاروں طبیب جمع ہوں اور لاکھوں دوائیں خرچ کریں تو طبائع فصلوں کے اپنے موافق ہرگز نہیں کر سکتے اور ہوائے ہر موسم کو موافق مقتضائے اس موسم کے وباؤں کو ہرگز دور نہیں کر سکتے اور اگر جنوں اور شیاطین سے کہ عبارت

marfat.com

دیو و پری سے بے ڈر کر افسوں خوانوں کے پاس التجا کرتے ہو پس اس کی انتہا بھی میرے ہاتھ ہے کہ آلۂ عمل شیاطین اور جن کا مادہ ہوا ہے اور اگر تماشۂ عجائب و غرائب کو دیکھتے ہو پس اگر ہزار حیلہ باز جمع ہوں اور دس ہزار طلسم ظاہر کریں ایک فعل عادی مستمر میرے کی حکایت نہ کر سکیں کہ بھاری بھاری ابروں کو معہ کروڑہا من پانی کے بے حیلہ اور صنعت اور بے اعتماد کسی چیز کے آسمان و زمین کے درمیان معلق رکھتا ہوں اور اس میں سے ہرگز ایک قطرہ بھی نہ گرے جب تک میں حکم نہ کروں اور چونکہ ہر نعمت نعمتہائے دنیا سے متفرع انھیں چیزوں پر ہے پس رحمت سی حقیقۃً اور اصالتاً میرے ساتھ مخصوص ہے اور دوسری عبارت میں کہہ سکتے ہیں کہ دلائل ہشتگانہ جو کہ اس آیت میں مذکور ہوئیں جامع تمام مخلوقات کو ہیں اس واسطے کہ پیدائشِ آسمان میں ستارے و بروج و فرشتے اور ارواح مندرج ہیں اور خلقت زمین میں نہریں و پہاڑ اور چشمے اور کانیں داخل ہیں اور اختلاف شب و روز میں برس ماہ گھڑیاں دقیقے اور قسمیں روشنی و تاریکی کی شامل ہیں بلکہ تمام رنگ اس میں داخل ہیں اور مینہ کے برسنے میں تمام کائنات الجو منظور ہے اور زمین کے زندہ کرنے میں قسم قسم کے غلے اور میوے اور پھل اور سبز چیزیں اور پھول وغیرہ جلوہ گر ہیں اور گردش ہوا میں تمام عجائب کرۂ ہوا کے اور عالم اصوات اور نغمات اور آلات عجیبہ اور اکثر اسباب ساعت شناسی کے کہ آوازیں نادر بر وقت دیتی ہیں سمجھا جاتا ہے اور کشتیوں کے جاری ہونے میں اشارہ ہے طرف تمام ترکیبات صناعیہ کے جو کہ موالید ثلثہ سے مرکب ہوتی ہیں اس واسطے کہ کشتی مرکب ہے جسم معدنی یعنی لوہے سے اور جسم نباتی یعنی لکڑی سے اور جسم حیوانی سے کہ ناخدا ہے اور اس کے مددگار اور باعتبار حاجت کے اس کے جاری کرنے میں مدد دیتے ہیں باوجود اس کے کشتی کا اثر انداز ہونا دو جسم عنصری پر شامل ہے اور ابر معلق اشارہ ہے طرف علامات جویہ کے جیسے قوس اور ہالہ وغیرہ کہ تمام کا حدوث ایک ہی طریقہ پر ہے اور جب یہ چیزیں گھیرنے والی تمام جواہر کی ہوئیں اور چند اعراض کو بھی شامل ہیں پس دوسری کوئی مخلوق محسوس اور معقول نہ رہی کہ اس کے ساتھ استدلال کریں اور نیز یہ دلائل ہشتگانہ جامع ہیں درمیان دلیل ہونے اور نعمت ہونے کے اور باوجود اس کے بہت سی نعمتیں ہیں کہ دولت مند اور محتاج اور شریف اور رذیل، صحیح اور بیمار اور عالم و جاہل اور مومن و کافر اور صالح و فاسق ان میں برابر ہیں نشان دینا ان دلائل ظاہرہ کا توحید اور رحمت پر کہ نعمتہائے حاضرہ ہیں بدرجۂ کمال باعث ہے اس بات پر کہ تمام خلائق اس ذات پاک کو عبادت اور محبت سے خاص کریں اور اس کے غیر

marfat.com

کو اس کے برابر نہ سمجھیں وَمِنَ النَّاسِ اور گروہ بعضے آدمیوں سے کہ ممتاز ساتھ عقل اور شعور کے ہیں تمام مخلوقات سے اور نعمت کو پہچانتے ہیں مَنْ يَّتَّخِذُ ایک گروہ ہے کہ راہِ کمالِ گمراہی میں اگر حیا آدمیت سے گذر کر بنا لیتے ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ کے کہ منعم حقیقی اور محبوب بالذات سوائے اس کے دونوں عالم میں نہیں ہے اَنْدَادًا ہمسر خدا کے حالانکہ اس قدر دلائلِ ظاہرہ غیر اس کے کو اس کے برابر ہونے سے منع کرتی ہیں، اگرچہ ایک آدمی ہو چہ جائے یہ کہ تمام گروہ پھر اعتقاد ہمسری پر بھی اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہر چیز کو برابر خدا کے کرتے ہیں يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ یعنی ان کو دوست رکھتے ہیں مثل اس دوستی کے کہ خدا کے ساتھ رکھنی چاہیے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کو بالذات اور بالاصالۃ دوست رکھنا چاہیے اور جو چیز کہ غیر اس کے ہے یا بحکم اس کے محبوب ہے جیسے انبیاء اور اولیاء و صلحاء یا اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ کے کرنے سے وسیلہ حاجت روائی کا یہ آدمی ہوا جیسے مال اور اولاد اور وطن و خانہ وغیرہ کے اور یہ لوگ بے سمجھ علاقہ محبت بالذات اور اصالۃً ان لوگوں سے رکھتے ہیں پس بعضے ان میں سے بسبب سفالت طبع کے اور رذالت نفس کے ان سے محبت خدا کے برابر کریں جیسے عورتیں اور اولاد اور یار دوست اور رئیس امیر بادشاہ، اور دلیل برابری محبت کی یہ ہے کہ جس وقت مرضی ان اشخاص کی مرضی خدا کے ساتھ یا التزام طریقہ آباؤ اجداد اور اطاعت رئیسوں اور بادشاہوں اور امیروں کے مخالف شریعت کے پڑے وہ متردد ہوتے ہیں اور گردابِ حیرت میں پڑتے ہیں کہ ہم کو کیا کرنا چاہیے ان کو راضی رکھنا چاہیے یا اللہ تعالیٰ کو اور بعضے ان میں سے غیر جنس اپنے کو مثلاً روپیہ مال اسباب جانوروں کو خدا کے برابر کرتے ہیں اور توجہِ خاطر اور مہربانی اور خبر گیری ان کی اور اہتمام بحال اور فکرِ پرداخت اور تکثیر اس کی اس قدر غرقاب ہیں کہ خدا سے غافل ہو جاتے ہیں اور اوقات عبادت کو برباد کر دیتے ہیں اور بعضے ان میں سے ارواح مدبرہ اور ملائکہ موکلہ مخلوقات کو یا ارواح انبیاء اور اولیاء اور عباد اور علماء کو بلا ملاحظہ علاقہ بندگی کے محبوبیت ان کی کو بالاستقلال برابر محبت اللہ تعالیٰ کے کرتے ہیں اور نذریں اور قربانیاں ان کے نام کرتے ہیں اور احکام ان کے کو بے تامل برابر وحیِ ناطق الٰہی کے شمار کرتے ہیں بلکہ بعضے ان میں سے ایسی صورتوں اور شکلوں کے ساتھ اور ان کے قبور اور معابد اور مساکن کے ساتھ وہ افعال کرتے ہیں جو کہ مسجد میں اور خانہ کعبہ میں کرنی چاہئیں کہ سر زمین پر رکھنا اور گرداگرد پھرنا اور دست بستہ بصورت استقبالِ قبلہ در نماز کھڑا رہنا حالانکہ یہ محبت ان کی مقتضائے ایمان بخدا اور خدا کے واسطے نہیں ہے

مشرکین کی محبت بتوں سے بعضی اور ان کی تعظیم کا بیان

ف بیان ان افعال کا کہ جو افعال ایمان میں نہیں ہیں جیسے قبروں پر سر رکھنا اور مانند قبلے کے کرنا اور دست بستہ کھڑا ہونا ۔

marfat.com

تاکہ خدا کے نزدیک مفید ہو اور اس کی رضامندی میں کام آوے اس واسطے کہ یہ محبت حدِ محبت مخلوق سے گذر گئی اور ایمان میں لازم ہے کہ محبت مخلوق اور خالق میں فرق کرے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا۔ اور جو شخص کہ ایمان لائے ہیں اگرچہ بعض ان چیزوں کو خدا کے واسطے اور اس کے حکم سے محبوب رکھتے ہیں اور واسطے وصولِ نعمت آدمی کے سمجھتے ہیں اور بندہ کو مطیع جانتے ہیں لیکن نہ اس قدر کہ خدا کے برابر کر دیں بلکہ وہ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ یعنی بہت سخت اور محکم تر دوستی خدا میں ہیں اور نیز ان چیزوں سے اس واسطے کہ خدا تعالیٰ کو بالاصالۃ دوست رکھتے ہیں اور ان چیزوں کو اس قدر کہ جس سے ظاہر ہو محبت الٰہی، باندازۂ حکمِ خداوندی کے دوست رکھتے ہیں اور جب کوئی سبب ان میں سے محبت الٰہی کا نہیں پاتے ان کی محبت ان چیزوں سے متبدل بعداوت وبغض ہو جاتی ہے اور نیز ہر چیز کو مخصوص ساتھ ذات الٰہی کے اور فائض اس جناب سے سمجھتے ہیں اور وسائل کو اول سبب نہیں جانتے اور اگر سبب جانتے ہیں تو بکردۂ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جیسے قلم دوات سیاہی کاغذ اور متصدی وخدمت گار و چوبدار و داروغہ خزانہ اور عامل پرگنہ عطائے پروانہ بادشاہی اور نیز نسبت محبت اس گروہ کی برابر کرتے ہیں اس واسطے کہ یہ گروہ دوستی بے استحقاق کے ان چیزوں سے رکھتے ہیں اور دوستی اہل ایمان کی خدا کے ساتھ بسبب استحقاق ذاتی کے ہے اور جو چیز کہ بسبب استحقاق کے ہو سخت تر اور مضبوط تر ہوتی ہے اس چیز سے کہ بے استحقاق ہو اور نیز دوستی اہل ایمان کی خدا کے ساتھ دائمی اور باقی ہے اور دوستی اس گروہ کی ان چیزوں کے ساتھ زائل اور فانی اس واسطے کہ کافر عذاب دیکھ کر ان چیزوں سے بیزار ہوں گے اور بجائے نعرۂ محبت کے کہ تبرا کریں گے چنانچہ عنقریب آتا ہے اور نیز دوستی اہل ایمان کی خدا کے ساتھ راحت اور شدت اور بیماری وصحت اور شادی اور غم اور لذت اور الم میں برابر ہوتی ہے اور دوستی جاہلوں کی ان چیزوں کے ساتھ اگر نقصان اور قباحت دیکھیں تو مبدل بدشمنی ہو جاتی ہے اور نفرت کرتے ہیں اور جس وقت کہ معبودوں اور مشکل کشایوں سے ناامید ہو جاتے ہیں تو ان کی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں اور خدا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جیسا کہ آیت فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین میں حکایت ان کے حال کی مذکور ہے اور آیت یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ میں مرقوم ہے اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ محبت خدا کے کیا معنی ہیں، علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ محبت ایک نوع ہے خواہش سے اور خواہش ایسی چیز کے ساتھ متعلق ہوتی ہے کہ جس کا ہونا نہ ہونا عقل کے نزدیک محتمل ہو اور

marfat.com

ذات و صفات باری تعالیٰ کی چونکہ واجب الوجود ہیں تعلق محبت ذات اور صفات خداوندی کے ساتھ معقول نہیں پس معنی محبت اللہ تعالیٰ کے یہ ہیں کہ اسکی عبادت اور اس کی طاعت کو دوست رکھے یا ثواب اور رضامندی کو دوست رکھے اور اہل سلوک اور محبت کہتے ہیں کہ کمال محبت کا ذات کے ساتھ محبت ہے اور محبت نام میل دل کا ہے خواہ مبنی برغرض ہو یا نہ ہو اس واسطے کہ اگر محبت میں غرض ضرور ہو اور ہر چیز کو دوسری چیز کے واسطے دوست رکھے تو دور اور تسلسل لازم آتا ہے اور جس وقت کہ ہم اپنے حال سے بسبب وجدان اور تجربہ کے دریافت کرتے ہیں کہ بعض اوقات مرد عالم کو فقط اس کے علم کے باعث بدون توقع غرض کے دوست رکھتے ہیں اور ایسے ہی مرد شجاع کو فقط اس کی بہادری کے باعث اور زاہد کو اس کے زہد کے سبب، پس ذات اقدس الٰہی کو کہ جامع ہر کمال ہے اور ہر کمال ذاتی ہے کیونکر دوست نہ رکھیں اور جسقدر کہ یاد اس کی زیادہ کی جاوے اور علامات قدرت اور اس کی حکمت کے زیادہ نظر میں آویں اور اسکی نعمت اور احسان کو اپنے پر اور تمام مخلوقات پر زیادہ ملاحظہ کیا جاوے تو محبت ترقی اور تضاعف قبول کرتی ہے یہانتک کہ غلبہ محبت کا دل پر غالب آجاوے اور التفات بغیر خدا نہ رہے اور حظوظ نفس سے فنا حاصل ہو جاوے، اور علامت محبت الٰہی کی یہ ہے کہ محبان اور محبوبانِ خدا کو دوست رکھے اور دشمنانِ خدا سے دشمنی رکھے اور گناہ کے گرد نہ پھرے۔ اور عبادت کو کمال شوق اور خوشی سے ادا کرے اور مال کو نہایت خوشی سے اس کی راہ میں قربان کرے اور آیات اور احادیث بیشمار اس باب میں ہیں اور حق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لفظ خلیل اللہ ارشاد فرمایا ہے اور محبت خدا کو بہترین وسائل نجات کا کیا چنانچہ صحیحین میں وارد ہوا ہے کہ جنگل کا بیٹھنے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور پوچھا کہ قیامت کب ہوگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، افسوس کیا تونے سامان آخرت کا کرلیا ہے کہ اس کے آنے کا حال پوچھتا ہے کہا یا رسول اللہ میں نہ روزہ رکھتا ہوں اور نہ بہت نماز پڑھتا ہوں ہاں مگر اس قدر ہے کہ خدا اور رسول کو تہ دل سے دوست رکھتا ہوں، فرمایا کہ خوش رہو، ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہے اور تحقیق المقام یہ ہے کہ محبت ایک کیفیت ہے جدا سوائے ارادہ اور خواہش کے اور حاصل اس کیفیت کا میل ہے بالاضطرار طرف اس چیز کے ہاں یہ کیفیت چونکہ غیر ذوات الارادہ میں نہیں ہے اس سبب سے مشابہ بالارادہ ہے اور نیز گاہے یہ کیفیت بعد تصور نفع اور ضرر کے دل پر وارد ہوتی ہے مانند ارادہ اور خواہش کے اسی سبب سے اس کو عین ارادہ کہتے ہیں حالانکہ یہ کیفیت نہ ارادہ ہے

marfat.com

اور نہ موقوف برارادہ بلکہ اگر کوئی کیفیت مشابہت اس سے رکھے تو میل طبعی اجسام کا طرف اس چیز کے ہے اس قدر فرق ہے کہ یہ میل ذوات للارادہ میں مخلوق ہے اور وہ میل غیر ذوات الارادہ میں ہے، اور یہ میل دل اور روح میں ہوتا ہے اور وہ میل قالب اور جسم میں خصوصًا وہ محبت کہ کسی غرض سے نہ ہو جیسے محبت فرزند اور اپنے نفس کی کہ کچھ مشابہت رکھے ساتھ میل طبعی کے اور اسیواسطے بعض عرفاء نے فرمایا ہے:

بیت:۔ اصل میری شورش مستانہ کا جذبہ ہوا ؛ کیونکہ اپنی اصل پر ہے جذبۂ ہر عنصری ؛؛ بیت:۔ وہ ہمیں کھینچے لیے جاتا ہے دلبر کی طرف ؛ پس ہمارے دل میں ہے تاثیر مقناطیس کی ؛؛ بالجملہ محبت بندہ کو خدا کے ساتھ اس قسم محبت سے کہ کسی غرض کے واسطے ہو اور تصور نفع اور ضرر سے حاصل ہوتی ہے سمجھنا نہ چاہیے اور ظاہر آیات اور حدیث کی تاویل میں قدم رکھنا نہ چاہیے اور اسیواسطے بطور عفہ کے ارشاد ہوا کہ یحبونہم کحب اللّٰہ۔ اس واسطے کہ محبت بندہ اور ہے اور محبت خدا اور، اور اگر حالِ محبت ان لوگوں کا کہ مخلوقات کو خدا کا ہمسر کہتے ہیں اور باب محبت میں خدا کے برابر کرتے ہیں بخوبی ملاحظہ کیا جاوے تو البتہ معلوم ہو جاویگا کہ محبت ان کی مبنی اوپر غرضِ انتفاع اور استمداد کے ہے اگرچہ قابل اس محبت کے وہی ذات پاک ہے نہ مخلوقات لیکن اس گروہ کی بینائی پر پردہ مضبوط پڑ گیا ہے اور غیر اللہ سے مدد چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو حلیم اور بردبار سمجھتے ہیں اور اس کی غیرت اور شدت عذاب سے نہیں ڈرتے وَلَوْ یَرَی اور اگر جانتے ہو اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اے لوگو ستم والو کہ کہیں خدا کا ہمسر بناتے ہو اور کبھی نذریں اور قربانیاں غیر کے واسطے کرتے ہو اور ان کی عبادت اور اطاعت اور محبت کرتے ہو اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ یعنی جس وقت دیکھیں گے عذاب الٰہی کو دنیا میں بسبب بیمار ہونے یا مصیبت آنے یا فقر و فاقہ کے اور اس وقت امیدوار مدد کے ہوں گے اور چاہیں گے کہ ہم کو اس عذاب سے رہا کریں اور وہ یہ امید پوری نہ کر سکیں گے اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا یعنی اس مضمون کو کہ قوت اور قدرت محض خدا ہی کے واسطے ہے تمام امور میں کوئی چیز مال و فرزند و یار و دوست اور بادشاہ امیر وزیر، پیغمبر اور فرشتہ اور پری بدون اس کے حکم کے مدد نہیں کر سکتے اور اگر بالفرض ان کو خدا کے برابر قوت بھی ہوتی تب بھی خدا کے برابر بنانا ہرگز روا نہ تھا اس واسطے کہ خدا تعالیٰ کو برابر کرنے مخلوق کے سے غیرت آتی ہے اور غضب آتا ہے وَاَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ۔ تحقیق عذاب خدا کا سخت ہے البتہ ہمسرانِ خدا سے دست بردار ہوتے ہیں بلکہ بیزار ہوتے ہیں لیکن وہ ان دونوں مضمون کو کیا اس وقت نہیں جانتے تھے،

marfat.com

بلکہ عذاب الٰہی کو بسبب ناخوشی ہمسروں اور چشم نمائی ان کی کے کہ ادائے نذروں اور قربانیوں اور عبادت میں قصور کیا تھا حل کرتے ہیں اور زیادہ تر رضامندی اور خوشامد میں کوشش کرتے ہیں مگر ہاں اس وقت جان جائیں گے کہ ان کو فائدہ نہ ہوگا اِذْ تَبَرَّءَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا یعنی جس وقت کہ بیزار ہو جائیں ان کے متبوع جیسا کہ گمراہی میں پیشوا اور رئیس اور حاکم بے دین اور شیطان وسوسہ ڈالنے والے مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا یعنی ان آدمیوں سے کہ ان کی تابعداری کے باعث کفر میں پڑے تھے اور وہ لوگ دنیا میں جھوٹے وعدے اپنی گرم بازاری کے واسطے دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آخرت میں تمھارا ... کوئی نقصان ہو تو وہ ہمارے ذمہ اس وقت کنارہ کرینگے اور کہیں گے کہ ہم ان سے واقف نہیں ہیں اور ہم نے ان کو کفر کا مشورہ نہیں دیا تھا تاکہ عذاب ان کا ہم پر لازم نہ آوے لیکن یہ تبرا کرنا اور کنارہ کرنا کچھ فائدہ نہ دے گا اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ان کے گمراہ کرنے اور بہکانے پر مطلع ہے ان کو مہمل نہ چھوڑیگا، بلکہ اپنی سزا پائیں گے وَرَاَوُا الْعَذَابَ اور عذاب بوجہ گمراہ کرنے کے دیکھیں گے وَ اور نیز تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ منقطع ہو جاویں گے تمام اسباب تابعیت اور متبوعیت کے اور قربت اور دوستی کے اور انکار اور تبرا اور گریز کے اور تمام عہد و پیمان کہ دنیا میں باندھتے تھے اور جب تابعدار اور پیرو دیکھیں گے کہ ہمارے بہکانے والے ہماری مددگاری سے کنارہ کرتے ہیں اس وقت جان جائیں گے کہ خدا کا ہمسر بنانا محض خطا تھا اور قدرت و قوت فقط خدا ہی کے واسطے ہے ہر چیز میں ہماری مدد کرنا تھا اور ہم سے گریز نہیں کرنا تھا اور نیز جان جائیں گے کہ حق تعالیٰ ہر چند حلیم اور بردبار ہے لیکن غیرت والا ہے اور اثر غیرت اس کی کا شدتِ عذاب ہے کہ ہمارے بہکانے والے اس سے ایسا ڈر کر اپنے کو ہم سے بچاتے ہیں لیکن اس وقت میں ان دونوں باتوں کا جاننا مفید نہ ہوگا اور ناچار ہو کر کفِ افسوس ملیں گے وَقَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا اور کہیں گے وہ لوگ کہ پیروی کی ہے انھوں نے بہکانیوالوں کی کہ ان کے سبب سے کفر میں مبتلا ہوئے تھے اور خدا کا ان کو ہمسر بنایا تھا جب دیکھیں گے کہ یہ بہکانے والے ہم سے تبرّی کرتے ہیں اور انکا یہ تبرّی ان کو مفید نہیں ہے اور مزہ گمراہی کا دیکھا اور خوب چکھا لیس معلوم ہوا کہ دنیا میں تبرّی سے فائدہ ہے نہ عقبیٰ میں اور وہ اب ہاتھ نہیں آتا ہے لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً، کہ کاش ہم چلے جائیں واپس دنیا میں کہ ہم ان سے گمراہ کرنے کا بدلہ لیں فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا کہ ہم ان سے ایسے ہی بیزار ہوں گے جیسے کہ وہ ہم سے اب بیزار ہوئے ہیں، اور

marfat.com

یہ بیزاری ان کی سوائے حسرت و افسوس کے کچھ فائدہ نہ دیوگی لیکن یہی ایک حسرت ان پر نہ ہوگی، بلکہ کَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ دکھاویگا ان کو اللہ تعالیٰ بہت سی حسرتیں اس طرح پر کہ صرف دل ہی میں حسرت نہ ہوگی بلکہ اس کا اثر ظاہر میں متحقق ہوگا یعنی ان کے صدقات اور عبادات سب رائیگاں جاویں گے اور کچھ کارآمد نہ ہونگے اور ان کے اعمال کفر یعنی غیر خدا کا پوجنا اور ان کے نام کی قربانیاں اور منتیں موجب غیرت الٰہی کا ہوکر موجب شدت عذاب کا ان پر ہونگی یعنی ان کو مضرت اور تکلیف پہنچے گی اور یہ حسرتیں ان کی تمام نہ ہونگی کیونکہ یہ موقوف ہونے عذاب کی حسرت زائل نہ ہوگی اور عذاب جب موقوف ہوگا کہ جب وہ دوزخ سے نکلیں وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ اور وہ دوزخ سے کبھی نہ نکلیں گے اور قاعدہ عربی کا یہ ہے کہ مسند الیہ جب مقدم ہوتا ہے تو فائدہ حصر کا دیتا ہے یعنی یہ کافر ہی دوزخ سے نہ نکلیں گے باقی سب گنہگار جو ایمان والے ہیں بشفاعت یا چندے دوزخ میں رہ کر نکلیں گے اور جبکہ گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں کو سوائے حسرت کے اور کچھ حاصل نہ ہوا، تو یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو چیزوں کو خلاف حکم شرع کے اپنے اوپر بسبب تابعداری اپنے پیشواؤں کے حرام نہ کرو اس لیے کہ یہ تابعداری بھی ایک نوع کی ہمسری خدا سے ہے مثلاً یہودیوں نے بعض اشیا کو کہ ان کی شریعت منسوخہ میں حرام تھیں جیسے دُنبہ اور اونٹ کا گوشت اور چربی دنبہ کی اور جانور ناخن دار جیسے کبوتر و شتر مرغ اب بھی حرام سمجھ رکھا ہے اور مکہ کے مشرک لوگ بحیرہ کو یعنی مادہ شتر کہ اس کا دودھ روک رکھتے ہیں اور وصیلہ یعنی وہ بکری کہ سات دفعہ بچہ دے چکی ہو اور آٹھویں دفعہ نر و مادہ ایک دفعہ جنے اور سائبہ یعنی جس پر بوجھ نہ لادیں اور حام کو یعنی اونٹ کو جو دس دفعہ بچہ جن چکا ہو حرام سمجھتے ہیں اور ہنود گائے اور بھینس کے گوشت کو اور بعضے عرب کے قبیلے جیسے بنو ثقیف اور بنو عامر بن صعصعہ و خزاعہ و بنو مدلج گھی اور پنیر کو اور بعضے عابد مسلمان آب سرد اور لذیذ طعام کو، اور بعضے جاہل اپنی اور اپنے عزیزوں کی بیماری میں نذر مانتے ہیں کہ فلانی چیز ہم نہیں کھاویں گے، یعنی ہمارے اوپر حرام ہے تاکہ شفا ہو جاوے اور بعضے ناعاقبت اندیش حالتِ غصہ میں قسم کھاتے ہیں کہ فلانی شئے کو ہم نے حرام کیا، اس لیے کہ کسی چیز کو حرام کرنا کارخانہ خدا میں شریک ہونا ہے اس واسطے کہ حلال اور حرام کرنا اشیاء کا خدا ہی کا مرتبہ ہے دوسرے کو لائق نہیں کہ اس کی ملک میں تصرف کرے علاج اس فعل قبیح کا یہ ہے کہ حرمت ان اشیاء سے توبہ کریں كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ یعنی کھاؤ تم جو

marfat.com

کچھ کہ زمین میں ہے اس واسطے کہ زمین اور جو چیز کہ اس میں ہے سب ملک خدا ہے اور تم خدا کے بندہ ہو پس جبکہ تم کو زمین میں سکونت کا ارشاد کیا تو معاش بھی اس میں سے کی ہاں مگر چاہیے کہ وہ چیز حَلٰلًا لگ حلال ہو اور حلال اس کو کہتے ہیں کہ شریعتِ پیغمبرِ آخر الزمان میں اس کی ممانعت نہ ہو اور نیز چاہیے کہ طَيِّبًا پاک ہو تعلقِ حقِ غیرِ سے اور غصب اور خیانت اور دغا اور رشوت و سود و چوری سے . . . . اس کو نہ لیا ہو اس واسطے کہ جو چیز فی نفسہ حلال ہو لیکن حق غیر اس سے متعلق ہو اور وہ غیر اس کے کھلانے پر راضی نہ ہو پس وہ شے ایسی ہے کہ گویا پاک چیز نجاست آلود اور نجس ہوئی اور وہ پاک نہ رہی پس جو چیز کہ اس میں دونوں شرط یعنی حلال اور پاکی کی جمع ہوں تو اس کے کھانے سے پرہیز نہیں چاہیے اس لیے کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ یعنی پیروی قدموں شیطان کی مت کرو کہ کوئی حکم اپنی طرف سے مقابلہ حکمِ خدا تعالیٰ میں کرو جیسے کہ شیطان نے مقابلہ حکمِ الٰہی میں کہ سجدہ حضرت آدم کو تھا مقابلہ کیا اور کہا کہ میں بہتر آدم سے ہوں کہ مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس کو خاک سے اور تم پیروی شیطان کی کس طرح کر سکتے ہو حالانکہ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. تحقیق وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور جس نے پیروی دشمن کی کی دیدہ و دانستہ اپنے تئیں ہلاکی میں ڈالا اور دشمنی فقط چیزوں کے حلال و حرام سمجھنے میں نہیں ہے بلکہ ہر شے میں دشمنی کرتا ہے اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ نہیں حکم کرتا تم کو مگر بِالسُّوْٓءِ برائی کا تاکہ مستحق عذاب آخرت کے ہو وَالْفَحْشَآءِ اور بے حیائی اور بے مروتی کا تاکہ نظر خالق و مخلوق میں حقیر ہو جاؤ. وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ . اور اللہ تعالیٰ پر دروغ کہو تم تاکہ کفر میں پڑ جاؤ اور تمہارے اعتقادات کہ سرمایہ ایمان کا ہیں برباد جاویں، اگر کوئی کہے کہ شیطان سوائے ان امور کے اور کچھ بھی کرتا ہے یعنی امر نیک کے لیے جیسے کہ ایک بزرگ سے منقول ہے کہ ان کو شیطان نماز صبح کے واسطے بیدار کیا کرتا تھا اس لیے کہ ایک دفعہ ان کی نماز صبح کی فوت ہو گئی انھوں نے اس قدر گریہ وزاری کی کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر رحم آیا اور ثواب دوچند اس نماز سے عنایت کیا اس کا جواب یہ ہے کہ شیطان اپنے ہر امر و نہی میں مقصود بدی رکھتا ہے اگرچہ ضمنِ بدی میں نیکی ہو مثلاً کبھی ایک چیز سے کہ وہ بہت بہتر ہے طرف ایک چیز کے کہ وہ اس سے کچھ کم ہے کھینچتا ہے تاکہ آہستہ آہستہ اپنا تابعدار کرے اور پھر بالکل امر بد میں مصروف کرے اور کبھی ایک چیز نیک سے کہ آسانی سے حاصل ہو طرف چیز نیک زیادہ کے کہ وہ مشکل ہے کھینچتا ہے تاکہ بسبب زیادتی مشقت کے اس سے نفرت ہو جاوے اور اس

marfat.com

پہلے کار نیک سے بھی محروم رہ جاوے اور کبھی بخوف حاصل ہونے ثواب عظیم کے ایک کام سے دوسرے کام کام میں کہ اس قدر ثواب نہیں رکھتا اگرچہ نیک ہے مصروف کرتا ہے جیسے کہ قصۂ مذکورہ میں مقصود شیطان کا محروم رکھنا ثواب سے تھا نہ ادائے نماز، بالجملہ جس آدمی نے قرآن شریف کو یہاں تک سُنا ہے یقیناً جانتا ہے کہ شیطان ملعون درگاہ خدا تعالیٰ ہے اور اس پر رحمت خدا نہیں ہے اور دشمنی اس کی اولادِ حضرت آدمؑ سے موروثی ہے اور خلقت کے بہکانے پر کمر بستہ ہے اور ظاہر ہے کہ جو آمر ملعون ہے تو حال مامور اور اس کے تابعدار کا کیا ہوگا اور نیز جب آمر دشمن موروثی ہو تو مامور کو کیا حکم کریگا، ہر چند ورود اس آیت کا منع کرنا تحریم کا حلال سے ہے لیکن ان دو قید سے سمجھا جاتا ہے کہ کھانے میں احتیاط چاہیے تاکہ حلال پاک ہو اور جو چیز کہ حلال نہ ہو جیسے کہ مردار و خون و شراب اور سور اور اور جانور درندے نجاست کھانے والے یا حلال ہو لیکن بسبب تعلق حق غیر کے پاک نہ ہو جیسے ملک غیر بدون اس کی اجازت کے مثلاً کسی کی بکری غصب کی ہو یا طعام بطریق رشوت کے لیا ہو کھانا ان کا جائز نہیں ہے اور اسی واسطے ابنِ مردویہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز یہ آیہ شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پڑھی جاتی تھی، سعد بن ابی وقاص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مستجاب الدعوات مجھ کو کرے حضرت نے فرمایا کہ اے سعد کھانے اپنے میں احتیاط بہت کر کہ حلال و پاک ہو تاکہ خود بخود مستجاب الدعوات ہو جاوے پھر حضرت نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ بعض وقت آدمی لقمہ حرام کھاتا ہے اور شامت اس لقمہ سے دعا اس کی چالیس دن تک مقبول نہیں ہوتی اور ہر بندہ کہ گوشت اس کا سود اور رشوت سے بھرا ہوا آتش دوزخ کی اسکے لائق زیادہ ہے اور عبد بن حمید ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ہر سوگند اور نذر کہ آدمی سے حالت غضب اور غصہ میں سرزد ہوتی ہے داخل خطوات شیطان ہے اور نیز حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر فلاں کار میں کروں تو تنہا پیدل خانۂ کعبہ کا حج ادا کروں حضرت نے کہا کہ یہ خطوات شیطان سے ہے، سوار ہو اور حج ادا کر اور سوگند اپنی کا کفارہ دے اور نیز جابر بن زید سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نذر کی کہ اپنی ناک میں حلقہ چاندی کا ڈالے جابر بن زید نے کہا کہ یہ سب خطوات شیطان سے ہے کفارہ سوگند کا دے اور یہ کام مت کر کہ ساری عمر گناہ میں گرفتار رہے اور نیز ابو مجلز سے مروی ہے کہ اس نے تفسیر خطوات الشیطان میں نذر فی المعاصی کو لکھا ہے اور عجب یہ ہے کہ آدمی

marfat.com

کفار و مشرکین کے اپنے باپ دادا کی تقلید پر اصرار کا بیان

دام شیطان میں اس قدر گرفتار ہیں کہ بسبب رسوم آباؤ اجداد کے حلال چیز کو حرام جانتے ہیں اس قدر اصرار کرتے ہیں کہ شرع خدا سے زیادہ جانتے ہیں وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ یعنی جس وقت کہا جاتا ہے کہ پیروی اس چیز کی کرو کہ اللہ تعالیٰ نے نازل کی اور وسوسۂ شیطان اور طریقہ باپ دادا کو چھوڑو۔ قَالُوْا تو کہتے ہیں کہ ہم پیروی حکم خدا کی نہیں کرتے اس لیے کہ ہمارے میں اس قدر کہاں لیاقت ہے کہ بحقیقت حکم الٰہی کو دریافت کریں اور ہم کو کہاں سے یقین ہو کہ جو کچھ تم کہتے ہو حکم الٰہی ہے بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا یعنی ہم بلکہ پیروی اس رسم کی کریں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا ہم نے جس چیز کو وہ کھاتے تھے ہم بھی کھائیں گے اور جس کو وہ حرام جانتے تھے ہم بھی حرام جانتے ہیں اس لیے کہ باپ دادا ہمارے ہم سے زیادہ عقلمند تھے اگر اس رسم و رواج میں نقصان پاتے ہرگز اس پر عمل نہ کرتے اور نیز ہم اگر برخلاف اپنے باپ دادا کے کھانے پینے میں بیباکی کریں مطعونِ خلائق اور خصوصًا اپنے اقارب و قبیلہ کے ہوں اور ہم کو برادری سے خارج کریں اور ہمارے ساتھ نشست و برخاست اور نکاح وغیرہ موقوف کریں جیسے کہ بسبب انھیں عذروں کے قوم ہنود میں مثلاً بقال کانیہ راجپوت وغیرہ رواج و رسم قدیمی سے باہر نہیں ہوتے اور بعضے جاہل مسلمان بھی انھیں کے سکھلانے سے ترک نکاح بیوہ و رسوم باطلہ میں یہی عذر بیان کرتے ہیں اور ابن اسحٰق اور ابن ابی حاتم ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں سے ہم کلام ہوئے اور خوبیِ اسلام سمجھائی اور ترکِ قبولِ اسلام میں اس قدر لاجواب کیا کہ کوئی عذر نہ رہا اور قطع کلام اس پر ہوا کہ رافع بن خارجہ اور مالک ابن عوف اور دیگر دانشمندوں نے کہا کہ حقیقت تمہارے دین کی مسلّم لیکن ہم نے اپنے باپ دادا کو اس پر نہیں پایا وہ ہم سے عقلمند اور بہتر زیادہ تھے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ارشاد ہو کہ ان سے پوچھو یعنی یہ پیروی باپ دادا کی کریں گے بہرحال خواہ صواب پر ہوں یا خطا پر اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ اگرچہ باپ دادا ان کے کہ بحکم الولد سر لابیہ یعنی پسر نمونہ باپ کا ہے لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا نہیں سمجھتے کسی چیز کو اچھے برُے میں تمیز نہیں اور نفع و نقصان میں فرق نہیں کرتے اور دیوانوں کی سی حرکات بے ربط کرتے ہیں وَّلَا يَهْتَدُوْنَ اور نیز راہ نہیں پاتے سمجھانے اور رہبری کی اس واسطے کہ سمجھانے سے وہی شخص سمجھتا ہے کہ فی الجملہ عقل و شعور رکھتا ہو اور ان کو عقل معاد کی بالکل نہیں ہے گو عقل معاش رکھتے ہوں اور ظاہر ہے کہ اگر باپ دادا کسی کے دیوانے اور بے عقل ہوئے ہوں ہرگز پیروی ان مجانین کی

marfat.com

نہ کریں گے پس یہ لوگ کس طرح پیروی باپ دادا کی ہر حال میں اختیار کرتے ہیں اور یہ لوگ عقلِ معاشی باپ دادا پر فریفتہ ہو کر ان کے افعال واقوال کا مقدمہ دین میں اتباع کریں تو یہ عین خطا ہے اس لیے کہ عقل معاش کی اور ہے اور فہم دین کا اور ہے، باپ دادا ان کے مقدمات دین کو بالکل نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان مقدمات میں حد انسانیت سے باہر تھے اور دریافت منفعت اور مضرت اور حسن وقبح کی ان کو ہرگز حاصل نہ تھی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ بلاشبہ کافر تھے وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور مثال ان لوگوں کی کہ کافر ہو گئے ہیں، سمجھنے مقدمات دین اور سمجھانے میں كَمَثَلِ الَّذِيْ مثال اس جانور کی ہے کہ يَنْعِقُ مانند کوے کے آواز بلند کرتا ہے واسطے جمع کرنے یا بھگانے کے بِمَا لَا يَسْمَعُ ان حروف سے کہ نہیں سنتا ان کو اِلَّا دُعَآءً مگر بلانے کو وَّنِدَآءً اور فریاد کرنے کو کہ اس کے واسطے بلاتا ہے یا کسی چیز سے ڈراتا ہے اور بھگاتا ہے بالکل اس کو اس آواز سے نہیں معلوم ہوتا ہے اور جب اپنے تئیں دریافت نہ ہوا تو سننے والوں کو کیا دریافت ہوگا پس یہ سننا بحساب سمجھنے کے سننا نہیں ہے جب اصل دریافت نہ ہوا تو منفعت اور مضرت خصوصاً آخرت کی کسطرح دریافت ہوگی اور اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ تمام کافر خواہ پیشوا خواہ مقلد و خواہ باپ دادا خواہ لڑکے صُمٌّ بہرے ہیں اور اگر بالفرض اس سمع کو سننا اختیار کریں تو اظہار حق اور نطق میں بُكْمٌ گونگے ہیں اس واسطے کہ اظہار حق انکی زبان سے ہو ہی نہیں سکتا اور وہ درحقیقت عُمْیٌ اندھے ہیں، جب انھوں نے حقیقت کو نہ دریافت کیا بیان کس طرح کریں گے اور جب سمجھنا فرع احساس ہے اور محسوسات مبادی معقولات کی ہیں اور انھوں نے مبادی کو گم کر دیا ہے فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ پس وہ عقل نہیں رکھتے مقدمات دین میں گو جانوروں کی طرح عقلِ معاش رکھتے ہیں اور جب ان کو مقدمات دین میں عقل نہ ہوئی، پس اتباع ان کا بعینہ اتباع مجانین کا ہوا، اس جگہ چند فائدے ہیں اول یہ کہ یا ایہا الناس خطاب عام ہے مسلمان و کافر کو حالانکہ حنفیہ اور اکثر اہل اصول کے نزدیک کافر مخاطب فروع دین کے نہیں ہو سکتے ہیں۔ اور یہ خطاب خطاب بفروع دین ہے، جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ کافر قابلیت ثواب کی نہیں رکھتے لہذا جو عمل کہ اس پر ثواب مترتب ہو اس کے مخاطب نہیں ہو سکتے لیکن مباحات قسم معاملات وعادات سے کہ کرنا اور نہ کرنا جنکا برابر ہوا اور نہ ان کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر عذاب اس کے ساتھ کافر بھی مخاطب ہو سکتے ہیں، دوسرے یہ کہ اس آیت میں لفظ الفینا واقع ہوا اور سورۂ مائدہ اور سورۂ لقمان میں لفظ وجدنا اس کی کیا وجہ ہے جواب اہل عربیت نے لکھا کہ الفیٰ خواہ مخواہ متعدی بدو مفعول ہوتا ہے

کفار کے گونگے، بہرے، اندھے اور بے عقل ہونے کا بیان

اور وجد دو معنی میں مشترک ہے ایک معنی سے متعدی بیک مفعول ہوتا ہے اور دوسرے معنیٰ میں متعدی بدو مفعول پس قرآن میں اول جگہ وہ لفظ کہ صریح معنی میں متعدی بدو مفعول ہے لائے کہ مقصود اس جا وہی معنی ہے اور جائے آیندہ میں بسبب شہرت کے لفظ وجدنا پر اکتفا کیا کہ سابق قرینہ معنی مراد کا ہو چکا ہے اور اہل تدقیق نے کہا ہے کہ ہر چند الفی اور وجد اصل معنی میں مشترک ہیں لیکن الفیٰ اکثر معانی معقولہ میں مستعمل ہوتا ہے اور وجد اکثر اعیان محسوسہ میں اور چونکہ سابق اس سورۃ میں ذکر کیا گیا ہے کہ یہ آدمی حقیقت میں تابع شیطان ہیں اور دشمنی اس کی محسوس نہیں ہے لہذا مناسب ہوا کہ اس جگہ لفظ الفی مستعمل ہوا اور سورہ مائدہ میں مذکور ہوا ہے کہ پہلے جاہل بحائر اور سوائب کو حرام جانتے تھے اور خدا پر افترا کرتے تھے اور یہ دونوں امر محسوس اور مسموع تھے اور سورہ لقمان میں بھی مذکور ہوا ہے کہ بعض آدمی بے دلیل عقلی اور شرعی کے مقدمات دین میں مکابرہ کرتے ہیں اور بے شبہ یہ امر بھی محسوس اور مسموع ہے لہذا ان دونوں سورتوں میں لفظ وجدنا مناسب ہوا۔ تیسرے یہ ہے کہ اس سورۃ میں لا یعقلون شیئا ارشاد ہوا اور سورۂ مائدہ میں ایسے ہی مقام پر لا یعلمون شیئا یہ فرق کس نکتہ پر مبنی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کرنا عقل کا نکوہش میں زیادہ تر ہے بہ نسبت نفی کرنے علم کے، اس واسطے کہ آدمی باوجود عاقل ہونے کے جاہل ہوتا ہے اور بے عقل نہیں ہوتا ہے مگر طفل یا دیوانہ اور جب اس جگہ کافروں نے بل نتبع ما الفینا کہا تو صریح دشمنی اور استکبار کیا، پس عقل کی نفی ان کے پیشواؤں میں اس مقام میں مناسب تر ہے اور سورۂ مائدہ میں کفار نے فقط اسیقدر حکایت کی حسبنا ما وجدنا علیہ اٰباءنا اور اس دعوے کے رد میں نفی علم کی بھی کافی ہے کہ اس لیے کہ جہل پر اکتفا نہیں ہو سکتا۔ چوتھے یہ ہے کہ اس آیت میں دو طرق سے ابطال تقلید کا اشارہ ہے پہلے یہ ہے کہ مقلد سے پوچھنا چاہیے کہ تو جس کی تقلید کرتا ہے وہ تیرے نزدیک محق ہے یا نہیں اگر اس کے محق ہونے کو نہیں پہچانتا ہے تو باوجود احتمال مبطل ہونے کے کیوں تقلید کرتا ہے اور اگر محق ہونا پہچانتا ہے تو کس دلیل سے، اگر کہے دوسرے کی تقلید سے تو اسیطرح اس تقلید میں کلام ہوگا اور تسلسل لازم آویگا اور اگر عقل سے پہچانتا ہے تو اس کو معرفت حق میں کیوں نہیں صرف کرتا ہے اور عار تقلید اپنے پر کیوں گوارا رکھتا ہے دوسرا طریق یہ ہے کہ جس کی تو تقلید کرتا ہے اگر اس مسئلہ کو اس نے بھی تقلید سے جانا ہے تو تو اور وہ دونوں برابر ہیں تجھ کو اس کو کیا ترجیح ہے تاکہ تو تقلید اس کی کرے اور اگر اس نے بدلیل جانا ہے تو تقلید اس وقت تمام ہو کہ تو بھی اسی دلیل سے اس مسئلہ کو جانے ورنہ تو مخالف ہوگا نہ مقلد اور جب تجھے اسی دلیل سے معلوم

marfat.com

ہوا تو تقلید ضائع ہوئی، پانچویں یہ ہے کہ سیپارہ الٓمٓ میں ایسی ہی آیت میں فرمایا ہے فھم لا یرجعون اور اس جگہ فرمایا فھم لا یعقلون اس میں کیا فرق ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت اُس سیپارہ میں ان منافقین کے حال میں ہے کہ ایمان لا کر پھر ایمان سے دور ہو گئے تھے اور رجوع نہیں کر سکتے تھے اور اِس جگہ کافروں کے حال میں کہ اصلا ایمان ہی نہیں رکھتے اور حسن ایمان کو نہ سمجھے پس ہر لفظ اپنے اپنے مقام پر چسپاں ہے اور جب معلوم ہوا کہ کافر جب تک کہ دام شیطان میں گرفتار ہیں اصلا قابلیت فہم خطاب کی نہیں رکھتے اور حیوانات کی مانند عقل معاش بدون عقل معاد کے رکھتے ہیں پس ایسی حالت میں پیروی ما انزل اللہ کا ان سے کیا امکان رکھے اس واسطے کہ پیروی اس حالت میں ہو کہ مثل انسان کے ادراک و شعور و فہم رکھتے ہوں اور وہ اس بات میں بہرے گونگے اور اندھے ہیں پس سمجھنا چاہیے کہ یایھا الناس خطاب عام محض واسطے الزام حجت اور ازالۂ عذر کے ہے مقصود بالذات خطاب اہل ایمان سے ہے اور اسی واسطے خطاب خاص کر کے فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے لوگو کہ ایمان لائے ہو اور حواس و عقل تمھاری مقدمات دین میں سالم اور درست ہیں سمجھو کہ مقتضائے محبت و ایمانِ خدا کا یہ نہیں ہے کہ لذیذ اور بامزہ اشیاء کے کھانے سے پرہیز کرو بلکہ مقتضائے ایمان یہ ہے کہ حکمت الٰہی کو غایت مقصود اس حکمت کا پہچانو اور جو اشیاء کہ اللہ تعالیٰ نے کھانے کے واسطے پیدا کی ہیں مقصود ان سے کھانا ہے اور مقتضائے محبت کا یہ ہے کہ جو چیز کہ محبوب عطا کرے اس کو تمام خوشی سے استعمال میں لاوے۔ یہاں تک کہ عاشق معشوق کے ہاتھ سے تلخ چیز کو شیریں جان کر کھاتے ہیں پس كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ کھاؤ تم اشیاء حلال اور پاک جو کہ ہم نے تمھارا رزق کیا ہے اگرچہ لذیذ اور گراں قیمت ہو اور اگر تمھیں یہ خوف ہو کہ اشیاء لذیذہ کھا کے گرفتار حظ نفس کے ہو جائیں گے اور عبادت خدا سے باز رہ جائیں گے تو ایسی تدبیر کرو کہ عین حظ نفس میں مشغول عبادت رہو۔ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ یعنی خدا کا شکر کرو تم اس واسطے کہ لذیذ و نفیس چیز کے کھانے سے کہ مرغوب طبع ہو دل سے شکر نکلتا ہے اور اس قسم کا شکر عمدہ عبادت ہے اور موجب زیادتی محبت منعم حقیقی کا ہے اور یہ عبادت بدون تلذذ نفس کے ادا نہیں ہوتی پس اس تلذذ کو وسیلۂ عبادت کرو اور وسیلۂ عبادت کو عبادت جانو اور یہی شان عارفوں کی ہے کہ عادات کو عبادات کرتے ہیں، ہاں ناقص لوگ عبادت کو نفس کشی اور فقر و فاقہ و خشک خوری و خشن پوشی میں منحصر جانتے ہیں اس لیے کہ ان کی طبیعت ایسی ہی عبادت سے مالوف ہے اور اپنے پیشواؤں

marfat.com

سے ایسی ہی عبادت دیکھتے اور سنتے آئے ہیں لیکن درحقیقت یہ خالص عبادتِ خدا نہیں بلکہ رضامندیٔ طبیعت اور اپنی عادت کی آمیزش ہے جیسے کہ ایک مالک نے اپنے غلام کو ایک حکمت کے لیے راحت اور خواب و آرام کیواسطے فرمایا اور وہ غلام کوتہ نظری سے سمجھا کہ یہ آرام مجھے خدمت مولا سے باز رکھتا ہے چاہیے کہ میں خواب و آرام ترک کروں اور محنت شاقہ کر کے خدمت مولا میں کربستہ رہوں، پس یہ اطاعت درحقیقت اطاعت وہم و خیال اپنے کی ہے نہ تابعداری مالک کی پس تم اس طرح نہ کرو اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۔ اگر تم خالص عبادت اس کی کرتے ہو اور وہم و خیال و عادت اپنی کو دخل نہیں دیتے ہو اسواسطے کہ منظور عبادت سے رضامندیٔ محبوب ہے جس طرح کہ راضی ہو۔ بیت:۔ گر طمع خواہد زمن سلطان دیں ؛ خاک بر فرق قناعت بعد ازیں ؛ بیت:۔ ہم سے گر منظور ہووے خود طمع سلطان کو ؛ پس نکالیں سب طرح کے خواہش و ارمان کو ؛ جیسا کہ نفس کا شکستہ کرنا اور لذائذ کا ترک کرنا موجب ایک طرح کی عبادت کا ہے یعنی ایسے ہی کھانے پینے کی چیزوں میں فراخی کرنا ایک نوع کی عبادت ہے یعنی شکر بلکہ یہ راہ محبت کی طرف کھینچتی ہے اور محبوب معبود اصلی ہے اور باوجود اس کے شکر بھی اللہ تعالےٰ سے طلب کرتا ہے اور ترک کرنا ایسے بواعث اور دواعی کا راہ خلاف طلب اس جناب کے جاتا ہے کہ بندگی میں رخنہ ڈالتا ہے اور حدیث قدسی میں بروایت معتبر وارد ہوا ہے کہ انی والجن والانس فی نبأٍ عظیم اخلق ویعبد غیری وارزق ویشکر غیری۔ یعنی میرا جن اور انس سے عجب قصہ واقع ہوا ہے کہ پیدا میں کرتا ہوں اور عبادت دوسروں کی کرتے ہیں اور رزق میں دیتا ہوں اور شکر غیروں کا کرتے ہیں اور فقہا نے لکھا ہے خداوندی نعمتوں کا کھانا جو کہ بندہ کو پہنچتی ہیں اصل میں مباح ہے اور صیغہ امر کہ کلوا وارد ہے اجازت کے واسطے ہے نہ واسطے تکلیف کے لیکن کبھی کھانا واجب بھی ہوجاتا ہے جیسے وقت بلاکی اور ضعف کے کہ طاقت حرکت کی نہ رہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے جیسے واسطے موافقت مہمانوں کے اور زید بن علی بن الحسین علیہم السلام سے کہ مشہور بہ شہید ہیں منقول ہے کہ کہتے تھے کہ اگر کوئی ان "تین تقریب سے کھانے پینے میں تکلف کرے محسوب نہیں ہوتا اور حساب آخرت میں معاف ہے، مہمان کے واسطے اگرچہ خود بھی اس طعام سے کھاوے اور افطار اور سحری روزہ دار کے واسطے گو آپ ہی ہو اور مریض کہ رغبت طعام میں کم کرتا ہو گر نفیس چیز میں لیکن بعض زہاد صحابہ اور تابعین سے باوجود اس نص صریح کے لذائذ اور نفائس کو کھانیکی اشیاء میں سے بسبب بار بہنے نعمت منعم سے اور حاصل کرنے واسطے نفس پروری کے عوام کو منع

کیا ہے اور آپ بھی بسبب حفظ مرتبہ پیشوائی کے ایسی اشیاء کے کھانے سے پرہیز کیا ہے اور اسی قسم سے ہے کہ جو ابن سعید نے عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ وہ ایک روز مجلس میں فرماتے تھے کہ آج رات میں نے مالیدہ کھایا سو شکم میں کچھ تکلیف ہے اس واسطے کہ میں اس قسم کے کھانوں کا معتاد نہیں ہوں خوشامدیوں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین حق تعالیٰ کتاب میں فرماتا ہے کلوا من طیبات ما رزقنکم واشکروا اللہ. تم کس واسطے طعام لذیذ نہیں کھاتے کہا کہ افسوس تم اس آیت سے کیا سمجھ گئے مراد طیب سے حلت کسب ہے نہ کہ نفاست ولذت اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ قبول نہیں کرتا مگر طیب اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس چیز کا حکم کیا ہے جس کا پیغمبروں کو کیا ہے جیسے فرمایا ہے یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا. اور فرمایا یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقنکم اور حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ایک شخص سفر دراز کر کے پریشان سر اور بکھرے ہوئے بال اور غبار آلود ہو کر حج کو جاتا ہے وہاں جا کر ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتا ہے یا رب یا رب! اور حال یہ ہے کہ خوراک اور لباس اس کا حرام سے ہے اور لڑکپن سے حرام میں پرورش پائی تو اس کی دعا کب قبول ہو اور یہ حدیث صحیح ترمذی میں بروایت حضرت ابوہریرہ موجود ہے لیکن اس توجیہ پر عمر بن عبدالعزیز پر متاخرین نے دو طرح سے اعتراض کیا ہے اول یہ کہ اگر طیبات سے اشیاء حلال مراد ہوں تو حرف مِنْ کہ تبعیض کے واسطے ہے درست و مناسب نہیں ہوتا اس واسطے کہ حلال چیزیں سب کھانے کی ہیں پھر مقید بعض کے ساتھ کیوں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ معنی تبعیض کے بنظر اجزائے ماکولات کے سمجھنا چاہیے نہ بنظر افراد ماکولات کے اور جو چیز کہ حلال ہے اور بعض اجزاء اس کے حرام ہیں تو ان اجزاء کو کھانا نہیں چاہیے جیسے خون اور فضلہ اور دونوں فرج اور خصیے اور حرام مغز اور پتہ کہ کتب فقہ میں تصریح کی ہے اور نیز حلال چیز بھوک سے زیادہ کھانی حرام ہے پس حلال کا بعض سے مقید ہونا صحیح ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر طیب سے حلال مراد ہو تو تکرار بے فائدہ آیت گذشتہ یا ایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا میں لازم آتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تکرار بیفائدہ نہیں ہے بلکہ یہ صفت کاشفہ ہے یعنی جو چیز کہ اذن شرعی سے حلال ہے ویسے ہی وہ پاک بھی ہے، نجس نہیں ہے اور بالفرض اگر طیب سے حلال ہی مراد ہے تو لازم نہیں ہے کہ لذائذ میں فراخ روی سمجھی جاوے اس واسطے کہ علمائے سلف کا طیب کے معنوں میں بہت اختلاف ہے اور اس کے ایک معنی

marfat.com

لذیذ اور خوش آئند کے ہیں تو کیا ضروری ہے کہ اس جگہ یہی معنی مراد ہوں اور بعضوں نے کہا ہے کہ طیب حلال سے زیادہ خاص ہے یعنی کسب اس کا مقرون بگناہ نہ ہو جیسے کہ سوداگری میں جھوٹی قسم کھا کر اسباب فروخت کیا ہو اور جانور کی پشت پر بوجھ زیادہ لادا ہو اور مزدوروں اور بیلوں سے تکلیف مالا یطاق لی ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ حلال وہ ہے کہ مفتیوں نے اس کی حلت کا فتویٰ دیا ہو اور طیب وہ ہے کہ اس کے دل میں بھی شبہ حرمت کا نہ رہے جیسے گروی مکان کا کرایہ اور زمین گروی کا محصول کہ مالک نے برضا و رغبت کے حلال کر دیا ہو تو اس سبب سے علماء دین منع نہیں کر سکتے لیکن گرودار خوب جانتا ہے کہ یہ رضامندی بسبب احتیاج قرض کے ہے تو یہ رضامندی نہیں ہے اور اسی باب میں حدیث وارد ہے کہ اپنے دل سے فتویٰ طلب کرے اگرچہ مفتی نے فتویٰ دیدیا ہو اور بعضوں نے کہا ہے کہ حلال طیب وہ ہے کہ بقدر ضرورت بروجہ کفاف کے کفایت کرے اور نفس کو اس کے حق سے زیادہ نہ دے اور اس کو حاصل نہ ہو مثلاً کھانا اس قدر کہ بھوک جاتی رہے اور پوشاک اس قدر کہ ستر پوشیدہ ہو جائے اور سردی اور گرمی سے محفوظ رہے اور مسکن اس قدر کہ عورتوں کا پردہ رہے اور سردی اور گرمی اور مینہ کو باز رکھے۔ **نظم**:۔ تنگ گھر تھا حکیم لقمان کا ؛ صاحب علم و درد و درمان کا ؛ ساری شب بے کلی گذرتی تھی ؛ دھوپ دن بھر کی سر پہ گرتی تھی ؛ ایک بے عقل نے کہی یہ بات ؛ اس میں کیونکر گذرتی ہے اوقات ؛ تب کہا اس نے ہاں بہت ہے یہ ؛ واسطے موت کے بہت ہے یہ ؛ جاننا چاہیے کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ سب سے پاکیزہ چیز وہ ہے کہ انسان اپنے کسب سے حاصل کر کے کھاوے اور علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ سب سے اچھا کسب کونسا ہے سو سب سے بہتر کسب جہاد کا اور لڑائی کفار سے ہے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر نبی کا ایک پیشہ تھا اور میرا پیشہ جہاد راہ خدا میں ہے اور اس کسب کے بہتر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ غازی کلمۂ دین کے بلند کرنے میں کوشش کرتا ہے اور اس کے ضمن میں حلال مال لوٹ میں پاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ارادۂ جہاد کے وقت اپنے دل میں قصد لوٹ کا نہ کرے اور اپنی نیت خالص رکھے، اور پھر تجارت ہے، علی الخصوص وہ تجارت کہ مسلمانوں سے حوائج کو دور کرے جیسے حدیث میں ہے کہ الجالب مرزوق والمحتکر مَلْعُوْن۔ یعنی تاجر کہ ایک شہر سے دوسرے شہر میں واسطے نفع رسانی مسلمانوں کے اشیاء لے جائے مرزوق ہے اور جو کہ اشیاء سوداگری کو روک رکھے ملعون ہے اور تجارت کہ بہ نیت نفع رسانی

marfat.com

مسلمانوں کے ہو تو وہ تجارت حکم عبادت کا رکھتی ہے اور پھر کھیتی کہ اس میں بھی نیتِ نیک حاصل ہونے قوت آدمیوں اور جانوروں کے ہوتی ہے اور نیز اعتماد اور توکلِ قوی رحمت الٰہی پر کہ باران اور ہوا سے ہوتا ہے اور ان تینوں کسب کے علاوہ جو کسب ہیں ان میں باہم زیادہ فضیلت نہیں مگر کتابت کہ دین کی کتب کی حفاظت کے واسطے اور اخبار انبیاء اور ملفوظات اولیاء کے محفوظ رکھنے کے واسطے ہو، بہ نسبت اور پیشوں کے بہتر ہے اور ان کے بعد وہ پیشے اور صنعتیں کہ بقائے عالم کے واسطے ہیں، معماری اور گل کاری اور اینٹ اور چونہ بنانا اور روغن کشی اور روئی دُھننا اور جولاہ گری اور درزی گری اور آٹا پیسنا بہتر ہیں بہ نسبت ان صنعتوں کے کہ فقط تکلف اور تفاخر اور زینت کے واسطے ہوں، جیسے زرگری نقاشی کارچوبی، حلوہ گری اور عطر بیچنا اور رنگریزی وغیرہ اور یہ صنعتیں جو اپنے موقع پر ہوں تو کراہیت نہیں ہے بخلاف ان کسبوں کے جن میں نجاست آلودہ ہو یا بدخواہی خلق یا گناہ الٰہی پر مدد ہو یا بہت دروغ کہنا اور دغا اور فریب لازم آتا ہو جیسے کہ شاخ کشی اور قصابی اور غلہ کا روکنا اور مردہ دھلوانا اور غسل کرانا اور ناچنا اور نقل کرنا اور شکرے سے کھیلنا اور دلالی اور وکالت اور امامت اور اذان پر اجرت لینا وخدمت مسجد اور تلاوت قرآن اور تعلیم پر اُجرت لینا اب مکروہ نہیں ہے کہ سب کا فتوٰی اسی پر ہے اس سبب سے کہ تعلیم قرآن بدون اجرت کے بالکل کم ہو جاوے اور اس دولت عظمٰی سے آدمی محروم رہ جاویں، بالجملہ منطوق اس آیت کا یہ ہے کہ جو چیز بے شبہ حلال ہے اور گو لذیذ و نفیس و گراں قیمت ہو اس کا کھانا جائز ہے اور بہ نیتِ ادائے شکر مستحب ہے اور اصلا مخالف مقتضائے ایمان اور محبت الٰہی کے نہیں ہے ہاں مخالف ایمان اور منافی محبت کے یہ ہے کہ حرام اشیاء کو کھاوے اور رضا مندیٔ خدا سے دور ہو جاوے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے لذائذ اور منافع کی چیزوں کو حرام نہ کیا بلکہ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ نہیں ہیں حرام تم پر وہ چیزیں کہ معمول طبائع سلیمہ کے ہوں جیسے ہرن، بکری، گائے، بھینس، نیل گائے گورخر اور کبوتر یا تیتر اور جانور چرندہ و پرندہ مگر اَلْمَیْتَۃَ مردار کہ خود بخود مر گیا ہو یا کسی نے اس کو شرعاً ذبح نہ کیا ہو مثلاً گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہو یا لکڑی و پتھر سے مارا ہو، یا چھت پر سے گر کر مر گیا ہو یا کسی جانور نے سینگ سے مار ڈالا ہو یا کسی درندہ نے مارا ہو تو یہ سب مردار ہیں اور مردار کا حرام کرنا عین حکمت ہے اس واسطے کہ پاک کرنے والی بدنِ جانور کی روح ہے اور جب روح اس سے جدا ہوئی تو اس کی عفونات کا دور کرنے والا نہ رہا پس وہ عفونات اس کے تمام

مردار، خون، لحم خنزیر اور ما اُہل لغیر اللہ کی حرمت کا بیان

ف بیان بہترین اکساب کا، بیان احکام میتہ

marfat.com

بدن کو فاسد کر دیتے ہیں اور بہت بدمزہ اور بدبو اور بدتاثیر ہوجاتا ہے۔ اور اگر بعض آدمی طفلی سے کھالیتے ہیں اور کچھ نقصان نہ پہنچے تو معتبر نہیں ہے۔ مصرعہ جو زہر کہ عادت ہو وہ نقصان نہ بخشے ہ اور باوجود اسکے صورت اور شکل اور اخلاق مردار خواروں کے اس قدر بُرے ہوتے ہیں کہ انسانیت سے خارج ہیں اگر۔۔ تم پر مردار حرام نہ ہوتا تو تم بھی ایسے ہی بدطبع اور بدشکل اور بدصورت اور بدخلق ہوجاتے اور رذالت نفس اور خساست طبع میں گرفتار ہوجاتے، ہاں جبکہ جدا ہوتے وقت روح جانور کے خون اس کے کوکہ موجب تعفن اور اخلاط فاسدہ کا ہے خدا کے نام کے ذکر سے نکالا تو بجائے تطہیر روحی کے یہ تطہیر قائم ہوگئی اور شکار میں اگرچہ خون کا نکالنا بروجہ اتم ممکن نہیں ہے لیکن ذکر خدا کے نام کا قائمقام روح کے ہوجاتا ہے اور اسیواسطے شکار میں ذبح کرنا ضروری نہیں ہے اور جس جگہ کہ خدا کا نام لے کر زخم کردیں حلال ہوجاتا ہے مگر جو جانور کہ قابو میں ہو وہ بغیر خون نکالنے کے حلال نہیں ہوتا اور طریق خون نکالنے کا یہ ہے کہ حلقوم اور مری اور دو رگوں بلند گردن کو کسی تیز چیز سے خواہ لوہا ہو یا پتھر یا لکڑی ہو، کاٹ ڈالیں اس واسطے کہ مجمع خون کا دل اور جگر ہے اور خون کے اس مکان سے نکالنے کی اقرب راہ یہی ہے اور اسیواسطے طبیبوں کے یہاں مقرر ہے کہ مواد مجتمع اس جگہ کو قے کی راہ سے نکالتے ہیں اور نیز اگر خون بدن جانور کا اور کسی طرف سے نکالا جائے تو جانور دیر میں مرے اور رنج بے فائدہ حاصل ہو بخلاف اس راہ کے کہ ہرگز فرصت نہیں دیتا اور اسی وقت مرجاتا ہے اور نیز چونکہ آمد و برآمد نفس کی یہی راہ ہے اور نفس ممدِ روح ہے پس چاہیے کہ روح اور مرکب روح کو کہ خون ہے اس راہ سے نکالیں اور نیز روح اور خون غذا سے پیدا ہوتے ہیں اور غذا اسی راہ سے جاتی ہے پس وقت جدا کرنے روح اور خون کے بھی یہی راہ اختیار کرنی چاہیے اور نیز جو خون بالا جاتا ہے، روح بھی اس کے ساتھ جنبش کرتی ہے اور حرکت فوقانی سے ایک طرح کی صفائی کدورات سے حاصل ہوتی ہے اور خباثت کم ہوجاتی ہے اور قابلیت اس امر کی ہوجاتی ہے کہ خاکِ بہشت ہو، حاصل کلام یہ کہ اگر مردار کو کہ خبث عظیم اس میں ہے نہ طہارت روح رہے اور نہ طہارت ذکر نام خدا رہے تو اس کو مت کھاؤ اور وہ شئی خبیث جز و بدن تمہارے کا ہوجاوے البتہ ارواح تمہاری کو تعلق اشیاء خبیثہ سے ہوجاوے اور خباثت پیدا کرے، پس محبت اللہ تعالیٰ کی اس روح سے جاتی رہے گی مثل ارواح شیاطین کے اور تعفن پیدا ہوجاویگا ہاں البتہ دو جانور مردار بحکم حدیث کے حلال ہیں

کہ فرمایا پیغمبر صلعم نے کہ دو جانور مردار ہمارے واسطے حلال ہیں ایک مچھلی اور دوسرے ٹڈی، لیکن مچھلی اس سبب سے کہ اصل مادہ اس کے بدن کا پانی ہے اور پانی بالطبع پاک اور پاک کرنے والا ہے پس جیسے کہ نجاست پانی میں اثر نہیں کرتی ایسے ہی جدا ہونے روح جانور آبی کے اثر نہ کریگی اور حاجت ذبح کی نہ رہی اور ٹڈی اس سبب سے کہ وہ خود بخود بے توالد و تناسل کے پیدا ہوتی ہے اور خون جاری نہیں رکھتی اور تعلق اس کی روح کا بدن سے مثل تعلق روح پہاڑ و درخت و دیگر جمادات کے ہے اور اس طرح کا تعلق سے جدا ہونا موجب نجاست کا نہیں ہوتا، ہر چند تمام جانور دریائی اور تمام حشرات اس علت میں مشترک ہیں لیکن بسبب خبث ذاتی اور غذائے نجس کے حرام ہیں اور مضر بخلاف مچھلی اور ٹڈی کے کہ وہ اس نقصان اور خبث ذاتی اور عارضی سے سالم ہیں اسیواسطے ان دونوں کے ساتھ استثناء خاص ہوا، اب یہ بیان کرتے ہیں کہ مردار کی کس کس چیز سے انتفاع درست اور کون کون سے اجزائے میت داخل حرمت ہیں، اس آیت سے کھانا مردار کا مطلقا حرام ہے لیکن ان جانوروں کو کہ گوشت کھانے کے معتاد ہیں جیسے باز باشہ کتا بلی کھلانا مختلف فیہ ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ جائز ہو اور چربی مردار کی روشنی شمع و چراغ کے کام میں لانے کے واسطے درست ہے۔ اس واسطے کہ حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ کسی آدمی نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ اگر چوہا گھی میں گر جاوے اور مر جاوے تو اس گھی کا کیا کریں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چراغ میں ڈال دو اور ہرگز نہ کھاؤ اور بال اور پشم اور سینگ اور ناخن اور دانت اور ہڈیاں مردار کی سب پاک ہیں ان کا استعمال جائز ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نحل میں نعمت کے مقام پر فرمایا ہے کہ من اصوافها و اوبارها و اشعارها اثاثا و متاعا الی حین. یعنی پشم اور پشم شتر اور بالوں سے اپنے گھروں کا اسباب اور متاع بناؤ بغیر تفصیل مردہ اور زندہ کے اور نیز استعمال ان اشیاء کا خصوصًا استخوان فیل اور اس کے دانتوں کا زمانۂ آنحضرت صلعم میں جاری تھا اور بالیقین ہاتھی ذبح نہیں ہوتا اور آنحضرت صلعم استعمال سے منع نہیں فرماتے تھے اور ایسے ہی مردار کا چمڑا جبکہ دواؤں اور مصالحوں سے نجاست دور کی جاوے قابل انتفاع ہوتا ہے اور اگر آفتاب یا خاک سے خشک کریں تب بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ صحیحین میں وارد ہے کہ ایک بار آنحضرت صلعم نے دیکھا کہ بکری مردہ کو حضرت ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے کھینچے لیے جاتے تھے، حضرت نے فرمایا کہ اس کے پوست کو

marfat.com

کس واسطے نہ اتار لیا کہ دباغت کے سبب خشک ہو جاتا ہے ایسے ہی اگر کوئی جانور کہ خون جاری نہ رکھتا ہو جیسے مکھی مچھر بچھو پانی میں گر جاوے یا اور کسی چیز میں تو وہ شے ناپاک نہیں ہوتی، اور قابل انتفاع ہے اس واسطے کہ ان جانوروں کی رطوبت درختوں اور نباتات کی ہے تعفن پذیر نہیں ہے اور کیڑا کہ بعض میووں میں ہوتا ہے جیسے گولر وغیرہ یا سرکہ میں پڑا ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے بلکہ اس کیڑے کو بہ تبعیت اس میوے اور سرکے کے کھانا بھی جائز ہے لیکن اس کیڑے کو سرکہ و میوے سے باہر نکال کر کھانا درست نہیں ہے اور مردہ جانور کا شیر اور چستہ امام اعظم کے نزدیک پاک ہے اور ایسے ہی انڈہ جانور مردہ کا اگر سخت ہو تو بعد دھونے کے پاک ہو جاتا ہے اس واسطے کہ یہ چیزیں موت کا حکم قبول نہیں کرتیں اور اجزائے متصلہ مردہ سے بھی نہیں ہیں بلکہ طبیعت ان چیزوں کے جدا کرنے کے واسطے ترتیب کی گئی ہے اگر کوئی جانور حرام کو مثلاً کتے بلی کو از روئے شرع کے ذبح کرے تو اس کے حکم میں اختلاف ہے امام اعظم صاحب کے نزدیک پاک ہو جاتا ہے لیکن اس کا کھانا روا نہیں، اور امام شافعی کے نزدیک پاک بھی نہیں ہوتا اور نجاست میں حکم مردار کا نہیں رکھتا ہے۔ واللہ اور مگر خون اس لیے کہ خون اجزائے حیوانات میں اصل متعفنہ ہے اور گوشت اور پوست اسی سے پیدا ہوتا ہے اولاً خون روح سے تعلق رکھتا ہے اور پھر روح کا جدا ہونا اس کے نجس ہونے میں تاثیر عظیم پیدا کرتا ہے بلکہ حقیقت میں مرکب روح خون ہے اور جدا ہونا روح کا بدن سے جدا ہونا خون سے ہے پس بعد جدا ہونے روح کے قابل طہارت نہیں رہتا گویا کہ یہ جزاجزار جانور سے، نجس العین ہے کہ کسی تدبیر سے پاک نہیں ہوتا اور نیز تعفن اس کا بالذات اور تعفن اور فساد اور اجزار کا بسبب اختلاط کے و دیگر اجزائے بدن کا بسبب اختلاط ہونے اجزائے غصہ کے ہے اور جو چیز کہ بالذات ہو عوارض سے زائل نہیں ہوتی

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ کونسا خون ناپاک و حرام ہے آیا وہ خون کہ رگوں میں جاری ہے یا وہ خون کہ گوشت سے چسپیدہ ہو کر بصورت گوشت ہو جاتا ہے، امام اعظم صاحب کے نزدیک وہی جاری حرام اور ناپاک ہے اور قطرات خون کے کہ گوشت پر چسپیدہ ہوتے ہیں حرام اور ناپاک نہیں ہیں اگر ایسے گوشت کو بغیر دھونے کے پکا لیا تو اس کا کھانا جائز ہے لیکن خلاف لطافت طبیعت ہے اور امام شافعی صاحب کے نزدیک یہ اور وہ دونوں خون حرام اور ناپاک ہیں اگر گوشت بغیر دھوئے

ف:- بیان احکام خون کے :

پکالیا تو اس کا کھانا جائز نہیں اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جیسے ہمارے واسطے دو مردار مچھلی اور ٹڈی حلال ہوئی ہیں اسیطرح دونوں خون کلیجی اور تلی بھی حلال ہیں، اس واسطے کہ جملہ اعضا سے یہ دو اعضا گویا خون منجمد ہیں اور بصورت گوشت ہیں باوجود اس کے بحیثیت عضو ہونے کے بھی حلال ہیں اور خون کا کھانا درندوں کے اخلاق کی طرف مائل کرتا ہے اور غصہ اور شبکی مزاج میں پیدا کرتا ہے جیسے کہ حبشی خون کھانے کے معتاد ہیں اور چاروں میں یہ اخلاق ظاہر ہیں پس عین حکمت الٰہی ہے کہ یہ چیزیں تمھارے اوپر حرام فرمائیں اور اگر خون مردار کھاتے، تو جو نقصانات کہ مردار کے کھانے میں ہوتے ہیں اس کے کھانے میں لاحق ہوتے، اور اگر خون زندہ جانوروں کا نکال کر مثل حبشیوں کے کھاتے تو یہ صورتیں تمھاری مثل صورتوں خونخوار کے ہوجاتیں، اور دائرۂ انسانیت سے باہر ہوجاتے اور نیز جانور بھی بسبب نکل جانے خون کے کہ مادۂ قوت حیوان اور مرکب روح ہے ضعیف البدن ہوجاتے اور احتیاج کے وقت ان سے منافع حاصل نہ کرسکتے، اور ان کا گوشت بھی بدمزہ ہوجاتا اور سواری اور بارکشی کا کام نہ دے سکتے پس خون جانوروں حلال کا حرام فرمایا ایسا ہی بلا تشبیہ جیسے کہ کوئی حاکم یا رئیس زمینداروں کو سبز اور کچی کھیتی کھانے سے منع فرمادے تاکہ انجام کار نقصان نہ ہو۔ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ۔ اور مگر گوشت سور کا اگرچہ مردار نہ ہوا اور از روئے شریعت کے ذبح کیا ہو اس واسطے کہ یہ جانور نجاسات کی طرف بہت مائل ہے خصوصًا فضلہ انسان کا اس کی خوراک ہے اور اس کا گوشت اسی نجاست کے کھانے سے پیدا ہوتا ہے پس اس کا گوشت کھانا گویا اپنی نجاست کھانا ہے اور نیز روح اس جانور کی حرص اور بیحیائی اور بے عزتی کی طرف اسقدر مائل ہے کہ دوسرے جانوروں کی نہیں اور یہی باعث ہے کہ جو آدمی اس کا گوشت بطور مداومت کے کھاتے ہیں جیسے نصاریٰ اور بعض قوم ہنود ان اخلاق میں اس جانور سے کمال مشابہت رکھتے ہیں جیسے بے عزتی اور ناحفاظتی ناموس اور ہر قسم کے مال پر حریص ہونا اور نجاست میں آلودہ رہنا اور چونکہ تعلق روح اس جانور کا تمام بدن سے ہے تو خبث روحی اس کی تمام جسم میں سرایت کرتی ہے پس تمام بدن اس کا بمنزلہ فضلہ انسان کے ہے کہ کوئی چیز گوشت و پوست اور بال و ناخن قابل انتفاع نہ رہا، ہر چند کھانے میں فقط اس کا گوشت آتا ہے اور اسیواسطے آیت میں فقط گوشت پر اکتفا کیا،

ف بیان احکام سور کے گوشت کا۔

marfat.com

اس واسطے کہ پہلے سے ذکر کھانے ہی کا ہے لیکن تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ جانور نجس العین ہے اور اس کی کسی چیز سے فائدہ نہ لینا چاہیے مگر امام اعظم اور امام محمد صاحب نے تجویز فرمایا ہے کہ اس کے بالوں سے جھول اور خورجیاں اور اور چیزیں چمڑے کی بنا سکتے ہیں۔ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ اور مگر وہ چیز کہ آواز دی گئی ہو حق اس جانور میں لِغَيْرِ اللّٰهِ واسطے غیر خدا کے خواہ وہ غیریت ہو یا روح خبیث جیسے بھوگ کے نام دیتے ہیں اور خواہ کسی جن کے نام کہ کسی کے گھر پر مسلط ہوا اور بدوں لینے جانور کے دست بردار نہ ہوتا ہو اور خواہ پیر و پیغمبر کے نام زندہ جانور مقرر کر دیں کہ یہ سب حرام ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص جانور کو واسطے تقرب غیرِ خدا کے ذبح کرے وہ شخص ملعون ہے خواہ وقتِ ذبح خدا کا نام لے یا نہ لے اس واسطے کہ جب شہرت کر دی کہ یہ جانور فلانے کے واسطے ہے تو وقت ذبح کے خدا کا نام مفید نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ جانور منسوب بغیر خدا ہو گیا اور اس میں پلیدی پیدا ہو گئی اور خبث اس کا مردار کے خبث سے زیادہ ہے اس واسطے کہ مردار بغیر ذکر نام خدا کے مر گیا ہے اور یہ جانور غیر خدا کے نام پر مارا گیا ہے اور یہ عین شرک ہے اور جبکہ یہ خبث مؤثر ہوا تو ذکرِ نامِ خدا اس کو حلال نہیں کر سکتا جیسے کہ کتا اور سور کہ اگر نام خدا لے کر ذبح کیے جاویں حلال نہ ہوں گے۔ حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ جان کا واسطے جان نہ پیدا کرنے والوں کے نام نیاز کرنا درست نہیں ہے اور کھانے پینے کی اور چیزیں اور مال بھی تقرب بغیر اللہ کے واسطے دینا حرام اور شرک ہے لیکن ثواب جس چیز کا دینے والے کی طرف عائد ہو تو اس کا ثوابِ غیر کے واسطے کرنا جائز ہے اس واسطے کہ انسان کو پہنچتا ہے کہ اپنا ثواب غیر کو بخش دے جیسے کہ اختیار ہے کہ اپنا مال غیر کو دیدے اور جانور کی جان آدمی کی مملوک نہیں ہے تاکہ دوسرے کو بخش دے اور نیز مال کا دینا اس طرح سے مستوجب ثواب کا ہے کہ آدمی اس سے نفع اٹھاتے ہوں اور چونکہ مردے بعد مفارقت اس جہان کے قابلِ انتفاع عین مال سے نہ رہے تو طریقہ نفع پہنچانے کا اس طرح قرار پایا ہے کہ مال کا ثواب کہ مستحقوں کو پہنچتا ہے مردوں کی طرف عائد کریں اور چونکہ جان جانور کی بالکل قابل انتفاع انسان نہیں ہے زندگی میں تو بعد مرنے کے بھی قابل انتفاع نہ ہوگی حدیث میں جو وارد ہے کہ قربانی مردے کی طرف سے کرنا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جان جانور کی واسطے خدا کے دیں تاکہ ثواب اس کا مردے کو پہنچے نہ

ف۔ بیان احکام ان جانوروں کا کہ لغیر اللہ حلال کیے گئے۔

marfat.com

یہ کہ مردے کیواسطے ذبح کیا جاوے، بعضے جاہل مسلمان اس جگہ کج فہمی کرکے کہتے ہیں کہ گوشت کو پکا کر مردوں کے نام دینا جائز ہے اور ہم جانور کے ذبح کرنے میں جانب مردہ سے اسیقدر ارادہ رکھتے تھے، جاہلوں کے سمجھانے کے واسطے ایک نکتہ کافی ہے کہ ان سے کہنا چاہیے کہ تم جانور کا ذبح کرنا بنام غیر خدا نذر کرتے ہو، اگر عوض جانور کے اسی قدر گوشت خرید کر پکا کر فقراء کو کھلاؤ تو تمھارے ذہن میں نذر ادا ہوتی ہے یا نہیں، اگر ادا ہو جاتی ہے تو تم سچے ہو کہ تمھارا مقصود ذبح کرنے سے مردے کی طرف سے کھلانا تھا اور اگر ادا نہیں ہو تو شرک صریح لازم آتا ہے یہ لفظ جو اس آیت میں ہے کہ قرآن شریف میں چار جگہ وارد ہے تامل کرنا چاہیے کہ ما اھل بہ لغیر اللہ فرمایا ہے ماذبح باسم غیر اللہ نہیں فرمایا پس بنام خدا ذبح کرنا اور شہرت اور آواز دینا کہ فلانی گائے فلاں کے واسطے ذبح کرتے ہیں کچھ فائدہ نہیں دیتا اور گوشت جانور کا حلال نہیں ہوتا اور اہل کو ذبح پر حمل کرنا خلاف لغت اور عرف کے ہے، اہلال لغت عرب اور عرف اس ملک میں بمعنی ذبح کے نہیں آیا ہے کسی شعر اور کسی عبارت میں پایا نہیں جاتا بلکہ اہلال لغت عرب میں بمعنی آواز اور شہرت دینے کے ہے جیسے آواز طفل نو اور شہرت چاند اور بمعنی آواز رج اور اس کے سوا اور معنوں میں مستعل ہے. اگر کوئی کہے اھللت للہ ہرگز بمعنی ذبحت للہ نہ سمجھا جاویگا اور نیز اگر اھل کو ذبح پر حمل کریں پس ذبح بغیر اللہ مراد ہوگی ذبح باسم غیر اللہ کہاں مراد ہوگا تاکہ مدعا ان آدمیوں کا حاصل ہو، پس اس عبارت میں اہلال کو بمعنی ذبح لینا اور لھو لغیر اللہ کو بجائے اسم غیر اللہ کرنا قریب تحریف کلام الٰہی کے پہنچتا ہے، تفسیر نیشاپوری میں کہا ہے کہ تمام علماء نے اجماع کیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور ارادہ ذبح سے تقرب الیٰ غیر اللہ رکھے تو وہ آدمی مرتد ہو گیا اور اس کے ذبیحے بھی مردود ہو گئے، اور کافر جاہلیت میں گھر سے نکلتے ہوئے اور راہ میں بتوں کا نام لے کر آواز کرتے تھے اور جبکہ مکہ معظمہ میں پہنچتے، طواف کرتے تھے، یہ طواف ان کا ہرگز مقبول نہیں ہوتا تھا اور اسیواسطے حکم ہوا کہ بعد اس سال کے مسجد حرام کے نزدیک نہ ہوں، پس اس جگہ بھی جو آواز بلندی اور شہرت دی کہ یہ جانور فلانے کا ہے اور اس کے نام ذبح کرتے ہیں اور وقت حلال کرنے کے نام خدا لیا ہرگز وہ حلال نہیں ہوتا اور اس میں بھید یہ ہے کہ نزدیک عوام کے جانور کا ثواب پہنچانا جس کو منظور ہو اس کا ایک طریقہ مقرر ہے جیسے کھانے پینے کی اشیاء کا ثواب روحوں کو پہنچانا فاتحہ اور قل اور درود وغیرہ پڑھ کر

marfat.com

ہے خواہ بقصد ثواب پہنچانے کے یا بقصد تقرب اور دفع شر اور دوستی کے، ہاں ذکر نام خدا کا جانور پر اس وقت مفید ہو کہ قصد تقرب غیر خدا کا دل سے دور کرے اور اس کے خلاف شہرت اور آواز دے کہ ہم اس کام سے پھر گئے، اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ لفظ بہٖ کو اس سورۃ میں لفظ لغیر اللہ پر مقدم کیا اور سورۂ انعام و نحل میں مؤخر، اس کی کیا وجہ ہے کہ اصل یہی ہے کہ با کو متصل فعل اور مقدم تمام متعلقات پر لاویں اس لیے کہ با اس مقام پر تعدیہ کے واسطے ہے جیسے کہ ہمزہ اور تضعیف پس حتی الامکان فعل کے متصل ہو اور یہ جگہ اول قرآن ہے، پس اس موضع میں اس کی اصل پر استعمال فرمایا اور دوسری سورتوں میں محل انکار اور سرزنش کا ہے یعنی ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آیا۔ اس واسطے باقی سورتوں میں جملہ فلا اثم علیہ کو موقوف رکھا اس واسطے کہ اول قرآن میں ممنوع ہو چکا ہے اور یہ چار چیزیں مذکور ہوئیں یعنی خون، مردار گوشت سور کا اور وہ جانور کہ غیر خدا کے نام ذبح کیا جاوے۔ اس قسم سے ہے کہ سب فرقوں پر ہر حال میں حرام ہے اور اس قسم سے نہیں ہے کہ ایک گروہ پر حرام اور دوسرے پر حلال جیسے زکوٰۃ اور صدقات یا ایک حال میں حرام اور دوسرے میں حلال جیسے دوائے گرم کہ آتش مزاج والے پر حرام ہے اور بروقت برودت مزاج کے حلال اور بروقت لاچاری کے کھانا ان چیزوں کا اور ان کی حرمت معاف ہے فَمَنِ اضْطُرَّ یعنی پس جو کہ لاچار ہوا کھانے ان چیزوں سے، یہ اضطرار کئی صورت سے ہوتا ہے اول یہ کہ بسبب بھوک کے بیتاب ہو جاوے اور کوئی چیز حلال کھانے کی نہ پاوے خواہ بسبب بے مقدوری اور خواہ بسبب نایافت کے اور اس قدر ضعیف ہو جاوے کہ طاقت نماز میں قیام کی نہ رہے اور جانے کہ اگر اس وقت سد رمق بھی نہ کھاؤں گا تو آئندہ تلاش معاش اور اپنا حال اظہار کرنا اور سوال کرنے اور آمد و رفتِ بازار سے بازرہ جاؤنگا یا سفر میں واقع ہو اور طاقت منزل اور آبادی میں پہنچنے کی نہ رہے پس اس وقت اس کو بقدر سد رمق اور حفاظت قوت کے کھانا ان چیزوں کا معاف ہے دوسرے یہ کہ کسی بیماری میں گرفتار ہو جاوے۔ اگر کوئی دوا سوائے ان چیزوں کے نہ پاوے یا حکمائے دیندار متفق ہو کر کہیں کہ اس کی دوا یہی چیز ہے جیسے اطفال کو ڈبہ ہو جاتا ہے اور اس کا علاج خون خرگوش ہے تیسرے یہ کہ کوئی ظالم کہ قدرت ہلاک اور تکلیف سخت پہنچانے کی رکھتا ہو اور وہ ان چیزوں کے کھانے پر جبر کرے اور اس کے ذہن میں یقین ہو کہ اگر میں نہیں کھاؤں گا تو فی الواقع ہلاک کر ڈالیگا یا کسی عضو کو توڑ ڈالیگا یا میرے کسی عزیز کو ایسی ہی تکلیف پہنچاویگا لیکن شرط اس لاچاری میں یہ ہے کہ غَیْرَ بَاغٍ

یعنی طالب لذت نہ ہو کہ کوئی چیز حلال موجود ہو اور بسبب کراہیت طبع کے نہ کھاوے اور نوبت اس حد کو پہنچے وَلَا عَادٍ اور نہ تجاوز کرے حد سے کہ زیادہ سد رمق اور حفظ قوت سے کھاوے اور شکم سیر ہو جاوے پس اگر ان شرطوں سے حالات لاچاری میں ان چیزوں کو کھاوے فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اس واسطے کہ جب ان خبیث چیزوں کو حالت لاچاری میں باوجود کراہیت کے تناول کیا تو ان چیزوں کا خُبث جوہر روح میں اثر نہیں کرتا اور رفع گناہ کھانے حرام چیزوں سے کیوں تعجب کرنا چاہیے حالانکہ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ تحقیق اللہ تعالیٰ بخشنے والا گناہوں اچھے شخص کو کہ بے اجبار اور بے اضطرار کے عمل میں لاوے اور اس بیچارے نے تو حالت اضطراری میں کھایا ہے پھر کیوں نہ بخشا جاوے اور باوجود اس کے رَّحِيْمٌ مہربان ہے اور مہربانی تقاضا کرتی ہے کہ حفظ جان اور قوت جس طرح سے ہو، روا رکھے، اس جگہ ایک سوال جواب طلب ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظ انما واسطے حصر کے ہے پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوائے ان چار چیزوں کے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کھانے کی چیزیں حرام نہیں ہیں حالانکہ شریعت میں بہت جانور درندے جیسے شیر بھیڑیا چیتا پلنگ لومڑی گیدڑ، سیاہ گوش کتا بلی وغیرہ اور جانور پرندے جیسے باز شکرہ شاہین اور تمام حشرات الارض جیسے سانپ بچھو چوہا نیولہ اور دیگر جانور نجاست کھانے والے جیسے چیل کوا گدھ وغیرہ سب حرام ہیں جواب اس کا یہ ہے کہ حصر باعتبار نسبت تحریم کے بلاواسطہ خدا کی طرف ہے اور فی الواقع خدا کی حرام کی ہوئی قرآن شریف میں چار چیزیں ہیں ہاں پیغمبر وقت صلعم نے سوائے ان چار چیزوں کے اوروں کو بھی کہ بعض ان میں مذکور ہوئیں حرام فرمایا چنانچہ نص قرآنی آچکی ہے کہ جو کچھ پیغمبر نے تمہارے لیے تم پر حرام کیا اس کو حرام جانو جیسے آیت یحل لھم الطیبات و یحرم علیھم الخبائث یعنی حلال ہیں تمہارے واسطے پاک چیزیں اور حرام ہیں خبائث تو یہ چیزیں بھی شریعت میں حرام ہوگئیں، گو بلاواسطہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام نہ فرمایا اور تقریر اس جواب کی سورۂ انعام سے صریح معلوم ہوتی ہے کہ کہہ تو اے محمد صلعم میں نہیں پاتا اس چیز میں کہ مجھ کو وحی کی گئی حرام کھانے والے پر کہ اس کو کھاتا ہے مگر مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور کہ بغیر اللہ کے ذبح کیا گیا ہو اور از روئے حدیث کے بھی یہی تقریر مستفاد ہوتی ہے کہ اول حضرت نے تمہید کر کے فرمایا ہے کہ خبردار ہو تحقیق حرام کی رسول اللہ نے جو چیز وہ ایسی ہے کہ حرام کی اللہ نے خبردار رہو کہ گھر کا گدھا تمہارے واسطے حلال نہیں ہے اور نہ صاحب نیش

marfat.com

درندوں میں سے اور لقطہ ذمہ میں ہے یعنی وہ چیز کہ گر پڑی ہو اور دوسرے شخص نے اٹھالی ہو تو اس دوسرے شخص کو اس کا کھانا حلال نہیں ہے جب تک کہ اس کا مالک اس سے بے پروا نہ ہو اور عین تفسیر میں اس سوال کا جواب دیا ہے کہ اس میں غور کرنا چاہیے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ مراد محرمات طیبات کا حصر ہے اور طیبات وہ چیزیں ہیں کہ ارباب سلیم الطبع شہر اور قصبہ کے رہنے والوں کے یہاں رائج ہیں اور اسی قسم سے ہیں اس واسطے کہ قوم نصاریٰ اس کے گوشت کو اپنی کتب طب میں افضل لحوم لکھتے ہیں اور اس کے کھانے میں منافع بدنی بہت بیان کرتے ہیں اور کھانے والوں کی زبانی لذت و مزہ بھی سُنے جاتے ہیں۔ اور جامع بغدادی اور کتب مفردات میں لکھا ہے کہ گوشت سور وحشی اور اہلی کا زود ہضم ہوتا ہے اور غذا تھوڑی دیتا ہے مگر مقوی ہوتا ہے اور جالینوس نے کہا ہے کہ موافق انسان معتدل المزاج کے ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ جو قوم گوشت آدمی کا کھاتی ہو اگر سور کا گوشت کھاویں تو تمیز نہ کر سکیں گے رنگ اور مزے میں اور یہی دلیل ہے مشابہت اور مناسبت مزاج انسان کے پس گوشت سور کو تمام طیبات سے بسبب خباثت باطنی کے اور رذالت اخلاق اور کھانے نجاسات اور دیگر قبائح کے مستثنیٰ ضرور کرنا پڑا پس حصر بلا تکلف صحیح ہے اس واسطے کہ حصر مطلق محرمات کا نہیں ہے بلکہ خبائث کا کہ بعض ان میں سے مذکور ہوئیں بحث سے خارج ہیں اور یحرم علیہم الخبائث میں داخل کلام طیبات پر مقصود ہے اور ان میں سے سوائے ان چار چیزوں کے حرام نہیں ہے تو گویا حاصل کلام یہ ہوا اے آدمیو! ایمان والو! ان طیبات میں سے کہ تمہاری روزی ہے کھاؤ اس واسطے کہ تمہارے اوپر جملہ طیبات سے حرام نہیں ہے مگر مردار اور خون اور گوشت سور اور جانور مذبوح لغیر اللہ نہ غیر ان چار چیزوں کے پس اپنے نفسوں پر ترک ماسوا ان طیبات کے سے تنگی نہ کرو، اب جاننا چاہیے کہ مضطر کو جیسے ان چار چیزوں کے کھانے کی رخصت ہے ایسے ہی اور اشیاء حرام میں بھی رخصت ہے اور یہ کہ امام شافعی سے منقول ہے کہ جو شخص بسبب شدت تشنگی کے مضطر ہو اس کو شراب کا پینا جائز نہیں ہے اور اگر کسی شخص کے لقمہ اٹک جاوے تو شراب سے رفع کرے تو ظاہراً یہ فرق بعید معلوم ہوتا ہے لیکن جب بغور نظر دیکھا جاوے تو معلوم ہو کہ شراب دافع تشنگی نہیں ہے بلکہ زیادہ تر موجب تشنگی کی ہوتی ہے اگرچہ سرد ہو پس پینا اس کا اس حرص کے واسطے مفید نہیں ہے اگرچہ شخص مضطر اس کے ظاہر کو مثل پانی دیکھ کر فریفتہ ہو جاتا ہے کہ تشنگی اس سے دفع ہو جاویگی اور لقمہ کا اتارنا پتلی چیز پر موقوف ہے پس

marfat.com

اس غرض کے واسطے مفید ہوگی اور دافع اضطرار ہوگی اور شراب اور تمام محرمات سے دوا کرنے میں اختلاف ہے۔ حدیث صحیح میں کہ بخاری اور مسلم موجود ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک جماعت بیماران کو اونٹ کا پیشاب پینے کے واسطے امر فرمایا اور ظاہرا اور محرمات کو بھی اسی پر قیاس کریں لیکن تجربہ اور کہنا حکمائے دیندار کا شرط ہے اور کہنا حکمائے بے دین جیسے نصاریٰ اور ہنود کا کفایت نہیں کرتا اور ایسے ہی حکمائے فاسق مسلمین کا بھی کہنا معتبر نہیں اور نیز جاننا چاہیے کہ نزدیک اکثر علماء کے زبان سے یا باظہار حال سوال کرنا کھانے ان محرمات پر مقدم ہے اور کھانا محرمات کا مقدم ہے مال غیر پر بلا رضامندی کے جیسے غصب چوری خیانت امانت میں اور رشوت اس واسطے کہ محرمات کے کھانے سے کسیکو ضرر نہیں پہنچتا ہے اور کسی کا حق تلف نہیں ہوتا ہے اور کسیکو جلن پیدا نہیں ہوتی ہے اور مال غیر کا بدون اس کی رضامندی کے کھانا ضرر بھی پہنچاتا ہے اور حق اسلام بسبب ذمہ اور عہد کے تلف ہو جاتا ہے اور اس کا دل بھی جلتا ہے خصوصاً وہ مال کہ طمع دنیا کے واسطے دین بیچ کر اور حکم الہیٰ چھپا کر حاصل ہو، کہ اسکی حرمت ہزار درجہ زیادہ سخت اور اشد ہے حرمت مردار جانور اور اس کے خون سے اور کسی حالت میں خواہ حالت وسعت اور اختیار ہو خواہ حالت تنگی و اضطرار ہو حلال نہیں ہے اور یہ آدمی کہ حلت و حرمت جانوروں اور ان کے اعضاؤں میں بحث کرتے ہیں اور مسلمانوں سے نزاع اور جدال رکھتے ہیں ہرگز کھانے مال غیر سے احتراز نہیں کرتے اور شیر مادر سمجھتے ہیں شاید شدت عذاب مال خوری حرام سے واقف نہیں ہیں، یا جان بوجھ کر کھا جاتے ہیں حالانکہ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ و یعنی تحقیق وہ آدمی کہ پوشیدہ کرتے ہیں علم کو کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت خلق کے واسطے نازل فرمایا ہے اور وہ علم قسم اسرار اور دقائق سے نہیں ہے کہ عقل عوام کی اسکو دریافت نہ کر سکے کہ اس قسم کے علم کا چھپانا جائز بلکہ واجب ہے۔ بلکہ وہ علم کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کیا ہے مِنَ الْكِتٰبِ کتاب مروج اور معمول سے تاکہ عوام اس سے ہدایت پاویں پس اس چھپانے میں بھی مخالفت ارادۂ الہیٰ کی ہے کہ اللہ تعالیٰ آدمیوں کی ہدایت اور علم چاہتا ہے اور یہ آدمی گمراہی اور ان کا جہل چاہتے ہیں اور یہ بھی حق اللہ کا اور اپنے اہل مذہب کا تلف کیا کہ ان کو ہدایت اور علم سے محروم رکھا اور عجب یہ ہے کہ یہ آدمی ان دو قباحتوں پر بھی اکتفا نہیں کرتے وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور اس علم منزل من اللہ سے اسباب قلیل دنیا کا

ف:- بیان شراب اور اور حرام چیزوں سے دوا کرنے سے۔

marfat.com

خریدتے ہیں کہ بمقابلہ ثواب آخرت کے ہیچ ہے اور یہ خریدنا دو طرح پر ہے اول یہ کہ چونکہ وہ حکم منزل من اللہ مخالف غرض اپنی کے ہو اور ظاہر میں اس کے اظہار سے زوال کا یار یاست اپنی کا یا قصور شیخی کا ہو یا اقارب و قبیلہ والوں اور دوستوں کو نقصان پہنچے تو واسطے حاصل ہونے اس طمع کے اس حکم کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور بالکل ظاہر نہیں کرتے اور دوسرے یہ کہ جو حکم منزل من اللہ موافق غرض سائل کے ہو، اور اپنے تئیں اس کے بیان میں نقصان نہ پہنچتا ہو تو بدون مال ہا یا منفعت کے اس کو بیان نہیں کرتے پس حال ان آدمیوں حرام خور کا کہ ہدیہ اور نذرانہ اور شکرانہ کر کے کھاتے ہیں بدتر حال مردار خوروں اور سور خوروں سے ہے اس واسطے کہ نہایت کاران کا یہ ہے کہ چیز ناپاک کو شکم میں لے گئے نہ یہ کہ کسی کے دل کو جلا کر یہ کالۂ آتش کو باطن اپنے میں جگہ دیتے ہیں اور حال ان لوگوں کا یہ ہے أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ. یہ لوگ نہیں کھاتے فِي بُطُونِهِمْ اپنے شکموں میں کہ مراد باطن سے ہے إِلَّا النَّارَ. مگر آگ کو کہ ہاتھ اور منہ اور گلو میں صورتِ طعام لذیذ و نفیس کے معلوم ہوتی ہے جیسے کہ طعام لذیذ یا عمدہ شیرینی میں زہر ہلاک کھاویں کہ حلق میں پہنچتے ہی مثل آگ کے شعلہ اٹھتا ہے، سچ ہے یہ مال حرام ان کے شکم حقیقی میں یعنی باطن میں آگ ہو جاتا ہے اور زہر شکم مجازی میں کہ غلاف شکم حقیقی کا ہے اور بمنزلہ پوست کے ہے آگ ہو جاتا ہے، اسی سبب سے تاثیر اس مال کی جلد معلوم نہیں ہوتی اور عجب یہ ہے کہ کھانا اس مال کا فقط باطن کے جلانے پر ہی اکتفا نہیں کریگا بلکہ تمام اس تقید اور تشدد ان کے کو، کہ جانوروں اور ان کے اعضاء کے کھانے میں دعویٰ محبت الٰہی و رضا جوئی کا کرتے ہیں برباد کر دے گا اور بالعکس غضب اور ناخوشنودی خدا کا سبب ہو جاویگا۔ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ اور اللہ تعالیٰ ان سے کلام بلا واسطہ نہ کریگا بلکہ اگر غصہ اور سرزنش بھی ہوگی تو بواسطہ فرشتوں کے ہوگی اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ اس واسطے کہ انھوں نے کلامِ الٰہی بوقتِ حاجت دنیا میں ظاہر نہ کیا اور سخنانِ خدا زبان پر نہ لائے اور آدمیوں کو نہ پہنچائے پس سزا ان کی یہ ہے کہ کلامِ الٰہی سے محروم رہیں اور افسوس اگر عین عذاب میں سماعِ کلامِ الٰہی نصیب ہوتا تو وہ عذاب بسبب لذت کلامِ الٰہی کے فراموش ہو جاتا اور اپنے باطن میں راحت پاتے لیکن یہ دولت بھی ان کو حاصل نہ ہوگی يَوْمَ الْقِيَامَةِ دن قیامت کے کہ روز دربارِ عام ہے اور ہمکلامی اس دن کی کچھ مرتبہ اور شرف نہ رکھے اس واسطے کہ صالح اور فاسق اور ذلیل و شریف یہاں تک کہ بعض کافر کلامِ پاک الٰہی کو سنیں گے جیسے کہ دربار کے دن وقتِ عدالت

marfat.com

کے گنا ہگار اور قصور وار بادشاہ کی باتیں سنتے ہیں اور افسوس کرو وہ اس دولت سے بھی محروم رہیں گے اور عذاب آتش فی الجملہ وبالِ گناہ ان کے کو پاک کرے اور غضب الٰہی فرو ہو جاوے اور بعد چکھا نے عذاب کے نجاست گناہوں سے پاک کرے لیکن یہ بھی نہیں ہوگا وَلَا یُزَکِّیْھِمْ اور نہ پاک کریگا ان کو عذاب سے تاکہ بعد پاک ہونے کے قابلِ دخولِ بہشت ہوں جیسے کہ گنا ہگار با ایمان ہوں گے۔ اس واسطے کہ وہ استحقاق درگذر و عفو کا نہیں رکھتے وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اور واسطے ان کے عذاب دردناک ہے ہر طرف سے اور ہر وقت میں اور کیوں نہ ہو کہ انھوں نے خود سرمایۂ نجات کو برباد کردیا اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْھُدٰی یہ وہ گروہ ہے کہ گمراہی بعوض ہدایت کے خریدلی اور مقدمات دین میں ہدایت سے بہتر کوئی چیز ہے اور نہ گمراہی سے بدتر اور جیسے کہ عوض ہدایت اپنی کے گمراہی اختیار کی ایسے ہی گمراہی خلق اللہ کو ہدایت پر اختیار کیا یعنی علم دین ان سے پوشیدہ کیا وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ اور اسبابِ عذاب کو بعوضِ اسبابِ مغفرت کے خرید کیا اور آخرت میں عذاب سے بدتر اور مغفرت سے بہتر کوئی چیز نہیں پس دونوں معاملوں میں انھوں نے اپنے واسطے آگ کو پسند کیا فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ پس کیا بہت صابر ہیں یہ لوگ آتش پر گویا کہ آگ کو محبوب اور مرغوب سمجھ کر جان اور مال سے خرید کرتے ہیں اگر کوئی کہے کہ خریدنا عذاب کا عوض مغفرت کے اس وقت معلوم ہو کہ اسبابِ عذاب فی الواقع عذاب پہنچاویں اور اسبابِ مغفرت مغفرت اور یہ بات ثابت نہیں ہے۔ اس واسطے کہ محتمل ہے کہ اسباب عذاب تخویف اور تہدید کے واسطے شریعت میں سبب عذاب بیان کئے ہوں اور فی الواقع ایسا نہ ہو جیسے کہ بادشاہ اکثر ڈرانے اور تہدید کے واسطے کچھ کہتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں اور اس کے موافق عمل نہیں کرتے اور ایسے ہی جانب مغفرت میں بھی محتمل ہے کہ ترغیب کے واسطے فرمایا ہو ہم جواب دیتے ہیں کہ ذٰلِکَ یہ بات یعنی تحقق اسبابِ عذاب کا بمنزلہ تحقق عذاب کے ہے اور تحقق اسباب مغفرت کا بمنزلہ تحقق مغفرت کے ہے ثابت اور صحیح ہے بِاَنَّ اللّٰہَ تحقیق اللہ تعالیٰ مانند اور بادشاہوں کے نہیں ہے کہ اس کے کلام میں کذب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات زبانی نہیں فرمائی ہے بلکہ نَزَّلَ الْکِتٰبَ نازل فرمائی کتاب کہ مشتمل ہے بیان اسباب مغفرت پر اور بادشاہ اگر خلاف واقع کے ڈراتے ہیں تو فرمانوں میں نہیں لکھتے اور کتاب کا فرمانا بھی بطریقہ دبدبہ اور فریب دینے کے نہیں ہے بلکہ بِالْحَقِّ بحکمت محض ہے کہ ہرگز مقام مبالغہ

marfat.com

اور فریب دینے کا نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ کے وعدوں کو تخویف و تہدید اور ترغیب اور لالچ پر حمل کرنا نہ چاہیے وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا اور تحقیق جو لوگ کہ خیالات مختلف دل میں لاتے ہیں فِی الْکِتٰبِ درباب کتاب الٰہی کے کہ جو کچھ تخویفات اور تہدیدات اور ترغیبات محض واسطے ڈرانے اور دلیر کرنے کے ہیں یا فی الواقع شئی ہیں لَفِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ البتہ مخالف ہیں ارادۂ الٰہی سے دور ہیں اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمانے کتاب سے ہدایت اور تعلیم کا ارادہ کیا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ فریب دیتا ہے اور جاہل بناتا ہے جیسے کہ لڑکوں کو فریب دیتے ہیں اور جاہل بناتے ہیں یہ حال ان آدمیوں کا ہے کہ کتاب الٰہی کے حق میں تردد اور خیالات مختلف رکھتے ہیں لیکن وہ آدمی جو کہ وعیدوں وعدوں کتاب کو بالیقین محض ڈرانے اور دلیر کرنے کیلئے سمجھتے ہیں اور اس پر یقین کر کے احکام الٰہی میں تحریف کرتے ہیں اور پوشیدہ اور بیان احکام پر رشوت اور اجرت لیتے ہیں پس نوبت ان کی مخالفت سے گذر کے عداوت اور مقابلہ تک پہنچی کہ بلاشبہ سبب دوزخ میں جانے کا ہے۔ اس جگہ کئی سوال جواب طلب ہیں اول یہ کہ ذکر چھپانے آیات الٰہی کا اور بیان عقوبات کا عنقریب آیت اولٓئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللاعنون میں گذر چکا ہے دوبارہ لانا اسی مضمون کا باعتبار ظاہر کے تکرار محض معلوم ہوتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مضمون دونوں آیتوں کا تفاوت رکھتا ہے اور تکرار نہیں ہے کہ آیت سابق میں فقط جدا چھپانے آیات الٰہی کی مذکور ہے اور اس آیت میں جدا چھپانے آیات کی بغرض فاسد مثلاً رشوت لینے یا منفعت دنیوی کے مذکور ہے اسی واسطے وعید اس آیت کی سخت زیادہ ہے بہ نسبت وعید آیت سابقہ کے اور اس آیت میں توبہ کرنے والوں کو اس فعل بد سے استثنا نہ فرمایا بسبب اکتفا کرنے ذکر آیت سابقہ میں، دوسرے یہ کہ لفظ فی بطونہم اس مقام میں کیا فائدہ رکھتا ہے اس واسطے کہ طعام شراب وغیرہ شکم میں ہی کھاتے پیتے ہیں اہل عربیت نے اس سوال کے دو جواب لکھے ہیں ایک یہ کہ اس لفظ کا لانا واسطے دفع توہم مجاز کے ہے اس واسطے کہ کھانا کبھی غیر شکم میں بطریق مجاز کے مستعمل ہے جیسے کہتے ہیں کہ فلانے نے سردی کھائی ہے اور شلاق کھائی ہے پس اگر یہ لفظ نہ ہوتا تو محتمل تھا کہ یاکلون نار اسے مراد آگ کا بدن سے پیوست ہونا ہے جیسا کہ حال دوزخیوں کا ہوگا اور اس جگہ مراد یہ ہے کہ ان کو محض عذاب آگ میں جلنے کا نہیں ہوگا بلکہ انگارے آگ کے شکم میں ڈالے جائیں گے، دوسرے یہ کہ استعمال اکل فی بطنہ کا عرب میں اس وقت ہوتا ہے کہ شکم سیر ہو کر کھاوے بمقابلہ اکل فی بعض بطنہ کے پس لانے اس لفظ سے آگ کا

marfat.com

پیٹ بھر کر کھانا سمجھا جاتا ہے جیسے کہ مال حرام کو شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں اور بقدر ضرورت پر اکتفا نہیں کرتے ، تیسرے یہ کہ تعجب ان کے صبر کا آگ پر کہ لفظ فما اصبرھم علی النار سے سمجھا جاتا ہے موقوف و پر وجود صبر کے آگ پر ہے حالانکہ اصلا ان کو صبر نہ ہوگا جیسا کہ آیات دیگر سے معلوم ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مراد صبر ان کے سے آگ پر بعد دیکھنے اس آگ کے نہیں ہے بلکہ پیشتر دیکھنے کے انکی جرأت اور بے پروائی کو بوجہ اختیار کرنے اسباب آتش کے کو بطریقہ تحکم کے تشبیہ صبر سے دی ہے ، چوتھے یہ کہ اِن مکسورہ ان الذین اختلفوا فی الکتاب میں مع اپنے مدخول کے جملہ ہے اور اَنْ مفتوحہ ذلک بان اللہ نزل الکتاب میں مع مدخول کے مفرد ہے پس عطف جملہ کا مفرد پر کس طرح ہو سکتا ہے ، اس کا جواب یہ ہے کہ واو ان الذین اختلفوا فی الکتاب میں حرف عطف نہیں ہے بلکہ حالیہ ہے ، اور بعضے مفسرین نے اِن مکسورہ کو اس جگہ بمعنی ان مفتوحہ کے رکھا ہے اور اس کا کسرہ بسبب دخول لام کے جاتا ہے لیکن تکلف اس جواب کا ظاہر ہے اور اگر علمائے اہل کتاب کہ حق پوشی کرتے ہیں (اور رشوت کھاتے ہیں کہیں کہ تم نے ہم کو خریدار گمراہی کا اور بیچنے والے ہدایت اور مغفرت کے قرار دیا ہے حالانکہ ہمارے اسباب اور بہت سی چیزیں آثار ہدایت اور اسبابِ مغفرت سے ہیں اور ہم حاصل کرتے ہیں کہ ہم اوقات نماز میں متوجہ بخدا ہوتے ہیں اور مغفرت اور ہدایت کے واسطے اس قدر بھی کافی ہے ، ہم جواب دیں گے کہ یہ سب غلط ہے لَیْسَ الْبِرَّ نیکی نہیں ہے کہ اثر ہدایت اور سبب مغفرت کا ہو سکے اَنْ تُوَلُّوْا یہ کہ پھیرو تم وُجُوْهَكُمْ اپنے چہروں کو بدون اس کے کہ دلوں کو عقائد درست سے پاک کرو اور نجاست اور بخل اور حب مال اور بدعہدی وجھگڑے سے صاف کرو اس واسطے کہ نہایت تمہارے منہ پھیرنے کی یہ ہے کہ متوجہ ہوؤ قِبَلَ الْمَشْرِقِ جانب مشرق کے اگر قبلہ تمہارا جس مکان میں کہ نماز پڑھتے ہو مشرق کی سمت ہو وَالْمَغْرِبِ اور جانب مغرب کے اگر قبلہ تمہارا سمت مغرب ہو اور متوجہ ہونے جانبِ مشرق و مغرب سے کچھ نیکی حاصل نہیں ہوتی اس واسطے کہ یہ کام مشرک اور سورج پرست بھی کرتے ہیں اگر تم منہ قبلہ کی طرف کرتے ہو تو دل کو بھی صاحب قبلہ کی طرف متوجہ کرو اور جو ایسا نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی مقصود تمہارا نہ تھا اور جو حال مشرق و مغرب کا کہ دونوں جہت مشہور ہیں اور جماعتِ کثیر مشرکوں اور آفتاب پرستوں کی قبلہ عبادت ہیں ایسا ہے کہ بالکل خوبی اور نیکی نہ رکھے پس حال جنوب و شمال اور اور جہات ان کے مابین کا بہت ہی بدتر ہوگا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ لیکن نیکی کہ اثر ہدایت اور

marfat.com

ابرار متقین اور صابرین کی صفات کا بیان

سبب مغفرت کا نمونہ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وہ شخص ہے کہ ایمان لایا اللہ پر اور خدا پر ایمان حاصل نہیں ہوتا مگر
اللہ تعالیٰ کو موجود اور یگانہ اور دانا ظاہر اور پوشیدہ اور قادر ہر چیز پر اور زندہ اور مختار کہ
محتاج کسی کا نہ ہو اور پاک حاجات سے اور نہ کسی کا مغلوب محبت اور بے عورت اور بے فرزند اور سننے
والا اور دیکھنے والا اور سچا وعدے کا عذاب و ثواب میں اور حکیم مطلق احکام میں اور قادر منسوخ کرنے
شریعتوں اور مذہبوں پر اور بھیجنے پیغمبر ہر قبیلہ سے ہر قوم پر اور نازل کرنے کتابوں پر جس لغت میں
چاہے اعتقاد کرو تم اور تم یہ اعتقاد نہیں رکھتے وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور ایمان لایا دن آخرت پر جس طرح
کہ کتب الٰہی اور زبان پیغمبر سے معلوم ہوا بغیر اعتماد کرنے شفاعت کے اپنے بزرگوں کے اور بدون اس کے
کہ اپنے فرقہ کو بسبب شرافت نسب اور حسب کے قابل عذاب کا نہ جانو یا اپنے عذاب کو اوروں کے
عذاب سے کمتر سمجھو یا دار الثواب فقط اپنے گروہ کے واسطے جانو وَالْمَلٰٓئِكَةِ اور نیز ایمان لایا فرشتوں
پر کہ بندے فرمانبردار اللہ کے ہیں اور بغیر اس کی مرضی کے کچھ نہیں کرتے اور ان کو دشمن سمجھنا نہ چاہیے
کہ اللہ کے محبوب اور تابعدار ہیں اور ان کے حق میں یاوہ گوئی بھی نہ چاہیے جیسے کہ بعضے ہنود کہتے ہیں
کہ یہ بالاستقلال تدبیر عالم کی کرتے ہیں اور خدا کی دختریں ہیں وَالْكِتٰبِ اور ایمان لایا کتاب پر، جو
کتاب الٰہی ہو خواہ اپنے پر نازل ہو یا غیر پر اور اپنی زبان میں ہو یا غیر کی زبان میں ہو اور اپنی شریعت
کے حکموں کے موافق ہو یا اس کی ناسخ اور یہ ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اس کتاب کو تحریف اور
تبدیل لفظی اور معنوی اور تاویلات بیہودہ اور توجیہات باطلہ سے کہ واسطے سخن پروری اپنی کے یا غرض دنیوی
کے اور لالچ دوستی اور تقرب بادشاہوں اور امراء کے ہو محفوظ رکھے اور مرتبہ کتاب کو اس سے بلند سمجھے
کہ بسبب کسی چیز کے تبدیل اور تحریف کرے۔ وَالنَّبِیّٖنَ اور نیز ایمان لایا سب پیغمبروں پر حضرت
آدم سے لے کر اپنے زمانہ تک بغیر تفریق اور تعصب کے اور تم نے بعض انبیاؤں کو مار ڈالا جیسے حضرت
شعیا اور حضرت زکریا اور یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کو اپنے گمان میں اور بعض کا انکار کیا اور تکذیب کی۔ اور
در پے مارنے کے ہوئے اور جادو کیا اور زہر دیا اور لڑائی کے واسطے اٹھے جیسے پیغمبر آخر الزمان سے کہ
خاتم المرسلین اور افضل الانبیاء ہیں پس جو آدمی کہ اس طرح ایمان لایا اور ان باتوں مذکورہ سے
اعتقاد درست کیا، دل اپنے کو جہل مرکب اور فساد معرفت سے پاک کیا اس واسطے کہ آدمی کا مبدی
ذات پاک خدا ہے اور معاد کہ روز آخرت ہے لہٰذا جو ایمان خدا پر لایا اور جس نے روز آخرت کی تصدیق کی اس نے اپنے مبدی

اور معاد کو ربط معرفت الٰہی سے دیا لیکن اس کو مرضیات اپنے خداوند کی جاننا کہ روز آخرت میں کام آوے اور نامرضیات بھی جاننا کہ اس روز مضر اور مہلک ہوں اور تابعداری پیغمبروں کی کرنا تاکہ ان کی زبان سے مرضیات اور نامرضیات خداوند کی پہچانیں ضروری ہے اور اگر پیغمبر ان علیہم السلام موجود نہ ہوں تو ان کی کتابوں کا کہ ان کے اوپر نازل ہوئی ہیں مطالعہ کریں اور ان سے اپنے عقیدہ کو درست کریں اور چونکہ کارخانہ پیغمبری اور نزولِ کتاب کا فرشتوں کے ہاتھ ہے تو ایمان فرشتوں پر مقدم کتاب اور پیغمبروں پر ایمان ہے اور چونکہ پیغمبروں پر بھی احکام الٰہی پہنچتے ہیں تو ایمان کتاب کا مقدم ایمان لانے پیغمبر پر ہوا، پس جب بندہ نے ان تمام باتوں کو بدل و جان قبول کیا تو جو کچھ کہ تصدیق سے اس کے ذمہ تھی ادا کی۔ لیکن اب اس کو اس تصدیق پر گواہ لانا چاہیے کہ تصدیق کارِ دل ہے ہر ایک پر ظاہر نہیں ہوتی اور عمدہ گواہ اس تصدیق کا مال دینا ہے کہ یہ دل میں جگہ رکھتا ہے اور بدون کمال تصدیق کے ممکن نہیں ہے کہ کوئی آدمی کسی کے واسطے مال دیوے گو سلام اور تعظیم اور ذکر د ثنا نفاق سے بھی کرتا ہے پس صاحبِ ایمانِ درست وہ آدمی ہے کہ یہ کام بھی کرے وَاٰتَی الْمَالَ اور دیوے مال لیکن نہ اس وقت کہ مال سے بے پروا اور مستغنی ہو کہ اس وقت دینا دلیل فرمانبرداری کی نہیں ہے بلکہ عَلٰی حُبِّہٖ باوجود دوستی مال کے کہ خود بھی محتاج اور امید زندگی کی رکھے اور صحیح البدن ہو اور ڈرتا ہو کہ اگر اس مال کو دیدوں گا تو محتاج ہو جاؤں گا اور نیز اس مال کو اس کو نہ دے جس سے امیدِ منفعت رکھے، بلکہ فقط رضامندیِ خدا کے واسطے خرچ کرے اور دے ذَوِی الْقُرْبٰی صاحبان قرابت کو تاکہ خیرات بھی ہو اور صلۂ رحم اور نیز طلب عوض سے دور ہو اس واسطے کہ اہل قرابت کی عادت ہے کہ ہرگز قریب کے دیے ہوئے کو واپس نہ دیں اور بلکہ جس قدر ان کو دو اسی قدر شکایت زیادہ کریں اور نیز اور آدمی بھی اس دینے کو خاطر میں نہ لاویں اور اس سبب سے اس آدمی کی تعریف نہ کریں اور صاحب خیرات شمار نہ کریں پس اس گروہ کو دینے میں کسی طور عوض لینا خاطر میں نہیں گزرتا علی الخصوص اس قرابتی کے دینے میں کہ بدسلوک اور جفاکار ہو اور اسی سبب سے حدیث شریف میں کہ بیہقی اور اور محدثین روایت کرتے ہیں وارد ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے کہ اپنے اس قرابتی کو دیوے کہ روگرداں ہو اور نیز بیہقی نے بیان کیا ہے کہ آدمیوں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اتی المال علی حبہ کیا معنی رکھے اس واسطے کہ ہر آدمی مال کو دوست رکھتا ہے حضرت نے فرمایا کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اس مال کو اس وقت تو دے کہ دل میں تیرے اس کے دینے سے خیال درازیِ عمر اور فقر کا نہ ہو اور دینے میں اس وقت تک ڈھیل نہ کرے

marfat.com

کہ روح تیرے گلے میں ہو اور کہے کہ فلانے کو اس قدر دو اور فلانے کو اس قدر حالانکہ وہ مال اس وقت تیرا نہیں ہے اور کا ہے۔ اور ترمذی اور دیگر صحاح میں موجود ہے کہ فقیر کو خیرات دینا ایک خیرات ہے اور قرابتی کو دینا دو چیز کی خیرات ہے اور ادائے حق قرابت بھی ہے اور محتمل ہے کہ ضمیر حُبّہٖ کی خدا کی طرف راجع ہو یعنی مال کو فقط دوستیِ خدا پر دے نہ واسطے ادائے واجبی ذمہ اپنے کے جیسے کہ زکوٰۃ اور کفارہ مثلاً زائد قدر زکوٰۃ سے دے یا اس مال سے دے کہ جس میں زکوٰۃ واجب نہ ہو بسبب کم ہونے حد نصاب سے یا جنس نامی نہ ہونے سے جیسے کپڑا حویلی پوشاک دکان اور اس صورت میں دینے اس مال اور دینے زکوٰۃ میں کہ آئندہ مذکور ہے فرق بخوبی ظاہر ہے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ یہ ضمیر مال دینے کی طرف راجع ہے کہ لفظ اتی المال سے سمجھا جاتا ہے یعنی مال کا دینا مکروہ اور شاق نہ جانے بلکہ مرغوب اور محبوب جانے اور خوشدلی سے دے، بہر تقدیر اہل قرابت کو دینا مقدم ہے اور اسی واسطے فقہاء نے کہا ہے کہ مال زکوٰۃ ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا اچھا نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ اسی شہر کے محتاجوں کو دینی چاہیے، مگر اگر زکوٰۃ دینے والے کے اقارب اور شہر میں ہوں تو وہاں بھیجے اور ان کو مقدم سمجھے حقوق اقارب اس جگہ سے سمجھا چاہیے کہ مرتبۂ وراثت مال بھی انہی کو ہے باعتبار مراتب قرابت کے اور صورت عدم وراثت میں وصیت بھی انھیں کے واسطے شروع اسلام میں فرض تھی اور اب بھی ثلث مال سے دینا مستحب ہے اب ہم یہ کہتے ہیں کہ فقر اور احتیاج حصول ثواب کے واسطے اقارب میں شرط ہے یا نہیں، ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اقارب کو مال کا دینا عموماً نیکی ہے لیکن چونکہ یتیموں میں فقر اور احتیاج شرط ہے، تو چاہیے کہ یہاں بھی شرط ہو اور بسبب ظہور قرینہ کے ذکر نہ فرمایا ہو، تحقیق یہ ہے کہ اقارب میں حصول ثواب اور نیکی کے واسطے فقر اور احتیاج شرط نہیں ہے اس لیے کہ صلۂ رحم ہوتا ہے اگرچہ خیرات نہ ہو اور صلۂ رحم بھی ثواب میں صدقہ سے کم نہیں ہے ہاں صدقہ اور خیرات اس وقت ہوتا ہے کہ محتاج بھی ہو لہٰذا اقارب کو بغیر احتیاج اور فقر کے زکوٰۃ اور خیرات اور کفارات دینا نہ چاہیے وَالْيَتٰمٰى اور دیوے اس مال کو یتیموں کو کہ بے پدر صغیر السن ہوں خواہ مرد خواہ عورت اس واسطے کہ بسبب خورد سالی کے تلاشِ معاش اور کسب نہیں کر سکتے اور بسبب بے پدری کے کوئی ان کا خبر گیراں نہیں ہے پس ان کو تمام بنی نوع انسان کے ساتھ قرابت حکمی ہو گئی، گویا تمام مالداروں کو اللہ تعالیٰ نے باپ ان کا فرمایا ہے اور اسی جہت اور شدت احتیاج سے متصل ذوی القربیٰ کے مذکور فرمایا وَالْمَسٰكِيْنَ اور بے پونجی والوں کو کہ آمدنی ان کی خرچ سے کم ہے اگرچہ کسب

marfat.com

کرتے ہوں اور کچھ مال رکھتے ہوں اور اس جگہ اس گروہ سے وہی آدمی مراد ہیں کہ سوال اور اظہار حاجت نہیں کرتے اور قناعت اور صبر اور سکون سے گذارہ کرتے ہیں بدلیل حدیث صحیح کے کہ صحاح میں وارد ہے لیس المسکین الذی ترد ہ التمرۃ والتمرتان واللقمۃ واللقمتان ولکن المسکین الذی لا یجد غنی یغنیہ ولا یفطن لہ فتصدق علیہ یعنی مسکین ان کو نہ جانو کہ دروازوں پر پھرتے ہیں اور ہر گھر سے لقمہ لقمہ وصول کرکے لے جاتے ہیں بلکہ مسکین وہ ہے کہ بقدر کفاف حاجت کے مال نہیں پاتا اور کوئی اس کے حال سے خبر نہیں رکھتا تاکہ خیرات پہنچادے اور بدلیل اس بات کے کہ سوال کرنے والوں کو علٰحدہ ذکر فرمایا مساکین سوائے سوال کنندوں کے ہیں وَابْنَ السَّبِيلِ اور دیوے مسافر راہگذر کو کہ خرچ نہ رکھتا ہو یا سواری اور سرمایہ نہ رکھتا ہو گو وطن میں مال رکھتا ہو خصوصاً جبکہ مہمان ہو کر زبانِ حال سے سوال کرتا ہے اور اسی خصوصیت سے ابن عباسؓ نے تفسیر ابن السبیل میں مہمان لکھا ہے چنانچہ ابن ابی حاتم نے ان سے روایت کی ہے کہ فرماتے تھے ابن السبیل وہ مہمان ہے کہ مسلمانوں کے یہاں نازل ہو وَالسَّائِلِينَ اور دیوے اس مال کو سوال کرنے والوں کو خواہ مسلمان ہوں، یا کافر اگرچہ حقیقتاً احتیاج معلوم نہ ہو لیکن جو ذلت سوال اور عار گدائی کا گوارا کیا صریح دلیل حاجت کی ہے اس لیے کہ انسان بدون ضرورت کے یہ ذلت اور عار گوارا نہیں کرتا اسی واسطے مسند امام احمد و ابوداؤد میں بروایت حضرت امام حسینؓ واقع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سوال کرنے والے کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر ہو اور ابن ابی شیبہ سالم بن ابی الجعد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ گھوڑے پر سوار ہو اور گھوڑے کے گلے میں ہیکل چاندی کی پڑی ہو اور ترمذی میں بروایت ام بجید وارد ہے کہ بیعت کرنے والوں میں آنحضرت صلعم سے ہیں، وہ کہتی ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ سائل میرے دروازہ پر آتا ہے اور میرے پاس اس کے دینے کے قابل کچھ نہیں ہوتا. فرمایا کہ جو کچھ ہو دیدے اور خالی مت پھیر اگرچہ بکری کا جلا ہوا سُم ہو اور ابونعیم ابن عمر سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ سائل کہ دروازہ پر آتا ہے مرد باایمان کے واسطے ہدیۂ خدا ہے وَفِي الرِّقَابِ اور دیوے مال کو خلاص کرنے قیدیوں میں کہ مسلمان کافروں کے ہاتھ میں گرفتار ہوں اور یہ آدمی مال دیگران کے ہاتھوں سے خلاصی دے یا قرضدار قرضخواہوں کے یہاں مقید ہوں ان کو روپیہ دے کر رہائی دے ہر چند یہ آدمی کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں لیکن قید مخلوقات سے رہا ہونے میں مال کے محتاج ہیں اور اس جگہ علمائے عربیت کو اشکال قوی ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ فی الرقاب

marfat.com

ظرف ہے اور سابق ذوی القربیٰ مع معطوفات کے مفعول بہ ہے اور عطف ظرف کا مفعول بہ پر باوجود اختلاف
جہت عمل کے کیونکر درست ہو، اس اعتراض کا جواب دو طریق سے دیا ہے اول یہ کہ یہ عطف محمول ہے
حذف فعل پر بہ تقدیر آتی المال فی الرقاب کے پس عطف جملہ کا ہے جملہ پر نہ عطف ظرف کا مفعول بہ
پر اور یہی طریق صاحب کشاف نے آیت لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و یوم حنین ، میں
اختیار کیا ہے اور نصرکم یوم حنین مقدر کیا ہے اور عطف جملہ کا جملہ پر کیا ہے تا کہ عطف ظرف زمان
کا ظرف مکان پر لازم نہ آوے ۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ظرف معطوف ہے دوسرے ظرف محذوف پر
کہ متعلق والسائلین ہے یعنی والسائلین فی حوائجہم و فی فك الرقاب اور سوال عام ہے خواہ بزبان
قال ہو یا بزبان حال اور تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ مدار صحت عطف کا معنی پر ہے نہ صورت لفظ پر۔
اور اس جگہ باعتبار معنیٰ کے اختلاف جہت نہیں ہے اس واسطے کہ رقاب اور ماسبق دونوں مصارف
مال ہیں اور معطیٰ یعنی جس کے واسطے مال دیا گیا ہے زمان و مکان دینے کا گو ظاہر میں بہ داخل ہوتا ہے
اور وہ نہیں ہوتے اور نکتہ قاعدے کے بدلنے میں یہ ہے کہ اس مصرف میں قیدیوں اور قرضداروں کو دینا
معمول نہیں ہے بلکہ مال ان آدمیوں کو کہ قید کر کے لے گئے ہیں یا ان لوگوں کو کہ قرض مانگتے ہیں .
دینا چاہیے تا کہ یہ خلاص ہوں بخلاف مصارف ماسبق کے کہ مال خود انھیں کو دینا چاہیے اور یہ گواہ ہیں
از روئے خرچ کرنے مال اور ادائے حقوق خلق کے کہ عند اللہ حقوق اللہ پر مقدم ہیں ، پھر چاہیے کہ
حقوق اللہ کو کما ینبغی ادا کریں وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز کو بر وجہ کمال اس واسطے کہ نماز ایک
عبادت ہے کہ مشغول ہو جاویں تمام اعضا ظاہری اور باطنی اور جب ان کو راست کیا تو ادائے حق
الٰہی ہر عضو سے ہوا پس ادائے حق بدنی سے کہ پانچ وقت ہر روز اسکے ذمہ واجب ہیں فارغ ہوا ۔ وَاٰتَی
الزَّکٰوۃَ اور دیوے زکوٰۃ کہ حق الٰہی میں ہے تا کہ اس حق سے بھی فارغ ہو گو حوائج خلق کی دینے مال
اُن چھ مصارف مذکورہ میں کفایت تھی اور زکوٰۃ نام ہے ایک اندازۂ معین کا مال سے کہ اس پر ایک
سال کامل گذر گیا ہو بشرطیکہ وہ مال حد نصاب کو پہنچ گیا ہو اور حد نصاب باون تولہ ہے چاندی سے
اور ساڑھے سات تولے سونے سے اور اسباب سوداگری سے جس جنس کا کہ ہو بہ قیمت نصاب
چاندی یا سونے کے کر کے دیوے اور قدر واجب زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ ہے لیکن مواشی اور
زراعت کہ زمین محصولی میں نہ ہو پس اس کی زکوٰۃ کی تفصیل طویل ہے کہ کتب فقہ میں مذکور ہے اور

marfat.com

چونکہ دینا زکوٰۃ کا سوائے دینے مال اقارب اور یتیموں اور اور فقیروں اور مسافروں اور سائلوں، اور قیدیوں کے شمار کیا تو معلوم ہوا کہ وہ دینا غیر دینے زکوٰۃ کا ہے کہ بعضی ان میں سے واجب یا فرض ہے جیسے خبرگیری ان اقارب کی کہ محرمیت رکھتے ہیں اور محتاج ہیں اور جیسے خبرگیری مسافر مضطر کی اور صدقۃ الفطر اور نذر، کفارہ اور قربانی اور بعضے مستحب ہیں لینا مطالبہ اس دینے کا اس شخص پر بھی ہوتا ہے کہ اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، یا زکوٰۃ ادا کر چکا ہے اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ ترمذی اور ابن ماجہ فاطمہ بنت قیس سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مال میں سوائے زکوٰۃ کے اور حق بھی ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور بخاری اپنی تاریخ میں بروایت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بعد ادائے زکوٰۃ کے مال میں اور بھی واجبی حق ہے۔ فرمایا البتہ اور یہ آیت واتی المال علی حبہ آخر تک پڑھی اور وہ کہ حضرت مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے کہ تحقیق زکوٰۃ نے نسخ کردیا ہر حق مال میں سے اور مال میں حق سوائے زکوٰۃ کے نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حق مقدر اللہ تعالیٰ کا سوائے زکوٰۃ کے نہیں ہے اور یہ حقوق مذکورہ اول مقدر نہیں ہیں اور پھر حق خدا نہیں ہیں حق خلق ہیں اور یہ تکلیفات کہ مذکور ہوئیں اس قسم سے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں پر بغیر ان کے التزام کے اپنے یا خلق کے واسطے لازم فرمائیں لیکن جو چیز کہ آدمی اپنے اوپر لازم کرلیں پس وہ بھی نیکی ہے وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ یعنی وفا کرنے والے اپنے عہد کے، خواہ اس عہد کو خدا سے باندھیں یا اپنے پر نذر مقرر کریں یا قسم اللہ کے نام کی نیک کام پر کھاویں اور خواہ خلق سے عہد باندھیں یا کسی کی امانت لیں یا کسی سے وعدہ نیک کریں کہ ان سب صورتوں میں وفا واجب ہے لیکن چاہیے کہ نیت وفا کی دل میں مضبوط کرلے اِذَا عٰهَدُوْا یعنی جس وقت کہ عہد باندھیں پس اس وقت اگر نیت وفا کی نہ ہو اور پھر بسبب ملامت آدمیوں کے وفا کرے تو یہ وفا معتبر نہیں ہے کہ انما الاعمال بالنیات اور ایسے ہی اگر عہد باندھنے کے وقت وفا کی نیت مضبوط ہو اور پھر بسبب کسی لاچاری یا بے مقدوری یا ظالم کے خوف کے وفا نہ کرسکا تو معذور ہے اور بیوفاؤں میں محسوب نہ ہوگا اور وفائے عہد ہرچند ظاہر میں ایک کام کارہائے نیک سے معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں تمام معاملات کو شامل ہے کہ بندہ کو خدا سے یا خلق خدا سے اتفاق پڑتا ہے جیسے پیری مریدی، اور استادی وشاگردی اور پیغمبر ہونا اور امت ہونا متضمن عہد الٰہی جانبین سے ہیں کہ لوازم ان حقوق کو

کما حقہ ادا کریں اور ایسے ہی دین اسلام میں داخل ہونا اور اطاعت کا آغاز کرنا گویا ان کے اتمام مواجب پر عہد باندھنا ہے اور اسی واسطے جو آدمی کہ آنحضرت صلعم سے بیعت کرتے تھے ہرگز حالت تنگی و فراخی و خوشی و ناخوشی میں اور کلمہ حق کہنے میں جہاں کہیں ہوں خوف نہیں کرتے تھے اور تقیہ اور پاس نہیں کرتے تھے اور کسی مخلوق سے سوال نہ کرنے میں ان چیزوں کو اپنے ذمہ پر زیادہ لازم ان سے سمجھتے تھے یہاں تک کہ بعض اصحاب صفہ نے کہ ترکِ دنیا اور جمع مال پر بیعت کی تھی اور مرنے کے وقت ایک دو اشرفی ان کی تھیلی میں نکلی مورد عتاب اور وعید شدید کے ہوئے اور نکاح اور وکالت اور شراکت اور اکثر معاملات وفائے عہد پر مبنی ہیں اور بغیر اس خصلت نیک کے ادائے حق کسی معاملہ کا بروجہ شرعی نہیں ہوسکتا اور اسی واسطے قاعدہ تغیر کر کے تغیرِ فعل سے اسم کر کے بیان فرمایا اور تمام خصلتیں کہ مذکور ہوئیں قسم نیکی سے ہیں چند بیان کی ہیں وَالصَّابِرِيْنَ یعنی یاد کرو تم صبر کرنے والوں کو کہ ان کے حق میں آیت عنقریب وبشر الصابرین میں کیا کچھ بشارت گذری ہے اور کس مرتبۂ نیکی میں ہیں خصوصاً جبکہ صبر ان کا تمام سختیوں کا گھیرنے والا ہو پس تم صبر کرو فِي الْبَأْسَاءِ شدت فقر میں نہ مثل تمہارے کہ کھانے رشوت سے باوجودیکہ چنداں احتیاج نہیں رکھتے ہو صبر نہیں کرسکتے وَالضَّرَّاءِ حالت مرض اور درد و رنج میں نہ مثل تمہارے کہ کھانے ایک طعام سے اگرچہ لذیذ و نفیس ہو تنگ ہو کر کہتے ہو لن نصبر علی طعام واحد۔ یعنی ہرگز ہم صبر نہیں کریں گے طعام واحد پر وَحِيْنَ الْبَأْسِ اور وقت لڑائی کے کہ نیز قحط غلہ اور آب کا اور نیز ہجوم دشمنوں کا اور ان کا خوف اور نیز محنت بدنی اور بے خوابی اور زخم تلف اعف کا ہوتا ہے نہ مثل تمہارے کہ کہا تم نے اذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون. یعنی تم اور تمہارا رب چلے جاؤ، اور لڑو ہم تو اس جگہ بیٹھے ہیں۔ اور جس آدمی نے ان تینوں حالتوں میں پیشۂ صبر اختیار کیا تو اس کا صبر کامل ہوا اس واسطے کہ مصیبتیں جو انسان پر آتی ہیں اور وقت امتحان کے صبر ہو یہی تین قسمیں ہیں اول نقصان مال کہ آخر اس کا شدت فقر ہے۔ دوسرے نقصان بدن کہ مقدمہ اس کا درد و رنج و بیماری و زخم و صدمات ہے۔ تیسرے ہلاک جان کہ اکثر وقت خطرہ لڑائی کا ہے اور نیز جاننا چاہیے کہ ان آدمیوں کا صبر فقط اطاعت الٰہی کے واسطے ہے ورگرنہ افراد بشر باعتبار دلیری طبیعت کے ... ان مصیبتوں میں بعض پروا نہیں کرتے مثلاً بعض آدمی بالکل لڑائی میں خوف نہیں کرتے اور تھوڑی سی بیماری سے حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور بعض آدمی حالت فقر میں ثابت قدم رہتے ہیں اور لڑائی کے نام سے زرد رُو ہو جاتے ہیں اور جو

marfat.com

آدمی کہ ان سب حالتوں میں ثابت قدم رہے وہ ثابت قدم نہیں ہوتا مگر بسبب غلبۂ طاعت الٰہی کے بالجملہ نیکو کاری جامع ہونا ان تمام اوصاف سے ہے اگر ایک وصف بھی فوت ہو نام نیکو کاری کا اسے دینا درست نہیں پس اہل کتاب کہ یہ تمام اوصاف ان میں فوت ہیں یہانتک کہ ایمان بر خدا میں اس قدر قصور کیا کہ عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور یہودیوں نے ید اللہ مغلولۃ کہا اور نصارٰی اتحاد اور حلول کے قائل ہوئے اور ایمان معاد میں بھی اسیطرح کے اعتقادات اور اوہام کے معتقد ہوئے اور کہا کہ لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاری اور کبھی کہا کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودۃ اور ایمان فرشتوں میں کہ بہترین فرشتوں سے ہیں جیسے حضرت جبرئیل انکو اپنا دشمن قرار دیا اور عصمت ملائکہ کے بالکل منکر ہوئے اور ایمان کتاب میں عجب طرح کی تفریق کی کہ ایک پارہ کے معتقد ہوئے اور ایک سے صریح انکار کیا اور ایسے ہی ایمان انبیاء علیہم السلام میں یہاں تک کہ جماعتِ کثیر انبیاء کو قتل کیا اور مال کا دینا تو کیا امکان بلکہ بعوض اس کے دین کو بیچا اور آیات اور احکامات الٰہی متاع قلیل دنیا کے بدلے ہاتھ سے دیے اور شکستگی پیمان انکی عادت قدیمی ہے جیسے سیپارہ اول میں گذرا اور بے صبری بھی زمانۂ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار ظہور کرتی تھی یہاں تک کہ صریح کہا لن نصبر علی طعام واحد اور بزدلی لڑائی میں اس حد کو پہنچی کہ اذھب انت و ربک کہا پس یہ لوگ کہ ایک وصف بھی نہیں رکھیں کیونکر دعوٰی نیکو کاری کا کر سکیں، ہاں نیکو کار وہ شخص ہیں کہ ان جمیع اوصاف کے جامع ہیں اور اس کی وجہ ظاہر ہے اس واسطے کہ نیکو کاری یا اعتقاد میں ہے یا اعمال اور اخلاق میں اُولٰٓئِكَ یہ یعنی جامع اوصاف مذکورہ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وہ لوگ ہیں کہ اعتقاد میں سچے ہیں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ. اور وہ لوگ ہیں کہ اعمال اور اخلاق میں پرہیزگار ہیں اور اخلاق اور اعمال میں کسی وجہ سے خلل نہ رکھیں اور نیکو کاری ان کی ظاہرًا اور باطنًا کمال پر ہو اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ وصف صابرین کو منصوب کیوں بیان فرمایا حالانکہ تمام صفات سابقہ مرفوع ہیں اور عطف اس صفت کا ان صفات پر تقاضا کرتا ہے کہ یہ بھی مرفوع ہو، اہل عربیت نے کہا ہے کہ اس نصب کو علی المدح والاختصاص کہتے ہیں جو ایک صفت کی صفات میں سے زیادہ شرافت اور عظمت چاہیے تاکہ تمیز ہو جاوے تو اعراب میں تمیز دیتے ہیں اور صبر سختیوں میں اور لڑائیوں میں صفت عمدہ ہے اس صفت کو ماسبق سے امتیاز دینا ضرور تھا اس واسطے اس کے اعراب کو اعراب ماسبق

سے تغیر کر کے رفع سے نصب کیا گویا اس طرح فرمایا ہے کہ ہم صابرین کو مدح عظیم اور کمال نیکی سے خاص کرتے ہیں اور ابو علی فارسی نے کہا ہے کہ جو چاہے کہ صفت ہائے بسیار کو مقام مدح اور ہجو میں بیان کرے پس مقتضا و بلاغت کا یہ ہے کہ اعراب ان صفات کو مختلف لاوے اور سب پر اپنے موصوف کی برابری جاری نہ کرے اس واسطے کہ مقام مدح اور ہجو محل اطناب اور مبالغہ کا ہے اور جب اعراب مختلف ہوئے معنوں میں اطناب حاصل ہوا اس واسطے کہ کلام صورت اختلاف اعراب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کئی طرح کا کلام ہے اور اگر اعراب مختلف نہ ہو تو مجموع ایک جملہ معلوم ہوتا ہے اور بعض محققین نے وجہ اختلاف حرکت کی کہ کیوں مبالغہ مدح اور ہجو میں ہوتا ہے بیان کی ہے کہ اصل مدح اور ہجو کلام سامع سے ہے اس واسطے کہ جب ایک شخص نے کسی کا ذکر کیا کہ فلانے نے ایسا کیا اکثر اس نام کے سنتے ہی اس کی مدح و ثنا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا اچھے آدمی کا ذکر کیا یا وہ کیسا عاقل ہے اور کیسا قابل ہے یا ایسی ہی ہجو اور ذم کرتا ہے پس وقت مدح اور ہجو کے متکلم چاہتا ہے کہ اپنے تئیں سامع قرار دیکر اسی طریق سے سخن کرے لہذا اختلاف اعراب دلیل مدح اور ذم کی ہوتی ہے اور حدیث شریف میں بروایت ابن مردویہ اور عبد بن حمید کے وارد ہوا ہے کہ ایک شخص حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور پوچھا کہ ایمان کیا ہے۔ حضرت ابوذر نے یہ آیت پڑھی اس آدمی نے کہا یہ آیت میرے سوال کا جواب نہ ہوئی، حضرت ابوذر نے کہا کہ اسیطرح ایک آدمی نے آنحضرت صلعم سے سوال ایمان کیا اور آنحضرت صلعم نے یہی آیت تلاوت کی اور وہ بھی مثل تیرے راضی نہ ہوا آنحضرت صلعم نے اس آدمی کو فرمایا کہ پاس آ جب نزدیک آیا، ارشاد کیا کہ جب تجھ سے نیکی سرزد ہو خوش ہو اور امید ثواب کی رکھ اور جو بدی ہو غمگین ہو اور خوف عذاب سے ڈر اور ابن ابی شیبہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس کسی نے آیت ہذا پر عمل کیا ایمان اس کا کامل ہوا اور فی الواقع بتامل ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی شے تکالیف شرعی سے مضمون اس آیت سے خارج نہیں ہے اور حکیم ترمذی ابو عامر اشعری سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کمال نیکی کیا ہے فرمایا کہ جو کچھ خلوت میں کرے ظاہر میں بھی کرے اور ابن عساکر زید ابن رفیع سے بیان کرتے ہیں کہ ان سے کسی نے حال خوارج پوچھا کہ ان کی تکفیر میں کیا کہتے ہو کہ وہ اصحاب قبلہ ہیں اور روزہ نماز بطریق اسلام کے ادا کرتے ہیں زید ابن رفیع نے کہا کہ نماز و روزہ اور استقبال قبلہ پر فریفتہ مت ہو تم کہ اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب الخ پس جس

کسی نے اپنا ایمان ان چیزوں سے درست کیا مومن ہے اور جو کوئی ایک کا ان میں سے منکر ہوا کافر ہے اور جب جان لیا کہ بہترین اقسام نیکوکاری سے صبر ہے پس اس خصلت کو ہرگز ہاتھ سے مت دو خصوصًا اس وقت کہ ایک شخص اقارب اور متوسلان تمہارے سے مارا جاوے اور تم بسبب غضب انتقام قاتل اور اندوہ فراق مقتول اور شرمندگی کمال عجز اپنے کے محافظت مقتول سے اور لاحق ہونے ذلت سے عجب حالت پیدا کرو اور اس وقت بے صبر ہو کر چاہو کہ اکتفا قصاص میں ایک پر نہ کرو بلکہ بجائے ایک آدمی کے کئی آدمیوں کو مار ڈالو اور ہمراہ قاتل کے اس کے پسر بھائی اور خویشوں کو قصاص میں پہنچاؤ یا عوض زن مقتولہ زن قاتلہ پر اکتفا نہ کر کے اس کے مردمان کو جیسے خاوند اور پسر کو بھی مار ڈالو یا عوض غلام اپنے کے کہ کسی کے غلام کے ہاتھ سے مارا گیا ہو غلام کے مارنے پر اکتفا نہ کرو اور اس کے مالک کو بھی مار ڈالو یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے آدمیو ایمان والو مقتضا تمہارے ایمان کا یہ ہے کہ جو کچھ احکامات الٰہی لکھے گئے ہیں کسی حالت میں ان سے تجاوز نہ کرو کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ لکھا گیا ہے تمہارے اوپر برابری کرنا فِی الْقَتْلٰی اس مقدمۂ کشتگان میں پس ہر کشتہ کو برابر کشتہ دیگر کے جانو اور بسبب محبت اور قرابت کے یا علم وفضل اور حسب ونسب اور عمدہ زادگی اور رذالت کے اور خوبصورتی اور بدصورتی کے اور صلاح اور فسق کشتگان کے درمیان میں ترجیح اور امتیاز مت کرو کہ عوض ایک آدمی کے کئی کو مار ڈالو اس واسطے کہ اگر اس طرح کی ترجیح اور امتیاز کرو گے تو مقدمۂ قصاص موقوف ہو جاویگا اور جاری نہ ہو سکے گا اس واسطے کہ ہر ایک کے نزدیک اپنا کشتہ عزیز اور بزرگ ہوتا ہے جیسے تم اپنے کشتہ پر غم اور اندوہ کرتے ہو ایسے ہی اور بھی کرتے ہیں وہ کب گوارا کریں گے کہ تم ایک کے عوض چند آدمیوں کو مار ڈالو پس اَلْحُرُّ آزاد برابر ہے بِالْحُرِّ آزاد دوسرے کے گو از روئے علم یا نسب وجمال کے فضیلت رکھتا ہو مثلاً ایک سید ہو اور دوسرا جولاہا وَالْعَبْدُ اور غلام برابر ہے بِالْعَبْدِ دوسرے غلام کے ایسے ہی ہر لونڈی برابر لونڈی کے ہے اگرچہ ایک غلام چیلہ محبوب بادشاہ کا ہو اور دوسرا خدمتگار دہقان کا اور ایک لونڈی حرم خاص بادشاہ کی ہو اور دوسری کسی بارکش کی وَ الْاُنْثٰی ہر عورت برابر ہے بِالْاُنْثٰی دوسری عورت کے اگرچہ ایک بیگم محل نشین ہو اور دوسری مزدور کوچہ گرد ہو اس جگہ جاننا چاہیے کہ مدلول اس آیت کا یہی ہے کہ اہل ایمان کو چاہیے کہ بسبب غلبۂ غضب اور دشمنی کے مقدمۂ خون میں بے صبری نہ کریں اور حد شرع سے مارنے میں تجاوز نہ کریں جیساکہ

قصاص کا بیان اور اس کے احکام

marfat.com

زمانہ جاہلیت میں عمل ہوتا تھا کہ اشراف اپنے غلام کے عوض چاہتے تھے کہ آزادوں کو ماریں گے۔ اور عورتوں کے عوض مردوں کو اور بعوض ایک مرد کے دو مرد کو تو اس طرح تم عمل نہ کرو بلکہ اس مقدمہ میں مرد آزاد کو برابر مرد آزاد کے سمجھو اور ایسے ہی ہر عورت کو برابر دوسری عورت کے اور غلام کو دوسرے غلام کے برابر اور بسبب شرافت نسب یا عمدہ ہونے کے ترجیح اور تفضیل نہ دو اور ایک آدمی کو برابر کئی آدمیوں کے مت کرو اور مفہوم مخالف اس آیت کا کہ غلام آزاد کے برابر نہیں ہے اور مرد عورت کے برابر اور ایسے ہی آزاد غلام کے برابر اور عورت مرد کے برابر نہیں ہے پس یہ عموماً مراد نہیں ہے بلکہ دیت لینے میں اس واسطے کہ آزاد آدمی کی دیت قریب دو ہزار آٹھ سو روپیہ کے ہے اور دیت آزاد عورت کی اس کے نصف مبلغ کے اور غلام اور لونڈی کی دیت ان کی قیمت ہے لیکن صورتِ بدلہ خون بخون میں کچھ فرق نہیں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک آزاد کا غلام کے عوض میں قصاص ہو سکتا ہے بشرطیکہ غلام اس کا مملوک نہ ہو اور مرد عورت کے عوض میں باجماع مارا جا سکتا ہے اور اکثر مفسرین نے کہ قتلیٰ کو بطریق تغلیب کے شامل مقتولوں اور قاتلوں کے کیا ہے اور برابر کرنا مقتولوں کا قاتلوں سے مراد لیا ہے مفہوم مخالف میں متردد ہوتے ہیں بعضے شافعی اپنے مذہب پر اس کو دلیل لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آزاد کو بمقابلہ غلام مارنا نہ چاہیے اور حق یہ ہے کہ اس مذہب پر مفہوم مخالف سے استدلال کرنا درست نہیں اس واسطے کہ اگر یہ معنی مراد ہوں تو اس کے عکس بھی مراد ہوں گے اور وہ خلاف اجماع ہے اور نیز جو ہر زن برابر زن کے ہوئی اور لونڈی اور زن برابر پس اگر غلام اور آزاد میں فرق کیا ہے تو چاہیے کہ لونڈی اور زن آزاد میں بھی فرق کریں اور باوجود اس کے یہ مفہوم مخالف مرد اور زن کسی طور درست نہیں ہو سکتا اور نیز مناقض عموم آیت النفس بالنفس کے ہے اور منافی حدیث المسلمون یتکافؤ دماءھم کے ہاں اگر چند آدمی ایک آدمی کو مار ڈالیں تو اس کے عوض یہ سب مارے جاویں گے اس واسطے کہ ہر ایک ان چند میں سے قاتل اس ایک کا ہے۔ پس غیر قاتل نہ مارا گیا اور یہی معنی قول حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ کے ہیں کہ لو تمالوا علیہ اھل صنعاء لقتلتھم اور نیز جاننا چاہیے کہ حکم قصاص سے چند صورتیں خارج اور مستثنیٰ ہیں اول یہ کہ مسلمان کافر حربی کو مارے تو بالاجماع اس میں قصاص نہیں ہے ذمی یا صلح والے کو مارے تو اختلاف ہے شافعیہ کے نزدیک اس صورت میں قصاص نہیں ہے اور حنفیہ کے نزدیک ہے لیکن حدیث صحیح لا یقتل المسلم

marfat.com

بکافی مؤید قول شافعیہ ہے دوسرے یہ کہ مسلمان نے دوسرے مسلمان کو خطا سے مارا ہو، اس کے دو طریق ہیں اول یہ کہ معرفت میں خطا کرے اور اس مسلمان کو بسبب شکل اور لباس اور ہمراہ ہونے کفار کے کافر جان کر مارے، دوسرے فعل میں خطا کرے مثلاً تیر یا گولی شکار پر ماری اور درمیان میں سے مسلمان گذرا اور اس کے تیر لگ گیا اور مر گیا، ان دونوں صورتوں میں قصاص نہیں آتا بلکہ خوں بہا واجب ہوتا ہے جیسے سورۂ نساء میں مذکور ہے، تیسرے یہ کہ پدر یا مادر نے پسر یا دختر یا پوتے یا نواسے کو مارا اس صورت میں بھی قصاص نہیں ہے خوں بہا لینا چاہیے، چوتھے یہ کہ مالک غلام یا لونڈی کو مار ڈالے اور اس صورت میں نہ قصاص ہے اور نہ خوں بہا لیکن کفارہ دینا مالک پر لازم آتا ہے، اس جگہ کئی سوال جواب طلب ہیں، اوّل یہ کہ مخاطب اس کلام کے کون آدمی ہیں اگر قاتل ہیں پس ان پر واجب نہیں ہے کہ اپنے تئیں آپ مار ڈالیں بلکہ یہ فعل حرام ہے اور اگر وارث مقتول ہیں پس وہی موافق شرع کے مختار ہیں چاہیں قصاص لیں یا معاف کر دیں بلکہ بدلیل والعافین عن الناس معاف کرنا بہتر ہے اور اگر سوائے ان دو گروہ کے ہیں تو وہ کون مردم ہیں اور باوجود اس کے دوسرے پر بالاتفاق مقدمۂ خون میں کچھ چیز واجب نہیں ہوتی نہ دیت دینا اور نہ قصاص لینا، اس کا جواب یہ ہے کہ قصاص کے معنی برابر کرنا ہے اور رعایت برابری کی مقتولوں میں سب مسلمانوں پر واجب ہے اس طرح پر کہ جب شرائط وجوب قصاص کے جمع ہوں ان کو جائز نہیں ہے کہ اس وقت رعایت برابری کی نہ کریں قاتل کو تسلیم نفس واجب ہوتا ہے اور رعایت برابری اور وارث مقتول کو بھی مطالبہ رعایت برابری کا چاہیے نہ زیادتی، اور بادشاہوں اور حاکموں کو بھی مارنے میں برابری چاہیے پس مخاطب اس خطاب کے تمام مسلمان ہیں لیکن چونکہ کسی کا کہنا بغیر تائید حاکم کے پیش نہیں جاتا اس واسطے کہہ سکتے ہیں کہ مخاطب اس کلام کے فقط حاکم ہی ہیں، دوسرے یہ کہ ظاہر آیت تقاضا کرتی ہے وقت لینے خون کے اسکی کہ رعایت برابری واجب ہے لیکن عوض خون کے خون لینا اس آیت سے نہیں سمجھا جاتا جواب اس کا یہ ہے کہ ہاں البتہ یہ مضمون اس آیت سے سمجھا نہیں جاتا اور آیت کہ دلالت معاوضہ خون پر کرے آیت دوسری ہے سورۂ مائدہ میں کہ النفس بالنفس اور باوجود اس کے کہہ سکتے ہیں کہ مراد برابری سے کہ اس آیت میں واجب ہوئی ہے برابری فی القتل ہے اور برابری در قتل صفت قتل ہے اور صفت کو واجب کرنا مقتضی واجب کرنے اس ذات کے ہے کہ موصوف ساتھ اس صفت کے ہو پس وجوب قتل اس آیت سے اس طور مفہوم

marfat.com

ہو الیکن شرائط وجوب جیسے مطالبہ وارثوں کی جانب سے خون کا اور ہونا قتل کا جنس عمد سے بلاشبہ درکار ہے تیسرے یہ کہ برابری قتل سے مفہوم ہوتا ہے کہ کیفیت قتل میں برابری نہ چاہیے مثلاً مقتول آگ سے جلایا گیا ہو تو قاتل کو بھی جلانا چاہیے اور اگر پانی میں غرق کیا گیا ہو تو اسکو بھی پانی میں ڈبونا چاہیے اور اگر ہاتھ پاؤں قطع کیے گئے ہوں یا آنکھ نکال گئی ہو یا کان اور ناک اکھاڑے گئے ہوں تو اسی طرح سے قاتل کو بھی مقتول کرنا چاہیے جیسا کہ حدیث شریف میں بروایت بخاری واقع ہے کہ زمانہ آنحضرت صلعم میں ایک یہودی خبیث ایک دختر انصار کو واسطے لینے زیور کے فریب دیکر جنگل میں لے گیا اور اس کے سر کو پتھر سے پھوڑ ڈالا آنحضرت صلعم نے اس یہودی کو بعد اقرار کے اسی طرح کے مارنے کو فرمایا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رعایت برابری کیفیت قتل میں اس آیت سے مفہوم نہیں ہوتی اس واسطے کہ فی القتلیٰ فرمایا ہے نہ کہ فی القتل اور باوجود علی العموم کے رعایت برابری کیفیت قتل میں ہو بھی نہیں سکتی مثلاً کسی شخص نے ایک آدمی کو جادو کر کے مار ڈالا اس کو جادو سے نزدیک شافعیوں کے بھی نہیں مار سکتے اس واسطے کہ جادو فعل حرام ہے اور ایسے ہی اگر بچہ صغیر کو بسبب لواطت کے مارا اس کو اس طرح سے نہیں مار سکتے بلکہ تلوار سے، ہاں جو کہ حدیث شریف میں منقول ہے اسی قدر پر دلالت کرتا ہے کہ رعایت برابری کی کیفیت قتل میں واسطے تشفیٔ وارثانِ مقتول کے بہتر ہے، چوتھے یہ کہ اگر قاتل نے اپنے اس فعل سے توبہ نہ کی اور ترک توبہ پر اصرار کیا پس اس پر قصاص کا واجب کرنا معقول ہے کہ ایک طرح کا عذاب ہے عوض گناہ کے جانب خدا سے اور اگر نہ دل سے توبہ کی اور ندامت کی پس اس پر قتل واجب کرنے میں کیا حکمت ہے ظاہر ہے کہ بعد توبہ کے عقوبت نہیں ہو سکتی اس کا جواب یہ ہے کہ توبہ کہ عبارت ہے ندامت ماضی پر اور ارادہ مصمم ترکِ گناہ پر مستقبل میں بھی کام دل ہے خلق اللہ کو اس پر اطلاع نہیں ہوتی اگر توبہ کو مانع لینے قصاص سے کرتے ہرگز حکم قصاص جاری نہ ہوتا، ہر قاتل بعد قتل کے کہے گا کہ میں نے توبہ کی اور اس جگہ نہیں کہہ سکتے کہ جھوٹ بولنا خلق سے اکثر ہوتا ہے خالق حال باطنی سے خبردار ہے، اس واسطے کہ فرضیت قصاص لینے کی خلق پر ہے پس ترک قصاص میں اطلاع خلق کی بنا قبول توبہ منجانب پروردگار پر ہے اور باوجود اس کے محققین نے کہا ہے کہ حقیقت توبہ کی حقوق عباد میں یہ ہے کہ باوجود ندامت، اور ترک گناہ کے صاحب حق کو بھی راضی کرے اور راضی ہونا صاحب حق کا اس جگہ تسلیم نفس قصاص کے لیے ہو سکتا ہے اور نیز واجب کرنے قصاص میں نائب پر بہت سی حکمتیں ہیں اول حق قاتل میں اس لیے کہ وہ

marfat.com

پہلے سے جانتا ہے کہ اگر میں نے کسی کو مارا تو اس کے قصاص میں مارا جاؤنگا اور غدر توبہ مسموع نہ ہوگا یہ جاننا اس کو مانع خونِ ناحق سے ہوگا، دوسرے حق وارث مقتول میں کہ تشفی اس غم کشیدہ اور آفت رسیدہ کی ہے تیسرے تمام آدمیوں کے حق میں کہ عبرت پکڑیں گے اور ایسے افعالِ بد سے باز رہیں گے اور باوجود اس کے بدلہ خون کا لینا واجب نہیں ہے پس اگر وارثانِ مقتول قاتل کو دیکھیں گے کہ توبہ نصوح کی اور توبہ نصوح بدون حاضر ہونے پاس وارثان مقتول اور اقرار کرنے گناہ یا بسبب دینے مال اور یا برلانے کسی کار کے ان کو راضی کئے بغیر نہیں ہوسکتی) تو خیال خون اس کے سے درگذریں گے اور معاف کردیں گے اور اگر بسبب حاجت کے مال میں رغبت کریں گے یا کسی اور منفعت میں تو اسکو قبول کریں گے لیکن قاتل کے خون سے درگذر کرنے اور معاف کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ تمام وارث فقط ثواب آخرت کے واسطے بغیر عوض مال اور منفعت کے قاتل کو معاف کریں ایسی صورت میں خود شریعت میں ذمۂ قاتل پر کوئی چیز نہ رہی مگر یہ کہ شکر اس نعمت کا زبان و دل سے کرے اور ہمیشہ ان کے حق میں دعائے خیر کرے، دوسرے یہ کہ معاف نہ کریں بلکہ ہنوز مطالبہ رکھیں اس صورت کے شریعت میں بعض احکام مقرر ہیں فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ پس جو شخص کہ اس کے واسطے ہوئی معافی مِنْ اَخِيْهِ بھائی دینی سے شَيْءٌ کچھ تھوڑی با ایں طور کہ بعضے وارثوں نے معاف کیا اور بعض نے نہ کیا اور چونکہ خون ایسی شے ہے کہ منقسم نہیں ہوسکتی کہ بعض حصہ مارا جاوے اور بعض نہیں ایسی صورت میں حکم شرع یہ ہے کہ قصاص ساقط ہوجاتا ہے اور جن وارثوں نے کہ معاف نہ کیا ہے اپنے حصہ کے موافق دیت لیں یا تمام وارث مقتول خیالِ خون سے درگذر کریں لیکن جو مال کہ مقابلۃً لینا مقرر کیا ہے خواہ بمقدار دیت ہو یا زیادہ یا کمتر اور ان دونوں صورتوں میں عفو کامل نہیں ہے کہ قاتل مطلق بری الذمہ ہو لیکن جو چیز کہ اب اس کی گردن پر باقی رہی فَاتِّبَاعٌ پس تابع مرضی معاف کرنے والے کے ہے جو کچھ اس کی مرضی ہو قبول کرے بِالْمَعْرُوْفِ ایسے طور پر کہ مروج اور معمول شرع ہے معاملات اور معاوضات میں نہ اس طور پر کہ خلاف شرع ہے مثلاً وارث مقتول کہے کہ میں تیرے خون سے درگذرا بشرطیکہ اپنے پسر کو میرا غلام کرے یا تیری دختر سے زنا کروں یا تو میرے واسطے شراب تیار کرے یا نماز و روزہ ترک کرے یا میرے واسطے فلانے کو مار ڈال یا رہزنی اور چوری کرکے اس قدر مال لا، کہ اس قسم کی سب شرطیں مردود ہیں اور متابعت اس کی مرضی کی نہ چاہیے، وَ اور نیز ذمۂ قاتل پر واجب ہوتا ہے اَدَآءٌ ادا کرنا چیز کا کہ قبول کیا تھا اِلَيْهِ اس معاف کرنیوالے کی طرف

نہ یہ کہ حاکم یا قاضی اور وکیل کو رشوت دیکر اس کو محروم رکھے اگرچہ اسیقدر مبلغ خرچ کرے اور چاہیے کہ ادا کرنا ہو بِاِحْسَانٍ ساتھ نیکی اور سلوک کرکے اور قبول منت سے نہ کہ ترشروئی اور وعدہ خلافی اور دیر کرنے میعاد مقرر سے یا قدر مقرر سے کم دینے یا بجائے کھروں کے کھوٹے دینے سے اس واسطے کہ ذٰلِكَ یہ یعنی قبول عفو خون وارثوں کی طرف سے ایک نعمت خاص تمہارے واسطے ہے کہ یہودیوں کی شریعت میں نہ تھی اسواسطے کہ ان کی شریعت میں خون کے عوض میں خون ہی لینا مقرر تھا اور شریعت نصاریٰ میں خوں بہا لینا مقرر تھا۔ پس یہ وسعت بڑی ہے کہ اگر چاہو مفت ثواب آخرت کے واسطے معاف کرو اور اگر مال کی حاجت ہو خون بہا لو اور اگر تو اہ نخواہ تشفی دشمنی اور غصہ کی چاہو مار ڈالو تَخْفِيفٌ تمہارے واسطے تکلیف شرعی ہلکی کرتی ہے مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے پروردگار سے وَرَحْمَةٌ اور مہربانی ہے اس جناب سے قاتل پر بھی کہ خوشامد سے وارثان مقتول کو معاف کرنے یا خون بہا لینے پر راضی کرکے زندہ رہ سکتا ہے اور وارثان مقتول پر بھی کہ اگر چاہیں مال لیں اگر حاجت ہو اور اگر ثواب آخرت کے طالب ہوں تو بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

فَمَنِ اعْتَدٰى پس جو شخص کہ تجاوز کرے بَعْدَ ذٰلِكَ بعد اس تخفیف اور رحمت کے اس طرح کہ ایک کے عوض کئی آدمیوں کو مار ڈالے یا غیر قاتل کو یا اہل قاتل کو عفو یا قبول دیت پر مطمئن کرکے مار ڈالے یا قاتل ادائے دیت میں سرتابی کرے یا وعدہ خلافی کرے یا قدر مقرر سے کم دے یا کھروں کے عوض کھوٹے دے فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پس اس کیواسطے عذاب دردد ہندہ ہے آخرت میں۔ حدیث شریف صحیح میں بروایت بیہقی وارد ہے کہ جس کسی کو بسبب قتل یا نقصان جسم کے کسی کے ہاتھ سے آفت پہنچی ہو پس اس مقتول کے وارث اور صاحب جراحت کو تین چیزوں میں اختیار ہے یا قصاص لے یا معاف کرے یا دیت لے اور اگر ان تین چیزوں کے سوا چاہے پس اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لو اور کرنے نہ دو اور اگر بالفرض کچھ تعدی کرکے عمل میں لایا فلہ نار جہنم خالدا فیہا ابدا اور نیز ابن جریر اور محدثین روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا لا اعافی احدا اقتل بعد اخذ الدیۃ یعنی میں معاف نہ کرونگا کسی کو کہ بعد لینے خونبہا کے وہ قاتل کو مار ڈالے گو وارث قاتل کا معاف کردے اس واسطے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فمن اعتدی بعد ذٰلک فلہ عذاب الیم اگر تم میں سے کسی کی خاطر میں گذرے کہ ان احکام میں وجہ تخفیف اور رحمت کی ظاہر ہے کہ عفو کو جائز رکھنا قاتل کے حق میں بھی مہربانی ہے کہ زندہ رہے اور وارث مقتول کے حق میں بھی کہ اس کا کشتہ زندہ نہیں ہو سکتا ثواب آخرت بھی کیوں کھویا اور ایسے ہی خونبہا کے

marfat.com

لینے میں کہ فی الحال وارث مقتول کو وسعت فی المال وخرچ حاصل ہو اور اس کے کام روا ہوں۔ ونیز قاتل کو عبرت اور سرزنش ہو کہ آگے کو خون ناحق نہ کریگا لیکن قصاص لینے میں تخفیف اور رحمت ظاہر نہیں ہے کہ گویا بنیان ربانی کی جڑ اکھاڑنا ہے۔ اور باوجود اس کے تلف جان ہے کہ بعد مرنے کے ترقی فی الآخرت اور ثواب حاصل کرنے اور مافات کے تدارک کرنیکا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور منافع دنیوی بھی جو کہ وجود انسان سے متوقع ہیں معدوم ہو جاتے ہیں، ہم جواب دیتے ہیں کہ اگر تامل کرو تو ایجاب قصاص میں تمام تخفیف اور رحمت ہے اگر قصاص واجب نہ کرتے نعمت عفو کی قاتل کو کس طرح معلوم ہوتی اور وارث مقتول کو ثواب آخرت کیونکر حاصل ہوتا اور ایسے ہی قاتل کا دیت دینا کیونکر سبک ہوتا اور مقتول کیونکر مال اور قوت سے مطالبہ کرسکتا اور باوجود اس کے اگرچہ قصاص میں ایک جان جاتی ہے لیکن بہت سی جانیں محفوظ رہتی ہیں وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ اور اے مسلمانو تمہارے واسطے قصاص میں ایک طرح کی زندگی ہے کہ تم اس کو سمجھ نہیں سکتے اس واسطے کہ قاتل کو جب قصاص میں ماریں اور وہ اپنے نفس کو تابعداری اور فرمانبرداری خدا کے سبب وارثان مقتول کے سپرد کردے تاکہ آخرت میں نجاست گناہ سے پاک اٹھے اور عذاب دوزخ سے رہائی پاوے اور حیات ابدی پاوے بلکہ قبر میں معاملہ رحمت اور عفو کا اس کے ساتھ واقع ہو اور روح وراحت اس کو نصیب ہو پس اسطرح کا مارا جانا اس کے حق میں فقط انتقال اس دار الآلام سے ہے طرف دارالراحت کے۔ اور مقتول کا بسبب اس کے کہ اس کا عوض لیا گیا اور مرنا رائیگاں نہ گیا پسماندگوں میں نام اور مرتبہ اور اس کی عزت زیادہ ہو اور مثل مشہور ہے کہ ذکر الفتی عیشۃ الثانی یعنی یادگار جوان کی دوسری زندگی ہے اور اس کی روح کو رنج اس سبب سے کہ ناحق مارا گیا تھا نہ رہے پس عالم قبر میں فارغ البالی سے گذر کرتا ہے اور تلخی اس جہان سے مکدر نہیں ہوتا اور وارثان مقتول کو بھی عزت وجاہ زیادہ ہو کہ عوض کشتہ کے قاتل کو مارا اور غم ورنج بھی کم ہوا اور تشفی غصہ سے حاصل ہو اور قبائل قاتل کو بھی وارثان کی طرف سے اطمینان حاصل ہووے ورنہ جس کو پاتے مار ڈالتے جیسا جاہلیت میں تھے اور اب بھی بعض فرقے ایسا ہی کرتے ہیں کہ بعد وقوع ایک خون کے دونوں طرف سے پشتوں تک کشت وخون جاری رہتا تھا اور ایک جانب سے دوسرے مطمئن نہ ہوتے تھے اور زندگی دونوں طرف کی کمال تلخی سے گذرتی تھی اور قصہ مہلل کا کہ اپنے بھائی کلیب کے عوض ہزاروں کو مارا اور قصہ بکر ابن وائل کا قریب بفنا پہنچایا، تواریخ عرب میں مشہور ہے ونیز معمول افغانوں کوہستانیوں کا اور راجپوتوں اور دہقانیوں کا ہے اور تمام آدمیوں کو

marfat.com

عبرت اور سرزنش ہوئی کہ قاتل ناحق کا یہ حال ہوگا پس جس کسی کو بسبب غلبۂ قوتِ غضبیہ کے قتل ناحق کا خطرہ دل میں گذرے تو یہ عبرت اس کو قتل سے مانع ہو اور خود بھی زندہ رہے اور جسکو مارنا چاہتا تھا وہ بھی زندہ رہے پس مشروع ہونا اس حکم کا بالکل رحمت اور باعث زندگی عامۂ خلائق کا ہے لیکن اس طرح کی حیات کو تم دریافت کرو یَآ اُولِی الْاَلْبَابِ اے صاحبانِ عقل کہ مغز سخن کو دریافت کرتے ہو اور اس کے پوست پر قناعت نہیں کرتے اور حقائق کے باطن کو دیکھتے ہو اور اس کے ظاہر پر اکتفا نہیں کرتے نہ وہ لوگ کہ عقل خالص نہیں رکھتے اور قصاص کو فقط اتلافِ جان سمجھتے ہیں اور یہ حکم مشروع فقط اس واسطے فرمایا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کہ شاید تم اپنی افراطِ غضب سے پرہیز کرو تاکہ غضبِ خدا سے محفوظ رہو اور بنیان اپنے رب کو بلاوجب ہدم نہ کرو اور اپنے تئیں اور غیر اپنے کو تلف سے نگاہ رکھو اس جگہ چند بحثیں ہیں اول یہ کہ از روئے قواعد دین کے مقرر ہے کہ اگر کوئی مقتول کو قتل نہ کرتا البتہ اپنی موت سے مرتا، اس واسطے کہ عمر مقدر اس کی اسی طرح ہے اور ایسے ہی اگر کوئی شخص ارادہ کسی کے مارنے کا کرے اور بسبب خوف قصاص باز رہے تو البتہ یہ آدمی بھی اپنی موت سے مریگا، اگرچہ اس شخص نے نہ مارا اس واسطے کہ جو وقت اس کے قتل کا قرار دیں وہی وقت اس کی موت کا ہے پس قصاص کے مشروع ہونے سے حصولِ زندگی کیونکر متصور ہوسکے اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ایک سبب معین فرمایا ہے کہ وجود اور عدم اس شے کا اس سبب پر موقوف ہے اگرچہ سبب موجود ہو تو چیز بھی موجود ہو وگرنہ نہیں، اور مشروع ہونا قصاص کا بھی اسی طور سبب زندگی کا ہے کہ بسبب خوف قصاص کے اس کے مارنے سے باز رہا اور وہ اور یہ دونوں زندہ رہیں مانند تمام اسباب کے اور جو کوئی منکر اسباب کا ہو مخالف شرع اور عقل اور عرف کے ہے وہ عند اللہ مذموم اور عند الناس قابل ملامت ہوتا ہے اور اس طرح کے شبہے سببیت اسباب میں آتے ہیں لیکن بسبب معرفت قضا و قدر کہ سلسلہ اسباب اور مسببات کا انہیں سے مربوط ہے مندفع ہو جاتے ہیں، دوسرے یہ کہ اس مضمون کو عرب والے قرآن شریف کے نزول سے پیشتر سے جانتے تھے اور تعابیر مختلفہ میں تعبیر کرتے تھے بعضوں نے کہا ہے قتل البعض احیاء للجمیع۔ یعنی قتل کرنا بعض کا سب کے واسطے زندگی ہے اور بعضوں نے کہا اکثروا القتل لیقل القتل اور ایک عبارت مختصر سب سے اسی مضمون میں شائع ہے کہ القتل انفی للقتل۔ حق تعالیٰ نے اس کلام اعجاز نظام میں ان عبارتوں مشہورہ کو ترک فرما کر یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ فی القصاص حیٰوۃ۔ اس واسطے

علمائے بلاغت نے اس آیت قرآنی کی امثال مشہورہ پر ترجیح ہونے میں بہت سخن بیان کیے ہیں اور منتخب ان سب میں سے دس وجہ ہیں، اول یہ کہ وہ مثل مشہور بالکل صحیح نہیں ہوتی اس واسطے کہ جو قتل براہ ظلم اور تعدی کے واقع ہو دور کرنے والا قتل کا نہیں ہے از روئے قصاص کے بلکہ باعث زیادتی قتل قصاص کا ہے اور اگر مثل مشہور میں دونوں جگہ قید اختیار کر کے کہیں القتل قصاصا انفی للقتل ظلما تو عبارت بہت دراز ہو جاوے اور آیت قرآنی بلا تکلف اس معنی کو ادا کرتی ہے، دوسرے یہ کہ قتل قصاص کہ قتل ناحق کو دور کرتا ہے تو نہ اس حیثیت سے کہ قتل ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ قصاص ہے اور یہ بات آیت قرآنی سے معلوم ہوتی ہے نہ مثل مشہور سے، تیسرے یہ کہ غرض اصلی آدمی کی درازی زندگی ہے اور نفی قتل فقط واسطے حصول زندگی ہے پس تصریح بغرض اولی ہے جیسا کہ آیت میں ہے، چوتھے یہ کہ تکرار لفظ کا بدون ضرورت کے قبیح ہے جیسا کہ مثل مشہور ہے نہ آیت، پانچویں یہ کہ حروف ملفوظ آیت کہ اعتبار اختصار کلام کا انھیں حروف پر ہے دس ہیں اور مثل مشہور میں چودہ، پس عبارت آیت مختصر تر ہے، چھٹے یہ کہ غالب مثل مشہور میں اسباب پوشیدہ واقع ہوئے ہیں اور یہ مخل سلامت ترکیب ہے اور آیت میں باوجود کمال اختصار کے سبب اور دندا ور فاصلہ سب ہے، ساتویں یہ کہ ظاہر مضمون مثل مشہور کا مقتضی اس بات کا ہے کہ ایک چیز بعینہٖ سبب اپنے انتفاع کا ہو اور یہ محال ہے اور آیت میں قصاص کا سبب حیات کیا ہے اور دونوں ظاہر میں متغایر ہیں، آٹھویں یہ کہ آیت میں لفظ قصاص اور حیات میں صنعت تضاد ہے اور مثل مشہور اس صنعت سے خالی، نویں یہ کہ لفظ آیت کا مبارک ہے کہ فال نیک لے سکتے ہیں اور مشتمل ذکر حیات پر ہے اور مثل مشہور کلام بدفال ہے کہ نفی دونوں طرف قتل سے محیط ہے دسویں یہ کہ آیت مشتمل دو اسم اور ایک حرف پر ہے اور مثل مشہور تین اسم اور ایک حرف تعریف کو شمار کریں پس آیت میں ایک بار ہے اور مثل مشہور میں دو بار اور اگر تنوین کو بھی شمار کریں تو حرف برابر ہو جاتے ہیں لیکن زیادتی اسماء کی مثل مشہور میں رہتی ہے علاوہ یہ کہ افعل التفضیل کو جب بغیر لام اور اضافت کے استعمال کریں تو من تفضیلیہ خواہ مخواہ مقدر ہوتا ہے پس تقدیر کلام مثل مشہور کی اس طور ہوگی القتل انفی للقتل من کل شیٔ پس اختصار کہاں رہا۔ تیسری بحث یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حیات اور زندگی آدمی کی جس طرح کہ ہو مطلوب شرع تھی اور اسی واسطے ذکر خیر مردہ کو مستحب رکھا ہے اور اس کے جانشینوں کو تاکید فرمائی کہ دوستوں اور اس کے اقارب کی مراعات کریں

marfat.com

بلکہ اسیواسطے میراث اور وصیت اس کے واسطے جاری رکھی کہ بعد اس کی موت کے خاندان کے زندہ رہنے کا باعث ہے اور لہذا کُتِبَ عَلَیْکُمْ فرض کیا گیا تمھارے اوپر اے مسلمانو، ہر چند یہ حکم مقتضاء ایمان کا نہیں ہے تاکہ تم کو اس حکم سے کہ یا ایہا الذین اٰمنوا خطاب کیا جاوے اس واسطے کہ مال وارثوں کے واسطے چھوڑنا عادت جبلی ہر انسان کی ہے اور اسیواسطے ہر فرقہ میں مروج معمول ہے لیکن تم پر لازم کیا جاتا ہے اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ یعنی جس وقت تم میں سے کسی کا وقت موت حاضر ہو اور اس کی علامات مثل ساقط ہونے قوت کے ظاہر ہوں اور مرض اس حد کو پہنچے کہ طبیعت مغلوب ہو جاوے لیکن اِنْ تَرَکَ خَیْرًا اگر مال اس قدر چھوڑا ہو کہ خرچ تکفین و تجہیز اور لوازم ماتم داری اور ادائے قرض سے زائد ہو اَلْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وصیت کرنا ماں باپ اور اور رشتہ داروں کو اس طور کہ ماں باپ میرے کو یہ دینا اور فلانے رشتہ دار کو یہ اس واسطے کہ معمول اور مروج یہ ہے کہ جس وقت آدمی مرتا ہے اس کے مال پر اس کے فرزند اور عورتیں متصرف ہوتی ہیں اور ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کو کچھ بھی نہیں دیتے حالانکہ شریعت میں ماں باپ کا حق مقرر ہے اور اور رشتہ داروں کا بھی جیسے دادا دادی باوجود فرزندوں کے لیکن یہ لوگ پاس شریعت کا نہیں کرتے اور مردہ کو زیادہ تر موکد جانتے ہیں اور بعض رشتہ داروں کو کہ ان کا مقرر نہیں ہے وصیت تہائی مال سے دینا مستحب ہے تاکہ توشہ راہ آخرت کا ہو لیکن چاہیے کہ یہ وصیت بِالْمَعْرُوْفِ موافق طریق شرع کے ہو پس اگر فقیر رشتہ دار کو محروم رکھا اور غنی کے واسطے وصیت کی تو طریق معروف نہ ہوا اور ایسے ہی اگر والدین اور چچا کے بیٹوں کو برابر کیا تو بھی طریق معروف نہ رہا بلکہ جس کا جو حصہ شرع میں مقرر ہے اس کو اس حصہ سے زیادہ وصیت کرنا خلاف طریقہ معروف کے ہے۔ بہر حال جب کسی نے اس طرح وصیت کی تو وصیت ہو جاتی ہے حَقًّا حق کہ لازم ہے اس کا جاری کرنا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں پر اگرچہ بدکار اس کی پرواہ نہ کریں اور کسیکو اس کی تغییر اور تبدیل کا اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ مخالف شرع کے نہیں ہے فَمَنْ بَدَّلَہٗ پس جو شخص کہ تبدیل کرے خواہ مردہ کا وارث ہو خواہ جس کو وصیت کی ہو اور خواہ گواہ بَعْدَ مَا سَمِعَہٗ بعد اس کے کہ حق لازم کو وصیت کرنیوالے سے سنا ہو اگرچہ اس پر گواہ نہ کیا ہو فَاِنَّمَآ اِثْمُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَہٗ پس گناہ اس کا تبدیل کرنیوالوں پر ہے نہ اس پر کہ موافق اظہار اس کے کے حکم کرے اور فتوی دے اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ تحقیق اللہ سننے والا ہے قول وصیت کرنے والے اور

قول تبدیل کرنیوالے کو عَلِیۡمٌ جاننے والا ہے اس آدمی کو کہ تبدیل کی ہے لیکن یہ سب اسی صورت میں ہے
کہ تبدیل میں کوئی مصلحت شرعی یا عرفی نہ ہو. فَمَنۡ خَافَ مِنۡ مُّوۡصٍ جَنَفًا پس جس شخص نے کہ
وصیت کرنیوالے سے خوف غلطی کا کیا کہ بسبب جہل احکام شرعیہ کے جاسے بیجا کر دیا ہے اَوۡ اِثۡمًا
یا گناہ صریح کا کہ دیدہ و دانستہ مستحق کو محروم رکھا اور غیر مستحق کو دیا یا حق مستحق کو ناقص کر دیا فَاَصۡلَحَ
بَیۡنَهُمۡ پس درمیان وارثوں موصی کے کہ قائم مقام اور متصرف مال پر ہیں اور جن کو وصیت کی گئی ہے
صلح کر دے فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡهِ پس اس پر کچھ گناہ نہیں ہے اگرچہ وصیت میں فی الجملہ تغییر اور تبدیل ہو
اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے ان آدمیوں کو کہ ارتکاب گناہ میں نیت
فاسدہ رکھتے ہیں بخش دیتا ہے ان صلاح کرنے والوں کو کہ تبدیل میں نیت نیک رکھیں کیوں نہ بخشے.
اس جگہ چند بحثیں ہیں اوّل یہ کہ وصیت مذکورہ اس آیت کی ظاہر ہے کہ واجب ہے بدلیل کُتِبَ کے
حالانکہ موافق شرع کے وصیت کسی وقت واجب نہیں ہے نہایت درجہ یہ ہے کہ مستحب اور مندوب ہے
اس کا جواب یہ ہے کہ وصیت کبھی واجب بھی ہوتی ہے مثلاً اس شخص کے ذمہ قرض ہو اور تمسک و گواہ
نہ ہو اور وارثوں کو بھی قرض کی خبر نہیں ہے یا اس کے پاس کسی کی امانت اس کے مال میں ملی ہوئی ہے
اور وارث مطلع نہیں تاکہ صاحب امانت کے پاس پہنچا دیں اس صورت میں وصیت بالاجماع واجب
ہوتی ہے اور اسی قسم کی وصیت حدیث صحیحین میں بروایت ابن عمر وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کسی
مرد مسلمان کو لائق نہیں ہے کہ بقدر تین رات اس پر گذر جاویں اور اس کے پاس وصیت نامہ موجود نہ
ہو ہاں یہ وصیت کہ اس جگہ مذکور ہے اب واجب نہیں ہے شروع اسلام میں واجب تھی اس واسطے کہ
احکام فرائض اور حصے رشتہ داروں کے مال مردہ سے رائج اور معمول نہ تھے آدمی سب مال مردہ کو حق
زن اور فرزندان کا جانتے تھے اور ماں باپ دادا دادی بلکہ بھائیوں کو بھی حتیٰ کہ دختروں اور نواسوں کو
بھی نہیں دیتے تھے اور وصیت مردہ کی ان کے ذہن میں نہایت عظیم تھی اور سمجھتے تھے کہ خلاف وصیت کرنا گویا
مردہ پر ظلم ہے اور تکلیف دینا اس واسطے اس وقت یہ حکم واجب ہوا کہ اب کہ احکام فرائض رائج اور
معمول ہوئے اور ہر کس و ناکس ان کو جانتا ہے پس حاجت وصیت کی نہ رہی اور اب حکم یہ ہے کہ رشتہ دار
مردہ کے کہ اس کے وارث ہوں اپنے حصے لیں اور باقی سے وصیت جاری ہو جیسے کہ صحیحین میں وارد
ہے الا ان اللہ تعالیٰ قد اعطی کل ذی حق حقه فلا وصية لوارث اور اگر رشتہ دار مردہ کے

marfat.com

بسبب مانع کے میراث سے محروم ہیں مثلاً ماں باپ مردہ کے کافر ہیں اور یہ مسلمان غلام اور لونڈی ہیں اور یا بسبب دوسرے وارث کے محروم ہیں جیسے نواسہ باوجود بھائیوں اور پسران چچا کے پس اس صورت میں ان کے واسطے وصیت مستحب ہے لیکن تیسرے حصہ مال سے اگر وصیت ادا ہو جائے فبہا والا جس قدر ادا ہو ادا کرے لیکن تیسرے حصہ سے زیادہ دینا بدون رضامندی وارثوں کے صحیح نہیں ہے اور یہی حکم ہے اس وصیت کا کہ اجنبی اور دوستوں اور فقیروں اور ساتھیوں کے واسطے ہو۔ دوسرے یہ کہ روایات میں بہت سے صحابہ نے ان ترک خیرا کی تفسیر قدر مال معین سے کی ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کسی شخص نے ساٹھ دینار چھوڑے تو اس کو ترک خیرا نہیں کہہ سکتے اور بیہقی حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتا ہے کہ وہ اپنے غلام آزاد کیے ہوئے کے پاس وقت موت کے تشریف لے گئے اس نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ وصیت کروں فرمایا کہ تیرے پاس کس قدر مال ہے اس نے کہا کہ چھ سو یا سات سو درہم ہیں، آپ نے فرمایا کہ اس قدر مال کو ترک خیرا نہیں کہہ سکتے وصیت نہ کر اور مال اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ، اور نیز حضرت ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ میں چاہتا ہوں کہ وصیت کروں فرمایا کہ مال کس قدر ہے کہا کہ تین ہزار یا چار ہزار درہم ہیں آپ نے فرمایا کہ اس قدر قلیل ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ان ترک خیرا اس مال کو اپنے اہل وعیال کے لیے رہنے دے کہ یہی بہتر ہے حالانکہ لفظ خیرا عرف عرب میں مطلق مال کے واسطے مستعمل ہے اور نیز وصیت اور میراث قلیل وکثیر میں جاری ہے پس ان تخصیصات کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مراد ان بزرگوں کی یہ ہے کہ وصیت مستحبہ غیر وارثوں کے واسطے اس وقت کرنی چاہیے کہ مال کثیر ہو اور وارث باوجود وصیت کے مستغنی ہوں وگرنہ بہتر نہیں ہے کہ وارث کا حق تلف ہو نہ یہ کہ لفظ خیر کی موافق عرف کے اس قدر پر تخصیص کرتے ہیں یا میراث اور وصیت واجبہ کو مفید ان قیودسے کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ خوف اس چیز میں کہ مظنون الوقوع ہو اور ہنوز واقع نہ ہوئی ہو بولا جاتا ہے اس جگہ وصیت واقع ہوئی اور بالیقین معلوم ہے پس لفظ خوف کا کیونکر صحیح ہو۔ اس بحث کا دو طرح پر جواب ہے اول یہ کہ مرد مصلح کا رزندگی وصیت کرنیوالے میں پہلے اس سے کہ کام وصیت منصرم ہو اور نوشت وخواند اور حضور شہود درمیان میں آوے حال وصیت کرنیوالے سے بقرائن حالی و قالی دریافت کر لینا ہے کہ یہ مرد وصیت میں خلاف شرع کریگا تاکہ اسیوقت وصیت کرنے والے کو سمجھادے

marfat.com

اور اس ارادہ ناصواب سے پھیر دے، اگر وہ آدمی کہ جن کو وصیت سے نفع پہنچتا ہے اور وارث کہ جن کو نقصان عائد ہوتا ہو آپس میں منازعت اور مناقشہ کریں تو ان کو سمجھاوے پس معنی خوف کے حقیقۃً اس صورت میں متحقق ہوتے ہیں اور استعمال اس لفظ کا بجا ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ جب تک موصی زندہ ہے احتمال فسخ وصیت کا قائم ہے پس اس وصیت کے وقوع کا یقین کب ہے بعد موت موصی کے کہ اس وقت وصیت متعین اور متیقن الوقوع ہوتی ہے لیکن استعمال اس لفظ کو اس حالت پر کیوں حمل کریں کہ ضرور نہیں ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ خوف اس جگہ بمعنی علم کے ہے اور بعض عبارات عربی میں خوف اس معنی میں مستعمل ہوا ہے پس اس صورت میں اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا تنبیہ:- یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے جیسے صدقات اور خیرات اقارب پر اجانب سے مقدم ہیں ایسے ہی وصیت بھی مقدم ہے لیکن اقارب میں دو شرطیں ہیں اول یہ کہ فی الحال وارث نہ ہوں گو وراثت کی لیاقت رکھتے ہوں دوم یہ کہ اس مال کے محتاج ہوں نہ مستغنی اور قاعدہ عرب والوں کا جاہلیت میں یہ تھا کہ نام کے حاصل ہونے کے واسطے اجنبیوں کو وصیت کر کے مال دور و دراز بھیجتے تھے تاکہ شہرہ ہو جائے اور اقارب کو فقر و فاقہ میں چھوڑتے تھے حق تعالیٰ نے اس آیت کو واسطے دفع اس عادت بد کے نازل فرمایا اور اس آیت میں فقط ذکر اقارب پر اکتفا فرمایا گویا اس طرح ارشاد ہوا کہ وصیت رشتہ داروں کی بمرتبہ فرض کے ہے اور غیروں کے واسطے بمنزلہ مستحب کے پس فرض کو بغیر ادا کیے مستحب کام اختیار کرنا کمال بیوقوفی ہے اور ضحاک کا قول اسی تاکید اور تقدیم پر محمول ہے کہ من مات وله يوص لاقربائه فقد ختم عمله على المعصية یعنی جو شخص مرا اور اقارب کے واسطے وصیت نہ کی پس تحقیق اس کا عمل گناہ پر ختم ہوا اور ایسے ہی ہے قول طاؤس کا ان اوصی للاجانب وترك الاقارب نزع عنهم فرد الى الاقارب اور قول حضرت حسن بصری اور علاء بن زیاد و مسروق و مسلم کا ہے کہ یہ آیت ثابت ہے اور منسوخ نہیں ہے اس واسطے کہ قریب دو قسم ہیں ایک وہ قریب کہ وارث ہو پس اللہ تعالیٰ نے اس کا حق دیا اور ایک وہ قریب کہ وارث نہ ہو پس اس کے واسطے وصیت ہے اور قریب اس کے معنی ابن عباس سے بھی منقول ہیں، پانچویں یہ کہ قرآن شریف میں ہر جگہ رشتہ داروں کے واسطے لفظ ذوی القربیٰ اور اولی القربیٰ مذکور ہے اور آیت وصیت و میراث میں اقربین پس اس فرق میں کیا نکتہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مقام احسان اور ادائے حق قرابت میں سب اقارب برابر ہیں ہر ایک کو بقدر استحقاق کے

marfat.com

حسن سلوک سے اور احسان سے حصہ دینا چاہیے اس واسطے ان مقامات میں لفظ ذوی القربیٰ اور اولی القربیٰ مستعمل ہوا۔ اور آیت وصیت اور میراث میں جو کوئی کہ قریب تر ہے مقدم اور حاجب ہے بعید کو پس اس مقام میں لفظ اقربین چسپاں ہے تاکہ ترجیح قریب قرابت اور قوت اسکی کی مفہوم ہو چھٹے یہ کہ لفظ اذا اپنے مابعد کو معنی مستقبل میں کر دیتا ہے پس اذا حضر بمعنی مستقبل ہو، اور کتب فعل ماضی ہے پس تعلق فعل ماضی کا زمانہ مستقبل میں کیونکر صحیح ہو، جواب اس کا یہ ہے کہ اذا حضر بروجہ تقدیم وتاخیر متعلق وصیت کے ہے کہ بمعنی ایصال کے ہے نہ کتب کے، ساتویں یہ کہ خطاب علیکم تمام مسلمانوں کے واسطے ہے اور اذا حضر احدکم الموت متعلق وصیت کے ہے پس لازم آتا ہے کہ وقت قرب موت ایک آدمی کے وصیت سب مسلمانوں پر فرض ہو جاوے اور یہ باطل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حکم ایک آدمی غیر معین کا جماعت سے بر طریقہ بدلیت کے متعلق تمام اس جماعت کے ہے پس واجب ہونا وصیت کا وقت قرب موت ایک کے مخاطبین سے جس کو تصور کریں متعلق سارے مخاطبوں کے علی سبیل البدلیۃ ہوگا اور یہ معنی صحیح ہے وجہ بطلان کی نہ رکھے، آٹھویں یہ کہ دو آدمیوں میں کہ تنازع اور جھگڑا ہو صلح کرا دینا اس آیت سے جائز ہے اس واسطے کہ تجادل او جھگڑا اکثر باعث ارتکاب ممنوعات شرعی کا ہوتا ہے پس دو آدمیوں میں صلح کرانا ممنوع شرعی میں واقع ہونے سے باز رکھتا ہے اور نیز یہ آیت دلیل ہے کہ اگر وقت صلح کرانے کے کلام میں نظیب وفراز اور تغییر وتبدیل قرار میں لازم آوے تو مضائقہ نہیں ہے اور موجب گناہ نہیں اور اسیواسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ تین جگہ جھوٹ بولنا درست ہے اول دو آدمیوں میں صلح کرانے کے وقت، دوسرے لڑائی کے وقت غنیم کے غافل کرنے کے واسطے، تیسرے اپنی زوجہ کو راضی کرنے کے واسطے لیکن شرط یہ ہے کہ وقت جھوٹ بولنے کے نقض عہد لازم نہ آوے ورنہ حرام ہو جاویگا، نویں یہ کہ با جماع علماء وصیت فقط تیسرے حصہ میں جاری ہوتی ہے اور تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت کرنا درست نہیں بلکہ کم کرنا مستحب ہے اسواسطے کہ صحیحین میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم واسطے عیادت سعدؓ کے تشریف لے گئے انھوں نے عرض کیا، کہ یارسول اللہ میں مالدار ہوں اور سوائے ایک دختر کے اولاد نہیں رکھتا اگر ارشاد ہو، دو حصہ مال سے وصیت کردوں فرمایا نہیں انھوں نے کہا کہ نصف مال سے فرمایا نہیں انھوں نے پھر عرض کیا کہ تیسرے حصہ سے، آپ

ف:۔ جھوٹ بولنا تین جگہ آیا ہے۔

marfat.com

آپ نے فرمایا البتہ یہ بھی اگرچہ بہت ہے ۔ اگر وارثوں کو مستغنی چھوڑے تو یہ بہتر ہے اس سے کہ فقیر چھوڑے تو ۔ اور نیز علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی ارادہ وصیت کا کرے پس اصل یہ ہے کہ قرابتیوں یعنی وارثوں کو مقدم کرے اور ان آدمیوں کو کہ محرمیت رکھتے ہیں جیسے خالہ، پھوپھی، بہن بھتیجی بھانجی چچا، ماموں، بھائی اور پھر ان آدمیوں کو کہ دودھ میں شریک ہیں پھر ان کو کہ حرمت مصاہرت رکھتے ہیں ۔ اور پھر ہمسایوں کو جیسا کہ حالت زندگی میں احسان کرتے ہیں تو یہی ترتیب مرعی ہوتی ہے اگر ایک وارث کو اس کے حق سے زیادہ وصیت کی تو اور وارثوں کی اجازت پر موقوف رہیگی اگر اجازت دیں تو جاری ہو جاوے گی اور ایسے ہی اگر تیسرے حصہ سے زیادہ وصیت کی تو وہ بھی موقوف بر اجازت وارثان رہے گی اور جب بیانِ حکمِ قصاص اور وصیت سے فارغ ہوئے اب فرماتے ہیں کہ ان دونوں حکموں سے سمجھو کہ موذی کو مارنا اور بے گناہ کی زندگی میں کوشش کرنا کس قدر نیکی ہے اور وصیت مردہ کو بعد موت کے بے تغیر اور تبدیل کے جاری کرنا گویا اس کے حکم کا زندہ رکھنا ہے اور پسندیدۂ مرضی الٰہی ہے پس یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ اے آدمیو ایمان والو مقتضائے ایمان یہ ہے کہ اپنے نفس کے مارنے پر مستعد رہو کہ موذی راہ دین ہے اور روح کے زندہ کرنے میں سعی کرو کہ اصل میں عالم پاک اور بے گناہ ہے ولہذا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ فرض کیا گیا تمہارے اوپر روزہ ، اور وہ یہ ہے کہ کھانا پینا اور عورت سے صحبت کرنا طلوع صبح صادق سے غروب آفتاب تک ترک کرے بشرطیکہ صاحب روزہ حیض اور نفاس سے پاک ہو اس واسطے کہ نفس اکثر راغب الفیں چیزوں کا ہوتا ہے اور اس کا مرغوب نہ دینا یعنی مارنے کے ہے اور اکثر رغبت اس کی اسی وقت میں ہوتی ہے کہ خواب سے اٹھتا ہے اور شہوت تروتازہ ہوتی ہے ۔ اور حواس کشادہ ، ہر چیز کو دیکھتا ہے اور نام سنتا ہے اور خیال اور آرزو کرتا ہے اور دیگر اپنے ہم جنسوں کو دیکھتا ہے کہ کھاتے پیتے ہیں اور عورتوں سے اختلاط رکھتے ہیں نہ وقت رات کہ اس وقت ہر آدمی خواب غفلت میں مُردہ کی مانند پڑا رہتا ہے اور نہ کسی شے کو دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے اور نہ ہم جنسوں کو مشغول لذتوں میں دیکھتا ہے تاکہ خود رغبت کرے اس لیے معمول مخلوق ہے کہ رات کو کوئی شغل سوائے خواب کے نہیں کرتے لیکن جماع کہ وقت خواب کے واقع ہوتا ہے پس عند التامل وہ جماع مقتضائے نفس نہیں ہے تاکہ شکل و شمائل اور لباس و زیور اور ادا و حرکات عورتوں کی دیکھنے سے فریفتہ ہو کر

روزہ کی فرضیت اور اس کے احکام

ف :- بیان روزہ کا ۔

marfat.com

مشغول بجماع ہو بلکہ وہ جماع قسم دفع طبیعت سے ہے کہ جائے منی امتلا کرتا ہے اور یہ آدمی واسطے دفع امتلا کے اس وقتِ تاریک میں کہ شکل پری دیو سے ممتاز نہیں ہوتی اس منی کو ہر کیف کسی محل میں گراتا ہے اور سبکی حاصل کرتا ہے اور اسیواسطے یہ جماع جو اپنی زوجہ سے ہو متطہرات سے ہے جیسے استبرائے بول و براز کہ موجب خوشی اور جودتِ روح کا ہے نہ موجب قوتِ نفس، ہاں بعضے ناقص فطرت لوگ نفس پروری کے واسطے چاہتے ہیں شب کو دن کریں اور مشعل اور چراغوں اور نغمات سے تحریک نفس کرکے جو کام کہ دن میں کر سکیں اس سے بہتر رات کو کرتے ہیں لیکن تب بھی فرق بہت ہے کہ بے خرابی اور سُست ہونا حواس اور فتورِ عقل اور محروم رہنا لذتِ دن سے لازم اس شغل کا ہے اسیواسطے رات کو محل روزہ نہ کیا کہ بالطبع وقت اور ہنگام ترک شہوات اور لذات کا ہے اور اگر وہ وقت محل روزہ قرار دیتے تو عبادت عادت سے اور حکم شرع مقتضائے طبع سے ممتاز نہ ہوتا اور اسیواسطے نماز تہجد اور وقت تلاوت و مناجات شب کو قرار دیا ہے نہ روزہ ہی کو خاص کہ اور رمضان کی رات واسطے ادائے نماز تراویح کے مقرر کی تاکہ کمال مخالفت مقتضائے طبیعت ثابت ہو کہ طبیعت واسطے دفع سُستی روزہ کے استراحت چاہتی ہے لیکن چاہیے کہ اپنا روزہ بطریق ہنود اور صابئین کے کہ دن میں اشیاء خودرو اور میوے اور پھلوں کو کھاتے ہیں اور بعض بوقت شب کھانے پینے سے امساک کرتے ہیں، مت کہو کہ یہ طریق خلافِ طریقِ شریعتِ الٰہی کے ہے بلکہ روزہ تمہارے لیے اوپر فرض ہوا ہے کَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا کہ مطلق کھانا پینا اور عورتوں سے صحبت رکھنا دن میں ایام روزہ میں حرام تھا: زمانۂ حضرت آدمؑ سے آخر زمانۂ حضرت عیسیٰؑ تک یہی طریقہ رہا۔ ہاں تعین ایام روزہ میں اختلاف تھا۔ حضرت آدمؑ پر ہر مہینے کے روشن ایام میں روزہ فرض تھا اور یہودیوں پر روز عاشورا کا اور ہر روزِ شنبہ کا ہفتہ میں۔ اور چند روزے فرض تھے اور نصاریٰ پر ماہ رمضان میں لیکن جب نصاریٰ نے روزہ رکھنا شدت گرما میں شاق دیکھا ایسا مقرر کر لیا کہ موسم ربیع میں پچاس روزے رکھیں اور واسطے تدارک اس تبدیل کے بیس روزے زیادہ کر لیے۔ حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ روزہ قدیم ہے کوئی امت اس کی فرضیت سے حضرت آدمؑ سے اس وقت تک خالی نہ رہی گمان نہ کرو کہ یہ تکلیف فقط ہم پر ہی مقرر ہوئی ہے؛ اور ابن جریر سے روایت ہے کہ مسلمانوں نے اسی لفظ سے معلوم کیا کہ طریقہ روزہ رکھنے کا اہل شرائع سابقہ سے حاصل کرنا چاہیے پس ایسا مقرر ہوا کہ موافق اہل کتاب

marfat.com

کے کھانا پینا بعد خواب کے موقوف کرنا چاہیے اور ایسے ہی صحبت زناں ہے، یہاں تک کہ یہ معمول آیت آئندہ سے منسوخ ہوا اور عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم عبداللہ بن عمر اور ابن عساکر نے اور ان دونوں نے ابن عباس سے یہی مضمون روایت کیا ہے بالجملہ تمہارے اوپر یہ عبادت فرض کی گئی تاکہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ شاید تم پرہیزگاری قبول کرو دو طریق سے، اول یہ کہ مشق بند کرنے نفس کو مالوفات اور مرغوبات سے حاصل کرو اور جیسے کہ روزوں میں بحکم خدا ضروریات معتادہ سے باز رہتے ہو اگرچہ نفس تقاضہ شدید کرے ایسے ہی تمام ایام میں نامشروعات سے کہ ہر چند محبوب اور مرغوب ہوں باز رہ سکتے ہو پس غرض کرنے اس عبادت میں حبس کرنا نفس کا مقتضیات سے حاصل ہوتا ہے اور مانند ریاضت جانوروں اور اطفال کے کہ اول ان کو ترک مالوفات سکھا کر کار مقصود میں مشغول کرتے ہیں دوسرے یہ کہ اکثر گناہ بسبب شدت وقوت شہوت اور غضب کے پیدا ہوتے ہیں اور یہ عبادت ان دونوں چیزوں کو توڑتی ہے اس واسطے کہ مدار شہوت اور غضب دونوں کا قوت مزاج اور تیزی روح پر ہے اور روح غذاؤں اور کھانے پینے سے پیدا ہوتی ہے جب کھانے پینے میں تقلیل اختیار کی روح نرم اور رقیق ہو جاوے اور طاقت جاری کرنے شہوت اور غضب کی نہ رہے، ناچار یہ دونوں خصلت مذموم متروک ہو جاویں اور اسی واسطے یہ عبادت تمہارے حق میں مقرر کی گئی ہے اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ چند ایام شمردہ کہ نہ بہت کم ہیں کہ توڑنے قوت شہوت اور غضب میں تاثیر نہ کریں اس واسطے کہ نفس ایک دو بار کا صدمہ نہ ترک مالوفات خاطر میں نہیں لاتا اور نہ بہت زیادہ کہ کسر قوت شہوت اور غضب کے ساتھ اعتدال مزاج اور قوت طاعت و عبادت میں بھی فرق آجاوے اور اس کی اور عبادات مثلاً نماز نوافل اور سفر حج اور طلب علم اور مطالعہ کتب دین اور عیادت مریضوں اور ہمراہ ہونے جنائز اور کوشش کرنے حوائج اقارب اور محتاجوں سے باز رہے اور اسکی وجہ سے تمہارے تقویٰ میں قصور و فتور ہو اور وہ روزے شمردہ روزے ایک ایک ماہ کامل کے ہیں اس واسطے کہ مدت ایک کامل کی مدت ایک ماہ متوسطہ ہے درمیان مدت ہفتہ کے کہ بہت کم ہے اور درمیان مدت سال کے کہ بہت زیادہ ہے، پس وقت رعایت توسط کے اسی مدت کا اعتبار کرنا مناسب ہوا اور نیز دورے کہ پے درپے اوضاع آسمانی سے پیدا ہوتے ہیں سب تین دورے ہیں اول دورہ رات اور دن کا کہ مقرر ساتھ حرکت اولیٰ کے ہے اور دوم دورہ ماہ کا کہ مقرر ساتھ حرکت قمر کے ہے تیسرا دورہ سال کا کہ مقرر ساتھ حرکت آفتاب کے ہے اور اور دورے سوائے ان تین کے کم متعارف ہیں جیسے

marfat.com

دورہ ہفتہ یا سال قمری دراصل دورے نہیں ہیں بلکہ تکرار ایک دورہ سے حاصل ہوتے ہیں ان دوروں میں سے اگر دورۂ شب و روز قرار دیتے ہیں تو داخل ہونا شب کا روزہ میں لازم آتا اور مع ہذا یہ دورہ بہت قلیل ہے تاثیر نہ رکھے مگر جب اس کی تکرار کی جاوے اور تکرار بھی اس طرح کہ درمیان دونوں دورہ کے فاصلہ ہے تاثیر معتد بہ نہ رکھے تکرار متصل راجع بطرف دورۂ دویم ہو یا مانند دویم اور ایسے ہی اگر دورۂ سال قرار دیتے بسبب تبدیل فصول اور طول مدت کے موجب اختلال مزاجوں کا ہوتا، پس اختیار دورۂ دویم ہوا اور باوجود اس کے ماہ ایک معین کرنے میں ایک اور بھید ہے کہ نزول قرآن اولاً لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر واقع ہوا اس مقام میں کہ مسمّٰی بہ بیت العزت ہے پس مدت دورۂ حرکت اسی آسمان کو کہ مناسبت تمام نزول قرآن سے رکھے ہے اعتبار کرنا چاہیے اگر کوئی کہے کہ لفظ ایاماً معدودات سے اسیقدر مفہوم ہوتا ہے کہ وہ روزے متعددہ ہیں مدت ایک ماہ اس لفظ سے کیونکر معلوم ہوئی، جواب دیتے ہیں ہم کہ جو ایام کہ بیان ان کا شمار سے ہوتا ہے اور سوائے شمار کے اور نام نہیں رکھتے ہیں وہ دن ایام ماہ ہیں روزہائے ہفتہ کو ان کے نام سے شمار کرتے ہیں نہ اعداد سے پس لفظ معدودات ان پر صادق نہیں آتا اس واسطے کہ اس لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام کے نام میں عدد بھی معتبر ہے پس کوئی احتمال نہ رہا سوائے ایام ماہ کے کہ تاریخ ماہ اعداد سے بیان ہوتی ہیں جیسے دوسرے تیسرے چوتھے اور نہتائے ذکر عدد مدت تمام ماہ کے بعد ازاں تمام ماہ کو بمنزلۂ واحد قرار دیکر صحیحاً یا کسوراً شمار کرتے ہیں پس ذکر ایاماً معدودات بعد وقت نظر کے گویا تصریح ہے کہ ایام روزہ ایام ماہ کامل ہیں اور اسیواسطے فرماتے ہیں کہ اگر تم کو یہ خطرہ آوے کہ یہ مدت دراز ہے شاید بعد شروع کے بیمار ہو جاویں یا سفر درپیش آجاوے تو ہم سے یہ عبادت کس طرح سرانجام ہو سکے، پس جانو تم کہ ہر چند فرضیت اس کی تم سب پر خواہ مریض ہو یا مسافر ہو ہے لیکن فی الحال اس کا ادا کرنا تندرست غیر مسافر پر ہے۔ فَمَنۡ كَانَ مِنۡكُمۡ مَّرِيۡضًا. پس جو شخص کہ تم میں سے بیمار ہو، ایسی بیماری کہ روزہ رکھنے سے مضر پہنچے اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ یا سفر میں ہو کہ روزہ اس پر شاق ہو فَعِدَّةٌ پس اس پر واجب ہے شمار ان ایام کا کہ افطار کیا ہے مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ ایام دیگر سے خواہ پے در پے رکھو یا فاصلہ سے اور باوجود اس کے اس وقت میں کہ ابتدائی ہے اور مشقت روزہ کے خوگر نہ ہوئے ہو، باوجودیکہ کوئی عذر سفر یا مرض کا نہ رکھتے ہو اگر بعض کو توفیق روزہ نہ ہو پس واسطے توسع کے بدلے روزہ کے مقرر کی

۸ ہے ہم نے وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ ان آدمیوں پر کہ طاقت روزہ کی رکھیں اور بسبب بے عادتی کے پے در پے ماہ کامل کے روزے نہیں رکھ سکتے فِدْيَةٌ بدل ہے اور وہ بدل طَعَامُ مِسْكِينٍ، خوراک ایک مسکین کی ہے عوض ہر روزہ کے اگر پختہ دے تو اس قدر دے کہ دونوں وقت شکم سیر ہو جاوے اور اگر خام تو دو سیر گیہوں دے کہ بعضے کو غذا کرے اور بعضے سے مصالح غذا مثلاً گھی لکڑی، پانی نمک وغیرہ اور یہ بدل اس واسطے مقرر ہوا چونکہ یہ آدمی خدا کے واسطے ترک طعام و آب و نمک نہیں کر سکتے بارے اتنا کر سکتے ہیں کہ بندۂ مسلمان کو گرسنگیٔ شب و روز سے نجات دیں اور وہ بندۂ مسلمان کہ اس عرصہ میں جو عبادت و طاعت کریگا یہاں تک کہ روزہ بھی، تو اسکا حصہ بھی ثواب میں ہو جاویگا اور نیز جو مقدار خدا کے واسطے دی گویا معنیٰ خوراک ایک آدمی سے اپنے تئیں باز رکھا اور فی الجملہ مشابہت روزہ سے پیدا کی کہ اصل میں روزہ خوراک ایک روزے سے باز رہنا ہے اور یہ بدلہ بہت کم ہے۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا پس جو شخص کہ عبادت میں زیادہ نیکی کرے یعنی ایک مسکین کی مقدار سے زیادہ چند مساکین کو دیوے فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ، یہ بہتر ہے اس کے واسطے اس سے کہ مقدار ایک مسکین کی دے، اس واسطے کہ زیادہ احسان موجبِ زیادتیٔ اُجرت ہے شریعت میں وَأَنْ تَصُومُوا اور خود روزہ رکھو خَيْرٌ لَّكُمْ بہتر واسطے تمہارے ہے فدیہ دینے سے اگرچہ قدر واجب سے زیادہ دو إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تم فضائلِ روزہ اور اس کے فوائد جانتے ہو اس واسطے کہ کسر شہوت اور غضب میں کوئی بدلہ نہیں ہو سکتا چہ جائے کہ اصلاً بدن پر مشقت نہیں ہوتی اگر چاہو کہ فضیلت اور فوائد روزہ دریافت کرو، پس زبان پیغمبر صلعم سے سنو کہ صحاح میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر عمل آدمی کا ثواب میں مضاعف ہوتا ہے اور ایک نیکی کی جگہ دس لکھتے ہیں اور اس کے موافق جزا دیتے ہیں یہاں تک کہ بعضی نیکی کے عوض سات سو نیکی شمار کرتے ہیں لیکن حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس حکم سے خارج ہے اس واسطے کہ روزہ خالص میرے واسطے ہے پس اس کی جزا خود میں دوں گا کہ روزہ دار نے طعام و شراب اور اپنے مرغوبات خالصاً میرے واسطے ترک کیے اور روزہ دار کو دو وقت خوشی اور فرحت بسیار ہے ایک افطار کے وقت دوم وقت لقائے پروردگار کے، اور بو متغیرِ دہن روزہ دار کی خدا کے نزدیک خوشبو تر مشک سے ہے اور روزہ آگ سے بچانے والا ہے اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ معنیٰ اس حدیث قدسی

marfat.com

کے کیا ہیں کہ کل عمل ابن آدم لہ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ، جواب دیا کہ یہ حدیث صحیح زیادہ اور محکم زیادہ حدیثوں میں سے ہے اور اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جب قیامت کے دن آدمیوں اور ان کے دشمنوں میں محاسبہ ہوگا جو کچھ اس کے ذمہ حقوق خلائق سے ہوگا اس کے نیک اعمال سے دے دیئے یہاں تک کہ کوئی عمل نیک نہ رہے گا، جب نوبت روزہ کی پہنچے گی روزہ اس کے عوض دیا نہ جاوے گا اور اللہ تعالیٰ فرمایگا کہ اس کو چھوڑ دو یہ خاص میرے واسطے ہے اور ظلم باقی کا اللہ تعالیٰ خود متحمل ہوگا اور اہل حقوق کو ثواب دیکر راضی کریگا پس روزہ ہمراہ ہو کر اس کو بہشت میں لے جاوے گا اور نیز صحاح ستہ میں بروایت متعددہ وارد ہے کہ بہشت کے آٹھ دروازے ہیں منجملہ ان کے ایک دروازہ کا نام ریّان ہے اس دروازہ سے روزہ دار داخل ہوں گے اور کوئی اور بہشتی اس دروازہ سے داخل نہ ہوگا۔ اس دروازہ کی یہ خاصیت ہے کہ جو کوئی اس میں داخل ہو تشنگی اس کی دفع ہو جاوے اور پھر ابدالآباد پیاسا نہ ہو اور صحیح ابن خزیمہ میں وارد ہے کہ جو کوئی اس دروازہ میں سے ہو کر جاوے گا، اس کو شربت پلاویں گے اور اس شربت کی یہ خاصیت ہے کہ تشنگی بالکل دور ہو جاتی ہے، اور نیز صحاح ستہ میں بروایت چند واقع ہے کہ جو کوئی تمام رمضان بحکم ایمان اور بہ نیت طلب اجر روزہ رکھے اس کے گناہ گذشتہ معاف ہو جاویں اور بیہقی بروایت ابوہریرہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ روزہ میں ریا نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ روزہ خاص میرے واسطے ہے اور اس کی جزا میں ہوں اور اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر عمل خیر جیسے نماز و تلاوت و ذکر و خیر و خیرات و اعتکاف و حج و جہاد ان سب کی صورتیں محسوسہ ہیں اگر کوئی شخص دکھاوے کے واسطے وہ صورت کرے تو پائی جا سکتی ہے بخلاف روزہ کے کہ کوئی صورت محسوسہ نہ رکھے تا کہ خلق اس پر مطلع ہو مگر کہنے سے کہ روزہ دار کہے کہ میں روزہ دار ہوں اور اس کہنے میں متہم ہے کہ شاید شیخی کے واسطے جھوٹ بول دیا ہو، پس ریا اس عمل میں پیش نہیں جاتی اور خلق کو فریفتہ نہیں کر سکتا اور نسائی اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کے واسطے پانچ بزرگیاں ہیں ایک یہ کہ افطار کے وقت اس کی دعا یقیناً مقبول ہوتی ہے دوسرے یہ کہ اس کا خاموش بیٹھے رہنا بمنزلہ تسبیح کہنے دوسروں کے ہے اس کی ہڈیاں تسبیح کرتی ہیں تیسرے یہ کہ ہر عمل خیر ثواب مضاعف رکھتا ہے مثلاً نماز تلاوت ذکر خیر اور خیرات دینا اور اس کے یہ عمل اوروں کے عمل سے مضاعف ہوتے ہیں، چوتھے یہ کہ حالت روزہ میں اس کی دعا مستجاب ہے

پانچویں یہ کہ گناہ معاف ہیں اور نسائی اور حاکم اور بیہقی ابوامامہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے ایسا عمل بتائیے کہ جس میں فائدہ عظیم ہو، فرمایا کہ روزہ رکھ اس کے برابر اور عمل نہیں ہے اور انہی کتابوں میں بروایت ابوعبیدہ وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار آتشِ دوزخ سے بچا ہوا ہے جب تک کہ روزہ نہ توڑے اور طبرانی اوسط میں بروایت ابوہریرہؓ اسی حدیث کے تتمہ میں لائے ہیں کہ آنحضرتؐ سے آدمیوں نے پوچھا کہ روزہ توڑنا کس طرح ہوتا ہے فرمایا کہ جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے اور فحش بکنے اور شور اور لڑائی کرنے سے، اور ابن ماجہ میں مرفوعًا مروی ہے کہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ بدن روزہ ہے اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ میں مرفوعًا وارد ہے کہ جب روزہ دار کے آگے آدمی کھاتے پیتے ہیں تو فرشتے روزہ دار پر درود بھیجتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اور ہر ہر بند اور ہڈی تسبیح میں مشغول ہوتی ہے اور بزاز اور بیہقی بروایت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ دعا تین آدمیوں کی البتہ مستجاب ہے، دعا روزہ دار کی اور دعا مسافر اور مظلوم کی۔ اور نیز حدیث مشہور میں آیا ہے کہ جو شخص جوان ہو اور شہوتِ جماع اپنے میں پاوے، اگر مقدور نکاح کا رکھتا ہو، البتہ نکاح کرے وگرنہ روزہ رکھے کہ دافع شہوات ہے اور بمنزلہ کوٹنے رگوں خصیوں کے ہے اور ابن ماجہ اور حاکم اور بیہقی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ دار کی دعا افطار کے وقت ایسی دعا ہے کہ ہرگز مردود نہیں ہوتی اور بزاز بروایت ابوہریرہؓ مرفوعًا بیان کرتے ہیں کہ روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن ایک حوض خاص ہے کہ غیر روزہ دار اس پر وارد نہ ہوگا اور نیز بروایت ابن عباس مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابوموسیٰ کو ایک کام کے واسطے بھیجا تھا اور ابوموسیٰ عین دریا میں جہاز پر سوار تھے اور رات تاریک تھی کہ ناگاہ ابوموسیٰ اور ان کے یاروں نے آسمان سے آواز سنی کہ ٹھہرو، میں تم کو حکمِ خدا سے خبر دیتا ہوں اور اس عہد سے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پر لازم کر رکھا ہے، آگاہ کرتا ہوں۔
ابوموسیٰ اٹھے اور کہا کہ اے یار عزیز ہوا موافق چل رہی ہے اور بادبان کشتی کے کھلے ہوئے ہیں، ہم کشتی کو کس طرح ٹھہراویں اور تجھ کو حاجتِ توقف کس لیے ہے، جو کہتا ہو کہو ہم جان و دل سے سنتے ہیں، آواز آئی کہ حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر ایسا لازم کر لیا ہے کہ جو کوئی اپنے تئیں واسطے

marfat.com

رضامندی اللہ تعالیٰ کے گرم دن میں پیاسا رکھے اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تشنگی سے امان دے، اس قصہ کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے اور ترمذی اور نسائی اور اور معتبر کتب احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا حکم فرمایا کہ آپ بھی اس پر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی فرماویں تاکہ اس کے موافق عمل کریں. حضرت یحییٰ پیغمبر علیہ السلام نے بسبب سرکشی بنی اسرائیل کے ان احکام کے اظہار میں توقف کیا. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے کہیں کہ خدا تعالیٰ نے تم کو آگے

نوٹ: یہاں تک تفسیر پہنچی تھی کہ قبلہ شاہ عبدالعزیز صاحب کا انتقال ہوگیا انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ

marfat.com

معرکۃ الآراء مواعظ کی چند بیش بہا دیگر کتب

جن کا مطالعہ ہر مسلمان کیلئے بے حد مفید ہے۔

ہفت اختر حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے مشہور و معروف مواعظ کا مجموعہ۔۔۔۔ مجلد معہ دلکش پلاسٹک کور۔

اشرف المواعظ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے چند ایسے نایاب مواعظ کا مجموعہ جو اشرف المواعظ سمجھے جاتے ہیں۔

انیس الواعظین اردو ترجمہ جلیس الواعظین مؤلفہ مولانا ابوبکر بن محمد علی القرشیؒ موصوف کے ۳۹ شہرہ آفاق مواعظ کا نہایت سلیس اردو ترجمہ۔ مجلد معہ دلکش ڈسٹ کور

احسن المواعظ — **افضل المواعظ** — **اکرم المواعظ**

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دہلوی کی مندرجہ بالا تین کتب جو ان کے نادر مواعظ پر مشتمل ہیں۔

خیر المجالس جلد اول و دوم حضرت مولانا عبد الرحمٰن صفوری شافعیؒ کی شہرہ آفاق تصنیف نزہۃ المجالس کا اردو ترجمہ۔ عجیب و غریب دلچسپ قصص نادر حکایات امام شافعیؒ کے مذہب کے موافق فقہی مسائل، موضوع روایات اور بعض احادیث کا بیش بہا خزانہ

قرۃ الواعظین جلد اول و دوم مشہور و معروف کتاب "درۃ الناصحین" کا نہایت سلیس اور عام فہم اردو ترجمہ جس میں فضائل ارکانِ اسلام، چند اہم آیات قرآنی کی تفسیر اور دیگر دینی امور کو نہایت پر اثر انداز میں پیش کیا گیا ہے جو دلوں میں ہدایت کی شمع روشن کر دیتا ہے۔

مندرجہ بالا تمام کتب کا سائز ۱۸×۲۲/۸ ہے۔ کاغذ گلیز۔ دیدہ زیب کتابت اور آفسٹ طباعت سے مزین ہیں۔

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک۔ کراچی

marfat.com

مواعظ کی چند شہرہ آفاق عربی کتابوں کے تراجم

۱۔ نزہتہ المجالس ۔ عجیب و غریب کتاب ہے، اس کتاب میں بزرگوں کے واقعات و دلچسپ قصص کی روشنی میں اصلاح حال کی کوشش کی گئی ہے، مختلف عنوانات کے تحت احادیث کا بیش بہا ذخیرہ کتاب میں شامل ہے، کچھ بزرگوں کے اوراد اور طبی نسخہ جات کا اضافہ بھی کتاب میں موجود ہے، انداز بیان نہایت دلچسپ، قیمت کامل ہر دو حصہ روپے،

۲۔ قرۃ الواعظین ۔ ترجمہ درۃ الناصحین، فضائل علم، فضائلِ سلام، فضائل رمضان، صدقہ، توکل، معراج، فضائلِ فقراء اور اسی طرح کے دیگر موضوعات پر مواعظِ دلپذیر، قیمت کامل ۔ روپے،

۳۔ تذکرۃ الواعظین ۔ حضرت مولانا محمد جعفر قریشیؒ کے مواعظ کا نہایت بیش بہا ذخیرہ، نماز کی فضیلت و احکام، اسی طرح دیگر ارکانِ اسلام کے علاوہ میاں بیوی کے حقوق، ہمسایہ کے حقوق، تکبر و تواضع کا بیان، نور محمدیؐ ولادت اور معجزات کا بیان، عرشِ الٰہی کی صفت، قیمت روپے

۴۔ نزہتہ البساتین ۔ روضۃ الریاحین کا اردو ترجمہ ہے، اس میں بزرگوں کے حالات، کرامات، ملفوظات کو بہت عمدہ اسلوب میں بیان گیا گیا ہے، یہ ایک بہت مشہور جلیل القدر بزرگ حضرت یافعی یمنی کی مشہور تصنیف ہے، جو ہر نوع قابلِ قدر ہے، قیمت کامل ہر دو حصہ روپے،

۵۔ انیس الواعظین ۔ کتابِ ہٰذا میں تصوف، عبادات، حقوق العباد پر بڑی وضاحت سے روشنی ڈالی گئی ہے، علاوہ ازیں سیاسی، سماجی اور اقتصادی مسائل پر بحث کی گئی ہے، علم دین کا ایک خزانہ ہے، تصنیف مولانا ابوبکر بن محمد علی قریشی ترجمہ مولانا برکت اللہ فرنگی محلی قیمت روپے،

ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی

marfat.com

۸ کُتب = ۱۰۰۰ کتب

حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تقریباً ایک ہزار دینی کتب تصنیف فرمائی ہیں. لیکن اگر آپ کے پاس موصوف کی تصنیف کردہ صرف حسبِ ذیل آٹھ کتب موجود ہوں تو گویا آپ نے انکی جملہ تصانیف کا نچوڑ اور ان کا نعم البدل حاصل کرلیا ہے

انفاسِ عیسیٰ
حصّہ اوّل و دوم

فن تصوف کا بیش بہا خزانہ، سالکین کی تمام پریشانیوں کا حل، تصوف کے وہ اسرار و رموز جو کبھی سینہ بسینہ منتقل ہوتے تھے اور عام مسلمان کے لئے ایک راز اور معمّہ بن کر رہ گئے تھے حکیم الامّتؒ نے ان کو اس کتاب میں علی الاعلان ظاہر کرکے علم سینہ کو علم سفینہ بنادیا ہے۔

سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ

حضرت تھانویؒ کی مشہور و معروف بیش بہا تصنیف
"نشر الطیّب"
پہلی بار ایک آسان اور عام فہم نام سے رسول اکرم ﷺ کی سیرت و حالات زندگی پر مستند اور جامع کتاب جو کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

ہفتِ اختر

حضرت تھانویؒ کی زندہ کرامات۔ سات نادر الوجود مواعظ کی صورت میں — یہ اُن ۷ معرکتہ الآراء مواعظ کا مجموعہ ہے جن کو شہرت دوام حاصل ہوئی اور جس کی نظیر اس صدی میں نہیں ملتی۔

فتاویٰ اشرفیہ (کامل)

حصہ اوّل دوم اور سوم

عقائد، عبادات، معاملات، بدعت حسنہ و سیئہ وغیرہ سے متعلق نہایت اہم اور نازک مسائل کے نہایت اطمینان بخش جوابات پر مشتمل مختصر مگر جامع فتاوی کا مجموعہ جن کی اہمیت و افادیت کا اندازہ قاری کو ان کے مطالعہ کے فوراً بعد ہوجاتا ہے

حیاتُ المسلمین

جملہ شعبہ ہائے زندگی کا قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں بیان دنیا و عقبیٰ کی فلاح کا ذریعہ، سکون و راحت کی بیش بہا دولت، اس کتاب کے بارے میں مولانا تھانویؒ خود ارشاد فرماتے ہیں:۔ "میں اپنی ساری کتابوں میں اس کتاب کو اپنے لئے ذریعہ نجات گمان کرتا ہوں"

اعمالِ قرآنی

آیات قرآنی سے جملہ روحانی و جسمانی امراض کا علاج، اہل حاجات و طالبانِ معاش کے لئے عظیم تحفہ. اہل یقین کے لئے دنیوی و اخروی حاجت برآری کا سرچشمہ

اشرف المواعظ

اس مجموعہ مواعظ میں ہر شخص کے حسب حال نہایت کارآمد باتیں اور ہر مذاق کے مطابق دلچسپ مضامین نہایت پُراثر انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔

اصلاح الرسوم

ان رسومات کا بیان جن کو عوام مباح اور عبادت سمجھ کر کرتے ہیں اور حقیقتاً وہ دنیا کے نقصان اور آخرت کے خسارے کا باعث ہیں۔

جملہ کتب عمدہ کاغذ. بہترین کتابت اور عکسی طباعت سے مزیّن ہیں

ناشر: ایچ ایم سعید کمپنی ادب منزل پاکستان چوک کراچی فون ۲۱۳۸۲۱

marfat.com

ہمارے ادارہ کی شائع کردہ چند نادر دینی کتب

ترجمان السنہ
کامل ۴ حصص

تالیف: قطب العارفین مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ
اردو زبان میں ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا جامع اور مستند
ذخیرہ بمعہ ضروری تشریحات و مباحث۔

جواہر الحکم
کامل ۳ حصص

تالیف: قطب العارفین مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ
اسلام میں حاکمیت کا تصور اور اسلامی معاشرت کا صحیح
نقشہ، قرآن و حدیث کی روشنی میں

صحبتے با اولیاءؒ

ملفوظات: شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ
اصلاح نفس، فکر آخرت، ایمان و یقین اور تصوف کے
رموز و آداب پر مشتمل نادر مجموعہ

نزہۃ المجالس
اردو
خیر المجالس

تالیف: علامہ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صفوری شافعیؒ
دلچسپ حکایات، عجیب و غریب قصص، لطائف و ظرائف
اور ایمان افروز نصیحتوں کا مجموعہ۔

مکتوبات صدی اردو
حصہ اول، دوم کامل

تالیف: حضرت شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیریؒ
بیش بہا مکتوبات۔ تصوف کے اسرار و رموز کا خزانہ ایک
ایک خط نیم کتابوں کا نچوڑ۔

نزہۃ البساتین اردو
روض الریاحین

تالیف: امام ابی محمد عبد اللہ یمنی یافعیؒ
اولیاء اللہ کے مستند حالات و ملفوظات کا نایاب مجموعہ جس میں دینی
انقلاب پیدا کرنے والی کتاب۔

اسلام کا نظام امن

تالیف: محمد ظہیر الدین مفتاحی
اسلام میں امن و امان کی اہمیت کے موضوع پر محققانہ تالیف۔

معمولاتِ یومیہ

مختصر نصاب اصلاح نفس روزمرہ کے مسنون اوراد و وظائف
اور تمام خصوصیات تصوف کا مختصر خلاصہ جو ہر سالک کیلئے نہایت ضروری ہے
بیحد نافع ہے۔ کتابت و طباعت بہت عمدہ آفسٹ کاغذ صفحات ۸۰

رہبر حجاج

حج و عمرہ اور زیارت مدینہ منورہ سے متعلق مفصل معلومات۔

غیبت کیا ہے؟

تالیف: حضرت مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی لکھنویؒ
غیبت کے موضوع پر واحد مستند کتاب جو اس گناہ کبیرہ کے
ہر پہلو کو اجاگر کر کے اس کی ہلاکت خیزی کا احساس دلاتی ہے۔

ناشر: ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی - ادب منزل پاکستان چوک کراچی

marfat.com

سعیدی فضائل اعمال عکسی

جس میں حسبِ ذیل سات کتابیں یکجا جمع کردی گئی ہیں

فضائلِ تبلیغ تبلیغ کی ضرورت اور اہمیت بیان کی گئی ہے۔ جس میں اکرام مسلم اور اخلاص نیت وغیرہ کی بھی اہمیت درج ہے۔

فضائلِ قرآن مجید قرآن پاک کی تلاوت کی فضیلتیں اور ترک پر سزائیں نیز قرآن پاک کے آداب بیان ہوئے ہیں۔

فضائلِ نماز جس میں نماز پڑھنے کی فضیلت، چھوڑنے پر اخروی عذاب اور دنیوی نقصان، جماعت کا ثواب اور اس کے ترک پر سزائیں اور بزرگوں کے قصے درج فرمائے گئے ہیں۔

فضائلِ رمضان رمضان المبارک، تراویح، سحری، لیلۃ القدر اور اعتکاف وغیرہ کے فضائل و تاکید اور اہل اللہ کے معمولات کی تفصیل ہے۔

فضائلِ ذکر وہ آیات و احادیث جمع فرمائی ہیں جن میں ذکر کے برکات، کلمہ طیبہ کے فضائل اور تسبیحات فاطمہ کے ثواب بیان ہوئے ہیں۔

فضائلِ درود شریف درود شریف کے فضائل اور عشق نبوی کے بیشمار قصے نیز عربی میں بیشمار درود پاک مع ترجمہ درج ہیں۔

حکایاتِ صحابہؓ جس کے پڑھنے سے مرد و عورت اور بچوں کے قلوب میں مذہب کے بلند جذبات اور اسلام کا صحیح ولولہ پیدا ہوتا ہے۔

ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی

ادب منزل۔ پاکستان چوک

کراچی

محدثِ جلیل و مفسرِ بے عدیل علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتیؒ
خلیفۂ اجل حضرت میرزا مظہر جانِ جاناں شہیدؒ کی شہرہ آفاق تصنیف

تفسیر مظہری

ایک عظیم علمی کارنامہ — نایاب تفسیر — پاکستان میں پہلی بار اشاعت

علامہ موصوف دنیائے علم و ادب کی ایک نمایاں اور جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ آپ کے علمی کارناموں کو شہرتِ دوام حاصل ہے۔ خصوصاً آپ کی یہ تفسیر ایک عظیم علمی کارنامہ ہے جس کی خصوصیت یہ ہے کہ صاحبِ تفسیر نے ہر آیت کے مضمون کو احادیثِ نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اقوالِ سلف سے واضح فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آیاتِ قرآنی کی تفہیم میں احناف، شوافع وغیرہما کے نظریاتی اختلافات پر بھی روشنی ڈالی ہے جس کی وجہ سے اس تفسیر کی افادیت میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے۔

اس بیش بہا تفسیر کا اردو ترجمہ ندوۃ المصنفین دہلی کے زیرِ اہتمام شائع ہوا تھا۔ پاکستان میں اس نایاب تصنیف کا حصول کم و بیش ہمیشہ ہی دشوار رہا ہے۔ اور اب تو یہ تفسیر سالہا سال سے نایاب بلکہ ناپید ہے۔ لہٰذا اس تفسیر کی افادیت اور زمانۂ حال کی ضروریات کے پیشِ نظر یہاں اس کی اشاعت کا انتظام کیا گیا ہے۔ کامل ۱۲ جلدیں

ناشر:
ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک کراچی